تفسیر دُرِّ منثور مترجم

جلد چہارم

تالیف

امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۱۱ھ

ترجمہ متن قرآن

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مترجمین

سید محمد اقبال شاہ ○ محمد بوستان ○ محمد انور مگھالوی

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	تفسیر درمنثور مترجم (جلد چہارم)
مصنف	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ متن قرآن مجید	ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
مترجمین	مولانا سید محمد اقبال شاہ، مولانا محمد بوستان، مولانا محمد انور مگھالوی
	من علماء دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
زیر نگرانی	ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
	قاری اشفاق احمد خان، انور سعید، لاہور
سال اشاعت	نومبر 2006ء
ناشر	الحاج محمد حفیظ البرکات شاہ
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z 31
قیمت	ل سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

سورۃ الحجر

سورۃ النحل

آیاتھا ۱۱۱ ۔ سُوۡرَةُ یُوۡسُفَ مَکِّیَّۃٌ ۱۲ ۔ رکوعاتھا ۱۲

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امام النحاس، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سورۂ یوسف مکہ میں نازل ہوئی۔ امام حاکم نے حضرت رفاعہ بن رافع سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اور ان کے خالہ زاد بھائی معاذ بن عفراء نے سفر شروع کیا اور مکہ میں پہنچ گئے۔ یہ انصار کے چھ افراد کے نکلنے سے پہلے کا واقعہ ہے وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کی آپ ہم پر اپنا معاملہ پیش کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا اور فرمایا آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کا خالق کون ہے؟ ہم نے عرض کی اللہ تعالیٰ۔ پھر پوچھا تمہیں کس نے پیدا کیا؟ ہم نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا وہ بت جن کی تم عبادت کرتے ہو یہ کس نے بنائے ہیں ہم نے کہا یہ ہم نے بنائے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عبادت کا حق دار خالق ہے یا مخلوق ہے؟ تم زیادہ حقدار ہو کہ وہ بت تمہاری عبادت کریں جب کہ تم نے انہیں تراشا ہے اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، بجائے اس کے تم ان کی عبادت کرو جنہیں تم نے خود گھڑا ہے۔ میں تمہیں عبادت الٰہی اور توحید اور اپنی رسالت کی طرف بلاتا ہوں، نیز صلہ رحمی دشمنی کو ترک کرنے، اور لوگوں سے بغض کو ترک کرنے کی دعوت دیتا ہوں ہم نے عرض کی اگر وہ امر جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں باطل بھی ہو تو پھر بھی یہ امور و احکام بلند مرتبہ اور محاسن اخلاق میں سے ہے۔ (پھر کہا) آپ ہماری سواریاں روکے رکھیں ہم بیت اللہ شریف میں حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت معاذ بن عفراء آپ کے پاس بیٹھے رہے۔ رفاعہ فرماتے ہیں میں نے طواف کیا اور پھر سات تیر نکالے، میں نے ان میں سے ایک تیر نکالا، پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہوا، اس کو بیت اللہ پر پھینکا اور کہا اگر وہ دین حق ہے جس کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت دیتے ہیں تو اس کے تیر کو سات مرتبہ باہر نکال۔ فرماتے ہیں میں نے وہ تیر پھینکا تو سات مرتبہ وہ باہر نکلا، میں نے بلند آواز سے کہا اشھدان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ۔ لوگ میرے اردگرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے یہ مجنون ہے اور یہ شخص اپنے دین سے پھر گیا ہے، میں نے کہا نہیں بلکہ میں مومن ہوں، اس کے بعد میں مکہ کے بالائی علاقہ کی طرف آیا جب مجھے معاذ نے دیکھا تو کہا رافع ایک ایسا چہرہ لے کر آیا ہے جو وہ لے کر نہیں گیا تھا پھر میں بھی حاضر خدمت ہوا اور ایمان لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سورۂ یوسف اور اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ (العلق: 1) سکھائی، پھر ہم مدینہ طیبہ لوٹ آئے تھے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مصعب بن عمیر جب مدینہ طیبہ آئے تو وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے، عمرو بن الجموح نے مسلمانوں سے پوچھا کہ تم کیا پیغام لے کر ہمارے پاس آئے ہو؟ صحابہ کرام نے کہا اگر تم چاہو تو ہم تمہارے پاس آئیں اور تمہیں قرآن سنائیں، اس نے کہا ٹھیک ہے تم آ جاؤ، ایک دن متعین ہوا۔ تو مصعب بن عمیر آئے اور اس پر الٓرٰ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۞ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۞ تلاوت فرمائی۔

امام بیہقی نے دلائل میں کلبی کے طریق سے ابوصالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی

عالم نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو اتفاق سے رسول اللہ ﷺ سورۂ یوسف کی تلاوت فرمارہے تھے یہودی عالم نے کہا اے محمد ﷺ! آپ کو یہ آیات کون سکھاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سکھاتا ہے۔ یہودی نبی کریم ﷺ کی تلاوت سن کر بہت متعجب ہوا اور یہود کے پاس آکر کہنے لگا اللہ کی قسم محمد ﷺ اس طرح قرآنی (آیات) پڑھتا ہے جس طرح تورات میں نازل ہوئی ہیں۔ چند یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس گئے آپ کی صفات کو پہچانا اور آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی۔ انہوں نے آپ ﷺ سے سورہ یوسف کی قرات سنی تعجب کا اظہار کیا اور اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے صبح کی نماز میں حضرت عمر کو سورہ یوسف کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۱

''الف، لام، را، یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی''۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کتاب مبین سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی برکت، ہدایت اور رشد کو بیان فرماتا ہے(1)۔ ابن جریر نے مجاہد سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ کتاب حلال وحرام کو بیان کرتی ہے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت خالد بن معدان عن معاذ رحمہما اللہ کے سلسلہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ان حروف کو بیان فرماتا ہے جو عجمیوں کی لغت میں نہیں ہیں اور وہ چھ حروف ہیں۔(3)

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲

''بے شک ہم نے اتارا اسے یعنی قرآن عربی کو تاکہ تم (اسے) خوب سمجھ سکو''۔

امام طبرانی، ابو الشیخ، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عربوں سے تین وجوہ کے اعتبار سے محبت کرتا ہوں، کیونکہ میں خود عربی ہوں، قرآن عربی ہے اور جنتیوں کا کلام عربی ہے۔(4)

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں عربی ہوں، قرآن عربی ہے اور اہل جنت کا کلام عربی ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن عربیہ کے الفاظ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 177، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

4۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی ﷺ، جلد 2، صفحہ 230، دارالکتب العلمیہ بیروت

تلاوت فرمائے پھر فرمایا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یہ عربی زبان الہام کی گئی تھی۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا۔ یہ ان کا کلام ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ۝

''ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ایک بہترین قصہ اس قرآن کے ذریعہ جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اگرچہ آپ اس سے پہلے غافلوں میں سے تھے''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں بیان فرمائیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔(2)

امام اسحاق بن راہویہ، البزار، ابویعلی، ابن المنذر، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا، ایک عرصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر اس کی تلاوت کرتے رہے، پھر لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ہم پر واقعات بیان فرمائیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورۂ یوسف الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۝ نازل فرمائی۔ پھر آپ کچھ عرصہ لوگوں پر تلاوت فرماتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (الحدید:16) ترجمہ: کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا اہل ایمان کے لیے کہ جھک جائیں ان کے دل یاد الٰہی کے لیے۔(3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عون بن عبداللہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ہم پر واقعات بیان فرمائیں (تو کتنا بہتر ہو) تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عون بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صحابہ کرام اکتا گئے تو عرض کی یا رسول اللہ ہمیں (سابقہ انبیاء اور امتوں کے واقعات) بیان فرمائیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ (الزمر:23) ''اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے نہایت عمدہ کلام''۔ پھر دوبارہ صحابہ کرام اکتائے تو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے قرآن کے علاوہ باتیں (واقعات) بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۝ نازل فرمایا، پس صحابہ کرام نے حدیث کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بہتر حدیث کی طرف راہنمائی فرمائی، انہوں نے قصص (واقعات) کا ارادہ فرمایا تو ان کی بہترین واقعہ کی طرف رہنمائی فرمائی۔(4)

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، سورۂ حم السجدہ، جلد 2، صفحہ 476، بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 178

2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 179 4۔ ایضاً

امام ابویعلی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، نصر المقدسی (الحجہ میں) اور الضیاء رحمہم اللہ نے (المختارہ میں) حضرت خالد بن عرفطہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ عبد القیس (قبیلہ) کا ایک شخص آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا کیا تو فلاں العبدی ہے اس نے کہا جی ہاں۔ اس کو حضرت عمر نے نیزہ کے ساتھ مارا اس شخص نے پوچھا اے امیر المومنین اس سزا کا سبب کیا ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا بیٹھ جا، وہ بیٹھ گیا۔ پھر حضرت عمر نے اس کے سامنے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ الٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ۟ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ۝ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ٭ۖ وَ اِنۡ کُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِہٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِیۡنَ۔ تلاوت کی۔ اس کے سامنے تین مرتبہ یہ آیات پڑھیں اور تین مرتبہ اسے سزا دی، اس شخص نے حضرت عمر سے سزا کی وجہ دریافت کی تو حضرت عمر نے فرمایا: تو وہ شخص ہے جس نے حضرت دانیال علیہ السلام کی کتاب نقل کی ہے۔ اس شخص نے کہا: آپ مجھے جو حکم فرمائیں میں اس کی اطاعت کروں گا، حضرت عمر نے فرمایا: تو جا اس کتاب کو گرم پانی اور اون کے ساتھ مٹا دے۔ پھر نہ کبھی خود پڑھنا اور نہ کسی دوسرے کو پڑھانا، کبھی مجھے خبر ملی کہ تو نے خود اس کتاب کو پڑھا ہے یا کسی دوسرے کو پڑھائی ہے تو میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ پھر فرمایا بیٹھ جا، تو وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ فرمایا میں نے اہل کتاب سے ایک کتاب نقل کی تھی پھر میں اسے ایک چمڑے میں رکھ کر لایا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تیرے ہاتھ میں کیا ہے میں نے عرض کی: یہ اللہ کی کتاب ہے۔ میں اہل کتاب سے لکھ کر لایا ہوں تا کہ ہم اپنے علم میں اضافہ کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتی کہ آپ کے رخسار سرخ ہو گئے پھر نماز کے لیے بلایا گیا تو انصار نے کہا تمہارے نبی کو ہتھیاروں نے غصہ دلایا ہے، پھر لوگ آئے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے ارد گرد جمع ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگو! مجھے جوامع الکلم اور خواتیم الکلم کی شان عطا کی گئی ہے اور مجھے انتہائی مختصر الفاظ میں ایک طویل کلام کا ملکہ عطا کیا گیا ہے میں تمہارے پاس صاف اور شفاف شریعت لے کر آیا ہوں۔ پس تم بے پرواہی میں ہلاکت کے اندر نہ گرو، تمہیں بے وقوف اور بے پرواہ لوگ دھوکے میں نہ ڈالیں۔ حضرت عمر نے کہا: میں اٹھا اور عرض کی (حضور!) میں اللہ تعالیٰ کو رب تسلیم کرنے پر راضی ہوں، اسلام کو دین ماننے پر خوش ہوں اور آپ کو رسول تسلیم کرنے پر راضی ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترے۔

امام عبد الرزاق نے المصنف میں اور ابن الضریس نے ابراہیم النخعی سے روایت کیا ہے کہ کوفہ میں ایک شخص تھا جو حضرت دانیال کی کتاب تلاش کرتا تھا۔ اس وجہ سے حضرت عمر نے اسے سزا دی تھی۔ حضرت عمر نے اسے خط کے ذریعے حاضر ہونے کا حکم دیا وہ حضرت عمر کے پاس پہنچا تو آپ نے درہ اٹھا لیا اور اسے سزا دی، پھر یہ آیات الٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ۟ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ۝ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ٭ۖ وَ اِنۡ کُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِہٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِیۡنَ۝ تلاوت فرمائیں۔ (اس شخص نے کہا) میں آپ کی مراد سمجھ گیا۔ پھر میں نے عرض کی: اے امیر المومنین آپ مجھے چھوڑیں۔ اللہ کی قسم میں وہ تمام کتب جلا دوں گا۔ راوی فرماتے ہیں: حضرت عمر نے اسے چھوڑ دیا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ سے مراد یہ ہے کہ ہم تم پر گزشتہ کتب

اور گزشتہ امتوں کے حالات وواقعات میں سے بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں۔ مِنْ قَبْلِهٖ میں ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔(1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَحْسَنَ الْقَصَصِ سے مراد قرآن ہے۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝

"(یاد کرو) جب کہا یوسف نے اپنے والد سے کہ اے میرے (محترم) باپ! میں نے (خواب میں) دیکھا ہے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں"۔

امام احمد اور بخاری رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم۔ یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم الصلوۃ والسلام ہیں۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

امام سعید بن منصور، البزار، ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، العقیلی، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک مالی یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی یا محمد ﷺ! مجھے ان ستاروں کے متعلق بتائیں جو یوسف علیہ السلام نے دیکھے تھے کہ وہ انہیں سجدہ کر رہے ہیں، نیز ان ستاروں کے نام کیا تھے۔ نبی کریم ﷺ خاموش ہوگئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اسی وقت جبرئیل امین تشریف لائے (اور حضور ﷺ کو آگاہ فرمایا) تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں تجھے ان ستاروں کے اسماء بتادوں تو تو ایمان لے آئے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حرثان، الطارق، الذیال، ذوالکفتان، قابس، دثان، ہودان، الفلیق، المصبح، الضروح، الفریخ، الضیاء، النور۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے آسمان کے افق میں ان ستاروں کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا جب یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ منتشر امر ہے اللہ کریم اس کو بعد میں جمع فرمائے گا، یہودی نے کہا اللہ کی قسم ان ستاروں کے واقعی یہی نام ہیں۔(3)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اور سورج ہے۔ فرمایا ان کی والدہ اور چاند ہے۔ فرمایا: ان کا باپ ہے اور ان کی والدہ کو اللہ نے حسن کا ثلث (تیسرا حصہ) عطا فرمایا تھا۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان ستاروں سے مراد ان کے بھائی، سورج، چاند اور ان کے والدین ہیں۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 178 2۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 96، دار صادر بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 180 4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 180

تلاوت فرمائے پھر فرمایا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یہ عربی زبان الہام کی گئی تھی۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا۔ یہ ان کا کلام ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝

"ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ایک بہترین قصہ اس قرآن کے ذریعہ جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اگرچہ آپ اس سے پہلے غافلوں میں سے تھے"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں بیان فرمائیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔(2)

امام اسحاق بن راہویہ، البزار، ابویعلی، ابن المنذر، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا، ایک عرصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر اس کی تلاوت کرتے رہے، پھر لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ہم پر واقعات بیان فرمائیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورۂ یوسف الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ نازل فرمائی۔ پھر آپ کچھ عرصہ لوگوں پر تلاوت فرماتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (الحدید:16) ترجمہ: کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا اہل ایمان کے لیے کہ جھک جائیں ان کے دل یاد الٰہی کے لیے۔(3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عون بن عبداللہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ہم پر واقعات بیان فرمائیں (تو کتنا بہتر ہو) تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عون بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں صحابہ کرام اکتا گئے تو عرض کی یا رسول اللہ ہمیں (سابقہ انبیاء اور امتوں کے واقعات) بیان فرمائیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ (الزمر:23) "اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے نہایت عمدہ کلام"۔ پھر دوبارہ صحابہ کرام اکتائے تو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے قرآن کے علاوہ باتیں (واقعات) بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ نازل فرمایا، پس صحابہ کرام نے حدیث کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بہتر حدیث کی طرف راہنمائی فرمائی، انہوں نے قصص (واقعات) کا ارادہ فرمایا تو ان کی بہترین واقعہ کی طرف رہنمائی فرمائی۔(4)

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، سورۂ حم السجدہ، جلد 2، صفحہ 476، بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 178
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 179
4۔ ایضاً

امام ابویعلی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، نصر المقدسی (الحجہ میں) اور الضیاء رحمہم اللہ نے (المختارہ میں) حضرت خالد بن عرفطہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ عبدالقیس (قبیلہ) کا ایک شخص آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا کیا تو فلاں العبدی ہے اس نے کہا جی ہاں۔ اس کو حضرت عمر نے نیزہ کے ساتھ مارا اس شخص نے پوچھا اے امیر المومنین اس سزا کا سبب کیا ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا بیٹھ جا، وہ بیٹھ گیا۔ پھر حضرت عمر نے اس کے سامنے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الٓرٰ ۫ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۝ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ۝ تلاوت کی۔ اس کے سامنے تین مرتبہ یہ آیات پڑھیں اور تین مرتبہ اسے سزا دی، اس شخص نے حضرت عمر سے سزا کی وجہ دریافت کی تو حضرت عمر نے فرمایا: تو وہ شخص ہے جس نے حضرت دانیال علیہ السلام کی کتاب نقل کی ہے۔ اس شخص نے کہا: آپ مجھے جو حکم فرمائیں میں اس کی اطاعت کروں گا، حضرت عمر نے فرمایا: تو جا اس کتاب کو گرم پانی اور اون کے ساتھ مٹا دے۔ پھر نہ کبھی خود پڑھنا اور نہ کسی دوسرے کو پڑھانا، کبھی مجھے خبر ملی کہ تو نے خود اس کتاب کو پڑھا ہے یا کسی دوسرے کو پڑھائی ہے تو میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ پھر فرمایا بیٹھ جا، تو وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ فرمایا میں نے اہل کتاب سے ایک کتاب نقل کی تھی پھر میں اسے ایک چمڑے میں رکھ کر لایا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تیرے ہاتھ میں کیا ہے میں نے عرض کی: یہ اللہ کی کتاب ہے۔ میں اہل کتاب سے لکھ کر لایا ہوں تاکہ ہم اپنے علم میں اضافہ کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتی کہ آپ کے رخسار سرخ ہو گئے پھر نماز کے لیے بلایا گیا تو انصار نے کہا تمہارے نبی کو ہتھیاروں نے غصہ دلایا ہے، پھر لوگ آئے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے اردگرد جمع ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگو! مجھے جوامع الکلم اور خواتیم الکلم کی شان عطا کی گئی ہے اور مجھے انتہائی مختصر الفاظ میں ایک طویل کلام کا ملکہ عطا کیا گیا ہے میں تمارے پاس صاف اور شفاف شریعت لے کر آیا ہوں۔ پس تم بے پرواہی میں ہلاکت کے اندر نہ گرو، تمہیں بے وقوف اور بے پرواہ لوگ دھوکے میں نہ ڈالیں۔ حضرت عمر نے کہا: میں اٹھا اور عرض کی (حضور!) میں اللہ تعالیٰ کو رب تسلیم کرنے پر راضی ہوں، اسلام کو دین ماننے پر خوش ہوں اور آپ کو رسول تسلیم کرنے پر راضی ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترے۔

امام عبدالرزاق نے المصنف میں اور ابن الضریس نے ابراہیم النخعی سے روایت کیا ہے کہ کوفہ میں ایک شخص تھا جو حضرت دانیال کی کتاب تلاش کرتا تھا۔ اس وجہ سے حضرت عمر نے اسے سزا دی تھی۔ حضرت عمر نے اسے خط کے ذریعے حاضر ہونے کا حکم دیا وہ حضرت عمر کے پاس پہنچا تو آپ نے درہ اٹھا لیا اور اسے سزا دی، پھر یہ آیات الٓرٰ ۫ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۝ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ۝ تلاوت فرمائیں۔ (اس شخص نے کہا) میں آپ کی مراد سمجھ گیا۔ پھر میں نے عرض کی: اے امیر المومنین آپ مجھے چھوڑ دیں۔ اللہ کی قسم میں وہ تمام کتب جلا دوں گا۔ راوی فرماتے ہیں: حضرت عمر نے اسے چھوڑ دیا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اَحْسَنَ الْقَصَصِ سے مراد یہ ہے کہ ہم تم پر گزشتہ کتب

اور گزشتہ امتوں کے حالات وواقعات میں سے بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں۔ مِنْ قَبْلِهٖ میں ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔ (1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَحْسَنَ الْقَصَصِ سے مراد قرآن ہے۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ۝

'' (یاد کرو) جب کہا یوسف نے اپنے والد سے کہ اے میرے (محترم) باپ! میں نے (خواب میں) دیکھا ہے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں''۔

امام احمد اور بخاری رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم۔ یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ (2)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

امام سعید بن منصور، البزار، ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، العقیلی، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک مالی یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی یا محمد ﷺ! مجھے ان ستاروں کے متعلق بتائیں جو یوسف علیہ السلام نے دیکھے تھے کہ وہ انہیں سجدہ کر رہے ہیں، نیز ان ستاروں کے نام کیا تھے۔ نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اسی وقت جبرئیل امین تشریف لائے (اور حضور ﷺ کو آگاہ فرمایا) تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں تجھے ان ستاروں کے اسماء بتادوں تو تو ایمان لے آئے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حرثان، الطارق، الذیال، ذوالکفتان، قابس، وثان، ہودان، الفیلق، المصبح، الضروح، الفریخ، الضیاء، النور۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے آسمان کے افق میں ان ستاروں کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا جب یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ منتشر امر ہے اللہ کریم اس کو بعد میں جمع فرمائے گا، یہودی نے کہا اللہ کی قسم ان ستاروں کے واقعی یہی نام ہیں۔ (3)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اور سورج ہے۔ فرمایا ان کی والدہ اور چاند ہے۔ فرمایا: ان کا باپ ہے اور ان کی والدہ کو اللہ نے حسن کا ثلث (تیسرا حصہ) عطا فرمایا تھا۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان ستاروں سے مراد ان کے بھائی، سورج، چاند اور ان کے والدین ہیں۔ (4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 178 2۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 96، دار صادر بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 180 4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 180

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد اور بھائیوں کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔(1)

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آپ کے بھائی تھے اور یہ انبیاء تھے۔ پس آپ اپنے بھائیوں کے سجدہ کرنے سے خوش نہ ہوئے حتی کہ آپ کے والدین نے آپ کو سجدہ کیا جب آپ ان کے پاس پہنچے تھے۔(2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن منبہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب لیلۃ القدر میں واقع ہوا تھا۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

''آپ نے فرمایا اے میرے بچے بیان نہ کرنا اپنا خواب اپنے بھائیوں سے ورنہ وہ سازش کریں گے تیرے خلاف، بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور اسی طرح چن لے گا تجھے تیرا رب اور سکھائے گا تجھے باتوں کا انجام (یعنی خوابوں کی تعبیر) اور پورا فرمائے گا اپنا انعام تجھ پر اور یعقوب کے گھرانے پر جیسے اس نے پورا فرمایا اپنا انعام اس سے پہلے تیرے دو باپوں ابراہیم اور اسحٰق پر۔ یقیناً تیرا پروردگار سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے''۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: **يَجْتَبِيْكَ** کا معنی **يصطفيك** کا ہے یعنی تمہارے رب نے تمہیں چن لیا ہے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں تاویل الاحادیث سے مراد خواب کی تعبیر ہے۔(4)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تاویل الاحادیث سے مراد علم و حلم کی تاویل ہے فرماتے ہیں: اس وقت یوسف علیہ السلام تمام لوگوں سے زیادہ خواب کی تعبیر بتاتے تھے۔(5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ کی نعمت یہ تھی کہ انہیں آگ سے نجات عطا فرمائی اور اسحٰق علیہ السلام پر نعمت یہ تھی کہ انہیں ذبح سے نجات بخشی۔(6)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 180 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 181 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 182

4۔ ایضاً 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝

''بے شک یوسف اور اس کے بھائیوں (کے قصہ) میں (عبرت کی) کئی نشانیاں ہیں دریافت کرنے والوں کے لیے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ آیات سے مراد خواب کی تعبیر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو اس واقعہ کے متعلق سوال کرے تو وہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر بیان کیا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے واقعہ کے متعلق پوچھے تو یہ ان کی خبر اور واقعہ ہے (جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے)۔

امام ابن جریر نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ محمد ﷺ نے جب اپنی قوم کی بغاوت اور آپ ﷺ کو نبوت کی عظمت ملنے پر ان کے حسد کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دینے اور یوسف علیہ السلام کی اقتدا کرنے کے لیے آپ کے سامنے یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا، ان کے بھائیوں کی بغاوت کا تذکرہ فرمایا اور بھائیوں کا جو حسد تھا اس کو بیان فرمایا۔(1)

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۚۖ ۝ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝

''جب بھائیوں نے (آپس میں) کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہم سے حالانکہ ہم ایک (مضبوط) جتھہ ہیں۔ یقیناً ہمارے والد ایسا کرنے میں کھلی غلطی کا شکار ہیں۔ قتل کر ڈالو یوسف کو یا دور پھینک آؤ اسے کسی علاقہ میں (یوں) تنہا ہو جائے گا تمہاری طرف تمہارے باپ کا رخ اور ہو جانا اس کے بعد (توبہ کر کے) نیک قوم''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یعقوب علیہ السلام شام میں سکونت پذیر تھے۔ آپ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ جب دوسرے بھائیوں نے یعقوب علیہ السلام کی اس محبت کو دیکھا تو وہ یوسف علیہ السلام سے حسد کرنے لگے۔ یوسف علیہ السلام نے ایک خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند ان کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ خواب حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے بچے! نہ بیان کرنا اپنا خواب اپنے بھائیوں سے ورنہ وہ سازش کریں گے تیرے خلاف''۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو اس خواب کی خبر پہنچی تو وہ یوسف علیہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 183، دار احیاء التراث العربی بیروت

بہت غمگین ہو گئے یہ صدمہ سہا اور آپ تو ہر بات نہیں مانتے تھے اور یہ نام نہیں جانتے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام زور سے
اور بلند آواز سے چیخ ماری۔ پھر فرمایا یوسف کی قمیص کہاں ہے۔ وہ قمیص لے کر آئے تو اس پر جھوٹا خون لگا ہوا تھا۔ آپ
نے قمیص لے کر اپنے چہرے پر ڈال دی۔ پھر آپ روتے رہے حتیٰ کہ قمیص پر لگے خون کی وجہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر
فرمایا یہ بھیڑیا بڑا ہی مہربان تھا کہ اس نے یوسف کا گوشت کھا لیا اور اس کی قمیص نہیں پھاڑی۔ پھر ایک قافلہ تھوڑی دیر
بعد آیا انہوں نے پانی لانے کے لیے ایک شخص بھیجا اس نے اپنا ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس کی رسی سے چمٹ
گئے اور باہر نکل آئے۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو اپنے ایک ساتھی جس کا نام بشریٰ تھا سے بلایا اور کہا اے بشریٰ یہ
کتنا حسین موہنا بچہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اس کی آواز سنی تو وہ دوڑ کر آئے اور کہا کہ یہ بچہ ہمارا بھاگا ہوا
غلام ہے۔ اور اپنی زبان میں یوسف علیہ السلام سے کہا کہ تم نے ہمارا غلام ہونے سے انکار کیا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ کیا تیرا
گمان ہے کہ ہم تجھے یعقوب علیہ السلام کے پاس لے جائیں گے حالانکہ ہم انہیں بتا چکے ہیں کہ تجھے بھیڑیا نے کھا لیا ہے۔
حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا: تم مجھے اپنے باپ یعقوب کے پاس لے جاؤ تو میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا
ہوں کہ وہ تم سے راضی ہو جائیں گے اور میں تمہارے اس فعل کا کبھی ان سے تذکرہ نہیں کروں گا۔ انہوں نے اس بات کا انکار
کیا۔ حضرت یوسف نے کہا: میں ان کا غلام ہوں۔ پھر جب آپ کو دو آدمیوں نے خرید لیا تو وہ دونوں اپنے ساتھیوں سے جدا
ہو گئے اور یہ سوچا کہ ساتھیوں نے ان کے متعلق پوچھا اور شرکت کا مطالبہ کیا تو ہم کہیں گے کہ ہمیں یہ مال کنویں سے ملا ہے۔
اس کا تذکرہ قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً (یوسف:19) وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ
(یوسف:20) "انہوں نے چھپا دیا اسے متاع (گراں بہا) سمجھتے ہوئے۔ پھر انہوں نے بیچ ڈالا یوسف کو حقیر سی قیمت پر
چند درہموں کے عوض"۔ اور یہ قیمت بیس دراہم تھی۔ اور وہ پہلے ہی یوسف علیہ السلام سے تعلق بھی نہیں رکھتے تھے۔ وہ جب
مصر گئے تو یوسف علیہ السلام کو بادشاہ مصر العزیز نے خرید لیا۔ وہ آپ کو اپنے محل میں لے گیا اور اپنی بیوی سے کہا: عزت و
آرام کے ساتھ اسے ٹھہراؤ۔ شاید ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے اپنا فرزند بنا لیں۔ اس کی بیوی نے آپ سے پیار و محبت کا اظہار
کیا اور یوسف علیہ السلام سے کہا: اے یوسف تیرے یہ بال کتنے خوبصورت ہیں؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ
سب سے پہلے میرے جسم سے جدا ہوں گے۔ اس نے کہا اے یوسف: تیری یہ آنکھیں کتنی حسین و جمیل ہیں؟ آپ نے
فرمایا: سب سے پہلے یہ میرے جسم سے جدا ہو کر زمین پر بہیں گی۔ عزیز کی بیوی نے کہا: اے یوسف! تیرا چہرہ کتنا جاذب نظر
ہے۔ حضرت یوسف نے فرمایا: یہ مٹی کے لیے ہے اسے وہ کھا جائے گی۔ کچھ عرصہ بعد عزیز کی بیوی آپ کے حسن و جمال پر
فریفتہ ہو گئی تو کہنے لگی ھیت لک (جلدی آ جا) ھیت یہ قبطی زبان کا لفظ ہے۔ حضرت یوسف نے فرمایا: خدا کی پناہ یہ نہیں
ہو سکتا وہ (تیرا خاوند) میرا آقا ہے۔ اس نے مجھے بڑی عزت سے ٹھہرایا ہے۔ میں اس کے گھر والوں کے ساتھ خیانت نہیں
کروں گا۔ وہ آپ کو ورغلانے کے لیے جتن کرتی رہی لیکن آپ نے اسے مایوس کر دیا اور آپ اس کے دام فریب میں نہ
آئے۔ اس عورت نے ارادہ کیا تھا اور یوسف علیہ السلام بھی قصد کر لیتے اگر نہ دیکھ لیتے اپنے رب کی (روشن) دلیل۔

اس عورت نے محل کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام تہبند اتارنے لگے تو آپ نے دیکھا کہ یوسف علیہ السلام سامنے محل کے اندر اپنی انگلی کاٹتے ہوئے کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے اے یوسف! اس عورت سے میل جول نہ کرو۔ تیری مثال اب اس پرندے کی ہے جو آسمان کی فضا میں ہوتا ہے اور اس کو پکڑا نہیں جا سکتا اور جب آپ میل جول کرلیں گے تو اس پرندے کی طرح ہو جائیں گے جو مر کر زمین پر گر پڑتا ہے اور اپنا بچاؤ بھی نہیں کرسکتا اور اب آپ کی مثال اس غیر مطیع بیل کی ہے جس پر کوئی کام نہیں کیا جا سکتا اور جب آپ سے یہ فعل شنیع ہو گیا تو آپ کی مثال اس بیل کی ہوگی جو پانی میں داخل ہو کر اپنے سینگوں کے بل گر کر مر جاتا ہے اور اپنا بچاؤ بھی نہیں کرسکتا۔ حضرت یوسف نے اپنی شلوار باندھ لی اور باہر نکل گئے۔ اس عورت نے آپ کو قمیض سے پکڑ لیا اور اسے پھاڑ دیا، حتیٰ کہ اس نے آپ کی قمیض اتار لی۔ حضرت یوسف علیہ السلام قمیض چھوڑ کر بھاگ گئے۔ دروازے کی طرف بھاگے تو دونوں نے اپنے مربی اور سردار کو دروازے پر کھڑے ہوئے پایا اور وہاں عورت کے چچا کا بیٹا بھی تھا۔ جب عورت نے اسے دیکھا تو جھٹ بول اٹھی (میرے سرتاج! بتائیے) کیا سزا ہے اس کی جو ارادہ کرے تیری بیوی کے ساتھ برائی کا بجز اس کے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اسے دردناک عذاب دیا جائے۔ کہنے لگی اس نے مجھے بہلانا چاہا تو میں نے اس سے اپنا دفاع کیا اور میں نے اس کی قمیض پھاڑ دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اس نے مجھے بہلانا چاہا ہے میں نے انکار کیا اور میں بھاگ نکلا اس نے مجھے میری قمیض سے پکڑا اور اسے پھاڑ ڈالا۔ اس عورت کے چچا کے بیٹے نے کہا: قمیض سے معاملہ واضح ہو جائے گا۔ اس نے کہا کہ اگر قمیض آگے کی طرف سے پھٹی ہوئی ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے ہیں اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو یوسف علیہ السلام سچوں میں سے ہیں۔ جب قمیض لائی گئی تو وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔ عزیز نے کہا: یہ سب تم عورتوں کا فریب ہے بے شک تم عورتوں کا فریب بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ اے یوسف (پاک باز) اس بات کو جانے دو اور (اے عورت) اپنے گناہ کی معافی مانگ اور پھر ایسا ہرگز نہ کرنا۔ اور کہنے لگیں عورتیں شہر میں کہ عزیز کی بیوی بہلاتی ہے اپنے (نوجوان) غلام کو تاکہ اس سے مطلب براری کرے۔ اس کے دل میں گھر کر گئی ہے اس کی محبت قَدۡ شَغَفَهَا حُبًّا شغاف اس جھلی کو کہتے ہیں جو دل کے اوپر ہوتی ہے، اسے سان القلب (دل کی زبان) کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں محبت اس جلد (جھلی) میں داخل ہوئی اور دل میں پہنچ گئی۔ جب زلیخا نے سنا ان کی مکارانہ باتوں کو تو اس نے انہیں بلا بھیجا اور تیار کیں ان کے لیے مسندیں، جب وہ آگئیں تو دے دی ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک چھری اور ایک ایک اترج (لیموں جیسا پھل) تاکہ وہ اسے کاٹ کر کھائیں۔ جب وہ اپنی مسندوں پر بیٹھ گئیں تو اس نے یوسف علیہ السلام سے کہا: ان کے پاس باہر آجاؤ۔ جب آپ باہر تشریف لائے اور عورتوں نے آپ کے پیکر حسن کو دیکھا تو وہ آپ کی عظمت کی قائل ہو گئیں اور وارفتگی کے عالم میں اپنے ہاتھوں کو کاٹ بیٹھیں، یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ پھل کاٹ رہی ہیں۔ پھر کہہ اٹھیں: سبحان اللہ! یہ انسان نہیں یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔ زلیخا فاتحانہ انداز میں بولی: یہ ہے وہ (پیکر رعنائی) جس کے بارے تم مجھے ملامت کیا کرتی تھیں، بے شک میں نے اسے بہت بہلایا پھسلایا لیکن وہ بچا ہی رہا۔ شلوار اتارنے کے بعد میرے قریب نہ آیا۔ مجھے معلوم نہیں اس وقت اس نے کیا دیکھا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کی: اے

میرے پروردگار! قید خانہ کی صعوبتیں مجھے زیادہ پسند ہیں اس گناہ سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں۔ پھر عورت نے اپنے خاوند سے کہا: اس عبرانی غلام نے مجھے بھرے مجمع میں ذلیل ورسوا کیا ہے اور یہ غلام لوگوں کے سامنے اپنی عذر خواہی کررہا ہے اور بتا رہا ہے کہ اس نے مجھے خود بہلانے پھسلانے کی کوشش کی ہے اور میں خود باہر نکل کر اپنا عذر پیش نہیں کرسکتی۔ یا تو تم مجھے اجازت دو کہ میں باہر نکل کر لوگوں کے سامنے اپنا عذر پیش کروں جس طرح یہ غلام اپنا عذر پیش کررہا ہے یا تو اسے بھی قید کر دے جس طرح مجھے تو نے قید کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ (یوسف: 35) کا یہی معنی ہے۔ اس کے باوجود کہ وہ یوسف علیہ السلام کی پاک بازی کی نشانیاں مثلاً قمیص کا پیچھے سے پھٹا ہوا ہونا اور عورتوں کا اپنے ہاتھ کاٹنا دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ یوسف علیہ السلام کو قید کر دیں کچھ عرصہ تک۔ قید خانہ میں آپ کے ساتھ دونو جوان تھے۔ یہ دونوں جوان وہ تھے جو بادشاہ کے ملازم تھے۔ ایک مطبخ کا ناظم تھا۔ اس سے بادشاہ اس وجہ سے ناراض ہوا کہ اس نے بادشاہ کو زہر دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اس نے اسے بھی قید کر دیا اور اس کا ساتھی جو محفل عیش وطرب کا نگران تھا اس کو بھی قید کر دیا۔ جب یوسف علیہ السلام قید خانہ میں گئے تو کہا کہ میں خوابوں کی تعبیر بتاتا ہوں۔ ان دونوں جوانوں میں سے ایک نے کہا: آیئے ہم اس عبرانی غلام کے اس علم کا تجربہ کریں پس دونوں نے عجیب عجیب خواب بیان کیے جو انہوں نے دیکھے نہیں تھے بلکہ انہوں نے اپنی طرف سے گھڑے تھے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے گھڑے ہوئے خوابوں کی تعبیر بتادی۔ جو ساقی تھا اس نے کہا کہ میں نے (خواب میں) اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور خباز نے کہا: میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں ان سے پرندے کھا رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا کھانا آنے سے پہلے میں تمہیں خواب کی تعبیر بتادوں گا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے میرے قید خانہ کے دو ساتھیو! اب خوابوں کی تعبیر سنو۔ تم میں سے ایک (یعنی پہلا) تو پلایا کرے گا اپنے مالک کو شراب یعنی وہ قید سے رہائی پا کر اپنے منصب پر پھر فائز ہو جائے گا لیکن دوسرا سولی دیا جائے گا اور (نوچ) کھائیں گے پرندے اس کے سر سے۔ پس دونوں یہ خواب کی تعبیریں سن کر گھبرا گئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! ہم نے تو کوئی خواب وغیرہ نہیں دیکھا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اس بات کا حتمی فیصلہ ہو چکا ہے جس کے متعلق تم نے سوال کیا ہے۔ اب یہ ایسا ہی ہوگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے کہا: تم میرا تذکرہ اپنے بادشاہ کے پاس کرنا لیکن شیطان نے اسے بھلا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو خواب دکھایا۔ اس نے سات موٹی گائیں دیکھیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز خوشے ہیں اور دوسرے سات خشک سوکھے ہوئے خوشے ہیں۔ بادشاہ نے تمام جادوگروں، کاہنوں اور قیافہ شناسوں کو جمع کیا اور ان لوگوں کو بلایا جو پرندوں کو جھڑکتے اور وہ انہیں حالات وواقعات بتاتے تھے۔ عربی میں قیافہ شناسوں کے لیے القافہ اور پرندوں کو زجر کرنے والوں کے لیے الحاذہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ان سب نے کہا: اے بادشاہ سلامت! یہ خواب پریشان ہیں اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے نہیں ہیں۔ اس وقت وہ شخص بولا جو قید خانے سے بچ گیا تھا ان دو (قیدیوں) میں سے اور (اب) اسے یوسف کی یاد آئی ایک عرصہ بعد: میں بتاتا ہوں تمہیں اس خواب کی تعبیر مجھے قید خانے تک جانے دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قید خانہ شہر میں نہیں تھا۔ وہ ساقی یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا اور عرض کی: ہمیں اس خواب کی تعبیر بتائیں (پھر اس نے بادشاہ کا خواب بیان کیا) تاکہ میں آپ کا جواب لے کر واپس جاؤں لوگوں کی طرف شاید وہ آپ کے علم وفضل کو جان لیں۔ آپ نے فرمایا تم کاشت کروگے سات سال تک حسب دستور تو جو تم کاٹو اسے رہنے دو خوشوں میں اس طرح تمہارا اناج دیر تک باقی رہے گا مگر تھوڑا سا ضرورت کے لیے نکال لو جتنے تم کھاؤ۔ پھر اس خوشحالی کے بعد تم پر بڑے سات سال آئیں گے جو تمہارے اس ذخیرہ شدہ مال کو کھا جائیں گے۔ جو تم نے ان دنوں کے لیے تھوڑا سا محفوظ کرلیا ہوگا پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں مینہ برسایا جائے گا لوگوں کے لیے اور اس سال وہ پھلوں کا رس نکالیں گے۔ جب وہ قاصد آیا اور بادشاہ کو اس خواب کی تعبیر بتائی تو بادشاہ نے کہا اس (یوسف) کو فوراً میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ قاصد آیا تو آپ نے فرمایا: اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ جاؤ اور اس سے پوچھو کہ حقیقت حال کیا تھی ان عورتوں کی جنہوں نے کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ۔

امام السدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر یوسف علیہ السلام اس وقت باہر آجاتے اس سے پہلے کہ بادشاہ کو آپ کی عظمت شان کا علم ہوتا تو ہمیشہ بادشاہ کے ذہن میں یہ خلش رہتی اور کہتا رہتا کہ اس نے میری بیوی کو بہلایا پھسلایا تھا۔ بادشاہ نے کہا: ان عورتوں کو میرے پاس لاؤ۔ بادشاہ نے ان عورتوں سے پوچھا: کیا معاملہ ہوا تھا جب تم نے یوسف کو بہلایا تھا اپنی مطلب براری کے لیے یک زبان بولیں حاشاللہ! ہمیں تو اس میں ذرہ بھر برائی معلوم نہیں ہوئی لیکن ہمیں تو بادشاہ مصر کی بیوی نے بتایا تھا کہ اس نے اسے بہلایا پھسلایا تھا مطلب براری کے لیے اور وہ اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا اور شلوار کھولی تھی اور پھر باندھ لی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی (کہ اسے کیا ہوا تھا کہ اس نے کوئی غیر اخلاقی عمل نہیں کیا)۔ عزیز کی بیوی نے کہا اب تو آشکارا ہوگیا حق۔ میں نے ہی اسے پھسلایا تھا اپنی مطلب براری کے لیے بخدا وہ تو سچا ہے۔ یوسف نے کہا: یہ میں نے اس لیے کیا تھا تاکہ عزیز جان لے کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں خیانت نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کامیاب نہیں ہونے دیتا دغابازوں کی فریب کاری کو۔ عزیز کی بیوی نے کہا: اے یوسف! جب تو نے شلوار کھولی تھی تو اس وقت یہ برائی نہیں تھی؟ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنے نفس کی برأت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ جب بادشاہ پر حضرت یوسف کا عذر ظاہر ہوگیا تو کہا یوسف کو میرے پاس لے آؤ، میں اسے اپنی ذات کے لیے چن لوں گا۔ میں اسے اپنا معتمد علیہ بنا دوں گا۔ پس اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کا عامل بنا دیا اور اس کی معیشت اور خرید و فروخت کی قوانین کی تیاری اور نفاذ آپ کے سپرد کر دیا، پھر زمین پر بھوک کا دور شروع ہوا اور یعقوب علیہ السلام جس علاقہ میں رہتے تھے وہاں قحط پڑ گیا۔ تو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو مصر کی طرف خوراک لانے کے لیے بھیجا لیکن بنیامین کو ان کے ساتھ نہ بھیجا۔ جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں پہچان لیا لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے۔ جب یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو دیکھا تو انہیں اپنے محل میں داخل کیا اور پوچھا کہ مجھے اپنا تعارف کراؤ، میں تمہیں صحیح پہچان نہیں سکا، ان بھائیوں نے کہا: ہم شام کی زمین کے باشندے ہیں۔ آپ نے پوچھا: تم کیسے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم خوراک لے جانے کے لیے آئے ہیں،

حضرت [illegible] فرمایا: تمہاری گفتگو [illegible] ہے تم جاسوس ہو، تم کتنے افراد ہو؟ انہوں نے کہا ہم دس ہیں، آپ نے فرمایا: تم اس ہزار سے ہو تم میں سے ہر ایک ہزار افراد کا [illegible] ہے۔ تم مجھے صحیح صحیح اپنی بات بتاؤ۔ انہوں نے کہا: ہم تمام ایک سچے شخص کے بیٹے ہیں اور آپس میں بھائی ہیں۔ ہم [illegible] بارہ بھائی تھے۔ ہمارے والد صاحب ہمارے ایک بھائی سے بہت پیار کرتے تھے۔ وہ ایک دن ہمارے ساتھ [illegible] وہ ہمارے والد صاحب کو ہم سب میں سے زیادہ [illegible] یوسف سے چھوٹا ہے [illegible] والد صاحب [illegible] بیٹے کے پاس رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا اس کے پاس جو اس بھائی سے چھوٹا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تم اپنے والد کو کیسے صدیق کہہ رہے ہو جب کہ وہ بڑوں کو چھوڑ کر چھوٹوں سے پیار کرتا ہے۔ تم اپنے اس بھائی کو میرے پاس لے آؤ تا کہ میں اسے دیکھ لوں اور اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو (سن لو) کوئی پیمانہ تمہارے لیے میرے پاس نہیں ہوگا اور نہ تم میرے قریب آسکو گے، انہوں نے کہا ہم ضرور اس کے باپ سے اس کے بھیجنے کا مطالبہ کریں گے اور ہم ضرور ایسا کریں گے، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: مجھے خطرہ ہے کہ تم اسے میرے پاس نہیں لاؤ گے اس لیے تم کسی کو میرے پاس رہن رکھو حتی کہ تم واپس لوٹ آؤ۔ پس شمعون کو ان کے پاس رہن رکھا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے غلاموں کو کہا کہ تم چپکے سے ان کا سامان ان کی خورجیوں میں رکھ دو جس کے عوض انہوں نے غلہ خریدا تھا تا کہ وہ پہچان لیں جب وہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس لوٹیں۔ شاید وہ لوٹ کر آئیں۔ جب یعقوب علیہ السلام کے بیٹے غلہ لے کر واپس آئے تو انہوں نے اپنے باپ کو بتایا کہ مصر کے بادشاہ نے ہماری بہت عزت وتکریم کی ہے۔ اگر وہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں میں سے کوئی ہوتا تو کبھی ہماری اتنی تکریم نہ کرتا۔ اس نے شمعون کو رہن رکھا لیا ہے اور اس نے ہمیں یہ بھی کہا ہے کہ تم میرے پاس اپنے اس بھائی کو لے آؤ جس کے ساتھ تمہارا باپ زیادہ محبت کرتا ہے۔ اس کے بڑے بھائی کے ہلاک ہونے کے بعد تا کہ میں اسے دیکھ لوں۔ اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم اپنے بھائی کو میرے پاس نہ لائے تو کبھی بھی تم میرے علاقہ میں نہیں آسکو گے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے فرمایا: جب تم بادشاہ مصر کے پاس جاؤ تو انہیں میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ تمہارا باپ تمہارے لیے دعا کرتا ہے اس نوازش پر جو تو نے ہمارے اوپر کی ہے۔ جب انہوں نے اس ابتدائی ملاقات کے بعد اپنی خورجیوں کو کھولا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا وہ مال واپس کر دیا گیا ہے جس کے عوض انہوں نے غلہ خریدا تھا۔ وہ اپنے باپ کے پاس آئے اور کہا: اے ہمارے والد محترم! اور ہم کیا چاہتے ہیں، یہ دیکھیے ہمارا مال بھی لوٹا دیا گیا ہے۔ حضرت یعقوب نے جب یہ معاملہ دیکھا تو فرمایا: میں بنیامین کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا حتی کہ تم میرے ساتھ قسم کے ساتھ مؤکد وعدہ کرو کہ تم اسے میرے پاس لے آؤ گے مگر یہ کہ تمہیں بے بس کر دیا جائے۔ انہوں نے پختہ وعدہ کر دیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: جو ہم گفتگو کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے نظر بد سے بچانے کے لیے فرمایا: کہ تم مصر میں مختلف دروازوں سے داخل ہونا، ایک دروازے سے داخل نہ ہونا۔ پس جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو پہچان لیا۔ آپ نے انہیں ایک مقام پر ٹھہرایا اور کھانا کھلانے کے احکامات جاری فرما دیئے۔ جب رات ہوئی تو آپ نے فرمایا: ہر بستر پر دو دو آدمی سوئیں گے۔

اس تقسیم سے بنیامین اکیلے رہ گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ میرے ساتھ میرے بستر پر سوئے گا۔ بنیامین نے حضرت یوسف کے ساتھ رات گزاری۔ آپ اسے رات بھر پیار کرتے رہے اور ان کی خوشبو سونگھتے رہے حتی کہ صبح ہوگئی۔ روبیل نے کہا: ہم نے اس کی مثل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اگر ہم اس سے نجات پا جائیں۔ پھر جب انہیں سامان خوراک مہیا کر دیا تو اپنا پیالہ اپنے بھائی کی خورجی میں رکھ دیا جب کہ بھائی کو اس بات کا علم نہ تھا۔ جب وہ چلنے لگے تو ایک پکارنے والے نے پکارا: اے قافلہ والو! بلاشبہ تم چور ہو، وہ حیرت زدہ ہوکر بولے جب کہ وہ ان کی طرف متوجہ تھے کہ کون سی چیز تم نے گم کی ہے؟ انہوں نے کہا ہم نے بادشاہ کا پیالہ گم کیا ہے، جوشخص وہ پیالہ ڈھونڈ لائے گا اسے بطور انعام بارشتر غلہ دیا جائے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔ کہنے لگے خدا کی قسم! تم خوب جانتے ہو کہ ہم یہاں زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے خدام نے کہا: پھر اس کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے ثابت ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں وہ پیالہ دستیاب ہو جائے تو وہ خود ہی اس کا بدلہ ہے، اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیا کرتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے دوسروں کے سامان کی تلاشی شروع کی۔ جب یوسف کے بھائی کا سامان باقی رہ گیا تو اس نے کہا اس غلام کو زیب نہیں دیتا کہ وہ پیالہ اٹھائے۔ انہوں نے کہا اسے نہیں چھوڑا جائے گا حتی کہ تم اس کے سامان کو دیکھ لو۔ تاکہ ہم جائیں تو ہمارے دل خوش اور مطمئن ہوں۔ تلاش کرنے والے نے اپنا ہاتھ اس کے سامان میں ڈالا اور پیالہ اس کے سامان سے نکال لایا۔ یوں تدبیر کی ہم نے یوسف کے لیے کیونکہ یوسف علیہ السلام بادشاہ مصر کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو ساتھ نہیں رکھ سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ یوسف کے ملازمین نے کہا: یہی شخص اس پیالہ کا بدلہ ہے۔ جب اس خادم نے بنیامین کے سامان سے پیالا نکالا تو بھائیوں کی کمریں ٹوٹ گئیں اور ہلاک ہونے لگے اور کہا اے راحیل کے بیٹو! ہمیشہ تمہاری وجہ سے ہم مسائل میں گرفتار رہے حتی کہ تم نے یہ پیالہ بھی اٹھالیا۔ بنیامین نے کہا: بنو راحیل! ہمیشہ ہمیں تمہاری وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے، تم میرے بھائی کو ساتھ لے گئے تھے، تم نے اسے جنگل میں ہلاک کر دیا تھا اور یہ پیالہ بھی میرے سامان میں اس نے رکھا ہے جس نے تمہارے سامان میں پہلی مرتبہ دراہم رکھے تھے۔ بھائیوں نے کہا: ان دراہم کا ذکر نہ کرو کہ وہ بھی وصول کئے جائیں گے۔ بھائی بنیامین کو مارنے لگے اور اسے گالی گلوچ کی۔ جب ملازمین پکڑ کر تمام بھائیوں کو یوسف علیہ السلام کے پاس لے گئے۔ تو یوسف علیہ السلام نے وہ پیالہ منگوایا اور پھر اس پر ناخن سے چوٹ لگا کر اسے بجایا پھر اسے اپنے کان کے قریب کیا اور فرمایا: یہ میرا پیالہ مجھے بتارہا ہے کہ تم بارہ بھائی تھے تم نے اپنے ایک بھائی کو بیچ دیا تھا۔ جب بنیامین نے یہ بات سنی تو کھڑے ہو گئے اور پھر یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا اور فرمایا: اے بادشاہ اپنے پیالہ سے پوچھو! کیا وہ میرا بھائی زندہ ہے یا فوت ہو گیا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے پھر اس میں ٹھوکر لگائی اور فرمایا: ہاں وہ زندہ ہے اور عنقریب تو اسے دیکھ لے گا۔ بنیامین نے کہا: جو تم چاہو میرے ساتھ معاملہ کرو، کیونکہ وہ میرے متعلق زیادہ جانتا ہے۔ یوسف علیہ السلام اندر تشریف لائے، تو رونے لگے پھر وضو کیا پھر باہر تشریف لائے، بنیامین نے کہا: اے بادشاہ! میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے پیالے کے ذریعے سچی بات بتاتے ہو، پس تم اس سے بھائی (یوسف) کے متعلق پوچھو۔ اس نے اس کو

ٹھکورا پھر کہا میرا یہ پیمانہ ناراض اور غصے میں ہے اور کہتا ہے کہ تم مجھ سے میرے ساتھی کے متعلق پوچھتے ہو ... تم ... ہیے ہو۔ حضرت یعقوب کے بیٹے جب غصے میں ہوتے تھے تو ان کو مغلوب نہیں کیا جا سکتا تھا۔ روبیل غصہ میں ... کہنے لگا اے بادشاہ اللہ کی قسم تو ہمیں چھوڑے گا ورنہ میں ایسی چیخ ماروں گا کہ ہر حاملہ عورت کا بچہ گر جائے گا۔ غصہ کی وجہ سے روبیل کے جسم کا ہر بال کھڑا ہو چکا تھا اور اس کے کپڑوں سے باہر آ گیا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ روبیل کے پاس سے گزر اور اسے مس کر بس اس نے مس کیا تو روبیل کا غصہ ختم ہو گیا۔ روبیل نے کہا یہ کون ہے؟ ان شہروں میں یعقوب علیہ السلام کی نسل کے افراد میں سے کوئی موجود ہے۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا یعقوب کون ہے؟ روبیل غصہ میں آ کر کہنے لگا: اے بادشاہ! یعقوب کا تذکرہ نہ کرو، وہ اللہ کی بشارت ہیں اور ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے ذبیح اللہ کی اولاد ہے۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: پھر تو سچا ہے۔ جب تم اپنے باپ کے پاس جانا تو انہیں میری طرف سے سلام عرض کرنا اور انہیں کہنا کہ مصر کا بادشاہ تمہیں دعا دیتا ہے کہ تمہیں موت نہ آئے یہاں تک کہ تم اپنے بیٹے یوسف کو دیکھ لو۔ حتیٰ کہ تمہارا باپ جان لے کہ زمین میں اس کی مثل اور بھی صدیقین موجود ہیں۔ جب برادران یوسف مایوس ہو گئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کے بیے شمعون کو باہر نکالا جس کو رہن رکھا گیا تھا۔ جب وہ علیحدہ ہوئے تو آپس میں سرگوشی کرنے لگے۔ روبیل جوان سے علم کے اعتبار سے بڑا تھا اس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کے نام کے ساتھ پختہ وعدہ لیا تھا اور اس سے پہلے جو زیادتی یوسف کے حق میں تم کر چکے ہو (وہ بھی تمہیں یاد ہے) پس میں تو اس زمین کو نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ میرے والد صاحب مجھے اجازت نہ دیں یا فیصلہ فرمائے اللہ تعالیٰ میرے لیے۔ وہ تمام فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔ روبیل مصر میں ٹھہر گیا اور باقی نو بھائی یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے بنیامین کے بارے خبر دی تو آپ رو پڑے اور فرمایا: اے بیٹو! جب بھی تم کسی کام کے لیے گئے ہو ایک بھائی گم کر کے آئے ہو۔ پہلی دفعہ گئے تھے تو یوسف علیہ السلام کو چھوڑ آئے تھے، دوسری دفعہ گئے تھے تو شمعون کو چھوڑ آئے تھے پھر تیسری مرتبہ گئے تو بنیامین اور روبیل کو چھوڑ آئے ہو۔ میرے لیے اب صبر ہی زیبا ہے، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ لے آئے گا میرے پاس ان سب کو۔ بے شک وہ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے منہ پھیر لیا اور کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور سفید ہو گئیں ان کی دونوں آنکھیں غم کے باعث اور وہ اپنے غم کو ضبط کیے ہوئے تھے۔ بیٹوں نے عرض کی: بخدا! آپ ہر وقت یاد کرتے رہتے ہیں یوسف کو کہیں بگڑ نہ جائے آپ کی صحت یا آپ ہلاک نہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا: میں تو شکوہ کر رہا ہوں اپنی مصیبت اور اپنے دکھوں کا خدا کی بارگاہ میں اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے۔ یوسف علیہ السلام قید خانہ میں تھے تو جبریل امین آئے اور سلام پیش کیا، جبریل انتہائی خوش شکل انسان کی شکل میں آئے، آپ کی خوشبو بڑی پاکیزہ تھی اور لباس انتہائی اجلا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے اس سے کہا: اے بادشاہ حسن! اے اپنے رب کی بارگاہ کے معزز، اے پاکیزہ خوشبو والے مجھے حضرت یعقوب کے بارے بتائیے وہ کیسے ہیں؟ جبریل نے کہا: وہ تمہاری وجہ سے بہت پریشان ہیں، پوچھا کتنے پریشان ہیں؟ فرمایا اتنے پریشان ہیں جتنا کہ ستر ایسی عورتیں پریشان ہوتی ہیں جن کے بچے فوت ہو چکے ہوں۔ پوچھا ان کا اجر کتنا ہے؟ فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا میرے بعد وہ کس کے پاس رہتے؟ فرمایا تمہارے بھائی بنیامین [illegible]
پوچھا کیا میری ان سے ملاقات ہوگی؟ جبریل نے کہا: ہاں اپنے والد کی پریشانی اور تکالیف سن کر یوسف علیہ السلام رو پڑے
گئے۔ پھر فرمایا مجھے ان پریشانیوں کی کوئی پرواہ نہیں اگر مجھے اللہ تعالیٰ انہیں دکھا دے۔ جب بیٹوں نے بادشاہ کے بارے کی
خبر دی تو یوسف علیہ السلام کی محبت اچھی ہوگئی اور فرمایا: زمین میں [illegible]
[illegible] شاید یہ (بادشاہ مصر) میرا بیٹا ہی ہو۔ فرمایا اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور نہ
ہی مایوس نہ ہو جاؤ رحمت الٰہی سے۔ یعنی یوسف علیہ السلام کی واپسی سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ جب وہ واپس آئے تو انہوں نے
یوسف علیہ السلام سے کہا: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو مصیبت پہنچی ہے اور اس مرتبہ ہم حقیر سی پونجی لے آئے ہیں
پس ہمیں پورا ناپ کر دیں پیمانہ۔ یعنی ان ردی دراہم کے ساتھ بھی وہ غلہ عطا کر دو جو تم ہمیں اچھے دراہم کے ساتھ دیتے تھے
اور اس کے علاوہ ہم پر خیرات بھی کریں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہیں علم ہے جو تم نے یوسف اور اس کے
بھائی سے سلوک کیا تھا جب کہ تم نادان تھے؟ سراپا حیرت بن کر کہنے لگے کیا سچ مچ آپ یوسف ہی ہیں؟ فرمایا ہاں میں یوسف
ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ تمام بھائیوں نے معذرت کی اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر بزرگی عطا فرمائی
ہے، بے شک ہم ہی خطا کار تھے۔ آپ نے فرمایا: تم پر آج کے دن کوئی گرفت نہیں ہے۔ میں تمہارا جرم ذکر بھی نہیں کرتا اللہ
تعالیٰ تمہارے قصوروں کو معاف فرمائے۔ پھر آپ نے پوچھا: میرے بعد میرے باپ کا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: غم کی وجہ سے
نابینا ہو گئے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ میرا پیراہن لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈالو، وہ بینا
ہو جائیں گے اور جا کر لے آؤ میرے پاس اپنے سب اہل وعیال کو۔ یہوذا نے کہا: قمیص یعقوب علیہ السلام کے پاس میں
لے گیا تھا جب کہ وہ خون سے لت پت تھی۔ میں نے کہا تھا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ آج بھی میں یہ قمیص لے جاتا ہوں
اور انہیں بتاتا ہوں کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں پس میں انہیں خوش کروں گا جیسے میں نے انہیں پریشان کیا تھا۔ شہادت
دینے والا یہی یہوذا تھا۔ جب قافلہ مصر سے شام کی طرف روانہ ہوا تو کنعان میں یعقوب علیہ السلام نے خوشبو محسوس کی۔ آپ
نے اپنے پوتوں سے کہا: میں یوسف کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اگر تم مجھے بیوقوف خیال نہ کرو۔ آپ کے پوتوں نے کہا: بخدا! آپ
اپنی پرانی محبت میں مبتلا ہیں جب خوشخبری سنانے والا (یہوذا) آپہنچا اور اس نے وہ قمیص آپ کے چہرے پر ڈالی تو آپ فوراً
بینا ہو گئے، آپ نے فرمایا کیا میں نہیں کہا کرتا تھا تمہیں کہ میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کے جتانے سے جو تم نہیں جانتے؟ پھر ان
بیٹوں نے اپنے اہل وعیال کو سواریوں پر سوار کیا اور مصر کی طرف چل پڑے۔ جب مصر پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے سے
اوپر والے بادشاہ سے بات کی۔ یوسف علیہ السلام اور وہ بادشاہ ان کے استقبال کے لیے نکلے۔ جب یوسف علیہ السلام اپنے
اہل وعیال سے ملے تو فرمایا مصر میں داخل ہو جاؤ، اگر اللہ نے چاہا تو تم خیر وعافیت سے رہو گے۔ جب وہ یوسف علیہ السلام
کے روبرو ہوئے تو آپ نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی۔ یعنی آپ نے اپنے والد اور خالہ کو اپنے عرش کے اوپر بٹھایا
(کیونکہ آپ کی والدہ پہلے فوت ہوگئی تھیں اور یعقوب علیہ السلام نے ان کی خالہ سے نکاح کر لیا تھا)۔ جب یعقوب علیہ

السلام پر موت کا وقت قریب ہوا تو آپ نے یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا وصال ہو گیا، آپ پر انہوں نے المر پڑھ کر پھونکی پھر آپ کو شام لے جایا گیا۔ یوسف علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! تو نے مجھے یہ ملک عطا فرمایا، مجھے باتوں کے انجام کا علم سکھایا، اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں، مجھے ایسی حالت میں وفات دے جب کہ میں مسلمان ہوں اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے (1)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آپ پہلے نبی ہیں جنہوں نے موت کا سوال کیا، اس قول کو ابن جریر اور ابن سدی نے اس سورت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ قول اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے حدثنا وکیع ثنا عمرو بن محمد العنقزی عن اسباط عن السدی۔ ابن حاتم نے یہ سند ذکر کی گئی ہے حدثنا عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث ثنا الحسین بن علی ثنا عامر بن الفرات عن اسباط عن السدی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان مذکورہ آیات میں اخوہ سے مراد بنیامین ہیں کیونکہ بنیامین یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے۔ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ عصبہ کا اطلاق دس سے چالیس تک افراد پر ہوتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ونحن عصبہ کے تحت نقل کیا ہے کہ عصبہ ایک جماعت کو کہتے ہیں اور اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کے تحت یہ بھی نقل کیا ہے کہ اپنی رائے میں خطا کیے ہوئے ہے۔(2)

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ۝۱۰

”ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ نہ قتل کرو یوسف کو (بلکہ) پھینک دو اسے کسی گہرے کنویں کی تاریک تہہ میں، اٹھا لیں گے اسے کوئی راہ چلتے مسافر اگر تم نے کچھ کرنا ہی ہے“۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ کہنے والا روبیل تھا، یہ تمام بھائیوں سے بڑا تھا اور یوسف علیہ السلام کی خالہ کا بیٹا تھا۔(3)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قائل سے مراد شمعون ہے۔(4)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ کہنے والا ان کا بڑا بھائی تھا جو پیچھے رہ گیا تھا، الجب سے مراد شام کا کنواں ہے، آپ کو کنویں سے بدو لوگوں نے اچک لیا تھا۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12 صفحہ 29, 18, 09, 201, 98, 94, 93, 91, 84, 181

2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 184 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 185 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 186

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْجُبِّ سے مراد کنواں ہے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْجُبِّ سے مراد کنواں ہے۔(2)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ بیت المقدس کا کنواں تھا، یہ بیت المقدس کے قریب تھا۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ کنواں جس میں یوسف علیہ السلام کو ڈالا گیا تھا وہ طبریہ کے قریب تھا۔ اس کنویں اور طبریہ کے درمیان چند میلوں کا فاصلہ تھا۔

ابن جریر اور ابن المنذر نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے يَلْتَقِطْهُ کو تلتقطه یعنی تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔(4)

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾

”(یہ طے کرنے کے بعد) انہوں نے (آکر) کہا: اے ہمارے باپ! کیا ہوا آپ کو کہ آپ اعتبار ہی نہیں کرتے ہم پر یوسف کے بارے میں حالانکہ ہم تو اس کے سچے خیر خواہ ہیں آپ بھیجئے اسے ہمارے ساتھ کل تاکہ خوب کھائے، پیے اور کھیلے کودے اور (کوئی فکر نہ کیجئے) ہم اس کے نگہبان ہیں“۔

امام ابن المنذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابو القاسم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابو رزین نے مالك لا تتمنا علی یوسف پڑھا ہے۔ عبید بن نضلہ نے اسے کہا کہ تم نے غلطی کی ہے، ابو رزین نے کہا: اس نے غلطی نہیں کی جس نے اپنی قوم کی زبان میں قرأت کی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نلعب کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ ہم دوڑیں، چاک و چوبند ہوں اور کھیلیں کودیں۔(5)

امام ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت ہارون سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں: ابو عمرو نرتع ونلعب پڑھتے تھے۔ میں نے ابو عمرو سے پوچھا وہ کیسے نرتع و نلعب کہہ رہے ہیں جب کہ وہ تو انبیاء تھے؟ فرمایا: اس وقت وہ انبیاء نہ تھے۔(6)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ یعنی یاء کے ساتھ روایت کیا ہے۔(7)

امام ابن زید نے حضرت ابن زید سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یرتع کو یاء کے ساتھ اور عین کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وہ بکریاں چرائے اور غور و فکر کرے اور اس طرح معرفت حاصل کرے جس طرح ایک کامل مرد معرفت حاصل کرتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نرتع یعنی نون کے ساتھ اور عین کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ہم ایک دوسرے کا دفاع اور حفاظت کریں گے۔(8)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 186 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 188 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 189 8۔ ایضاً

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حکم بن عمر الرعینی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے خالد القسری نے قتادہ کی طرف بھیجا تا کہ میں ان سے نرتع و نلعب کے متعلق وضاحت طلب کروں۔ قتادہ نے فرمایا نرتع اور نلعب نہیں ہے کیونکہ انسان نہیں چرتے بلکہ بکریاں چرتی ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل بن حیان سے روایت کا ہے کہ وہ جمع متکلم کے صیغہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت الاعرج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ نرتعی (یعنی) نون اور یاء کے ساتھ پڑھتے تھے اور نلعب کو یاء کے ساتھ پڑھتے تھے۔

قَالَ اِنِّیۡ لَیَحۡزُنُنِیۡۤ اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنۡ یَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ وَ اَنۡتُمۡ عَنۡهُ غٰفِلُوۡنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوۡا لَئِنۡ اَكَلَهُ الذِّئۡبُ وَ نَحۡنُ عُصۡبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۴﴾

''آپ نے فرمایا بے شک مجھے غمزدہ بناتی ہے یہ بات کہ تم اسے لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کھا نہ جائے اس کو بھیڑیا اور تم (سیر وتفریح کے باعث) اس سے بے خبر ہو کہنے لگے اگر کھا جائے اسے بھیڑیا حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں بلاشبہ ہم تو بڑے زیاں کار ہوئے''۔

امام ابوالشیخ، ابن مردویہ اور السلفی رحمہم اللہ نے الطیوریات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو تلقین نہ کرو ورنہ وہ جھوٹ بولیں گے۔ یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یہ نہیں جانتے تھے کہ بھیڑیا لوگوں کو کھاتا ہے۔ جب حضرت یعقوب نے انہیں تلقین کی تو انہوں نے جھوٹ بولا اور کہا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابومجلز رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کسی شخص کو مناسب نہیں کہ وہ بیٹے کو برائی کی تلقین کرے کیونکہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹے نہیں جانتے تھے کہ بھیڑیا لوگوں کو کھا جاتا ہے حتی کہ ان کے باپ نے انہیں کہا اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنۡ یَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ، اس جملہ سے انہیں پتہ چلا کہ بھیڑیا انسانوں کو بھی کھا جاتا ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوۡا بِهٖ وَ اَجۡمَعُوۡۤا اَنۡ یَّجۡعَلُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ ۚ وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمۡ بِاَمۡرِهِمۡ هٰذَا وَ هُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۵﴾

''پھر جب (بڑے اصرار سے) اسے لے گئے اور سب نے یہی طے کر لیا کہ ڈال دیں اسے کسی گہرے کنویں کی تاریک تہہ میں اور (عین اس وقت) ہم نے اس کی طرف وحی کی (گھبراؤ نہیں) تم ضرور انہیں آگاہ کرو گے ان کے اس فعل پر اور وہ (تیرے رتبہ عالی کو) نہیں سمجھتے''۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہد سے اس آیت کے تحت روایت کا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو

کنویں کے اندر وحی کی گئی کہ تم اپنے بھائیوں کو ان کے فعل پر ضرور آگاہ کرو گے اور وہ اس وحی کے متعلق نہیں جانتے تھے۔(1)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ سے وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی جب کہ کنویں میں تھے کہ تم انہیں آگاہ کرو گے جو انہوں نے کیا اور وہ اس وحی کے متعلق کچھ نہ جانتے تھے۔ جو کچھ آپ کو اذیت پہنچی تھی اس وحی کی وجہ سے وہ آسان ہوگئی تھی۔(2)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ (بھائی) نہیں جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی ہے۔

امام ابن جریر نے ابن جریج سے وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ یوسف ہے۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یوسف علیہ السلام کے بھائی آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں پہچان لیا لیکن وہ نہیں جانتے تھے، پیالہ لایا گیا، آپ نے اسے اپنے ہاتھ پر رکھا پھر اسے ٹھوکر لگائی تو وہ بجنے لگا، آپ نے فرمایا یہ پیالہ مجھے بتا رہا ہے کہ تمہارا ایک علاتی بھائی تھا جس کا نام یوسف تھا وہ تمہارے دین کی پیروی کرتا تھا۔ تم اسے باہر لے کر گئے تھے اور اسے کنویں کی گہرائی میں پھینک دیا تھا پھر تم نے باپ کے پاس آ کر کہا تھا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے اور تم جھوٹے خون میں لت پت اس کی قمیص لائے تھے، برادران یوسف ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ پیالہ تو تمہاری باتیں بتا رہا ہے۔ ابن عباس نے فرمایا: یہ آیت لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔(4)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو جبریل امین ان کے پاس آئے اور کہا اے نوجوان! تمہیں اس کنویں میں کس نے ڈالا ہے؟ یوسف علیہ السلام نے کہا میرے بھائیوں نے۔ جبریل نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: میرا باپ مجھ سے محبت کرتا تھا اور میرے بھائی مجھ سے حسد کرتے تھے۔ جبریل نے کہا: کیا تم یہاں سے نکلنا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: یہ بات تو یعقوب علیہ السلام کے معبود کے سپرد ہے۔ جبریل نے کہا: یہ دعا کرو، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِاسْمِكَ الْمَخْزُوْنِ وَالْمَكْنُوْنِ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذَنْبِیْ وَ تَرْحَمَنِیْ وَاَنْ تَجْعَلَ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا وَاَنْ تَرْزُقَنِیْ مِنْ حَیْثُ اَحْتَسِبُ وَمِنْ حَیْثُ لَا اَحْتَسِبُ۔ ”اے اللہ میں تجھ سے تیرے پوشیدہ نام کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! اے بزرگی اور عزت والے!! تو میرے گناہ معاف کر دے، مجھ پر رحم فرما اور میرے لیے میرے معاملہ میں کشادگی اور نکلنے کا راستہ بنا دے اور تو مجھے وہاں سے رزق عطا فرما جہاں سے مجھے ملنے کا گمان ہے اور وہاں سے بھی رزق عطا فرما جہاں سے مجھے ملنے کا گمان ہی نہیں ہے“۔ جب آپ نے ان کلمات سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نجات عطا فرمائی اور نکلنے کا راستہ بنا دیا اور بادشاہ مصر نے آپ کو رزق عطا فرمایا جہاں سے ملنے کا آپ کو گمان بھی نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کلمات کے ساتھ اصرار سے دعا مانگو کیونکہ یہ چیدہ اور نیک لوگوں کی دعا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 192 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام کنویں میں تین دن رہے تھے۔

وَ جَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ۝۱۶ قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ۝۱۷

''اور آئے اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت گریہ زاری کرتے ہوئے (آکر) کہا باوا جی! ہم ذرا گئے کہ دوڑ لگائیں اور ہم چھوڑ گئے یوسف کو اپنے سامان کے پاس (ہائے افسوس) کھا گیا اس کو بھیڑیا اور آپ نہیں مانیں گے ہماری بات اگرچہ ہم سچے ہیں''۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قاضی شریح کے پاس ایک عورت کوئی جھگڑا لے کر آئی اور وہ رو رہی تھی۔ لوگوں نے کہا: اے ابوامیہ! کیا آپ اس کو دیکھ رہے ہیں کہ یہ رو رہی ہے؟ قاضی شریح نے کہا: یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے آئے تھے۔

ابوالشیخ نے ابن جریج سے وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ جملہ کلام عرب کے مطابق ہے جیسے تو کہتا ہے تو سچائی کی تصدیق نہیں کرے گا اگرچہ میں سچا بھی ہوں (لَا تُصَدِّقُ بِالصِّدْقِ وَلَوْ كُنْتُ صَدِقً)۔

وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۝۱۸

''اور لے آئے اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر آپ نے فرمایا (غلط کہتے ہو یوں نہیں) بلکہ آراستہ کر دکھایا تمہیں تمہارے نفسوں نے اس (سنگین جرم) کو (اس جانکاہ حادثہ پر) صبر جمیل کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگوں گا اس پر جو تم بیان کرتے ہو''۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ ایک بکرے کا خون قمیص پر لگا کر لائے تھے۔(1)

امام ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ وہ خون جھوٹا تھا وہ یوسف علیہ السلام کا خون نہیں تھا بلکہ ایک بکرے کا خون تھا۔(2)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: برادران یوسف نے ایک ہرن پکڑ کر ذبح کیا تھا اور اس کے خون کے ساتھ یوسف کی قمیص کو لت پت کیا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اس قمیص کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 194 2۔ ایضاً

الٹ پلٹ کر دیکھتے تھے اور فرماتے تھے مجھے کوئی ناب و ناخن کا نشان نظر نہیں آ رہا ہے، یہ بھیڑیا بڑا مہربان تھا (اس قمیص کو نہیں پھاڑا اور یوسف کو کھا گیا ہے) حضرت یعقوب علیہ السلام پہچان گئے تھے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔

امام فریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ: جب یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کے پاس لائی گئی تو اس میں کسی قسم کی پھٹن موجود نہ تھی۔ آپ نے فرمایا: تم نے جھوٹ بولا ہے، اگر اس طرح معاملہ ہوتا جس طرح تم کہہ رہے ہو کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے تو اس نے اس کی قمیص بھی پھاڑی ہوتی۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام کی قمیص، حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لائی گئی تو آپ اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ آپ نے اس پر خون کے داغ دیکھے لیکن اس میں کوئی پھٹن نہ دیکھی۔ آپ نے فرمایا: بیٹو! اللہ کی قسم! میں نے ایسا حلیم بھیڑیا نہیں دیکھا کہ اس نے میرے بیٹے کو کھالیا اور اس کی قمیص کو باقی رکھا۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: برادران یوسف نے ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کیا اور قمیص کو اس کے خون سے لت پت کیا۔ جب یعقوب علیہ السلام نے قمیص کو صحیح سلامت دیکھا تو پہچان گئے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بھیڑیا کیسا حلیم تھا کہ اس نے قمیص پر رحم کیا اور میرے بیٹے پر رحم نہ کیا۔(3)

ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یعقوب علیہ السلام کے پاس، یوسف کی قمیص لائے تو آپ نے فرمایا: میں اس پر درندے کے حملہ کا کوئی اثر نہیں دیکھتا اور نہ قمیص میں کوئی پھٹن دیکھتا ہوں۔(4)

امام ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم الجرجانی رحمہ اللہ نے امالی میں حضرت ربیعہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یعقوب علیہ السلام آئے اور انہیں بتایا گیا کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھیڑیے کو بلایا اور فرمایا: تو نے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے ثمرہ کو کھایا ہے۔ بھیڑیئے نے کہا: میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ آپ نے پوچھا: تو کہاں سے آیا ہے اور کہاں کا ارادہ ہے؟ بھیڑیے نے کہا میں مصر کی زمین سے آیا ہوں اور جرجان کے علاقہ کی طرف جا رہا ہوں، یعقوب علیہ السلام نے پوچھا: وہاں تجھے کیا فائدہ ہوگا؟ اس نے کہا: میں نے آپ سے پہلے انبیاء کو یہ کہتے سنا ہے کہ جو کسی دوست یا قریبی کی زیارت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر قدم کے بدلے ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور ہزار گناہ مٹاتا ہے اور ہزار درجات کو بلند کرتا ہے۔ حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور فرمایا: یہ حدیث لکھو، تو بھیڑیے نے ان کے سامنے حدیث بیان کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: تم ان کے سامنے حدیث کیوں بیان نہیں کرتے۔ اس نے کہا: یہ نافرمان ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مبارک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن سیرین سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسواک کر رہا ہے اور جب وہ مسواک کو نکالتا تو اس پر خون ہوتا۔ حضرت ابن سیرین

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 195 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور جھوٹ نہ بول اور بطور دلیل یہ آیت پڑھی: وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ کے تحت یہ معنی روایت کیا ہے کہ تمہارے نفسوں نے تمہیں حکم دیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہ معنی روایت کیا ہے کہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لیے اس جرم کو مزین کر دکھایا ہے۔ پس میں صبر جمیل کروں گا اور جو تم بیان کرتے ہو اس پر میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگوں گا۔ (1)

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الصبر میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت حیان بن ابی حبلہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: صبر جمیل وہ ہوتا ہے جس میں شکوہ شکایت نہ ہو۔ جس نے اپنی بات (تکلیف) کو پھیلایا اس نے صبر نہیں کیا۔ (2)

امام عبدالرزاق، الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ صبر جمیل وہ ہے جس میں جزع وفزع کا گزر نہ ہو۔ (3)

ابن ابی حاتم نے الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: صبر جمیل وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے شکوہ وشکایت نہ ہو۔

عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر نے الثوری سے روایت کیا ہے اور انہوں نے بعض صحابہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: صبر کے تین تقاضے ہیں۔ اپنی تکلیف کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور اپنی مصیبت کا اظہار نہ کرے اور نہ اپنی تعریف کرے۔ (4)

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۭ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۭ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ⑲

"اور (تھوڑی دیر بعد) ایک قافلہ آیا تو اہل قافلہ نے (پانی لانے کے لیے) اپنا آبکش بھیجا۔ اس نے لٹکایا اپنا ڈول، وہ پکار اٹھا مژدہ باد! (یہ تو کتنا من موہنا) بچہ ہے اور انہوں نے چھپا دیا اسے متاع (گرانبہا) سمجھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو وہ کر رہے تھے"۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ایک قافلہ آیا اور وہ اس کنویں کے قریب اترا۔ پھر انہوں نے پانی لینے کے لیے اپنا آبکش بھیجا تو اس نے پانی نکالا تو یوسف علیہ السلام بھی نکل آئے۔ وہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ وہ حضرت یوسف کا بارگاہ رب العزت میں جو مقام ومرتبہ تھا اسے نہیں جانتے تھے ان کو یوسف علیہ السلام سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ انہوں نے اسے بیچ دیا جب کہ اس کی بیع حرام تھی اور انہوں نے اسے چند درہموں کے عوض فروخت کر دیا۔ (5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 197 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 198 5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 207

عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ قافلہ والوں نے اپنا آبکش بھیجا تو اس نے اپنا ڈول کنوئیں میں لٹکایا۔ یوسف علیہ السلام اس ڈول سے چمٹ گئے، جب وہ باہر نکلے تو اسے آبکش نے کہا: مژدہ باد! یہ کتنا پیارا بچہ ہے، انہوں نے اسے جب نکالا تو اسے فروخت کر دیا۔ یہ بیت المقدس کا کنواں ہے جس کا مکان معلوم ہے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو روق رحمہ اللہ سے یا بشریٰ کا یہ معنی لکھا ہے یا بشارہ۔ اے خوشخبری!

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت عبید رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے کسائی کو حمزہ عن الاعمش و ابی بکر عن عاصم کے سلسلہ سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے ی کی طرف اضافت کے بغیر یہ بشری پڑھا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ پانی نکالنے والے کے ساتھی کا نام بشریٰ تھا۔ اس نے اسے پکار کر کہا یا بشریٰ جیسے تو کہتا ہے یا زید۔ (2)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا نام بشریٰ تھا۔

امام ابن جریر نے ابن عباس سے وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ یوسف علیہ السلام کے بھائی تھے جنہوں نے یوسف علیہ السلام کی شان کو چھپا دیا تھا اور انہوں نے ظاہر نہیں کیا تھا کہ یہ ان کا بھائی ہے اور یوسف علیہ السلام نے بھی ان کا بھائی ہونا ظاہر نہ کیا تا کہ وہ انہیں قتل نہ کر دیں۔ پس بیع کو اختیار کیا اور انہوں نے آپ کو حقیر سی قیمت کے ساتھ فروخت کر دیا۔ (3)

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابو الشیخ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کی بیع کو چھپا دیا تھا۔ (4)

امام ابن جریر اور ابو الشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تاجروں نے ایک دوسرے سے اس کو چھپایا۔ (5)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ڈول والے اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ ہم نے یہ مال رضا کارانہ طور پر فروخت کرنے کے لیے لیا ہے۔ تا کہ دوسرے ساتھی شرکت کا مطالبہ نہ کریں۔ یوسف کے بھائیوں نے قافلہ والوں کا پیچھا کیا اور انہوں نے ڈول لٹکانے والے اور اس کے ساتھیوں سے کہا کہ اس کو مضبوطی سے باندھ دو تا کہ بھاگ نہ جائے حتیٰ کہ وہ مصر تک آپ کو باندھ کر لے گئے۔ آپ نے فرمایا: کون مجھے خریدے گا اور چھپا کر رکھے گا۔ پس آپ کو بادشاہ نے خریدا اور وہ بادشاہ مسلمان تھا۔ (6)

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾

''اور انہوں نے بیچ ڈالا یوسف کو حقیر سی قیمت پر چند درہموں کے عوض۔ اور وہ (پہلے ہی) اس میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے''۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو بیچا تھا جب ڈول ڈالنے والے نے ڈول نکالا تھا۔ (7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 99-198 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 199 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 201 4۔ ایضاً

5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 200 7۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 202

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی تفسیر نقل کی ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ کو حقیری قیمت کے عوض بیچا گیا اور فرماتے ہیں: بخس سے مراد حرام ہے ان کے لیے یوسف کا بیچنا ہی حلال نہ تھا اور نہ اس کی ثمن کھانی ان کے لیے حلال تھی۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قافلے والوں نے آپ کو فروخت کیا تھا۔(2)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حرام ثمن کے ساتھ اسے بیچا تھا اور یوسف علیہ السلام کی بیع حرام تھی اور ان کا خریدنا بھی حرام تھا۔(3)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ البخس ظلم کو کہتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کی ثمن اور ان کا بیچنا ان پر حرام تھا اور آپ کو بیس دراہم میں بیچا گیا تھا۔(4)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لقیط (وہ بچہ جو راستہ پر گرا پڑا ہو) کے متعلق آزاد ہونے کا فیصلہ کیا اور دلیل اسی آیت کو بنایا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بدوی کے لیے بیع وشراء مکروہ ہے اور پھر یہ آیت بطور دلیل پڑھی۔ **وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ**۔(5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بخس سے مراد قلیل ہے۔(6)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ البخس سے مراد قلیل ہے۔(7)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، الطبرانی اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام کو بیس دراہم میں خریدا گیا اور جب آپ نے اپنے گھر والوں کو مصر بلایا تو ان کی تعداد تین سو نوے تھی۔ ان میں جو مرد تھے وہ انبیاء تھے اور جو عورتیں تھیں وہ صدیقات تھیں۔ اللہ کی قسم! وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جب نکلے تھے تو ان کی تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی۔(8)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے **دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ** کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ بیس دراہم تھے۔(9)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بائیس دراہم یوسف کے بھائیوں کے لیے تھے اور کل گیارہ تھے۔(10)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت نوف الشامی البکالی رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔(11)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 4-203 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 203 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 204
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 05-204 5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 202 6۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 204
7۔ ایضاً 8۔ مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، جلد 2، صفحہ 625، بیروت
9۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 205 10۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 206 11۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 205

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بیس درہم تھے اور وہ دس بھائی تھے، ہر ایک میں دو دو درہم تقسیم کیے تھے۔ (1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت نعیم بن ابی ہند رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ تمیں درہم تھے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ البخس سے مراد قلیل ہے اور دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ چالیس درہم تھے۔ (2)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ یعنی یوسف علیہ السلام کے بھائی آپ کے ساتھ دلچسپی نہ رکھتے تھے اور آپ کی نبوت کے متعلق نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو آپ کا مقام و مرتبہ تھا اس کو نہ جانتے تھے۔ (3)

وَ قَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ٘ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾

"اور کہا اس شخص نے جس نے یوسف کو خریدا تھا اہل مصر سے اپنی بیوی کو عزت و اکرم سے اسے ٹھہراؤ شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے یا بنالیں ہم اسے اپنا فرزند اور یوں (اپنی حکمت کاملہ سے) ہم نے قرار بخشا یوسف کو (مصر کی) سرزمین میں اور تاکہ ہم سکھادیں اسے خوابوں کی تعبیر اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے ہر کام پر لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن اسحٰق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ شخص جس نے یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا اس کا نام ظیفر بن روحب تھا اور اس کی بیوی کا نام راعیل بنت رعائیل تھا۔ (4)

امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ شخص جس نے آپ کو عزیز مصر کے ہاں بیچا تھا جب اس نے بیچا تو پوچھا تو کون تھا؟ اس بیچنے والے کا نام مالک بن ذعر تھا؟ (5) یوسف علیہ السلام نے اس کو اپنا اور اپنے والد کا نام بتایا، تو وہ آپ کی عظمت شان پہچان گیا۔ اس نے کہا: اگر آپ مجھے پہلے اپنے متعلق بتاتے تو میں آپ کو کبھی فروخت نہ کرتا۔ اب آپ میرے لیے دعا فرمادیں۔ یوسف علیہ السلام نے اس کے لیے دعا فرمائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے اہل میں برکت عطا فرمائے۔ آپ کی دعا سے ایسی برکت ہوئی کہ اس کی بیوی کو بارہ مرتبہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 206 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 207

4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 208 5۔ ایضاً

حمل ہوا اور ہر حمل سے اس نے دو دو بچے جنم دیئے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں مَثْوٰىهُ سے مراد ٹھہرنے کی جگہ ہے۔(1)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔(2)

امام سعید بن منصور، ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الطبرانی، ابوالشیخ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تین افراد انتہائی فراست کے حامل تھے (۱) اعزیز جس نے یوسف علیہ السلام کے بارے اپنی بیوی کو کہا تھا کہ یوسف علیہ السلام کو عزت و اکرام سے ٹھہراؤ، شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے اپنا فرزند بنالیں (۲) وہ عورت جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی تھی اور پھر اپنے باپ سے کہا تھا کہ اے والد محترم! موسیٰ علیہ السلام کو اجرت پر رکھ لو (۳) ابو بکر صدیق جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا۔(3)

امام عبدالرزاق اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں خبر پہنچی ہے کہ اعزیز بادشاہ کے ملازمین میں سے ایک ملازم تھا(4)، کلبی کہتے ہیں وہ بادشاہ کا نان بائی تھا اور اس کو شراب پیش کرنے، دوائی دینے والا تھا اور یہی قید خانہ میں آپ کے ساتھ تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ سے مراد تعبیر الرؤیا ہے۔(5)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ فعال ہے یعنی اپنے کام کو کر گزرنے والا ہے۔(6)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ لغت عربیہ پر غالب ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت الضحاک سے روایت کیا ہے کہ جو یوسف علیہ السلام کو اپنے مرتبہ پر پہنچانے پر غالب ہے۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۲۲

''اور جب وہ پہنچے اپنے پورے جوبن کو تو ہم نے عطا فرمائی انہیں نبوت اور علم اور یونہی ہم نیک جزا دیتے ہیں اچھے کام کرنے والوں کو''۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے کتاب الاضداد میں اور الطبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ولما بلغ اشدہ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب آپ کی عمر تینتیس سال تھی۔(7)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کی عمر پچیس سال ہوئی۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 208 دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً جلد 12، صفحہ 209

4۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 214، دار الکتب العلمیہ بیروت 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 209

6۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 210 7۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 211

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب آپ کی عمر تیس سال ہوئی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب آپ کی عمر بیس سال ہوئی۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب آپ کی عمر دس سال ہوئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ربیعہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ بالغ ہوئے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اشد الحلم اس وقت ہوتا ہے جب انسان کے لیے ثواب و گناہ لکھا جاتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اٰتَیۡنٰهُ حُكۡمًا وَّ عِلۡمًا کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد نبوت سے پہلے فقہ، علم اور عقل ہے۔ (2)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں الۡمُحۡسِنِیۡنَ سے مراد المھتدین ہیں۔ (3)

وَ رَاوَدَتۡهُ الَّتِیۡ هُوَ فِیۡ بَیۡتِهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الۡاَبۡوَابَ وَ قَالَتۡ هَیۡتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۳﴾

''اور بہلانے پھسلانے لگی انہیں وہ عورت جس کے گھر میں آپ تھے کہ ان سے مطلب براری کرے اور (ایک دن) اس نے تمام دروازے بند کر دیئے اور (بصد ناز) کہنے لگی بس آ بھی جا۔ یوسف (پاکباز) نے فرمایا خدا کی پناہ (یوں نہیں ہوسکتا) وہ (تیرا خاوند) میرا محسن ہے، اس نے مجھے بڑی عزت سے ٹھہرایا ہے۔ بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بہلانے پھسلانے والی عزیز کی بیوی تھی۔

ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ اس نے آپ کو اس وقت بہلایا پھسلایا جب آپ مردوں کی عمر تک پہنچ گئے۔

امام عبدالرزاق، بخاری، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، الطبرانی، ابوالشیخ اور ابومردویہ نے ابن وائل سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود هَیۡتَ لَكَ کو هاء اور تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ہم نے کہا لوگ تو هَیۡتَ لَكَ پڑھتے ہیں۔ عبداللہ نے فرمایا مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو میں اس طرح پڑھوں گا جس طرح مجھے پڑھایا گیا ہے۔ میرے نزدیک یہی محبوب ہے۔ (4)

امام ابن جریر اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اسے ہاء اور تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے تھے اور ہمزہ کے ساتھ نہ پڑھتے تھے۔ (5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 211
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 212
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 216
5۔ ایضاً

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے هَيْتَ لَكَ یعنی با اور تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھایا ہے یعنی آؤ، یہ فقط تیرے لیے اجازت ہے۔

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے جس طرح عبداللہ بن مسعود پڑھتے تھے یعنی ہاء اور تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ یعنی اس نے یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف بلایا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ حورانیہ زبان کا لفظ ہے۔ جس کا معنی ہے ادھر آؤ یہ حکم صرف تیرے لیے ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ قبطی زبان کا لفظ ہے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی تعال (آؤ) ہے۔(3)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیا اور چت لیٹ گئی اور اپنی طرف یوسف کو بلایا، یہ بھی ایک لغت ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ڈال دیا اور چت لیٹ گئی اور یوسف کو اپنی طرف بلایا۔(4)

امام ابوعبید، ابن المنذر راور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت یحییٰ بن وثاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے هِيْتُ لَكَ کو ہا کے کسرہ اور تاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی ہے میں تیرے لیے تیار ہوں۔

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس کو ہاء مکسورہ اور تاء مضمومہ کے ساتھ پڑھا ہے اور درمیان میں ہمزہ پڑھا ہے، اس کا معنی بھی یہی ہے کہ میں تیرے لیے تیار ہوں۔(5)

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے حضرت نافع بن الازرق نے پوچھا کہ مجھے هَيْتَ لَكَ کے متعلق بتائیں تو آپ نے فرمایا: اس کا مطلب ہے میں تیرے لیے تیار ہوں، اٹھ اور اپنی حاجت پوری کرلے۔ اس نے کہا: کیا عرب اس کا معنی جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تو نے احیحہ الانصاری کا یہ قول نہیں سنا؟

بِهٖ اُحْمِیَ الْمُصَابُ اِذَا دَعَالَ   اِذَا مَاقِيْلَ لِاَ بْطَالٍ هَيْتَا

''اس کے ذریعے مصیبت زدہ کو بچایا جاتا ہے جب وہ اس کو بلاتا ہے جب نوجوانوں کو کہا جاتا ہے کہ اٹھو، اپنی ضرورت پوری کرلو''۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابووائل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ هَيْتُ لَكَ یعنی تاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھتے تھے جس کا معنی ہے کہ میں تیرے لیے تیار ہوں۔(6)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 214   2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 213   3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 214

4۔ ایضاً،   5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 215   6۔ ایضاً

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے زر بن حبیش سے روایت کیا ہے کہ وہ هَيْتَ لَكَ کو تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ابوعبید نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ نسائی بھی اس کو بیان کرتے ہوئے کہتے کہ یہ اہل نجد کی لغت ہے اور حجاز میں بھی استعمال ہونے لگی ہے۔ اس کا معنی تعال ہے۔(1)

امام ابوعبید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عامر الیحصبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے هَيْتَ لَكَ کو ہاء کے کسرہ اور تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہ ربی سے مراد اس عورت کا خاوند ہے، یعنی میرا سردار۔(2)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر بن عباس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے عورت کا خاوند مراد ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

''اور اس عورت نے تو قصد کر لیا تھا ان کا اور وہ بھی قصد کرتے اس کا اگر نہ دیکھ لیتے اپنے رب کی (روشن) دلیل۔ یوں ہوا تاکہ ہم دور کر دیں یوسف سے برائی اور بے حیائی کو بے شک وہ ہمارے ان بندوں میں تھا جو چن لیے گئے ہیں''۔

امام عبدالرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: جب اس عورت نے ارادہ کیا تو اپنے آپ کو آراستہ کیا، پھر اپنے بستر پر چت لیٹ گئی، یوسف نے اس کا ارادہ کیا اور اس کے قدموں کے درمیان بیٹھ گئے، اپنے کپڑے اتارے تو آسمان سے ندا آئی: اے ابن یعقوب اس پرندے کی مانند نہ ہو جاؤ جس کے پر نوچ لیے جاتے ہیں اور وہ بغیر پروں کے ہوتا ہے۔ آپ اس آواز سے نصیحت حاصل نہ کر سکے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے برہان جبریل علیہ السلام کو یعقوب علیہ السلام کی صورت میں اپنے منہ میں انگلی کاٹتے ہوئے دکھایا۔ یوسف علیہ السلام گھبرا گئے اور شہوت انگلیوں کے پوروں سے نکل گئی(3)۔ آپ دروازے کی طرف دوڑے تو دروازے کو بند پایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دروازے پر اپنا پاؤں مارا تو وہ کھل گیا۔ عورت نے آپ کا پیچھا کیا اور آپ کو پکڑ لیا۔ اس نے اپنا ہاتھ حضرت یوسف کی قمیص میں ڈالا اور اسے پھاڑ دیا حتی کہ آپ کی پنڈلی کے پٹھے تک پہنچ گئی۔ تو دونوں نے عورت کے خاوند کو دروازے کے سامنے پایا۔

امام ابن جریر، ابوالشیخ اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ان سے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کہاں تک پہنچے تھے؟ فرمایا انہوں نے شلوار کھولی اور ختنہ کرنے والی جگہ بیٹھے تو آواز آئی: اے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 14-213 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 217 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 22-221

یوسف! اس پرندے کی طرح نہ ہو جا جس کے پر ہوتے ہیں۔ جب وہ بدکاری کرتا ہے تو اس کا ایک پر بھی نہیں ہوتا۔ (1)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عورت نے آپ سے خواہش کی، آپ نے بھی ارادہ کیا۔ آپ نے ازار بند کھولنے کا ارادہ کیا تو عورت اٹھ کر کمرے کے کونے میں رکھے موتیوں اور یاقوت سے مرصع بت کو کپڑے سے ڈھانپنے لگی۔ حضرت یوسف نے پوچھا یہ کیا کر رہی ہے؟ اس نے کہا مجھے حیا آتی ہے کہ میرا معبود مجھے اس حالت میں دیکھے، یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تو اس بت سے حیا کرتی ہے جو نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور میں اپنے اس معبود سے حیا نہ کروں جو ہر نفس کے ہر عمل کو قائم رکھنے والا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: تو مجھ سے کبھی اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتی۔ یہ دلیل تھی جو آپ نے دیکھ لی تھی۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے شلوار کھولی جب وہ ناف کے نیچے تک پہنچی تو وہ عورت کے پاس اس طرح بیٹھے جس طرح مرد اپنی بیوی کے پاس بیٹھتا ہے تو آپ کو یعقوب علیہ السلام کی صورت دکھائی گئی۔ آپ نے اپنا ہاتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے سینہ پر مارا تو آپ کی شہوت انگلیوں کے پوروں سے نکل گئی۔ (2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ کے تحت روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو کمرے کے وسط میں دیکھا کہ آپ اپنے انگوٹھے کاٹ رہے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام یہ منظر دیکھ کر پیچھے کی طرف بھاگے اور کہا: اے والد محترم آپ کے حق کی قسم! میں کبھی پھر ایسے جرم کا تصور نہیں کروں گا۔ (3)

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عکرمہ اور سعید بن جبیر سے اس مذکورہ جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شلوار کھولی اور خاوند کے بیٹھنے کی جگہ بیٹھے، تو یعقوب علیہ السلام کے چہرہ کی صورت نظر آئی جو اپنی انگلیاں کاٹ رہے تھے پس یعقوب علیہ السلام نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا تو انگلیوں کے پوروں سے شہوت نکل گئی، پس حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہر بچے کی اولاد بارہ تھی لیکن یوسف علیہ السلام کی شہوت کے کم ہو جانے کی وجہ سے آپ کی اولاد گیارہ تھی۔ (4)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی صورت آپ کے سامنے آئی تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کے سینہ پر ہاتھ مارا تو ان کی شہوت انگلیوں کے پوروں سے نکل گئی۔ پس یعقوب علیہ السلام کے ہر بیٹے کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے لیکن یوسف علیہ السلام کے صرف دو بچے ہوئے۔ (5)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی دیکھی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں معصیت سے بچایا اور ہمیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 22-220 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 219 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 223
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 224

بتاتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر ان کے سامنے آئی تھی جب کہ وہ اپنی انگلیاں کاٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے یوسف! کیا تو بیوقوفوں کے عمل کا ارادہ کرتا ہے جب کہ تو انبیاء کے زمرہ میں لکھا ہوا ہے۔ یہی برہان تھی جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہر شہوت جو ان کے اعضا میں تھی نکال دی۔(1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنی انگلیاں کاٹتے ہوئے دیکھا اور وہ کہہ رہے تھے یوسف! یوسف!(2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے آئی جب کہ آپ اپنی انگلیاں کاٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے: یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم خلیل الرحمٰن تیرا نام انبیاء میں درج ہے اور تو بیوقوفوں جیسا عمل کر رہا ہے؟(3)

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت دیوار میں دیکھی۔(4)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کمرے کی چھت پھٹ گئی تھی اور انہوں نے یعقوب علیہ السلام کو دیکھا وہ اپنی انگلیاں کاٹ رہے تھے۔(5)

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے الزوائد میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کریمہ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے ارادہ فرمایا تو ان سے کہا گیا اے یوسف اپنا سر اٹھاؤ، آپ نے سر اٹھایا تو کمرے کی چھت میں ایک تصویر دیکھی جو یہ کہہ رہی تھی اے یوسف! تو انبیاء کے زمرے میں لکھا ہوا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے معصیت سے محفوظ کر لیا۔

امام ابوعبید، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کمرے کی چھت میں ایک تصویر دیکھی جو یوسف، یوسف پکار رہی تھی۔(6)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حمید بن عبدالرحمٰن نے انہیں بتایا کہ یوسف علیہ السلام نے جو برہان دیکھی تھی وہ یعقوب علیہ السلام تھے۔(7)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قاسم بن ابی بزہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آواز دی گئی اے ابن یعقوب! اس پرندے کی طرح نہ ہو جا جس کے پہلے پر ہوتے ہیں پھر جب وہ زنا کرتا ہے تو بیٹھ جاتا ہے اور اس کے اوپر کوئی پر نہیں ہوتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے آواز کی طرف کوئی توجہ نہ دی تو آپ بیٹھے اور سر اٹھایا تو یعقوب علیہ السلام کا چہرہ دیکھا جب کہ آپ اپنی انگلیوں کو کاٹ رہے تھے تو یوسف علیہ السلام اپنے باپ کے حیاء کی وجہ سے ڈر کر کھڑے ہو گئے۔(8)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 225
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 223
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 225
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 224
5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 223
6۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 225
7۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 223
8۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 224

امام ابن جریر نے حضرت علی بن بدیمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہر بیٹے کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے لیکن یوسف علیہ السلام کے گیارہ بیٹے پیدا ہوئے کیونکہ آپ کی شہوت نکل گئی تھی۔ (1)

امام ابن جریر نے شمر بن عطیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کی صورت کو دیکھا آپ انگلیاں کاٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے: اے یوسف! پس آپ جہاں تھے رک گئے اور کھڑے ہو گئے۔ (2)

بن جریر نے الضحاک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یعقوب علیہ السلام کی صورت آپ کے سامنے آئی تو آپ کو حیاء آ گیا۔ (3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے الاوزاعی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ نے اللہ کی کتاب کی آیت دیکھی جس نے آپ کو منع کیا اور وہ دیوار پر آپ کے لیے متصور ہوئی تھی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو برہان دیکھی تھی وہ کتاب اللہ کی تین آیات تھیں وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ (الانفطار)

”حالانکہ تم پر نگران (فرشتے) مقرر ہیں جو معزز ہیں (حرف بحرف) لکھنے والے ہیں، جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو“۔

(۲) وَ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ (یونس: 61) ”اور نہیں ہوتے آپ کسی حال میں اور نہ آپ تلاوت کرتے ہیں اس حال میں کچھ قرآن اور (اے لوگو!) نہ تم کچھ عمل کرتے ہو مگر (ہر حال میں) ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب بھی تم شروع ہوتے ہو کسی کام میں“۔

(۳) اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ (الرعد: 33) ”کیا وہ خدا جو نگہبانی فرما رہا ہے ہر نفس کی اس کے اعمال (نیک و بد) کے ساتھ“۔ (4)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ نے محمد بن کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے کمرے کے اندر ایک کونے میں یہ آیت کریمہ لکھی ہوئی دیکھی: وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ (الاسراء) ”اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ بے شک یہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے“۔ (5)

امام ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یوسف علیہ السلام اور عزیز کی بیوی خلوت میں ہوئے تو ان کے درمیان بغیر جسم کے ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس کے اوپر عبرانی لغت میں لکھا ہوا تھا اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ (الرعد: 33) پھر وہ ہاتھ غائب ہو گیا اور وہ دونوں اپنی جگہ کھڑے ہو گئے پھر وہ ہاتھ ظاہر ہوا تو اس پر عبرانی میں یہ لکھا ہوا تھا: وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ (الانفطار) پھر ہاتھ غائب ہو گیا تو وہ اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ ہاتھ تیسری مرتبہ ظاہر ہوا تو اس پر یہ آیت لکھی ہوئی تھی: وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ (الاسراء) ہاتھ غائب ہو گیا اور وہ اسی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ ہاتھ چوتھی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 225
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 226
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 226
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 227
5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 226

مرتبہ ظاہر ہوا تو اس پر یہ لکھا ہوا تھا وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (البقرۃ) '' اور ڈرتے رہو اس دن سے لوٹائے جاؤ گے جس میں اللہ کی طرف پھر پورا پورا دے دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا ہے اور ان پر زیادتی نہ کی جائے گی''۔ پس یوسف علیہ السلام یہ پڑھ کر بھاگ گئے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو فرشتے کی تصویر نظر آئی تھی۔(1)

امام ابوالشیخ اور ابونعیم رحمہما اللہ نے الحلیہ میں حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام عورت کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے تو اس میں ایک سونے کا بت رکھا ہوا تھا۔ اس عورت نے کہا: آپ یہاں ٹھہریں میں بت کو ڈھانپ دیتی ہوں، مجھے اس سے شرم آتی ہے، یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ عورت ایک بت سے حیا کرتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا زیادہ حق دار ہوں۔ پس آپ اس عورت سے دور ہو گئے۔(2)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں السُّوْٓءَ اور الْفَحْشَآءَ سے مراد زنا اور ثنائے قبیح ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ۔ یعنی وہ میرے ایسے بندوں میں سے ہے جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کی عبادت نہیں کرتے۔

وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِیْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾

'' اور دونوں دوڑ پڑے دروازے کی طرف اور اس عورت نے پھاڑ ڈالا اس کا کرتہ پیچھے سے اور (اتفاق ایسا ہوا کہ) ان دونوں نے کھڑا پایا اس کے خاوند کو دروازے کے پاس۔ جھٹ بول اٹھی (میرے سرتاج! بتائیے) کیا سزا ہے اس کی جو ارادہ کرے تیری بیوی کے ساتھ برائی کا بجز اس کے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اسے دردناک عذاب دیا جائے''۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اسْتَبَقَا الْبَابَ، یعنی یوسف اور عورت دروازے کی طرف دوڑے۔(3)

ابن ابی حاتم نے یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عبداللہ کی قرأت میں یہ و وجدا سیدھا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ثابت رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ السید سے مراد خاوند ہے۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 227
2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 198، مصر
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 228
4۔ ایضاً

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت نوف الشامی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام خاوند کے سامنے اس کی برائی بیان کرنا نہیں چاہتے تھے۔ حتیٰ کہ عورت نے جب کہا: مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو غصہ آ گیا اور فرمایا هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ۔ (1)

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اِلَّاۤ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ سے مراد قید کرنا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام نے تین مقامات پر ٹھوکر کھائی (۱) جب آپ نے عورت کا ارادہ کیا اور آپ کو قید میں ڈال دیا گیا (۲) جب آپ نے فرمایا اپنے مالک کے پاس میرا ذکر کر۔ پس آپ کئی سال قید خانہ میں رہے اور شیطان نے اسے فراموش کرا دیا کہ وہ اپنے بادشاہ کے پاس یوسف کا ذکر کرے (۳) جب آپ نے فرمایا اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ (تم چور ہو) تو بھائیوں نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی ہے۔

قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾

"آپ نے (جواباً) فرمایا (میں نے نہیں بلکہ) اس نے بہلانا چاہا ہے مجھے کہ مطلب براری کرے اور گواہی دی ایک گواہ نے جو عورت کے خاندان سے تھا (کہ دیکھو!) اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو اس نے سچ کہا اور وہ جھوٹوں میں سے ہے اور اگر اس کی قمیص پھٹی ہوئی ہو پیچھے سے تو پھر اس نے جھوٹ بولا اور یوسف سچوں میں سے ہے پس جب عزیز نے دیکھا پیراہن یوسف کو کہ پھٹا ہوا ہے پیچھے سے تو بول اٹھا یہ سب تم عورتوں کا فریب ہے۔ بے شک تم عورتوں کا فریب بڑا (خطرناک) ہوتا ہے"۔

امام ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ شَهِدَ شَاهِدٌ کا مطلب کہ ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ کیا۔ (2)

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ گواہی دینے والا وہ بچہ تھا جو پنگھوڑے میں تھا۔ (3)

امام ابن جریر، ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ گواہی دینے والا وہ بچہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے گھر میں بولنے کی توفیق بخشی تھی۔ (4)

امام احمد، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12 صفحہ 230
2۔ ایضاً، جلد 12 صفحہ 232
3۔ ایضاً، جلد 12 صفحہ 231
4۔ ایضاً، جلد 12 صفحہ 230

نے فرمایا: چار آدمیوں نے صغرسنی میں گفتگو کی تھی (۱) فرعون کو کنگھی کرنے والی کا بیٹا (۲) یوسف علیہ السلام کا شاہد (۳) جریج (راہب) کا ساتھی (بچہ جس کی نسبت غلط طور پر جریج کی طرف کی گئی تھی) (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام، صاحب یوسف، صاحب جریج نے پنگھوڑے میں گفتگو کی تھی۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریج، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف کے متعلق گواہی دینے والا وہ بچہ ہے جو پنگھوڑے میں تھا۔

امام عبدالرزاق، الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ گواہی دینے والا شخص باریش تھا۔(3)

امام الفریابی، ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ بادشاہ کے خاص افراد میں تھا۔(4)

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ یہ گواہی دینے والا ایسا شخص تھا جس کے پاس عقل وفہم موجود تھی۔(5)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ وہ گواہ، عورت کے چچا کا بیٹا تھا اور وہ حکیم تھا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ ایک دانا شخص تھا، اس نے کہا: قمیص ان کے درمیان فیصلہ کرے گی اگر قمیص پھٹی ہوئی ہے ...الخ۔(6)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام کی قمیص میں تین نشانیاں ظاہر ہوئیں (۱) جب وہ پیچھے سے پھٹی (۲) جب حضرت یعقوب کے چہرے پر ڈالی گئی تو حضرت یعقوب علیہ السلام بینا ہو گئے (۳) جب وہ جھوٹا خون لگا کر حضرت یعقوب کے پاس آئے تو آپ نے پہچان لیا کہ اگر بھیڑیے نے اسے کھایا ہوتا تو اس کی قمیص پر ضرور پھٹن ہوتی۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہد سے روایت کیا ہے وہ گواہی دینے والا نہ انسان تھا نہ جن تھا، وہ اللہ کی ایک مخلوق تھا اور بعض روایات میں ہے کہ آپ کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی اور یہ آپ کی پاک دامنی کی شہادت تھی۔(7)

يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۜ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْۢبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٔيْنَ ﴿٢٩﴾

"اے یوسف (پاکباز) اس بات کو جانے دو اور (اے عورت) اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ بے شک تو ہی قصور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 230 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 232
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 231 5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 232
6۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 33-232 7۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 233

داروں میں سے ہے''۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس آیت میں هٰذَا سے مراد هذا الامر یا هذا الحدیث (یہ بات، یہ معاملہ) ہے۔ نیز عورت کو خطاب ہے کہ تو اپنے رب سے مغفرت طلب کر۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے یوسف! اس عمل کا تذکرہ نہ کر۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بادشاہ مصر نے حکم کا مظاہرہ کرتے ہوئے عورت سے کہا کہ اپنے جرم کی معافی مانگ۔ بے شک تو خطا کاروں سے ہے۔

وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

''اور کہنے لگیں عورتیں شہر میں کہ عزیز کی بیوی بہلاتی ہے اپنے (نوجوان) غلام کو تاکہ اس سے مطلب براری کرے، اس کے دل میں گھر کر گئی ہے محبت، ہم دیکھ رہی ہیں اسے کہ وہ کھلی گمراہی میں ہے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا کا معنی یہ ہے کہ زلیخا پر یوسف کی محبت غالب آگئی ہے۔ (2)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یوسف کی محبت نے اس کو قتل کر دیا ہے، الشغف اس محبت کو کہتے ہیں جو قاتل ہو۔ الشغف اس سے کم محبت کو کہتے ہیں اور شغاف، دل کے پردے کو کہتے ہیں۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا کا کیا مطلب ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یوسف علیہ السلام کی محبت سے زلیخا کا دل بھر گیا تھا۔ ابن نافع نے پوچھا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں، تو نے نابغہ بن ذبیان کا یہ شعر نہیں سنا:

وَفِيْ الصَّدْرِ حُبٌّ دُوْنَ ذَالِكَ دَاخِلٌ وَحَوْلَ الشَّغَافِ غَيَّبَتْهُ الْاَضَالِعُ

''سینے میں محبت داخل ہو چکی ہے اور اس کے پردے کے ارد گرد جس کو پسلیوں سے غائب کر دیا گیا''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی ہے محبت اس کے دل سے چمٹ گئی تھی۔ (3)

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن المنذر، ابوالشیخ نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ وہ شَغَفَهَا حُبًّا پڑھتے تھے تو فرماتے بَطَنَهَا حُبٌّ۔ یعنی محبت اس کے اندر داخل ہو چکی تھی اور اہل مدینہ کہتے ہیں بَطَنَهَا حُبٌّ یعنی محبت اندر داخل ہو چکی ہے۔ (4)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابوالشیخ، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الشغوف محبت کرنے والے کو کہتے ہیں اور المشغوف، محبوب کو کہتے ہیں۔ (5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 234، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 236 3۔ ایضاً

4 ایضاً 5۔ ایضاً

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں الشغف کا معنی محبت ہے اور الشعف مشتق ہے شعف الذاب سے یہ اس وقت کہتے ہیں جب وہ ڈر جائے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا عین مہملہ کے ساتھ ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: الشغف سے مراد وہ محبت ہے جو دل سے چمٹ جائے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الشغاف اس رقیق سفید پردے کو کہتے ہیں جو دل کے اوپر ہوتا ہے۔ محبت اس کو چیر کر دل تک پہنچ جاتی ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الشغف اور الشعف دونوں مختلف ہیں الشعف بغض کے لیے اور الشغف محبت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد العبادی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے یوسف علیہ السلام سے کہا میں آپ سے محبت کرتا ہوں، یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ اللہ کے علاوہ مجھ سے کوئی محبت کرے۔ میں اپنے باپ کی محبت کی وجہ سے کنویں میں ڈالا گیا اور عزیز کی بیوی کی محبت کی وجہ سے قید خانہ میں ڈالا گیا۔

ابن جریر اور ابوالشیخ نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یوسف کی محبت اس عورت کے دل میں داخل ہوگئی تھی۔(4)

ابن جریر اور ابوالشیخ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف کی محبت اس کے دل کے پردے کے نیچے داخل ہوگئی تھی۔(5)

امام ابن جریر نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے یہ معنی روایت کیا ہے کہ وہ یوسف کی محبت میں ہلاک ہوگئی۔(6)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الاعرج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ قد شعفها کو عین مہملہ کے ساتھ پڑھتے تھے اور فرمایا قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا یعنی غین معجمہ کے ساتھ ہوتا تو اس کا معنی ہوتا کہ یوسف اس سے محبت کرتا ہے۔(7)

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾

"پس جب زلیخا نے سنا ان کی مکارانہ باتوں کو تو اس نے انہیں بلا بھیجا اور تیار کیں ان کے لیے مسندیں اور (جب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 238
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 237
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 239
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 236
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 237
7۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 238

وہ آ گئیں تو) دے دی ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک چھری اور یوسف کو کہا کہ (ذرا) نکل (تو) آؤ ان کے سامنے۔ پس جب (یوسف آئے اور) انہوں نے اس کو دیکھا تو اس کی عظمت (حسن) کی قائل ہو گئیں اور (وارفتگی کے عالم میں) کاٹ بیٹھیں اپنے ہاتھوں کو اور کہہ اٹھیں سبحان اللہ! یہ انسان نہیں بلکہ یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مکرِ ھن سے مراد ان کی باتیں ہیں۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ان کا عمل ہے۔ قرآن میں جہاں بھی مکر استعمال ہوا ہے اس سے مراد عمل ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ اس نے تمام عورتوں کی مسندیں تیار کیں اور اس معاشرہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب دستر خوان لگا دیتے تو ہر انسان کو ایک چھری دیتے جس کے ساتھ وہ چیزیں کاٹ کر کھاتا تھا۔ جب ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو وہ آپ کی عظمت حسن کی قائل ہو گئیں اور وہ چھریوں کے ساتھ اپنے ہاتھ کاٹنے لگیں اور وہ اتنی مخمور تھیں کہ وہ سمجھ رہی تھیں کہ وہ اپنا کھانا کاٹ رہی ہیں۔(2)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عزیز کی بیوی نے ان عورتوں کو اترنج کا پھل دیا اور ہر ایک کو چھری بھی دے دی جب انہوں نے یوسف کو دیکھا تو اس کی عظمت حسن کی قائل ہو گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹنے شروع کر دیئے اور ان کا گمان یہ تھا کہ وہ اترنج (لیموں) کے پھل کاٹ رہی ہیں۔(3)

امام مسدد، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ المتکا سے مراد اترنج کا پھل ہے اور وہ متک کو تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے۔(4)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مُتَّکًا سے مراد اترنج (لیموں) ہے۔(5)

امام ابو عبید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ایک تیسرے طریق سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جنہوں نے مُتَّکًا کو شد کے ساتھ پڑھا تو ان کے نزدیک اس سے مراد طعام ہے اور جنہوں نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ان کے نزدیک اس سے مراد اترنج ہے۔(6)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سلمہ بن تمام ابی عبید اللہ القسری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مُتَّکًا حبش کی زبان کا لفظ ہے اور وہ اترنج کو مُتَّکًا کہتے ہیں۔ ابو الشیخ ابان بن تغلب سے مروی ہے کہ وہ مُتَّکًا کو تخفیف کے ساتھ پڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اترنج ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کھانا، پینا اور مسند ہے۔(7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 240 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 45-44-240 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 46-243
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 241 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 242
7۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 240

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ مُتَّكَأً سے ہر ایسی چیز مراد ہے جو چھری سے کاٹی جاتی ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عزیز کی بیوی نے عورتوں کو اترنج اور شہد دیا تو انہوں نے چھری کے ساتھ اترنج کاٹا اور اسے ہاتھ کے ساتھ کھایا۔ جب یوسف کو کہا گیا کہ ان کے سامنے باہر نکلو تو آپ باہر تشریف لائے۔ عورتوں نے آپ کے حسن کو دیکھا تو آپ کے حسن کی عظمت کی قائل ہو گئیں اور ایسی مسحور ہوئیں کہ اپنے ہاتھوں کو چھریوں سے کاٹنا شروع کر دیا۔ ان کے ہاتھوں میں اترنج تھا اور انہیں ہاتھ کٹنے کی خبر ہی نہ ہوئی اور وہ سمجھ رہی تھیں کہ وہ اترنج کاٹ رہی ہیں۔ حسن یوسف کو دیکھ ان کی عقلیں ضائع ہو گئیں اور انہوں نے کہا حاشاللہ! یہ انسان نہیں ہے بلکہ یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت درید بن مجاشع کے طریق سے بعض مشائخ سے روایت کیا ہے کہ اس عورت نے اپنے منتظم سے کہا کہ یوسف علیہ السلام کو سفید لباس پہنا کر ان کے پاس لاؤ۔ کیونکہ سفید لباس میں خوبصورت مزید نکھرا ہوا لگتا ہے اس نے عورتوں پر یوسف علیہ السلام کو پیش کیا جب کہ وہ اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے پھل کاٹ رہی تھیں۔ جب انہوں نے یوسف کو دیکھا تو اپنے ہاتھ کاٹ دیئے اور حسن یوسف کو دیکھنے کے نشہ میں محسوس بھی نہ کیا کہ ان کے ہاتھ کٹ گئے ہیں۔ وہ آپ کی طرف متوجہ تھیں پھر زلیخا نے واپس جانے کا یوسف کو اشارہ کیا تو وہ پیچھے سے آپ کو تک رہی تھیں، دیدار یوسف سے ایسی مدہوش ہوئیں کہ اپنے ہاتھ کاٹ دیئے لیکن تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ پھر جب آپ چلے گئے تو انہوں نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا اور تکلیف محسوس کی اور انہوں نے واپس جانا شروع کیا تو عزیز کی بیوی نے کہا: تم نے اسے ایک گھڑی دیکھا اور تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے۔ اب بتائیں میری حالت کیسی ہوتی ہوگی، انہوں نے کہا حاشاللہ! یہ انسان نہیں ہے یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے عبدالعزیز بن الوزیر بن الکمیت بن زید بن الکمیت الشاعر نے بتایا کہ میرے باپ نے میرے دادا سے روایت کر کے مجھے بتایا کہ انہوں نے میرے دادا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ کا مطلب یہ ہے کہ ان کی یوسف کو دیکھ کر منی ٹپک پڑی پھر انہوں نے بطور دلیل یہ شعر پڑھا:

لَمَّا رَاَتْهُ الْخَيْلُ مِنْ رَاْسِ شَاهِقٍ صَهِلْنَ وَاَكْبَرْنَ الْمَنِيَّ الْمُدَفَّقَ

''جب گھوڑوں نے اسے بلند چوٹی سے دیکھا تو وہ ہنہنائے اور انہوں نے منی ٹپکائی''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس عن ابیہ عن جدہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو انہیں خوشی کی وجہ سے حیض آ گیا اور شاعر نے کہا ہے:

نَاتِي النِّسَاءَ لَدٰى اَطْهَارِ هِنَّ وَلَا نَاتِي النِّسَاءَ اِذَا اَكْبَرْنَ اِكْبَارًا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 240 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 49-44-243

''ہم عورتوں کے پاس ان کی حالت طہر میں آتے ہیں اور ہم ان کے پاس نہیں آتے جب ان کو حیض آتا ہے''۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَلَمَّا رَاَیۡنَهٗۤ اَكۡبَرۡنَهٗ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ آپ کی عظمت حسن کی قائل ہوگئیں۔ وَ قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَهُنَّ اور انہوں نے چھری کے ساتھ اپنے ہاتھ کاٹے حتی کہ وہ انہوں نے پھینک دیں۔ حاشا للہ کی تشریح میں معاذ اللہ فرمایا ہے۔(2)

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے المصاحف میں، الخطیب رحمہ اللہ نے تالی التلخیص میں حضرت اسید بن یزید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف میں حاش للہ تھا یعنی اس میں شین کے بعد الف نہیں تھا۔

ابن جریر نے ابوالحویرث الحنفی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے مَاهٰذَا بِشَرًٰى پڑھا ہے یعنی یہ (غلام) خریدا ہوا نہیں ہے۔(3)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عورتوں نے کہا: یہ تو اپنے حسن کی وجہ سے فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ لگتا ہے۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن اساس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب عورتیں آرام سے اپنی اپنی مسندوں پر بیٹھ گئیں تو عزیز کی بیوی نے اپنے کھانے کے منتظم سے کہا: ان تمام کو اترنج اور ایک ایک چھری دے دو۔ اس نے ہر ایک کو ایک کو اترنج اور چھری پیش کر دی۔ انہوں نے کاٹ کر کھانا شروع کر دیا۔ عزیز کی بیوی نے کہا: کیا تم یوسف کو دیکھنے کی خواہش رکھتی ہو، انہوں نے کہا: جیسے تم چاہو۔ عزیز کی بیوی نے اپنے منتظم سے کہا: ان کے سامنے یوسف کو لے آؤ۔ جب انہوں نے یوسف کو دیکھا تو انہوں نے مسحوریت کے عالم میں اترنج کے ساتھ اپنے ہاتھ بھی کاٹ ڈالے اور انہیں تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ حسن یوسف کا دیدار کرنے کی وجہ سے انہیں کوئی درد محسوس نہ ہوا، جب یوسف علیہ السلام واپس چلے گئے تو عزیز کی بیوی نے کہا: یہ ہے وہ پیکر رعنائی جس کے متعلق تم مجھے ملامت کرتی تھیں اب بتاؤ تم نے تو اپنے ہاتھ کاٹ دیئے اور تمہیں احساس تک نہ ہوا۔ فرماتے ہیں انہوں نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا تو چیخنے لگیں اور رونے لگیں۔ عزیز کی بیوی نے کہا: بتاؤ میری حالت کیا ہوگی۔ ان سب نے کہا سبحان اللہ! یہ کوئی انسان نہیں ہے یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔ اس کے دیکھنے کے بعد ہم اعتراف کرتی ہیں کہ تیرا اس وارفتگی میں ہونا کوئی باعث ملامت نہیں ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت منبہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جن عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے ان میں سے انیس عورتیں دل کے مرض (محبت) کی وجہ سے مر گئی تھیں۔

امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یوسف علیہ السلام اور ان کی والدہ کو نصف حسن دیا گیا تھا۔(5)

امام ابن سعد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف اور آپ کی والدہ کو حسن کا تیسرا حصہ عطا کیا گیا تھا۔(6)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 245 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 49-246 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 249
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 250 5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 247 6۔ ایضاً

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام کا چہرہ برق کی طرح چمک دار تھا اور عورت اپنی مطلب براری کے لیے آئی تو اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کے خوف سے آپ نے اپنا چہرہ ڈھانپ دیا۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف اور ان کی والدہ کو حسن انسانیت کا ثلث حصہ عطا کیا گیا تھا چہرے اور سفید وغیرہ میں حسن کا ثلث موجود تھا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت اسحق بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام مصر کی گلیوں میں چلتے تو دیواروں پر آپ کے چہرے کی اس طرح چمک پڑتی جس طرح پانی اور سورج کی دیواروں پر چمک پڑتی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یوسف علیہ السلام اور آپ کی والدہ کو دنیا والوں کے حسن کا ثلث حصہ عطا کیا گیا تھا اور باقی تمام لوگوں کو ثلث حصہ عطا کیا گیا ہے۔(1)

امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حسن کو دس حصوں میں تقسیم کیا۔ تین اجزاء حضرت حواء میں رکھے، تین اجزاء حضرت سارہ میں رکھے اور تین اجزاء یوسف علیہ السلام میں رکھے اور ایک جزء تمام مخلوق میں رکھا۔ اور حضرت سارہ زمین کی تمام عورتوں سے زیادہ حسین و شکیل تھیں اور تمام عورتوں سے زیادہ غیرت مند تھیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ربیعہ الحرشی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حسن کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ یوسف اور سارہ کو ایک نصف عطا فرمایا اور دوسرا نصف باقی تمام لوگوں کے درمیان تقسیم فرمایا۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حسن کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک تہائی حصہ یوسف کو عطا کیا گیا اور دو ثلث تمام لوگوں کے درمیان تقسیم کیا گیا اور یوسف علیہ السلام تمام لوگوں سے حسین تھے۔(3)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یوسف کے حسن کو لوگوں کے حسن پر اس طرح فضیلت حاصل تھی جس طرح چودھویں کے چاند کو آسمان کے ستاروں پر ہوتی ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال کا دو تہائی حصہ عطا فرمایا اور ایک ثلث تمام بندوں میں تقسیم فرمایا۔ آپ آدم علیہ السلام کے مشابہ تھے جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا فرمایا تھا۔ پھر جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو آپ کا نور، رونق اور حسن چھن گیا پھر توجہ کے ساتھ آپ کو حسن کا ثلث عطا کیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو دو ثلث عطا کیے گئے۔ نیز انہیں تعبیر الرؤیا کی نعمت بھی عطا کی گئی اور جب آپ مسکراتے تھے تو نور آپ کی داڑھوں سے دکھائی دیتا تھا۔(4)

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 247 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 49-248

4۔ مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، جلد 2، صفحہ 625، بیروت

فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

''زلیخا (فاتحانہ انداز میں) بولی یہ ہے وہ (پیکر رعنائی) جس کے بارے تم مجھے ملامت کیا کرتی تھیں۔ بخدا میں نے اسے بہت بہلایا پھسلایا لیکن وہ بچا ہی رہا اور اگر وہ نہ بجالایا جو میں اس کو حکم دیتی ہوں تو اسے قید کر دیا جائے گا اور وہ ہو جائے گا ان لوگوں سے جو بے آبرو ہیں''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت میں مذکور فَاسْتَعْصَمَ کا معنی امتنع روایت کیا ہے یعنی وہ بچا رہا۔(1)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ فَاسْتَعْصَمَ کا معنی فَاسْتَعْصٰی ہے۔(2)

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾

''یوسف نے عرض کی: اے میرے پروردگار! قید خانہ (کی صعوبتیں) مجھے زیادہ پسند ہیں اس (گناہ) سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو (اپنی عنایت سے) نہ دور کرے مجھ سے ان کے مکر کو تو میں مائل ہو جاؤں گا ان کی طرف اور بن جاؤں گا نادانوں میں سے''۔

امام سنید نے اپنی تفسیر میں اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عیینہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مقدر کے مطابق دعا کی توفیق دی جاتی ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے عرض کی رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ۔ پھر کہا کہ اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا۔ اس وقت جبریل آئے اور ان کے سامنے ایک چٹان ظاہر کی اور کہا آپ کیا دیکھتے ہیں؟ یوسف علیہ السلام نے کہا میں ایک چیونٹی دیکھ رہا ہوں جو چٹان کو کاٹ رہی ہے۔ فرمایا: تمہارا رب فرماتا ہے میں تو اس چیونٹی کو نہیں بھولتا پھر تجھے کیسے بھولوں گا۔ میں نے تجھے اس لیے روکے رکھا کیونکہ تو نے خود دعا کی تھی رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ یعنی اگر تیری طرف سے کرم نوازی نہ ہو تو میرے لیے ان کے مکر سے بچنا ممکن نہیں ہے اور مجھے ان کی مکاریوں سے بچنے کی طاقت نہیں ہے۔ تو ہی طاقتور ہے اور حفاظت فرمانے والا ہے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہ سے اَصْبُ اِلَيْهِنَّ کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا۔(3)

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ معنی روایت کیا ہے کہ میں ان کی پیروی کرنے لگ جاؤں گا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن مرۃ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو آدمی جان بوجھ کر جرم کرے یا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 250 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 252

خطاً غلطی کرے وہ اس جرم کو کرتے وقت جاہل ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ یوسف علیہ السلام کے اس قول میں دیکھتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر تو اپنی عنایت سے ان کے مکر کو مجھ سے دور نہ کرے تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔ فرمایا حضرت یوسف علیہ السلام نے جان لیا تھا کہ زنا حرام ہے۔ اگر وہ اس کا ارتکاب کرتے تو جاہل ہوتے۔

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

''پس قبول فرمائی اس کی دعا اس کے رب نے اور دور کر دیا اس سے ان عورتوں کے مکر و فریب کو۔ بے شک وہ (اپنے بندوں کی فریادیں) سننے والا اور (ان کے حالات) خوب جاننے والا ہے''۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت بکر بن عبید اللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عزیز کی بیوی یوسف علیہ السلام کے پاس آئی۔ پھر جب اس نے آپ کو دیکھا تو پہچان گئی اور کہا شکر ہے اللہ کا جس نے غلاموں کو اپنی اطاعت کی وجہ سے بادشاہ بنا دیا اور بادشاہوں کو اپنی نافرمانی کی وجہ سے غلام بنا دیا۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۝

''پھر مناسب معلوم ہوا انہیں اس کے باوجود کہ وہ (یوسف کی پاک بازی کی) نشانیاں دیکھ چکے تھے کہ وہ اسے قید کر دیں کچھ عرصہ تک''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: مجھ سے ان نشانیوں کے متعلق تجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھا۔ یہ نشانیاں یہ تھیں: قمیص کا پھٹا ہوا ہونا، عورت کا اثر آپ علیہ السلام کے جسم پر ہونا، چھریوں سے عورتوں کا ہاتھ کاٹنا۔ عزیز کی بیوی نے اپنے خاوند سے کہا تھا کہ اگر تم یوسف کو قید نہیں کرو گے تو لوگ یوسف کی تصدیق کریں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ نشانیاں یہ تھیں: قمیص کا پھٹنا اور چہرے پر خراشوں کا ہونا۔ (1)

ابن جریر اور ابن المنذر نے مجاہد سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ نشانیوں سے مراد قمیص کا پیچھے سے پھٹا ہوا ہونا ہے۔ (2)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آیات سے مراد بچے کا کلام کرنا ہے۔

ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ آیات سے مراد عورتوں کا اپنے ہاتھ کاٹنا اور قمیص کا پیچھے سے پھٹا ہوا ہونا ہے۔ (3)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک زیرک آدمی نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اگر آپ غلام (یوسف علیہ السلام) کو چھوڑ دیں گے تو وہ لوگوں کے سامنے حقیقت بیان کرے گا اور اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرے گا جب کہ عورت گھر میں رہے گی، لوگوں کے پاس نہیں جائے گی تو لوگ یوسف کو بے قصور سمجھیں گے اور تیرے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 253 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 254

گھر والوں کو لوگ رسوا کریں گے، اس مشورہ کو قبول کر کے بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں ڈال دیا۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام کو تین مرتبہ سزا دی گئی، پہلی مرتبہ قید کے ساتھ جب آپ نے عورت کا ارادہ کیا تھا، دوسری مرتبہ جب آپ نے قید خانہ کے ساتھی سے کہا تھا کہ اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا۔ پس آپ کئی سال جیل میں رہے تو آپ کی قید میں اضافہ کر کے سزا دی گئی، تیسری مرتبہ جب آپ نے کہا اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ (یوسف) تو آپ کو کہا گیا۔ اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ (یوسف: 77) ''اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی ہے''۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سات سال قید خانہ میں رہے۔(2)

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے کتاب الوقف والابتداء میں اور الخطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت عبدالرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص کو یہ الفاظ (لَيَسْجُنُنَّهٗ، حَتّٰى حِيْنٍ) پڑھتے ہوئے سنا تو حضرت عمر نے فرمایا تجھے یہ الفاظ کس نے پڑھائے ہیں؟ اس نے کہا ابن مسعود نے۔ حضرت عمر نے اس شخص کے الفاظ کی تصحیح فرمائی۔ اور پھر ابن مسعود کو خط لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو عربی مبین فرمایا ہے اور اس نے اسے قریش کی لغت پر اتارا ہے۔ جب میرا یہ خط تمہیں پہنچے تو لوگوں کو قریش کی لغت کے مطابق پڑھاؤ۔ ہذیل کی لغت کے مطابق نہ پڑھاؤ۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۶﴾

''اور داخل ہوئے آپ کے ساتھ ہی قید خانہ میں دو نوجوان ان میں سے ایک نے (آکر) کہا کہ میں نے (خواب میں) اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا: میں نے (خواب میں) اپنے آپ کو دیکھا کہ میں اٹھائے ہوئے ہوں اپنے سر پر کچھ روٹیاں، پرندے کھا رہے ہیں اس سے، آپ بتائیے ہمیں اس کی تعبیر۔ بے شک ہم دیکھ رہے ہیں آپ کو نیکوکاروں سے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن دو شخصوں کو قید خانہ میں ڈالا گیا تھا۔ ایک بادشاہ کے مطبخ کا ناظم تھا اور دوسرا محفل عیش و طرب کا نگران تھا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت محمد بن اسحاق سے روایت کیا ہے: یہ دونوں نوجوان، بڑے بادشاہ الریان بن

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 377، بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 255، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 255

ابوئید کے غلام تھے۔ ایک محفل شراب کا منتظم تھا اور دوسرا کسی اور کام پر مامور تھا۔ وہ ان دونوں پر ناراض ہوا۔ ایک کا نام مجلب اور دوسرے کا نام نبوا تھا جو شراب کا منتظم تھا، جب ان دونوں کی یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: اے نوجوان! اللہ کی قسم! جب ہم نے آپ کو دیکھا ہے ہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔ ابن اسحق نے کہا ہے کہ مجھے عبد اللہ بن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے انہیں جواباً فرمایا: تم دونوں خدا کے لیے مجھ سے محبت نہ کرو کیونکہ جب کبھی کوئی مجھ سے محبت کرتا ہے تو اس کی محبت کی وجہ سے مجھ پر مصیبت نازل ہو جاتی ہے۔ میری پھوپھی نے مجھ سے محبت کی تو اس کی وجہ سے مجھ پر مصیبت نازل ہوئی۔ پھر میرے باپ نے مجھ سے محبت کی تو اس کی محبت کی وجہ سے میں مصیبت میں گرفتار ہوا پھر میرے ساتھی کی بیوی نے مجھ سے محبت کی تو اس کی محبت کی وجہ سے مجھ پر مصیبت اتری۔ تم مجھ سے محبت نہ کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے۔ لیکن انہوں نے آپ سے محبت کی کیونکہ وہ آپ کی فہم و فراست کو دیکھ کر بہت مسحور ہوئے تھے۔ ان دونوں نے قید خانہ میں داخل ہونے کے وقت خواب دیکھا۔ مجلب نے یہ دیکھا تھا کہ وہ سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہے جنہیں پرندے کھا رہے ہیں اور نبوا نے یہ دیکھا کہ وہ شراب نچوڑ رہا ہے۔ انہوں نے ان خوابوں کی تعبیر یوسف علیہ السلام سے پوچھی اور کہا ہمیں اس کی تعبیر بتاؤ، ہم آپ کو نیکو کاروں میں سے دیکھتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا شام کا کھانا آنے سے پہلے میں تمہیں ان خوابوں کی تعبیر بتادوں گا۔ پھر آپ نے پہلے ان دونوں کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی طرف بلایا اور فرمایا: اے قید خانہ کے میرے دور فیقو! (یہ تو بتاؤ) کیا بہت سے جدا جدا رب بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔ پھر آپ نے مجلب سے فرمایا: تجھے سولی پر لٹکایا جائے گا اور پرندے تیرے سر سے نوچ کھائیں گے اور نبوا کو فرمایا: تو پھر دوبارہ اپنے کام پر لوٹا دیا جائے گا اور تجھ سے تیرا مالک راضی ہو جائے گا۔ اصل فیصلہ ہو چکا ہے اس بات کا جس کے متعلق تم دریافت کرتے ہو۔ (1)

امام وکیع رحمہ اللہ نے الغرر میں حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے فرمایا: مجھے محبت میں جتنی تکالیف پہنچی ہیں اتنی اور کسی کو نہیں پہنچی ہیں۔ مجھ سے میرے باپ نے محبت کی تو مجھے کنویں میں ڈالا گیا۔ عزیز کی بیوی نے مجھ سے محبت کی تو مجھے قید خانہ میں ڈالا گیا۔

امام ابن جریر نے ابن عباس سے اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا کے تحت روایت کیا ہے کہ یہاں خمر سے مراد انگور ہے۔ (2)

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اعصر عنبا پڑھا ہے اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے اسی طرح سنا ہے۔ (3)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کا ہے، اَعْصِرُ خَمْرًا کا معنی ہے اَعْصِرُ عِنَبًا یعنی میں انگور نچوڑ رہا ہوں۔ یہ عمان کی لغت ہے۔ وہ العنب کو خمر کہتے ہیں۔ (4)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تاویل سے مراد تعبیر ہے۔ (5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 255,56,59,61,63 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 257
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 256 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 257

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَعْصِرُ خَمْرًا یہ عمان کی لغت ہے۔ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ حضرت یوسف علیہ السلام کا احسان یہ تھا کہ آپ ان کی پریشان جان کو تسلی دیتے اور ان کے مریض کا علاج کرتے، نیز انہوں نے آپ کی عبادت اور مشقت کو دیکھا تو ان سے محبت فرمائی۔ فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام قید خانہ میں پہنچے تو لوگوں کو دیکھا جو مایوس ہو چکے تھے اور ان کی مصیبت بڑی شدید تھی اور ان کا غم بہت طویل ہو چکا تھا۔ آپ نے انہیں خوشخبریاں سنائیں، صبر کی تلقین فرمائی اور اجر کا مژدہ سنایا۔ فرمایا: صبر میں اجر ہے اور صبر کا ثواب ہے۔ لوگوں نے کہا: اے نوجوان! اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے، تیرا چہرہ کتنا حسین ہے، تیرا اخلاق کتنا عمدہ ہے اور صورت کتنی پیاری ہے۔ تیرے پڑوس کی وجہ سے ہمیں برکت عطا کی گئی ہے۔ اس سے پہلے ہماری حالت غیر تھی۔ تو نے ہمیں اجر، کفارہ اور طہارت کی نوید سنائی۔ تو ہے کون؟ آپ نے فرمایا میرا شجرہ نسب یہ ہے: یوسف بن صفی اللہ یعقوب بن ذبیح اللہ اسحٰق بن خلیل اللہ ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کے ساتھ سب لوگ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ قید خانہ کے افسر نے کہا: اے نوجوان اللہ کی قسم! اگر میرے بس میں ہوتا تو میں تجھے آزاد کر دیتا۔ لیکن میں تجھ سے اچھا سلوک کروں گا اور تجھے اچھا پڑوس دوں گا۔ تم جس قید خانہ کے کمرہ میں رہنا چاہتے ہو رہو، اذن عام ہے۔ (1)

ابوالشیخ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تمام قیدیوں کے لیے یہ دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ لَا تُعَمِّ عَلَيْهِمُ الْاَخْبَارَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِمْ مَرَّ الْاَيَّامِ ''اے اللہ ان پر ہمیشہ مشکل حالات نہ رکھ اور ان پر گردش زمانہ کو آسان فرما''۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ کے متعلق پوچھا گیا یعنی پوچھا گیا کہ یوسف علیہ السلام کا احسان کیا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: جب قید خانہ میں کوئی انسان مریض ہو جاتا تو آپ اس کی دیکھ بھال کرتے جب کسی کے لیے مکان تنگ ہو جاتا تو اس کے لیے کشادگی کا سامان کرتے، جب کوئی محتاج ہوتا تو اس کے لیے سامان جمع کرتے۔ (2)

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

''آپ نے فرمایا نہیں آئے گا تمہارے پاس کھانا جو تمہیں کھلایا جاتا ہے مگر میں تمہیں بتا دوں گا اس کی تعبیر اس سے بیشتر کہ کھانا تمہارے پاس آئے۔ یہ ان علموں میں سے ہے جو سکھایا ہے مجھے میرے رب نے میں نے چھوڑ دیا ہے دین اس قوم کا جو نہیں ایمان لاتے اللہ تعالیٰ پر نیز وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں''۔

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 58-256 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 257

یوسف علیہ السلام نے انہیں فوراً تعبیر بتانے کو ناپسند کیا اور ان کو دوسرا جواب دیا تاکہ وہ جان لیں کہ ان کے پاس ایک خاص علم ہے۔ اس وقت کا بادشاہ جب کسی انسان کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تھا تو اس کے لیے مخصوص کھانا تیار کیا جاتا تھا اور اس شخص کو اس کھانے پر بلایا جاتا تھا۔ پس یوسف علیہ السلام نے فرمایا (نہیں آئے گا تمہارے پاس کھانا جو تمہیں کھلایا جاتا ہے)۔ پس ان دونوں نے یوسف علیہ السلام کو نہ چھوڑا حتی کہ آپ نے ان کے خوابوں کی تعبیر فرمائی۔ فرمایا یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ پس وہ آپ کے ساتھ رہے پھر آپ نے ان کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی۔ (1)

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٨﴾

''اور میں تو پیرو بن گیا اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین کا، نہیں روا ہمارے لیے کہ ہم شریک ٹھہرائیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو۔ یہ (توحید پر ایمان) تو اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن بہت سے لوگ اس احسان پر شکر ہی بجا نہیں لاتے''۔

امام ترمذی، حاکم، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کریم بن کریم بن کریم بن کریم، یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ (2)

امام ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہما اللہ نے ابو الاحوص سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت اسماء بن خارجہ الفزاری رحمہ اللہ نے ایک شخص کو پیچھے دھکیل کر کہا: میں الاشیاخ الکرام (کریم شیوخ) کی اولاد ہوں، تو عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا: وہ یوسف بن یعقوب بن اسحٰق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ (3)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایک شخص نے ملاقات کی اجازت مانگی تو اس نے دربانوں سے کہا ابن اخیار (نیکوں کے بیٹے) کے لیے اجازت طلب کرو، حضرت عمر نے فرمایا: اس کو اندر آنے دو، جب وہ گیا تو آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اپنا شجرہ نسب بیان کر۔ اس نے زمانہ جاہلیت کے اشراف لوگوں کا ذکر کیا۔ حضرت عمر نے پوچھا کیا تو یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا وہ اخیار میں سے تھے تو تو اشرار میں سے ہے۔ تو میرے سامنے دوزخیوں کے پہاڑوں کو شمار کر رہا ہے۔ (4)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: وہ دادا کو باپ کے قائم مقام بناتے تھے اور فرماتے جو چاہے ہم اسے حجر کے پاس دکھا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے دادا اور دادی کا ذکر نہیں کیا اور یوسف علیہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 260 2۔ مستدرک حاکم، ذکر یوسف بن یعقوب علیہ السلام، جلد 2، صفحہ 623، بیروت
3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 378

السلام کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ "اور میں پیروی کی اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین کا"۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباس سے ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ کا ہم پر فضل ہے کہ اس نے ہمیں انبیاء بنایا۔ وَ عَلَى النَّاسِ لوگوں پر احسان فرمایا کہ ہمیں ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (1)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ مومن اس نعمت کا شکر کرتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اور وہ اس کا بھی شکر ادا کرتا ہے جو اللہ کی طرف سے دوسرے لوگوں کو ملتی ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بہت سے ایسے شکر کرنے والے ہوتے ہیں جو ایسی نعمت کا شکر کرتے ہیں جو ان پر نہیں کی گئی ہے اور بہت سے ایسے فقہ حاصل کرنے والے ہوتے ہیں جو فقیہ نہیں ہوتے۔ (2)

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

"اے قید خانہ کے میرے دو رفیقو! (یہ تو بتاؤ) کیا بہت سے جدا جدا رب بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے تم نہیں پوجتے اس کے علاوہ مگر چند ناموں کو جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے۔ نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کوئی دلیل۔ نہیں ہے حکم (کا اختیار کسی کو) سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی کی عبادت نہ کرو بجز اس کے۔ یہی دین قیم ہے لیکن بہت سے لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے"۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام نے جان لیا کہ ان میں سے ایک مقتول ہے تو دونوں کو ان کے اس حصے کی طرف بلایا جو ان کے مالک کی طرف سے ملنا تھا اور جو انہیں ان کی آخرت سے حصہ ملنا تھا۔ (3)

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ۔ یہ یوسف علیہ السلام کا قول ہے۔ (4)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ کے تحت روایت کیا ہے: دین کی بنیاد اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے ساتھ اخلاص پر ہے۔ (5)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْقَيِّمُ سے مراد العدل ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 260 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 261
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 262

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُ كُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ﴿۴۱﴾

''اے قید خانہ کے میرے دو ساتھیو! (اب خوابوں کی تعبیر سنو) تم میں سے ایک (یعنی پہلا) تو پلایا کرے گا اپنے مالک کو شراب۔ لیکن دوسرا سولی دیا جائے گا اور (نوچ) کھائیں گے پرندے اس کے سر سے۔ (اٹل) فیصلہ ہو چکا اس بات کا جس کے متعلق تم دریافت کرتے ہو''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک ساتھی حضرت یوسف کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے انگور کا ایک دانہ لگایا ہے۔ پھر وہ بڑا ہوا اور اس میں انگوروں کے گچھے لگے، جنہیں میں نے نچوڑا۔ پھر میں نے وہ بادشاہ کو پلایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تو تین دن قید خانہ میں رہے گا پھر تو نکل جائے گا اور بادشاہ کو شراب پلائے گا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رَبَّهٗ سے مراد سید ہ ہے۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ان دونوں ساتھیوں نے خواب نہیں دیکھے تھے بلکہ انہوں نے آپ کے علم کا تجربہ کرنے کے لیے یہ خواب بنا کر پیش کیے۔ جب آپ نے ان کے خوابوں کی تعبیر بتائی تو دونوں نے کہا: ہم نے خواب نہیں دیکھے تھے صرف دل لگی کی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ یعنی تعبیر واقع ہو چکی ہے اور یوسف علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق فیصلہ اٹل ہو چکا ہے۔ (2)

امام ابوعبید، ابن المنذر، ابوالشیخ نے ابومجلز سے روایت کا ہے کہ ان دو خواب بیان کرنے والوں میں سے ایک جھوٹا تھا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے کہا کہ ہم نے خواب نہیں دیکھے تھے، ہم نے تم سے مزاح کیا ہے تو آپ نے فرمایا: جو میں نے تعبیر بیان کی ہے اس کے مطابق فیصلہ ہو چکا ہے۔ (3)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے خباز کو فرمایا تجھے سولی دی جائے گی اور تیرے سر سے پرندے کھائیں گے اور شراب کے نگران سے فرمایا تو اپنے کام پر لوٹ جائے گا۔ جب ان سے تعبیر بیان کی گئی تو انہوں نے کہا ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ (اٹل) فیصلہ ہو چکا اس بات کا جس کے متعلق تم دریافت کرتے ہو۔

امام ابوالشیخ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اَمَّاۤ اَحَدُ كُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا پڑھا ہے۔

وَ قَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ؗ فَاَنْسٰهُ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 262　2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 263　3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 264

الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿٤٢﴾

''اور کہا (یوسف علیہ السلام) نے اسے جس کے بارے میں آپ کو یقین تھا کہ وہ نجات پا جائے گا ان دونوں سے کہ میرا تذکرہ کرنا اپنے آقا کے پاس لیکن فراموش کرا دیا اسے شیطان نے کہ وہ ذکر کرے اپنے بادشاہ کے پاس۔ پس آپ ٹھہرے رہے قید خانہ میں کئی سال''۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت ابن سابط سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں رَبِّكَ سے مراد بادشاہ ہے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رَبِّكَ سے مراد بادشاہ ہے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم التیمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب وہ قید خانہ کے دروازے پر پہنچا تو حضرت یوسف سے کہا: مجھے اپنی کسی حاجت کی وصیت کریں۔ آپ نے فرمایا: میری حاجت یہ ہے کہ تو اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا۔ اور رب سے مراد یوسف علیہ السلام کا مالک ہے۔(3)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: یہاں خواب کی تعبیر کو ظن کے ساتھ ذکر کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔(4)

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب العقوبات میں، ابن جریر، ابن مردویہ اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یوسف علیہ السلام وہ بات نہ کرتے جو انہوں نے کی تھی (کہ میرا ذکر اپنے آقا سے کرنا) تو اتنے زیادہ عرصہ قید خانہ میں نہ رہتے جتنا کہ وہ رہے تھے۔ کیونکہ انہوں نے غیر اللہ سے کشادگی طلب کی تھی۔(5)

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوسف علیہ السلام اگر وہ بات نہ کہتے جو انہوں نے کہی تھی تو اتنی زیادہ دیر قید میں نہ رہتے جتنا کہ وہ رہے تھے۔(6)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یوسف پر رحم فرمائے اگر وہ اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ نہ کہتے تو اتنا زیادہ عرصہ جیل میں نہ رہتے جتنا کہ وہ رہے ہیں۔

امام احمد نے الزہد میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یوسف پر رحم فرمائے اگر وہ اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ نہ کہتے تو اتنا زیادہ عرصہ قید خانہ میں نہ رہتے جتنا کہ وہ رہے ہیں۔ پھر حضرت الحسن رونے لگے اور فرمایا: ہم پر بھی جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو ہم بھی لوگوں کی طرف پناہ لیتے ہیں۔(7)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر یوسف علیہ السلام اپنے آقا کے لیے سفارش طلب نہ کرتے تو اتنی دیر جیل میں نہ رہتے جتنا کہ وہ رہے ہیں لیکن انہیں سفارش طلب کرنے پر یہ سزا دی گئی تھی۔(8)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 264 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 265 4۔ ایضاً

5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 266 6۔ جلد 12، صفحہ 265 7۔ ایضاً، 8۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 266

امام ابن ابی شیبہ اور عبد اللہ بن احمد (نے زوائد الزہد میں) ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ تمہیں قتل ہونے سے کس نے بچایا تھا جب تمہارے بھائیوں نے تمہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ یوسف علیہ السلام نے عرض کی: یا رب تو نے بچایا تھا۔ فرمایا تجھے کنویں میں سے کس نے نکالا تھا جب تمہارے بھائیوں نے تمہیں اس میں ڈالا تھا؟ عرض کی یا رب تو نے۔ فرمایا: تجھے عورت سے کس نے بچایا تھا جب تو نے اس کا ارادہ کیا تھا؟ عرض کی یا رب تو نے۔ فرمایا پھر کیا ہوا کہ تو مجھے بھول گیا ہے اور تو نے ایک انسان کو یاد کیا ہے؟ یوسف علیہ السلام نے جزع وفزع کرتے ہوئے عرض کی: یہ ایک کلمہ تھا جو زبان سے نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری عزت کی قسم! میں تجھے کئی سال جیل میں رکھوں گا۔ اس وجہ سے آپ کئی سال جیل میں رہے۔(1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام نے ساقی سے کہا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ، تو یوسف علیہ السلام سے کہا گیا اے یوسف! کیا تم نے میرے علاوہ کارساز بنایا ہے۔ میں تیرے قید کے زمانہ کو لمبا کروں گا۔ یوسف علیہ السلام رونے لگے اور عرض کی: اے میرے پروردگار! میرا دل مصیبت کی کثرت کی وجہ سے مشغول ہو گیا تھا اور میں نے ایسی بات کہہ ڈالی۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اس شخص سے کہا جس کو نجات ملی تھی کہ تو میرا اپنے آقا کے پاس ذکر کرنا۔ اس نے آپ کا ذکر نہ کیا حتی کہ بادشاہ نے خواب دیکھا۔ یوسف علیہ السلام کو شیطان نے اپنے رب کا ذکر بھلا دیا اور بادشاہ کا ذکر کرا دیا اور بادشاہ سے رہائی چاہنے کا حکم دیا۔ پس یوسف علیہ السلام اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ کا کلمہ کہنے کی وجہ سے کئی سال بطور عقوبت جیل میں رہے۔(3)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المبارک، ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ یوسف علیہ السلام سات سال جیل میں رہے۔(4)

امام عبد الرزاق، احمد (نے الزہد میں) ابن جریر، ابن المنذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یعقوب علیہ السلام کو سات سال تکلیف پہنچی، یوسف علیہ السلام سات سال قید میں رہے اور بخت نصر کو درندوں میں سات سال عذاب دیا گیا۔(5)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام بارہ سال قید میں رہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ کی طرف سے کلبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یوسف علیہ السلام نے ایک جملہ کہا جس کے بدلے سات سال قید خانہ میں رہے۔ ابو بکر نے کہا اس سے پہلے پانچ سال قید کیے گئے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت طاؤس اور ضحاک رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ چودہ سال قید میں رہے۔

1۔ کتاب الزہد، زہد یوسف علیہ السلام، صفحہ 104، بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 265
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 266
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 267
5۔ ایضاً

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: بضع کا اطلاق تین سے نو تک کی تعداد پر ہوتا ہے۔ ابن جریر نے قتادہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔(1)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بضع کا اطلاق دس سے کم پر ہوتا ہے۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یوسف علیہ السلام سے تین مرتبہ خلاف اولیٰ کام ہوا (۱) آپ نے کہا تھا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ (۲) اپنے بھائیوں سے کہا إِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ (۳) اور یہ قول ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ "یہ اس لیے کہ وہ جان لے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں خیانت نہیں کی"۔ جبریل نے یوسف علیہ السلام سے کہا کیا وہ خیانت نہیں تھی جب آپ نے ارادہ کیا تھا آپ نے کہا وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام جب گم ہوئے تو اس کی عمر سات سال تھی۔ پھر سات سال کنویں میں رہے اور سات سال قید خانہ میں رہے، سات سال میں کھانا جمع کیا، علماء روایت کرتے ہیں کہ پھر اس کے بعد وہ اپنے باپ سے ملے تھے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوالملیح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام کی جیل میں یہ دعا تھی: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ خَلَقَ وَجْهِيْ عِنْدَكَ فَاِنِّيْ اَتَقَرَّبُ اِلَيْكَ بِوَجْهِ يَعْقُوْبَ اَنْ تَجْعَلَ لِيْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَّيُسْرًا وَّتَرْزُقَنِيْ مِنْ حَيْثُ لَا اَحْتَسِبُ۔

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں حضرت عبداللہ مؤذن الطائف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جبریل امین یوسف علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا: اے یوسف! ان الفاظ میں دعا مانگو: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ كُلِّ مَا اَهَمَّنِيْ وَكَرَبَنِيْ مِنْ اَمْرِ دُنْيَايَ وَاَمْرِ اٰخِرَتِيْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَّارْزُقْنِيْ مِنْ حَيْثُ لَا اَحْتَسِبُ وَ اغْفِرْلِيْ وَثَبِّتْ رَجَائِيْ وَاقْطَعْهُ مِنْ سِوَاكَ حَتّٰى لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَيْرَكَ۔

وَ قَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَ مَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَ قَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 267 2۔ ایضاً

أُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

''اور (کچھ عرصہ بعد ایک روز) بادشاہ نے کہا کہ میں (خواب میں کیا) دیکھتا ہوں کہ سات گائیں ہیں موٹی تازی کھا رہی ہیں انہیں سات دبلی گائیں اور سات سبز خوشے ہیں اور دوسرے سات خشک سوکھے ہوئے۔ اے درباریو! بتاؤ مجھے میرے خواب کی تعبیر اگر تم خوابوں کی تعبیر بتاتے ہو درباریوں نے کہا (اے بادشاہ) یہ خواب پریشان ہیں اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے نہیں اور (اس وقت) بولا وہ شخص جو بچ گیا تھا ان دو (قیدیوں) سے اور (اب) اسے یوسف کی یاد آئی ایک عرصہ بعد، میں بتاتا ہوں تمہیں اس خواب کی تعبیر۔ مجھے (قید خانہ تک) جانے دیجئے اے یوسف! اے صدیق! بتایئے ہمیں (اس خواب کی تعبیر) کہ سات موٹی تازہ گائیں ہیں کھا رہی ہیں انہیں سات لاغر گائیں اور سات خوشے ہیں سرسبز اور دوسرے (سات خوشے) خشک، تاکہ میں (آپ کا جواب لے کر) واپس جاؤں لوگوں کی طرف، شاید وہ (آپ کے علم وفضل کو) جان لیں''۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے قید خانہ کے منتظم سے کہا تم میرا اپنے آقا کے پاس ذکر کرنا اور میری مظلومیت اور بغیر کسی جرم کے میری قید کا تذکرہ کرنا۔ اس نے کہا میں ایسا کروں گا۔ جب وہ رہا ہوا تو وہ اپنے کام پر پھر لگا دیا گیا اور اس کا آقا اس سے راضی ہو گیا اور اسے شیطان نے یوسف علیہ السلام کا بادشاہ کے سامنے تذکرہ کرنا بھلا دیا تھا۔ اس کے بعد یوسف علیہ السلام قید خانہ میں رہے۔ پھر بادشاہ ریان بن ولید نے خواب دیکھا جس کا ان آیات میں ذکر ہے۔ بادشاہ کو خواب نے خوفزدہ کر دیا اور اس نے سمجھا کہ یہ سچا خواب ہے۔ لیکن وہ اس کی تعبیر نہیں جانتا تھا۔ اس نے اپنے حواریوں سے کہا: میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔ تو سب نے کہا: یہ پریشان خواب ہے۔ ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔ وہ ساقی جس کا نام نبوا تھا اس نے بادشاہ کا یہ خواب سنا تو اسے یوسف علیہ السلام اور ان کا خواب کی تعبیر کرنا یاد آیا۔ اس نے اس وقت کہا: میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتاتا ہوں۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہا: اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ سے مراد جھوٹے خواب ہیں۔ (1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ (2)

امام ابوعبید، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ سے مراد پریشان خواب ہیں۔

امام عبد الرزاق، الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے کئی طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بَعْدَ اُمَّةٍ سے مراد بعد حین ہے یعنی کچھ عرصہ بعد۔ (3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد، الحسن، عکرمہ، عبد اللہ بن کثیر، السدی رحمہم اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ (4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 269، دار احیاء التراث العربی بیروت — 2۔ ایضاً

3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 270 — 4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 271

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ بَعْدَ اُمَّةٍ سے مراد بعد سنین (کئی سال بعد) ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ پڑھا پھر فرمایا: بعد امة من الناس، یعنی کچھ لوگوں سے ملنے کے بعد۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے وَ ادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ کو فتحہ اور تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے یعنی بھولنے کے بعد۔(2)

ابن جریر نے عکرمہ، حسن، قتادہ، مجاہد اور ضحاک سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بَعْدَ اُمَّةٍ پڑھا ہے یعنی بھولنے کے بعد۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حمید رحمہ اللہ سے روایت کا ہے کہ مجاہد نے وَادَّكَرَ کو مجزوم اور مخففہ پڑھا ہے۔(4)

امام ابو عبید اور ابن المنذر نے ہارون سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابی بن کعب کی قرات میں ان آتیکم بتاویله ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ وہ (ابی بن کعب) انا آتیکم بتاویله پڑھتے تھے ان سے کہا گیا کہ یہ انا انبئکم ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کیا وہ ان کو خواب بیان کرنے والا تھا۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ نے قتادہ سے روایت کیا ہے: موٹی گائیوں سے مراد سرسبز و شاداب سال ہیں اور لاغر گائیوں سے مراد قحط زدہ سال ہیں اور سات سبز خوشوں سے بھی سرسبز و شاداب سال ہیں جن میں زمین خوب پیداوار دیتی ہے اور اُخَرَ يٰبِسٰتٍ یعنی خشک خوشوں سے مراد ایسے سال ہیں جن میں کوئی پیداوار نہیں ہوتی۔(5)

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَ فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾

"آپ نے فرمایا کہ تم کاشت کرو گے سات سال تک حسب دستور۔ تو جو تم کاٹو گے اسے رہنے دو خوشو میں مگر تھوڑا سا (ضرورت کے لیے نکال لو) جسے تم کھاؤ پھر آئیں گے اس (خوشحالی) کے بعد سات (سال) بہت سخت کھا جائیں گے جو ذخیرہ تم نے پہلے جمع کر رکھا ہو گا ان کے لیے مگر تھوڑا سا جو تم محفوظ کر لو گے پھر آئے گا اس عرصہ کے بعد ایک سال جس میں مینہ برسایا جائے گا لوگوں کے لیے اور اس سال وہ (پھلوں کا) رس نکالیں گے"۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 271 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 272 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 273

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے یوسف پر اور ان کے صبر اور کرم پر تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ جب ان سے لاغر گائیوں کے بارے پوچھا گیا۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ جب بادشاہ کا پیغام رساں ان کے پاس آیا تھا تو میں دروازے کی طرف بھاگ جاتا لیکن انہوں نے اپنے بےقصور ثابت ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام انہیں خواب کی تعبیر بتانے پر راضی نہ ہوئے حتیٰ کہ انہیں زرم کے ساتھ حکم دیا۔ آپ نے انہیں فرمایا: تم سات سال کاشت کرو گے حسب دستور پھر جو تم کاٹو اسے خوشوں میں رہنے دو کیونکہ دانہ خوشے میں ہوتو اسے گھن نہیں لگتا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے انہیں خوشوں میں اناج رکھنے کی تدبیر اس لیے بتائی تاکہ اناج زیادہ مدت باقی رہے۔ (2)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بھی اسی قسم کا قول روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص کے لیے دو آدمیوں کا کھانا تیار کیا جاتا، پھر وہ اسے پیش کیا جاتا تو وہ نصف کھاتا اور نصف چھوڑ دیتا تھا حتیٰ کہ جب ایسا دن تھا کہ اس کے سامنے ایسا ہی کھانا پیش کیا گیا تو اس نے اسے کھالیا، اسے یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ ان سخت سات سالوں کا پہلا دن تھا۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ سَبْعٌ شِدَادٌ سے مراد، قحط زدہ سخت سات سال ہیں، وہ اس ذخیرہ کو کھا جائیں گے جو تم نے جمع کر رکھا ہوگا مگر تھوڑا سا جو تم محفوظ کرلو گے۔ (3)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن بی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ کا معنی تُخْزِنُوْنَ ہے "یعنی محفوظ کرلو گے"۔ فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ یعنی وہ انگوروں کا رس اور تیل نکالیں گے۔ (4)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ کے بارے میں فرماتے ہیں: اس سال میں لوگوں کے لیے مینہ برسایا جائے گا اور وَ فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ کے متعلق فرماتے ہیں: اس سال وہ انگوروں کا رس نکالیں گے، زیتون کا تیل نکالیں گے اور تمام پھلوں کا رس نکالیں گے۔ (5)

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سال میں دودھ دوہیں گے۔ (6)

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ يَعْصِرُوْنَ کا معنی يَحْتَلِبُوْنَ ہے یعنی وہ دودھ دوہیں گے۔ (7)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ کا مطلب یہ ہے کہ بارش برسائی جائے گی اور اس سال وہ انگوروں، زیتون اور پھلوں کا رس نکالیں گے۔ یہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 280 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 274 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 275
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 76-275 5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 277 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً

نے یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا اور اس کے متعلق آپ سے سوال نہیں کیا گیا تھا۔ (1)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے انہیں زیادہ معلومات فراہم کیں جن کے متعلق انہوں نے پوچھا نہیں تھا۔ (2)

امام ابن المنذر اور ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: آپ نے لوگوں کو ایسی بات بتائی جس کا انہوں نے آپ سے سوال کیا تھا۔ یہ وہ علم تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ اس سال میں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی۔ فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ اور اس میں وہ تلوں کا تیل انگوروں کا رس اور زیتون سے تیل نکالیں گے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ اس سال میں لوگوں پر مینہ برسایا جائے گا فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ اور وہ اپنے انگوروں کا رس نکالیں گے۔ (3)

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ یعنی اس سال میں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی۔ فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ اور اس میں زیتون کا تیل نکالیں گے۔ (4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت علی بن طلحہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہ فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ (یعنی بالتاء) پڑھتے تھے۔ یعنی تم دودھ دوہو گے۔ (5)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عبدان المروزی عن عیسیٰ بن عبید عن عیسیٰ بن عمیر الثقفی رحمہم اللہ کے سلسلے سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے فِيْهِ تَعْصِرُوْنَ (بالتاء) پڑھتے ہوئے سنا ہے اور الغیاث کا معنی بارش ہے پھر بطور دلیل یہ آیت پڑھی وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿ (النباء)

وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَ مَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 77-276 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 276 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 77-276
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 276 5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 277

رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥٣﴾

"(یہ تعبیر سنتے ہی) بادشاہ نے کہا (فوراً) لے آؤ انہیں میرے پاس۔ پس جب (فرمان شاہی لے کر) ان کے پاس قاصد آیا (تو) آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ اپنے بادشاہ کے پاس اور اس سے پوچھو کہ حقیقت حال کیا تھی ان عورتوں کی جنہوں نے کاٹ ڈالے تھے اپنے ہاتھ، بے شک میرا پروردگار تو ان کے مکر (وفریب) سے خوب آگاہ ہے بادشاہ نے (ان عورتوں کو بلا کر) پوچھا کیا معاملہ ہوا تمہارا جب تم نے یوسف کو بہلایا تھا اپنی مطلب براری کے لیے (بیک زبان) بولیں حاشاللہ! نہیں معلوم ہوئی ہمیں تو اس میں ذرا برائی۔ عزیز کی بیوی (کو یارائے ضبط نہ رہا) کہنے لگی اب تو آشکارا ہو گیا حق۔ میں نے ہی اسے پھسلانا چاہا تھا اپنی مطلب براری کے لیے، بخدا وہ تو سچا ہے۔ (یوسف نے کہا) یہ میں نے اس لیے کہا تھا تا کہ عزیز جان لے کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں خیانت نہیں کی اور یقیناً اللہ تعالیٰ کامیاب نہیں ہونے دیتا دغابازوں کی فریب کاری کو اور میں اپنے نفس کی برأت (کا دعوی) نہیں کرتا۔ بے شک نفس تو حکم دیتا ہے برائی کا مگر وہی (بچتا ہے) جس پر میرا رب رحم فرما دے۔ یقیناً میرا رب غفور رحیم ہے"۔

امام احمد، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم، ابن مردویہ نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ۔ الآیہ تلاوت فرمائی پھر فرمایا: اگر میں ہوتا تو میں فوراً دعوت کو قبول کرتا اور اپنا عذر نہ چاہتا۔(1)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام پر رحم فرمائے وہ کتنے برداشت کرنے والے اور حلیم تھے۔ اگر میں محبوس ہوتا تو میری طرف بلاوا آتا تو میں فوراً نکل پڑتا۔(2)

امام الفریابی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنے بھائی یوسف کے صبر اور کرم پر تعجب ہوا۔ اللہ ان کو معاف فرمائے۔ جب ان کو خواب کی تعبیر کے لیے بلایا گیا۔ اگر میں ہوتا تو ایسا نہ کرتا حتی کہ فوراً نکل آتا اور مجھے ان کے صبر اور کرم پر بھی تعجب ہوا۔ اللہ ان کو معاف فرمائے۔ قاصد آیا تا کہ وہ قید سے باہر آجائیں لیکن وہ نہ آئے حتی کہ آپ نے انہیں اپنے عذر کی خبر دی۔ اگر میں ہوتا تو دروازے کی طرف دوڑ پڑتا۔ لیکن انہوں نے پہلے اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنا پسند کیا۔(3)

امام احمد نے الزہد میں اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف پر رحم فرمائے۔ اگر اتنی لمبی قید کے بعد میرے پاس قاصد آتا تو میں فوراً اس کی بات قبول کرتا۔ جب کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے قاصد سے کہا لوٹ جاؤ اپنے بادشاہ کے پاس اور اس سے پوچھو کہ حقیقت حال کیا تھی ان عورتوں کی جنہوں نے کاٹ ڈالے تھے اپنے ہاتھ؟۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 280، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 279

3۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 249، مکتبہ العلوم والحکم بغداد 4۔ کتاب زہد، باب زہد یوسف علیہ السلام، صفحہ 103، بیروت

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ الخ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے قید سے پہلے اپنا بے قصور ہونا ثابت کرنا پسند کیا۔

امام الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب بادشاہ نے عورتوں کو جمع کیا اور کہا کیا تم نے یوسف کو بہلایا تھا مطلب براری کے لیے؟ سب نے بیک زبان کہا حاشاللہ! ہمیں تو اس میں کوئی برائی معلوم نہیں ہوئی۔ عزیز کی بیوی نے کہا: اب حق آشکارا ہوگیا۔ میں نے ہی اسے پھسلانا چاہا تھا اپنی مطلب براری کے لیے۔ بخدا وہ سچا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں نے یہ اس لیے کیا تھا تا کہ عزیز جان لے کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں خیانت نہیں کی۔ حضرت جبریل نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا: اس وقت خیانت نہیں کی تھی جب تو نے اس کی عورت کا ارادہ کیا تھا؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: میں اپنے نفس کی برات کا دعوی نہیں کرتا، بے شک نفس تو برائی کا حکم دیتا ہے۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حَصْحَصَ کا معنی واضح ہونا ہے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد، قتادہ، ضحاک، ابن زید اور سدی رحمہم اللہ نے اس کی مثل روایت کیا ہے۔(3)

امام حاکم نے تاریخ میں، ابن مردویہ اور دیلمی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ کی آیت تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا جب یوسف علیہ السلام نے یہ کہا: تو جبریل نے کہا اے یوسف! اپنے ارادہ کو یاد کر تو یوسف علیہ السلام نے کہا میں اپنے نفس کی برأت کا دعوی نہیں کرتا۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن ابی الہذیل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام نے یہ جملہ کہا تو جبریل نے کہا: اس دن جب تو نے ارادہ کیا تھا وہ ارادہ کیا تھا؟ آپ نے کہا: میں اپنے نفس کی برأت کا دعوی نہیں کرتا بے شک نفس برائی کا حکم دیتا ہے۔(5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے یہ جملہ کہا لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ تو فرشتے نے آپ کو پہلو میں کچوکا لگایا اور کہا: اے یوسف! اس وقت بھی جب تو نے ارادہ کیا تھا؟ حضرت یوسف نے کہا: میں اپنے نفس کی برأت کا دعوی نہیں کرتا۔(6)

امام سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت حکیم بن جابر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مذکورہ جملہ کہا تو جبریل نے کہا: اس وقت بھی نہیں جب شلوار کھولی تھی؟ اس وقت پھر یوسف علیہ السلام نے کہا: میں اپنے نفس کی برأت کا دعوی نہیں کرتا۔(7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 5، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 281 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 282
4۔ الفردوس بماثور الخطاب الدیلمی، جلد 2، صفحہ 244، مکہ مکرمہ 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 6
6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 7 7۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 97-296، دار الصمیعی الریاض

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو یہ کہا تھا جب اللہ تعالیٰ نے اسے ان کا بے قصور ہونا دکھا دیا تھا۔

امام ابو عبید، ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے نکلنے سے پہلے اپنا بے قصور ہونا ثابت کرنا چاہا اور کہا تھا تو اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ جا اور پوچھ کہ حقیقت حال کیا تھی ان عورتوں کی جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے، بے شک میرا پروردگار تو ان کے مکر (وفریب) سے خوب آگاہ ہے۔(1)

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ ... اور ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ..... کے درمیان جو کلام ہے وہ قرآن کی تقدیم وتاخیر کے اعتبار سے ہے۔

امام ابو عبید، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے کہا میں نے اپنے سردار سے خیانت نہیں کی ہے۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں نے عزیز سے اس کی بیوی کے ساتھ بدکاری کر کے خیانت نہیں کی۔ تو جبریل نے کہا: جب شلوار کھولی تھی؟ یوسف علیہ السلام نے کہا: میں اپنے نفس کی برأت کا دعویٰ نہیں کرتا۔(3)

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے کہا لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ تو جبریل نے کہا اپنا ارادہ یاد کرو۔ اس وقت یوسف علیہ السلام نے کہا میں اپنے نفس کی برأت کا دعویٰ نہیں کرتا۔(4)

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے کہا ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ۔ تو جبریل نے کہا: جب عورتوں کا ارادہ کیا تھا اس وقت خیانت نہیں کی تھی؟ یوسف علیہ السلام نے کہا میں اپنے نفس کی برأت کا دعویٰ نہیں کرتا۔(5)

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے مذکورہ جملہ کہا تو جبریل نے کہا جب ارادہ کیا تھا؟ یوسف علیہ السلام نے کہا: میں اپنے نفس کی برأت کا دعویٰ نہیں کرتا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ جو فرشتہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھا اس نے کہا: اپنے ارادہ کو یاد کر۔ تو یوسف علیہ السلام نے کہا: میں اپنے نفس کی برأت کا دعویٰ نہیں کرتا۔(6)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے: جب یوسف علیہ السلام نے ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ کا جملہ کہا تو پھر اندیشہ ہوا کہ انہوں نے اپنی تعریف کر دی ہے۔ تو فوراً کہا میں اپنے نفس کی برأت کا دعویٰ نہیں کرتا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 280　2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 286　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 7
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 6　5۔ ایضاً　6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 7

فرماتے ہیں اس عورت نے ارادہ کیا جس کا آپ نے ارادہ کیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبدالعزیز بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نفس برائی کا حکم دیتا ہے لیکن جب اللہ کی طرف سے عزم آتا ہے تو یہی نفس ہی خیر کی طرف دعوت دیتا ہے۔

وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ۝

''اور بادشاہ نے حکم دیا کہ لے آؤ اسے میرے پاس۔ میں چن لوں گا اسے اپنی ذات کے لیے۔ پھر جب اس نے آپ سے گفتگو کی (اور مطمئن ہو گیا) تو کہا آپ آج سے ہمارے ہاں بڑے محترم (اور) قابل اعتماد (درباری) ہیں''۔

امام ابن عبدالحکم رحمہ اللہ نے فتوح مصر میں حضرت الکلبی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت عن ابن صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے پاس بادشاہ کا قاصد آیا اور کہا کہ تم قیدیوں والا لباس اتاردو اور نئے کپڑے زیب تن کرو اور بادشاہ کے پاس چلو، حضرت یوسف علیہ السلام نے تمام قیدیوں کو بلایا، اس وقت آپ کی عمر تیس سال تھی۔ جب آپ بادشاہ کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے آپ کو ایک نوجوان دیکھا۔ اس نے کہا: یہ نوجوان میرے خواب کی تعبیر جانتا ہے اور بڑے بڑے جادوگر اور کاہن نہیں جانتے۔ اس نے (یوسف) علیہ السلام کو اپنے سامنے بیٹھایا اور کہا ڈرو مت۔ سونے کا ہار پہنو اور حریر کا لباس زیب تن کرو۔ اس نے آپ کو ایک ایسی سواری عطا کی جس کی زین سونے چاندی سے مرصع تھی۔ وہ سواری بادشاہ کی سواری کی مانند تھی۔ مصر میں طبل بجایا گیا کہ یوسف (آج سے) بادشاہ کا خلیفہ ہے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہ سے اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ میں اسے اپنے لیے چن لوں گا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت زید العمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کو دیکھا تو یہ دعا کی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِخَیْرِكَ مِنْ خَیْرِهٖ وَ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ مِنْ شَرِّهٖ۔ اے اللہ میں تجھ سے تیری خیر کے واسطہ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور تیری عزت کے واسطہ سے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابومیسرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب عزیز نے یوسف علیہ السلام کی نرم مزاجی، ذہانت وفطانت اور عالی ظرفی کو دیکھا تو اس نے اپنے پاس بلایا۔ پھر وہ صبح وشام کا کھانا آپ کے ساتھ کھاتا تھا۔ جب کہ دوسرے خادموں کو قریب نہیں آنے دیتا تھا۔ اس کی عورت اور یوسف علیہ السلام کے درمیان معاملہ ہوا تھا اس کی بنا پر، اس کی بیوی نے کہا تو اپنے ملازمین سے اس کو کیوں اپنے قریب بٹھاتا ہے۔ اس کو بھی کہو کہ وہ دوسرے غلاموں کے ساتھ کھانا کھائے۔ بادشاہ نے یوسف علیہ السلام سے کہا جاؤ تم دوسرے غلاموں کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ یوسف علیہ السلام نے اسے کہا:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 8

کیا تو میرے ساتھ کھانے کی رغبت رکھتا ہے، اللہ کی قسم میں یوسف بن یعقوب نبی اللہ بن اسحق بن ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔(1)

امام سعید بن منصور، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بادشاہ نے یوسف علیہ السلام سے کہا: میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اہل کے سوا باقی تمام چیزوں میں تو میرا ساتھی اور شریک ہو اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ تو میرے ساتھ کھانا کھائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام ناراض ہوئے اور فرمایا: میں اس کا زیادہ حق دار ہوں کہ میں تیرے ساتھ کھانے کو ناپسند کروں، میں ابن ابراہیم خلیل اللہ ہوں، میں ابن اسحاق ہوں، میں ابن یعقوب نبی اللہ ہوں۔(2)

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام جس بادشاہ کے ساتھ تھے وہ مسلمان ہو گیا تھا۔(3)

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ۝

''آپ نے فرمایا مجھے مقرر کر دے زمین کے خزانوں پر بے شک میں (ان کی) حفاظت کرنے والا (اور معاشی مسائل کا) ماہر ہوں''۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے حضرت عمر نے بحرین کا عامل مقرر کیا۔ پھر آپ نے مجھے معزول کر دیا اور مجھ پر بارہ ہزار جرمانہ کیا۔ پھر بعد میں مجھے عامل بنانے کے لیے بلایا تو میں نے وہ منصب قبول کرنے سے انکار کیا۔ حضرت عمر نے پوچھا کیوں انکار کر رہے ہو؟ یوسف علیہ السلام نے عامل بننے کا سوال کیا تھا اور وہ تجھ سے بہتر تھے۔ میں نے کہا یوسف علیہ السلام نبی ابن نبی ابن نبی ابن نبی تھے اور میں ابن امیمہ ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ میں کوئی بات بغیر برداشت کے کہہ دوں اور بغیر علم کے فتویٰ دے دوں، مجھے اندیشہ ہے کہ میری پیٹھ پر مارا جائے۔ میری عزت کو تار تار کیا جائے اور میرا مال لیا جائے۔(4)

امام الخطیب رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا آپ سیر ہو کر کھانا کیوں نہیں کھاتے جب کہ زمین کے خزانے آپ کے قبضہ میں ہیں؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں سیر ہو کر کھاؤں گا تو بھوکے کو بھول جاؤں گا۔

امام وکیع (نے الغرد میں) ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کی گئی کہ آپ بھوکے رہتے ہیں جب کہ زمین کے خزانے آپ کی قدرت میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ میں سیر ہو کر کھاؤں گا تو بھوکوں کو بھول جاؤں گا۔(5)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت شیبہ بن نعامہ الضبی رحمہ اللہ سے اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو مجھے کھانا جمع کرنے پر مقرر کر دے، میں بھوک کے سالوں کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 9
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 397، دار الصمیعی الریاض
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 11
4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 378، بیروت
5۔ شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب، جلد 5، صفحہ 37، دار الکتب العلمیہ بیروت

لیے جوتو مجھے ودیعت کرے گا میں اس کی حفاظت کروں گا۔(1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اسی آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: فرعون کے طعام کے علاوہ بہت سے خزانے تھے، اس نے تمام خزانے یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیئے تھے اور قضاء کا عہدہ بھی آپ کو سونپا گیا تھا اور آپ کا فیصلہ حتمی ہوتا تھا۔(2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اِنِّیْ حَفِیْظٌ یعنی جب تو مجھے والی بنائے گا تو میں حفاظت کرنے والا ہوں گا، عَلِیْمٌ اور امور مملکت چلانے کو جاننے والا ہوں۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ یعنی میں حساب کی حفاظت کرتا ہوں اور مختلف زبانوں کو جاننے والا ہوں۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الاشجعی رحمہ اللہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔(4)

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۶

''یوں ہم نے تسلط (اور اقتدار) بخشا یوسف کو سرزمین مصر میں تا کہ رہے اس میں جہاں چاہے۔ ہم سرفراز کرتے ہیں اپنی رحمت سے جسے چاہتے ہیں اور ہم ضائع نہیں کرتے اجر عمدہ کام کرنے والوں کا''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اسی آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے انہیں مالک بنایا اس دنیا کا اس میں جو چاہیں کریں اور یہ ان کے سپرد کردی گئی تھی۔ فرمایا: اگر وہ چاہتا کہ فرعون کو ماتحت (تابع) اور یوسف کو مافوق (متبوع) کردے تو ایسا کرسکتا تھا۔(5)

امام ابن ابی حاتم نے فضیل بن عیاض سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عزیز کی بیوی راستہ پر کھڑی تھی حتی کہ یوسف علیہ السلام گزرے تو کہنے لگی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ الْعَبِيْدَ مُلُوْكًا بِطَاعَتِهٖ وَ جَعَلَ الْمُلُوْكَ عَبِيْدًا بِمَعْصِيَتِهٖ۔ یعنی شکر ہے اس ذات کا جس نے اپنی اطاعت کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہ بنایا اور بادشاہوں کو اپنی معصیت کی وجہ سے غلام بنایا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن اسحٰق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: علماء نے بیان کیا ہے کہ اطفیر ان راتوں میں ہلاک ہوا اور ملک ریان نے اس کی بیوی راعیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا، جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس گئی تو آپ نے فرمایا: کیا یہ بہتر نہیں ہے اس سے جس کا تو ارادہ کرتی تھی؟ اس نے کہا: اے صدیق! مجھے ملامت نہ کر کیونکہ میں ایک حسین وجمیل عورت تھی اور دنیا و ملک میں ناز و نعم کے ساتھ رہتی تھی اور میرا خاوند عورتوں کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 10 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 9 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 10

4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 11

پہ س نہیں جا تا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی حسن و جمال کا پیکر بنایا ہے پس (میں آپ پر فریفتہ ہوگئی) اور میرا نفس مجھ پر غالب آ گیا۔ علماء فرماتے ہیں: آپ نے اس کو معذور پایا پھر آپ نے اس سے صحبت کی تو اس کے دو بچے ہوئے۔ (1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبدالعزیز بن منبہ عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عزیز کی بیوی کی ملاقات یوسف علیہ السلام سے راستہ پر ہوئی تو اس نے کہا: شکر ہے اس خدا کا جس نے معصیت کی وجہ سے بادشاہوں کو غلام بنا دیا اور اپنی اطاعت کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ آپ نے اسے پہچان لیا۔ پھر اس سے نکاح کیا تو اسے باکرہ پایا۔ اس کا پہلا خاوند عورتوں کے قریب نہیں جاتا تھا۔

امام حکیم ترمذی نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عزیز کی بیوی کو ایک حاجت لاحق ہوئی تو اسے کہا گیا کہ تو اس ضرورت کے لیے یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو اور ان سے سوال کر، پس عزیز کی بیوی نے لوگوں سے مشورہ طلب کیا، تو لوگوں نے کہا: ایسا نہ کر ہمیں تجھ پر خطرہ ہے۔ اس نے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہوگا مجھے اس سے کوئی اندیشہ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ پس وہ عورت یوسف علیہ السلام کے پاس گئی۔ اس نے یوسف علیہ السلام کو شاہی محل میں دیکھا تو اس نے کہا شکر ہے اللہ کا جس نے غلاموں کو اپنی اطاعت کی وجہ سے بادشاہ بنایا۔ اس نے اپنے آپ پر نظر کی تو کہا شکر ہے اللہ کا جس نے اپنی معصیت کی وجہ سے بادشاہوں کو غلام بنایا، حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تمام ضروریات کا بندوست کر دیا پھر آپ نے اس سے نکاح کیا تو اسے ماکرہ (کنواری) پایا، یوسف علیہ السلام نے اسے فرمایا: کیا یہ صورت بہتر نہیں ہے اس سے جو تو چاہتی تھی۔ اس عورت نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں تیری وجہ سے چار چیزوں کے ساتھ آزمائی گئی تھی تو تمام لوگوں سے جمیل و حسین تھے اور میں اپنے زمانہ کی عورتوں میں سے خوبصورت تھی، میں باکرہ تھی جب کہ میرا خاوند نامرد تھا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے عزیز کی بیوی سے نکاح کیا تو اسے آپ نے باکرہ (کنواری) پایا اور اس کا خاوند نامرد تھا۔

امام حکیم ترمذی، ابن ابی الدنیا رحمہما اللہ نے الفرج میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ خیر طلب کرو اور اللہ کی رحمت کے جھونکوں کے سامنے آؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جھونکے چلتے ہیں، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے وہ جھونکے پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرو کہ وہ تمہاری شرمگاہوں پر پردہ ڈالے رکھے اور تمہارے خوف کو امن میں بدل دے۔ (2)

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾

''اور آخرت کا اجر (اس سے) یقیناً بہتر ہے ان کے لیے جو ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کیے رہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے الحسن سے پوچھا اے ابوسعید! اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا: اے مالک! وہ محارم سے بچتے رہے اور ان کے پیٹ کمر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 11-10 2۔ نوادر الاصول، باب فی طلب الخیر، صفحہ 223، دار صادر بیروت

سے ملے رہے، انہوں نے محارم کو ترک کیا جب کہ ان کے نفس ان کی خواہش کرتے تھے۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٨﴾

''اور (ایک روز) آنکلے برادران یوسف (علیہ السلام) اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے سو آپ نے انہیں پہچان لیا لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یوسف علیہ السلام کے بھائی جب آپ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں پہچان لیا لیکن وہ نہ پہچان سکے۔ بادشاہ کا وہ پیالہ لایا گیا جس میں وہ پانی پیتا تھا وہ آپ کے ہاتھ پر رکھ دیا گیا۔ آپ اسے ٹھوکر مارتے تو وہ بجنے لگ جاتا۔ پھر وہ ٹھوکر مارتے تو وہ بجنے لگ جاتا، یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ جام مجھے تمہارے متعلق خبر دے رہا ہے، کیا تمہارا کوئی علاتی بھائی تھا جس کا نام یوسف تھا، اس کا باپ تمہاری بنسبت اس سے زیادہ محبت کرتا تھا، تم اس کو لے کر گئے تھے اور اسے کنویں میں پھینک دیا تھا اور تم نے اپنے باپ کو خبر دی تھی کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے اور تم اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لائے تھے۔ برادران یوسف ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے اور حیران ہو گئے کہ یہ جام تو ان کے متعلق سب کچھ بتا رہا ہے، اسے کہاں سے پتہ چل گیا ہے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم نے ابی الجلد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا: تمہارا معاملہ مجھے شک میں ڈال رہا ہے، تم مجھے جاسوس لگتے ہو۔ انہوں نے کہا: اے عزیز! ہمارا باپ بوڑھا ہے اور صدیق ہے اور ہم سچے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ انبیاء کے کلام سے دلوں کو زندہ فرماتا ہے جس طرح آسمان کی بارش سے زمین کو زندہ فرماتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ میں برتن تھا۔ آپ اسے کھٹکھٹا رہے تھے۔ گویا یہ تمہارے متعلق خبر دے رہا ہے کہ تم جاسوس ہو۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت حسن سے پوچھا: کیا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا تھا۔ انہوں نے فرمایا: نہیں اللہ کی قسم! انہیں آپ نے نہیں پہچانا حتی کہ انہوں نے آپ کو اپنا تعارف کرایا۔ (2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام نے وہ پیالہ کھٹکھٹایا اور اس نے انہیں بتایا تو ایک بھائی کھڑا ہوا اور عرض کی کہ ہمارا راز فاش نہ فرمائیں۔

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْۤ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿٥٩﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 192، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 12

لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ قَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَ نَمِيْرُ اَهْلَنَا وَ نَحْفَظُ اَخَانَا وَ نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

''سو جب مہیا کر دیا ان کے لیے ان (کی رسد و خوراک) کا سامان تو فرمایا (دوبارہ آؤ) تو لے آنا میرے پاس اپنے پدری بھائی کو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں کس طرح پیمانہ پورا بھر کر دیتا ہوں اور میں کتنا بہتر مہمان نواز ہوں اور اگر تم اسے نہ لے آئے میرے پاس تو (سن لو) کوئی پیمانہ تمہارے لیے میرے پاس نہیں ہوگا اور نہ تم میرے قریب آسکو گے وہ بولے ہم ضرور مطالبہ کریں گے اس کے بھیجنے کے متعلق اس کے باپ سے اور ہم ضرور ایسا کریں گے اور آپ نے فرمایا اپنے غلاموں کو کہ (چپکے سے) رکھ دو ان کا سامان (جس کے عوض انہوں نے غلہ خریدا) ان کی خورجیوں میں تا کہ وہ اسے پہچان لیں جب وہ واپس لوٹیں اپنے گھر کے پاس، شاید وہ لوٹ کر آئیں پھر جب واپس لوٹے اپنے باپ کے پاس تو عرض کرنے لگے ہمارے پدر (بزرگوار) روک دیا گیا ہے ہم سے غلہ سو (ازرہ نوازش) بھیجیے ہمارے ساتھ ہمارے بھائی (بن یامین) کو تا کہ ہم غلہ لاسکیں اور ہم یقیناً اس کی نگہبانی کریں گے آپ نے (جواباً) فرمایا کیا میں اعتماد کروں تم پر اس کے بارے میں بجز اس کے جیسے میں نے اعتماد کیا تھا تم پر اس کے بھائی کے بارے میں اس سے قبل۔ پس اللہ تعالیٰ ہی بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ زیادہ مہربان ہے تمام مہربانی کرنے والوں سے اور جب انہوں نے کھولا اپنا سامان تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا مال انہیں واپس لوٹا دیا گیا ہے (ترغیب دینے کے لیے)۔ کہنے لگ اے ہمارے پدر (محترم) ہم اور کیا چاہتے

ہیں یہ (دیکھیے) ہمارا مال بھی لوٹا دیا گیا ہے ہماری طرف اور (اگر بن یامین ساتھ گیا تو) ہم رسد لائیں گے اپنے اہل خانہ کے لیے اور رکھوالی کریں گے اپنے بھائی کی اور ہم زیادہ لیں گے ایک اونٹ کا بوجھ۔ یہ غلہ بہت تھوڑا ہے آپ نے کہا میں ہرگز نہیں بھیجوں گا اسے تمہارے ساتھ یہاں تک کہ کرو تم میرے ساتھ وعدہ جو پختہ کیا گیا ہو اللہ کی قسم سے کہ تم ضرور لے آؤ گے میرے پاس اسے مگر یہ کہ تمہیں بے بس کر دیا جائے۔ پس جب وہ لے آئے آپ کے پاس اپنا پختہ وعدہ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو ہم گفتگو کر رہے ہیں اس پر گواہ ہے"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ پانچ سے مراد بنیامین ہے جو یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ یعنی، میں مہمان نوازی کرنے والوں میں سے بہتر ہوں۔

امام ابن جریر نے ابن جریج کے حوالہ سے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں مہمان نوازوں میں سے بہتر ہوں۔

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں مصر کے مہمان نوازوں میں سے بہتر ہوں۔ (2)

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ لفتیانہ کو لفتیتہ پڑھتے تھے۔ بِضَاعَتَهُمْ سے مراد ان کے اوراق (سکے) ہیں۔ (3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن اسحٰق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یعقوب اور آپ کے بیٹوں کا مکان عربات میں تھا جو فلسطین کی زمین میں ہے اور شام کی نچلی جانب ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ کا مکان ادلاج میں تھا۔ یہ وہ نچلی وادی کی ایک طرف کا علاقہ ہے اور اس کے ہر آدمی کے پاس بکریاں اور اونٹ تھے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت المغیرہ رحمہ اللہ کے حوالے سے حضرت عبد اللہ رحمہ اللہ کے شاگردوں سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ پڑھا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی بنیامین کو بھیجئے ہم اس کے لیے بھی ایک اونٹ غلہ لائیں گے

ابن ابی شیبہ، ابن المنذر نے مغیرہ کے واسطہ سے اصحاب عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا پڑھا ہے۔

سعید بن منصور، ابو عبید، ابن المنذر نے علقمہ سے روایت کیا ہے کہ رُدَّتْ اِلَيْنَا کو وہ راء کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ (4)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا۔ فرماتے ہیں: اور ہم کیا چاہتے ہیں ہمارے اوراق بھی واپس کر دیئے گئے ہیں اور ہمیں پورا پورا پیمانہ دیا گیا ہے۔ وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ہم ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ لائیں گے۔ (5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 13 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 12 3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 399 دار الصمیعی الریاض
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 400 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 17-16

ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر نے مجاہد سے وَ نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم گدھے کا بوجھ زیادہ لائیں گے فرماتے ہیں: یہ بھی ایک لغت ہے۔ ابوعبید فرماتے ہیں: یعنی مجاہد فرماتے ہیں بعض لغات میں خمار کو بعیر کہا جاتا ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ مگر یہ کہ تم مغلوب ہو جاؤ حتی کہ تمہیں واپسی کی طاقت نہ رہے۔(2)

وَ قَالَ يٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَ مَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَ عَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ وَ لَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

''آپ نے کہا اے میرے بچو! (شہر میں) نہ داخل ہونا ایک دروازہ سے بلکہ داخل ہونا مختلف دروازوں سے اور نہیں فائدہ پہنچا سکتا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کچھ بھی۔ نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کے لیے اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور اسی پر توکل کرنا چاہیے توکل کرنے والوں کو اور جب وہ (مصر میں) داخل ہوئے جس طرح حکم دیا تھا انہیں ان کے باپ نے۔ وہ نہیں فائدہ پہنچا سکتا تھا انہیں اللہ کی تقدیر سے کچھ بھی مگر (یہ احتیاطی تدبیر) ایک خیال تھا نفس یعقوب میں جسے انہوں نے پورا کیا۔ اور بے شک وہ صاحب علم تھے بوجہ اس کے جو ہم نے سکھایا تھا انہیں لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو بیٹوں پر نظر لگنے کا خطرہ تھا اس لیے انہوں نے علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونے کا حکم فرمایا تھا۔(3)

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر نے محمد بن کعب سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے کہ آپ کو ان پر نظر لگنے کا اندیشہ تھا۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہیں اپنے بیٹوں پر نظر کا خوف تھا۔(5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت یعقوب کو انہیں نظر لگنے کا خوف تھا۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 17 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 18 عن قتادہ 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 19 5۔ ایضاً

کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے انتہائی خوبصورت تھے۔ پس آپ کو خطرہ لاحق ہوا کہ انہیں نظر نہ لگ جائے۔(1)

امام سعید بن منصور، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے متفرق دروازوں سے جانے کا حکم اس لیے دیا کہ یوسف علیہ السلام اپنے بھائی سے خلوت میں ملاقات کر سکیں۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا فرماتے ہیں اپنے بیٹوں پر آپ کو نظر لگنے کا خوف تھا۔(3)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ۔ یعنی وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اور جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا وہ عالم نہیں ہوتا۔(4)

وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّا ذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَ مَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

”اور جب پہنچے یوسف کے پاس تو یوسف نے جگہ دی اپنے پاس اپنے بھائی کو (نیز) اسے فرمایا میں تمہارا بھائی ہوں نہ غم زدہ ہو (ان حرکتوں پر) جو یہ کیا کرتے تھے پھر جب فراہم کر دیا انہیں ان کا سامان (خوراک) تو رکھ دیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 18 2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 401، دارالصمیعی الریاض

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 20 4۔ ایضاً

(اپنا) پیالہ اپنے بھائی کی خورجی میں پھر پکارا ایک پکارنے والا اے قافلہ والو! بلاشبہ تم چور ہو (حیرت زدہ ہو کر) وہ بولے درآنحالیکہ وہ ان کی طرف متوجہ تھے کون سی چیز تم نے گم کی ہے؟ انہوں نے کہا: ہم نے گم کیا ہے بادشاہ کا پیالہ اور وہ شخص جو (ڈھونڈ) لائے گا اسے (بطور انعام) بار شتر (غلہ) دیا جائے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔ کہنے لگے خدا کی قسم! تم خوب جانتے ہو کہ ہم (یہاں) اس لیے نہیں آئے کہ فساد برپا کریں زمین میں اور نہ ہی ہم چوری پیشہ ہیں خدام (یوسف) نے کہا پھر اس کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے ثابت ہو جاؤ انہوں نے کہا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں یہ پیالہ دستیاب ہو تو وہ خود ہی اس کا بدلہ ہے۔ اسی طرح ہم سزا دیا کرتے ہیں ظالموں کو پس تلاشی لینی شروع کی ان کے سامانوں کی یوسف کے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے۔ آخر کار نکال لیا وہ پیالہ اس کے بھائی کی خورجی سے۔ یوں تدبیر کی ہم نے یوسف کے لیے نہیں رکھ سکتے تھے یوسف اپنے بھائی کو بادشاہ مصر کے قانون میں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، ہم بلند کر دیتے ہیں درجے جن کے چاہتے ہیں اور ہر صاحب علم سے برتر دوسرا صاحب علم ہوتا ہے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ سے اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ کے تحت روایت کیا ہے کہ انہوں نے بنیامین کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اپنے پاس ٹھہرایا۔ فَلَا تَبْتَىِٕسْ یعنی تو غم زدہ نہ ہو اور مایوس نہ ہو۔ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جب ان کی حاجت پوری کر دی اور انہیں کھانا ماپ کر دے دیا۔ جَعَلَ السِّقَايَةَ یعنی بادشاہ کا وہ پیالہ جس سے وہ شراب پیتا تھا وہ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ اپنے بھائی کی خورجی میں رکھ دیا۔(1)

امام ابن ابی حاتم، ابن الانباری رحمہما اللہ نے المصاحف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ السِّقَايَةَ سے مراد جام ہے اور ہر وہ چیز جس میں کوئی چیز پی جائے وہ صواع کہلاتی ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سقایہ اور صواع ایک ہی چیز ہے، اس میں حضرت یوسف علیہ السلام پانی پیتے تھے۔(2)

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری، ابوالشیخ اور ابن مندہ نے غرائب شعبہ میں، ابن مردویہ اور الضیاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے: صُوَاعَ الْمَلِكِ سے مراد وہ چاندی کا پیالہ ہے جس میں لوگ پانی پیتے ہیں۔(3)

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ سقایہ سے مراد صواع ہے اور یہ علماء کے قول کے مطابق سونے کا پیالہ ہوتا تھا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عیر سے مراد گدھوں کا قافلہ ہے۔(4)

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف والابتداء میں اور الطستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے آپ سے صُوَاعَ الْمَلِكِ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: صواع اس پیالہ کو کہتے ہیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 23-21، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 23
3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 25
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 24

جس میں پانی پیا جاتا ہے۔ نافع نے پوچھا کیا عرب اس کے معنی کو جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں، کیا تو نے الاعشیٰ کا قول نہیں سنا:

لَهُ دَرْمَكٌ فِیْ رَأْسِهٖ وَ مَشَارِبُ وَقِدْرٌ وَ طَبَّاخٌ وَصَاعٌ وَدَيْسَقٌ

امام ابن جریر، ابن المنذر، اور ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: صُوَاعَ الْمَلِكِ سے مراد وہ پیالہ ہے جس کی دونوں طرفیں ملی ہوئی ہوتی ہیں اور اس میں عجمی لوگ پانی پیتے ہیں۔(1)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ صُوَاعَ الْمَلِكِ یعنی بادشاہ کا پیالہ چاندی کا تھا۔(2)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بادشاہ کا پیالہ تانبے کا تھا۔(3)

ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ صُوَاعَ صاد کے ضمہ اور الف کے ساتھ ہے۔(4)

امام سعید بن منصور، ابن الانباری نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اسے صَاعَ الْمَلِكِ پڑھتے تھے۔(5)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت یحیٰ بن یعمر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ صُوغَ الْمَلِكِ یعنی غین کے ساتھ پڑھتے تھے فرماتے ہیں وہ سونے یا چاندی کا بنا ہوا تھا اور سقایہ میں وہ پانی پیتا تھا۔

امام ابن الانباری نے ابورجاء سے روایت کیا ہے کہ وہ عین مغیر عجمہ اور صاد مفتوحہ کے ساتھ صُوَاعَ الْمَلِكِ پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عون رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ صاد مضمومہ کے ساتھ صُوعَ الْمَلِكِ پڑھتے تھے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ صِيَاعَ الْمَلِكِ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حِمْلُ بَعِيْرٍ سے مراد گدھے کا بوجھ ہے اور یہ بھی ایک لغت ہے کہ گدھے کے لیے بَعِيْرٍ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔(6)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے حِمْلُ بَعِيْرٍ سے مراد اونٹ کا بوجھ ہے۔(7)

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ میں زَعِيْمٌ سے مراد کفیل ہے۔(8)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر، مجاہد، قتادہ اور الضحاک رحمہم اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔(9)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے زَعِيْمٌ سے مراد وہ منادی کرنے والا ہے جس نے ایتها العیر کہا تھا۔(10)

امام ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ابن عباس سے کہا کہ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس سے مراد کفیل ہے۔ اس کے متعلق فروہ بن مسیک کا قول ہے:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 25 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 26
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 25 5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 403، دار الصمیعی الریاض
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 26 7۔ ایضاً 8۔ ایضاً
9۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 27 10۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 26

اَكُوْنُ زَعِيمَكُمْ فِي كُلِّ عَامٍ بِجَيْشٍ جَحْفَلٍ نَجِبٍ لَهَامٍ

''یعنی میں تمہارا ہر سال ضامن اور کفیل ہوں لشکر جرار کے مقابلہ میں''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الربیع بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس لیے نہیں آئے کہ زمین میں نافرمانی کریں۔(1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید سے روایت کیا ہے قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ فرمایا ان کے بارے میں فیصلہ تم دے دو جو چور ہیں۔ انہوں نے کہا جس کی خورجی میں پایا گیا وہی اس کی جزاء ہے۔ یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کے دور میں یہ فیصلہ ہوتا تھا کہ جس نے چوری کی ہے وہ غلام بنالیا جائے اس کا جس کی اس نے چوری کی ہے۔(2)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت الکلبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے وہ فیصلہ بتایا جو چور کے متعلق ان کے شہر میں کیا جاتا تھا اور وہ یہ تھا کہ چوری کرنے والا غلام بنالیا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ۔ اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں یہ پیالہ دستیاب ہو وہی اس کی جزاء ہے۔(3)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ جب بھی کسی کا سامان کھولتا تھا تو اپنے اس فعل پر اللہ سے معافی مانگتا۔ حتی کہ بنیامین کا سامان باقی بچ گیا تو تلاشی لینے والے نے کہا: میں گمان نہیں کرتا کہ اس نے کوئی چیز اٹھائی ہوگی۔ سب نے کہا واقعی یہ ایسا ہے، پس اس نے اس کو سچا سمجھا۔(4)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ یعنی ہم نے یوسف کے لیے ایسا کیا کیونکہ بادشاہ کے قانون میں وہ اپنے بھائی کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے(5)۔ الضحاک فرماتے ہیں بادشاہ مصر کا قانون یہ تھا کہ جو کسی کی چوری کرتا تو اس سے چوری شدہ مال بھی لیا جاتا تھا اور اس کی مثل اس کے مال سے مزید لے کر مسروق (جس کی چوری ہو جاتی تھی) کو دیا جاتا تھا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دِيْنِ الْمَلِكِ سے مراد سلطان الملک ہے یعنی بادشاہ کی سلطنت میں۔(6)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بادشاہ کا یہ قانون نہیں تھا کہ جو چوری کرتا اسے ہی رکھ لیا جاتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے بھائی کے لیے یہ تدبیر فرمائی۔ حتی کہ گفت وشنید ہوئی تو یوسف علیہ السلام نے ان کے اپنے قول کے مطابق بنیامین کو پکڑ لیا۔ یہ بادشاہ کے قانون میں نہیں تھا۔(7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 28
2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 33
3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 219، دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 30
5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 32
6۔ ایضاً
7۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 33

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بادشاہ کے قانون میں چور کو غلام بنانا نہیں تھا۔(1)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت الکلبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بادشاہ کا قانون یہ تھا کہ جو چوری کرے اس سے چوری شدہ مال سے دوگنا جرمانہ وصول کیا جائے۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی خاطر ایسی تدبیر فرمائی۔(3)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے زید بن اسلم کو نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ کی تفسیر کرتے ہوئے سنا کہ ہم علم کے ذریعے جن کے لیے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علم کے ذریعے دنیا میں جس کا چاہتا ہے درجہ بلند فرماتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج سے نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ کے تحت روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کو علم عطا کیا گیا تھا پھر ہم نے یوسف علیہ السلام کا درجہ علم میں بلند کر دیا۔(4)

امام الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ فرماتے ہیں: ایک شخص دوسرے سے زیادہ عالم ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ ایک اور علم والا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عالم سے بلند و برتر ہے۔(5)

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم ابن عباس کے پاس بیٹھے تھے تو انہوں نے ایک حدیث بیان فرمائی پھر ایک شخص نے کہا وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ابن عباس نے فرمایا: تو نے بری بات کی ہے اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے اور وہی ہر عالم سے بلند علم والا ہے۔(6)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا، آپ نے اس کا جواب دیا۔ تو اس شخص نے کہا ایسا نہیں، اس کا جواب یہ ہے۔ حضرت علی نے فرمایا تو نے صحیح کہا ہے میں نے خطا کی ہے وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔(7)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا علم ہر عالم کے علم سے بلند ہے۔(8)

ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک سے زیادہ جاننے والا ہے۔(9)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 33-32 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 33 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 34 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 35 6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 34

7۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 35 8۔ ایضاً 9۔ ایضاً

ابن جریر اور ابوالشیخ نے الحسن سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے کہ ہر عالم سے بلند علم والا ہوتا ہے حتی کہ علم کی انتہاء اللہ تک ہوتی ہے اس سے علم کا آغاز ہوتا اور اسی کی طرف علم لوٹتا ہے، عبد اللہ کی قرأت میں فوق کل عالم علیم ہے۔ (1)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے علم میں بلند مرتبہ تھے۔

قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَ لَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ۝۷۷ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ۝۷۸ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ۝۷۹

"بھائی بولے اگر اس نے چوری کی ہے (تو کیا تعجب ہے) بے شک چوری کی تھی اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے۔ پس چھپا لیا اس بات کو یوسف نے اپنے جی میں اور نہ ظاہر کیا اسے ان پر، (جی میں) کہا تم بہت بری جگہ ہو اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم بیان کر رہے ہو وہ کہنے لگے: اے عزیز! اس کا باپ بہت بوڑھا ہے (اس کی جدائی برداشت نہ کر سکے گا) پس ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ پکڑ لیجئے بے شک ہم تجھے نیکو کاروں سے دیکھتے ہیں آپ نے کہا ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ پکڑ لیں ہم مگر اس کو جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے ورنہ ہم ظالم ہوں گے"۔

امام ابن جریر، ابن المنذر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ سے ان کی مراد یوسف علیہ السلام تھے۔ (2)

امام ابن اسحق، ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میری معلومات کے مطابق سب سے پہلی مصیبت جو یوسف علیہ السلام پر اتری وہ یہ تھی کہ ان کی پھوپھی اسحق کی اولاد میں سب سے بڑی تھی۔ اس کے پاس اسحق علیہ السلام کا منطقہ تھا اور وہ وراثت میں بڑے فرد کو دیتے تھے۔ جب یعقوب علیہ السلام کے ہاں یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے تو یوسف علیہ السلام کی پرورش ان کی پھوپھی جان نے کی۔ یوسف علیہ السلام ان کے پاس رہتے تھے۔ جتنی محبت یوسف علیہ السلام سے ان کی پھوپھی کرتی تھی اتنی شاید کسی نے کسی دوسری چیز سے نہ کی ہو۔ جب آپ نے پرورش پائی اور کچھ بڑے ہوئے تو یعقوب علیہ السلام کے دل میں آیا کہ وہ یوسف علیہ السلام کو ان سے لے آئیں۔ وہ اپنی بہن کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ اے بہن! اب یوسف میرے حوالے کر دو اللہ کی قسم! میں اب اس سے ایک لمحہ بھی جدا نہیں رہ سکتا،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 35 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 36

بہن نے کہا: اللہ کی قسم میں اس کو نہیں چھوڑوں گی۔ تم اسے کچھ دن میرے پاس رہنے دو۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے صبر کی توفیق دے دے۔ جب یعقوب علیہ السلام چلے گئے تو اس نے اسحق علیہ السلام کا منطقہ یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے باندھ دیا۔ پھر فرمایا مجھ سے اس کا منطقہ گم ہوگیا ہے۔ تلاش کرو وہ کس نے اٹھایا ہے۔ تلاشی شروع ہوئی تو یوسف کی پھوپھی نے کہا اب گھر والوں کی تلاشی لو، پس انہوں نے تلاشی لی تو وہ یوسف علیہ السلام کے جسم کے ساتھ باندھا ہوا پایا گیا۔ پھوپھی جان نے کہا: اللہ کی قسم! یہ میرے سپرد ہوگا میں جو چاہوں گی اس کے ساتھ کروں گی۔ یعقوب علیہ السلام آئے تو بہن نے یوسف کے متعلق بتایا تو یعقوب علیہ السلام نے کہا: اگر اس نے چوری کی ہے تو یہ جانے اور تم جانو، وہ تمہارے سپرد ہے میں اس کے علاوہ کچھ نہیں کرسکتا۔ پس پھوپھی جان نے آپ کو روک لیا اور یعقوب علیہ السلام ساتھ لے جانے میں کامیاب نہ ہوئے۔ حتی کہ یعقوب علیہ السلام کی بہن کا وصال ہوگیا۔ اسی واقعہ کی طرف یوسف علیہ اسلام کے بھائی اشارہ کررہے ہیں کہ اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی ہے۔(1)

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آپ نے اپنی خالہ کی سرمہ دانی چرائی تھی۔

امام ابوالشیخ نے عطیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بچپن میں دو سرمچو چوری کیے تھے جو سونے کے بنے ہوئے تھے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یوسف علیہ السلام نے اپنے نانا کا سونے اور چاندی کا بنا ہوا بت چوری کیا پھر اسے توڑ کر راستہ میں پھینک دیا۔ اسی وجہ سے بھائیوں نے آپ پر طعن کیا۔

امام ابن جریر، ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ جو مسلمان تھی انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کہا: اپنے خالو کا وہ بت چوری کرلیں جس کی وہ عبادت کرتا ہے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جس چوری کی وجہ سے بھائیوں نے آپ کو مطعون کیا وہ یہ تھی کہ آپ نے اپنے نانا کا بت چوری کیا تھا اور آپ نے اس سے خیر کا ارادہ کیا تھا۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام چھوٹے بچے تھے اور اپنی ماں کے ساتھ اپنے خالو کے پاس رہتے تھے۔ آپ بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ آپ ایک دفعہ ان کے کنیسہ (عبادت خانہ) میں داخل ہوئے، تو آپ نے دیکھا کہ وہاں چھوٹا سا سونے کا بت موجود تھا۔ آپ نے وہ اٹھالیا۔ اسی کی وجہ سے بھائیوں نے آپ پر طعن کیا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھے تھے، آپ نے کچھ کھانا اٹھالیا تھا اور اسے صدقہ کردیا تھا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو پیالہ لینے کی وجہ سے کیسے ڈرایا جب کہ آپ پہلے اسے خبر دے چکے تھے کہ وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 38-37 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 37 3۔ ایضاً

اس کے بھائی ہیں۔ تم کہتے ہو کہ یوسف علیہ السلام ان کی فریب کاریوں سے انجان ہی رہے حتی کہ وہ واپس آ گئے؟ وہب بن منبہ نے کہا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کے سامنے نسبی بھائی ہونے کا اعتراف نہیں کیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ میں تمہارے ہلاک ہونے والے بھائی کے قائم مقام ہوں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَ لَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے نفس میں چھپالیا اور ان کے سامنے ظاہر نہ کیا اس بات کو کہ تم بہت بری جگہ ہو اور اللہ جانتا ہے جو تم بیان کر رہے ہو۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تم بری جگہ ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کہہ رہے ہو۔(2)

امام عبدالرزاق نے المصنف میں حضرت شیبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام کی اپنے بھائی سے ملاقات ہوئی تو آپ نے بنیامین سے پوچھا: کیا تم نے میرے بعد نکاح کر لیا تھا؟ بنیامین نے کہا: ہاں! یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں میرے گم ہونے کا غم نہیں تھا۔ بنیامین نے کہا: تمہارے باپ یعقوب علیہ السلام نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ نکاح کرلو، شاید اللہ تعالیٰ تجھ سے اولاد پیدا فرمائے جو افسوس کا اظہار کرتے رہیں یا فرمایا: وہ زمین میں تسبیح کے ساتھ ٹھہرے رہیں۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸۰

"پھر جب وہ مایوس ہو گئے یوسف سے تو الگ جا کر سرگوشی کرنے لگے۔ ان کے بڑے بھائی نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے لیا تھا تم سے وعدہ جو پختہ کیا گیا تھا اللہ کے نام سے اور اس سے پہلے جو زیادتی یوسف کے حق میں تم کر چکے ہو (وہ بھی تمہیں یاد ہے) سو میں تو نہیں چھوڑوں گا اس زمین کو جب تک کہ اجازت نہ دیں مجھے میرے باپ یا فیصلہ فرمائے اللہ تعالیٰ میرے لیے اور وہ تمام فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن اسحٰق رحمہ اللہ سے فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب بھائی مایوس ہو گئے اور انہوں نے معاملہ میں یوسف علیہ السلام کی شدت دیکھی۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے خَلَصُوْا نَجِيًّا کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ علیحدہ ہو گئے۔(4)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد سے قَالَ كَبِيْرُهُمْ کے تحت روایت کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 39　　2۔ ایضاً　　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 41　　4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 42

ہے کہ وہ شمعون تھا جو پیچھے رہ گیا تھا۔ یہ عقل کے اعتبار سے تمام سے بلند مرتبہ تھا اور عمر کے اعتبار سے بڑا روبیل تھا۔(1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ کلام کرنے والا روبیل تھا جس نے بھائیوں کو یوسف علیہ السلام کے قتل سے منع کیا تھا اور یہ عمل میں تمام سے بڑا تھا۔(2)

ابن المنذر نے مجاہد سے اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ کے تحت روایت کیا ہے کہ میں تلوار کے ساتھ لڑوں گا حتی کہ میں قتل ہو جاؤں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں میں سے شمعون سخت تھا۔ جب اسے غصہ آتا تھا تو اس کے بال کھڑے ہو جاتے تھے اور بھول جاتا تھا اور اس کا غصہ کسی بات سے ٹھنڈا نہ ہوتا تھا۔ لیکن جب اسے آل یعقوب میں سے کوئی چھو لیتا تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔ اس نے ایک دفعہ ایک قصبہ پر حملہ کیا تھا اور تمام اہل قصبہ کو ہلاک کر دیا تھا۔ جب یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو شاہی پیالہ کے چوری کے سلسلے میں پکڑ لیا گیا تو اسے سخت غصہ آیا حتی کہ وہ بھول گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اسے چھو لے۔ پس اس کے چھونے کے ساتھ ہی اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اس نے کہا مجھے آل یعقوب میں سے کسی کا ہاتھ لگا ہے۔

اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾

”تم لوٹ جاؤ اپنے باپ کی طرف پھر (انہیں یہ) عرض کرو اے ہمارے محترم باپ! بلاشبہ آپ کے بیٹے نے چوری کی (اس لیے وہ گرفتار کر لیا گیا) اور ہم نے (آپ سے) وہی کچھ بیان کیا جس کا ہمیں علم تھا اور ہم نہیں تھے غیب کی نگہبانی کرنے والے اور (اگر آپ کو اعتبار نہ آئے تو) دریافت کیجئے بستی والوں سے جس میں ہم رہے اور (پوچھیے) اس قافلہ سے جس میں ہم آئے اور یقیناً ہم سچ عرض کر رہے ہیں آپ نے (یہ سن کر) کہا بلکہ آراستہ کر دی ہے تمہارے نفسوں نے یہ بات (میرے لیے) اب صبر ہی زیبا ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ لے آئے گا میرے پاس ان سب کو، بے شک وہ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے“۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ پڑھا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 43　　2۔ ایضاً

شخص نہیں جانتا کہ چور ہی چوری کی وجہ سے پکڑ لیا جاتا ہے مگر تمہاری بات سے ہی اسے علم ہوا ہوگا، بیٹوں نے کہا: ہم نے وہی کچھ بیان کیا جس کا ہمیں علم تھا۔ ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ چور کو چوری کی وجہ سے پکڑ لیا جاتا ہے تو ہم جانتے تھے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص ان کی گواہی لکھے۔ پھر جب ان سے گواہی طلب کی جاتی تھی تو وہ گواہی دیتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ مَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ وہ چوری کرے گا۔ (2)

ابن ابی جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ کا بیٹا چوری کرے گا۔ (3)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ مَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ انہوں نے کہا کہ ہم گمان بھی نہیں کرتے تھے کہ تمہارا بیٹا چوری کرے گا۔ (4)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَسْــٴَـلِ الْقَرْیَةَ کے تحت روایت کیا ہے کہ الْقَرْیَةَ سے مراد مصر ہے۔ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا میں ھم ضمیر کا مرجع یوسف، بنیامین اور روبیل ہے۔ (5)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ھم ضمیر کا مرجع یوسف، اس کا بھائی (بنیامین) اور ان کا بڑا بھائی ہے جو پیچھے رہ گیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام نے چوری کے سبب اپنے بھائی کو روک لیا تھا تو یعقوب علیہ السلام نے ان کی طرف یہ خط لکھا:

حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کی طرف سے یوسف عزیز فرعون کی طرف حمد وثناء کے بعد ہم اہل بیت مصیبت میں مبتلا کئے گئے ہیں۔ میرا باپ ابراہیم اللہ کی رضا کی خاطر آگ میں ڈالا گیا تو اس نے صبر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا۔ میرا باپ اسحٰق اللہ کی رضا کے لیے ذبح ہونے کے لیے پیش کیا گیا تو اس نے صبر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی جگہ ایک عظیم دنبہ فدیہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائی تھی۔ پھر اس نے یہ نعمت مجھ سے واپس لے لی۔ پس میرے غم نے میری آنکھیں ضائع کر دی ہیں اور میرا گوشت میری ہڈیوں پر خشک ہو گیا ہے، اب نہ میری رات، رات ہے اور نہ میرا دن دن ہے اور وہ قیدی جو آپ کے ہاتھ میں ہے جس پر چوری کا دعویٰ کیا گیا ہے میرے پہلے بچے کا حقیقی بھائی ہے۔ میں جب یوسف کی گمشدگی پر اظہار افسوس کرتا تو میں اپنے اس بیٹے کو قریب بلاتا پھر اس سے میرے غم اور پریشانی میں کچھ تخفیف ہو جاتی اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تو نے اسے چوری کے سبب قید کیا ہے۔ اسے چھوڑ دے، میں نے چور نہیں جنم دیا اور نہ یہ چور ہے۔ والسلام۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 45 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 46 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 47

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوالجلد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف کو بھائی نے کہا: اے عزیز! میرا ایک بھائی تھا وہ تم سے انتہائی مشابہت رکھتا تھا، وہ گویا سورج کی طرح تھا۔ یوسف علیہ السلام نے کہا: یعقوب علیہ السلام کے معبود سے سوال کر کہ وہ تیرے بچپن پر رحم کرے اور تیرا بھائی تجھے لوٹا دے۔

وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَ ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ۝

''اور پھر منہ پھیر لیا آپ نے ان کی طرف سے اور کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور سفید ہو گئیں ان کی دونوں آنکھیں غم کے باعث اور وہ اپنے غم کو ضبط کیے ہوئے تھے''۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے کئی طرق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے يٰۤاَسَفٰى سے مراد ہے (یعنی ہائے افسوس) (1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس قول کے تحت بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس قول کے تحت یا جزعاً کے الفاظ روایت کیے ہیں۔ (3)

امام ابوعبید، ابن سعید، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت یونس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب سعید بن الحسن کا وصال ہوا تو الحسن نے ان پر بہت زیادہ غم کا اظہار کیا، حضرت حسن سے اس بارے بات ہوئی تو انہوں نے فرمایا: میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام پر حزن وغم کا اظہار کرنے کی وجہ سے عیب لگایا ہو۔

امام عبد اللہ بن احمد (نے زوائد الزہد میں)، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام کی یعقوب علیہ السلام سے جدائی کی مدت اسی سال ہے اور اس عرصہ میں کبھی یعقوب علیہ السلام سے غم دور نہ ہوا، ہر وقت آپ کے رخساروں پر آنسو بہتے رہتے تھے اور ہمیشہ روتے رہتے حتی کہ آپ کی آنکھیں ضائع ہو گئیں، اللہ کی قسم! سطح زمین پر اس وقت اللہ کی بارگاہ میں یعقوب سے بڑا خلیفہ کوئی نہ تھا۔ (4)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس امت کے سوا کسی کو اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ:156) کا کلمہ عطا نہیں کیا گیا اگر کسی کو عطا کیا گیا ہوتا تو یعقوب علیہ السلام کو عطا کیا جاتا یوسف علیہ السلام پر اظہار افسوس کرتے ہوئے آپ کہتے يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ۔ (5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الاحنف بن قیس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: داؤد علیہ السلام نے کہا تھا اے میرے پروردگار! بنی اسرائیل تجھ سے ابراہیم، اسحق اور یعقوب علیہ السلام کے واسطہ سے دعا مانگتے ہیں، مجھے ان کے لیے چوتھا بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ابراہیم علیہ السلام کو میری وجہ سے آگ میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 48 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 49 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 48
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 60 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 49

ذالا گیا تو اس نے صبر کیا، ایسی تکلیف تمہیں تو نہیں پہنچی، اسحٰق علیہ السلام نے میرے سبب اپنے نفس کی قربانی پیش کی اور صبر کیا تمہیں تو ایسی تکلیف نہیں پہنچی اور یعقوب علیہ السلام سے میں نے اس کا محبوب لے لیا تھا حتیٰ کہ غم کی وجہ سے ان کی دونوں آنکھیں سفید ہوگئی تھیں اس پر انہوں نے صبر کیا اور ایسی تکلیف تجھے تو نہیں پہنچی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ كَظِيْمٌ کا معنی حزین ہے۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق نے ان سے فَهُوَ كَظِيْمٌ کا معنی پوچھا تو ابن عباس نے فرمایا المغموم۔ پھر بطور دلیل قیس بن زہیر کا یہ شعر پڑھا ہے۔

فَاِنْ اَكُ كَاظِمًا لِمُصَابِ شَاسٍ فَاِنِّي الْيَوْمَ مُنْطَلِقٌ لِسَانِيْ

"اگر میں مصیبت زدہ کی وجہ سے مغموم ہوں تو آج میں اپنی زبان کو کھولنے والا ہوں"۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ كَظِيْمٌ کا معنی غم کو ضبط کرنے والا ہے۔(1)

امام ابن المبارک، عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فَهُوَ كَظِيْمٌ کا معنی یہ ہے کہ وہ غم پر ضبط کیے ہوئے تھے۔ انہوں نے خیر کے سوا کوئی کلمہ زبان پر نہ لایا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ اپنے غم کو اپنے اندر ہی لوٹاتے رہے اور کوئی برا کلمہ نہ بولا۔(2)

ابن جریر، ابن المنذر نے عطاء الخراسانی سے روایت کیا ہے کہ فَهُوَ كَظِيْمٌ کا معنی فَهُوَ مَكْرُوْبٌ (مصیبت زدہ) ہے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے بھی كَظِيْمٌ کا معنی مکروب روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ضحاک سے كَظِيْمٌ کا معنی مغموم روایت کیا ہے۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس کا معنی مکمود روایت کیا ہے (جس کا معنی مغموم ہے)۔(5)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ كَظِيْمٌ وہ ہوتا ہے جو بات نہیں کرتا اور غم کی اس انتہا کو پہنچا ہوتا ہے کہ لوگوں سے بات تک نہیں کرتا۔(6)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت بن ابی سلیم سے روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے اسے پہچان لیا اور کہا: اے اللہ تعالیٰ کے معزز فرشتے! کیا تجھے یعقوب علیہ السلام کے متعلق بھی کوئی علم ہے؟ جبریل نے کہا: ہاں۔ یوسف نے پوچھا ان کی کیا حالت ہے؟ جبریل نے کہا: تیری جدائی کے غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہوگئی ہیں۔ یوسف نے پوچھا: ان کو کتنا غم لاحق ہوا ہے؟ جبریل نے کہا: جتنا ان ستر ماؤں کو ہوتا ہے جن کے بچے فوت ہوگئے ہوتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے پوچھا: کیا اس پر ان کے لیے کوئی اجر بھی ہے؟ جبریل نے کہا: ہاں سو شہیدوں کا اجر ہے۔(7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 49 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 50 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً
5۔ ایضاً 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 58

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت لیث رحمہ اللہ کے طریق سے ثابت بنانی سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت لیث بن ابی سلیم کے طریق سے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے بتایا گیا ہے کہ جبریل امین یوسف علیہ السلام کے پاس مصر میں انسانی شکل میں آئے۔ یوسف علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا۔ آپ اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور کہا: اے پاکیزہ خوشبو والے، اے پاکیزہ لباس والے، اے بارگاہ رب العزت کے معزز و مکرم فرشتے! کیا تجھے یعقوب علیہ السلام کے متعلق کچھ علم ہے جبریل نے کہا ہاں، یوسف نے پوچھا: وہ کیسے ہیں؟ جبریل نے کہا: ان کی آنکھیں ضائع ہو گئی ہیں، یوسف نے پوچھا: ان کی آنکھیں کس وجہ سے ضائع ہوئی ہیں؟ جبریل نے کہا: تیری جدائی کے غم کی وجہ سے۔ یوسف نے پوچھا: اس پر انہیں کیا اجر ملے گا؟ جبریل نے کہا: ستر شہداء کا اجر ملے گا۔ (1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن ابی جعفر سے روایت کیا ہے: جبریل امین یوسف علیہ السلام کے پاس قید خانہ میں گئے تو یوسف علیہ السلام نے ان سے پوچھا: اے جبریل! میرے باپ کو کتنا غم لاحق ہوا ہے؟ جبریل نے کہا: ایسی ستر عورتوں کا غم جن کے بچے فوت ہو گئے ہوں۔ پوچھا: ان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر کیا ہے؟ فرمایا سو شہیدوں کا اجر ہے۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت خلف بن حوشب رحمہ اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب جبریل امین قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر آئے تو جبریل نے پوچھا: اے صدیق! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ یوسف علیہ السلام نے کہا: میں ایسی پاکیزہ صورت دیکھ رہا ہوں، پاکیزہ خوشبو محسوس کر رہا ہوں جو خطا کاروں کی خوشبو کے مشابہ نہیں ہے۔ جبریل نے کہا: میں رسول رب العالمین ہوں، میں الروح الامین ہوں۔ یوسف علیہ السلام نے پوچھا: تجھے اس مجرموں کے مدخل میں کس نے داخل کیا ہے؟ تو تو پاکیزہ لوگوں میں سے پاکیزہ ترین ہے، تو تو مقربین کا سردار ہے رب العالمین کا امین ہے۔ جبریل نے کہا: اے یوسف! تجھے علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ گھروں کو انبیائے کرام کی پاکیزگی کی وجہ سے پاک فرماتا ہے اور وہ زمین جس میں تم داخل ہوتے ہو وہ پاکیزہ ترین زمین ہوتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے قید خانہ اور اس کے ماحول کو سب پاکیزہ لوگوں میں سے پاکیزہ ترین اور پاکیزہ لوگوں کے بیٹے کے ذریعے پاک کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی طہارت اور آپ کے صالح اور مخلص آباء کی طہارت کی وجہ سے پاک کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے کہا: تو مجھے صدیقین کے اسماء کے ساتھ کیسے یاد کرتا ہے اور تو مجھے مخلصین میں کیسے شمار کر رہا ہے جب کہ میں مجرموں کی جگہ میں داخل ہوں اور میں ضالین اور مفسدین کا نام دیا گیا ہوں؟ جبریل نے کہا: آپ کا دل غم سے دوچار نہیں ہوا اور نہ آپ کی حریت غلامی سے گدلی ہوئی ہے اور نہ تو نے اپنے رب کی نافرمانی میں اپنی مالکن کی اطاعت کی تھی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرا نام صدیقین کے نام کے ساتھ رکھا ہے اور تجھے تیرے صالح بزرگوں کے ساتھ ملا دیا ہے، یوسف علیہ السلام نے پوچھا: کیا تجھے یعقوب کے بارے کچھ علم ہے؟ جبریل نے کہا: ہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر جمیل کی توفیق بخشی ہے اور انہیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 58 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 59

غم میں مبتلا کیا تو وہ اپنے غم پر ضبط کیے ہوئے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے پوچھا: ان کے غم کی حد کیا ہے؟ جبریل نے کہا: ستر ایسی عورتیں جن کے بچے فوت ہو گئے ہوں، یوسف نے پوچھا: انہیں اجر کیا ملے گا؟ جبریل نے کہا: سو شہیدوں کا۔(1)

امام ابن جریر نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جبریل امین قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کے پاس آئے، سلام عرض کیا، تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اے بارگاہ رب کے مکرم فرشتے! اے پاک خوشبو والے! اے طاہر لباس والے! کیا تجھے یعقوب علیہ السلام کے متعلق کچھ علم ہے؟ جبریل نے کہا: ہاں، یوسف علیہ السلام نے پوچھا ان کا غم کتنا شدید ہے اور انہیں اس پر اجر کتنا ملے گا۔ جبریل نے کہا: ان کا غم ستر ایسی عورتوں کے غم کے برابر ہے جن کی اولاد فوت ہو گئی ہو۔ یوسف علیہ السلام نے پوچھا: کیا میری ان سے ملاقات ہوگی؟ جبریل نے کہا ہاں۔ اس سے یوسف علیہ السلام خوش ہوئے۔(2)

امام ابن جریر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے کا کتنا غم تھا؟ فرمایا: جتنا ستر ایسی عورتوں کو ہوتا ہے جن کے بچے فوت ہو گئے ہوں۔ پوچھا گیا: ان کا اجر کتنا ہے؟ فرمایا: سو شہیدوں کا۔ انہوں نے دن یا رات میں کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کے متعلق برا گمان نہ کیا۔(3)

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۞ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۞

"بیٹوں نے عرض کی بخدا آپ ہر وقت یاد کرتے رہتے ہیں یوسف کو کہیں بگڑ نہ جائے آپ کی صحت یا آپ ہلاک نہ ہو جائیں آپ نے فرمایا: میں تو شکوہ کر رہا ہوں اپنی مصیبت اور اپنے دکھوں کا خدا کی بارگاہ میں اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہتے ہیں(4) حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا فرمایا غم و اندوہ کی وجہ سے جو مرض لگ جاتی ہے اسے حرض کہتے ہیں اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ یا آپ مرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے مجاہد سے یہ معنی روایت کیا ہے کہ آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہتے ہیں اور اس کی محبت تمہارے دل سے کمزور نہیں ہوتی حتی کہ آپ بوڑھے ہو جائیں گے یا وصال کر جائیں گے۔(5)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الحرض کا معنی پرانی اور بوسیدہ چیز اور الْهٰلِكِيْنَ سے مراد المیتین (مرنے والے) ہیں۔(6)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 59　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 60　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 57
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 51　5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 55-51　6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 56-55

امام ابن الانباری اور الطستی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے تَفْتَؤُاتَذْكُرُيُوْسُفَ کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا: آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ نافع نے پوچھا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔

لَعَمْرُكَ لَا تَفْتَأُ تَذْكُرُ خَالِداً　　وَقَدْ غَالَهُ مَاغَالَ تُبَعُ مِنْ قَبْلُ

''میری عمر کی قسم! تو خالد کو ہمیشہ یاد کرتا ہے حالانکہ اس نے ایسا ہی دھوکہ کیا ہے جیسے اس سے پہلے تبع نے دھوکا کیا تھا''۔

پھر حَتّٰی تَكُوْنَ حَرَضًا کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: شدت درد کی وجہ سے ہلاکت کے قریب ہونا، نافع نے پوچھا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں، کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

اَمِنْ ذِكْرِ لَيْلَى اَنْ نَاَتْ قَرِيْبَهَا　　كَاَنَّكَ حَمٌ لِلَا طِبَّاءِ مُحْرِضُ

امام ابن جریر نے طلحہ بن مصرف الایامی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تین چیزوں کا ذکر نہ کر اور ان کے ذکر سے اجتناب کر۔ اپنی مرض کا شکوہ نہ کر اپنی مصیبت کا شکوہ نہ کر اور اپنی خود تعریف نہ کر۔ فرماتے ہیں: مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے پاس ان کا پڑوسی گیا تو اس نے کہا: اے یعقوب کیا وجہ ہے کہ میں تجھے نحیف و کمزور دیکھ رہا ہوں حالانکہ آپ ابھی تک اپنے باپ کی عمر کو نہیں پہنچے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میری یہ کیفیت اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یوسف علیہ السلام کے غم کی وجہ سے آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے یعقوب! تو میری شکایت میری مخلوق کے پاس کرتا ہے۔ حضرت یعقوب نے عرض کی: اے میرے پروردگار! مجھ سے غلطی ہوئی ہے مجھے معاف فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کر دیا ہے۔ اس کے بعد جب بھی آپ سے پوچھا جاتا تو آپ کہتے اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ میں تو اپنی مصیبت اور دکھوں کا شکوہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتا ہوں۔ (1)

امام عبد الرزاق، ابن جریر نے مسلم بن یسار سے روایت کیا ہے اور وہ اس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔ فرمایا: جس نے مصیبت کا شکوہ کیا اس نے صبر نہیں کیا پھر یہ آیات تلاوت فرمائی اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ۔ (2)

امام ابن عدی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی کے خزانوں میں سے ہے صدقہ کا چھپانا، مصائب اور امراض کو چھپانا اور جس نے دکھ کا اظہار کیا اس نے صبر نہیں کیا۔ (3)

بیہقی نے ایک اور طریق سے علاء بن عبد الرحمٰن بن یعقوب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی کے خزانوں میں سے ہے صدقہ کا چھپا کر دینا، مصیبت کا چھپائے رکھنا اور مرض کو پوشیدہ رکھنا۔ (4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا پر غم کرتے ہوئے صبح کی۔ اس نے اپنے رب پر ناراض ہوتے ہوئے صبح کی۔ اور جس نے اپنے اوپر نازل شدہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 58　　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 60

3۔ شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، جلد 7، صفحہ 215، دار الکتب العلمیہ بیروت　　4۔ ایضاً

مصیبت کا شکوہ کرتے ہوئے صبح کی وہ اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے والا ہے، جو شخص کسی مال دار کے سامنے اس لیے جھکا تا کہ اس سے دنیا حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کے دوثلث ضائع فرما دیتا ہے اور جسے قرآن کی نعمت عطا کی گئی اور پھر دوزخ میں داخل ہوا تو اللہ نے اسے محروم کر دیا۔(1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ایسی روایت نقل کی ہے اور اسے ضعیف کہا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تین چیزیں سارے معاملے کی اصل ہیں: تو اپنی مصیبت کی شکایت نہ کر، اپنی تکلیف کو بیان نہ کر اور اپنی زبان سے اپنی تعریف نہ کر۔(2)

احمد نے الزہد میں اور بیہقی نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے تورات میں یہ چار سطور اکٹھی لکھی ہوئی پائی ہیں: جو اپنی مصیبت کی شکایت کرتا ہے اپنے رب کا شکوہ کرتا ہے، جو کسی غنی کے لیے جھکتا ہے اس کے دین کا دوثلث ضائع ہو جاتا ہے اور جو اس چیز پر پریشان ہوا جو کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے وہ اپنے رب کے فیصلہ سے ناراض ہوتا ہے، جو کتاب اللہ کو پڑھتا ہے اور پھر یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ اسے معاف نہیں کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے استہزاء کرتا ہے۔(3)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو کسی مصیبت میں گرفتار ہو پھر تین دن اس کا اظہار نہ کرے اور کسی کے سامنے شکایت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے پر رحمت فرماتا ہے۔(4)

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد (الزہد میں) ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے بڑھاپے کی وجہ سے ان کے ابرو آنکھوں پر چھا گئے تھے، وہ انہیں کپڑے کے ساتھ اوپر اٹھائے رکھتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کی یہ کیفیت کیوں ہے؟ فرمایا زمانے کی طوالت اور غموں کی کثرت کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے یعقوب! کیا تو میری شکایت کرتا ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے عرض کی: یارب! مجھ سے یہ خطا ہوئی ہے مجھے معاف فرما دے۔(5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت نصر بن عربی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ یعقوب علیہ السلام پر جب یوسف علیہ السلام کی جدائی کا غم طویل ہو گیا اور آپ کی آنکھیں غم کی وجہ سے ضائع ہو گئیں تو بیمار پرسی کرنے والے آپ کے پاس آتے اور کہتے: السلام علیک یا نبی اللہ! تم کیسے ہو؟ آپ فرماتے: بوڑھا آدمی ہوں، آنکھیں ختم ہو چکی ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: اے یعقوب! تو نے میری اپنے تیمارداروں کے سامنے شکایت کی ہے؟ عرض کی: اے میرے پروردگار! مجھ سے یہ خطا ہوئی ہے، آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا۔ اس کے بعد آپ ہمیشہ یہی کہتے تھے اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ میں اپنے دکھوں اور حزن کا شکوہ اللہ کی بارگاہ میں کرتا ہوں۔

1۔ شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، جلد 7، صفحہ 213، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ کتاب الزہد، باب زہد ابی الدرداء، صفحہ 178، بیروت

3۔ ایضاً، باب زہد یوسف علیہ السلام، صفحہ 108

4۔ شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، جلد 7، صفحہ 215

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 58

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بَثِّيْ کا معنی هَمِّي (غم) روایت کیا ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم، ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے بَثِّيْ کا معنی حاجتی روایت کیا ہے(2)۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کے تحت یہ بھی روایت کیا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ یوسف علیہ السلام کا خواب سچا تھا اور میں اس کو سجدہ کروں گا۔(3)

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن سعد، ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن شداد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر کے رونے کی آواز سنی جب کہ صبح کی نماز میں میں آخری صف کے اندر تھا۔ آپ یہ آیات پڑھ رہے تھے اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ۔(4)

امام عبدالرزاق اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت علقمہ بن ابی وقاص رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی تو انہوں نے سورۂ یوسف تلاوت فرمائی۔ جب آپ یوسف علیہ السلام کے ذکر پر پہنچے تو رونے لگے حتی کہ میں نے ان کے رونے کی آواز سنی جب کہ میں آخری صف میں تھا۔(5)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بتایا گیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام پر جب بھی کوئی سخت مصیبت نازل ہوئی تو آپ نے مصیبت کے بعد اللہ تعالیٰ پر اچھا گمان کیا۔(6)

امام ابن المنذر نے عبدالرزاق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے عرض کی یا رب تو نے میرا بچہ بھی لے لیا، تو نے میری آنکھیں بھی لے لیں! ارشاد فرمایا بلی (کیوں نہیں) لیکن میری عزت اور میرے جلال کی قسم! میں تجھ پر رحم کروں گا اور تیری بینائی اور تیرا بچہ تجھ پر لوٹا دوں گا۔ میں نے تجھے اس مصیبت سے آزمایا ہے۔ کیونکہ تو نے ایک اونٹ ذبح کیا تھا پھر اسے بھونا تھا۔ تیرے پڑوسی نے اس کی خوشبو محسوس کی تھی لیکن تو نے اسے وہ پیش نہیں کیا تھا۔

امام اسحٰق بن راہویہ نے اپنی تفسیر میں اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الفرج بعد الشدۃ میں، ابن حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، ابوالشیخ، الحاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یعقوب علیہ السلام کا ایک منہ بولا بھائی تھا۔ اس نے ایک دن آپ سے کہا: اے یعقوب، کس چیز نے تیری آنکھیں ضائع کر دی ہیں؟ اور کس چیز نے تیری کمر دوہری کر دی ہے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: یوسف پر رونے کی وجہ سے میری آنکھیں ضائع ہو گئی ہیں اور بنیامین کی جدائی کے غم نے میری کمر ٹیڑھی کر دی ہے۔ اس وقت جبریل امین آئے اور کہا: اے یعقوب! اللہ تعالیٰ تمہیں سلام دیتا ہے اور کہتا ہے تجھے حیا نہیں آتی کہ تو میرا شکوہ غیروں کے پاس کرتا ہے؟ یعقوب علیہ السلام نے کہا اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ۔ ”میں اپنے دکھ اور درد کا اظہار اللہ تعالیٰ کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 56
2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 57
3۔ ایضاً
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 405، دار الصمیعی الریاض
5۔ مصنف عبدالرزاق، باب القراءہ فی العشاء، جلد 2، صفحہ 111، بیروت
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 57

بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔ جبریل نے کہا: اے یعقوب! اللہ تعالیٰ تیرے شکوہ وشکایت کو جانتا ہے پھر یعقوب علیہ السلام نے کہا: کیا تو بوڑھے آدمی پر رحم نہیں کرتا تو نے اس کی آنکھیں سلب کر لی ہیں اور میری پیٹھ دوہری کر دی ہے، میرے دونوں پھول مجھ پر لوٹا دے تاکہ میں موت سے پہلے انہیں سونگھ لوں، پھر تو جو چاہے میرے ساتھ کر۔ جبریل امین پھر آپ کے پاس آئے اور کہا: اے یعقوب! اللہ تعالیٰ تمہیں سلام کہتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ تو خوش ہو اور تیرا دل مسرور ہو میری عزت کی قسم! اگر تیرے دونوں بیٹے مر بھی چکے ہوتے تو میں انہیں زندہ کر دیتا، پس تو مساکین کے لیے کھانا تیار کر کیونکہ میرے محبوب بندے انبیاء اور مساکین ہیں۔ تجھے معلوم ہے میں نے تیری آنکھیں کیوں سلب کی ہیں اور تیری پیٹھ کیوں دوہری کی ہے اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کے ساتھ جو کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے ایک بکری ذبح کی تھی پھر تمہارے پاس ایک روزہ دار مسکین آیا تھا تو تم نے اسے اس گوشت سے کچھ نہ دیا تھا۔ پھر یعقوب علیہ السلام جب صبح کا کھانا کھانے لگتے تو ندا دینے والے کو حکم دیتے کہ وہ یہ ندا لگائے جو مسکین صبح کا کھانا کھانا چاہتا ہو وہ یعقوب کے ساتھ کھانا کھائے اور جب روزے سے ہوتے تو ندا کرواتے کہ جو مساکین میں سے روزہ دار ہو اسے یعقوب کے ساتھ افطار کرنا چاہیے۔(1)

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَ لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۷

"اے میرے بیٹو! جاؤ اور سراغ لگاؤ یوسف کا اور اس کے بھائی کا اور مایوس نہ ہو جاؤ رحمت الٰہی سے بلاشبہ مایوس نہیں ہوتے رحمت الٰہی سے مگر کافر لوگ"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت نصر بن عربی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو چوبیس سال تک معلوم نہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں یا مردہ ہیں حتیٰ کہ آپ کے پاس ملک الموت آئے تو آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ ملک الموت نے کہا: میں موت کا فرشتہ ہوں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: میں تجھے یعقوب کے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تو نے یوسف علیہ السلام کی روح قبض کر لی ہے؟ ملک الموت نے کہا: نہیں۔ اس وقت آپ نے یہ کہا: يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا الخ۔ پس برادران یوسف مصر کی طرف نکلے۔ جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے انتہائی نرم گفتگو کی: کہنے لگے: اے عزیز! پہنچی ہے ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو مصیبت۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں روح اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔(3)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشادگی سے مایوس نہ ہو جاؤ، اس نے تم سے وہ غم دور کیا جس میں تم گرفتار تھے۔(4)

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 379، بیروت　　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 61　　3۔ ایضاً　　4۔ ایضاً

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

''پھر جب وہ گئے (یوسف علیہ السلام) کے پاس تو انہوں نے عرض کی: اے عزیز! پہنچی ہے ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو مصیبت اور (اس مرتبہ) ہم لے آئے ہیں حقیری پونجی۔ پس پورا ناپ کر دیں ہمیں پیمانہ اور (اس کے علاوہ) ہم پر خیرات بھی کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیک بدلہ دیتا ہے خیرات کرنے والوں کو''۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں الضُّرُّ سے مراد معاشی تنگ دستی ہے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ سے مراد کھوٹے سکے ہیں۔(1)

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ کا مطلب پرانا مال، پرانی رسیاں، بورے وغیرہ لیا ہے۔(2)

امام ابوعبید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ سے مراد کھوٹے ردی سکے ہیں جو خرچ نہیں کیے جاتے حتیٰ کہ پھینک دیئے جاتے ہیں۔(3)

سعید بن منصور، ابن المنذر، ابوالشیخ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ سے مراد کھوٹے دراہم ہیں۔(4)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ سے مراد کھوٹے دراہم ہیں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر اور عکرمہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں: ایک نے اس کا معنی ناقصہ اور دوسرے نے فلوس ردیہ کیا ہے۔(5)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن الحارث رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد دیہاتیوں کا سامان ہے مثلاً اون اور گھی۔(6)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابوصالح سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد حبۃ الخضراء، صنوبر اور روئی ہے۔(7)

امام عبد الرزاق اور ابن المنذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اونٹنیاں اور کمزور گائیں ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت ضحاک سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد کھوٹے سکے ہیں۔(8)

امام ابن النجار رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد کم آمدنی والے کا ستو ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 63 | 2۔ ایضاً | 3۔ ایضاً

4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 406، دار الصمیعی الریاض | 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 63 | 6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 64

7۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 63 | 8۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 65

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پیمائش کرنے والے کی اجرت کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ مشتری (خریدنے والا) سے لی جائے گی؟ مالک نے فرمایا: میرے دل میں جو درست بات آئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ بائع پر ہے کیونکہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا تھا: فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَا، تو کیل کر کے دینے والے یوسف علیہ السلام تھے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ان سے پوچھا گیا کیا نبی کریم ﷺ سے پہلے انبیاء کرام میں سے کسی پر صدقہ حرام کیا گیا تھا؟ سفیان نے فرمایا: کیا تم نے یہ ارشاد نہیں سنا فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ۔(1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: انبیاء کرام صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ چونکہ ان کے دراہم کھوٹے تھے جو لوگوں میں مروج نہ تھے تو انہوں نے یوسف علیہ السلام سے عرض کی: ہم سے درگزر کرو اور ہمارے دراہم کھوٹا ہونے کی وجہ سے قیمت کے اعتبار سے کم نہ سمجھو۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تَصَدَّقْ عَلَیْنَا کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا بھائی ہمیں واپس کردے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کی کہ مجھ پر صدقہ کیجئے اللہ تعالیٰ آپ پر جنت صدقہ کرے گا۔ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: تجھ پر افسوس! اللہ تعالیٰ صدقہ نہیں کرتا بلکہ وہ صدقہ کرنے والوں کو جزاء دیتا ہے۔

امام ابوعبید اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا: کیا یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص اپنی دعا میں کہے: اے اللہ! مجھ پر صدقہ فرما؟ مجاہد نے فرمایا: ہاں مکروہ ہے، صدقہ تو وہ کرتا ہے جسے ثواب مطلوب ہوتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ثابت البنانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یعقوب کے بیٹوں سے کہا گیا: مصر میں ایک شخص ہے جو مسکین کو کھانا کھلاتا ہے اور یتیم کو جھولی بھر کر دیتا ہے۔ برادران یوسف نے کہا: وہ ہمارے اہل بیت سے ہوسکتا ہے۔ پس جب انہوں نے دیکھا تو وہ یوسف بن یعقوب تھے۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَ اَخِیْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِیْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۰﴾

”آپ نے پوچھا کیا تمہیں علم ہے جو سلوک تم نے کیا یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ جب تم نادان تھے؟

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 66 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 67

(سراپا حیرت بن کر) کہنے لگے کیا (سچ مچ) آپ ہی یوسف ہیں؟ فرمایا (ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ بڑا کرم فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر۔ یقیناً جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے (وہ آخر کار کامیاب ہوتا ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا"۔

امام ابوالشیخ نے الاعمش سے روایت کیا ہے یحییٰ بن وثاب نے ایک ہمزہ کے ساتھ اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ پڑھا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبداللہ کی قرأت اس طرح تھی اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَا اَخِيْ يَعْنِيْ بَنِيْ وَ بَيْنَهٗ قُرْبٰى قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ کے تحت روایت کیا ہے کہ جو زنا سے بچے اور کنوارہ رہنے پر صبر کرے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الربیع بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پہلی کتاب میں لکھا ہوا تھا کہ حاسد حسد سے سوائے اپنے نفس کے کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا وہ حسد کی وجہ سے نقصان دینے والا نہیں ہے اور حاسد کا حسد اس میں ہی کمی کرتا ہے۔ اور جس سے حسد کیا گیا ہو جب وہ صبر کرتا ہے تو اللہ اسے اس کے صبر کی وجہ سے نجات دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾

"بھائیوں نے کہا: خدا کی قسم! بزرگی دی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر اور بے شک ہم ہی خطا کار تھے"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: یہ کلام انہوں نے اس وقت کیا جب یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنا تعارف کرایا وہ ایک حلیم الطبع شخص سے ملے جس نے اپنے کسی دردوالم کا اظہار نہیں کیا تھا اور نہ انہیں ان کے اعمال پر سرزنش کی تھی۔ (1)

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ٘ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾

"آپ نے فرمایا نہیں کوئی گرفت تم پر آج کے دن۔ معاف فرمادے اللہ تعالیٰ تمہارے (قصوروں) کو اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے لے جاؤ میرا یہ پیرہن، پس ڈالو اسے میرے باپ کے چہرے پر وہ بینا ہو جائیں گے اور (جا کر) لے آؤ میرے پاس اپنے سب اہل وعیال کو"۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَا تَثْرِيْبَ کا مطلب ہے آج تمہیں کوئی عار نہیں دلائی جائے گی، ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے اس کا معنی لَا اِبَاءَ (کوئی انکار نہیں) روایت کیا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 69

امام ابوالشیخ نے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تھا تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم کیا کہتے ہو؟ تم کیا گمان کرتے ہو؟ تمام لوگوں نے کہا: تو کریم چچا کا بیٹا ہے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج تم پر کوئی گرفت نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے قصوروں کو معاف فرمائے۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو آپ ﷺ منبر پر چڑھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا: اے اہل مکہ تم کیا گمان کرتے ہو؟ تم کیا کہتے ہو؟ سب نے کہا ہم بہتر گمان کرتے ہیں اور بہتر کہتے ہیں تو کریم چچا کا بیٹا ہے تجھے قدرت دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تو وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے کہا تھا: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ، الخ۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو بیت اللہ شریف کا طواف کیا پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر کعبہ کے پاس آئے، دروازے کی دونوں طرف کو پکڑ کر فرمایا: تم کیا کہتے ہو اور تم کیا گمان کرتے ہو؟ سب نے کہا: تو ہمارے بھائی کا بیٹا ہے اور حلیم و رحیم چچا کا بیٹا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے کہا تھا: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ، الخ۔ پس لوگ اس طرح نکلے جیسے قبروں سے اٹھے ہیں پھر وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (3)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حاجات کا طلب کرنا نوجوان سے آسان ہوتا ہے جب کہ بوڑھوں سے طلب کرنا مشکل ہوتا ہے، کیا تم نے یوسف علیہ السلام کا یہ قول نہیں پڑھا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اور یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ''عنقریب میں مغفرت طلب کروں گا تمہارے لیے اپنے رب سے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو عمران الجونی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! ہم نے یوسف علیہ السلام کے عفو و کرم جیسا عفو و کرم کبھی نہیں سنا۔

امام حکیم ترمذی اور ابوالشیخ نے حضرت وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو معاملہ درپیش آیا اس کی بابت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو خط لکھا جب کہ آپ جانتے نہ تھے کہ وہ یوسف کو خط لکھ رہے ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم کی طرف سے آل فرعون کے عزیز کی طرف۔ تم پر سلام ہو۔ میں تعریف کرتا ہوں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ حمد و ثناء کے بعد! ہم اہل بیت ہیں اسباب بلاء نے ہمیں گھیر لیا ہے میرا دادا ابراہیم خلیل اللہ جسے اللہ کی طاعت میں آگ کے اندر پھینکا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی کر دی اور اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کو حکم دیا تھا کہ وہ میرے دادا کو ذبح کرے پھر اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نے فدیہ دیا

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب خطبۃ النبی ﷺ بمکہ عام الفتح، جلد 5، صفحہ 86، بیروت

2۔ ایضاً، باب ما قالت الانصار حین امن رسول اللہ ﷺ اہل مکۃ بما اشترط، جلد 5، صفحہ 58

اور میرا ایک بیٹا تھا جو مجھے تمام بیٹوں سے زیادہ محبوب تھا، وہ مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ اس پر اظہار افسوس کرتے کرتے میری آنکھوں کا نور ختم ہو گیا ہے اور اس کا ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ جب میں اس کو اپنے سینے سے لگاتا تھا تو مجھ سے میرا غم دور ہو جاتا تھا۔ پس میرا وہ دوسرا بیٹا چوری کے الزام میں محبوس ہے۔ میں تجھے بتاتا ہوں کہ نہ میں نے کبھی چوری کی ہے اور نہ میں نے چور جنم دیا ہے۔ جب یوسف علیہ السلام نے خط پڑھا تو رونے لگے اور چیخنے لگے۔ فرمایا اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا، الخ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے تحت فرمایا ہے کہ نمرود نے جب ابراہیم کو آگ میں ڈالا تو جبریل امین جنت سے ایک قمیص اور جائے نماز لائے۔ وہ قمیص جبریل نے ابراہیم کو پہنا دی اور جائے نماز پر بیٹھا دیا اور جبریل خود ان کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کی طرف وحی فرمائی كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ (انبیاء) اگر اللہ تعالیٰ سَلٰمًا نہ فرماتا تو آگ اتنی ٹھنڈی ہو جاتی کہ آپ کو ٹھنڈک کی وجہ سے تکلیف ہوتی اور سردی انہیں قتل کر دیتی۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا خیر البشر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لقب یوسف صدیق اللہ بن یعقوب اسرائیل اللہ بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ کا ہے، اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو جنتی کپڑا پہنایا۔ پھر وہ قمیص ابراہیم نے اسحق کو پہنائی، اسحاق نے وہ یعقوب کو پہنائی پھر یعقوب علیہ السلام نے اسے ایک لوہے کی ڈبیہ میں بند کر کے یوسف علیہ السلام کی گردن میں لٹکا دی۔ اگر یوسف کے بھائیوں کو اس کا علم ہوتا تو کنویں میں پھینکتے وقت وہ قمیص اتار لیتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس واپس بھیجنے کا ارادہ کیا تو بشارت دینے والے کو حکم دیا کہ وہ آٹھ مراحل کی مسافت سے انہیں خوشخبری سنائے۔ یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس کی تعبیر کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے آٹھ مراحل کی مسافت سے یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو محسوس کر لی اور کہا اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ (یوسف) جب وہ قمیص ان کے چہرے پر ڈالی گئی تو آپ بینا ہو گئے، جنت کی کوئی چیز بھی کسی مصیبت زدہ پر پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے شفا بخشتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مطلب بن عبد اللہ بن حنطب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کی قمیص پہنائی۔ پھر ابراہیم نے وہ اسحاق کو پہنائی، اسحاق نے یعقوب کو پہنائی، یعقوب نے یوسف کو پہنائی آپ نے اسے لپیٹ کر ایک چاندی کی ڈبیہ میں رکھ دیا، پھر اسے اپنی گردن میں لٹکا لیا وہ قمیص آپ کی گردن میں تھی جب آپ کو کنویں میں ڈالا گیا، جب آپ کو قید کیا گیا اور جب آپ کے بھائی آپ کے پاس داخل ہوئے۔ آپ نے وہ قمیص اس ڈبیہ سے نکالی اور فرمایا اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا، الخ۔ یعقوب علیہ السلام نے جنت کی خوشبو محسوس کر لی جب کہ آپ کنعان کے علاقہ میں تھے، فرمایا اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آپ نے اپنے اہل و عیال کو بلایا وہ مصر میں پہنچے تو وہ ترانوے افراد تھے۔ ان کے مرد انبیاء تھے اور ان کی عورتیں صدیقات تھیں، اللہ کی

قسم!وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تو وہ چھ لاکھ ستر ہزار کی تعداد کو پہنچ چکے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الربیع بن انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یعقوب علیہ السلام مصر میں یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ کے ساتھ آپ کی اولاد میں بہتر افراد تھے اور جب وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تھے وہ چھ لاکھ تھے۔

وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ﴿۹۴﴾قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ﴿۹۵﴾

''اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا (تو ادھر کنعان میں) ان کے باپ نے فرمایا کہ میں تو یوسف کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اگر تم مجھے بے وقوف خیال نہ کرو گھر والوں نے کہا بخدا! (باباجی!) آپ اپنی اس پرانی محبت میں مبتلا ہیں''۔

امام عبد الرزاق، الفریابی، احمد (فی الزہد) ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ جب قافلہ نکلا اور ہوا چلی تو یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو محسوس ہوئی۔ آپ نے فرمایا: میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اگر تم مجھے بے وقوف خیال نہ کرو۔ ابن عباس فرماتے ہیں: حضرت یعقوب علیہ السلام نے آٹھ دنوں کی مسافت سے خوشبو سونگھ لی۔(1)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے دس دنوں کی مسافت سے خوشبو سونگھ لی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے جب پوچھا گیا کہ یعقوب علیہ السلام نے کتنی مسافت سے یوسف علیہ السلام کی قمیص سونگھ لی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: اسی فرسخ کی مسافت سے آپ نے یہ خوشبو سونگھ لی تھی۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مہینہ کی مسافت سے یعقوب علیہ السلام نے یوسف کی قمیص کی خوشبو سونگھ لی تھی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سات دن کی مسافت سے یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی خوشبو سونگھ لی تھی۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے لَوْ لَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ کے تحت تَجْهَلُوْنِ کا معنی روایت کیا ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے تُكَذِّبُوْنِ ''تم مجھے جھوٹا نہ خیال کرو'' کا معنی بھی روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس کا معنی یہ روایت کیا ہے کہ تم مجھے بوڑھا خیال نہ کرو، تم کہو کہ اس کی عقل ضائع ہوگئی ہے۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 71، داراحیاء التراث العربی، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 73

3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 75-74

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: المفند وہ ہوتا ہے جس کی عقل نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں وہ بے عقل ہے، شاعر کہتا ہے:

مَهْلًا فَاِنَّ مِنَ الْعُقُوْلِ مُفَنَّدًا ٹھہرو عقل والوں سے بے عقل بھی ہوتے ہیں۔(1)

عبد بن حمید، ابن المنذر نے الربیع سے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ اگر تم مجھے بے وقوف خیال نہ کرو۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص یعقوب علیہ السلام کی طرف بھیجی تو وہ یعقوب علیہ السلام نے پکڑ کر سونگھی پھر اسے اپنی آنکھوں پر رکھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی بینائی لوٹا دی، پھر یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے پاس لے گئے۔ جب برادران یوسف، حضرت یعقوب علیہ السلام کو لے کر یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو اس وقت یعقوب علیہ السلام اپنے ایک بیٹے یہودا کا سہارا لیے ہوئے تھے، یوسف علیہ السلام نے فوجیوں اور عوام کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کا استقبال کیا۔ یعقوب علیہ السلام نے یہودا سے کہا: اے یہودا! یہ فرعون مصر ہے۔ یہودا نے کہا: نہیں اے والد محترم! لیکن یہ آپ کا بیٹا یوسف ہے۔ انہیں جب علم ہوا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو یہ اپنے اعوان مملکت اور عوام کے ساتھ تمہاری ملاقات کرنے آیا ہے۔ جب ملاقات ہوئی تو یوسف علیہ السلام سلام پیش کرنے میں پہل کرنے لگے لیکن انہیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یعقوب علیہ السلام، اللہ کی بارگاہ میں یوسف علیہ السلام سے زیادہ معزز ہیں، یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو گلے سے لگایا، پیار کیا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الذَّاهِبُ بِالْاَحْزَانِ عَنِّيْ، اے مجھ سے غم کو دور کرنے والے تجھ پر سلام ہو۔

امام ابوالشیخ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یعقوب علیہ السلام سے ملک الموت کی ملاقات ہوئی: تو آپ نے پوچھا کیا تو نے جن لوگوں کی روح قبض کی ہے ان میں یوسف بھی تھا؟ ملک الموت نے کہا نہیں۔ اس وقت یعقوب علیہ السلام نے کہا (دیکھو) کہ میں کہا نہیں کرتا تھا تمہیں کہ میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ (کے جتانے) سے جو تم نہیں جانتے۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابوالشیخ نے حضرت عمر بن یونس الیمامی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ یعقوب علیہ السلام، ملک الموت کو تمام اہل زمین میں سے محبوب تھے۔ ملک الموت نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب فرمائی کہ وہ یعقوب علیہ السلام سے ملاقات کریں، اجازت ملی تو ملک الموت حضرت یعقوب علیہ السلام سے ملے۔ یعقوب علیہ السلام نے پوچھا اے ملک الموت! میں تم سے اس ذات کے واسطہ سے پوچھتا ہوں جس نے تمہیں پیدا کیا، کیا تو نے یوسف علیہ السلام کی روح قبض کر لی ہے؟ ملک الموت نے کہا: نہیں۔ ملک الموت نے یعقوب علیہ السلام سے کہا اے یعقوب! کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ تو جو بھی اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطا فرمائے گا، یعقوب علیہ السلام نے کہا ضرور بتائیے۔ ملک الموت نے کہا: یوں کہو لا یاذ المعروف الذی ینقطع ابداً ولا یحصیه غیرك۔ اے ایسی نیکی کرنے والے جو کبھی ختم نہیں ہوتی اور تیرے سوا اسے کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ یعقوب علیہ السلام نے اسی رات مذکورہ کلمات

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 74

سے دعا فرمائی۔ پس ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی تھی کہ آپ کے چہرے پر قمیص ڈالی گئی تو آپ بینا ہو گئے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن حسن رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ ایک عمالقہ کا بادشاہ تھا۔ اس نے یعقوب علیہ السلام کی بچی کا رشتہ طلب کیا تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: مسلمان معزز عورت کافر کے لیے حلال نہیں ہے، بادشاہ کو بڑا غصہ آیا، اس نے کہا میں یعقوب اور اس کی اولاد کو قتل کر دوں گا۔ اس نے اپنا ایک لشکر بھیجا۔ تو یعقوب علیہ السلام اور آپ کے بیٹوں نے اس سے جنگ کی۔ یعقوب علیہ السلام ایک ٹیلہ پر بیٹھ گئے اور فرمایا: بیٹو! تم کون سی بات پسند کرتے ہو؟ تم خود انہیں قتل کر دو یا اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے ان کو کافی ہو جائے؟ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے تو اس نے مجھے یہ عزت عطا فرمائی ہے، بیٹوں نے کہا: ہم خود ان سے جنگ کریں گے۔ یہ چیز ہمارے دلوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوگی۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اے بیٹو! کیا تم اللہ کی کفایت کو قبول کرتے ہو؟ پس یعقوب علیہ السلام نے عمالقہ کے لشکر کے لیے بددعا فرمائی تو وہ زمین میں دھنسا دیا گیا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے کہ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ سے مراد خَطَئِكَ الْقَدِيْمِ (پرانی خطا) ہے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد جُنُوْنِكَ الْقَدِيْمِ (پرانا جنون) ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی حُبِّكَ الْقَدِيْمِ (پرانی محبت) ہے۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

"پس جب آ پہنچا خوش خبری سنانے والا (اور) اس نے ڈالا وہ پیراہن آپ کے چہرہ پر تو فوراً بینا ہو گئے۔ آپ نے (فرط مسرت سے) کہا (دیکھو) کیا میں نہیں کہا کرتا تھا تمہیں کہ میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ (کے جتانے) سے جو تم نہیں جانتے"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ میں الْبَشِيْرُ سے مراد ڈاکیا ہے۔ (2)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ (3)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْبَشِيْرُ (خوش خبری سنانے والا) سے مراد یہودا ابن یعقوب ہے۔ (4)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْبَشِيْرُ یہودا تھا۔ فرماتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے وَجَآءَ الْبَشِيْرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعِيْرِ۔ (5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 76 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 77 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 78

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: خوش خبری دینے والا جب یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچا تو فرمایا: تم نے ہمارے پاس کچھ نہیں پایا اور ہم نے سات دن سے روٹی نہیں پکائی لیکن اللہ تعالیٰ نے تم پر موت کے سکرات آسان کر دیئے ہیں۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں لقمان الحنفی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یعقوب علیہ السلام کے پاس خوشخبری دینے والا آیا تو اس نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ میں آج تجھے کیا پیش کروں لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھ پر سکرات الموت آسان کر دی ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب خوش خبری دینے والا یعقوب علیہ السلام کے پاس آیا تو قمیص یعقوب علیہ السلام پر ڈالی گی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا: تم یوسف کو کس دین پر چھوڑ آئے ہو؟ اس نے کہا دین اسلام پر، یعقوب علیہ السلام نے کہا اب نعمت مکمل ہوئی۔

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـٕیْنَ۝۹۷ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۝۹۸

"بیٹوں نے عرض کی اے ہمارے پدر (محترم)! مغفرت مانگئے ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی، بے شک ہم ہی قصور وار تھے فرمایا عنقریب مغفرت طلب کروں گا تمہارے لیے اپنے رب سے۔ بے شک وہی غفور رحیم ہے"۔

امام ابوعبید، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے حضرت ابن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو سحر ہونے تک مؤخر کیا۔ (1)

امام ابن المنذر، ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آپ نے اپنے بیٹوں کو سحری تک روکا اور آپ صبح کی نماز سحری کے وقت میں پڑھتے تھے۔

ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے بیٹوں کے لیے استغفار کو کیوں مؤخر فرمایا؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو سحری تک مؤخر کیا کیونکہ سحری کے وقت کی دعا مقبول ہوتی۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے قول سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ کے متعلق فرمایا کہ جمعہ کی رات آئے گی تو میں تمہارے لیے استغفار کروں گا۔ (2)

امام ترمذی، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ، میرے سینے میں قرآن نہیں ٹھہرتا، میں اسے یاد رکھنے پر قدرت نہیں رکھتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوالحسن! میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھاؤں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمہیں نفع عطا فرمائے گا اور اسے بھی نفع عطا فرمائے گا جس کو تو یہ کلمات سکھائے گا اور جو تو سیکھے گا وہ تیرے دل میں ٹھہر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 79　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 80

جائے گا؟ حضرت علی نے عرض کی یا رسول اللہ! ضرور کرم کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جمعہ کی رات ہو اور تمہیں طاقت ہو تو تم رات کے آخری (تیسرے) حصہ میں اٹھو کیونکہ وہ ایسی گھڑی ہے جس کی شہادت دی گی ہے اور اس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ میرے بھائی یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ حتی کہ جمعہ کی رات آجائے۔ اگر تجھے اس کی طاقت نہیں ہے تو رات کے نصف میں اٹھو اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو رات کی ابتداء میں اٹھو اور چار رکعت نماز ادا کرو۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ یٰس، دوسری رکعت میں فاتحہ اور تبارک المفصل تلاوت کرو، جب تشہد سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کی حمد وثنا کرو اور مجھ پر اور تمام انبیاء پر درود بھیجو، مومن مردوں اور عورتوں کے لیے اور ایمان میں سبقت لے جانے والے بھائیوں کے لیے استغفار کرو پھر آخر میں یہ کہو اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِیْ، وَارْحَمْنِیْ اَنْ اَتَكَلَّفَ مَالَا يَعْنِيْنِیْ، وَارْزُقْنِیْ حُسْنَ النَّظَرِ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنِّیْ، اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْاَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ، وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِیْ حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِیْ وَارْزُقْنِیْ اَنْ اَتْلُوَهٗ عَلَى النَّحْوِ الَّذِیْ يُرْضِيْكَ عَنِّیْ، اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ، اَسْاَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَ نُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِیْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِیْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِیْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِیْ وَاَنْ تَغْسِلَ بِهٖ بَدَنِیْ فَاِنَّهٗ لَا يُعِيْنُنِیْ عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيْهِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوالحسن یہ وظیفہ تین یا پانچ یا سات جمعے کیا جائے تو قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ مومن کی دعا رد نہیں جائے گی۔ ابن عباس نے فرمایا اللہ کی قسم حضرت علی رضی اللہ عنہ پانچ یا سات مرتبہ یہ عمل کرنے کے بعد رسول اللہ کی بارگاہ میں اسی مجلس میں آئے تو عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ پہلے میری یہ کیفیت تھی کہ میں چار آیات بھی یاد نہیں کر سکتا تھا۔ جب بھی میں چار آیات پڑھتا تو وہ مجھے بھول جاتی تھیں اور اب میں چالیس آیات سیکھتا ہوں پھر زبانی پڑھتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے گویا کہ میری آنکھوں کے سامنے کتاب اللہ موجود ہے (اور میں اس سے دیکھ کر پڑھ رہا ہوں) اور میں حدیث سنتا تھا پھر جب دوہراتا تھا تو وہ مجھے بھول چکی ہوتی تھی لیکن آج میں کئی احادیث سنتا ہوں اور ان میں سے کوئی بھی مجھے نہیں بھولتی، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوالحسن رب کعبہ کی قسم! تو مومن ہے۔(1)

امام ابن جریر، ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن قیس رحمہ اللہ سے اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ کے تحت روایت کیا ہے یعنی میں تمہارے لیے رات کی نماز میں استغفار کروں گا۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو جمع کر دیا اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں تو آپ کے بیٹے علیحدہ بیٹھ کر سرگوشی کرنے لگے، کہنے لگے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم نے کیا کچھ کیا تھا اور والد صاحب کو تم سے کیا تکلیف پہنچی تھی، تمام بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کے

1۔ مستدرک حاکم، کتاب صلوٰۃ التطوع، جلد 1، صفحہ 62-461، بیروت　　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 79

سامنے بیٹھے اور یوسف علیہ السلام اپنے باپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔عرض کی: اے اباجی! آج ہم آپ سے ایک ایسی گزارش کرنے آئے ہیں جو پہلے کبھی نہیں کی اور ہم ایسی پریشانی میں مبتلا ہیں کہ ایسی پریشانی پہلے کبھی لاحق نہیں ہوئی۔ انبیائے کرام ساری مخلوق سے زیادہ رحم دل ہوتے ہیں۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے پیارے بچو! کیا کہنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ دونوں کو معلوم ہے جو ہماری طرف سے تمہیں تکلیف پہنچی اور جو کچھ ہم نے یوسف کے ساتھ کیا تھا؟ حضرت یعقوب اور یوسف علیہما السلام نے فرمایا: ہمیں معلوم ہے۔ بیٹوں نے کہا: کیا تم دونوں نے ہمیں معاف نہیں کر دیا؟ انہوں نے کہا: معاف کر دیا ہے۔ بیٹوں نے کہا: تمہارا معاف کرنا ہمیں کچھ مفید نہ ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ ہمیں معاف نہیں فرمائے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا: تم چاہتے کیا ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا آپ کی طرف ہماری معافی کا پیغام آجائے گا تو ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور ہمارے دل مطمئن ہوں گے، ورنہ ہمیں کبھی اس دنیا میں سکون نہیں ہوگا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوئے یوسف علیہ السلام بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور باقی تمام بیٹے ان دونوں کے پیچھے پورے خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعا فرمائی اور یوسف علیہ السلام نے آمین کہی۔ ان بیٹوں کے متعلق بیس سال تک دعا قبول نہ ہوئی حتی کہ بیسویں سال کے آغاز میں جبریل امین یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تاکہ میں تجھے بشارت دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری اولاد کے متعلق تمہاری دعا قبول فرمائی ہے اور جو کچھ ان سے فروگزاشتیں ہوئیں اللہ تعالیٰ نے معاف کر دی ہیں اور آپ کے بعد نبوت پر ان کا عہد لیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو جمع فرمایا تو یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام سے کہا: تم مجھے وہ سب کچھ بیان کرو جو تمہارے بھائیوں نے تم سے کیا تھا؟ حضرت یوسف نے واقعہ بیان کرنا شروع کیا تو آپ پر غشی طاری ہوگئی، حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کی: ابا حضور! جو کچھ انہوں نے میرے ساتھ کیا تھا۔ اب اس کا بیان کرنا میرے لیے اس سے بھی مشکل ہے۔ یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں سے مخاطب ہوئے کہا: تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کیے پر معافی مانگنے سے ڈرتے ہو؟ بیٹوں نے کہا: اے ہمارے والد محترم! آپ ہمارے لیے استغفار فرمائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کو یہ عزت بخشی تھی کہ جب بھی وہ کوئی گزارش کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی اس گزارش کو اسی دن یا دوسرے دن یا تیسرے دن ضرور شرف قبولیت عطا فرماتا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: جب سحری کا وقت ہو تو تم غسل کرنا پھر اچھا۔ خوبصورت لباس پہن کر میرے پاس آ جانا۔ بیٹوں نے یہ سب کچھ کیا اور سحری کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام آگے کھڑے ہوئے ان کے پیچھے یوسف علیہ السلام کھڑے ہوئے اور باقی تمام یوسف علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ سورج کے طلوع ہونے تک دعا مانگتے رہے لیکن توبہ نازل نہ ہوئی، پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ جب چوتھی رات تھی تو وہ سب سو گئے تو یعقوب علیہ السلام ان کے پاس آئے اور فرمایا: اے بیٹو! تم سوئے ہوئے ہو جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے ناراض ہے اٹھو!

حضرت یعقوب علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور آپ کے بیٹے بھی، بیس سال تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی طلب کرتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے ان کی توبہ قبول کر لی ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے عرض کی: یارب! نبوت بھی انہیں بخشی جائے! فرمایا میں نے نبیوں میں ان کا عہد لے لیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عائشہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کی توبہ بیس سال بعد قبول ہوئی۔ آپ بیٹوں کے آگے کھڑے ہوئے تو توبہ قبول نہ ہوئی، حتی کہ جبریل امین آئے اور یہ دعا سکھائی یَا رِجَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا تَقْطَعْ رِجَاءَنَا یَا غِیَاثَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَغِثْنَا، یَا مَانِعَ الْمُؤْمِنِیْنَ امْنَعْنَا یَا مُجِیْبَ التَّائِبِیْنَ تُبْ عَلَیْنَا۔ آپ نے سحری تک دعا کو مؤخر فرمایا پھر ان الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی تو ان کی توبہ قبول کی گئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اللیث بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یعقوب اور برادران یوسف بیس سال تک اس عمل کی معافی مانگتے رہے جو برادران یوسف نے یوسف کے ساتھ کیا تھا ان کی دعا قبول نہ ہوئی حتی کہ جبریل امین یعقوب علیہ السلام سے ملے اور یہ دعا سکھائی۔ یَا رِجَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ، لَا تَخِیْبُ رِجَائِیْ وَ یَاغَوْثَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَغِثْنِیْ وَیَاعَوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِنِّیْ یَا حَبِیْبَ التَّوَّابِیْنَ تُبْ عَلَیَّ، اس دعا کے بعد ان کی دعا قبول کی گئی۔

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے مذکورہ روایت کے تحت روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے کہا میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا ان شاءاللہ استغفر ربی اور ان شاء اللہ کے درمیان جو کلام ہے یہ قرآن کی تقدیم و تاخیر سے ہے (1)۔ ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان شاء اللہ یعقوب علیہ السلام کے کلام سے ہے۔ جب آپ نے ادخلوا مصر فرمایا تھا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوعمران الجونی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے برادران یوسف کا واقعہ ہمارے سامنے اس لیے بیان نہیں کیا کہ وہ ان کو عار دلائے۔ کیونکہ وہ انبیاء میں سے تھے اور اہل جنت سے تھے بلکہ اس واقعہ کے بیان کا مقصود یہ ہے کہ اللہ کا بندہ اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔(2)

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾ وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 81 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 91

اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝

''پھر جب وہ یوسف کے روبرو ہوئے، آپ نے جگہ دی اپنے پاس اپنے والدین کو اور (انہیں) کہا داخل ہو جاؤ مصر میں اگر اللہ نے چاہا تو تم خیر و عافیت سے رہو گے اور (جب شاہی دربار میں پہنچے تو) آپ نے اوپر بٹھایا اپنے والدین کو تخت پر اور وہ گر پڑے آپ کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور (یہ منظر دیکھ کر) یوسف نے کہا اے میرے پدر بزرگوار! یہ تعبیر ہے میرے خواب کی جو پہلے (عرصہ ہوا میں نے) دیکھا تھا میرے پروردگار نے اسے سچا کر دکھایا ہے اور اس نے بڑا اکرم فرمایا مجھ پر جب اس نے نکالا مجھے قید خانہ سے اور لے آیا تمہیں صحرا سے اس کے بعد کہ ناچاقی ڈال دی تھی شیطان نے میرے درمیان اور میرے بھائیوں کے درمیان۔ بے شک میرا رب لطف و کرم فرمانے والا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ یقیناً وہی سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یعقوب علیہ السلام مصر میں یوسف علیہ السلام کی شاہی میں داخل ہوئے تو آپ کی عمر ایک سو اسی سال تھی۔ پھر آپ تیس سال یوسف علیہ السلام کی شاہی میں زندہ رہے۔ یوسف علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی عمر ایک سو پچانوے سال تھی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ۔ فرماتے ہیں یعنی انہوں نے اپنے باپ اور ماں کو اپنے ساتھ ملایا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ابویہ سے مراد آپ کے باپ اور آپ کی خالہ ہے کیونکہ آپ کی والدہ تو حضرت یامین کے نفاس کے دوران فوت ہو گئی تھیں۔

امام ابوالشیخ نے سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ تھی۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں الْعَرْش سے مراد تخت شاہی ہے۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے اور ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ الْعَرْش سے مراد آپ کی مجلس ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عدی بن حاتم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا فرماتے ہیں: پہلے لوگوں کا سلام سجدہ تھا۔ سجدہ کر کے وہ ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنی خاص بندہ نوازی اور کرم گستری سے اہل جنت کا سلام عطا فرمایا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ سجدہ بطور شرف تھا (بطور عبادت نہ تھا) جیسا کہ ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو بطور شرف سجدہ کا تھا۔ یہ سجدہ عبادت نہ تھا۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 83 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 83-82 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 84

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف کو ان کے والدین اور بھائیوں نے سروں کے ساتھ اشارہ کر کے سجدہ کیا تھا جس طرح عجمی لوگ سر جھکا کر اشارہ کرتے ہیں، یہ سلام اس طرح تھا جس طرح آج لوگ کرتے ہیں۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک اور سفیان رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان کا سلام اسی طرح تھا۔(2)

امام الفریابی، ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے کتاب العقوبات میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یوسف کے خواب اور اس کی تعبیر کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ تھا۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس کی تعبیر کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ تھا اور خواب کی انتہا یہاں تک پہنچتی ہے۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس کی تعبیر کے درمیان پینتیس سال کا فاصلہ تھا۔

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اسی سال کا فاصلہ تھا۔(5)

امام ابن جریر، حاکم، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت الفضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کی باپ سے جدائی اور ملاقات کے درمیان اسی سال کا فاصلہ تھا۔(6)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ستتر سال کا فاصلہ تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد (نے الزہد میں) ابن عبدالحکم نے فتوح مصر میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، الحاکم، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو آپ کی عمر سترہ سال تھی اور پھر اسی سال کے بعد اپنے باپ سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد آپ تیئس سال زندہ رہے۔ آپ کا وصال ہوا تو آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔(7)

ابن مردویہ نے زیاد سے مرفوعاً روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام بیس سال سے زائد عرصہ غلامی میں رہے۔

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں حضرت حذیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یعقوب اور یوسف علیہ السلام کے فراق اور ملاقات کے درمیان ستر سال کا فاصلہ تھا۔

امام ابوالشیخ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ سے وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ کے تحت روایت کیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام اور آپ کے بیٹے کنعان کی زمین میں رہتے تھے اور وہ مال مویشی پالنے والے دیہاتی لوگ تھے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 84 | 2۔ ایضاً | 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 85 | 4۔ ایضاً

5۔ کتاب الزہد، باب زہد یوسف علیہ السلام، صفحہ 107، بیروت | 6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 86 | 7۔ ایضاً

امام ابن المنذر رالاور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ دیہاتی اور مویشی رکھنے والے لوگ تھے اور یوسف اور ان کے درمیان اسی فرسخ کا فاصلہ تھا اور وہ ان سے ستر سال سے زائد عرصہ سے جدا ہو گئے تھے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام پر لطف فرمایا جب کہ انہیں کنویں سے باہر نکالا، آپ کے اہل کو صحرا سے لے آیا، آپ کے دل سے شیطان کی ناچاقی کو نکال دیا، اور اپنے بھائیوں سے انتقام لینے کا معاملہ بھی نکال دیا۔

امام ابوالشیخ نے ثابت البنانی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام کے پاس یعقوب علیہ السلام تشریف لائے تو یوسف علیہ السلام نے آمد پر ان کا فوراً استقبال کیا اور بادشاہوں والا لباس پہنا اور فرعون مصر نے بھی یوسف علیہ السلام کے اکرام کی وجہ سے یعقوب علیہ السلام سے ملاقات کی۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے عرض کی کہ فرعون مصر نے ہمارا بہت احترام کیا ہے۔ اس کے لیے کچھ کلمات ارشاد فرمائیں، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اے فرعون! تجھے برکت دی گئی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان الثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یعقوب اور یوسف علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو آپس میں معانقہ کیا اور ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ یوسف علیہ السلام نے کہا: اے والد محترم! تم مجھ پر روتے رہے حتیٰ کہ آپ کی آنکھیں ضائع ہو گئیں تھیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ قیامت ہم دونوں کو جمع کر دے گی؟ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا! یہ تو معلوم تھا لیکن مجھے یہ اندیشہ رہا کہ آپ کا دین آپ سے چھن نہ جائے اور میرے تمہارے درمیان یہ چیز حائل نہ ہو جائے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یعقوب علیہ السلام پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا: میں تم سے دو خصلتوں کا سوال کرتا ہوں اور دو چیزیں تمہیں عطا کرتا ہوں، میرا سوال یہ ہے کہ تم اپنے بھائیوں کو معاف کر دینا اور انہیں ان کے کیے کی سزا نہ دینا اور میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ جب میرا وصال ہو جائے تو مجھے میرے آباؤ اجداد ابراہیم واسحق کے پاس دفن کرنا۔ اور میں تجھے یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری موت کے وقت میری آنکھوں کو بند کر دینا اور اپنے دونوں بیٹوں کو الاسباط میں داخل کرنا۔ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ کے چہرے پر ان کی آنکھوں کو بند کرنے کے لیے ہاتھ رکھا تو آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا: بیٹا! یہ معاملہ بیٹوں کی طرف سے آباء کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں بہت عظیم ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یعقوب علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو ان پر چار ماہ نوحہ کرنے والیاں بیٹھی رہیں۔

امام احمد نے الزہد میں مالک بن دینار سے روایت کیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یوسف کو فرمایا جب کہ آپ کا آخری وقت تھا: اپنا ہاتھ میری پیٹھ کے نیچے داخل کرو اور قسم اٹھاؤ کہ تم مجھے اپنے آباء کے پاس دفن کرو گے، میں عمل میں ان کے ساتھ شریک تھا۔ پس تو مجھے قبور میں بھی ان کے ساتھ شریک کرنا۔ جب یعقوب علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو یوسف علیہ

السلام نے آپ کی وصیت پر عمل کیا اور آپ کو کنعان کی زمین میں لے آئے اور ابراہیم و اسحٰق علیہم السلام کے ساتھ دفن کر دیا۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

''اے میرے رب! عطا فرمایا تو نے مجھے یہ ملک نیز تو نے سکھایا مجھے باتوں کے انجام کا علم۔ اے بنانے والے آسمانوں اور زمین کے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں۔ مجھے وفات دے درآنحالیکہ میں مسلمان ہوں اور ملا دے مجھے نیک بندوں کے ساتھ''۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الاعمش سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام نے آیت میں مذکورہ دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی قدردانی فرماتے ہوئے آپ کی عمر میں اسی سال کا اضافہ کر دیا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن جریج عن ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے وصال کا شوق ہوا اور آپ نے اپنے آباء کے ساتھ ملنے کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ سے وصال کی دعا مانگی اور اپنے آباء سے لاحق کرنے کی درخواست کی۔ ابن عباس فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام کے علاوہ کسی نبی نے موت کی دعا نہیں مانگی۔ لیکن ابن جریج فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں قرآن کی بعض آیات میں تَوَفَّنِيْ (تو مجھے موت دے) کے الفاظ آئے ہیں۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے علاوہ کسی نبی نے موت کی دعا نہیں مانگی۔

امام ابن جریر، ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ تو مجھے اپنی طاعت پر موت دے اور جب میرا وصال ہو تو مجھے معاف کر دے۔(2)

امام ابوالشیخ نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ الصالحین سے مراد ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ الصالحین سے مراد اہل جنت ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام کو ملک عطا کیا تو آپ کا نفس اپنے آباء کی طرف مشتاق ہوا تو آپ نے یہ دعا مانگی: رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔ بِالصّٰلِحِيْنَ سے مراد ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام ہیں۔

امام احمد نے الزہد میں، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام کے والد اور ان کے بھائی ان کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو سکون و اطمینان بخشا اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 89 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 90

8

آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کی۔ اس وقت آپ پر نعمتوں کے انبار تھے۔ آپ نے اپنے صالحین آباء سے ملنے کا شوق کیا۔ یعنی ابراہیم، اسحاق اور یعقوب سے ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے وصال کی درخواست کی۔ کسی نبی اور غیر نبی نے یوسف کے علاوہ موت کی درخواست نہیں کی۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام پر جب موت کا وقت قریب آیا تو فرمایا: اے میرے بھائیو! میں نے کسی سے بھی انتقام نہیں لیا جس نے بھی دنیا میں مجھ پر ظلم کیا اور میری یہ پسند رہی ہے کہ میں نیکی کو ظاہر کروں اور برائی پر پردہ ڈالوں۔ دنیا میں میرا یہ زاد تھا۔ اے میرے بھائیو! میں اپنے آباء کے ساتھ اعمال میں شریک رہا ہوں پس ان کی قبور میں بھی مجھے ان کی رفاقت عطا کرنا۔ آپ نے اپنے بھائیوں سے پختہ وعدہ لیا۔ لیکن بھائیوں نے ایسا نہ کیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی قبر کے متعلق دریافت کیا تو شارخ بنت شیر ابن یعقوب کے علاوہ کسی کو خبر نہ تھی۔ اس عورت نے کہا: میں تمہیں ایک شرط پر یوسف کی قبر کا پتہ بتاتی ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہاری شرط پوری کروں گا۔ عورت نے کہا: جب میری عمر زیادہ ہو جائے تب بھی میں جوان رہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تیری یہ شرط منظور ہے۔ پھر اس عورت نے کہا قیامت کے دن میں آپ کے ساتھ آپ کے درجہ میں رہوں۔ اس شرط پر پہلے تو آپ کچھ رکے، لیکن حکم ہوا کہ اس کی یہ شرط بھی تسلیم کر لو۔ آپ نے اس کی یہ شرط بھی قبول کر لی۔ اس عورت نے آپ کی رہنمائی کی۔ آپ نے یوسف علیہ السلام کو اپنی قبر سے نکالا۔ اس عورت کی عمر جب پچاس سال تھی تو وہ تیس سال کی لڑکی لگتی تھی حتی کہ اس عورت نے ایک ہزار چھ سو سال یا ایک ہزار چار سو سال عمر گزاری حتی کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے اس کو پالیا اور اس سے نکاح کیا۔

امام ابن اسحٰق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جب بنی اسرائیل کو ساتھ لے جانے کا حکم دیا تو ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اپنے ساتھ یوسف علیہ السلام کے جسم کو بھی لے جاؤ۔ انہیں مصر میں نہ چھوڑو اور انہیں ارض مقدس میں جا کر دفن کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے یوسف علیہ السلام کی قبر کے متعلق پوچھا تو بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہ تھا۔ اس بوڑھی نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں وہ جگہ جانتی ہوں۔ اگر تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ اور مجھے بھی مصر کی زمین پر نہ چھوڑو تو میں تمہیں بتاتی ہوں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا: میں ایسا ہی کروں گا۔ موسیٰ نے بنی اسرائیل سے فجر کے طلوع ہونے کے وقت تک چلنے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ یوسف علیہ السلام کی قبر کھودنے سے فارغ ہونے تک فجر کے طلوع کو مؤخر فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے فجر کو مؤخر فرمادیا۔ بوڑھی موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ لے کر باہر گئی اور دریائے نیل کے کنارے آپ کی قبر دکھائی۔ موسیٰ علیہ السلام نے مرمر کا صندوق نکالا اور اٹھا کر لے گئے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 89

اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ۝ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ۝ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ۝ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۝

''(اے حبیب!) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم وحی کرتے ہیں آپ کی طرف اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ متفق ہو گئے تھے اس بات پر در آں حالیکہ وہ مکر کر رہے تھے اور نہیں ہیں اکثر لوگ، خواہ آپ کتنا ہی چاہیں، ایمان لانے والے اور نہیں طلب کرتے آپ ان سے اس (درس ہدایت) پر کچھ معاوضہ۔ نہیں ہے یہ مگر نصیحت سب جہانوں کے لیے اور کتنی ہی (بے شمار) نشانیاں ہیں جو آسمانوں اور زمین (کے ہر گوشہ) میں (بجی ہوئی) ہیں جن پر یہ (ہر صبح وشام) گزرتے ہیں اور وہ ان سے روگردانی کیے ہوتے ہیں اور نہیں ایمان لاتے ان میں سے اکثر اللہ کے ساتھ مگر اس حالت میں کہ وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ مکر کرنے والوں سے مراد یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں جب وہ یوسف کے ساتھ مکر کر رہے تھے۔(1)

ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ نے قتادہ سے روایت کیا ہے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ آپ اس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ یوسف علیہ السلام کو کنویں کی گہرائی میں پھینک رہے تھے اور وہ یوسف کے ساتھ مکر رہے تھے۔(2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے كَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ کتنی نشانیاں آسمان میں ہیں یعنی سورج، چاند، ستارے اور بادل۔ اور زمین میں مثلاً نہریں، پہاڑ، مدائن، محلات وغیرہ۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ کے مصحف میں وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمْشُوْنَ عَلَيْهَا تھا۔ آسمان اور زمین دو بہت بڑی نشانیاں ہیں۔(3)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھو کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟؟ تو وہ کہتے ہیں: اللہ نے یہ ان کا ایمان ہے جب کہ وہ عبادت غیر اللہ کی کرتے ہیں۔(4)

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے، وہی ان کا خالق و رازق ہے لیکن اس کے باوجود وہ شرک کرتے ہیں۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 92، دار احیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 91　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 93
4۔ ایضاً　5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 95

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ان کا ایمان یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں اللہ نے ہمیں پیدا کیا، وہ ہمیں رزق دیتا ہے اور وہ ہمیں موت دے گا۔ یہ ایمان ہے لیکن وہ غیر اللہ کی عبادت کے ساتھ شرک بھی کرتے ہیں۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الشعبی کی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے تلبیہ میں شرک کرتے ہیں(2) وہ کہتے ہیں لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لا شَرِيْكَ لَكَ الا شريكا هو لك، تَمْلِكُهُ وما ملك" ترجمہ: اے اللہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک ہے جس کو تو نے اپنا شریک بنایا ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور جس کا وہ مالک ہے تو اس کا بھی مالک ہے"۔

ابوالشیخ نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد منافق ہے جو ریا کاری کرتا ہے وہ عمل کی وجہ سے شرک کرنے والا ہے۔

اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِیَهُمْ غَاشِیَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۝

"کیا وہ بے غم ہو گئے ہیں اس بات سے کہ آئے ان پر چھا جانے والا اللہ تعالیٰ کا عذاب یا آ جائے ان پر قیامت اچانک اور انہیں اس کی آمد کا شعور تک نہ ہو"۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے غَاشِیَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ عذاب ان پر چھا جائے۔(3)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس کے تحت روایت کیا ہے: ایسا عذاب واقع ہو جو ان پر چھا جائے۔(4)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایسی سزا جو ان پر چھا جائے۔(5)

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۝

"آپ فرما دیجئے یہ میرا راستہ ہے، میں تو بلاتا ہوں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف، واضح دلیل پر ہوں میں اور (وہ بھی) جو میری پیروی کرتے ہیں۔ اور ہر عیب سے پاک ہے اللہ تعالیٰ اور نہیں ہوں میں مشرکوں سے"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ میری دعوت ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔(6)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سَبِیْلِیْۤ کا معنی صلاتی روایت کیا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 94 | 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 95 | 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 96
4۔ ایضاً | 5۔ ایضاً | 6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 97

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے اس کا معنی اَمْرِیْ، سُنَّتِیْ اور مِنْهَاجِیْ روایت کیا ہے۔(1)
امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے عَلٰى بَصِیْرَةٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ میں ہدایت پر ہوں۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝۱۰۹

''اور ہم نے (رسول بنا کر) نہیں بھیجے آپ سے پہلے مگر مرد جن کی طرف ہم نے وحی بھیجی بستی والوں سے کیا یہ (منکر) لوگ سیر و سیاحت نہیں کرتے زمین میں تاکہ وہ دیکھیں کہ کیا ہوا تھا انجام ان (منکرین) کا جو ان سے پہلے (ہو گزرے) تھے اور دار آخرت یقیناً بہتر ہے ان کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں (اے سننے والو!) کیا تم نہیں سمجھتے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ پہلے انبیائے کرام بھی اہل آسمان میں سے نہ تھے جیسا کہ تم نے کہا تھا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اتارا، ابن جریج فرماتے ہیں:۔ وَ مَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ الخ وَ مَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ، اسی طرح وَ كَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ الخ، اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِیَهُمْ الخ، اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ، یہ تمام ارشادات قریش کے متعلق ہیں کہ کیا وہ زمین میں نہیں چلتے کہ وہ دیکھیں پہلے لوگوں کے آثار اور عبرت حاصل کریں اور غور و فکر کریں۔(2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ سے اسی آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نہیں جانتے کہ اللہ نے کبھی کوئی رسول بھیجا مگر وہ بستی والوں سے تھا کیونکہ وہ اہل عمود میں سے زیادہ عالم اور پختہ تھے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سیر و سیاحت نہیں کرتے زمین میں تاکہ وہ دیکھیں کہ نوح، لوط، صالح علیہم السلام کی اقوام اور دوسری امتوں پر کیسا عذاب آیا۔

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَیْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ۝

''جب (نصیحت کرتے کرتے) مایوس ہو گئے رسول اور وہ منکرین گمان کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ بولا گیا ہے، اس وقت آ گئی ان کے پاس ہماری مدد۔ پس بچا لیا گیا (عذاب سے) جس کو ہم نے چاہا۔ اور نہیں ٹالا جا سکا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 97 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 98 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 97

ہمارا عذاب اس قوم سے جو جرائم پیشہ ہے''۔

امام ابو عبید، البخاری، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ نے حضرت عروہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت کے متعلق دریافت کیا فرماتے ہیں: میں نے پوچھا کیا یہ کذبوا ہے یا کذبوا ہے۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا (ذال کی شد کے ساتھ) کُذِّبُوْا ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! انبیاء کو تو یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہے تو پھر اس آیت میں ظن (گمان) کے ذکر کا کیا مطلب ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: میری عمر کی قسم! ہاں ان کو اس بات کا یقین تھا۔ میں نے کہا شاید یہ کذبو تخفیف کے ساتھ ہو؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ کی پناہ! رسل اپنے رب کے متعلق ایسا گمان نہیں کرتے۔ میں نے کہا: پھر اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ گمان کرنے والے رسولوں کے متبعین تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور رسولوں کی تصدیق کی تھی۔ ان پر مصائب کا سلسلہ طویل ہو گیا اور فتح و نصرت کے پہنچنے میں تاخیر ہو گئی حتی کہ رسل مایوس ہو گئے اپنی قوم کے ان لوگوں سے جنہوں نے ان کو جھٹلایا تھا اور رسل نے گمان کیا کہ ان کے متبعین نے ان کو جھٹلا دیا ہے تو اس وقت ان کے پاس اللہ کی مدد آئی۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس کے پاس قَدْ كُذِبُوْا تخفیف کے ساتھ پڑھا (یعنی ان سے جو وعدہ کیا گیا اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے)۔ ابن عباس نے فرمایا: انبیاء کرام انسان تھے (ان کا گمان کرنا ہو سکتا ہے) پھر انہوں نے بطور دلیل یہ آیت پڑھی حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ (البقرہ: 214) '' یہاں تک کہ کہہ اٹھا (اس زمانہ کا) رسول اور جو ایمان لے آئے تھے اس کے ساتھ کب آئے گی اللہ کی مدد؟'' ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں: ابن عباس کا نظریہ ہے کہ انبیائے کرام مایوس ہوئے اور کمزور پڑ گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ ان سے جو وعدہ کیا گیا ہے اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ ابن ابی ملیکہ نے فرمایا مجھے حضرت عروہ نے حضرت عائشہ سے روایت کر کے بتایا ہے کہ انہوں نے ابن عباس کے اس مفہوم کی مخالفت کی ہے اور اس کا انکار کیا ہے۔ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے جو بھی وعدہ فرماتا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ یقیناً اس کی موت سے پہلے پورا ہو گا۔ لیکن رسل مصائب میں مبتلا رہے۔ حتی کہ انہوں نے گمان کیا کہ ان کے ساتھ جو مومنین ہیں۔ انہوں نے ان کو جھٹلایا ہے اور حضرت عائشہ قَدْ كُذِّبُوْا (ذال کو تشدید کے ساتھ) پڑھتی تھیں۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے كُذِّبُوْا کو شد کے ساتھ پڑھا تھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عمرہ عن عائشہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ سے تخفیف کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام ابو عبید، سعید بن منصور، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ کذبوا کو تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے فرماتے تھے کہ رسل اپنی قوموں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 105 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 05-104

سے مایوس ہو گئے تھے کہ وہ ان کی دعوت کو قبول کریں گے۔ اور ان کی قوم نے گمان کیا کہ جو کچھ رسل ان کے پاس لے کر آئے ہیں اس کے بارے میں ان سے غلط بیانی کی گئی ہے، اس وقت ہماری مدد آ پہنچی۔(1)

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت تمیم بن حرام رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن مسعود پر قرآن پڑھا تو انہوں نے مجھے دو مقامات پر ٹوکا۔ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ۝ (النمل) اس آیت میں عبداللہ بن مسعود نے اَتَوْهُ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا اور دوسری آیت وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا۔ عبداللہ بن مسعود نے ذال کی تخفیف کے ساتھ پڑھا۔ فرمایا: رسل اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور جب معاملہ میں تاخیر ہوئی تو ان کی قوم نے گمان کیا کہ ان سے وعدہ خلافی کی گئی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالاحوص رحمہ اللہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے سورۂ یوسف میں وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا تخفیف کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے یاد کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے ربیعہ بن کلثوم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے میرے باپ نے بتایا کہ مسلم بن یسار نے سعید بن جبیر سے کہا: اے اباعبداللہ! ایک آیت کریمہ مجھے پہنچی ہے حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْــَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا یہ موت ہے کہ ہم اگر گمان کریں کہ رسولوں سے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ رسل اپنی قوم سے مایوس ہو گئے تھے کہ وہ ان کی بات کو قبول کریں گے اور ان کی قوم نے گمان کیا کہ رسل نے ان سے غلط بیانی کی پس اس وقت ہماری مدد آ پہنچی۔ مسلم نے حضرت سعید بن جبیر سے معانقہ کیا اور کہا اللہ تعالیٰ تم سے ہر پریشانی دور کرے جس طرح تم نے میری پریشانی دور کی۔(2)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابوحمزہ الجزری نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ کھانا تیار کیا پھر اپنے چند احباب کو دعوت دی جن میں سعید بن جبیر اور الضحاک بن مزاحم بھی تھے۔ ایک قریشی نوجوان نے سعید بن جبیر سے کہا اے ابوعبداللہ! تم یہ مذکورہ آیت کیسے پڑھتے ہو؟ میں جب اس آیت پر پہنچا ہوں تو میں نے تو اس سورت کو نہ پڑھنے کی خواہش کی، سعید بن جبیر نے فرمایا (اس میں کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسل اپنی قوم سے مایوس ہو گئے کہ وہ ان کی تصدیق کریں گے اور رسل جن کی طرف بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے گمان کیا کہ رسل سے وعدہ خلافی کی گئی ہے۔ ضحاک نے فرمایا: اگر میں اس آیت کے لیے یمن کی طرف سفر کرتا تب بھی کم ہوتا۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے كَذَبُوْا کو کاف کے فتحہ اور ذال کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ فرماتے ہیں: رسل اپنی قوم کو عذاب ملنے سے مایوس ہو گئے اور ان کی قوم نے گمان کیا کہ رسولوں سے غلط بیانی کی گئی ہے۔ جَآءَهُمْ نَصْرُنَا پھر رسل کے پاس ہماری مدد آ پہنچی۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں اس کے دلائل میں یہ آیات ہیں۔ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (غافر: 83) "یعنی رسل جب ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا ہم ان رسل سے زیادہ جانتے ہیں ہمیں کبھی عذاب نہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 100-99　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 02-101　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 101

ہوگا''۔ اسی طرح ارشاد ہے وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۝ (الزمر) ''اور گھیر لیا انہیں اس (عذاب) نے جس کا وہ استہزاء کرتے تھے''۔ مجاہد فرماتے ہیں انہیں گھیر لیا اس حق نے جو ان کے پاس ان کے رسل لے کر آئے تھے۔ (1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ کے تحت روایت کیا ہے: بچا لیا گیا ہے (عذاب سے) جس کو ہم نے چاہا اور نہیں ٹالا جا سکتا ہمارا عذاب اس قوم سے جو جرائم پیشہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسل مبعوث فرمائے جنہوں نے اپنی قوم کو دعوت اسلام دی۔ اور انہوں نے بتایا کہ جو اللہ کی اطاعت کرے گا وہ نجات پائے گا اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اس کو عذاب دیا جائے گا اور وہ بھٹک جائے گا۔ (2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے نَصْرُنَا سے مراد عذاب ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت نصر بن عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فنجا من نشاء پڑھا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ پڑھا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بَاْسُنَا سے مراد عذاب ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝۱۱۱

''بلاشبہ پہلی قوموں (کے عروج وزوال) کی داستانوں میں (درس) عبرت ہے سمجھداروں کے لیے نہیں ہے یہ قرآن ایسی بات جو (یونہی) گھڑ لی گئی ہو بلکہ یہ تصدیق کرتی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں اور یہ (قرآن) ہر چیز کی تفصیل ہے اور سراپا ہدایت ورحمت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: عِبْرَةٌ سے مراد معرفت ہے اور لِّاُولِي الْاَلْبَابِ سے مراد ذوی العقول ہیں۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ قَصَصِهِمْ میں ھم ضمیر کا مرجع یوسف اور آپ کے بھائی ہیں۔ (3)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ الفریہ سے مراد جھوٹ ہے۔ اور وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ سے مراد یہ ہے کہ قرآن ان پہلی کتب کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے انبیائے کرام پر نازل ہوئیں، پس وہ تورات، انجیل، زبور ہیں، قرآن ان سب کی تصدیق کرتا ہے اور ان کے متعلق شہادت دیتا ہے کہ یہ تمام کتب اللہ کی طرف سے حق ہیں۔ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن میں حرام، حلال، اطاعت ومعصیت کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (4)

امام ابن السنی اور دیلمی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 106 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 107 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 09-108

نے فرمایا: جب عورت پر بچہ جننا مشکل ہو جائے تو ایک صاف برتن لے کر اس پر یہ آیات لکھی جائیں كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ (احقاف:35) كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا (النازعات: 46) لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (یوسف:111) پھر اس کو دھو کر کچھ پانی عورت کو پلایا جائے اور باقی پانی عورت کے پیٹ اور شرم گاہ پر چھڑک دیا جائے۔

آیاتہا ۴۳ ﴿ سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ ۱۳ ﴾ رکوعاتہا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ①

''الف، لام، میم، را، یہ آیتیں ہیں کتاب (الٰہی) کی اور جو نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ (اپنی کج فہمی کے باعث) ایمان نہیں لاتے''۔

امام النحاس رحمہ اللہ نے الناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۂ رعد مکہ میں نازل ہوئی۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سورۂ رعد مکی ہے۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۂ رعد مدینہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سورۂ رعد مدنی ہے سوائے اس ایک آیت کے۔ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ۔

امام ابن ابی شیبہ اور المروزی رحمہما اللہ نے الجنائز میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب میت پر موت کا وقت قریب آجائے تو اس کے پاس سورۂ رعد پڑھی جائے کیونکہ یہ میت کے لیے آسانی کا باعث ہوتی ہے، یہ اس کی روح قبض ہونے میں تخفیف کا سبب ہوگی اور اس کی شان کے لیے راحت ویسر کا باعث ہوگی۔(1)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الٓمّٓرٰ سے مراد اَنَا اللّٰهُ اَرٰى ہے۔ یعنی میں اللہ دیکھ رہا ہوں۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ الکتاب سے مراد تورات اور انجیل ہیں۔ اور الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ سے مراد قرآن ہے۔(3)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: الکتاب سے مراد وہ کتابیں ہیں جو قرآن سے پہلے تھیں اور الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ سے مراد یہ قرآن ہے۔(4)

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 445، (10852)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 110، داراحیاء التراث العربی بیروت　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 111　4۔ ایضاً

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۚ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝ وَ هُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْهٰرًا ۚ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

''اللہ وہ (قدرت وحکمت والا ہے) جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے (جیسے) تم انہیں دیکھ رہے ہو پھر وہ متمکن ہوا عرش پر اور پابند حکم بنا دیا سورج اور چاند کو، ہر ایک رواں ہے مقررہ میعاد تک۔ اللہ تعالیٰ تدبیر فرماتا ہے ہر کام کی، کھول کر بیان کرتا ہے (اپنی) نشانیوں کو، شاید تم اپنے رب سے ملاقات کا یقین کر لو اور وہ وہی ہے جس نے پھیلا دیا زمین کو اور بنا دیئے اس میں پہاڑ اور دریا اور ہر قسم کے پھلوں میں سے دو دو جوڑے بنا دیئے، وہ ڈھانپ دیتا ہے رات سے دن کو۔ بے شک ان تمام چیزوں میں (اس کی قدرت کی) نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو غور وفکر کرتے رہتے ہیں''۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس سے کہا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ آسمان ستون پر قائم ہیں، تو ابن عباس نے فرمایا: اسے یہ آیت پڑھاؤ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا یعنی تم ان ستونوں کو نہیں دیکھتے۔(1)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ تجھے کیا معلوم کہ شاید وہ ایسے ستونوں پر قائم ہو جنہیں تم نہیں دیکھتے۔(2)

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ آسمانوں کے ستون ہیں لیکن تم ان ستونوں کو دیکھ نہیں سکتے۔(3)

امام ابن جریر نے حضرت ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آسمان زمین پر قبہ کی مانند بنایا گیا ہے۔(4)

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آسمان چار ستونوں پر واقع ہے اور ہر زاویہ پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یہ ایسے ستون ہیں جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے۔(5)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن اور قتادہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر ستونوں کے آسمان بنائے پھر انہیں حکم دیا کہ ٹھہرے رہو تو وہ ٹھہر گئے۔(6)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 112
2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 113
3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 227 (1348)، بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 114
5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 112
6۔ ایضاً

ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے معاذ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابی کے مصحف میں (بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهُ) تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اجل مسمی سے مراد مدت معلوم ہے اور مقررہ حد ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ وہ تنہا ہی فیصلہ فرماتا ہے۔(1)

امام ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی اور اپنے رسل مبعوث فرمائے تاکہ اس کے وعدہ پر لوگ ایمان لے آئیں اور اس کی ملاقات کا یقین کریں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن عبد اللہ مولی غفرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب نے عمر بن خطاب سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ رکھا ہے اور مشرق میں سو سال کا ایسا فاصلہ موجود ہے جہاں کوئی حیوان، جن، انسان، جانور اور شجر نہیں ہے۔ اسی طرح مغرب میں بھی ایسا ہی سو سال کا فاصلہ موجود ہے اور تین سو سال کا فاصلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے جہاں حیوان رہتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ دنیا کی مسافت پانچ سو سال ہے اور چار سو سال کی مسافت غیر آباد ہے اور سو سال کی مسافت آباد ہے اور اس میں سے مسلمانوں کے قبضہ میں ایک سال کی مسافت ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابونعیم رحمہما اللہ نے الحلیہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: دنیا کے خراب حصہ میں آباد حصہ ایسا ہے جیسے سمندر میں ایک خیمہ ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوالجلد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زمین چوبیس ہزار فرسخ ہے، سوڈان کے لیے بارہ ہزار، روم کے لیے آٹھ ہزار، فارس کے لیے تین ہزار اور باقی ایک ہزار تمام عرب کے لیے ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت خالد بن معضرب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زمین کی کل مسافت پانچ سو سال ہے، تین سو سال کا حصہ اس کے آباد کرنے والوں کے لیے ہے اور دو سو حصہ خراب ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زمین کی وسعت پانچ سو سال ہے۔ تین سو سمندر کے لیے ہے اور ایک سو خراب ہے اور ایک سو سال کی مسافت آبادی کے لیے ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زمین کے سات اجزاء ہیں ان میں سے چھ اجزاء پر یاجوج ماجوج رہتے ہیں اور ایک جزء پر باقی ساری مخلوق ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے بیان کیا گیا ہے کہ زمین کا فاصلہ چوبیس ہزار فرسخ ہے، اس میں سے بارہ ہزار فرسخ ہند کی زمین ہے، آٹھ ہزار چین کی اور تین ہزار مغرب کی اور ایک ہزار عرب کے لیے ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مغیث بن سمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زمین کے تین حصے ہیں:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 115

ایک حصے میں لوگ اور درخت ہیں، ایک حصہ میں سمندر ہیں اور ایک حصہ میں ہوا ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے ہوا کو پیدا فرمایا۔ پس ہوا چل پڑی۔ وہ ایک بلند ٹیلہ سے شروع ہوئی جو زمین کے نیچے ہے۔ پھر اس ٹیلہ سے زمین طول وعرض میں پھیلائی گئی جتنی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہی۔ وہ ڈول رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ گاڑ دیئے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ حرکت کرنے لگی اور عرض کناں ہوئی: اے میرے رب! تو مجھ پر آدم کی اولاد کو پیدا کر رہا ہے جو مجھ پر گناہ کریں گے اور برے اعمال کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ پیدا فرمائے جو تمہیں نظر آتے ہیں اور جو تمہیں نظر نہیں آتے اور زمین کا ٹھہرانا ایسا تھا جیسے گوشت حرکت کر رہا ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سب سے پہلا پہاڑ جو زمین پر رکھا گیا وہ جبل ابوقبیس تھا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ یعنی اللہ نے ہر چیز سے مذکر، مؤنث بنائے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ یعنی وہ دن کو رات پہنا دیتا ہے۔ (1)

وَ فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

''اور زمین میں (مختلف قسم کے) ٹکڑے ہیں جو قریب قریب ہیں اور باغات ہیں انگوروں کے اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں، کچھ ایک تنے سے پھوٹی ہیں اور کچھ الگ الگ تنوں سے۔ سیراب کیا جاتا ہے ایک ہی پانی سے (اس کے باوجود) ہم فضیلت دیتے ہیں بعض (درختوں) کو بعض پر ذائقہ اور بو میں۔ بے شک ان میں (اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کی) نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو عقل مند ہو''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اچھی اور عمدہ زمین اللہ تعالیٰ کے اذن سے فصل اگاتی ہے جب کہ اس کے پڑوس میں شوریلی زمین ہوتی ہے اس پر کوئی فصل نہیں ہوتی حالانکہ زمین ایک ہے، پانی بھی دونوں کے لیے میٹھا اور کڑوا ایک جیسا ہے لیکن ایک کو دوسری پر فضیلت دی گئی ہے۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زمین میں صرف آسمان کا پانی ہے لیکن زمین کی تہیں اسے تبدیل کر دیتی ہیں۔ پس جو نمکین پانی کو میٹھا کرنا چاہتا ہے وہ زمین سے پانی کو اوپر نکالے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 116 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 117 (متفرق طور پر)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ زمین کے مختلف ٹکڑے ہیں۔ کچھ شور یلے ملے، کچھ اچھے کچھ نمکین اور کچھ صاف۔ (1)

امام ابن جریر، ابوالشیخ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد قریب قریب کے علاقہ اور دیہات ہیں۔ (2)

امام ابوالشیخ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اس سے مراد فارس، اہواز، کوفہ اور بصرہ کے علاقے ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک زمین میٹھے پھل اگاتی ہے اور دوسری کھٹے اور ترش پھل اگاتی ہے حالانکہ وہ قریب قریب ہوتی ہیں اور ایک پانی سے سیراب کی جاتی ہیں۔ (3)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ زمین ایک ہے، اس میں بادام، امرود، انگور، سیاہ و سفید لگتے ہیں۔ بعض حجم میں بڑے ہوئے ہیں اور بعض چھوٹے ہوتے ہیں، بعض میٹھے ہوتے ہیں اور بعض ترش ہوتے ہیں۔ بعض بعض سے عمدہ ہوتے ہیں۔ (4)

امام الفریابی، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے (صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ) کے تحت روایت کیا ہے کہ صِنْوَانٌ سے مراد وہ درخت ہیں جن کی جڑ ایک ہوتی ہے جب کہ وہ ہوتے متفرق ہیں اور غَيْرُ صِنْوَانٍ سے مراد وہ ہوتے ہیں جو تنہا اگتے ہیں، بعض روایت میں ہے کہ صِنْوَانٌ اس کھجور کے درخت کو کہتے ہیں جو دوسری کھجور سے متصل ہوتا ہے اور غَيْرُ صِنْوَانٍ سے مراد متفرق کھجور کے درخت ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں (صِنْوَانٌ) کھجوروں کے ان متعدد درختوں کو کہتے ہیں جو ایک اصل سے پھوٹے ہوں۔ اور (غَيْرُ صِنْوَانٍ) کھجوروں کے الگ الگ درخت ہیں (5)۔ ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ زمین کے مختلف قسم کے ٹکڑے جو قریب قریب ہیں کچھ اچھے اور عمدہ ہیں اور کچھ خبیث شور یلے ہیں۔ (صِنْوَانٌ) ایسے دو کھجور کے درخت یا زیادہ درخت ہیں جن کی اصل ایک ہو۔ غَيْرُ صِنْوَانٍ جو علیحدہ ہوں (بماء واحد) وہ ایک پانی یعنی بارش کے پانی سے سیراب کیے جاتے ہیں۔ زمین کے مختلف ٹکڑوں کی مثال آدم کی مانند ہے کچھ نیک سیرت ہوئے ہیں اور کچھ بدطینت جب کہ تمام کا باپ ایک ہے۔ اسی طرح کھجور کے درختوں کی اصل ایک ہوتی ہے لیکن ذائقہ مختلف ہوتا ہے حالانکہ ان کو ایک ہی پانی ملتا ہے۔ (6)

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ صِنْوَانٌ سے مراد مجتمع اور غَيْرُ صِنْوَانٍ سے مراد الگ الگ درخت ہیں، تمام ایک ہی پانی سے سیراب کیے جاتے ہیں لیکن ہم ذائقہ میں بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں بعض انگور سفید ہوتے ہیں بعض سیاہ اور سرخ ہوتے ہیں۔ کچھ انجیر سفید ہوتی ہے اور کچھ سیاہ ہوتی ہے۔ کھجوریں بعض سرخ ہوتی ہیں اور بعض زرد۔ (7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 17-116　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 177　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 118
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 119　5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 120
6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 23-20-18-117　7۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 118

امام ابن جریر، ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے (صِنْوَانٌ) سے مراد ایسے تین کھجور کے درخت ہیں جن کی اصل ایک ہو جیسے ماں باپ کے تین بچے عمل میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان تین کھجوروں کے پھل بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اگرچہ اصل ایک ہوتی ہے۔ (1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کے دلوں کی مثال بیان فرمائی ہے۔ جس طرح زمین رحمن کے ہاتھ میں ایک مٹی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پھیلایا پس زمین کے مختلف ٹکڑے بن گئے جو ایک دوسرے کے قریب تھے۔ ان پر آسمان سے بارش برستی ہے پھر وہ زمین اپنی رونق، پھل اور درخت نکالتی ہے، مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اور اس کے قریب والی زمین بارش کے بعد شور، نمک اور خبث ظاہر کرتی ہے حالانکہ دونوں کو ایک ہی پانی یعنی بارش سے سیراب کیا گیا ہے۔ اگر پانی نمکین ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ اس پانی کی وجہ سے زمین نے شور نکالا ہے، اسی طرح لوگ آدم سے پیدا کیے گئے ہیں، ان پر آسمان پر نصیحت نازل ہوتی ہے، کچھ دل نرم ہو جاتے ہیں اور خشوع وخضوع کا اظہار کرتے ہیں اور کچھ دل سخت ہو جاتے ہیں اور غفلت اور سہو کا اظہار کرتے ہیں حضرت الحسن فرماتے ہیں اللہ کی قسم قرآن سے کسی نے مجلس اختیار نہیں کی مگر اس نے اٹھنے کے وقت زیادتی یا کمی پائی۔ اللہ فرماتا ہے: وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ (اسراء) اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن میں وہ چیزیں جو (باعث) شفا ہیں اور سراپا رحمت ہیں اہل ایمان کے لیے اور قرآن نہیں بڑھاتا ظالموں کے لیے مگر خسارہ کو۔ (2)

امام ابن جریر اور عبد الرزاق نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ صِنْوَانٌ سے مراد وہ کھجور کے دو یا تین درخت ہیں جن کی اصل ایک ہوتی ہے اور فرماتے ہیں مجھے ایک شخص نے بتایا کہ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عباس کے درمیان ایک جھگڑا ہوا۔ حضرت عباس نے حضرت عمر پر زیادتی کی، حضرت عمر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا نبی اللہ، عباس نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے، میں نے ان سے جوابی کاروائی کا ارادہ کیا لیکن پھر مجھے آپ کا ان سے رشتہ وتعلق یاد آ گیا اور میں کسی قسم کی کارروائی کرنے سے رک گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔ انسان کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (3)

امام عبد الرزاق اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے عباس کے متعلق تکلیف نہ پہنچاؤ کیونکہ وہ میرے آباؤ واجداد کا بقیہ ہے اور انسان کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء اور ابن ابی ملیکہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر سے فرمایا: اے عمر! کیا تجھے معلوم نہیں کہ انسان کا چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔ (5)

امام حاکم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اے علی! لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تو۔ اے علی! ایک درخت سے ہیں پھر حضور علیہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 22-121
2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 122
3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 121
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً

الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اس حدیث کو حاکم نے صحیح اور ذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اس آیت کو نون کے ساتھ پڑھا ہے: نُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلٰى بَعۡضٍ۔

امام ترمذی، البزار، ابن جریر، ابن المنذر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ردی کھجور، فارسی، میٹھے اور ترش پھل۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ ترش ہے، یہ میٹھا ہے، یہ ردی ہے، یہ فارسی ہے۔ (2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ میٹھا ہے، یہ کڑوا ہے، یہ ترش ہے، اسی طرح اولاد آدم کا باپ ایک ہے، بعض ان میں سے مومن ہیں، بعض کافر ہیں۔

وَ اِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ‌ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ‌ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۞

''اے سننے والے! اگر تو (ان کے تعصب پر) حیران ہوا ہے تو حیرت انگیز ان کا یہ قول بھی ہے کہ کیا جب ہم (مر کر) مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے (دوبارہ) پیدا کیا جائے گا۔ یہی (منکرین قیامت) وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا اور انہیں (بدنصیبوں) کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ اس (آگ) میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ اگر آپ ان کے جھٹلانے پر تعجب کرتے ہیں تو ان کا یہ قول بھی حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن زید سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر آپ ان کی تکذیب پر تعجب کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے قدرت الٰہی اور اس کے حکم کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے یہ مثالیں بیان فرمائی ہیں، اس نے انہیں مردوں کو زندہ کر کے دکھلایا ہے اور مردہ زمینوں کو آباد کر کے دکھایا ہے۔ ان کے اس قول پر تعجب کرو کہ وہ کہتے ہیں: کیا جب مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر ہمیں نئے سرے سے زندہ کیا جائے گا۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک نطفہ سے پیدا کیا تھا یہ مٹی اور ہڈیوں سے پیدا کرنے کی بنسبت زیادہ مشکل تھا۔ (3)

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قیامت کے جھٹلانے پر تعجب کر رہا ہے۔ (4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 124 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 125 4۔ ایضاً

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور الخطیب رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان بدنصیبوں کی گردنوں میں بیڑیاں اس لیے نہیں ڈالی جائیں گی کہ وہ رب سے بھاگ نہ جائیں بلکہ اس لیے ان کی گردنوں میں یہ بیڑیاں ڈالی جائیں گی کہ جب ان پر آگ کے شعلے بھڑکیں گے تو وہ بیڑیاں انہیں آگ میں ہی قید رکھیں گی۔(1)

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ۝

''اور یہ تیزی سے مطالبہ کرتے ہیں آپ سے برائی (عذاب) کا نیکی (یعنی بخشش) سے پہلے اور (ان نادانوں کو یاد نہیں کہ) گزر چکے ہیں ان سے پہلے نزول عذاب کے کئی واقعات اور (اے محبوب!) بلاشبہ آپ کا رب بہت بخشنے والا (بھی) ہے لوگوں کے لیے ان کے ظلم (زیادتی) کے باوجود اور بے شک آپ کا رب سخت عذاب دینے والا (بھی) ہے''۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے: اس آیت میں بِالسَّيِّئَةِ سے مراد عذاب ہے اور الْحَسَنَةِ سے مراد عافیت ہے۔ اور الْمَثُلٰتُ سے مراد گزشتہ قوموں پر واقع ہونے والے عذاب الٰہی کے واقعات ہیں۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْمَثُلٰتُ سے مراد وہ عذاب کے واقعات ہیں جو پہلی قوموں پر وارد ہوئے تھے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ بندر اور خنازیر، الْمَثُلٰتُ ہیں۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے الْمَثُلٰتُ سے مراد امثال ہیں۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کا عفو و درگزر نہ ہوتا تو کسی کے لیے یہ زندگی خوشگوار نہ ہوتی۔ اگر اس کی وعید اور عقاب نہ ہوتا تو ہر ایک (عفو پر) بھروسہ کر لیتا۔(4)

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۝

''اور کافر کہتے ہیں کہ کیوں نہ اتاری گئی ان کی طرف کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے آپ تو (کجروی کے انجام بد سے) ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے آپ ہادی ہیں''۔

ابن جریر، ابوالشیخ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ یہ قول مشرکین عرب نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی خاص نشانی کیوں نہ اتاری گئی۔ آپ تو ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کا ایک داعی ہوتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 126　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 27-126　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 127
4۔ ایضاً　5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 128

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں هَادٍ سے مراد داعی ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مُنْذِرٌ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور هَادٍ سے مراد نبی ہے جو اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے۔(2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ڈرانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے۔(3)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے مُنْذِرٌ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر قوم کو ہدایت دینے والا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈرانے والے ہیں اور وہی ہدایت دینے والے ہیں۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ اور الضحاک رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: میں منذر ہوں اور اپنے ہاتھ سے حضرت علی کے کندھے پر اشارہ کیا اور فرمایا: اے علی! تو ھادی ہے، میرے بعد تجھ سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔(5)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو برزہ الاسلمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا پھر حضرت علی کے سینے پر رکھا اور فرمایا لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ہر قوم کے لیے آپ ہادی ہیں۔

امام ابن مردویہ اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المنذر (ڈرانے والا) میں ہوں اور ھادی (ہدایت دینے والا، راہنمائی کرنے والا) علی بن ابی طالب ہے۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد المسند میں، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں حاکم، ابن مردویہ، ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذر ہیں اور میں ہادی ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ ہادی بنی ہاشم کا ایک آدمی ہے اور مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنی ذات ہے۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۸

”اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو (شکم میں) اٹھائے ہوتی ہے کوئی مادہ اور (جانتا ہے) جو کم کرتے ہیں رحم اور جو زیادہ کرتے ہیں اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک اندازہ سے ہے“۔

امام ابن جریر نے حضرت ضحاک سے روایت کیا ہے: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 31-130 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 30-129 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 128
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 129 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 130 عن ابن عباس

بچہ ہے یا بچی ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو رحم کم کرتے ہیں۔ اس سے مراد وہ عورت ہے جو حمل کے دوران خون دیکھتی ہے۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ سے مراد خون کا نکلنا ہے اور وَ مَا تَزْدَادُ سے مراد خون کا رک جانا ہے۔ (2)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ سے مراد عورت کا حمل کے دوران خون دیکھنا ہے اور وَ مَا تَزْدَادُ سے مراد نو مہینوں پر زیادتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ضحاک کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد نو ماہ پر کمی اور زیادتی ہے۔ ضحاک کہتے ہیں میری ماں نے مجھے اپنے پیٹ میں دو سال اٹھائے رکھا اور مجھے جنم دیا تو میرے ثنایا دانت نکلے ہوئے تھے۔

امام ابن المنذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ سے مراد نو ماہ سے جو کم کرے اور ماتزداد سے مراد جو نو ماہ سے زائد ہوں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ سے مراد بچے کا ادھورا گرنا ہے اور وَ مَا تَزْدَادُ سے مراد کمی پر حمل کی اتنی زیادتی ہے کہ وہ اسے مکمل بچہ جنم دیتی ہے۔ اسی مفہوم کی وجہ یہ ہے کہ بعض عورتیں دس ماہ اٹھائے رکھتی ہیں، بعض نو ماہ اٹھائے رکھتی ہیں، بعض مدت حمل سے زائد اٹھائے رکھتی ہیں اور بعض کم مدت اٹھائے رکھتی ہیں، یہی کمی اور زیادتی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے اور یہ ساری کیفیات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتی ہیں۔ (3)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو مدت نو ماں سے کم وہ غیض ہے اور جو نو ماں سے زائد ہو وہ زیادت ہے۔ (4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حمل دو سال سے زائد اتنی مقدار بھی نہیں رہتا جتنی مقدار میں چرخہ کا ٹکڑا گھومتا ہے۔ (5)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب عورت حمل کے دوران خون دیکھے تو بچہ کمزور ہوتا ہے اور جب نہ دیکھے تو بچہ بڑا ہوتا ہے۔ (6)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ سے مراد بچے کا ادھورا گرنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الجنین جو ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے، نہ کوئی چیز طلب کرتا ہے، نہ پریشان و غمگین ہوتا ہے۔ اس کا رزق ماں کے پیٹ میں اس کے حیض کے خون سے آتا ہے۔ اسی وجہ سے حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا۔ جب بچہ زمین پر پہنچتا ہے تو چیختا ہے اور اس کا چیخنا نئے مکان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب اس کی ناف کاٹی جاتی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 133، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 132
3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 32-131
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 134
5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 133
6۔ ایضاً

ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا رزق اس کی ماں کے پستانوں میں تبدیل کر دیتا ہے حتی کہ وہ اس وقت بھی نہ کوئی خواہش کرتا ہے اور نہ غمگین و پریشان ہوتا ہے پھر بچہ بن جاتا ہے تو ہاتھ میں کسی چیز کو پکڑ کر کھاتا ہے اور جب بالغ ہوتا ہے تو کہتا ہے میرے لیے رزق کہاں سے ہوگا افسوس تجھ پر! اس نے تجھے تیری ماں کے پیٹ میں غذا دی جب کہ تو چھوٹا بچہ تھا حتی کہ جب تو مضبوط اور سمجھ دار ہو گیا تو تو نے کہا: میرا رزق کہاں ہے؟ پھر مکحول نے یہ آیت تلاوت کی يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَى ...... الآیہ۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے قتادہ سے روایت کیا ہے وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ یعنی ہر چیز کے لیے ایک مدت ہے۔ اس نے اپنی مخلوق کے رزق اور ان کی عمروں کو مخصوص مدت کے لیے محفوظ رکھا ہے اور اس نے معلوم مدت مقرر کی ہے۔(1)

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝

''وہ جاننے والا ہے ہر پوشیدہ چیز کو اور ہر ظاہر چیز کو، سب سے بڑا عالی مرتبہ ہے (اس کے علم میں) سب یکساں ہیں تم میں سے وہ بھی جو آہستہ بات کرتا ہے اور جو بلند آواز سے بات کرتا ہے اور وہ بھی جو چھپا رہتا ہے رات کے وقت اور جو چلتا پھرتا رہتا ہے دن کے وقت''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کا معنی سر اور علانیہ روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند آواز سے بات کرنے والا اور آہستہ بات کرنے والا برابر ہیں اور رات کو چھپ کر گناہ کرنے والا اور دن کو ظاہراً گناہ کرنے والا برابر ہیں۔(2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آہستہ، علانیہ، ظلمت اور روشنی سب یکساں ہیں۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ آہستہ بات میں سے بھی جانتا ہے جو علانیہ میں سے جانتا ہے، وہ علانیہ میں سے جانتا ہے جو آہستہ میں سے جانتا ہے، وہ رات میں سے جانتا ہے جو دن میں جانتا ہے اور رات میں سے جانتا ہے جو وہ دن میں سے جانتا ہے۔

امام ابو عبید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ سے مراد ظاہراً کام کرنے والا ہے۔(4)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد مشکوک شخص ہے۔ جب وہ باہر نکلتا ہے تو لوگوں کو دکھاتا ہے کہ میں گناہ سے بری ہوں۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 135 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 137 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ يَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوۡمٍ سُوۡۤءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّالٍ ۝

''انسان کے لیے یکے بعد دیگرے آنے والے فرشتے ہیں۔ اس کے آگے بھی اور اس کے پیچھے بھی۔ وہ نگہبانی کرتے ہیں اس کی اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا کسی قوم کی (اچھی یا بری) حالت کو جب تک وہ لوگ اپنے آپ میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے اور جب ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کسی قوم کو تکلیف پہنچانے کا تو کوئی ٹال نہیں سکتا اسے اور نہ ہی ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی مدد کرنے والا ہوتا ہے''۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی (الکبیر میں) ابن مردویہ اور ابونعیم نے دلائل میں حضرت عطا بن یسار کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اربد بن قیس اور عامر بن طفیل، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ تشریف فرما تھے۔ یہ دونوں آپ کے سامنے بیٹھ گئے، عامر نے کہا: اگر میں اسلام قبول کرلوں تو آپ میرے لیے کیا کریں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تیرے لیے وہ حقوق و فرائض ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں کے لیے ہیں۔ عامر نے کہا: کیا اپنے بعد خلافت کا حق میرے لیے مختص کریں گے اگر میں اسلام قبول کرلوں؟ فرمایا: یہ امر خلافت نہ تیرے لیے ہے اور نہ تیری قوم کے لیے ہے، لیکن تیرے لیے گھوڑوں کی لگامیں ہیں۔ اس نے کہا: میرے لیے خیمے اور اپنے لیے مٹی کے گھر بنا دے۔ نبی کریم نے فرمایا: نہیں۔ جب وہ واپس پلٹا تو کہنے لگا: میں تم پر گھوڑوں اور پیدل فوج کے ذریعے حملہ کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ سے مجھے محفوظ رکھے گا، جب اربد اور عامر باہر نکلے تو عامر نے کہا: اے اربد! میں باتوں میں محمد ﷺ کو تجھ سے غافل کردوں گا، تم اس پر تلوار سے وار کردینا، جب تو محمد ﷺ کو قتل کردے گا تو لوگ دیت سے کچھ زیادہ مطالبہ نہ کریں گے اور جنگ کو ناپسند کریں گے ہم انہیں دیت ادا کردیں گے۔ اربد نے کہا: میں ایسا کروں گا۔ وہ دونوں واپس آئے تو عامر نے کہا: اے محمد! ﷺ آپ اٹھیں میں آپ کے ساتھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ چل پڑے اور ایک دیوار کے ساتھ علیحدہ ہو گئے۔ عامر آپ کے ساتھ باتیں کررہا تھا تو اربد نے تلوار سونت لی۔ جب اس نے اپنا ہاتھ تلوار پر رکھا تو اس کا ہاتھ تلوار کے دستہ پر ہی خشک ہو گیا اور تلوار کو لہرا بھی نہ سکا۔ اربد نے تلوار مارنے میں دیر کردی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ سب کچھ ملاحظہ فرمایا جو کچھ اربد کے ساتھ ہوا تھا جب وہ دونوں واپس ہوئے تو عامر نے اربد سے کہا: تجھے کیا ہوا تھا تو نے وار نہیں کیا؟ اس نے کہا: میں نے تلوار پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ خشک ہو گیا۔ پھر جب عامر اور اربد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے اٹھ کر چلے گئے حتیٰ کہ جب وہ دونوں حرۃ واقم پر تھے تو وہاں پڑاؤ کیا۔ ان کے پاس سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر گئے اور کہا اے اللہ کے دشمنو! دفع ہو جاؤ! تم دونوں پر اللہ کی لعنت ہو، حضرت سعد نے ان دونوں کو مارا۔ عامر نے کہا: اے سعد یہ کون ہے سعد نے کہا: یہ اسید بن حضیر الکتائب ہے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! حضیر میرا دوست تھا۔ جب وہ دونوں رقم میں تھے تو

اللہ تعالیٰ نے اربد پر بجلی گرائی تو اس نے اسے قتل کر دیا، عامر نکلا حتی کہ جب وہ خریب کے مقام پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسا زخم لگایا کہ وہ اس کی وجہ سے مر گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ۝ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّیْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ۔ ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے اربد اور اس کے قتل ہونے کا ذکر کیا۔ فرمایا هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ۝ وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَ هُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ۝ (الرعد)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ کا ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ فرشتے انسان کی آگے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ حفاظت اللہ کے امر سے اور اللہ کے امر کے ساتھ ہوتی ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مُعَقِّبٰتٌ سے مراد فرشتے ہیں اور امر اللہ سے مراد باذن اللہ ہے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مُعَقِّبٰتٌ سے مراد فرشتے ہیں۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فرشتے اللہ کے حکم سے حفاظت کرتے ہیں۔(3)

امام ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ کے حکم سے حفاظت کرتے ہیں۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وہ فرشتے اللہ کے حکم سے آپ کی حفاظت کرتے ہیں اور بعض قرأت میں یَحْفَظُوْنَهٗ بِاَمْرِ اللّٰهِ کے الفاظ ہیں۔(5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سلطان کے ولی کے اوپر محافظ ہوتے ہیں جو اس کی آگے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ میرے حکم سے حفاظت کرتے ہیں۔ اور جب میں کسی قوم کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرتا ہوں تو اس سے کوئی ٹال نہیں سکتا۔(6)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ فرماتے ہیں بادشاہ اپنے محافظ بناتے ہیں جو ان کی آگے، پیچھے سے حفاظت کرتے ہیں اور دائیں بائیں سے بھی نگرانی کرتے ہیں، وہ اس کی قتل سے حفاظت کرتے ہیں۔ کیا تو نے یہ ارشاد نہیں سنا وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا جب اللہ تعالیٰ کسی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 141 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 138 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 142
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 141 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 142 6۔ ایضاً

قوم کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے محافظ اسے کچھ فائدہ نہیں پہنچاتے۔

امام ابن جریر نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ فرماتے ہیں اس سے مراد یہاں امراء ہیں۔(1)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو دن، رات انسان کے پیچھے رہتے ہیں اور بنی آدم کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مُعَقِّبٰتٌ سے مراد فرشتے ہیں۔(2)

امام ابن المنذر نے ایک اور طریق سے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے: لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ یعنی فرشتے دن، رات انسان کے پیچھے رہتے ہیں اور اعمال لکھتے رہتے ہیں اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فرشتے دن اور رات میں یکے بعد دیگرے آتے ہیں، ابن آدم کے اعمال لکھتے ہیں۔ اسی کی مثل یہ ارشاد بھی ہے: عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ (ق:17) نیکیاں اس کے سامنے سے اور برائیاں اس کے پیچھے سے لکھتے ہیں۔ جو فرشتہ دائیں جانب ہوتا ہے وہ نیکیاں لکھتا ہے اور جو بائیں جانب ہوتا ہے وہ نہیں لکھتا مگر دائیں جانب والے فرشتے کی شہادت کے ساتھ لکھتا ہے۔ جب انسان چلتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے سر کے پاس ہوتا ہے اور ایک اس کے قدموں کے پاس ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ سے مراد کراماً کاتبین ہیں انسان کی حفاظت کا انہیں اللہ کی طرف سے حکم ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جنوں میں سے کچھ جن اللہ کے حکم سے انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔(3)

عبدالرزاق، الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس قول کے متعلق روایت کیا ہے: فرشتے انسان کی آگے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہیں۔ جب وہ قضائے حاجت کے لیے جاتا ہے تو اس سے جدا ہو جاتے ہیں۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہر انسان پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کی نیند اور بیداری کی حالت میں جنوں، انسانوں اور کیڑوں سے حفاظت کرتا ہے۔ جو چیز بھی انسان کو تکلیف پہنچانے کے لیے آتی ہے وہ فرشتہ اسے پیچھے کر دیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جب تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ چیز اس کو پہنچ جاتی ہے۔(5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر انسان پر زمین (کا نشیب و فراز) نرم اور سخت زمین ظاہر ہو جائے تو وہ ہر جگہ شیاطین دیکھ لے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تم پر فرشتے مقرر نہ کیے ہوتے جو تمہارے کھانے، پینے اور تمہاری شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں تو وہ شیاطین تمہیں اچک کر لے جاتے۔(6)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابومجلز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص مراد قبیلہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 140　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 141　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 143
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 139　5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 140　6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 143

پاس گیا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے حضرت علی سے کہا: ہوشیار رہو، مراد کے کچھ لوگ تمہیں قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں، حضرت علی نے فرمایا: ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں، جب تک کہ تقدیر کا فیصلہ نہیں آتا، جب تقدیر کا فیصلہ آجاتا ہے تو اسے چھوڑ دیتے ہیں، موت کا مقررہ وقت ایک مضبوط ڈھال ہے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہر آدمی کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اس کا دفاع کرتا ہے حتی کہ وہ اس کو تقدیر الٰہی کے فیصلہ کے حوالے کر دیتا ہے۔(2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: ہر شخص کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں، دو فرشتے دن کے وقت اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جب رات ہوتی ہے تو وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں اور ان کے پیچھے اور فرشتے آجاتے ہیں۔ وہ دونوں رات کے وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں حتی کہ صبح ہو جاتی ہے وہ فرشتے اس کی آگے اور پیچھے سے حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ اسے کوئی ایسی تکلیف نہیں پہنچتی جو اس کی تقدیر میں لکھی نہیں گئی ہوتی۔ اور جب بھی کوئی چیز اس پر حملہ آور ہوتی ہے وہ فرشتے اس کو دور کر دیتے ہیں۔ کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا؟ ایک شخص دیوار کے پاس سے گزرتا ہے۔ جب وہ گزر جاتا ہے تو دیوار گر جاتی ہے۔ جب نوشتہ تقدیر کا وقت آجاتا ہے تو وہ درمیان سے ہٹ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ انسان کی حفاظت کریں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابی بن کعب کی قرأت اس طرح ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ رَقِیْبٌ مِّنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔(3)

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے، (لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ رُقَبَاءُ مِنْ خَلْفِهٖ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ یَحْفَظُوْنَهٗ)(4)

حضرت ابن عباس نے یہ آیت اس طرح پڑھتے سنا (له مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ رَقِیْبٌ مِّنْ خَلْفِهٖ)(5)

امام ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں کہ کہیں اس پر دیوار نہ گر جائے، کسی کنویں میں نہ گر جائے، اسے کوئی درندہ نہ کھا جائے، غرق نہ ہو جائے، جل نہ جائے، لیکن جب تقدیر الٰہی آجاتی ہے تو فرشتے تقدیر الٰہی کے سامنے سے ہٹ جاتے ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں، طبرانی اور الصابونی نے المائتین میں ابوامامہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن پر تین سو ساٹھ فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو اس کا دفاع کرتے ہیں جب تک کہ اس پر تقدیر کا فیصلہ نہیں آجاتا۔ آنکھ کے لیے سات فرشتے ہیں جو اس کا اس طرح دفاع کرتے ہیں جس طرح گرمیوں کے دنوں میں مکھیوں سے شہد کے پیالہ کا دفاع کیا جاتا ہے۔ اگر تمہارے لیے ظاہر کر دیا جائے تو تم شیطان کو ہر نرم زمین اور پہاڑ پر دیکھ لو۔ ہر ایک اپنا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 143 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 139
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 142 5۔ ایضاً

ہاتھ کھولے ہوئے ہے، اگر انسان کو آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اپنی حفاظت پر چھوڑ دیا جائے تو شیاطین اسے اٹھا کر لے جائیں۔

امام ابوداؤد نے (القدر میں) ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہر بندے کے لیے ایسے فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں، اس پر نہ دیوار گرتی ہے، نہ وہ کنویں میں گرتا ہے اور نہ اسے کوئی موذی چیز ڈستی ہے حتی کہ تقدیر آ پہنچتی ہے، اس وقت فرشتے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ جو تکلیف پہنچانا چاہتا ہے وہ اسے پہنچ جاتی ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہر شخص پر ایک فرشتہ متعین ہے جب بھی کوئی چیز اس کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرتی ہے۔ وہ فرشتہ اسے کہتا ہے اس سے بچ، اس سے بچ۔ جب تقدیر آ جاتی ہے تو وہ اس کو چھوڑ دیتا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت کنانہ العدوی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، حضرت عثمان بن عفان، رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! مجھے بتایئے کہ انسان کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ فرمایا ایک فرشتہ دائیں جانب ہوتا ہے جو اس کی نیکیاں لکھنے پر مقرر ہے۔ وہ اس فرشتے پر امین ہوتا ہے جو بائیں جانب ہوتا ہے، جب تو کوئی نیکی کرتا ہے تو تیری دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب تو کوئی برائی کرتا ہے تو بائیں جانب والا فرشتہ، دائیں جانب والے فرشتہ سے کہتا ہے (کیا) میں یہ برائی لکھ لوں؟ دائیں جانب والا فرشتہ کہتا ہے نہیں، ہوسکتا ہے اللہ سے یہ معافی مانگ لے اور توبہ کرلے۔ جب وہ تین مرتبہ پوچھتا ہے تو پھر وہ کہتا ہے: یہ برائی لکھ دے۔ اللہ ہمیں اس سے راحت دے یہ برا ساتھی ہے۔ اللہ کے لیے اس کا مراقبہ کتنا کم ہے اور اس کا اس سے حیا کتنا قلیل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ** (ق) ''نہیں نکالتا اپنی زبان سے کوئی بات مگر اس کے پاس ایک نگہبان (لکھنے کے لیے) تیار ہوتا ہے''۔ دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ** ایک فرشتہ تیری پیشانی سے پکڑے ہوئے ہے، جب تو تواضع کرتا ہے تو وہ تجھے بلند کرتا ہے اور جب تو اللہ پر بڑائی کا اظہار کرتا ہے تو وہ تجھے گرا دیتا ہے، دو فرشتے تیرے ہونٹوں پر ہیں، وہ تیرے نبی کریم پر درود پڑھنے کو محفوظ کرتے ہیں، ایک فرشتہ تیرے منہ پر مقرر ہے، وہ تیرے منہ میں سانپ کے داخل ہونے سے حفاظت کرتا ہے اور دو فرشتے تیری دائیں جانب پر ہیں۔ یہ کل دس فرشتے ہیں جو ہر انسان پر مقرر ہیں، رات کے فرشتے دن کے فرشتوں پر اترتے ہیں کیونکہ رات کے فرشتے، دن کے فرشتوں کے علاوہ ہوتے ہیں۔ یہ بیس فرشتے ہر آدمی پر مقرر ہیں۔ ابلیس دن کے وقت ہوتا ہے اور اس کی اولاد رات کے وقت (انسان کو غلط راستے پر چلانے کے لیے سرگرم ہوتی ہے)۔(1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ **اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ** اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کی گئی نعمتوں کو تبدیل نہیں فرماتا حتی کہ وہ بدکاریاں اور نافرمانیاں شروع کردیں، اللہ تعالیٰ بندوں کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں اپنی نعمتوں کو اٹھا لیتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے کتاب العرش میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے رسول

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 39-138

اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری عزت، جلال اور میرے عرش کے بلند ہونے کی قسم کوئی بھی بستی والے، کوئی گھر والے، دیہات میں رہنے والے افراد جو میری نافرمانی کرتے ہیں پھر میری اطاعت کرنے لگ جاتے ہیں جو مجھے محبوب ہے تو میں ان کے عذاب کو اپنی رحمت سے بدل دیتا ہوں جو انہیں محبوب ہوتی ہے اور جو گھر والے بستی والے اور کسی دیہات میں رہنے والے افراد جو میری اطاعت کرتے ہیں جو مجھے محبوب ہے پھر وہ میری نافرمانی کرنے لگ جاتے ہیں جو مجھے ناپسند ہے، تو میں انہیں اپنی محبوب رحمت کے بجائے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہوں جو انہیں ناپسند ہوتا ہے۔

امام ابن جریر، ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، عامر نے آپ ﷺ سے پوچھا: اگر میں آپ کی اتباع کروں تو آپ مجھے کیا عطا فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو شہسوار ہے میں تجھے گھوڑوں کی لگامیں دوں گا، اس نے کہا: صرف یہی؟ آپ ﷺ نے پوچھا: تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا میرے لیے مشرق و مغرب ہو اور میرے لیے خیمے اور آپ کے لیے مٹی کا گھروندا ہو، آپ ﷺ نے فرمایا ایسا تو کبھی نہیں ہوگا۔ عامر نے کہا: میں آپ پر گھوڑوں اور پیدل فوج کے ساتھ چڑھائی کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ سے محفوظ رکھے گا وہ دونوں ایک قبیلہ کے پاس آئے جنہیں اوس وخزرج کہا جاتا تھا۔ پھر وہ دونوں نکلے، عامر نے اربد سے کہا اگر ہمارے لیے اس شخص کا قتل کرنا ممکن ہو تو ہم سے بدلہ نہیں لیا جا سکے گا اور وہ لوگ اس بات پر راضی ہو جائیں گے کہ ہم انہیں دیت دے دیں اور وہ صلح کو پسند کر لیں گے اور جنگ کو ناپسند کریں گے۔ جب انہوں نے فیصلہ کیا: تو دوسرے نے کہا اگر تو چاہے تو ایسا کر لے۔ دونوں نے پھر مشورہ کیا، ایک نے کہا: میں اسے باتوں میں مشغول کروں گا تو اس پر پیچھے سے تلوار کے ساتھ وار کر دینا۔

یہ طے کرنے کے بعد اربد نبی کریم ﷺ کی پیٹھ کی طرف ہو گیا اور عامر نے سامنے آ کر کہا: آپ مجھ پر اپنی حقیقت حال بیان کریں۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں اپنا پیغام سنا دیا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ آپ سے باتیں کرتا رہا، جب اربد نے وار نہ کیا تو اس نے پوچھا تجھے کیا ہوا تو کیوں رکا ہوا ہے۔ اربد نے کہا: میں نے جب اپنا ہاتھ تلوار کے دستے پر رکھا تو وہ خشک ہو گیا اور مجھے کسی بات پر قدرت نہ ہوئی۔ وہ اپنے ہاتھ کو حرکت دیتا رہا لیکن وہ حرکت نہ کر سکتا تھا۔ وہ دونوں وہاں سے نکلے اور حرہ پہ پہنچے تو ان کی یہ سازش سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر سن چکے تھے۔ یہ دونوں صحابہ اپنے اپنے ہتھیار اور نیزے اٹھا کر ان کی طرف نکلے، حضرت اسید اپنی تلوار گردن میں لٹکائے ہوئے تھے، اسید نے عامر بن طفیل سے کہا: اے کانے! اے خبیث! تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرائط طے کرتا ہے؟ اگر آج تو رسول اللہ ﷺ کی امان میں نہ ہوتا تو میں اسی جگہ تیرا سر قلم کر دیتا۔ عامر نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ اسید بن حضیر ہے۔ اس نے کہا اگر اس کا باپ زندہ ہوتا تو میرے ساتھ یہ ایسا سلوک نہ کرتا۔ پھر عامر نے اربد سے کہا: اے اربد! تو یہاں سے عذبہ کی طرف چلا جا اور میں محمد کی طرف جاتا ہوں میں لوگوں کو جمع کروں گا تا کہ ان کے ساتھ جنگ کروں۔ اربد نکلا۔ جب ارقم کے مقام پر پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک ایسی کڑک بھیجی جس نے اسے جلا کر خاکستر کر دیا، عامر چلا جب وہ وادی الحرید میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر طاعون

نازل کردیا۔ وہ چیخ رہا تھا اے آل عامر! اونٹ کے پھوڑے کی طرح ایک پھوڑا مجھے قتل کر رہا ہے اور سولیہ کے گھر میں موت آ رہی ہے یہ قیس قبیلہ کی ایک عورت تھی۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّیْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ سے یہ مراد ہے رسول اللہ ﷺ کے آگے پیچھے فرشتے ہوتے ہیں جو آپ کی حفاظت کرتے ہیں اور یہ فرشتے امر الٰہی سے حفاظت پر مامور ہیں۔

لبید نے اپنے بھائی اربد کا مرثیہ اس طرح کہا ہے:

مجھے اربد کے مرنے کا خدشہ تھا اور میں آسمان کے ستارے اور شیر سے نہیں ڈرتا تھا۔

نجد کے ناپسندیدہ دن مجھے بجلی کی کڑک نے ایک شہسوار کی موت کے ساتھ تکلیف پہنچائی۔(1)

امام ابوالشیخ نے قتادہ سے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ الخ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ تبدیلی لوگوں کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہوتی ہے جب کہ آسانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اپنی بداعمالیوں کے ساتھ نہ بدلو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی کہ اپنی قوم سے کہو کوئی دیہات والے، کوئی گھر والے اطاعت الٰہی کو چھوڑ کر معصیت الٰہی اختیار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے محبوب چیزیں چھین کر انہیں ناپسندیدہ چیزوں میں مبتلا کر دیتا ہے پھر فرمایا: اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ الخ۔

امام ابوالشیخ نے سعید بن ہلال سے روایت کا ہے فرماتے ہیں: کسی نبی کی قوم جب برائیوں اور بداعمالیوں میں حد سے بڑھنے لگی تو ان کے نبی نے انہیں فرمایا تم ایک جگہ جمع ہو جاؤ تا کہ میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دوں۔ وہ جمع ہوئے تو اس نبی کے ہاتھ میں ایک ٹھیکری تھی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے گناہوں کا ارتکاب کیا جو آسمان تک پہنچ چکے ہیں اور تم ان سے توبہ نہیں کرتے اور نہ تم ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہو، میں تمہیں اس طرح توڑ دوں گا جیسے یہ ٹھیکری توڑی جاتی ہے۔ پھر اس نبی نے اس ٹھیکری کو پھینکا تو وہ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ پھر فرمایا: میں تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کروں گا، تم سے کچھ نفع نہ اٹھایا جائے گا اور تم پر ایسا شخص مسلط کروں گا جس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا وہ تم سے میرے لیے انتقام لے گا پھر میں اپنے لیے خود انتقام لوں گا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: جھگڑنا بھی ایک سزا ہے۔ پس اللہ کی سزا کا تلوار سے استقبال نہ کرو بلکہ تضرع وزاری سے اس کا استقبال کرو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تم گناہ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے تمہارے لیے سزا پیدا کر دیتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ میں اللہ ہوں سارے بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں میں اپنے دلوں کو بادشاہوں کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 144

اسباب سے مشغول نہ کرو مجھ سے مانگو میں تم پر ان سے زیادہ مہربان ہوں۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾

''وہی ہے جو تمہیں دکھاتا ہے بجلی (کبھی) ڈرانے کے لیے اور (کبھی) امید دلانے کے لیے اور اٹھاتا ہے (دوش ہوا پر) بھاری بادل''۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسافر کو اسی بجلی کے ذریعے ڈراتا ہے۔ وہ حالت سفر میں بجلی کے کوندنے سے ڈرتا ہے اور مقیم کو اس کے ذریعے امید دلاتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملنے کی امید کرتا ہے اور وہ بارش کی منفعت اور برکت کی امید کرتا ہے۔(1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سمندر میں سفر کرنے والوں کو بجلی سے ڈراتا ہے اور خشکی پر رہنے والوں کو اس کے بعد امید دلاتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خوف سے مراد وہ خوف ہے جو کڑک کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے۔ اور طمع سے مراد بارش ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوجہضم موسیٰ بن سالم مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس نے ابوالجلد کی طرف بجلی کے متعلق سوال کرتے ہوئے لکھا تو ابوالجلد نے کہا البرق سے مراد پانی ہے۔(2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: شعیب الجبائی نے فرمایا: حاملین عرش فرشتوں کے نام کتاب اللہ میں الحیات ہیں۔ ہر فرشتے کا انسان، شیر اور گدھ کا چہرہ ہے۔ جب وہ اپنے پروں کو حرکت دیتے ہیں تو بجلی پیدا ہوتی ہے۔ امیہ بن ابی الصلت نے کہا: انسان اور بیل اس کے دائیں پاؤں کے نیچے اور دوسرے پاؤں کے نیچے گدھ اور شیر (کا چہرہ) ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ملائکہ اپنے پروں کے ساتھ بجلی چمکاتے ہیں اور علماء فرماتے ہیں ان کو حیات کہا جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن مسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ البرق کے چار چہرے ہیں انسان کا چہرہ، بیل کا چہرہ، گدھ کا چہرہ، شیر کا چہرہ، جب وہ اپنی دم کو ہلاتا ہے تو بجلی چمکتی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بجلی فرشتے کی چمک ہے جس کے ساتھ وہ بادل کو چلاتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب المطر میں اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بجلی وہ فرشتہ ہے جو دکھائی دیتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 148 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 148

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور الخرائطی نے مکارم الاخلاق میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں کئی طرق کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بجلی فرشتوں کے ہاتھوں میں آگ کے کوڑے ہیں اور اس کے ساتھ وہ بادلوں کو ہانکتے ہیں۔

امام ابوالشیخ نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بجلی یہ آگ کے کوڑے ہیں جن کے ساتھ کڑک بادلوں کو ہانکتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بجلی، اولوں کو مارنے سے پیدا ہوتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے کتاب العظمۃ میں حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بجلی فرشتے کے اولوں کو مارنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر وہ اہل زمین پر ظاہر کر دی جائے تو لوگ غش کھا کر گر جائیں۔

امام الشافعی رحمہ اللہ نے حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، جب تم میں سے کوئی بجلی کو دیکھے تو نہ اس کی طرف اشارہ کرے اور نہ اس کا وصف بیان کرے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے يُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ یعنی وہ بھاری بادل اٹھاتا ہے جس میں پانی ہوتا ہے۔(1)

امام احمد، ابن ابی الدنیا کتاب المطر میں، ابوالشیخ نے العظمہ میں، بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بادل کو اٹھاتا ہے وہ انتہائی عمدہ کلام فرماتا ہے اور انتہائی خوبصورت ہنستا ہے۔ ابراہیم بن سعد فرماتے ہیں النطق (کلام کرنے) سے مراد الرعد (کڑک) ہے اور الضحك (ہنسنے) سے مراد البرق (بجلی) ہے۔

امام العقیلی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بادل کو اٹھاتا ہے۔ پھر اس میں پانی اتارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہنسنے سے کوئی چیز زیادہ حسین نہیں ہے اور اس کے بولنے سے زیادہ کوئی چیز خوبصورت نہیں ہے اور اس کے بولنے سے مراد کڑک ہے اور اس کے ہنسنے سے مراد بجلی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن بجار الاشعری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بادل کا نام اللہ کی بارگاہ میں العنان ہے اور الرعد (کڑک) یہ ایک فرشتہ ہے جو بادل کو زجر و توبیخ کرتا ہے البرق (بجلی) اس فرشتے کا ایک ہاتھ ہے جسے روبیل کہا جاتا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خزیمہ بن ثابت (یہ انصاری نہیں ہے) نے رسول اللہ ﷺ سے بادل کے اٹھانے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایک فرشتہ بادل پر مقرر ہے جو دور والے بادل کے ٹکڑوں کو جمع کرتا ہے اور جو قریب ہوتے ہیں انہیں مزید قریب کرتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک کوڑا ہوتا ہے، جب وہ اسے بلند کرتا ہے تو بادل چمکتا ہے، جب وہ جھڑکتا ہے تو بادل کڑکتا ہے، جب وہ مارتا ہے تو گرجتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 148

وَ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَ يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَ هُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝

''اور رعد اس کی پاکی بیان کرتا ہے اس کی حمد کے ساتھ اور فرشتے بھی اس کے خوف سے (اس کی تسبیح کرتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کڑکتی بجلیاں بھیجتا ہے پھر گراتا ہے انہیں جس پر چاہتا ہے اس حال میں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور اس کی پکڑ بہت سخت ہے''۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے العظمۃ میں، ابن مردویہ اور ابونعیم نے الدلائل میں اور الضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے ابوالقاسم! ہم آپ سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ اگر آپ ہمیں ان کے متعلق صحیح جواب دیں گے تو ہم آپ کی اتباع کریں گے اور ہم جان لیں گے کہ آپ نبی ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے اسی طرح عہد لیا جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے عہد لیا تھا۔ جب آپ نے کہا تھا (واللہ علی مانقول وکیل) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے سوال پیش کرو انہوں نے پوچھا: نبی کی نشانی کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی آنکھیں سوتی ہیں اس کا دل نہیں سوتا۔ دوسرا سوال یہ پوچھا کہ (ماں کے پیٹ میں) بچہ اور بچی کیسے ہوتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آجاتا ہے تو بچہ پیدا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی غالب آجاتا ہے تو بچی پیدا ہوتی ہے۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ اسرائیل نے اپنے اوپر کون سی چیز حرام کی تھی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو عرق النساء کی تکلیف تھی۔ آپ نے اس کے مناسب سوائے اونٹوں کے دودھ کے کوئی چیز مناسب نہ پائی تو آپ نے ان کا گوشت اپنے اوپر حرام کر دیا، یہود نے کہا آپ نے سچ کہا ہے۔ چوتھا سوال یہ کیا کہ یہ کڑک کیا ہوتی ہے؟ فرمایا: یہ اللہ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو بادل کے اوپر مقرر ہے۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا ایک کوڑا ہے جس کے ذریعے وہ بادل کو ہانکتا ہے اور وہاں اسے لے جاتا ہے۔ جہاں اللہ کا حکم ہوتا ہے پھر پوچھا یہ آواز کیا ہوتی ہے جو بادل سے ہم سنتے ہیں؟ فرمایا یہ اس کی آواز ہوتی ہے۔ یہود نے کہا: آپ نے یہ بھی سچ کہا۔ اب صرف ایک سوال باقی ہے، اگر آپ نے اس کا صحیح جواب دیا تو ہم آپ کی پیروی کریں گے۔ ہر نبی کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اس کے پاس اخبار لاتا ہے ہمیں بتائیے کہ آپ کے ساتھ کون سا فرشتہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل۔ یہود نے کہا وہ تو جنگ و جدال اور عذاب نازل کرتا ہے اور وہ ہمارا دشمن ہے۔ اگر آپ میکائیل فرشتہ کا نام لیتے جو رحمت، نبات اور بارش اتارتا ہے تو پھر بات ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ الی آخر الآیۃ (البقرہ:97)

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب المطر میں، ابن جریر، ابن المنذر، بیہقی نے السنن میں اور الخرائطی رحمہم اللہ نے مکارم الاخلاق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اَلرَّعْدُ، فرشتہ ہے اور البرق اس کا بادل کو

اور یہ کے کوڑے کے ساتھ مارتا ہے۔

امام بخاری نے الادب المفرد میں ابن ابی الدنیا نے المطر میں اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے الرَّعْدُ کی آواز سنی تو فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس کی تو نے تسبیح بیان کی اور فرمایا: رعد ایک فرشتہ ہے جو بادل کو آواز دیتا ہے جس طرح چرواہا اپنے ریوڑ کو آواز دیتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الرَّعْدُ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو بادل کو چلاتا ہے یہ وہ ہے جس کی آواز تم سنتے ہو اور بجلی یہ نور کا ایک کوڑا ہے جس کے ساتھ فرشتہ بادل کو ہانکتا ہے۔(1)

امام ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الرَّعْدُ اس کا فرشتہ ہے جس کا نام الرَّعْدُ ہے اس کی آواز اس کی تسبیح ہے، جب وہ سختی سے جھڑکتا ہے تو بادل خوف کے مارے آپس میں ٹکراتا ہے اور اس کی وجہ سے درمیان میں کڑک پیدا ہوتی ہے۔

ابوالشیخ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الرَّعْدُ ایک فرشتہ ہے جو اپنی تسبیح و تکبیر کے ذریعے بادل کو جھڑکتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے بادل سے زیادہ تیز چلنے والی کوئی چیز پیدا نہیں فرمائی ایک فرشتہ اسے چلاتا ہے۔ الرَّعْدُ فرشتے کی آواز ہے جس کے ساتھ وہ بادل کو جھڑکتا ہے حتیٰ کہ وہ جمع ہو جاتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنی سواری کو روکتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الرَّعْدُ ایک فرشتہ ہے جو بادل کو چلاتا ہے اور اس کی گونج اس کی آواز ہے۔

امام ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الرَّعْدُ فرشتہ ہے۔ اس کی آواز اس کی تسبیح ہے۔

ابن جریر، الخرائطی اور ابوالشیخ نے ابوصالح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الرَّعْدُ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے۔(2)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الرَّعْدُ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو بادل پر مقرر کیا گیا ہے، وہ بادل کو چلاتا ہے جیسے چرواہا اونٹوں کو چلاتا ہے

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے العظمہ میں حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الرَّعْدُ ایک فرشتہ ہے جو بادل کو ہانکتا ہے جیسے چرواہا اونٹوں کو ہانکتا ہے۔ جب بادل بکھرتا ہے تو وہ اسے جمع کر دیتا ہے اور جب اس کا غصہ زیادہ ہوتا ہے تو اس سے آگ نکلتی ہے اور یہی کڑکتی بجلیاں ہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے الرَّعْدُ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جو اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتا ہے۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 332 (1363)، بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 149

امام الخرائطی رحمہ اللہ نے مکارم الاخلاق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اَلرَّعْدُ ایک فرشتہ ہے اور البرق پانی ہے۔ الخرائطی رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: اَلرَّعْدُ ایک فرشتے ہے جو اپنی آواز کے ساتھ بادل جھڑکتا ہے۔ الخرائطی نے مجاہد سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت عمرو بن ابی عمرو رحمہ اللہ سے اور انہوں نے ایک ثقہ شخص سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بادل ہے، اللہ تعالیٰ اسے دوش ہوا پر اٹھاتا ہے، پھر وہ اس سے پانی نازل فرماتا ہے، کوئی کلام اس کی کلام سے حسین نہیں ہے اور کوئی ہنسنا اس کے ہنسنے سے زیادہ حسین نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی منطق (کلام) الرعد ہے اور اس کا ہنسنا البرق ہے۔

امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب فرماتا ہے: اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں انہیں رات کے وقت بارش سے سیراب کروں اور ان پر دن کے وقت سورج طلوع کروں اور انہیں اَلرَّعْدُ کی آواز نہ سناؤں۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری نے الادب میں، ترمذی، نسائی، ابن المنذر، ابوالشیخ نے العظمہ میں حاکم، ابن مردویہ، الخرائطی نے مکارم الاخلاق میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اَلرَّعْدُ (کڑک) کڑکتی بجلیوں کی آواز سنتے تو یہ دعا مانگتے "اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ" اے اللہ ہمیں اپنے غضب کے ساتھ قتل نہ کر، اپنے عذاب کے ساتھ ہمیں ہلاک نہ کر اور ہمیں اس سے پہلے عافیت عطا فرما"۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور وہ حدیث کو مرفوع روایت کرتے ہیں کہ جب آپ اَلرَّعْدُ (کڑک) کی آواز سنتے تو کہتے سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ" پاک ہے وہ ذات جس کی حمد کے ساتھ الرعد تسبیح بیان کرتا ہے"۔(2)

امام ابن مردویہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ہوا چلتی یا کڑک کی آواز سنتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو جاتا اور یہی چیز آپ کے چہرہ سے پہچانی جاتی ہے، پھر آپ کڑک کو کہتے، سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحْتَ لَهٗ۔ پاک ہے وہ ذات جس کی تو نے تسبیح بیان کی۔ اور ہوا کو کہتے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَّلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا (اے اللہ اسے (ہوا کو) رحمت بنادے اور اسے عذاب نہ بنا)(3)

امام الشافعی المطلب بن حنطب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے پریشانی ظاہری ہوتی جب آسمان چمکتا یا بادل گرجتا۔ پھر جب بارش ہو جاتی تو آپ کی پریشانی دور ہو جاتی۔

امام طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 380 (3331)، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 149

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 28، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم الرَّعْدُ (کڑک) کی آواز سنو تو اللہ کا ذکر کرو کیونکہ وہ ذکر کرنے والے پر نہیں گرتی۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی مراسیل میں حضرت عبید اللہ بن ابی جعفر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک قوم نے کڑک کی آواز سنی تو انہوں نے تکبیر کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کڑک کی آواز سنو تو تسبیح بیان کرو اور تکبیر نہ کہو۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ الرَّعْدُ کی آواز سنتے تو کہتے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔(1)

امام ابن جریر نے حضرت علی سے روایت کیا ہے: جب آپ الرعد کی آواز سنتے تو کہتے سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحْتَ لَهٗ۔(2)

امام مالک، ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، الادب میں، ابن المنذر، الخرائطی، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے العظمۃ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ جب الرَّعْدُ کی آواز سنتے تو بات کرنا چھوڑ دیتے اور یہ کہتے سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔ پھر فرماتے یہ زمین والوں کے لیے وعید شدید ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی بن الحسین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الرَّعْدُ اللہ کی طرف سے وعید ہے۔ جب یہ سنو تو بات کرنے سے رک جاؤ۔

امام سعید بن منصور اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو شخص الرعد کی آواز سنے تو یوں کہے: سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اگر اس پر کڑک گر جائے تو اس کی دیت میرے ذمہ ہے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن ابی زکریا رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جو الرَّعْدُ کی آواز سن کر سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہے گا اس پر بجلی نہیں گرے گی۔(4)

امام الخرائطی رحمہ اللہ نے مکارم الاخلاق میں حضرت احمد بن داؤد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت سلیمان بن داؤد رحمہ اللہ اپنے والدین کے ساتھ چل رہے تھے جب کہ آپ ابھی بچے تھے۔ جب آپ نے کڑک کی آواز سنی تو اپنے والد صاحب کی ران کے ساتھ چمٹ گئے۔ حضرت داؤد نے پوچھا اے بیٹا! یہ آواز تو رحمت الٰہی کے مقامات میں سے ہے۔ پھر تیری کیا حالت ہوگی جب تو اللہ کے غضب کے مقامات کی آواز سنے گا؟

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب کوئی الرعد کی آواز سنے اور تین مرتبہ یہ کہے سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔ تو وہ بجلی سے بچ جائے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الرعد کی آواز سنی تو فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 27، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 149
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 432 (1165)، دار الصمیعی الریاض
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 149

بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ کہتا ہے تیرے پہنچنے کی جگہ فلاں شہر ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص زمین کے صحراء میں تھا۔ اس نے بادل سے آواز سنی کہ فلاں کے باغیچہ کو سیراب کر بادل ہٹ گیا اور اپنا پانی ایک پتھریلے میدان پر انڈیل دیا تو وہاں نالیوں میں سے ایک نالی پانی سے بھر گئی۔ وہ شخص پانی کے پیچھے پیچھے چلا تو اس نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے باغیچہ میں کھڑا ہے۔ جو کسی کے ذریعے پانی کو پھیر رہا تھا۔ اس نے باغیچہ کے مالک سے کہا: اے اللہ کے بندے! تیرا کیا نام ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا۔ اس نے اسے کہا: تو نے میرا نام کیوں پوچھا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس بادل سے (تیرا نام) سنا تھا جس کا یہ پانی ہے کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر۔ اس نے تیرا نام لیا تھا تو اس باغ میں کیا کرتا تھا۔ اس شخص نے کہا: جب آپ نے یہ پوچھا ہے تو سنو! میں اس باغ کی پیداوار کو دیکھتا ہوں تو اس کا تیسرا حصہ صدقہ کرتا ہوں اور تیسرا حصہ میں اور میرے عیال کھاتے ہیں اور تیسرا حصہ پھر اس پر خرچ کرتا ہوں۔(1)

امام نسائی، البزار، ابو یعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، طبرانی (الاوسط میں)، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو ایک مشرکوں کے سردار کی طرف بھیجا تا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے۔ مشرک نے کہا: یہ خدا جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو، کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا تانبے کا ہے؟ اس صحابی کو اس کی بات بڑی ناگوار گزری، وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں واپس آیا تو ساری بات عرض کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے دوبارہ اس کی طرف بھیجا تو پھر اس نے ویسی ہی بات دہرائی۔ وہ صحابی پھر واپس آیا تو پورا واقعہ عرض کیا رسول اللہ ﷺ نے اسے تیسری مرتبہ پھر بھیجا۔ وہ صحابی اور مشرک آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مشرک کے سر کے برابر ایک بادل بھیج دیا، وہ کڑکا، پھر چمکا تو بجلی اس کے اوپر گری اور اس کا سر اڑا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ۔(2)

امام ابن جریر اور الخرائطی نے مکارم الاخلاق میں حضرت عبد الرحمن بن صحار العبدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جابر شخص کی طرف اپنا پیغام اسلام بھیجا تو اس نے کہا: تمہارا رب سونے کا ہے، چاندی کا ہے یا موتیوں کا ہے؟ فرماتے ہیں: وہ مسلمانوں سے جھگڑ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا تو وہ کڑکا، اللہ تعالیٰ نے اس پر بجلی گرادی جس نے اس کا سر کچل دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ۔(3)

امام حکیم ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: مجھے اپنے رب کے بارے میں بتایئے وہ سونے کا ہے یا موتیوں کا ہے یا یاقوت کا ہے؟ پس اس پر بجلی گری اور اس کا کام تمام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ۔(4)

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد 18، صفحہ 89 (2984)، دار الکتب العلمیہ، بیروت　　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 150
3۔ ایضاً　　4۔ ایضاً

امام ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا محمد! مجھے اپنے اس اللہ کے بارے بتائیے جس کی تم دعوت دیتے ہو، کیا وہ یاقوت کا ہے؟ یا سونے کا ہے؟ یا وہ کیا ہے؟ اس سوال کرنے والے پر بجلی گری تو اس نے اسے جلا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ الخ۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب المکی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قریش خبیثوں میں سے ایک خبیث آدمی نے کہا: ہمیں اپنے رب کے بارے بتاؤ، وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا تانبے کا ہے؟ آسمان نے زور سے آواز نکالی اور اس کے اوپر بجلی گرا کر اسے تہس نہس کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن جریر اور الخرائطی رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایک شخص نے قرآن کا انکار کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر بجلی گرائی اور اس نے اسے ہلاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللهِ...... الآیہ۔(2)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اسی آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ آیت عامر بن طفیل اور اربد بن قیس کے بارے نازل ہوئی۔ عامر آیا اور اس نے کہا: مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریب ہو جا وہ قریب ہوا حتی کہ اس نے گھٹنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی قریب کر دیئے۔ اربد نے اپنی تلوار سونت لی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار کی چمک کو دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنی آیت کے ذریعے اپنی حفاظت چاہی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ قرآنی آیات پڑھ کر اپنی حفاظت چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اربد کا ہاتھ تلوار کے دستے پر ہی خشک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر بجلی گرائی جس نے اس کو جلا کر راکھ کر دیا۔ اس کے بھائی نے اس کی یاد میں یہ اشعار کہے تھے:

أَخْشَى عَلَى أَرْبَدَ الْحُتُوْفِ وَلَا أَرْهَبُ نَوْءَ السَّمَاءِ وَالْأَسَدِ

فَجَعَنِي الْبَرْقُ بِالْفَا رِسِ يَوْمَ الْكَرِيهَةِ النَّجِدِ

"میں ڈرتا ہوں اربد کی طبعی موت سے اور میں نہیں ڈرتا آسمان کے ستارے اور شیر سے اور مجھے بجلی نے ناپسندیدہ بلند تر شہ سوار کے بارے تکلیف پہنچائی"۔(3)

امام ابن ابی حاتم، الخرائطی، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے العظمۃ میں حضرت ابو عمران الجونی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عرش کے نیچے آگ کے سمندر ہیں جن میں کڑکتی بجلیاں ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الصَّوَاعِقَ سے مراد آگ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الصَّوَاعِقَ سے مراد جلا دینے والی آگ ہے اور یہ آواز ان پردوں کی ہے جو آگ اور ہمارے درمیان ہیں۔ بادل کو اس کے ساتھ ہانکا جاتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے کسی کے متعلق نہیں سنا کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 150 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 151 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 151

اس کی آنکھیں بجلی کی وجہ سے ضائع ہوئی ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ (البقرہ:20) ”قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے“۔ لیکن الصواعق جلا دیتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ الخ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی نجیح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے کڑکتی بجلی عرفہ میں دو کھجور کے درختوں پر گرتی دیکھی تو اس نے دونوں کو جلا دیا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابوجعفر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الصاعقہ (بجلی) مومن اور کافروں دونوں پر گرتی ہے لیکن اللہ کے ذکر پر نہیں گرتی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت نصر بن عاصم اللیثی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جو سبحان اللہ شَدِيْدُ الْمِحَالِ کے کلمات کہے گا اس پر عذاب (بجلی) نہیں گرے گی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شَدِيْدُ الْمِحَالِ سے مراد سخت قوت والا ہے۔ اور انہوں نے ابن عباس سے اس کا معنی سخت تدبیر کرنے والا اور سخت قوت والا بھی نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا معنی شدید طاقت والا نقل کیا ہے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی سخت پکڑ والا ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی شدید انتقام لینے والا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی سخت انتقام لینے والا ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی سخت قوت والا اور انتہائی تدبیر کرنے والا ہے۔(3)

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۗ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۗ وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝۱۴

”اسی کو پکارنا سچ ہے اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا وہ نہیں جواب دے سکتے انہیں کچھ بھی مگر اس شخص کی طرح جو پھیلائے ہوا اپنی دونوں ہتھیلیوں کو پانی کی طرف تا کہ اس کے منہ تک پانی پہنچ جائے اور (یوں تو) پانی اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا اور نہیں کافروں کی دعا بجز اس کے کہ وہ بھٹکتی پھرتی ہے“۔

ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دَعْوَةُ الْحَقِّ سے مراد توحید یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 153 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 152

3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 153 4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 154

امام عبد الرزاق، الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دَعْوَةُ الْحَقِّ سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دینا ہے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ مثال ہے اس شخص کی جو پیاسا ہو اور اپنا ہاتھ کنویں کی طرف پھیلاتا ہے تاکہ اس سے پانی لائے تو وہ پانی اس کے منہ تک پہنچنے والا نہیں ہے۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ شخص گویا اپنی زبان سے پانی کو پکارتا ہے اور اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرتا ہے تو اس طرح اس کی طرف کبھی پانی نہیں آئے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کی یہ مشرک عبادت کرتے ہیں اور انہیں پکارتے ہیں کبھی بات نہیں سنیں گے۔(3)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ایسے پیاسے کی طرف کبھی پانی نہیں پہنچے گا حتی کہ اس کی گردن ٹوٹ جائے اور پیاس سے ہلاک ہو جائے وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۔ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ وہ جن کی یہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں مثلاً بت اور پتھر تو دنیا میں بھی کبھی یہ انہیں جواب نہیں دیں گے اور نہ ان کی طرف کوئی خیر و بھلائی لائیں گے اور نہ ان سے کسی مصیبت کو دور کریں گے حتی کہ موت آجائے۔ جس طرح وہ شخص جو پانی کی طرف اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچے تو وہ پانی اس کے منہ تک نہیں پہنچے گا حتی کہ وہ پیاس کی وجہ سے مر جائے گا۔(4)

امام ابوعبید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عطاء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس آیت میں اس شخص کی مثال ہے جو کنویں کے کنارے پر بیٹھتا ہے پھر اپنا ہاتھ کھول کر کنویں کی گہرائی میں لے جاتا ہے تاکہ وہاں سے پانی لے آئے تو اس کا ہاتھ پانی تک نہیں پہنچتا ہے اور نہ پانی اس کے ہاتھ تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے علاوہ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ انہیں کچھ نفع نہ دیں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے بکیر بن معروف سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب قابیل نے اپنے بھائی کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی پیشانی سمندر میں کر دی اس کے درمیان اور پانی کے درمیان صرف ایک انگلی کا فاصلہ ہے۔ وہ پانی کی ٹھنڈک اپنے قدموں کے نیچے سے پاتا ہے لیکن وہ پانی کو پا نہیں سکتا، اللہ کے فرمان میں اس چیز کا ذکر ہے۔ جب موسم گرما ہوتا ہے تو اس پر سموم کی سات دیواریں بنا دی جاتی ہیں اور جب سردی کا موسم ہوتا ہے تو اس پر اولوں کی سات دیواریں بنا دی جاتی ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ اس مشرک کی مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ غیر کی بھی عبادت کرتا ہے اس کی مثال اس پیاسے شخص کی ہے جو اپنے خیال میں دور سے پانی کو دیکھتا ہے۔ وہ اسے حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن اس پر قادر نہیں ہوتا۔(5)

وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 154 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 155 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 156 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 156

''اور اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کر رہی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، بعض خوشی سے اور بعض مجبوراً اوران کے سائے بھی (سجدہ ریز ہیں) صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی''۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ مومن کا سایہ اللہ کی اطاعت کے لیے خوشی سے سجدہ کرتا ہے اور کافر کا سایہ مجبوراً سجدہ کرتا ہے۔(1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کے حضور خوشی سے سجدہ کرتا ہے اور کافر مجبوراً سجدہ کرتا ہے اور اس کا سایہ بھی مجبوراً سجدہ کرتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ مومن خوشی سے سجدہ کرنے والا ہے اور کافر کا سایہ مجبوراً سجدہ کرنے والا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ جو آسمانوں میں ہیں وہ خوشی سے سجدہ کرنے والے ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ وہ بعض خوشی سے اور بعض مجبوراً سجدہ کرنے والے ہیں۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو خوشی سے اسلام میں داخل ہوا وہ خوشی سے سجدہ کرنے والا ہے اور جو تلوار کے ذریعے اسلام میں داخل ہوا وہ مجبوراً سجدہ کرنے والا ہے۔(3)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت منذر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ربیع بن خثیم جب سورۃ الرعد میں سجدہ کرتے تو کہتے: اے ہمارے پروردگار! ہم خوشی سے تیری بارگاہ میں سجدہ کرتے ہیں۔(4)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے جب تم میں سے کسی کا سایہ دائیں یا بائیں طرف جھکتا ہے تو وہ سجدہ کرتا ہے۔(5)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ تمام اشیاء کے سائے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کرتے ہیں اور پھر یہ آیت تلاوت کی **سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ** (سورۃ النحل) اور فرمایا یہ سائے بھی اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔(6)

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کافر کا سایہ نماز پڑھتا ہے جب کہ کافر نماز نہیں پڑھتا۔

امام ابوالشیخ نے الضحاک سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ہر چیز کا سایہ مغرب کی طرف سجدہ کرتا ہے اور جب سورج ڈھلتا ہے تو ہر چیز کا سایہ مشرق کی طرف سجدہ کرتا ہے حتیٰ کہ وہ غائب ہو جاتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے **وَّ ظِلٰلُهُمْ** کے قول کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کیا آپ کافر کو نہیں دیکھتے کہ اس کا تمام جسم، اس کے دل کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 158 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 157 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 158 6۔ ایضاً

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

''آپ (ان سے) پوچھیے کون ہے پروردگار آسمانوں اور زمین کا؟ (خود ہی) فرمائیے اللہ! (انہیں) کہیے کیا تم نے بنا لیے ہیں اللہ کے سوا ایسے حمایتی جو اختیار نہیں رکھتے اپنے لیے بھی کسی نفع کا اور نہ کسی نقصان کا۔ (ان سے) پوچھیے کیا برابر ہوتا ہے اندھا اور بینا، کیا یکساں ہوتے ہیں اندھیرے اور نور، کیا انہوں نے بنائے ہیں اللہ کے لیے ایسے شریک جنہوں نے کچھ پیدا کیا ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا؟ پس یوں تخلیق ان پر مشتبہ ہوگئی فرمائیے اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کو اور وہ ایک ہے سب پر غالب ہے''۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم آپ کی مجلس میں ایک خاص حالت پر ہوتے ہیں۔ پھر جب ہم آپ سے علیحدہ ہوتے ہیں تو دوسری کیفیت میں ہو جاتے ہیں، ہمیں تو اپنے اوپر نفاق کا اندیشہ لگتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے رب کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کی: اللہ ہمارا پروردگار ہے ظاہراً بھی اور باطناً بھی (یہ تو ہم ہر وقت یقین رکھتے ہیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا اپنے نبی کے بارے کیا نظریہ ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: (ہم تہہ دل سے تسلیم کرتے ہیں کہ) آپ ہمارے نبی ہیں ظاہراً بھی اور باطناً بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم میں نفاق نہیں ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس آیت میں الْاَعْمٰى اور الْبَصِیْرُ سے مراد مومن اور کافر ہیں۔ یعنی اعمی سے مراد کافر ہے اور البصیر سے مراد مومن ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس آیت میں الْاَعْمٰى اور الْبَصِیْرُ سے مراد کافر اور مومن ہیں الظُّلُمٰتُ اور النُّوْرُ سے مراد ہدایت اور گمراہی ہے۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے بتوں کو اللہ کا شریک بنایا کہ انہیں بتوں کے بارے میں شک تھا (کہ شاید یہ بھی خالق ہیں)۔ (2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ (3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 159 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 160 3۔ ایضاً

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابی جریج رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لیث بن ابی سیلم عن ابن محمد عن حذیفہ بن الیمان عن بکر عن النبی کے سلسلہ سے مجھے بتایا گیا ہے کہ شرک تم میں چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ مخفی طریقہ سے چلتا ہے۔ سیدنا ابوبکر نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ شرک صرف یہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت کی جائے یا اللہ کے ساتھ کسی کو پکارا جائے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں تجھ پر روئے، شرک تم میں چیونٹی کے چلنے سے بھی خفیف چال سے چلتا ہے۔ فرمایا کیا میں تجھے ایسی بات نہ بتاؤں جو انسان کے ہر چھوٹے، بڑے گناہ کو دور کر دیتی ہے۔ صدیق اکبر نے عرض کی: حضور ضرور کرم فرمائیے۔ فرمایا: ہر روز تین مرتبہ یہ کہا کرو اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِكَ اَنۡ اُشۡرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعۡلَمُ وَاَسۡتَغۡفِرُكَ لِمَا لَا اَعۡلَمُ" اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات کی کہ میں تیرا شریک بناؤں جب کہ مجھے علم ہو اور میں تیری بارگاہ میں ان تمام گناہوں کی معافی چاہتا ہوں جو میری بے علمی میں ہوئے"۔ شرک یہ ہے کہ تو کہے اللہ تعالیٰ اور فلاں نے مجھے عطا کیا اور الند یہ ہے کہ انسان کہے اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو فلاں مجھے قتل کر دیتا۔

امام البخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں حضرت معقل بن یسار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں ابوبکر صدیق کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! شرک کے لیے تم میں چیونٹی کے چال سے بھی خفیف چال میں چلنا ہے۔ ابوبکر نے کہا: کیا شرک یہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا تسلیم کیا جائے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری ذات ہے! شرک تمہارے اندر چیونٹی کے چال سے بھی خفیف چال سے چلتا ہے، کیا میں تمہاری ایسے وظیفہ کی طرف رہنمائی نہ کروں جب تم وہ پڑھو تو شرک کا چھوٹا بڑا گناہ ختم ہو جائے؟ فرمایا: تم یہ کہا کرو اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِكَ اَنۡ اُشۡرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعۡلَمُ وَاَسۡتَغۡفِرُكَ لِمَا لَا اَعۡلَمُ۔

اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّیۡلُ زَبَدًا رَّابِیًا ؕ وَ مِمَّا یُوۡقِدُوۡنَ عَلَیۡهِ فِی النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡیَةٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَ الۡبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡكُثُ فِی الۡاَرۡضِ ؕ كَذٰلِكَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ؕ﴿۱۷﴾ لِلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ الۡحُسۡنٰی ؕؔ وَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَهٗ لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا وَّ مِثۡلَهٗ مَعَهٗ لَافۡتَدَوۡا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡحِسَابِ ۬ۙ وَ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۱۸﴾

"اس نے اتارا آسمان سے پانی پس بہنے لگیں وادیاں اپنے اپنے اندازے کے مطابق تو اٹھالیا سیلاب کی رو نے

ابھرا ہوا جھاگ اور جن چیزوں کو آگ کے اندر تپاتے ہیں زیور بنانے کے لیے یا دیگر سامان بنانے کے لیے اس میں بھی ویسا ہی جھاگ اٹھتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ مثال بیان فرماتا ہے حق اور باطل کی پس (بیکار) جھاگ تو رائیگاں چلا جاتا ہے اور جو چیز نفع بخش ہے لوگوں کے لیے تو وہ باقی رہے گی زمین میں۔ یونہی اللہ تعالیٰ مثالیں بیان فرماتا ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اپنے رب کا حکم مان لیا، بھلائی (ہی بھلائی) ہے اور جنہوں نے نہیں مانا اس کا حکم تو اگر ان کے ملک میں ہو جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اور اتنا ہی اور اس کے ساتھ تو وہ (عذاب سے بچنے کے لیے) اسے بطور فدیہ دے دیں، یہی وہ (بدنصیب) ہیں جن کے لیے سخت بازپرس ہوگی اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری قرارگاہ ہے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اس سے دل اپنے یقین اور شک کی مقدار فائدہ اٹھاتے ہیں۔ شک کے ساتھ عمل مفید نہیں ہوتا۔ رہا یقین تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یقین والوں کو نفع دیتا ہے وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ سے مراد یقین ہے جیسا کہ زیور کو آگ میں ڈالا جاتا ہے پھر جو خالص سونا ہوتا ہے وہ لے لیا جاتا ہے اور جو کھوٹ ہوتا ہے وہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ یقین کو قبول فرماتا ہے اور شک کو چھوڑ دیتا ہے۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: چھوٹی وادی اپنی مقدار سے بہنے لگی اور بڑی وادی اپنی مقدار سے بہنے لگی۔(2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان بیان فرمائی ہے۔ فرمایا: سیلاب کی رو وادی میں موجود لکڑیاں اور گھاس پھوس اور وہ چیزیں جن پر تم آگ جلاتے ہو، پس وہ سونا چاندی، زیور اور دیگر تانبے اور لوہے کا سامان، تانبے اور لوہے کا خبث ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے خبث کی مثال پانی کی جھاگ سے بیان فرمائی ہے لیکن جو چیز لوگوں کے لیے نفع بخش ہے وہ سونا اور چاندی ہے۔ جو چیز زمین کو نفع دیتی ہے وہ پانی ہے جس سے وہ سیراب ہوتی ہے پھر سبزہ اگاتی ہے۔ پس عمل صالح کی ہی مثال ہے کہ وہ نیکوکاروں کے لیے باقی رہتا ہے اور برا عمل اپنی جگہ پر ہی کمزور ہوتا ہے وہ جھاگ کی طرح ختم ہو جاتا ہے۔ پس ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جو حق کے ساتھ عمل کرتا ہے اس کا اجر اسے ملے گا اور وہ اسی طرح باقی رہے گا جس طرح وہ چیز باقی رہتی ہے جو زمین میں لوگوں کے لیے نفع بخش ہوتی ہے۔ اسی طرح لوہا ہے اس سے چھری اور تلوار نہیں بنائی جا سکتی حتی کہ وہ آگ میں ڈالا جائے۔ پس آگ اس کے خبث کو کھا جاتی ہے اور اس کا عمدہ مواد نکالا جاتا ہے اور اس سے نفع اٹھایا جاتا ہے۔ اسی طرح باطل کمزور ہوتا ہے جب قیامت کا دن ہوگا اور لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور اعمال پیش کیے جائیں گے تو باطل ختم ہو جائے گا اور اہل حق، حق سے نفع اٹھائیں گے۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 161 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 62-161

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ کے طریق سے ابو مالک عن ابی صالح من طریق مرہ عن ابن مسعود کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ مٹی اور کوڑے کا سیلاب آیا حتی کہ وہ ٹھہر گیا تو اس پر جھاگ تھی۔ اس پر ہوا چلی تو جھاگ پانی کی اطراف میں چلی گئی پھر وہ خشک ہوگئی اور اس نے کسی کو نفع نہ پہنچایا، پانی باقی رہا جس سے لوگوں نے نفع اٹھایا، پس لوگوں نے وہ پانی خود بھی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا۔ جس طرح جھاگ ختم ہوگئی اور اس نے کسی کو نفع نہ پہنچایا اسی طرح باطل قیامت کے نزدیک مضمحل اور کمزور ہوگا، وہ اہل باطل کو نفع نہ پہنچائے گا اور جس طرح پانی نے لوگوں کو نفع پہنچایا اسی طرح حق اہل حق کو نفع پہنچائے گا۔ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کی مثال بیان فرمائی ہے فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا یعنی وادیاں اپنی مقدار کے مطابق بہنے لگیں حتی کہ اپنی مقدار کے مطابق وہ بھر گئیں۔ اس آیت میں زبد سے مراد پانی کی جھاگ ہے اور اس چیز کی جھاگ ہے جو وہ زیور بنانے کے لیے جلاتے ہیں۔ پس جو اس میں سے ساقط ہو جاتا ہے وہ پانی کی جھاگ کی مثل ہے، یہ اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کی مثال بیان فرمائی ہے۔ رہا لوہے اور سونے کا کھوٹ اور پانی کی جھاگ تو وہ باطل ہے اور جو تم اس سے زیور بناتے ہو، پانی اور لوہا جو استعمال کرتے ہو وہ حق کی مثال ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کی مثال بیان فرمائی ہے حق کی مثال اس سیلاب سے دی جو زمین میں ٹھہر جاتا ہے اور لوگ اس سے نفع اٹھاتے ہیں اور باطل کی مثال تو اس جھاگ کی ہے جو غیر نفع بخش ہے اور حق کی مثال ان زیورات کی مانند ہے جو آگ میں ڈالے جاتے ہیں، جو اس میں سے خالص ہوا ہے لوگ اس سے نفع اٹھاتے ہیں اور جو کھوٹ وغیرہ ہے وہ باطل کی مثال ہے۔ جھاگ اور کھوٹ سے لوگ نفع نہیں اٹھاتے اور نہ وہ لوگوں کو نفع دیتا ہے۔ اسی طرح باطل بھی باطل پرستوں کو نفع نہ دے۔ (1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ وادیاں چھوٹی بڑی اپنی اپنی مقدار کے مطابق بہنے لگتی ہیں، رابیاً۔ وہ جھاگ جو پانی کے اوپر تیر رہا ہوتا ہے۔ الجفاء جو درخت کے ساتھ لگا ہوتا ہے۔ اس آیت میں تین مثالیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ایک مثال میں بیان فرمادی ہیں۔ فرمایا جس طرح یہ جھاگ کمزور ہے پھر یہ رائیگاں ہو جاتا ہے، اس سے نفع نہیں اٹھایا جاتا، اس کی برکت کی کوئی امید نہیں ہوتی۔ اسی طرح باطل کے بچاریوں کے لیے غیر مفید ہوگا۔ اور جس طرح پانی زمین میں ٹھہرتا ہے، اس سے زمین سرسبز شاداب ہو جاتی ہے، اس کی برکت بڑھتی ہے، زمین کھتیاں اگاتی ہے اسی طرح حق اپنے ماننے والوں کے لیے باقی رہتا ہے، جس طرح خالص سونا اور چاندی آگ میں ڈالے جانے کے بعد باقی رہتے ہیں اور ان کا کھوٹ ختم ہو جاتا ہے۔ جس طرح سونے اور چاندی کا کھوٹ آگ میں داخل کیے جانے کے بعد ختم ہو جاتا ہے اسی طرح باطل بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ لوہا اور تانبا جب آگ میں داخل کیے جاتے ہیں تو ان کا کھوٹ ختم ہو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 164

جا تا ہے۔ جس طرح حق اپنے ماننے والوں کے لیے مفید ہوتا ہے اسی طرح ان کا خالص حصہ بھی باقی رہتا ہے۔ (1)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ہر بڑی چھوٹی وادی اپنی مقدار کے مطابق بہہ پڑی زَبَدًا رَّابِيًا اس کا معنی پانی پر ابھرا ہوا جھاگ ہے۔ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ جن چیزوں کو وہ زیور بنانے کے لیے آگ میں تپاتے ہیں یعنی سونا جب آگ میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کا خالص حصہ باقی رہتا ہے اور جو کھوٹ ہوتا ہے ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حق اور باطل کے لیے ایک مثال بیان فرمائی ہے: فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً اور جو مواد درخت کے ساتھ لگا ہوتا ہے وہ کچھ نہیں ہوتا۔ یہ باطل کی مثال ہے: وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ جو لوگوں کے لیے نفع بخش ہوتا ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے، وہ زمین سے کھیتیاں اگاتا ہے، یہ حق کی مثال ہے: أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ دیگر سامان اس میں بھی ویسا ہی جھاگ اٹھتا ہے۔ سامان سے مراد تانبا اور لوہا ہے۔ (2)

امام ابو عبید، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کا یہ مفہوم روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا تو وادیاں اپنی طاقت کے مطابق بہنے لگیں۔ فرماتے ہیں: یہاں پہلی کلام ختم ہوئی پھر وَمِمَّا يُوقِدُونَ سے نئی کلام شروع ہو رہی ہے فرماتے ہیں مَتَاعٍ سے مراد لوہا، تانبا، رصاص وغیرہ ہے۔ زَبَدٌ مِّثْلُهُ فرمایا لوہے اور زیور کا جھاگ، سیلاب کے جھاگ کی مثل ہے۔ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ اس سے مراد پانی ہے زمین میں باقی رہتا ہے۔ لیکن جھاگ رائیگاں چلا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں: یہ حق اور باطل کی مثال ہے (حق کو دوام ہے، باطل کو اختتام ہے)۔ (3)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سونا اور چاندی جو زیور بنانے کے لیے آگ میں جلائے جاتے ہیں یا لوہا اور تانبا آگ میں جلائے جاتے ہیں۔ پھر اس میں سے جو خالص ہوتا ہے وہ باقی رہتا ہے اور جو کھوٹ ہوتا ہے جل جاتا ہے، اسی طرح حق باقی رہتا ہے اور لوگ اس سے نفع اٹھاتے ہیں جب کہ باطل کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ (4)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے أَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آسمان سے قرآن اتارا، پس اسے کامل مردوں کی عقول نے قبول کیا۔

ابن ابی حاتم نے مجاہد سے لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ کے تحت فرمایا ہے کہ الْحُسْنَىٰ سے مراد حیات اور رزق ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْحُسْنَىٰ سے مراد جنت ہے۔ (5)

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے فرقد السبخی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے شہر بن خوشب نے فرمایا: سُوٓءُ الْحِسَابِ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے لیے کسی بھی عمل کو چھوڑا نہیں جائے گا یعنی سخت باز پرس ہوگی۔ (6)

امام سعید بن منصور، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت فرقد السبخی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 163 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 162
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 165 6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 166

ابراہیم النخعی نے فرمایا: اے فرقد! کیا تجھے معلوم ہے کہ سُوْٓءُ الْحِسَابِ کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ تو ابراہیم نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے چھوٹے بڑے گناہوں کا محاسبہ کیا جائے گا، کوئی چیز بھی معاف نہیں کی جائے گی۔ (1)

امام ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سُوْٓءُ الْحِسَابِ کا مطلب یہ ہے انسان کے تمام گناہوں کا مؤاخذہ ہوگا اور کوئی گناہ بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابوالجوزاء رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ سُوْٓءُ الْحِسَابِ سے مراد اعمال میں مناقشہ ہے۔ (2)

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿19﴾

”تو کیا جو شخص جانتا ہے کہ جو نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے وہ حق ہے وہ اس جیسا ہوگا جو اندھا ہے، نصیحت صرف وہی قبول کرتے ہیں جو عقل مند ہوں“۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اَفَمَنْ يَّعْلَمُ الخ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کتاب اللہ کو سنا، سمجھا اور یاد کیا، كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى سے مراد وہ شخص ہے جو حق کی روشنی دیکھنے سے محروم ہے نہ وہ دیکھتا ہے اور نہ سمجھتا ہے، فرمایا: عقل مند ہی صرف نصیحت قبول کرتے ہیں پھر عقل مندوں کی وضاحت فرمادی کہ وہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا: وہ ایسے خوش نصیب ہیں جو اللہ کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرتے ہیں۔ (3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اُولُوا الْاَلْبَابِ سے مراد وہ افراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عقل و دانش کی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے عقل مندوں کو خطاب فرمایا کیونکہ اسے ان سے محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک آیت ان کے متعلق ذکر فرمادی۔

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿20﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿21﴾

”وہ جو پورا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو اور نہیں توڑتے پختہ وعدہ کو اور جو لوگ جوڑتے ہیں اسے جس کے متعلق حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ جوڑا جائے اور ڈرتے رہتے ہیں اپنے رب سے اور خائف رہتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 166 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 167 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 166

ہیں سخت حساب سے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم پر عہد کی وفا لازم ہے اور میثاق کو نہ توڑو، اللہ تعالیٰ نے عہد شکنی سے منع فرمایا ہے اور انتہائی مبالغہ آمیز انداز میں اس کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عہد کے متعلق بیس سے زائد آیات میں ذکر کیا ہے۔ یہ تمہارے لیے بطور نصیحت، تمہیں پیغام پہنچانے اور تم پر حجت قائم کرنے کے لیے ہے۔ اہل علم و دانش اور اہل معرفت کے نزدیک وہی امور عظیم ہوتے ہیں جن کی اللہ نے عظمت بیان فرمائی ہوتی ہے اور ہمیں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا ایمان نہیں جو امین نہیں اور اس کا دین نہیں جو عہد کا پابند نہیں۔(1)

امام الخطیب اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن سلوک اور صلہ رحمی قیامت کے روز برے عذاب میں تخفیف کا باعث بنیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی: وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ الخ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اس آیت سے مراد نبیوں اور تمام کتب پر ایمان لانا ہے۔ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ یعنی وہ امر جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے وہ اس کو توڑنے سے ڈرتے ہیں۔ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ اور وہ عذاب کی شدت سے ڈرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ سے ڈرو اور صلہ رحمی کیا کرو کیونکہ یہ امور دنیا میں تمہیں زیادہ باقی رکھنے والے ہیں اور آخرت میں تمہارے لیے بہتر ہیں، بیان کیا گیا ہے کہ خثعم قبیلہ کا ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: تم رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں میں اللہ کا رسول ہوں، اس شخص نے پوچھا: تمہارے نزدیک کون سا عمل پسندیدہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا۔ اس نے پوچھا پھر کون سا عمل افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلہ رحمی۔ عبداللہ بن عمرو کہتے تھے کہ حلیم وہ نہیں جو ظلم کرے پھر حلم کا مظاہرہ کرے حتیٰ کہ جب قوم اسے بدلہ لینے پر ابھارے تو وہ بپھر جائے بلکہ حلیم وہ ہے جو قدرت کے باوجود معاف کر دے۔ صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جس سے صلہ رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔ یہ تو پھر مقابلہ ہے۔ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ اس سے قطع تعلقی کی جائے تو وہ پھر بھی صلہ رحمی کا مظاہرہ کرے اور جو اس سے صلہ رحمی نہ کرے اس پر شفقت کرے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ نے حضرت ابن جریر سے روایت کیا ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو اپنے ذی رحم کی طرف قدموں پر چل کر نہ جائے اور اپنا مال اسے عطا نہ کرے تو تو نے اسے قطع تعلقی کی۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 167

رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

''اور جولوگ (مصائب وآلام میں) صبر کرتے رہے اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور صحیح صحیح ادا کرتے رہے نماز کو اور خرچ کرتے رہے اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ طور پر اور مدافعت کرتے رہتے ہیں نیکی سے برائی کی انہیں لوگوں کے لیے دار آخرت کی راحتیں ہیں (یعنی) سدا بہار باغات جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو صالح ہوں گے ان کے باپ دادوں، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد سے (وہ بھی داخل ہوں گے) اور فرشتے (یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے ان پر ہر دروازہ سے سلامتی ہو تم پر بوجہ اس کے جو تم نے صبر کیا پس کیا عمدہ ہے یہ آخرت کا گھر''۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت ذکر کیا ہے کہ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا یعنی انہوں نے اللہ کے امر پر صبر کیا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے۔ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور نماز کو مکمل کرتے رہے وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اور جو ہم نے انہیں مال دیا اس سے خرچ کرتے رہے سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً یعنی اللہ کی اطاعت اور حقوق الٰہی میں پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے رہے، يَدْرَءُوْنَ اور وہ مدافعت کرتے رہے نیکی سے برائی کی یعنی وہ برائی کرنے والے کے ساتھ بھی نیکی کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ یعنی ان کے لیے جنت کا گھر ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وہ نیکی سے برائی کا دفاع کرتے ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ خیر کے ساتھ شر سے دفاع کرتے ہیں، وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ وہ خیر کے ساتھ برائی کو روکتے ہیں۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک محل ہے جس کو عدن کہا جاتا ہے، اس کے اردگرد بڑے بڑے ٹاور اور سبزے ہیں، اس کے پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار حوریں ہیں، اس محل میں صرف نبی یا صدیق یا شہید یا عادل امام داخل ہوگا۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عمر نے منبر پر (جَنّٰتُ عَدْنٍ) تلاوت کی اور فرمایا اے لوگو! کیا تم جَنّٰتُ عَدْنٍ کے متعلق جانتے ہو؟ یہ جنت میں ایک محل ہے اس کے دس ہزار

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 168 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

دروازے ہیں اور ہر دروازہ پر پچیس ہزار موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں ہیں اس میں صرف نبی یا صدیق یا شہید داخل ہوگا۔

امام عبدالرزاق، الفریابی، ابن ابی شیبہ، ہناد، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے (جَنّٰتُ عَدْنٍ) کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد جنت کا وسط ہے۔(1)

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تمہیں کیا معلوم جَنّٰتُ عَدْنٍ کیا ہے؟ فرمایا: یہ ایک سونے کا محل ہے جس میں صرف نبی، یا صدیق یا شہید یا عادل حکمران داخل ہوگا۔(2)

ابن جریر اور ابوالشیخ نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ (جَنّٰتُ عَدْنٍ) جنت کے درمیان ایک شہر ہے، اس میں رسل، انبیاء، شہداء اور ائمہ ہدی ہوں گے، ان کے بعد ان کے اردگرد دوسرے لوگ ہوں گے اور باقی جنتیں اس کے اردگرد ہیں۔(3)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت کعب سے فرمایا: جَنّٰتُ عَدْنٍ کیا ہے؟ فرمایا: وہ جنت میں ایک محل ہے جس میں صرف نبی یا صدیق یا شہید یا عادل حاکم داخل ہوگا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جَنّٰتُ عَدْنٍ ایک چھڑی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے لگایا پھر فرمایا کُنْ فَیَكُوْنُ ''ہو جا تو وہ ہوگئی''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک آدمی جنت میں داخل ہوگا تو وہ کہے گا میری والدہ کہاں ہے؟ میرا بیٹا کہاں ہے؟ میری بیوی کہاں ہے؟ ارشاد ہوگا: انہوں نے تیرے جیسے اعمال نہیں کیے۔ وہ شخص عرض کرے گا: میں اپنے لیے اور ان کے لیے عمل کرتا رہا ہوں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ یعنی جو ان کے آباء اور بیویوں اور اولاد میں سے ایمان سے متصف ہوں گے وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اور ہر روز فرشتے دنیا کے دن کی مقدار کے مطابق تین مرتبہ اس پر داخل ہوں گے اور ان کے ساتھ اللہ کی طرف سے تحائف بھی ہوں گے جو وہاں جَنّٰتُ عَدْنٍ میں پہلے ان کے پاس نہ ہوں گے۔ فرشتے کہیں گے تم جو امر الٰہی پر صبر کرتے رہے اس کی وجہ سے تم پر سلام ہو اور کتنا عمدہ ہے یہ جنت کا گھر۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ سے مراد یہ ہے کہ جو دنیا میں ایمان لائے۔(4)

امام ابن ابی حاتم نے ابومجلز سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ مومن پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اہل (اولاد) اور کاموں کو دنیا میں جمع فرمائے تو وہ زیادہ پسند کرتا ہے کہ وہ اس کے لیے آخرت میں ان کو جمع فرمائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: انہوں نے یہ آیت تلاوت کی پھر فرمایا جنات عدن ایک خیمہ ہے جو کھوکھلے موتیوں سے بنا ہوا ہے اس میں کوئی دراڑ اور جوڑ نہیں ہے اس کا طول

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 235 (1374)، دارالکتب العلمیہ، بیروت

2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 434 (1168)، دارالصمیعی الریاض

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 170 4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 169

ہوا میں ساٹھ میل ہے اور اس کے ہر کونہ میں اہل اور مال ہوگا۔ اس کے چار ہزار سونے کے کواڑ ہیں، ہر دروازہ پر ستر ہزار فرشتے کھڑے ہیں، ہر ایک کے پاس رحمٰن کی طرف سے ایسا ہدیہ ہے جو دوسرے کے پاس نہیں ہے، وہ صاحب خیمہ کے پاس داخل نہیں ہوتے مگر اس کی اجازت سے اور اس کے درمیان اور فرشتوں کے درمیان حجاب ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل جنت میں سے قیامت کے روز گھٹیا منزل والا وہ شخص ہوگا جس کا کھوکھلا موتیوں سے بنا ہوا محل ہوگا، جس کے سات ہزار بالا خانے ہوں گے، ہر بالا خانہ کے ستر ہزار دروازے ہوں گے، اس پر ہر دروازے سے ستر ہزار ملائکہ سلام وتحیہ کے ساتھ داخل ہوں گے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابوعمران الجونی رحمہ اللہ سے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ تم پر سلام ہو بوجہ اس کے کہ تم نے اپنے دین پر صبر کیے رکھا فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ پس اللہ تعالیٰ نے دنیا کے پیچھے تمہیں جو جنت عطا فرمائی ہے وہ کتنی عمدہ ہے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ تم پر سلام ہو بوجہ اس کے کہ تم دنیا کی فضول چیزوں (سے بچنے) پر صبر کرتے رہے۔

امام ابوالشیخ نے محمد بن نصر الحارثی سے روایت کیا ہے کہ تم پر سلام ہو بوجہ اس کے کہ تم دنیا میں فقر پر صبر کرتے رہے۔

امام احمد، البزار، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم، ابن مردویہ، ابونعیم (فی الحلیہ) اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان میں مہاجرین کے فقراء ہوں گے جن کے ساتھ سرحدوں کی حفاظت کی گئی اور جنکے ذریعے ناپسندیدہ حالات سے بچاؤ کیا گیا۔ ان میں کوئی ایک فوت ہوتا ہے تو اس کی حاجت اس کے سینے میں ہوتی ہے وہ اسے پورا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا (2) اللہ تعالیٰ جن فرشتوں کو چاہتا ہے فرماتا ہے: میرے ان بندوں کے پاس جاؤ اور انہیں سلام پیش کرو۔ ملائکہ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے آسمان کے باسی ہیں، تیری مخلوق میں بہترین افراد ہیں، کیا تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم ان کو سلام کریں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے وہ بندے ہیں جو دنیا میں میری عبادت کرتے رہے اور میرا کسی کو شریک نہ ٹھہرایا، ان کے ذریعے سرحدوں کا دفاع کیا گیا، ان کے ذریعے ناپسندیدہ حالات سے بچاؤ کیا گیا اور ان میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو اس کی حاجت اس کے سینے میں ہوتی ہے، وہ اسے پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ پس ملائکہ ان کے پاس اس وقت آتے ہیں اور ہر دروازے سے داخل ہو کر انہیں یہ کہتے ہیں: سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مومن جب جنت میں داخل ہوتا ہے تو اپنے صوفہ پر ٹیک لگائے ہوئے ہوتا ہے، اس کے سامنے خادموں کی دو قطاریں ہوتی ہیں اور دونوں قطاروں کی ایک طرف ایک بند دروازہ ہوتا ہے، فرشتہ آتا ہے تو اجازت طلب کرتا ہے تو دروازے کے قریب والا خادم کہتا ہے فرشتہ اجازت طلب کرتا ہے، پھر اس کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 170 2۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 300 (10380)، دار الکتب العلمیہ بیروت

ساتھ والا کہتا ہے فرشتہ اجازت طلب کرتا ہے، حتی کہ یہ پیغام مومن تک پہنچ جاتا ہے، مومن کہتا ہے اسے اجازت دے دو۔ پھر مومن کے قریب والا خادم کہتا ہے اجازت دے دو، اس طرح ہر فرشتہ سے کہا جاتا ہے کہ اجازت دے دو، پیغام دروازے کے قریب والے تک پہنچ جاتا ہے، پھر دروازہ کھولا جاتا ہے، فرشتہ داخل ہوتا ہے، سلام پیش کرتا ہے، پھر واپس آ جاتا ہے۔(1)

امام ابن المنذر، ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال احد (پہاڑ) پر تشریف لے جاتے۔ جب وادی کے دہانہ پر پہنچتے تو شہداء کی قبور پر سلام پیش کرتے سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ ہر سال کی ابتداء میں شہداء کی قبور پر تشریف لے جاتے اور فرماتے سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد ابو بکر، عمر اور حضرت عثمان بھی ایسا کرتے تھے۔(2)

وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝۲۵ اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝۲۶

”اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں اللہ (سے کیے ہوئے) وعدہ کو اسے پختہ کرنے کے بعد اور کاٹتے ہیں ان رشتوں کو جن کے متعلق حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ انہیں جوڑا جائے اور (فتنہ و) فساد برپا کرتے ہیں زمین میں، یہی لوگ ہیں جن پر لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے اللہ تعالیٰ کشادہ روزی دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تنگ روزی دیتا ہے (جسے چاہتا ہے) اور کفار بڑے مسرور ہیں دنیوی زندگی (کی راحتوں) سے اور (حقیقت یہ ہے کہ) نہیں ہے دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں مگر متاع حقیر“۔

امام ابوالشیخ نے حضرت میمون بن مہران سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے عمر بن عبد العزیز نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والے سے بھائی چارہ نہ رکھو کیونکہ میں نے سورۂ رعد اور سورۂ محمد میں اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں پر لعنت کرتے ہوئے سنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سُوْٓءُ الدَّارِ سے مراد برا انجام ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت عبد الرحمٰن بن سابط سے وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پہلے زمانہ میں ایک شخص اپنے اونٹوں اور بکریوں کو لے کر نکلتا تھا اور اپنے گھر والوں سے کہتا تھا: مجھے زاد راہ دو تو وہ اسے نصف روٹی یا نصف کھجور دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا کی مثال بیان فرمائی ہے۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 170　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 172

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: مَتَاعٌ کا مطلب تھوڑا اور ختم ہونے والا مال ہے۔(1)

امام ترمذی اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سوئے پھر اٹھے تو آپ ﷺ کے جسم پر اس کے نشان تھے، ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم آپ کے لیے کوئی (گدا) بنا دیں (تو بہتر نہ ہوگا)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا غرض، میں تو دنیا میں اس شہسوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے تھوڑا سا وقت سایہ حاصل کرتا ہے پھر اسے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾

''اور کفار کہتے ہیں (کہ اگر یہ سچے نبی ہیں) تو کیوں نہ اتاری گئی ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے؟ آپ فرمایئے (نشانیاں تو بہت ہیں) لیکن اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہنمائی فرماتا ہے اپنی (بارگاہ قرب کی) طرف جو صدق دل سے رجوع کرتا ہے (یعنی) جو لوگ ایمان لائے اور مطمئن ہوتے ہیں جن کے دل ذکر الٰہی سے، دھیان سے سنو! اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں وہ لوگ جو ایمان بھی لائے اور عمل (بھی) نیک کیے مژدہ ہو ان کے لیے اور (انہی کے لیے) اچھا انجام ہے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ سے مَنْ أَنَابَ کا معنی مَنْ تَابَ (جس نے توبہ کی) روایت کیا ہے۔ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ فرمایا ذکر الٰہی سے دل مانوس ہوتے ہیں اور اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔(2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ یعنی ان کے سامنے اللہ کی قسم اٹھائی جائے تو وہ سچ تسلیم کرتے ہیں اور ذکر الٰہی سے دل سکون حاصل کرتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ یعنی محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے دل ذکر الٰہی سے سکون حاصل کرتے ہیں۔(3)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے اس آیت کے نزول کے وقت فرمایا: تمہیں علم ہے اس کا کیا معنی ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے وہ میرے اصحاب سے بھی محبت کرتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 172 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 173 3۔ ایضاً

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن مردویہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں، غائب و حاضر ہر صورت میں مومنین سے محبت کرتے ہیں، دھیان سے سنو وہ اللہ کے ذکر سے محبت کرتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ طُوْبٰى لَهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دل کی مسرت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ہناد، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے طُوْبٰى لَهُمْ کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ کتنا اچھا ہے جو ان کے لیے ہے۔(2)

ابن جریر اور ابوالشیخ نے الضحاک سے طُوْبٰى لَهُمْ کے تحت غِبْطَةٌ لَّهُمْ (یعنی ان کے لیے رشک ہوگا) نقل کیا ہے۔(3)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس کا معنی حُسْنٰى لَهُمْ روایت کیا ہے یعنی ان کے لیے بھلائی ہے، یہ کلمہ کلام عرب سے ہے۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: طُوْبٰى لَهُمْ فرماتے ہیں: یہ عربی کلمہ ہے۔ کوئی شخص کہتا ہے: طُوْبٰى لَهُمْ یعنی تجھے خیر محبوب ہو۔(5)

امام ابن جریر، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے طُوْبٰى لَهُمْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ خیر اور کرامت ہے، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی ہے۔(6)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے طُوْبٰى کا معنی جنت روایت کیا ہے۔(7)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ طُوْبٰى حبشی زبان میں جنت کو کہتے ہیں۔(8)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا اور اس سے فارغ ہوا تو فرمایا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ۔ یہ فرمایا جب جنت اچھی لگی۔(9)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت سعید بن مسجوح سے روایت کیا ہے کہ طوبی ہندی زبان میں جنت کا نام ہے۔(10)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: ہندی میں جنت کا نام طُوْبٰى ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: طُوْبٰى جنت میں ایک درخت ہے۔(11)

امام عبد الرزاق، ابن ابی الدنیا (نے صفۃ الجنۃ میں)، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: طُوْبٰى جنت میں ایک درخت ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے لیے جتنا وہ چاہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 174 | 2۔ ایضاً | 3۔ ایضاً | 4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 175
5۔ ایضاً | 6۔ ایضاً | 7۔ ایضاً | 8۔ ایضاً عن ابن عباس
9۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 176 | 10 ایضاً، جلد 13، صفحہ 175 | 11۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 176

کھل جاتا ہے، پس وہ اس کے گھوڑوں کے لیے ان کی زینوں اور لگاموں سمیت کھل جاتا ہے۔ اونٹوں کے لیے ان کے پالانوں اور مہاروں سمیت کھل جاتا ہے اور لباس میں سے جتنا انسان چاہتا ہے وہ اس کے لیے کھلتا (اور پھیلتا) جاتا ہے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ بن قرۃ رحمہ اللہ کے طریق سے ان کے باپ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طُوْبٰی ایک درخت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے اور اس میں اپنی روح پھونکی ہے، وہ زیورات اور قیمتی جوڑے (لباس) پیدا کرتا ہے اور ان کی ٹہنیاں جنت کی دیواروں کے پیچھے سے نظر آتی ہیں۔(2)

امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث والنشور میں حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ جنت میں پھل ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں اس میں ایک درخت ہے جسے طُوْبٰی کہا جاتا ہے، یہ فردوس کے درمیان ہے۔ اس نے پوچھا: ہماری زمین کا کون سا درخت اس کے مشابہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری زمین کا کوئی درخت اس کے مشابہ نہیں، ہے لیکن کبھی تم شام گئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، فرمایا: شام کا درخت الجوزہ اس کے مشابہ ہے، وہ ایک تنے پر اگتا ہے پھر اس کے اوپر کا حصہ پھیل جاتا ہے۔ اس اعرابی نے پوچھا: اس کے تنے کی موٹائی کتنی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارے اہل کے اونٹوں میں سے جوان اونٹ اس کا سفر شروع کریں تو وہ اس کے تنے کا احاطہ نہ کر سکے گا حتی کہ بوڑھا ہو کر اس کا سینہ ٹوٹ جائے گا۔ اس نے پوچھا: کیا جنت میں انگور ہیں؟ فرمایا: ہاں موجود ہیں۔ اعرابی نے پوچھا: جنت کے انگور کتنے موٹے ہیں؟ فرمایا ابقع کوے کی ایک مہینہ کی مسافت اڑنے کی مقدار!(3)

امام احمد، ابویعلی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ اور الخطیب رحمہم اللہ نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ طوبی ہو جنہوں نے آپ کی زیارت کی اور جو آپ پر ایمان لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طُوْبٰی ہے جنہوں نے میری زیارت کی اور مجھ پر ایمان لائے اور طُوْبٰی ہو پھر طُوْبٰی ہو اس کے لیے جو مجھ پر ایمان لایا اور میری زیارت نہیں کی۔ ایک شخص نے پوچھا طُوْبٰی کیا ہے؟ فرمایا طُوْبٰی جنت میں ایک درخت ہے جس کی (چوڑائی اور پھیلاؤ) سو سال کی مسافت ہے، وہ اپنی کونپلیں نکالتا ہے۔(4)

امام ابن ابی شیبہ (نے صفۃ الجنۃ میں) ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو بھی جنت میں داخل ہوگا وہ طُوْبٰی کی طرف جائے گا۔ اس کے لیے اس کی کونپلیں نکلتی ہوں گی۔ پس وہ جس قسم کی کونپلوں کا ارادہ کرے گا وہ اس کے لیے نکالے گا۔ چاہے سفید، چاہے سرخ، چاہے سبز، چاہے زرد، چاہے سیاہ (جو وہ ارادہ کرے گا ویسے ہی وہ پھول، پتیاں نکالے گا) جس طرح شقائق النعمان بوٹی کے پھول ہوتے ہیں بلکہ طُوْبٰی کے پھول اور پتیاں اس سے بھی زیادہ نرم اور خوبصورت ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنت میں ایک درخت ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 176 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 178 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

جس کی جڑ بلند حجرہ میں ہے اور جنت میں کوئی حجرہ نہیں ہے لیکن اس کی ٹہنیوں میں سے کوئی ایک ٹہنی اس میں موجود ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوجعفر شامی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تمہارے رب نے ایک موتی لیا پھر اسے پختہ اور عمدہ بنایا پھر اسے جنت کے وسط میں بچھا دیا پھر اسے فرمایا تو پھیل جا حتی کہ میری رضا تک پہنچ جائے۔ اس موتی نے ایسا ہی کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک درخت لے کر اس موتی کے درمیان میں لگا دیا۔ پھر اس درخت کو فرمایا تو پھیلتا جا وہ پھیلتا گیا۔ جب برابر ہو گیا تو اس کی جڑوں سے جنت کی نہریں نکلیں۔ یہی درخت طُوْبٰی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت فرقد سنجی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف انجیل میں وحی فرمائی۔ اے عیسیٰ! میرے حکم میں سنجیدگی سے عمل کر اور اس کا مزاح نہ اڑا، میری بات کو سن اور میرے حکم کی اطاعت کر، اے ابن البکر البتول! میں نے تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اور میں نے تجھے اور تیری والدہ کو تمام جہاں کے لیے (اپنی عظمت کی) نشانی بنایا ہے، تو صرف میری ہی عبادت کر اور مجھ پر ہی توکل کر اور کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار! میں کون سی کتاب کو پکڑوں؟ فرمایا: انجیل کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لے اور اہل سریانیہ کے سامنے اس کی تفسیر بیان کر اور انہیں بتا کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں زندہ ہوں اور قائم کرنے والا ہو، ایجاد کرنے والا ہوں اور میں ہمیشہ رہنے والا ہوں، میں وہ ہوں جسے زوال نہیں ہے۔ پس تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس رسول پر جو امی نبی ہے جس نے آخر زمانہ میں جلوہ فرما ہونا ہے پس تم اس کی تصدیق کرو اور اس کی اتباع کرو، اونٹ والے ہیں، زرہ والے، لاٹھی والے اور تاج والے ہیں جو موٹی موٹی آنکھوں والے ہیں جن کے ابرو ملے ہوئے ہیں۔ چادر والے ہیں اس کی مبارک نسل المبارکۃ سے یعنی حضرت خدیجہ سے ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اے عیسیٰ! خدیجہ کا ایک محل ہے جو موتیوں سے بنا ہوا ہے، اس پر سونا لگا ہوا ہے، اس میں نہ کوئی اذیت ناک بات سنی جاتی ہے اور نہ کوئی تھکاوٹ ہے، اس کی بیٹی فاطمہ ہے، اس کے دو بیٹے ہیں، وہ دونوں شہید ہوں گے، یعنی الحسن اور الحسین۔ طُوْبٰی ہے اس کے لیے جس نے اس نبی کا کلام سنا، اس کا زمانہ پایا اور آپ کی زندگی میں موجود تھا، عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: یارب! یہ طُوْبٰی کیا ہے؟ فرمایا: یہ جنت میں ایک درخت ہے جو میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے اور میں نے اپنے فرشتوں کو اس میں ٹھہرایا ہے، اس کی اصل رضوان سے ہے اور اس کا پانی تسنیم سے ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا ہے: طُوْبٰی جنت میں ایک درخت ہے اور اس کا یہ پھل عورتوں کے پستانوں کی مثل ہے، اس میں اہل جنت کے لباس ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا نے العزاء میں اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنت میں ایک درخت ہے جس کو طُوْبٰی کہا جاتا ہے، اس کی کھیریوں سے اہل جنت کے بچے دودھ پیتے ہیں، جو دودھ پیتا بچہ فوت ہو جاتا ہے اس طوبٰی سے جنت میں اسے دودھ پلایا جاتا ہے اور عورت کا گرنے والا بچہ جنت کی نہروں میں سے کسی نہر میں ہوتا ہے وہ اس میں قیامت تک گھومتا رہے گا حتی کہ قیامت کے روز وہ چالیس سال کا ہو کر اٹھے گا۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے جنت میں ہر درخت طوبیٰ سے ہے اور طوبیٰ کی ٹہنیاں جنت کی دیواروں کے پیچھے سے نظر آتی ہیں۔ (1)

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنت میں ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہا جاتا ہے، ایک سوار اس کے سائے میں سو سال چلتا رہے تب بھی اسے ختم نہیں کر سکتا۔ اس کی کلیاں بڑے پیڑوں کی مانند ہیں، اس کے پتے بڑی بڑی چادریں ہیں، اس کی ٹہنیاں عنبر ہیں، اس کے سنگریزے یاقوت ہیں، اس کی مٹی کافور ہے، اس کا کیچڑ کستوری ہے، اس کے تنے سے شراب دودھ اور شہد کی نہریں نکلتی ہیں۔ یہ اہل جنت کے بیٹھنے کی جگہ میں سے ایک جگہ ہے جہاں وہ آپس میں ہم کلام ہوتے ہیں۔ وہ اپنی مجلس میں ہوتے ہیں کہ اچانک ان کے رب کی طرف سے فرشتے آتے ہیں، وہ اونٹنیاں لیے ہوئے ہوتے ہیں جو سونے کی تاروں سے نکیل ڈالی گئی ہوتی ہیں۔ ان کے چہرے اپنے حسن کی وجہ سے چراغوں کی مانند ہوتے ہیں اور ان کی اون نرمی میں رخسار کے رواں کی طرح ہیں۔ ان کے اوپر ایسے کجاوے ہیں جن کی تختیاں یاقوت کی ہیں، جن کی لکڑیاں سونے کی ہیں اور ان کے کپڑے سندس واستبرق کے ہیں۔ وہ انہیں بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے رب نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم اس کی زیارت کرو اور ان پر سوار ہو۔ یہ پرندے سے زیادہ تیز رفتار ہیں اور مخملی بستروں سے زیادہ نرم ہیں۔ یہ بڑی عمدہ اونٹنیاں ہیں۔ ایک اپنے بھائی کے پہلو میں چلے گا۔ وہ اس سے باتیں کرے گا اور سرگوشی کرے گا، کسی سواری کا کان دوسری سواری کے کان کو نہیں پہنچے گا، ہر سواری دوسری سواری کے برابر چلے گی حتی کہ درخت ان کے راستے سے ہٹ جائے گا تاکہ آدمی اور اس کے بھائی کے درمیان جدائی نہ ہو۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آئیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے کریم چہرے سے پردہ اٹھائے گا حتی کہ وہ اپنے رب کا دیدار کریں گے۔ وہ اللہ کو دیکھیں گے تو عرض کریں گے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَ حُقَّ لَكَ الْجَلَالُ وَالْاِ كْرَامُ۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اَنَا السَّلَامُ وَمِنِّي السَّلَامُ وَعَلَيْكُمْ حَقَّقْتُ رَحْمَتِي وَ مَحَبَّتِي مَرْحَبًا بِعِبَادِيَ الَّذِيْنَ خَشُوْنِيْ بِالْغَيْبِ وَاَطَاعُوْا اَمْرِيْ ''میں سلامتی والا ہوں، میری طرف سے سلامتی ہے، میں نے تم پر اپنی رحمت و محبت لازم کردی ہے، میرے ان بندوں کو خوش آمدید! جو مجھ سے غیب میں ڈرتے رہے اور میرے حکم کی اطاعت کرتے رہے۔ وہ لوگ عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم تیری عبادت کا حق ادا نہ کر سکے اور نہ ہم تیری قدر کے مطابق تیرا حق ادا کر سکے۔ ہمیں اب اجازت ہو تو ہم تیرے سامنے سربسجود ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ گھر (جنت) ایسا ہے جس میں کسی قسم کی تھکاوٹ اور عبادت کا امر نہیں ہے، یہ ملک و نعیم کا گھر ہے، میں نے اب تم سے عبادت کی مشقت اٹھالی ہے، تم اب جو چاہو مجھ سے مانگو، تم میں سے ہر ایک کو اس کی خواہش کے مطابق ملے گا، وہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں گے حتی کہ ان میں سے جس کی خواہش سب سے کم ہوگی وہ یہ کہے گا اے میرے پروردگار! اہل دنیا نے دنیا میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی، تو وہ اس سے تنگ آ گئے۔ اے میرے پروردگار تو مجھے وہ سب کچھ عطا فرما جو تو نے دنیا میں ابتداء سے انتہا تک پیدا کیا ہے، جس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 176

میں لوگ مگن رہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری خواہش بہت مختصر ہے، تو نے اپنے مقام ومرتبہ سے بہت کم سوال کیا ہے۔ یہ سب کچھ میری طرف سے تجھے ملے گا۔ میں تجھے اپنے مقام سے گھیرلوں گا کیوں کہ میری بارگاہ میں عطا میں کمی اور اختتام کا تصور ہی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میرے بندوں پر وہ نعمتیں پیش کرو جو کبھی انہوں نے تصور میں بھی نہیں لائیں۔ نہ کبھی ان کے خیال میں وہ آئیں۔ پس فرشتے ان پر وہ نعمتیں پیش کریں گے حتی کہ ان کی اپنی خواہشات کم پڑ جائیں گی۔ ان پر جو نعمتیں پیش کی جائیں گی ان میں اچھی نسل کے گھوڑے ہوں گے جو آپس میں ملے ہوئے ہوں گے، ان میں سے ہر چار کے اوپر ایک یاقوت کا پلنگ ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک پر سونے کا قبہ ہوگا۔ ہر قبہ میں جنت کے قالین بچھے ہوں گے اور ہر قبہ میں موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے دو حوریں ہوں گی اور ہر حور پر جنت کا لباس ہوگا اور جنت کا ہر رنگ ان پر ہوگا اور ہر خوشبو ان سے مہک رہی ہوگی۔ ان کے چہروں کی چمک قبہ کی دیواروں سے باہر دکھائی دے گی حتی کہ دیکھنے والا یوں سمجھے گا کہ حوریں قبے سے باہر کھڑی ہیں۔ ان کی پنڈلیوں کا گودا لباس سے باہر دکھائی دے گا جیسے سرخ یاقوت سفید لڑی میں پرویا ہوا ہو۔ ہر ایک دوسری سے بہتر دکھائی دے گی جیسے سورج کو پتھروں پر فضیلت ہوتی ہے، ہر جنتی ان کو اس طرح دیکھے گا پھر ہر جنتی ان کے پاس جائے گا تو ان کے پاس آکر بوس وکنار ومعانقہ کریں گے، وہ انہیں کہیں گے اللہ کی قسم! ہم نے تو کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسی نعمتیں بھی پیدا کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ جنت میں انہیں ایک صف میں لے جاؤ حتی کہ ہر شخص اپنے مقام پر پہنچ جائے گا جو اس کے لیے تیار کیا گیا ہوگا۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جس کا سلسلہ سند یہ ہے عن محمد بن علی بن الحسین بن فاطمہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جسے طوبی کہا جاتا ہے، اگر تیز رفتار سوار اس کے سایہ میں چلے تو اس کے ختم ہونے سے پہلے سال چلے گا۔ اس کے پتے سبز چادریں ہیں، اس کی کلیاں زرد کپڑے ہیں، اس کی لکڑیاں سندس واستبرق ہیں، اس کا پھل سبز لباس میں، اس کی گوند زنجبیل اور شہد ہے، اس کی کنکریاں سرخ یاقوت اور سبز زمرد ہیں، اس کی مٹی کستوری، عنبر اور سبز کافور ہے، اس کا گھاس عمدہ زعفران ہے اور ان کی انگیٹھیوں میں لکڑیاں بغیر جلائے جلیں گی، اس کی جڑ سے نہریں نکلتی ہیں، اس کی نہروں میں سلسبیل اور معین فی الرحیق ہیں، اس کا سایہ اہل جنت کی مجلس گاہ ہے۔ وہ آپس میں محبت کرتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں، وہ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے ہوں گے کہ فرشتے ایسے اونٹنیاں لائیں گے جو یاقوت سے پیدا کی گئی ہوں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان میں روح پھونکے گا۔ ان کی سونے کی مہاریں ہوں گی، ان کے چہرے چمک کی وجہ سے چراغ معلوم ہوں گے، ان کی اون سرخ ریشم اور رخساروں کے رواں جیسی ہوگی، اس کی مثل خوبصورت دیدہ زیب دیکھنے والوں سے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ ان اونٹنیوں کے اوپر ایسے کجاوے ہوں گے کہ جن کی تختیاں موتیوں اور یاقوت سے ہوں گی ان کے اوپر لؤلؤ ومرجان جڑے ہوں گے۔ فرشتے ان کے پاس وہ اونٹنیاں بٹھائیں گے۔ پھر انہیں کہیں گے: تمہارا رب تمہیں سلام کہتا ہے اور تمہیں اپنی زیارت کرانا چاہتا ہے کہ تم اسے دیکھو اور وہ تمہیں دیکھے، تم اسے سلام

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 177

پیش کرو اور وہ تمہیں سلام فرمائے، تم اس سے بات کرو اور وہ تم سے بات کرے وہ اپنے فضل کو تم پر زیادہ فرمائے گا کیونکہ وہ وسیع رحمت والا اور فضل عظیم والا ہے۔ پس ہر شخص اپنی اونٹنی کی طرف جائے گا حتی کہ وہ سیدھے ایک صف میں چلیں گے۔ اس سے کچھ بھی فوت نہ ہوگا۔ ایک اونٹنی کا کان دوسری اونٹنی کے کان کو فوت نہیں کرے گا اور ایک اونٹنی کے بیٹھنے کی کیفیت دوسری اونٹنی کے بیٹھنے کی کیفیت سے جدا نہ ہوگی۔ وہ کسی درخت سے گزریں گے تو وہ اپنے پھلوں کے ساتھ انہیں گھیر لے گا۔ درخت ان کے راستوں سے ہٹ جائے گا تا کہ ان کی صف ٹوٹ نہ جائے یا ہر شخص اپنے دوست سے جدا نہ ہو جائے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائیں گے تو وہ اپنے کریم چہرے سے پردہ اٹھائے گا اور ان کے اوپر اپنی عظیم عظمت ظاہر کرے گا، انہیں سلام فرمائے گا، وہ جواباً عرض کریں گے اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَلَكَ حَقُّ الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ میں سلامتی والا ہوں، میری طرف سے سلامتی ہے میرے لیے جلال و کرام کا حق ہے، میرے ان بندوں کو خوش آمدید جنہوں نے میری وصیت کی حفاظت کی، میرے عہد کی پاسداری کی، مجھ سے حالت غیب میں ڈرتے رہے اور ہر حال میں مجھ سے ڈرتے رہے۔ وہ عرض کریں گے: تیری عزت، تیرے جلال اور تیرے علو مرتبہ کی قسم! تیرا حق نہ پہچان سکے۔ ہم نے تیرا کما حقہ حق ادا نہ کیا ہمیں سجدہ کی اجازت مرحمت فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب میں نے تم سے عبادت کی مشقت ساقط کر دی ہے، اب میں تمہارے بدنوں کو راحت بخشی ہے کیونکہ (دنیا میں) تم نے میری خاطر اپنے بدنوں کو تھکایا اور میری خاطر اپنے چہرے جھکائے۔ اب تم میری روح، رحمت، کرامت، طاقت، جلال، علو مرتبہ اور عظمت شان کی طرف آپہنچے ہو پس وہ ہمیشہ خواہشات، عطایا اور نوازشات میں رہیں گے حتی کہ ان میں کم سے کم امید کرنے والا وہ ہوگا جو یہ کہے گا کہ میرے لیے تمام دنیا کی وہ چیزیں ہوں جو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے دن سے فنا ہونے کے دن تک پیدا فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تم نے بہت کم خواہشات کی ہیں اور تم اپنے حق سے کم پر راضی ہو گئے ہو، میں نے وہ سب کچھ تمہارے لیے ثابت کر دیا ہے جو تم نے مانگا اور جس کی تم نے خواہش کی اور میں نے تمہیں وہ سب کچھ دے دیا اور جہاں تک تمہاری خواہشات بھی نہ پہنچ سکیں۔ اب اپنے رب کی ان نعمتوں کا ملاحظہ کرو جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہیں، پس وہ دیکھیں گے کہ رفیق اعلیٰ میں بڑے بڑے قبے ہیں۔ موتیوں اور مرجان سے بنے ہوئے بلند و بالا کمرے ہیں ان کے دروازے سونے کے ہیں اور اس کے پلنگ یاقوت کے ہیں۔ ان کے قالین سندس واستبرق کے ہیں۔ ان کے منابر نور کے ہیں جو نور ان کے دروازوں سے نکل رہا ہے اور ان کے صحن میں ایسے نور سے ہیں جو سورج کی شعاعوں کی مثل ہے، اس کے پاس چمک دار ستارے کی مثل ہے جو روشن دن میں بھی چمکتا ہے اور وہ اعلیٰ علیین میں یاقوت سے بنے ہوئے بلند بالا محلات میں جن کا نور چمک رہا ہے، اگر وہ نور مسخر نہ ہوتا تو آنکھوں کو اچک لیتا، اور جو محلات سفید یاقوت سے بنے ہوئے ہیں ان میں سفید ریشم کے قالین بچھائے گئے ہیں۔ اور جو بالاخانے سرخ یاقوت کے ہیں ان میں عبقری قالین ہیں اور جو سبز یاقوت سے تیار کیے گئے ہیں، ان میں سبز سندس کے قالین ہیں اور محلات زرد یاقوت سے بنائے گئے ہیں، ان میں گلابی رنگ کے قالین بچھائے گئے ہیں، ان کے دروازے سبز زمرد، سرخ سونے اور سفید چاندی سے مزین کیے گئے ہیں، ان کی دیواریں اور ستون جواہر سے بنے ہوئے ہیں، ان کے اوپر موتیوں کے قبے بنائے گئے ہیں، ان کے بروج پر

موتیوں کی قلغی بنائی گئی ہے۔ جب وہ اپنے رب کی نوازشات کی طرف لوٹیں گے تو ان کو سفید یاقوت کے عمدہ گھوڑے پیش کیے جائیں گے۔ جن میں روح پھونکی گئی ہوگی، ان کے پہلوؤں میں ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہنے والے خوبصورت لڑکے ہوں گے، ہر لڑکے کے ہاتھ میں ان گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا ہوگا۔ ان کی لگامیں اور رسیاں سفید چاندی کی ہوگی، ان پر موتی اور یاقوت جڑے ہوں گے۔ ان گھوڑوں کی زینیں سندس اور استبرق سے مزین ہوگی وہ گھوڑے ان کے لے چلیں گے اور جنت کی زمین کو روندیں گے۔ جب وہ اپنی جگہ پر پہنچیں گے تو وہ ملائکہ کو نور کے منابر پر بیٹھا ہوا پائیں وہ ان کے انتظار میں ہوں گے تاکہ ان کی زیارت کریں، ان سے مصافحہ کریں اور انہیں رب کی طرف سے ملنے والی عزت پر مبارکباد پیش کریں۔ جب وہ اپنے محلات میں داخل ہوں گے تو وہ تمام نعمتیں وافر مقدار میں پائیں گے جو انہوں نے اپنے رب سے مانگی ہوں گی اور خواہش کی ہوں گی۔ ہر محل کے دروازے پر چار باغات ہوں گے ذکر سورہ رحمٰن کی ان آیات میں ہے، مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ (الرحمٰن) فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ (الرحمٰن) جب وہ اپنی اپنی جگہ پر آرام سے پہنچ جائیں گے تو ان کا رب ارشاد فرمائے گا: کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچ پالیا ہے؟ وہ کہیں گے: جی ہاں۔ ارشاد ہوگا: کیا تم اپنے رب کے ثواب سے راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے ہم راضی ہیں تو ہم سے راضی ہوجا، ارشاد ہوگا میری رضا کی وجہ سے تم میرے گھر میں اترے ہو اور تم نے میرا دیدار کیا ہے اور میرے ملائکہ سے مصافحہ کیا ہے، تمہیں دائمی عطا مبارک ہو جو ختم ہونے والی نہیں ہے اور نہ گدلی ہونے والی ہے۔ اس وقت جنتی کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ وَاَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۔

امام عبد بن حمید نے زید مولی بنی مخزوم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں ایک سوار سو سال چلے تو بھی اسے قطع نہیں کر سکتا۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ (الواقعہ) جب حضرت کعب کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا: ابو ہریرہ نے سچ کہا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری اور محمد ﷺ پر قرآن اتارا! اگر ایک سوار نوجوان اونٹ پر سوار ہو پھر وہ اس درخت کے تنے کا چکر لگائے تو وہ اس کا احاطہ نہ کر سکے حتی کہ وہ بوڑھا ہو کر گر جائے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اسے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے اور اس میں اپنی روح پھونکی ہے۔ اس کی ٹہنیاں جنت کی دیواروں سے باہر ہیں جنت کی ہر نہر اس کے تنے سے نکلتی ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مغیث بن سمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: طُوْبٰی جنت میں ایک درخت ہے اگر کوئی شخص جوان اونٹنی پر سوار ہو پھر اس کا چکر لگائے تو اس مکان تک نہ پہنچ سکے جہاں سے اس نے سفر شروع کیا تھا حتی کہ وہ اونٹنی بوڑھی ہو کر مر جائے۔ جنت میں جو بھی منزل ہے اس میں اس درخت کی ٹہنی لٹکی ہوئی ہے۔ جب وہ اس کے پھل سے کھانے کا ارادہ کریں گے ان پر وہ پھل ٹک جائے گا وہ جو چاہیں گے کھائیں گے اور پرندے آئیں گے۔ ان سے بھی وہ خشک اور بھونا ہوا پسند کے مطابق گوشت کھائیں گے پھر پرندے اڑ جائیں گے۔(1)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 176

امام ابن ابی شیبہ نے ابو صالح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے، اگر کوئی سوار جوان اونٹ پر سوار ہو پھر اس درخت کا چکر لگائے تو وہ اس جگہ پر نہیں پہنچے گا جہاں سے سوار ہوا تھا حتی کہ بڑھاپا اسے ختم کر دے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں طوبیٰ کا ذکر کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! کیا تجھے طُوْبٰی کی خبر پہنچی ہے؟ ابو بکر نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کا طول نہیں جانتا، سوار اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کے نیچے ستر سال چلتا ہے اور اس کے پتے لباس ہیں، اس پر جو پرندے بیٹھتے ہیں، وہ بختی اونٹوں کی مثل ہیں۔ ابو بکر نے کہا: وہ پرندے نرم ہیں۔ فرمایا وہ کھانے والے بھی نرم و نازک ہیں اور اے ابو بکر! ان شاء اللہ تو ان لوگوں میں سے ہے (جو ان کا گوشت کھائیں گے)

امام ابن مردوہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طُوْبٰی جنت میں ایک درخت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے پھر اس میں اپنی روح پھونکی ہے، اس کی ٹہنیاں جنت کی دیوار سے باہر دیکھی جاتی ہیں، وہ لباس اگاتا ہے اور اس کا پھل اس کے مونہوں تک لٹکتا ہوا ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ہناد بن السری (فی الزہد) ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مغیث بن سمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: طُوْبٰی جنت میں ایک درخت ہے، جنت میں کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس میں اس کی ٹہنیوں میں سے کسی ٹہنی کا سایہ نہ ہو، اس میں ہر رنگ کا پھل ہے، اس پر بختی اونٹوں کی مثل پرندے بیٹھے ہیں۔ جب انسان پرندے کی خواہش کرے گا، وہ اسے بلائے گا تو وہ اس کے دستر خوان پر گرے گا۔ انسان اس کی ایک طرف سے بھونا ہوا گوشت کھائے گا اور دوسری طرف سے خشک گوشت کھائے گا پھر وہ دوبارہ پرندہ بن کر اڑ جائے گا۔ (1)

امام ابن ابی الدنیا (نے العزاء میں) ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنت میں ایک درخت ہے جسے طُوْبٰی کہا جاتا ہے وہ سارے کا سارا کھیری کی مانند ہے جو دودھ پیتا بچہ فوت ہوتا ہے، وہ اس طُوْبٰی درخت سے دودھ پیتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت فرماتے ہیں کہ طُوْبٰی لَهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے لیے رشک ہے حُسْنُ مَاٰبٍ بہتر مرجع ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حُسْنُ مَاٰبٍ کا مطلب بہتر لوٹنے کی جگہ ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اسی طرح کا معنی روایت کیا ہے۔ (2)

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 436 (1170)، دار الصمیعی الریاض 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 174

هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ۝٣٠

"اسی طرح ہم نے آپ کو رسول بنا کو بھیجا ایک قوم میں جس سے پہلے گزر چکی ہیں کئی قومیں تا کہ آپ پڑھ کر سنائیں انہیں وہ (کلام) جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا اور یہ کفار انکار کر رہے ہیں رحمٰن کا۔ فرمایئے وہی میرا پروردگار ہے، نہیں کوئی معبود بجز اس کے۔ اسی پر ہی میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور اسی کی جناب میں رجوع کیے ہوں"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں بتایا گیا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ساتھ جو صلح نامہ لکھا تھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھوایا۔ تو قریش نے کہا: رحمٰن کو ہم نہیں جانتے، وہ زمانہ جاہلیت میں بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھتے تھے۔ صحابہ کرام نے کہا: ہمیں اجازت دیجئے ہم ان سے جہاد کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ تم اسی طرح لکھو جیسا وہ چاہتے ہیں۔(1)

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن جریج سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح نامہ لکھوایا تو اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا گیا، قریش نے کہا: ہم رحمٰن نہیں لکھتے اور نہ ہمیں رحمٰن کے متعلق کچھ علم ہے۔ ہم تو بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھتے ہیں۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَإِلَيْهِ مَتَابِ کے تحت روایت کیا ہے کہ میری توبہ اس کی طرف ہے۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۗ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۗ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۗ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝٣١ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝٣٢ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ۗ قُلْ سَمُّوْهُمْ ۗ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۗ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 179 2۔ ایضاً

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿٣٤﴾

"اگر کوئی ایسا قرآن اترتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ چلنے لگتے یا اس کے اثر سے پھٹ جاتی زمین یا مردوں سے اس کے ذریعہ بات کی جاسکتی (یہ قدرت سے بعید نہ تھا) بلکہ سب کام اللہ کے اختیار میں ہیں (با ایں ہمہ وہ ایمان نہ لاتے) کیا نہیں جانتے ایمان والے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا؟ اور کفار اس حالت میں رہیں گے کہ پہنچتا رہے گا انہیں (آئے دن) اپنے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی صدمہ یا اترتی رہے گی کوئی نہ کوئی مصیبت ان کے گھروں کے گردونواح میں یہاں تک کہ آجائے اللہ کے وعدہ (کے ظہور کا دن)۔ بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا اور بے شک تمسخر اڑایا گیا رسولوں کا جو آپ سے پہلے گزرے پس میں نے ڈھیل دی کافروں کو (کچھ عرصہ تک) پھر میں نے پکڑ لیا انہیں۔ تو (دیکھو!) کیسا (بھیانک) تھا میرا عذاب۔ کیا وہ خدا جو نگہبانی فرمارہا ہے ہر نفس کی اس کے اعمال (نیک وبد) کے ساتھ، (ان کے بتوں جیسا ہے؟ ہرگز نہیں) اور ان مشرکین نے بنالیے ہیں اللہ تعالیٰ کے شریک۔ فرمایئے ذرا نام تو لو ان کا۔ (نادانو!) کیا تم آگاہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو ایسی بات سے جسے وہ (ہمہ دان) ساری زمین میں نہیں جانتا یا یونہی یاوہ گوئی کررہے ہو؟ بلکہ آراستہ کردیا گیا ہے کافروں کے لیے ان کا مکروفریب اور روک دیئے گئے ہیں راہ (راست) سے اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ ہونے دے تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ان (بدبختوں) کے لیے عذاب ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت کا عذاب تو بڑا سخت ہوگا اور نہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی بچانے والا"۔

امام طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اگر ایسا ہے جیسا تم کہتے ہو تو ہمیں اپنے مردہ بزرگ دکھایئے تاکہ ہم ان سے بات کریں اور یہ مکہ کے پہاڑ ہم سے دور کردیجئے اس وقت قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ الخ۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عطیہ العوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگوں نے محمد ﷺ سے کہا کہ اگر مکہ کے پہاڑ ہماری خاطر چل پڑیں حتی کہ یہ وسیع ہوجائیں تاکہ ہم ان کی جگہ میں کھیتی باڑی کریں یا ہمارے لیے زمین پھٹ جائے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی قوم کے لیے زمین کو ہوا کے ذریعے طے کرتے تھے۔ یا ہمارے لیے مردے زندہ کیے جائیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے لیے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ لوگوں نے پوچھا: کیا یہ حدیث کسی صحابی سے مروی ہے؟ فرمایا: ابوسعید الخدری نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت العوفی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مشرکین قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اگر ہمارے لیے مکہ کی وادیاں وسیع ہو جائیں، ہمارے لیے پہاڑ چل پڑیں تا کہ ہم ان کی جگہ کھیتی باڑی کریں اور آپ ہمارے مردے زندہ کر دیں یا زمین کو پھاڑ دیں یہ مردے اس کے ذریعہ سے کلام کریں...... اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(1)

امام ابو یعلی، ابونعیم (نے دلائل میں)، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ (الشعراء) کا ارشاد نازل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے جبل ابی قیس پر یہ اعلان فرمایا: اے آل عبد مناف! میں تمہیں انجام بد سے ڈرانے والا ہوں۔ قریش رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے انہیں ڈرایا، انہوں نے کہا: تم کہتے ہو کہ تم نبی ہو اور تمہاری طرف وحی کی جاتی ہے۔ حضرت سلیمان کے لیے ہوا اور پہاڑ مسخر کر دیئے گئے تھے موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر مسخر کیا گیا تھا، عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ آپ دعا فرمائیں کہ یہ پہاڑ ہماری خاطر یہاں سے چل پڑیں اور ہمارے لیے زمین سے نہریں پھوٹ پڑیں تا کہ ہم اپنی کھیتیاں تیار کر لیں، ہم کاشت کریں اور اناج کھائیں یا آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لیے مردوں کو زندہ کر دے تا کہ ہم ان سے بات کریں اور وہ ہم سے بات کریں یا اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ اس چٹان کو سونا بنا دے جو آپ کے نیچے ہے تا کہ ہم اسے تراش لیں اور گرمی اور سردی کے سفر میں تجارت سے بچ جائیں۔ تم کہتے ہو کہ تم ان انبیائے کرام کی طرح ہو۔ اس اثناء میں نبی کریم پر وحی نازل ہوئی جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ سب کچھ عطا فرمایا ہے جو تم چاہتے ہو، اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو ہو جائے گا لیکن مجھے اختیار دیا ہے کہ تم چاہو تو رحمت کے دروازے سے داخل ہو جاؤ۔ پس تمہارے مومن ایمان لائیں چاہو تو تم نے جو اپنے لیے سوال کیا ہے تمہیں اس کے سپرد کر دیا جائے پھر تم رحمت کے دروازے سے بھٹک جاؤ اور تمہارے مومن ایمان نہ لائیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ اگر میں تمہیں یہ چیزیں عطا کر دوں اور پھر تم نے کفر کیا تو تمہیں ایسا عذاب دوں گا جو اور کسی کو نہ دوں گا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں وَ مَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ (الاسراء:59) حتیٰ کہ آپ نے تین آیات تلاوت فرمائیں اور یہ آیت نازل ہوئی وَ لَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ...... الآیہ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ مکی ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار نے محمد ﷺ سے مطالبہ کیا کہ ہمارے لیے پہاڑ چلائے جائیں تا کہ ہماری زمینیں وسیع ہو جائیں کیونکہ ان پہاڑوں کی وجہ سے ہماری زمینیں تنگ ہیں یا شام کا ملک ہمارے قریب ہو جائے تا کہ ہم اس میں تجارت کریں یا ہمارے مردوں کو قبور سے نکالیں تا کہ ہم ان سے باتیں کریں۔(2)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قریش مکہ نے کہا ہمارے لیے پہاڑ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 180 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 180

چلائے جائیں، قرآن کے ذریعے زمین پھاڑی جائے اور ہمارے مردے اس کے ذریعے زندہ کیے جائیں۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کفار مکہ نے محمد ﷺ سے کہا ہمارے لیے پہاڑ چلائے جائیں جس طرح داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑ مسخر تھے اور ہمارے لیے زمین طے کی جائے جس طرح حضرت سلیمان کے لیے طے کی گئی تھی۔ وہ ایک مہینہ کی مسافت صبح اور ایک مہینہ کی مسافت شام کو طے کرتے تھے یا ہمارے لیے مردے کلام کریں جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں سے کلام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کے متعلق میں نے کوئی کتاب نہیں اتاری۔ لیکن ایک چیز تھی جو میں نے اپنے انبیاء اور رسل کو عطا فرمائی تھی۔(2)

امام ابن ابی شیبہ (المصنف میں)، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت الشعبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ نبی ہیں تو ان مکہ کے دو پہاڑوں کو چار یا پانچ میل کی مسافت پر دور کر دیں یا ہمیں شام یا یمن یا حیرہ پہنچا دیں تا کہ ہم ایک رات میں آتے جاتے رہیں اگر آپ واقعی نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا الخ۔

امام اسحٰق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کی یہ شان نہیں کہ ہر کسی کا مطالبہ پورا کرتا رہے۔

ابو سعید، سعید بن منصور اور ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے: وہ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا پڑھتے تھے۔(3)

امام ابن جریر اور ابن الانباری نے المصاحف میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اَفَلَمْ يَتَبَيَّنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا پڑھا تو ان سے کہا گیا کہ مصحف میں تو اَفَلَمْ يَايْئَسِ ہے۔ فرمایا: میرا خیال ہے کہ کاتب جب لکھ رہا تھا تو وہ اونگھ رہا تھا۔(4)

امام ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی اَفَلَمْ يَتَبَيَّنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا پڑھتے تھے۔(5)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: اَفَلَمْ يَايْئَسِ کا معنی اَفَلَمْ يَعْلَمْ ہے "کیا نہیں جانا"۔(6)

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے اَفَلَمْ يَايْئَسِ کا معنی پوچھا تو انہوں نے فرمایا بنی مالک کی لغت کے مطابق اس کا معنی اَفَلَمْ يَعْلَمْ ہے، نافع نے پوچھا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں کیا تم نے مالک بن عوف کا یہ قول نہیں سنا:

لَقَدْ يَئِسَ الْقَوْمُ اَنِّيْ اَنَا ابْنُهٗ   وَاِنْ كُنْتُ عَنْ اَرْضِ الْعَشِيْرَةِ نَائِيًا

"بے شک میری قوم جانتی ہے کہ میں اس کا بیٹا ہوں اگرچہ میں ان کے خاندان کی زمین سے دور ہوں"۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اَفَلَمْ يَايْئَسِ کا معنی ہوازن کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 180
2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 182
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 440 (1172)، دار الصمیعی الریاض
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 184
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً

لغت میں اَفَلَمْ یَعْلَمْ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے بطور دلیل مالک بن عوف کا یہ شعر پڑھا:

اَقُوْلُ لَهُمْ بِالشِّعْبِ اِذَا يَيْسِرُوْنَنِيْ　　اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنِّيْ ابْنُ فَارِسِ زَهْدَمِ

''میں نے انہیں گھاٹی میں کہا جب انہوں نے مجھے نہ پہچانا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ابن فارس زہدم ہوں''۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ کا معنی اَفَلَمْ يَعْلَمْ روایت کیا ہے۔ (1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس کا معنی اَلَمْ يَعْرِفْ روایت کیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ کا معنی اَفَلَمْ يَعْلَمْ روایت کیا ہے کچھ لوگ اسے اَفَلَمْ يَتَبَيَّنْ پڑھتے ہیں۔ اس کا معنی بالکل واضح ہے یعنی کیا انہیں عقل نہیں تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ یہ کرسکتا ہے؟ وہ اس بات سے واقف نہیں جب کہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ایسا کردے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مومن ان کی ہدایت سے مایوس ہوگئے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سب لوگوں کو ہدایت دے۔

امام الفریابی، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ کے تحت لکھا ہے کہ قَارِعَةٌ سے مراد جنگ ہے۔ (2)

الطیالسی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ قَارِعَةٌ سے مراد جنگ ہے اور وعدہ اللہ سے مراد فتح ہے اور تحل کا مخاطب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (3)

ابن مردویہ نے ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ قَارِعَةٌ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرایا میں سے کوئی سریہ (جنگ) ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قَارِعَةٌ سے مراد جنگ ہے قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ سے مراد حدیبیہ ہے اور وَعْدُ اللّٰهِ سے مراد فتح مکہ ہے۔ (4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگوں کے متعلق مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اور تحل کا مخاطب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (5)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قَارِعَةٌ سے مراد مصیبت ہے۔

امام ابن جریر، ابن مردویہ نے العوفی کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ قَارِعَةٌ سے مراد آسمانی عذاب ہے اور تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے گھروں کے قریب اترنا ہے اور ان سے آپ کا جنگ کرنا ہے۔ (6)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مصیبت ان کے گھروں کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 184　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 186　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 185
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 186　5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 185　6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 186

قریب اترے گی اور وَعۡدُ اللّٰهِ سے مراد قیامت کا دن ہے۔(1)

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پیچھے آپ کی نقلیں اتار رہا تھا اور آپ کا استہزاء کر رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو ایسا کرتے دیکھ لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا (تو اسی طرح ہو جا) وہ اپنے گھر والوں کے پاس گیا تو ایک مہینہ بے ہوش پڑا رہا پھر جب ہوش آیا تو وہ اسی طرح کی حرکتیں کرتا تھا۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَفَمَنۡ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ کے تحت روایت کیا ہے کہ جو اس کے نفس نے خود اعمال کیے اس پر وہ نگران ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کے ساتھ ہر نفس کا نگران ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تمہارا رب بنی آدم کے رزق اور ان کی عمر کا نگران ہے۔(3)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نفس پر نگران ہے، وہ انہیں رزق دیتا ہے اور وہ ان کی نگرانی کرتا ہے پھر کوئی مشرک اس کا شریک ٹھہراتا ہے۔ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے خدا بنا رکھے ہیں۔ قُلۡ سَمُّوۡهُمۡ فرمایا ذرا نام تو لو ان کا، اگر وہ نام لیتے تو بھی جھوٹ بولتے اور غلط بیانی کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اَمۡ تُنَبِّـُٔوۡنَهٗ بِمَا لَا يَعۡلَمُ فِى الۡاَرۡضِ اللہ تعالیٰ کا نبی زمین میں اپنے سوا کوئی الٰہ نہیں جانتا جس کے متعلق آگاہ کر رہے ہو یا یونہی یاوہ گوئی کر رہے ہو۔(4)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے ابن جریج سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے اَفَمَنۡ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ یعنی جو اس نے خود کیا ہے اس پر وہ نگران ہے۔ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفۡسٍ یعنی ہر نیکوکار اور فاجر کا نگران ہے یعنی ان کے رزق اور ان کے کھانے کا نگران ہے، میں اسی صفت کے ساتھ ہوں وہ میرے غلام ہیں پھر انہوں نے میرے شرکاء بنائے ہیں۔ اب فرمائیے ان کے نام تو لو، اگر وہ نام لیتے تو بھی جھوٹ بکتے۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا جس کے متعلق تم اسے آگاہ کرتے ہو۔(5)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ربیعہ الجرشی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ ایک دن لوگوں میں کھڑے تھے اور فرمایا: پوشیدہ حالات میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرو تمہیں کیا ہے کہ تم نبطی سے زیادتی کرتے ہو جو تم میں سے کسی کے پاس سے گزرتا ہے اور اس کی بندیوں میں سے کسی سے شرارت کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَفَمَنۡ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ وہ حکم فرماتا ہے پس تم مقام الٰہی کا احترام کرو، تم میں کوئی اس بات سے امن میں نہیں ہے کہ وہ کسی کو گناہ کی وجہ سے بندر یا خنزیر بنا دے، یہ دنیا میں باعث رسوائی ہے اور آخرت میں سزا ہے۔ ایک شخص نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے! اے ربیعہ! ایسا ہوگا، لوگوں نے قسم اٹھانے والے کو دیکھا تو وہ عبدالرحمٰن بن غنم تھا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 187 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 189 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 190 5۔ ایضاً

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ سے مراد ظن ہے اور مَكْرُهُمْ سے مراد قَوْلُهُمْ (ان کی بات) ہے۔(1)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ سے مراد باطل ہے۔(2)

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآىٕمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

''اس جنت کی کیفیت جس کا وعدہ پرہیز گاروں سے کیا گیا ہے ایسی ہے کہ رواں ہیں اس کے نیچے ندیاں اس کا پھل ہمیشہ رہتا ہے اور اس کا سایہ بھی نہیں ڈھلتا۔ یہ انجام ہے ان کا جو (اپنے رب سے) ڈرتے رہے اور کفار کا انجام آگ ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ مَثَلُ الْجَنَّةِ سے مراد جنت کی صفت ہے کیونکہ جنت کی کوئی مثال نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابراہیم التیمی رحمہ اللہ سے اُكُلُهَا دَآىٕمٌ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کے پھلوں کی لذت ہمیشہ ان کے مونہوں میں رہے گی۔

امام ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جہمیہ فرقہ نے آیات قرآنیہ کا انکار کیا۔ انہوں نے کہا جنت ختم ہو جائے گی اور جو یہ کہتا ہے وہ قرآن کا انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ (ص) لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ (الواقعہ) پس جو کہتا ہے کہ جنت ختم ہو جائے گی وہ قرآن کا انکار کرتا ہے۔ عطاء فرماتے ہیں جنت کا پھل ختم ہونے والا نہیں ہے اور جو کہتا ہے ختم ہو جائے گا وہ کفر کرتا ہے۔ فرمایا اُكُلُهَا دَآىٕمٌ وَّ ظِلُّهَا (اس کا پھل اور سایہ دائمی ہے) جو کہتا ہے کہ اس کا پھل ہمیشہ نہیں ہوگا وہ کفر کرتا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابوالشیخ نے مالک بن انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: دنیا کے پھلوں میں سے کوئی چیز جنت کے پھلوں کے زیادہ مشابہ نہیں ہے کیونکہ تو سردیوں، گرمیوں میں اس کو پالے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جنت کا پھل دائمی ہے۔

وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَیْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَ لَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 91-190 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 191

وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾

”اور جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ خوش ہو رہے ہیں اس کتاب پر جو نازل کی گئی آپ کی طرف اور ان لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو بعض قرآن کا انکار کرتے ہیں۔ فرما دیجئے (مجھے تمہاری مخالفت کی پرواہ نہیں) مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہ ٹھہراؤں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے اور اسی طرح ہم نے اتارا ہے اسے فیصلہ عربی زبان میں۔ اور اگر تم پیروی کرو ان خواہشات کی اس کے بعد کہ آچکا تمہارے پاس صحیح علم تو نہیں ہوگا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی مددگار اور نہ کوئی محافظ اور بے شک ہم نے بھیجے کئی رسول آپ سے پہلے اور بنائیں ان کے لیے بیویاں اور اولاد۔ اور نہیں ممکن کسی رسول کے لیے کہ وہ لے آئے کوئی نشانی اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر۔ ہر میعاد کے لیے ایک نوشتہ ہے مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے (جو چاہتا ہے) اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب اور اگر ہم دکھادیں آپ کو کچھ (عذاب) جس کی ہم نے کفار کو دھمکی دی ہے (تو ہماری مرضی) یا ہم (پہلے ہی) اٹھالیں آپ کو (تو ہماری مرضی) سو آپ پر صرف تبلیغ فرض ہے اور یہ ہمارے ذمہ ہے کہ (ان سے) حساب لیں“۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے خوش ہوئے اور ان کی تصدیق کی اور مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ سے مراد یہود، نصاریٰ اور مجوسی ہیں۔ (1)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے ابن زید سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس مراد وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب میں سے تھے اور پھر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور خوش ہو رہے ہیں پھر بطور دلیل یہ آیت پڑھی وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ (یونس: 40) ”اور ان میں سے کچھ ایمان لائیں گے اس پر اور ان میں سے کچھ ایمان نہیں لائیں گے اس پر“۔ اور مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ سے مراد یہود، نصاریٰ اور مجوس ہیں، ان میں سے بعض ایمان لائے اور بعض نے انکار کیا۔ (2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13 صفحہ 195 2۔ ایضاً

امام ابن جریر، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مِنَ الْاَحْزَابِ سے مراد اہل کتاب میں سے بعض لوگ ہیں اور بَعْضَهٗ سے مراد قرآن کا بعض ہے۔(1)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَ اِلَیْهِ مَاٰبِ سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹنا ہے۔(2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا وَاقٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ تمہیں عذاب الٰہی سے کوئی بچانے والا نہیں۔

امام ابن ماجہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت قتادہ کے طریق سے حضرت الحسن عن سمرہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے تبتل (الگ تھلگ رہنا) سے منع فرمایا ہے اور پھر حضرت قتادہ نے بطور دلیل یہ آیت کریمہ پڑھی وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّةً۔(3)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت سعد بن ہشام رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور عرض کی کہ میں تبتل (الگ تھلگ رہنا) کا ارادہ کرتا ہوں، حضرت عائشہ نے فرمایا: ایسا نہ کر کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّةً۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں رسولوں کی سنن سے ہیں خوشبو لگانا، نکاح کرنا، مسواک کرنا اور ختنہ کرنا۔

عبدالرزاق نے المصنف میں اس طرح روایت لکھی ہے: ختنہ کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا اور نکاح کرنا میری سنت سے ہیں۔

امام ابن جریر، ابوالشیخ نے الضحاک سے لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہر کتاب جو آسمان سے اترتی ہے اس کی ایک مدت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس میں سے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اس کے پاس ہے اصل کتاب۔(4)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ نازل ہوئی تو قریش نے کہا: اے محمد (ﷺ) ہم نہیں دیکھتے کہ تو کسی چیز کا مالک ہے۔ تمام معاملہ سے فراغت ہو چکی ہے، تو اس کے جواب میں ڈرانے اور دھمکانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ اگر ہم چاہیں تو نیا امر دے دیں اور اللہ تعالیٰ ہر رمضان میں نئے امر طے فرماتا ہے۔ پس جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت کرتا ہے مثلاً لوگوں کے رزق اور ان کے مصائب اور جو کچھ انہیں عطا کرنا ہے اور جو ان میں تقسیم کرنا ہے۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 195 2۔ ایضاً

3۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 2، صفحہ 417 (1839)، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 196 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 201

امام عبد الرزاق، الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت ابن عباس سے یَمۡحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثۡبِتُ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رمضان میں اپنی شان کے لائق آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، لیلۃ القدر میں پورے سال کی تدبیر فرماتا ہے، شقاوت، سعادت، حیات وموت کے علاوہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے۔(1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: انسان ایک زمانہ اللہ کی اطاعت کے اعمال کرتا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف لوٹ آتا ہے پھر اپنی گمراہی پر ہی مر جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ ایک انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہتا ہے لیکن اس کے لیے فرشتہ خیر سبقت لے جاتا ہے حتی کہ وہ اطاعت الٰہی میں فوت ہوتا ہے۔(2)

امام ابن جریر، محمد بن نصر، ابن المنذر، ابن ابی حام، حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دو کتابیں ہیں، ایک میں سے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے وَ عِنۡدَہٗۤ اُمُّ الۡکِتٰبِ اور جملۃ الکتاب اس کے پاس ہے۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ایک لوح محفوظ ہے جس کی مسافت پانچ سو سال ہے اور وہ سفید موتیوں کی بنی ہوئی ہے اور اس کے گتے یاقوت کے ہیں اور دو گتے اللہ کی دو تختیاں ہیں، ہر روز تریسٹھ لمحہ جو چاہتا ہے ان سے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اس کے پاس اہل کتاب ہے۔(4)

امام ابن جریر، ابن ابی حام، ابن مردویہ، طبرانی نے حضرت ابو الدرداء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ہر رات کی آخری تین گھڑیوں میں اپنی شان کے لائق نزول فرماتا ہے، پہلی گھڑی میں ذکر کو نقل کرتا ہے، اس ذکر کو دیکھتا ہے جس کو کوئی دوسرا نہیں دیکھتا۔ پس جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ پھر دوسری گھڑی میں جنت عدن کی طرف نزول فرماتا ہے۔ یہ وہ گھر ہے جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا تصور آیا ہے اور تین طبقوں کے علاوہ بنی آدم میں سے کوئی اس میں نہیں ٹھہرے گا۔ انبیاء، صدیقین اور شہداء۔ پھر فرمایا: طوبی اس کے لیے ہے جو تیرے اندر اترا پھر تیسری گھڑی میں اپنی روح اور ملائکہ کے ساتھ آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے۔ پس آسمان کانپنے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میری عزت کی وجہ سے ٹھہر جا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف توجہ خاص فرماتا ہے کہ کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں ہے کوئی مجھ سے دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا کو شرف قبولیت عطا کروں (یہ صدا آتی رہتی ہے) حتی کہ فجر کی نماز ادا ہو جاتی ہے۔ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡہُوۡدًا ۝ (الاسراء) میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ اور دن رات کے فرشتے فجر کی نماز کے وقت موجود ہوتے ہیں (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے)

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 98-197
2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 200
3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 198
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 203

ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ شقاوت، سعادت، حیات اور موت کے علاوہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔

امام ابن سعد، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت الکلبی سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رزق میں سے مٹاتا ہے اور اس میں اضافہ کرتا ہے، عمر میں سے مٹاتا ہے اور اس میں اضافہ کرتا ہے۔ ان سے پوچھا گیا: تمہیں یہ کس نے بتایا ہے تو انہوں نے یہ سند بیان کی قَالَ ابُوْ صَالِحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ رِبَابٍ الْاَنْصَارِیُّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: یہ مٹانے اور باقی رکھنے کا معاملہ لیلۃ القدر میں ہوتا ہے، وہ بلند کرتا ہے، پست کرتا ہے، رزق دیتا ہے، لیکن حیات، موت، شقاوت اور سعادت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اس کی تفسیر سے تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کروں گا اور تم میرے بعد اس کی تفسیر سے میری امت کی آنکھ کو ٹھنڈا کرنا۔ صحیح جگہ پر صدقہ کرنا، والدین سے حسن سلوک کرنا، نیکی کرنا، شقاوت کو سعادت سے بدل دیتا ہے اور عمر میں اضافہ کا باعث بنتا ہے اور بری جگہ مرنے سے بچاتا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: احتیاط تقدیر کے سلسلہ میں کچھ فائدہ نہیں دیتی لیکن اللہ تعالیٰ دعا کی وجہ سے تقدیر میں سے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن عباد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رجب کا دسواں دن وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے۔(3)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الشعب میں قیس بن عباد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: شہر حرام میں ہر دسویں رات میں اللہ تعالیٰ کا امر ہوتا ہے۔ اضحیٰ کا دسواں یوم النحر ہے، محرم کا دسواں یوم عاشوراء ہے اور رجب کا دسواں دن وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ راوی فرماتے ہیں ذی القعدہ کے بارے جو فرمایا وہ میں بھول گیا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر نے عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے وہ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے تو یہ دعا مانگ رہے تھے اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ كَتَبْتَ عَلَيَّ شَقَاوَةً اَوْذَنْبًا فَامْحُهُ فَاِنَّكَ تَمْحُوْ مَاتَشَاءُ وَ تُثْبِتُ وَعِنْدَكَ اُمُّ الْكِتَابِ فَاجْعَلْهُ سَعَادَةً وَّ مَغْفِرَةً۔ اے اللہ اگر تو نے مجھ پر شقاوت یا گناہ لکھا ہے تو اسے مٹا دے۔ بے شک تو جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور تیرے پاس اصل کتاب ہے پس اس کو تو سعادت اور مغفرت والا بنا دے۔(4)

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، ابن ابی الدنیا نے الدعاء میں حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 200 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 381 (3333)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 203 4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 199

بندہ ان کلمات میں دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی معیشت میں وسعت پیدا فرما دیتا ہے: یا ذاالْمِنّ و لا یُمَنُّ علیہ. یا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَا ذَا الطَّوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ظَھْرُ اللَّاجِیْنَ وَ جَارُ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ وَمَا مَنُ الْخَائِفِیْنَ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِی عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ شَقِیًّا فَامْحُ عَنِّیْ اسْمَ الشَّقَاءِ وَاثْبِتْنِیْ عِنْدَکَ سَعِیْدًا وَاِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ مَحْرُوْمًا مُقْتَرًا عَلَیَّ رِزْقِیْ فَامْحُ حِرْمَانِیْ وَیَسِّرْ رِزْقِیْ وَاثْبِتْنِیْ عِنْدَکَ سَعِیْدًا مُوفَقًا لِلْخَیْرِ فَاِنَّکَ تَقُوْلُ فِیْ کِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ یَمْحُو اللّٰہُ مَاشَاءَ وَ یُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ۔

''اے احسان فرمانے والے جس پر احسان نہیں کیا جاتا، اے بزرگی وعزت والے، اے طاقت والے! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے پناہ طلب کرنے والوں کے سہارے، اے بے سہاروں کے سہارے، اے خوفزدہ لوگوں کی امن گاہ! اگر تو نے ام الکتاب میں اپنے پاس مجھے شقی لکھا ہے تو مجھ سے شقاوت کا اسم مٹا دے اور اپنے پاس مجھے سعادت مند لکھ دے۔ اور اگر تو نے مجھے اپنے پاس ام الکتاب میں محروم اور کم رزق والا لکھا ہے تو میری محرومی کو مٹا دے اور میرا رزق آسان فرما دے اور اپنے پاس مجھے سعادت مند اور خیر کی توفیق عطا کیا گیا لکھ دے، بے شک تو نے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے''۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت السائب بن ملجان شامی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے صحابہ کا زمانہ پایا ہے۔ فرماتے ہیں: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء فرمائی پھر وعظ و نصیحت کی، نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے میری طرح کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے، صلہ رحمی اور جھگڑے کی صلح کرانے کا حکم دیا۔ فرمایا تم پر جماعت کی مطابقت ضروری ہے کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور اکیلے شخص کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور دو سے وہ دور ہوتا ہے، کوئی مرد کسی عورت سے خلوت میں ہوتا ہے تو تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے، جس کو برائی بری لگے اور اچھائی اچھی لگے۔ وہ مسلم مومن کی نشانی ہے اور منافق کی نشانی یہ ہے کہ اس کو برائی بری نہیں لگتی اور اچھائی اچھی نہیں لگتی۔ اگر وہ اچھائی کرتا ہے تو وہ اس پر ثواب کی امید نہیں رکھتا۔ اگر برائی کرتا ہے تو اس شر کی وجہ سے عذاب الٰہی سے نہیں ڈرتا۔ دنیا کی طلب عمدہ طریقہ سے کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے رزق کا کفیل ہے۔ ہر ایک کے لیے اس کا عمل مکمل ہوگا جو وہ عمل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے اعمال پر مدد طلب کرو کیونکہ وہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ اس کے پاس اصل کتاب ہے۔ صلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ، السلام علیکم امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل شام کو خطاب فرمایا تھا۔ انہوں نے یہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا تھا۔(1)

امام ابن مردویہ اور دیلمی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابوروی اپنے زمانہ کے شریر ترین لوگوں میں تھا وہ ہر برائی کا ارتکاب کرتا تھا، نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ اگر میں ابوروی کو مدینہ کی کسی گلی میں دیکھ لوں تو میں اس کی گردن اڑا دوں، ایک دفعہ ایک صحابی کے پاس مہمان آیا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا: تو ابوروی کے پاس

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 488 (1185)، دار الکتب العلمیہ، بیروت

جا اور اس سے ہمارے لیے ایک درہم کے بدلے کھانا لے آ، اللہ تعالیٰ آسانی اور خوشحالی عطا فرمائے گا تو اسے درہم عطا کر دیں گے۔ عورت نے اپنے خاوند سے کہا تو مجھے ابو رومی کے پاس بھیج رہا ہے جب کہ وہ اہل مدینہ کا فاسق ترین آدمی ہے؟ اس صحابی نے کہا تو جا ان شاء اللہ تجھے اس سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، وہ عورت چلی گئی اور اس نے ابو رومی کا دروازہ کھٹکھٹایا اس نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا فلانہ اس نے کہا تو تو ہمارے پاس نہیں آئی تھی۔ پس اس عورت کے لیے دروازہ کھولا گیا تو ابو رومی نے اس سے فحش کلامی شروع کر دی اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا، عورت پر کپکپی طاری ہوگئی۔ ابو رومی نے پوچھا تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے ایسی برائی کبھی نہیں کی، ابو رومی نے اپنے آپ سے کہا: ابو رومی تجھ پر تیری ماں روئے تو نے یہ عمل بچپن سے شروع کیا ہے اور کبھی کپکپی طاری نہیں ہوئی اور کبھی پرواہ نہیں کی، ابو رومی اپنے رب سے عہد کرتا ہے آئندہ کبھی ایسا فعل شنیع نہیں کرے گا۔ جب صبح ہوئی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو رومی خوش آمدید۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے جگہ وسیع فرمائی، فرمایا: اے ابو رومی! گزشتہ رات تو نے کیا کیا؟ اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں ایسا کوئی نیک عمل کر سکتا تھا؟ میں اہل زمین میں سے بدترین شخص تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیرا ٹھکانا جنت کی طرف پھیر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: **یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ**۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر میں پورے سال میں ہونے والی ہر چیز اتارتا ہے۔ پھر شقاوت اور سعادت کے علاوہ عمر رزق اور تقادیر میں جس کو چاہتا ہے مٹاتا ہے، جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ شقاوت اور سعادت دونوں ثابت شدہ ہیں۔(1)

امام ابن جریر نے منصور سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے مجاہد سے پوچھا کہ ہم میں کوئی یہ دعا مانگتا ہے کیسا ہے؟ اے اللہ! میرا نام سعادت مندوں میں ہے تو ان میں باقی رکھ اور اگر میرا نام بدبختوں میں ہے تو اسے ان میں سے مٹا دے اور اسے سعادت مندوں میں لکھ دے۔ تو مجاہد نے فرمایا: یہ اچھی دعا ہے پھر سال یا اس سے زائد عرصہ بعد میری مجاہد سے ملاقات ہوئی تو پھر میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی **اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۝ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ ۝** (الدخان) یعنی لیلۃ القدر میں سال کے اندر رزق اور مصیبت جو ملنی ہوتی ہے وہ نازل فرماتا ہے پھر جو چاہتا ہے مقدم و مؤخر فرماتا ہے۔ لیکن شقاوت و سعادت کی کتاب میں کچھ تبدیلی نہیں ہوتی وہ ثابت شدہ ہے۔(2)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حیات، موت، شقاوت اور سعادت ان میں تبدیلی نہیں ہوتی۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت شقیق بن ابی وائل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ اکثر ذیل کے کلمات سے دعا مانگتے تھے **اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنَا اَشْقِیَاءَ فَامْحُنَا وَاكْتُبْنَا سُعَدَاءَ وَاِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنَا سُعَدَاءَ فَاَثْبِتْنَا فَاِنَّكَ تَمْحُوْ مَا تَشَاءُ وَ تُثْبِتُ وَعِنْدَكَ اُمُّ الْكِتَابِ** ''اے اللہ! اگر تو نے ہمیں بدبختوں میں لکھا ہے تو ہمارے نام وہاں سے مٹا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 198 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 98-197

دے اور سعادت مندوں میں لکھ دے اگر تو نے ہمیں سعادت مندوں میں لکھا ہے تو ہمیں باقی رکھ، بے شک تو مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے جو چاہتا ہے اور تیرے پاس اصل کتاب ہے"۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ وہ یہ دعا مانگتے تھے: اے اللہ! اگر تو نے مجھے سعادت مندوں میں لکھا ہے تو سعادت مندوں میں باقی رکھ اور اگر تو نے مجھے بدبختوں میں لکھا ہے تو بدبختوں سے میرا نام مٹا دے اور سعداء میں لکھ دے، بے شک تو جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور تیرے پاس اصل کتاب ہے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر سے کہا: اے امیر المومنین! اگر اللہ کی کتاب میں آیت نہ ہوتی تو میں جو کچھ ہونے والا ہے میں تمہیں بتا دیتا، حضرت عمر نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ کعب نے کہا: يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو تو چاہے مٹا دے اور عمروں میں جو چاہے (اضافہ یا کمی) کر دے۔ اگر تو چاہے تو ان میں زیادتی کر دے، اگر چاہے تو کمی کر دے، اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے، جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔(4)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے المدخل میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ قرآن میں جو چاہتا ہے تبدیل کرتا ہے، پس اسے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے، اسے نہیں مٹاتا ہے وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ الناسخ اور المنسوخ اس کے پاس ہے، جو تبدیل فرماتا ہے اور جو باقی رکھتا ہے سب کچھ اللہ کی کتاب میں ہے۔(5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ یہ اس آیت کی مثل ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا (بقرہ:106)(6)

ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ یعنی جو انبیاء پر نازل ہوتا ہے اس میں سے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔(7)

ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے منسوخ فرماتا ہے اور ام الکتاب سے مراد ذکر ہے۔(8)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آیت کو آیت کے ذریعہ مٹاتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم نے الحسن سے روایت کیا ہے لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ یعنی بنی آدم کی عمریں کتاب میں ہیں۔ جس کی موت کا وقت آجاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے اور جس کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا ہوتا اسے اپنے وقت تک باقی رکھتا ہے۔(9)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 199 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 200 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 03-200 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 01-200 6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 201
7۔ ایضاً 8۔ ایضاً 9۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 201

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا: اللہ تعالیٰ میت کا رزق مٹاتا ہے اور زندہ مخلوق کا رزق باقی رکھتا ہے۔

امام ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ماں کے پیٹ میں ہی شقاوت وسعادت ثابت کرتا ہے اور ہر وہ چیز جس نے مستقبل میں ہونا ہوتا ہے اسے وہ ثابت کرتا ہے پھر اس سے جو چاہتا ہے مقدم کرتا ہے اور جو چاہتا ہے مؤخر کرتا۔(1)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابو درداء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ کو (یعنی يُثْبِتُ کو باء کی) تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ام الکتاب سے مراد ذکر ہے۔(2)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر نے سیار کے واسطہ سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت کعب سے ام الکتاب کے متعلق پوچھا تو کعب نے فرمایا: اس سے مراد اللہ کا ان چیزوں کے بارے علم ہے جس کو اس نے پیدا کرنا تھا اور جو انہوں نے کام کرنے تھے اپنے علم کو فرمایا کن کتاباً کتاب کی شکل میں ہو جا۔ تو وہ کتاب کی شکل میں ہو گیا۔(3)

امام ابن حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ فرماتے ہیں: اس کے پاس ایسی کتاب ہے جس میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَ هُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَ سَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم (ان کے مقبوضہ) علاقہ کو ہر طرف سے (رفتہ رفتہ) کم کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے، کوئی نہیں رد وبدل کر سکتا اس کے حکم میں اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے اور مکاریاں کرتے رہے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ان سب کو مکر کی سزا دینا، وہ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر شخص اور عنقریب کفار بھی جان لیں گے کہ دار آخرت (کی ابدی مسرتیں) کس کے لیے ہیں“۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا کے تحت فرمایا ذَهَابَ الْعُلَمَاءِ۔ یعنی ہم اس کے اطراف سے علماء کم کر دیں گے۔

عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، نعیم بن حماد نے الفتن میں، ابن جریر، ابن المنذ، ابن ابی حاتم، حاکم نے ابن عباس سے اس آیت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 202 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 204 3۔ ایضاً

کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس سے مراد ان کے علاقہ کے علماؤ فقہا کی موت ہے اور نیک لوگوں کا چلا جانا ہے۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہم علماء کو موت دے رہے ہیں۔ (2)

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ عکرمہ فرماتے ہیں: اس سے مراد لوگوں کو اٹھالینا ہے اور حسن فرماتے تھے کہ اس سے مراد مشرکین پر مسلمانوں کا غالب آنا ہے۔ (3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَوَ لَمْ يَرَوْا الخ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک زمین کے بعد دوسری زمین کی فتح عطا فرما رہے ہیں۔ (4)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا فتح عطا کرنا ہے۔ نقصان سے یہی مراد ہے۔ (5)

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ کے نبی کے لیے رفتہ رفتہ اردگرد کا علاقہ کم ہو رہا ہے وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں لیکن پھر بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انبیاء میں فرمایا: نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ (الانبیاء) ''ہم زمین کی وسعتوں کو گھٹاتے چلے جا رہے ہیں اس کی چاروں طرف سے کیا وہ (ہماری تقدیر) غالب آسکتے ہیں''۔ بلکہ اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ یقیناً غالب ہیں۔ (6)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ مشرکین کے علاقے کم کر کے مسلمانوں کو عطا فرما رہا ہے۔

ابن ابی حاتم نے السدی سے روایت کیا ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کو اس کی اطراف پر فتح عطا فرما رہے ہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم یکے بعد دیگرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علاقے میں فتح عطا کر رہے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت فرمایا ہے کہ ہم اس زمین کے اہل اور اس کی برکت کو کم کر رہے ہیں۔ (7)

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگوں اور پھلوں کو کم کر رہے ہیں، زمین کم نہیں ہوتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے اس آیت میں روایت فرمایا ہے کہ اگر زمین کم ہوتی تو تجھ پر تیری گھاس کم ہو جاتی۔ لیکن پھل اور لوگ کم ہوتے ہیں۔ (8)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 207 2۔ ایضاً
3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 240 (1393) دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 205 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً
7۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 206 8۔ ایضاً

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس سے مراد موت ہے۔ اگر زمین کم نہ ہوتی تو تو بیٹھنے کے لیے بھی جگہ نہ پاتا۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کیا انہوں نے اس گاؤں کو نہیں دیکھا جو خراب ہو چکا ہے حتی کہ اس کی آبادی اس کی ایک طرف میں رہ گئی ہے۔(2)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس کا مطلب زمین کا ویران ہونا روایت کیا ہے۔(3)

سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہ اللہ نے ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب اس بستی کی ایک طرف کا خراب ہونا ہے۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ کوئی اللہ کے حکم میں ردوبدل نہیں کر سکتا جس طرح لوگ دنیا میں ایک دوسرے کے حکم کو رد کرتے ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے: رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْكُرْلِی وَلَا تَمْكُرْ عَلَیَّ وَاهْدِنِیْ وَيَسِّرِ الْهُدٰی اِلَیَّ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ۔ ''اے میرے پروردگار میری مدد فرما اور میرے خلاف مدد نہ فرما، مجھے نصرت عطا فرما اور میرے خلاف نصرت نہ دے۔ میرے لیے تدبیر فرما اور میرے خلاف تدبیر نہ فرما، مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ اور میرے لیے ہدایت کا راستہ آسان فرما اور جو مجھ پر بغاوت کرے اس کے خلاف میری مدد فرما''۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

''اور کفار کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں۔ فرمائیے (میری رسالت پر) اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان اور وہ لوگ (بطور گواہ کافی ہیں) جن کے پاس کتاب کا علم ہے''۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس یمن سے عیسائیوں کا مجتہد آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم انجیل میں میرے رسول ہونے کا ذکر پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے مراد عبداللہ بن سلام ہیں۔

امام ابن جریر، ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام نے فرمایا: قرآن کی یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے۔(5)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبدالملک بن عمیر عن جندب رحمہ اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبد

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 207 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 206 3۔ ایضاً
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 442، دار الصمیعی الریاض 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 209

اللہ بن سلام آئے تو مسجد کے دروازے کے کواڑ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر فرمایا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں ہی وہ ہوں جس کے متعلق قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا الخ کی آیت نازل ہوئی ہے؟ سب نے کہا ہاں۔

امام ابن مردویہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم عن ابیہ عن عبد اللہ بن سلام کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن سلام کی ملاقات ان لوگوں سے ہوئی جو حضرت عثمان کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے ان سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھا کہ یہ آیت قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا الخ کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ تو انہوں نے کہا: تمہارے متعلق نازل ہوئی ہے۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: جب وہ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ پڑھتے تو کہتے اس سے مراد عبد اللہ بن سلام ہیں۔ (1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت العوفی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے مراد یہود و نصاریٰ میں سے اہل کتاب ہیں۔ (2)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المبارک اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل کتاب میں سے کچھ لوگ وہ تھے جو حق کی گواہی دیتے تھے اور حق کو پہچانتے بھی تھے۔ ان میں سے عبد اللہ بن سلام، الجارود، تمیم الداری، سلمان فارسی تھے۔ (3)

امام ابویعلی، ابن جریر، ابن مردویہ، ابن عدی رحمہم اللہ نے ضعیف سند کیساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی تو فرمایا: اللہ کے پاس کتاب کا علم ہے۔ (4)

تمام نے اپنے فوائد اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا: اللہ کے پاس کتاب کا علم ہے۔

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی تو فرمایا اللہ کے پاس کتاب کا علم ہے۔ (5)

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور النحاس رحمہم اللہ (الناسخ میں) نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ان سے وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا اس سے مراد عبد اللہ بن سلام ہیں۔ فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ سورت تو مکی ہے۔ (6)

ابن المنذر نے الشعبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبد اللہ بن سلام کے بارے میں قرآن کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے مراد جبرئیل ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 209
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 210
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 212
5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 210، دار احیاء التراث العربی بیروت
6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 211

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے، وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔(1)

امام عبدالرزاق، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الزہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں بہت سخت تھے۔ ایک دن نبی کریم ﷺ کے قریب گئے جب کہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۝ بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ۝ (العنکبوت) اور الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ یہ آیات تلاوت کرتے ہوئے سنا تو انتظار کرنے لگے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کا سلام پھیر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

1۔ ایضاً

(آیاتہا ۵۲) (سُوْرَۃُ اِبْرٰھِیْمَ مَکِّیَّۃٌ ۱۴) (رکوعاتہا ۷)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سورۂ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت الزبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سورۂ ابراہیم مکی ہے۔

امام النحاس رحمہ اللہ نے الناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۂ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی لیکن اس کی دو آیات مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں اور وہ یہ ہیں اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا (ابراہیم: 28) لیکن دو آیات مشرکین کے بدر کے دن قتل ہونے والے لوگوں کے بارے نازل ہوئیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۗ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۗ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

”الف، لام را یہ (عظیم الشان) کتاب ہے، ہم نے اتارا ہے اسے آپ کی طرف تاکہ آپ نکالیں لوگوں کو (ہر قسم کی) تاریکیوں سے نور (ہدایت وعرفان) کی طرف، ان کے رب کے اذن سے (یعنی) عزیز وحمید کے راستہ کی طرف وہی اللہ جس کے ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بربادی ہے کفار کے لیے سخت عذاب کے باعث جو پسند کرتے ہیں دنیوی زندگی کو آخرت (کی ابدی زندگی) پر اور (دوسروں کو بھی) روکتے ہیں راہ خدا سے اور وہ چاہتے ہیں کہ اس راہ راست کو ٹیڑھا بنادیں۔ یہ لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں اور ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر اس قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ کھول کر بیان کریں ان کے لیے (احکام الٰہی کو)۔ پس گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اور ہدایت بخشتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، بہت دانا ہے“۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الظُّلُمٰتِ سے مراد ضلالت ہے اور النُّوْرِ سے مراد ہدایت ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ یَسْتَحِبُّوْنَ کا معنی یَخْتَارُوْنَ ہے (پسند کرتے ہیں)۔

امام عبد بن حمید، ابو یعلی، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو آسمان والوں اور انبیاء علیہم السلام پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ پوچھا گیا: نبی کریم ﷺ کو آسمان والوں پر کیا فضیلت ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں کے لیے فرمایا وَ مَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ (الانبیاء:29)'' جو ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا تو اسے ہم سزا دیں گے جہنم کی''۔ اور محمد ﷺ کے متعلق فرمایا: لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ (الفتح:2)'' تاکہ دور فرما دے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے''۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے آگ سے برأت لکھ دی۔ ابن عباس سے پوچھا گیا: انبیاء پر نبی کریم ﷺ کو کیا فضیلت حاصل ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ۔ اور محمد ﷺ کے لیے فرمایا وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا:28)'' اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو جن وانس کا رسول بنا کر بھیجا''۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جبرائیل نبی کریم ﷺ کے پاس عربی میں وحی لے کر آتے تھے اور وہ ہر نبی کے پاس اس کی قوم کی زبان کے ساتھ اترتے تھے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اگر کسی نبی کی قوم کی زبان عربی ہوتی تو ان کے نبی کی طرف عربی میں وحی کی جاتی، اگر کسی نبی کی قوم عجمی ہوتی تو نبی کی طرف عجمی زبان میں وحی کی جاتی۔ اگر کسی قوم کی زبان سریانی ہوتی تو ان کے نبی کی طرف سریانی میں وحی کی جاتی تاکہ وہ احکام الٰہیہ کو کھول کر بیان کرے اور اپنی قوم پر حجت قائم کر دے۔

امام الخطیب نے تالی التلخیص میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے محمد ﷺ کو اپنی قوم کی زبان عربی کے ساتھ بھیجا گیا۔

امام ابن مردویہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن قریش کی زبان کے مطابق نازل ہوا۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قرآن قریش کی لغت میں نازل ہوا۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سفیان الثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہر وحی عربی میں نازل ہوئی پھر ہر نبی نے اپنی قوم کے سامنے ان کی زبان میں ترجمہ کیا۔ فرمایا قیامت کے روز کی زبان سریانی ہے اور جو جنت میں داخل ہوگا وہ عربی بولے گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجوسیوں اور نصاریٰ عرب کا ذبیحہ نہ کھاؤ، کیا تم انہیں اہل کتاب سمجھتے ہو؟ وہ اہل کتاب نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا گیا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی زبان عربی کے ساتھ مبعوث کیا گیا تھا، نہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی زبان کو قبول کیا، نہ اس کی اتباع کی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ پس تم ان کا ذبیحہ نہ کھاؤ کیونکہ وہ اہل کتاب نہیں ہیں۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

"اور بے شک ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ (اور انہیں حکم دیا) کہ نکالو اپنی قوم کو (گمراہی کے) اندھیروں سے نور (ہدایت) کی طرف اور یاد دلاؤ انہیں اللہ تعالیٰ کے دن یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ہر بہت صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے اور جب فرمایا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو کہ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت (واحسان) کو جو تم پر ہوا جب اس نے نجات دی تمہیں فرعونیوں سے جو پہنچاتے تھے تمہیں سخت عذاب اور ذبح کرتے تھے تمہارے فرزندوں کو اور زندہ چھوڑ دیتے تھے تمہاری عورتوں (بیٹیوں) کو اور اس میں بڑی بھاری آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے"۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے مجاہد، عطاء، عبید بن عمیر سے وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ کے تحت روایت کیا ہے کہ آیات سے مراد نو نشانیاں ہیں طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک، خون، عصا، آپ کا ہاتھ مبارک، قحط سالی اور پھلوں کا کم ہونا۔(1)

ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الظُّلُمٰتِ سے مراد گمراہی ہے اور النُّوْرِ سے مراد ہدایت ہے۔(2)

امام نسائی، عبد اللہ بن احمد (نے زوائد المسند میں)، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں۔(3)

امام عبد الرزاق اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ایام اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 216 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 217 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 219

امام ابن المنذر ، اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں : جب وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ کا ارشاد نازل ہوا تو آپ نے وعظ فرمایا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن سلمہ عن علی یا الزبیر کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں : رسول اللہ ﷺ ہمیں خطاب فرماتے تھے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلاتے تھے حتی کہ یہ چیز آپ کے چہرے پر پہچان لیتے تھے۔ گویا آپ لوگوں کو کسی امر کا صبح وشام وعظ فرماتے تھے۔ اور جب جبرائیل کے ساتھ ملاقاتوں کا ابتدائی دور تھا تو آپ ہنستے نہیں تھے حتی کہ وہ چلے جاتے تھے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ ایام اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر فرمائی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعونیوں سے نجات دی تھی، ان کے لیے سمندر کو پھاڑ دیا تھا، ان پر بادلوں کا سایہ کیا تھا اور ان پر من وسلوی اتارا تھا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایام اللہ سے مراد گزشتہ قوموں کے حالات و واقعات میں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر جاری فرمائے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ اچھا انسان وہ ہے جو مصیبت میں مبتلا ہو تو صبر کرے اور جب اس پر بخشش ہو تو شکر کرے۔ (2)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں : ہم نے ان میں زیادہ صبر کرنے والے کو زیادہ شکر کرنے والا پایا اور زیادہ شکر کرنے والے کو زیادہ صبر کرنے والا پایا۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوظبیان عن علقمہ عن ابن مسعود کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں : صبر نصف ایمان ہے اور یقین پورا ایمان ہے (3) فرماتے ہیں : میں نے یہ حدیث علاء بن یزید کے سامنے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا : کیا قرآن میں ایسا ہی نہیں ہے؟ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ - اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُوْقِنِيْنَ -

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۞ وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۞

”اور یاد کرو جب (تمہیں) مطلع فرمایا تمہارے رب نے (اس حقیقت سے) کہ اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو تو میں مزید اضافہ کر دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی (تو جان لو) یقیناً میرا عذاب شدید ہے نیز (یہ بھی)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 219 2۔ ایضاً

3۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 123 (9717) دار الکتب العلمیہ بیروت

فرمایا موسیٰ نے اگر تم ناشکری کرنے لگو (صرف تم ہی نہیں بلکہ) جو بھی سطح زمین پر ہے (ناشکری کرے) تو بے شک اللہ تعالیٰ غنی (اور) سب تعریفوں کا مستحق ہے"۔

امام ابن ابی حاتم نے الربیع سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتایا کہ اگر وہ نعمتوں کا شکر ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنے فضل کا اضافہ کرے گا اور ان کے لیے رزق کو وسیع فرما دے گا اور انہیں تمام لوگوں پر غلبہ عطا فرمائے گا۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ جو اس سے مانگے اسے عطا کرے اور جو شکر کرے اس کو مزید عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ انعام فرمانے والا ہے، وہ شکر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، تم اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

امام ابن جریر نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں اپنی اطاعت کی مزید توفیق بخشوں گا۔(1)

امام ابن المبارک، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الشعب میں علی بن صالح سے اسی طرح روایت کیا ہے۔(2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت سفیان الثوری رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تمہارے نفس دنیا کی طرف مائل نہ ہوں، یہ اللہ تعالیٰ پر زیادہ آسان ہے لیکن وہ فرماتا ہے: اگر تم اس نعمت کا شکر کرو گے کہ یہ نعمت میری طرف سے ہے، تو میں اپنی اطاعت کی توفیق میں اضافہ کروں گا۔(3)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوزہیر یحییٰ بن عطارد بن مصعب عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جسے چار چیزیں عطا کی گئی ہوں اور پھر اسے دوسری چار چیزوں سے محروم رکھا گیا ہو ایسا کبھی ہوا کہ جسے شکر کرنے کی نعمت بخشی گئی ہو پھر اضافی نعمتوں سے محروم کیا گیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر تم شکر کرو گے تو میں مزید اضافہ کر دوں گا۔ اور ایسا بھی کبھی نہیں ہوا کہ جسے دعا کی توفیق دی گئی ہو پھر قبولیت سے روکا گیا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ادعونی استجب لکم (غافر:29) "تم مجھ سے مانگو میں تمہاری (گزارشات) کو قبول کروں گا"۔ اور ایسا بھی نہیں ہوا کہ جسے استغفار کرنے کی نعمت عطا کی گئی ہو پھر مغفرت سے محروم رکھا گیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنے رب سے استغفار کرو بے شک وہ بہت زیادہ بخشش فرمانے والا ہے۔ ایسا بھی نہیں ہوا کہ جسے توبہ کی توفیق بخشی گئی ہو وہ قبولیت سے روکا گیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **هُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ** (الشوریٰ:25) "وہ وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے"۔(4)

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سائل آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک کھجور دینے کا حکم دیا تو اس نے وہ نہ لی۔ ایک دوسرا فقیر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بھی ایک کھجور دینے کا حکم دیا، اس فقیر نے وہ قبول کر لی اور کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کھجور ملی ہے۔ رسول

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 221، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً (مفہوم)

4۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 124 (4527)، دارالکتب العلمیہ بیروت

اللہ ﷺ نے خادمہ سے فرمایا: ام سلمہ کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ ان کے پاس جو چالیس درہم ہیں اسے عطا کر دو۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک سائل نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اسے ایک کھجور عطا فرمائی۔ اس نے کہا سبحان اللہ! نبی الانبیاء ہیں اور ایک کھجور صدقہ کرتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس میں بہت سے مثاقیل ہیں۔ ایک دوسرا سائل آیا تو اسے بھی آپ ﷺ نے ایک کھجور عطا فرمائی اس نے کہا: نبی کی طرف سے ایک کھجور (کافی ہے)، میں جب تک زندہ ہوں یہ کھجور مجھ سے جدا نہ ہوئی اور میں ہمیشہ اس سے برکت کی امید کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے اسے نیکی کرنے کا حکم دیا، تھوڑے عرصہ بعد یہ شخص غنی ہو گیا۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیہ میں مالک بن انس عن جعفر بن علی بن الحسن کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب انہیں سفیان الثوری نے کہا کہ میں اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک کہ تم مجھے کچھ بیان نہیں کرتے۔ حضرت جعفر نے فرمایا: میں تمہیں بیان کرتا ہوں اور اے سفیان تیرے لیے کثرت حدیث میں خیر نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ تجھ پر کوئی نعمت فرمائے اور تو اسے باقی اور ہمیشہ قائم رکھنا چاہتا ہے تو اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اور اگر تمہیں رزق کی کمی کی شکایت ہو تو کثرت سے استغفار کر کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ (نوح) ''معافی مانگ لو اپنے رب سے بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے وہ برسائے گا آسمان سے تم پر موسلا دار بارش اور مدد فرمائے گا تمہاری اموال اور فرزندوں سے (یعنی دنیا و آخرت میں) اور بنا دے گا تمہارے لیے باغات اور بنا دے گا تمہارے لیے نہریں''۔ اے سفیان! جب تجھے کسی بادشاہ سے کوئی امر پریشان کر رہا ہو تو لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا کثرت سے ذکر کر۔ کیونکہ یہ کشادگی کی چابی ہے اور جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں جسے عطا کی جائیں اسے دوسری چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ محروم نہیں کرتا: جسے دعا کی توفیق دی جائے اسے اجابت سے نہیں روکا جاتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم (غافر) اور جسے استغفار کی نعمت ملے اسے بخشش سے محروم نہیں کیا جاتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ (نوح) اور جسے شکر کی نعمت میسر ہو اسے نعمتوں کی زیادتی سے نہیں روکا جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ جسے توبہ کی توفیق دی جاتی ہے اسے قبولیت سے محروم نہیں کیا جاتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ (الشوریٰ: 25)۔ (1)

امام ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جسے شکر کی نعمت دی جاتی ہے وہ زیادتی سے محروم نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اور جسے توبہ کی توفیق دی جاتی ہے وہ قبولیت سے محروم نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ (الشوریٰ: 25)

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 198، دار صادر بیروت

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں الضیاء المقدسی رحمہما اللہ نے المختارہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا جسے پانچ چیزیں الہام کی گئیں وہ پانچ دوسری چیزوں سے محروم نہیں رکھا جاتا جسے دعا الہام کی گئی وہ اجابت سے محروم نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم اور جسے توبہ الہام کی جاتی ہے وہ قبولیت سے محروم نہیں کیا جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ (الشوریٰ:25) اور جسے شکر کی توفیق دی جاتی ہے وہ زیادتی سے محروم نہیں رکھا جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اور جس کو استغفار کی نعمت الہام کی جاتی ہے وہ مغفرت سے محروم نہیں کیا جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا (نوح) اور جسے خرچ کرنا الہام کیا جاتا ہے اسے اور دینے سے محروم نہیں کیا جاتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ (سبا:39) ''اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو وہ اس کی جگہ اور دے دیتا ہے''۔

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۛ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ۝

''کیا نہیں پہنچی تمہیں اطلاع ان (قوموں) کی جو پہلے گزر چکی ہیں یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے بعد گزرے۔ نہیں جانتا انہیں مگر اللہ تعالیٰ۔ لے آئے تھے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں۔ پس انہوں نے (ازراہ تمسخر) ڈال لیے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں اور (بڑی بے باکی سے) کہا ہم نے انکار کیا اس دین کا جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو اور جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس کی (صداقت کے بارے میں) ہم شک میں ہیں جو تذبذب میں ڈالنے والا ہے''۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: وہ جب یہ آیت کریمہ پڑھتے تو فرماتے نسابون (نسب بیان کرنے والوں) نے جھوٹ بولا ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن الضریسی نے حضرت ابومجلز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میں تمام لوگوں سے زیادہ نسب بیان کرنے والا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو لوگوں کا نسب نہیں بیان کر سکتا اس نے کہا کیوں نہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق تو بتاؤ وَعَادًا وَثَمُودَا وَأَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيرًا (الفرقان) اس نے کہا میں اس کثیر کا بھی نسب بیان کرتا ہوں، حضرت علی نے فرمایا: اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 223

تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق بتا: اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ الخ۔ تو وہ شخص خاموش ہو گیا۔

امام ابوعبید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نے کوئی ایسا شخص نہیں پایا جو معد بن عدنان سے اوپر کا نسب جانتا ہو۔

امام ابوعبید، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عدنان اور اسماعیل کے درمیان تیس باپ ہیں جو معلوم نہیں ہیں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب کفار نے اللہ کی کتاب سنی تو انہوں نے تعجب کیا اور اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں ڈال لیے اور کہا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ یعنی کہنے لگے کہ ہم اس کی تصدیق نہیں کرتے جو تم لے کر آئے ہو ہمیں اس میں شدید شک ہے۔(1)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو معجزات و آیات لے کر آئے تھے انہوں نے اس کی تکذیب کی اور اپنے ہاتھ مونہوں میں ڈال لیے اور کہا اِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ انہوں نے ہر دلیل کی تکذیب کی حالانکہ اللہ کے متعلق کوئی شک والی بات ہی نہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ جس نے آسمان سے پانی نازل کیا، جس نے پانی کے ذریعے پھلوں سے تمہارے لیے رزق نکالا، جس نے تمہارے لیے ایسی نعمتیں مہیا کیں جو اس کی رحمانیت و واحدنیت کا واضح ثبوت ہیں، کیا اس کے بارے میں کوئی شک ہے (ہرگز نہیں)

امام ابوعبید، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَرَدُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ کے تحت روایت کا ہے کہ انہوں نے انبیاء پر ان کی بات لوٹا دی اور ان کی تکذیب کی۔

امام عبد الرزاق، الفریابی، ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فَرَدُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ یعنی انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے رسولوں پر غصہ کی وجہ سے اپنی انگلیاں کاٹیں۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے مونہوں میں داخل کیں فرماتے ہیں: جب انسان غصہ میں ہوتا ہے تو اپنا ہاتھ کاٹتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت محمد بن کعب القرظی سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ انہوں نے انبیاء کی تکذیب کی۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 26-225 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 226

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾

''ان کے پیغمبروں نے پوچھا کیا (تمہیں) اللہ تعالیٰ کے متعلق شک ہے جو پیدا فرمانے والا ہے آسمانوں اور زمین کا جو (اتنا کریم ہے کہ) بلاتا ہے تمہیں تاکہ بخش دے تمہارے گناہ اور جو (اتنا مہربان کہ پیہم نافرمانی کے باوجود) تمہیں مہلت دیتا ہے ایک مقررہ معیاد تک۔ ان (نادانوں نے) جواب دیا نہیں ہو تم مگر بشر ہماری طرح، تم یہ چاہتے ہو کہ روک دو ہمیں ان (بتوں) سے جن کی پوجا ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے۔ پس لے آؤ ہمارے پاس کوئی روشن دلیل کہا انہیں ان کے رسولوں نے کہ ہم تمہاری طرح انسان ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ احسان فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں سے۔ اور ہمیں یہ طاقت نہیں کہ ہم لے آئیں تمہارے پاس کوئی دلیل بجز اذن خداوندی۔ اور مومنوں کو فقط اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے اور ہم کیوں نہ بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ پر حالانکہ اس نے دکھائی ہیں ہمیں ہماری (کامیابی کی) راہیں اور ہم ضرور صبر کریں گے تمہاری اذیت رسانیوں پر پس اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے توکل کرنے والوں کو''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو مدت لکھی ہوئی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوری ہوتی ہے تو اس میں تاخیر نہیں کی جاتی۔

امام دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابو درداء سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جب تجھے برغوث (پسو، چڑ) تکلیف دیں تو پانی کا پیالہ بھر کر اس پر سات مرتبہ یہ آیت پڑھ وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ پھر اس کو اپنے بستر کے اردگرد چھڑک دے۔

امام المستغفری نے الدعوات میں ابوذر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تجھے (چڑیں، پسو) تکلیف دیں تو ایک پانی کا پیالہ لے لو اور اس پر سات مرتبہ وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ پڑھ پھر کہو اگر تم مومن ہو تو اپنے شر اور اپنی تکلیف کو ہم سے روکو۔ پھر اس پانی کو اپنے بستر کے اردگرد چھڑک دو تو ان کے شر سے محفوظ ہو کر رات گزارو گے۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ

الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ خَافَ وَعِیْدِ ۝ وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ۝۱۵ مِّنْ وَّرَآىٕهٖ جَهَنَّمُ وَ یُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ ۝

''اور کہا کفار نے اپنے رسولوں کو کہ ہم ضرور باہر نکال دیں گے تمہیں اپنے ملک سے یا تمہیں لوٹ آنا ہوگا ہماری ملت میں۔ پس وحی بھیجی ان کی طرف ان کے پروردگار نے کہ (مت گھبراؤ) ہم تباہ کردیں گے ان ظالموں کو۔ نیز ہم یقیناً آباد کریں گے تمہیں (ان کے) ملک میں انہیں (برباد کرنے) کے بعد۔ یہ (وعدۂ نصرت) ہر اس شخص کے لیے ہے جو ڈرتا ہے میرے روبرو کھڑا ہونے سے اور خائف ہے میری دھمکی سے اور رسولوں نے حق کی فتح کے لیے التجا کی (جو قبول ہوئی) اور نامراد ہوگیا ہر سرکش، منکر حق اس (نامرادی) کے بعد جہنم ہے اور پلایا جائے گا اسے خون اور پیپ کا پانی''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ رسولوں اور مومنوں کو ان کی قوم ضعیف و ناتواں سمجھتی تھی ان پر جبر کرتے تھے اور ان کی تکذیب کرتے تھے۔ نیز انہیں اپنی ملت کی طرف لوٹنے کو کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسل اور مومنین کو ملت کفر کی طرف لوٹنے سے منع کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور جابر و ظالم لوگوں پر فتح و نصرت کی دعا کرنے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور مومنین سے وعدہ فرمایا کہ ان کو نیست و نابود کرنے کے بعد وہ انہیں ان کے ملک میں ٹھہرائے گا پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے کئے گئے وعدہ کو پورا فرمایا۔ اور رسولوں اور مومنین نے فتح و نصرت کی دعا مانگی جس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا۔(1)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان سے نصرت کا اور آخرت میں جنت کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ وہ ان کفار کے ملک میں اپنے رسولوں اور مومنین کو ٹھہرائے گا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا ہے اور اہل ایمان اس مقام سے ڈرتے ہیں، اس وجہ سے وہ دن رات اس کی بارگاہ میں کھڑے ہونے کی مشق کرتے ہیں۔(2)

امام حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ پر یہ ارشاد نازل فرمایا: قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (التحریم:6) ''اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ''۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو ایک رات صحابہ کرام کے سامنے تلاوت فرمایا تو ایک نوجوان سنتے ہی غش کھا کر گر گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ حرکت کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے نوجوان لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ۔ اس نے کلمہ طیبہ پڑھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے جنت کی بشارت دی۔ صحابہ کرام نے کہا: یا رسول

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 230، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 229

الله ﷺ کیا ہمارے درمیان سے ؟ (اسے جنت کی بشارت ملی ہے)۔ رسول الله ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے الله تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ خَافَ وَعِیْدِ۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن ابی حاتم، ابن ابی الدنیا رحمہم الله نے حضرت عبد العزیز بن ابی داؤد رضی الله عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ (التحریم:6) ”اے ایمان والو! تم بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے“۔ حکیم کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ جب الله تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی تو آپ نے اپنے اصحاب پر تلاوت فرمائی۔ ان میں ایک بوڑھا شخص موجود تھا، حکیم کے الفاظ میں فتیٰ (نوجوان) کا ذکر ہے۔ اس نے عرض کی: یا رسول الله! ﷺ جہنم کے پتھر، دنیا کے پتھروں کی طرح ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جہنم کی چٹانوں میں سے ایک چٹان دنیا کے تمام پہاڑوں سے زیادہ بڑی ہے، وہ شخص یہ سنتے ہی غش کھا کر گر گیا، نبی کریم ﷺ نے اس کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ زندہ تھا۔ آپ ﷺ نے اسے پکار کر فرمایا: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو۔ اس نے کلمہ پڑھا تو رسول الله ﷺ نے اسے جنت کی بشارت دی۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول الله! ﷺ کیا ہمارے درمیان سے (اسے ایسی بشارت کیوں دی گئی ہے) فرمایا ہاں (یہ اس کا مستحق ہے) الله تعالیٰ فرماتا ہے لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ (الرحمٰن) ”اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے تو اس کو دو باغ ملیں گے“۔ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ خَافَ وَعِیْدِ۔ ”یہ (وعدہ نصرت) ہر اس شخص کے لیے ہے جو ڈرتا ہے میرے روبرو کھڑا ہونے سے اور خائف ہے میری دھمکی سے“۔

امام حاکم رحمہ الله نے حماد بن ابی حمید عن مکحول عن عیاض بن سلیمان رضی الله عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے اور عیاض صحابی تھے۔ فرماتے ہیں: رسول الله ﷺ نے فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ جن کے متعلق مجھے ملاء اعلیٰ کے فرشتوں نے خبر دی ہے، وہ لوگ ہیں جو ظاہراً اپنے رب کی وسیع رحمت پر ہنستے اور خوش ہوتے ہیں اور سراً اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں وہ مساجد اور پاکیزہ گھروں میں صبح وشام اپنے رب کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور اپنی زبانوں کے ساتھ بیم و رجا کی کیفیت میں دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھوں کے ساتھ آہستہ اور بلند آواز میں سوال کرتے رہتے ہیں۔ بار بار اپنے دلوں کے ساتھ متوجہ ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی لوگوں پر مونت و مشقت بہت کم ہے، وہ اپنے نفسوں پر ثقیل ہوتے ہیں، وہ رات کے وقت چیونٹی کی طرح آہستہ آہستہ ننگے پاؤں چلتے رہتے ہیں، ان میں کوئی تکبر و بڑائی نہیں ہے، وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور قربانیاں دیتے ہیں پھٹے، پرانے کپڑے پہنتے ہیں۔ ان کے اوپر الله تعالیٰ کی طرف سے فرشتے اور محافظ لکھیں ہوتے ہیں، وہ بندوں میں اور شہروں میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں، ان کی روحیں دنیا اور ان کے دل آخرت میں ہوتے ہیں، ان کی زندگی کا مشن آگے ہے یعنی آخرت کو سنوارنا ہے، اپنی قبور کے لیے وہ تیاری رکھتے ہیں۔ پھر رسول الله ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ خَافَ وَعِیْدِ۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں: یہ حدیث عجب منکر ہے اور میرا گمان

ہے کہ یہ الحاکم کے شیخ علی بن السماک نے حاکم کو بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں: مستدرک میں اس کے ذکر کی کوئی وجہ نہیں۔ اس کا راوی حماد ضعیف ہے، مکحول مدلس ہے اور عیاض بھی غیر معروف ہے۔ (1)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ اسْتَفْتَحُوْا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تمام رسولوں نے فتح ونصرت کی التجا کی اور مدد طلب کی اور وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ کے تحت روایت کیا ہے: فرماتے ہیں: حق کی مخالفت کرنے والا اور حق سے پہلو تہی کرنے والا۔ (2)

امام عبدالرزاق، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَاسْتَفْتَحُوْا کے تحت روایت کیا ہے کہ تمام رسولوں نے اپنی قوم پر فتح ونصرت طلب کی۔ وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ فرماتے ہیں جو حق سے دور ہے اور حق سے اعراض کرنے والا ہے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے انکار کرنے والا ہے۔ (3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے عنید کا معنی حق سے پھرنے والا روایت کیا ہے۔ (4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو ایک جگہ جمع فرمائے گا جن وانس اور چوپائے سب حاضر ہوں گے پھر آگ سے ایک گردن نکلے گی جو کہے گی کہ مجھے عزیز، کریم، جبار، عنید پر مسلط کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بناتے ہیں۔ فرماتے ہیں وہ ان جابروں کو اس طرح اٹھالے گی۔ جس طرح پرندہ دانہ اٹھاتا ہے۔ وہ ان پر غالب آجائے گی پھر انہیں آگ کے شہر کی طرف لے جائے گی اسے کیت کیت کہا جاتا ہے اور وہ اس آگ کے شہر میں فیصلہ سے پہلے تین سو سال ٹھہرے رہیں گے۔

امام ترمذی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن آگ سے ایک گردن نکلے گی جس کی دیکھنے والی دو آنکھیں ہوں گی اور اس کے سننے والے دو کان ہوں گے اور بولنے والی ایک زبان ہوگی وہ کہے گی تین شخصوں پر مجھے مسلط کیا گیا (۱) جابر اور منکر حق (۲) وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارتا ہے (۳) تصویریں بنانے والے۔ (5)

امام ابن ابی شیبہ، احمد، البزار، ابو یعلی، طبرانی (الاوسط میں) ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز آگ سے ایک گردن نکلے گی، وہ تیز اور رواں زبان کے ساتھ بولے گی، اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن کے ساتھ وہ دیکھے گی، ایک زبان ہوگی جس کے ساتھ وہ بولے گی، وہ کہے گی سرکش، منکر حق، اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو پکارنے والے اور بغیر کسی قصاص کے کسی کو قتل کرنے والے کو پکڑنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے، وہ انہیں گھیر لے گی پھر انہیں لوگوں سے پانچ سو سال پہلے آگ میں پھینک دے گی۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 19 (4294)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 230
3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 231
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 230
5۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 190، دار الکتب العلمیہ بیروت

ابن ابی شیبہ نے ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جہنم میں ایک وادی ہے جسے ھبھب کہا جاتا ہے اللہ پر حق ہے کہ اس میں ہر سرکش کو ٹھہرائے۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع رحمہ اللہ نے ان سے كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ کے متعلق دریافت کیا تو ابن عباس نے فرمایا الجبار سے مراد عیار ہے اور عنید سے مراد حق سے اعراض کرنے والا ہے، نافع نے کہا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ شعر نہیں سنا:

مُصِرٌّ عَلَى الْحِنْثِ لَا تخفى شواكِلُه   يَا وَيْحَ كُلِّ مُصِرِّ الْقَلْبِ جَبَّارِ

گناہ پر مصر اس کی نیت مخفی نہیں ہے، افسوس ہر گناہ پر مصر اور عیار پر۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ابی الدنیا (صفۃ النار میں) ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابونعیم (الحلیہ میں) انہوں نے اس روایت کی تصحیح بھی کی ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث والنشور میں ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ کے متعلق فرمایا ہے کہ جب وہ پیپ اور خون کا پانی اس کے قریب کیا جائے گا تو وہ اسے انتہائی ناپسند کرے گا اور جب اس کے مزید قریب کیا جائے گا تو اس کا چہرہ جل جائے گا اور اس کے سر کی کھوپڑی اوپر اٹھ جائے گی پھر جب وہ اس کو پیے گا تو اس کی انتڑیاں کاٹ دے گا حتی کہ وہ اس کی دبر سے نکل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ (محمد) "اور انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور وہ کاٹ دے گا ان کی آنتوں کو"۔ اور فرمایا: وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ (الکہف: 29) "اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی دادرسی کی جائے گی ایسے پانی کے ساتھ جو پیپ کی طرح (غلیظ) ہے (اور اتنا گرم کہ) بھون ڈالتا ہے چہروں کو"۔(1)

امام ابن ابی شیبہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ مَّآءٍ صَدِيْدٍ وہ پانی ہے جو کافر کی جلد اور گوشت سے بہے گا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد پیپ اور خون ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث والنشور میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَّآءٍ صَدِيْدٍ سے مراد خون اور پیپ ہے۔(2)

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: مَّآءٍ صَدِيْدٍ سے مراد وہ پانی ہے جو انسان کے گوشت اور جلد سے بہتا ہے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر جہنم کی پیپ اور خون کا ایک ڈول آسمان سے لٹکایا جائے تو اہل زمین اس کی بو محسوس کرلیں اور ان پر دنیا میں رہنا گراں ہو جائے۔

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 233 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 232 3۔ ایضاً

بِمَيِّتٍ ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ⑰

''وہ بمشکل ایک ایک گھونٹ بھرے گا اور حلق سے نیچے نہ اتار سکے گا اور آئے گی اس کے پاس موت ہر سمت سے ورود (باینہمہ) مرے گا نہیں (علاوہ ازیں) اس کے پیچھے ایک اور سخت عذاب ہوگا''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے یَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ سے مراد یہ ہے کہ عذاب کی مختلف اقسام اس پر وارد ہوں گی۔ عذاب کی ہر قسم سے اس کی موت واقع ہو سکتی تھی لیکن وہ مرے گا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر موت کا فیصلہ نہیں فرمائے گا۔

امام ابن جریر نے مجاہد سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سانس اس کے گلے میں اٹک جائے گی، اس کے منہ سے نہیں نکلے گی تاکہ وہ مر جائے اور نہ سانس پیچھے اپنی جگہ جائے گی تاکہ وہ راحت پالے اور زندگی اسے نفع دے۔(1)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: موت ان پر ہڈی، پٹھے، رگ سے آئے گی۔

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں محمد بن کعب سے اس ارشاد کے تحت روایت کیا ہے کہ ہر عضو اور جوڑ سے موت آئے گی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابراہیم التیمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جس کے ہر بال سے موت آئے گی، عَذَابٌ غَلِيْظٌ سے مراد دائمی عذاب ہے۔(2)

امام ابن المنذر نے حضرت فضیل بن عیاض سے روایت کیا ہے کہ عَذَابٌ غَلِيْظٌ سے مراد سانسوں کا روک لینا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑱ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑲ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ⑳

''ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا ایسی ہے کہ ان کے اعمال راکھ کا ڈھیر ہیں جسے تند ہوا تیزی سے اڑا لے گئی سخت آندھی کے دن، نہ حاصل کریں گے ان اعمال سے جو انہوں نے کمائے تھے کوئی فائدہ۔ یہ (اعمال کا اکارت جانا ہی) بہت بڑی گمراہی ہے کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو ہلاک کر دے اور لے آئے کوئی نئی مخلوق اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں''۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 233　　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 234

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا اور غیر اللہ کی عبادت کی تو ان کے اعمال قیامت کے روز راکھ کی مانند ہوں گے جسے سخت آندھی کے دن تیز ہوا اڑا کر لے جائے گی۔ وہ اپنے اعمال سے کچھ بھی نفع نہ اٹھا سکیں گے جس طرح راکھ سے کچھ نفع نہیں اٹھایا جا سکتا جب تیز آندھی کا دن ہوتا ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کفار کے اعمال کی مثال اس راکھ کی مانند ہے جس پر تیز ہوا چلی ہو جس کی وجہ سے کچھ دکھائی نہ دیتا ہو جس طرح وہ راکھ دکھائی نہیں دیتی ہے اور انسان اس پر سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اسی طرح کفار اپنے اعمال سے کچھ فائدہ نہ اٹھائیں گے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ کا معنی ہے ہوا جس کو اڑا لے۔(2)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ خلق جدید سے مراد دوسری مخلوق ہے۔(3)

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝۲۱

''اور (روز حشر) اللہ تعالیٰ کے سامنے (سب چھوٹے بڑے) حاضر ہوں گے تو کہیں گے کمزور (پیروکار) ان (سرداروں) سے جو متکبر تھے (اے سردارو!) ہم تو (ساری عمر) تمہارے فرمانبردار رہے، پس کیا (آج) تم ہمیں بچا سکتے ہو عذاب الٰہی سے؟ وہ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم بھی تمہاری راہنمائی کرتے۔ یکساں ہے ہمارے لیے خواہ ہم گھبرائیں یا صبر کریں، ہمارے لیے آج کوئی راہ فرار نہیں ہے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ الضُّعَفٰٓؤُا سے مراد اتباع کرنے والے ہیں اور لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا سے مراد قائدین اور سردار ہیں۔(4)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ سو سال جزع فزع کریں گے اور سو سال صبر کریں گے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: دوزخی ایک دوسرے سے کہیں گے: آؤ ہم روئیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرع وزاری کریں۔ اہل جنت نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رونے اور تضرع وزاری کرنے سے جنت حاصل کر لی ہے۔ پس وہ روتے رہیں گے۔ جب دیکھیں گے کہ رونے نے انہیں کچھ فائدہ نہیں دیا تو وہ یہ مشورہ کریں گے کہ آؤ اب ہم صبر کریں اہل جنت نے صبر کی وجہ سے جنت حاصل کی ہے، وہ انتہائی صبر کا مظاہرہ کریں گے پھر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 236
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 237

جب انہیں صبر بھی نفع نہ دے گا تو وہ اس وقت یہ کہیں گے: سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۔(1)

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردوہ نے حضرت کعب بن مالک سے روایت کیا ہے: انہوں نے اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی ہے۔ فرمایا دوزخی کہیں گے آؤ ہم صبر کریں۔ وہ پانچ سو سال صبر کریں گے۔ پھر جب دیکھیں گے کہ صبر نے انہیں کچھ فائدہ نہیں دیا تو کہیں گے۔ آؤ اب ہم گھبراہٹ کا اظہار کریں۔ وہ پانچ سو سال گھبراہٹ کا اظہار کریں گے پھر جب دیکھیں گے کہ گھبراہٹ کے اظہار نے بھی کچھ فائدہ نہیں دیا تو وہ کہیں سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۔

وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَ مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۲

''اور شیطان کہے گا جب (سب کی قسمت کا) فیصلہ ہو چکے گا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ وعدہ سچا تھا۔ اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا پس میں نے تم سے وعدہ خلافی کی۔ اور نہیں تھا میرا تم پر کچھ زور مگر یہ کہ میں نے تم کو (کفر) کی دعوت دی اور تم نے (فوراً) قبول کر لی میری دعوت سو تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں (آج) تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو، میں انکار کرتا ہوں اس امر سے کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے۔ بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

امام ابن المبارک نے الزہد میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور فیصلہ سے فراغت ہو جائے گی تو مومنین کہیں گے: ہمارے رب نے ہمارے درمیان فیصلہ کر دیا ہے اور وہ فیصلہ سے فارغ ہو چکا ہے، پس ہماری، ہمارے پروردگار کی بارگاہ میں سفارش کون کرے گا؟ تو کچھ لوگ کہیں گے آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اور ان سے کلام فرمائی تھی (ان کے پاس جائیں اور سفارش کے لیے گزارش کریں) لوگ آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: ہمارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے اور فیصلہ سے فارغ ہو چکا ہے۔ آپ اٹھیں اور ہمارے لیے سفارش فرمائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، لوگ نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے، وہ انہیں ابراہیم علیہ السلام کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 237

صرف بھیج دیں گے، لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے۔ تو وہ ان کی راہنمائی موسیٰ علیہ السلام کی طرف کریں گے، لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ ان کی راہنمائی عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کریں گے، لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں تمہاری راہنمائی عربی، امی (نبی) کی طرف کرتا ہوں۔ لوگ میرے پاس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی بارگاہ میں حاضری کا اذن عطا فرمائیں گے۔ میری مجلس سے ایسی پاکیزہ خوشبو مہکے گی جو کبھی کسی نے نہیں سونگھی ہوگی۔ حتیٰ کہ میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اللہ تعالیٰ میری شفاعت قبول فرمائے گا اور میرے لیے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک ایک نور بنا دے گا۔ کافر کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی ڈھونڈ لیا۔ پس ہمارا سفارشی ابلیس ہی ہوسکتا ہے جس نے ہمیں گمراہ کیا، کافر ابلیس کے پاس آئیں گے اور کہیں گے، مومنین نے تو اپنا سفارشی پا لیا ہے، تو اٹھ اور ہماری سفارش کر تو نے ہمیں گمراہ کیا تھا ابلیس اٹھے گا تو اس کی مجلس سے ایسی بدبو اٹھے گی جو کسی نے کبھی محسوس نہ کی ہوگی پھر جہنم کی بڑائی بیان کرے گا اور کہے گا: اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ الخ۔ (1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ابلیس کافروں کو خطاب کرے گا اور کہے گا اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ ...... الآیہ۔ جب کفار اس کی بات سنیں گے تو اپنے آپ پر ناراض ہوں گے تو انہیں آواز دی جائے گی لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ (غافر:10)۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب قیامت کا دن ہوگا ابلیس آگ کے منبر پر کھڑا ہو کر خطبہ دے گا اور کہے گا اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ ..... الآیہ۔(3)

امام ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز دو شخص خطبہ دیں گے (۱) ابلیس (۲) عیسیٰ بن مریم۔ ابلیس اپنے گروہ میں کھڑا ہوگا اور یہ کہے گا: اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ ..... الآیہ۔ اور عیسیٰ علیہ السلام یہ کہیں گے: مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿﴾ (المائدہ)۔(4)

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگوں میں سے بعض کو شیطان اس طرح مطیع بنا لیتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے جوان اونٹ کو مطیع بنا لیتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ یعنی میں تمہیں نفع دینے والا نہیں ہوں اور تم مجھے نفع دینے والے نہیں ہو، اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ یعنی میں اپنی عبادت کی شرکت کا انکار کرتا ہوں۔

امام عبدالرزاق، ابن المنذر نے حضرت قتادہ سے مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ کا معنی یہ کیا ہے کہ میں تمہارا مددگار نہیں ہوں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔ (5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 239 داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 40-239

3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 239 4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 39-238 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 240

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ کے تحت روایت کیا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی تمہارے بارے نافرمانی کی۔

وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

''اور داخل کیا جائے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے باغات میں رواں ہوں گی جن کے نیچے ندیاں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اپنے رب کے حکم سے۔ ان کی دعا وہاں ایک دوسرے کو یہ ہوگی کہ تم سلامت رہو''۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ یعنی فرشتے انہیں جنت میں سلام پیش کریں گے۔ (1)

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ ِۣاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

''کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ کیسی عمدہ مثال بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ کلمہ طیبہ ایک پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑیں بڑی مضبوط ہیں اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں وہ دے رہا ہے اپنا پھل ہر وقت اپنے رب کے حکم سے اور بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے لیے تاکہ وہ (انہیں) خوب ذہن نشین کرلیں اور مثال ناپاک کلمہ کی ایسی ہے جیسے ناپاک درخت ہو جسے اکھاڑ لیا جائے زمین کے اوپر سے (اور) اسے کچھ بھی قرار نہ ہو''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے كَلِمَةً طَیِّبَةً سے مراد لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت ہے اور كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ سے مراد مومن ہے، اَصْلُهَا ثَابِتٌ یعنی مومن کے قول میں لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثابت ہے فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ اس کلمہ طیبہ کی برکت سے مومن کا عمل آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے۔ اور كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ سے مراد شرک ہے اور كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةٍ سے مراد کافر ہے۔ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔ فرماتے ہیں شرک کی کوئی اصل نہیں ہے جس کو کافر پکڑے گا اور نہ اس کی کوئی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ شرک کے کیے ہوئے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 241 دار احیاء التراث العربی بیروت

کسی عمل کو قبول نہیں کرتا۔(1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ سے مراد مومن ہے یعنی اصل ثابت کے ساتھ زمین میں ہے اور فرع کے ساتھ آسمان میں ہے۔ مومن زمین میں عمل کرتا ہے اور کلام کرتا ہے اس کا عمل اور اس کا کلام آسمان تک پہنچتا ہے حالانکہ وہ زمین پر ہوا ہے اور مومن دن، رات ہر گھڑی اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تُؤْتِيٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا کا یہی مطلب ہے اور كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ اللہ تعالیٰ نے كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ کی مثال بیان فرمائی ہے جیسے کافر کی مثال ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کافر کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور نہ اس کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف بلند ہوتا ہے اس کی نہ تو زمین میں اصل ثابت ہے اور نہ آسمان میں اس کی فرع ہے، نہ دنیا میں اس کا کوئی عمل صالح ہے اور نہ آخرت میں ہوگا۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ یہ آیت کریمہ پڑھتے تو فرماتے: یہ مومن کی مثال ہے فرماتے ہیں اصل ثابت سے مراد اللہ وحدہٗ لاشریک کے لیے اخلاص اور اس کی عبادت ہے اَصْلُهَا ثَابِتٌ یعنی اس کے عمل کی اصل زمین میں ثابت ہے وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ اور اس کا ذکر آسمان میں ہے، تُؤْتِيٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ یعنی اس کا عمل صبح وشام بلند ہوتا ہے۔ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ یہ کافر کی مثال ہے جس کا نہ زمین میں عمل ہوتا ہے اور نہ اس کا آسمان میں ذکر ہوتا ہے، وہ اپنے گناہ اپنی پیٹھوں پر بوجھ اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ العوفی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ مومن کی مثال ہے، اس کے منہ سے ہر وقت پاکیزہ کلام نکلتا ہے اور اس کا عمل بلند ہوتا ہے، مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ یہ کافر کی مثال ہے، نہ اس کا پاکیزہ قول اور نہ اس کا عمل صالح بلند ہوتا ہے۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تُؤْتِيٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ اس کا پھل ہر وقت جمع ہوتا ہے، یہ مومن کی مثال ہے، وہ ہر وقت نیک عمل کرتا ہے، ہر وقت، ہر لمحہ، ہر دن، ہر رات، سردی، گرمی میں وہ اطاعت الٰہی میں مشغول رہتا ہے، كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ الخ سے اللہ تعالیٰ نے کافر کی مثال بیان فرمائی ہے، جس کی نہ اصل ہوتی ہے نہ فرع نہ اس کا پھل ہوتا ہے اور نہ کوئی منفعت۔ اسی طرح کافر نہ خیر کا عمل کرتا ہے، نہ خیر کا کلام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں کوئی برکت و منفعت نہیں رکھی ہوئی۔(5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی طاعت کو نور بنایا ہے اور اپنی نافرمانی کو ظلمت بنایا ہے۔ دنیا میں ایمان ہی قیامت کے دن کا نور ہے۔ پھر کافر اس کے نہ قول میں خیر ہے نہ عمل میں۔ اس کی نہ اصل ہے اور نہ فرع اللہ تعالیٰ نے ایمان کی شکل بیان فرمائی، فرمایا اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔ ان آیات میں ایمان اور کفر کی مثالیں ہیے۔ مومن

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 242,53　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 242,52　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 242,48,52

4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 242,52　5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 247,53

مخلص بندہ وہ درخت ہے جس کی اصل زمین میں ہوتی ہے اور اس کی فرع آسمان میں ہوتی ہے اور اصل ثابت اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور اس کی عبادت ہے۔ اور فرع سے مراد نیکی ہے پھر اس کا عمل صبح وشام بلند ہوتا ہے۔ اور یہ ہر وقت اپنا پھل لاتا ہے اپنے رب کے اذن سے۔ پھر یہ چار اعمال ہیں جنہیں جب بندۂ مومن جمع کرتا ہے تو اسے فتنے کچھ نقصان نہیں پہنچاتے (۱) اللہ وحدہ کے لیے اخلاص (۲) اس لاشریک کی عبادت (۳) اس کی خشیت ومحبت (۴) اور اس کا ذکر۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اہل ثروت اجر میں (ہم سے) سبقت لے گئے۔ فرمایا تو مجھے بتا اگر کوئی دنیا کے مال کی طرف قصد کرتا ہے پھر ایک، دوسرے کی طرف سوار ہو کر جاتا ہے تو کیا ان کا یہ عمل آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے؟ فرمایا میں تجھے ایسا عمل نہ بتاؤں جس کی اصل زمین میں ہے اور اس کی فرع آسمان میں ہے تو لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، سبحان اللہ، والحمد للہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ پڑھا کر۔ یہی وہ عمل ہے جس کی اصل زمین میں ہے اور اس کی فرع آسمان میں ہے۔

امام ترمذی، نسائی، البزار، ابو یعلی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا ایک طشت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لایا گیا جس میں گدر کھجوریں تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ...... بِإِذْنِ رَبِّهَا۔ فرمایا یہ پاکیزہ درخت کھجور ہے۔ اور مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ... مِنْ قَرَارٍ۔ فرمایا یہ خبیث درخت اندرائن ہے۔(1)

امام عبدالرزاق، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور الرامہرمزی رحمہم اللہ نے الامثال میں حضرت شعیب بن الحجاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم حضرت انس کے پاس تھے کہ ہمارے پاس ایک تھال لایا گیا جس میں تر کھجوریں تھیں۔ حضرت انس نے ابو العالیہ سے فرمایا اے ابا العالیہ! کھاؤ، یہ اس درخت کا پھل ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ اس دن حضرت انس نے اسی طرح پڑھا تھا (2) امام ترمذی فرماتے ہیں یہ موقوف اصح ہے۔

امام احمد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے جید سند کے ساتھ ابن عمر عن النبی ﷺ کے سلسلہ سے كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ کے تحت روایت کیا ہے: یہ وہ درخت ہے جس کے پتے کم نہیں ہوتے۔ یہ کھجور کا درخت ہے۔

بخاری، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے پاس موجود تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس درخت کے بارے بتاؤ جو مسلمان آدمی کے مثل ہے، نہ اس کے پتے گرتے ہیں اور نہ کچھ اور ہوتا ہے۔ اپنے رب کے اذن سے ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ میں نے بتانا چاہا کہ یہ کھجور کا درخت ہے لیکن میں حاضرین مجلس سے عمر میں چھوٹا تھا (اس لیے شرما گیا) پھر حضرت ابوبکر وعمر نے بھی کچھ نہ بتایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 243　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 245

امام ابن مردویہ نے ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا الخ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ درخت کون سا ہے؟ صحابہ نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے۔ عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں: میں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کے اوپر حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی! میرے دل میں خیال آیا تھا کہ یہ کھجور کا درخت ہے لیکن میں تمام لوگوں سے چھوٹا تھا۔ میں نے بات کرنا پسند نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو بڑے کا احترام نہیں کرتا اور چھوٹے پر رحم نہیں کرتا۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ کون سا ہے؟ ابن عمر فرماتے ہیں: میں نے کھجور کا درخت کہنا چاہا لیکن مجھے حضرت عمر کا مقام و مرتبہ مانع آ گیا۔ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے۔ (1)

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ (2)

امام الفریابی، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ شجرہ طیبہ سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ فرماتے ہیں صبح و شام پھل دیتا ہے۔ (3)

امام ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ شجرہ طیبہ سے مراد کھجور کا درخت اور شجرہ خبیثہ سے مراد اندرائن ہے۔ (4)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ درخت ہر گھڑی، دن، رات، گرمی، سردی میں پھل دیتا ہے۔ یہ مومن کی مثال ہے وہ اپنے رب کی رات، دن اور گرمی، سردی میں اطاعت کرتا ہے۔ (5)

ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ فرماتے ہیں پہلے اس کا پھل سبز ہوتا ہے پھر زرد ہوتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ یعنی کھجور کے ٹکڑے۔

امام الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ یعنی اس کا پھل ہر چھ ماہ میں کھایا جاتا ہے۔ (6)

امام ابن جریر، المنذر، ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے قسم اٹھائی ہے کہ اَنْ لَّا یَصْنَعَ كَذَا وَ كَذَا اِلٰى حِیْنٍ (کہ وہ فلاں وقت تک ایسا ایسا نہیں کرے گا)۔ عکرمہ نے فرمایا: الحین کا لفظ کبھی ایسے وقت کے لیے استعمال ہوتا ہے جو معلوم ہوتا ہے اور کبھی ایسے وقت کے لیے استعمال ہوتا ہے جو معلوم نہیں ہوتا ہے۔ پس وہ الحین جس کا وقت معلوم نہیں ہوتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ ﴿۸۸﴾ (ص) اور وہ الحین جو معلوم ہوتا ہے اس کی مثال یہ ہے تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا یہ کھجور کٹنے سے لے کر اس کے دوبارہ نکلنے تک ہے اور یہ چھ ماہ ہیں۔ (7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 245　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 244　3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 246

4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 244،51　5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 244　6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 247

7۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 247

امام ابوعبید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن منصور رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص حضرت عباس کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے قسم اٹھائی ہے کہ لَا اُکَلِّمُ اَخِیْ حِیْنًا ایک عرصہ میں اپنے بھائی سے بات نہیں کروں گا۔ ابن عباس نے فرمایا کچھ متعین کیا تھا؟ اس نے کہا نہیں۔ ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔ اور یہاں حِیْنٍ سے مراد سال ہے۔(1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ الحین سے مراد چھ ماہ ہیں۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حِیْنٍ کا لفظ کبھی صبح وشام کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

امام ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا جس نے قسم اٹھائی کہ لَا یُکَلِّمُ اَخَاهُ حِیْنًا وہ اپنے بھائی سے ایک عرصہ کلام نہیں کرے گا)۔ ابن عباس نے فرمایا الحین سے مراد چھ ماہ ہوتے ہیں۔ پھر انہوں نے کھجور کے درخت کا ذکر کیا اس کے پھل لگنے اور اس کا پھل کاٹنے کے درمیان چھ ماہ ہوتے ہیں۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس نے فرمایا الحین کی دو صورتیں ہوتی ہیں: ایک معلوم اور دوسرا نامعلوم جو حِیْنٍ معلوم نہیں ہوتا اس کی مثال قرآن کا یہ ارشاد ہے وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ۠ (ص) اور وہ حِیْنٍ جو معلوم ہوتا ہے اس کی مثال یہ آیت ہے تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ كُلَّ حِیْنٍ سے مراد ہر سال ہے۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے عمر بن عبدالعزیز نے بلا بھیجا (میں آیا) تو فرمایا: اے ابن عباس کے غلام! میں نے قسم اٹھائی ہے کہ لَا اَفْعَلُ كَذَا وَكَذَا حِیْنًا (میں ایک عرصہ تک ایسا ایسا نہیں کروں گا) جو الحین معروف ہوتا ہے وہ کتنا ہے؟ میں نے کہا: ایک حِیْنٍ وہ ہوتا ہے جس کی مدت معلوم ہوتی ہے اور ایک وہ ہوتا ہے جس کی مدت معلوم نہیں ہوتی، پہلے جس کی مدت معلوم نہیں ہوتی اس کی مثال اللہ کا یہ ارشاد ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا۝ (الدہر) اللہ کی قسم! ہمیں معلوم نہیں کتنے عرصہ کے بعد انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ۔ یہ ایک سال سے آئندہ سال تک کا عرصہ ہے۔ عمر بن عبد العزیز نے فرمایا: اے ابن عباس کے مولیٰ! تو نے ٹھیک کہا ہے اور جو تو نے کہا ہے کتنا عمدہ ہے۔(5)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الحین دو ماہ کا عرصہ ہے کھجور کا درخت دو ماہ پھل دار رہتا ہے۔(6)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ کھجور کا پھل سردی اور گرمیوں میں کھایا جاتا ہے۔(7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 249　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 248　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 249　6۔ ایضاً　7۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 249

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہر سات مہینوں میں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ فرماتے ہیں یہ ہند کے اخروٹ کا درخت ہے اس کا پھل ضائع نہیں ہوتا۔ ہر مہینہ میں اٹھایا جاتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ سے جنت کا درخت مراد ہے۔ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال بیان فرمائی ہے، سطح زمین پر اس قسم کا درخت پیدا ہی نہیں فرمایا۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عدی بن حاتم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اوپر، نیچے پلٹا تو عربوں میں سے بہتر قریش تھے اور یہی شجرہ مبارکہ ہیں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے۔ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً سے مراد قرآن ہے اور كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ سے مراد قریش ہیں۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ یعنی قریش کی اصل بہت بڑی ہے فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ فرع سے مراد قریش کا شرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی ہدایت عطا فرما کر شرف بخشا اور انہیں اہل اسلام سے بنایا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت حبان بن شعبہ عن انس بن مالک کے طریق سے روایت کیا ہے کہ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ سے مراد الشریان ہے۔ میں نے حضرت انس سے پوچھا: الشریان کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا حنظلہ (اندرائن)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوصخر حمید بن زیاد الخراط رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ وہ ہے جو نشہ میں استعمال ہوتا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام بیٹھے تھے۔ انہوں نے اس آیت کا ذکر کیا اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو اسے کھمبی خیال کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھمبی من سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے اور عجوہ کھجور جنت سے ہے اور یہ زہر سے شفا ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ فرماتے ہیں زمین کے اوپر سے اکھیڑی گئی ہو۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی مثالوں کو سمجھو۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ایک عالم دین سے ملا اور پوچھا كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ عالم نے کہا: میں اس کا نہ زمین میں قرار جانتا ہوں، نہ آسمان میں اس کا بلند ہونا جانتا ہوں مگر یہ کہ وہ مالک کی گردن سے معلق رہے گا حتی کہ وہ قیامت کے روز اس کی وجہ سے پورا پورا بدلہ پائے گا۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 245,51 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 251 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 252

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ عن ابی العالیہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کی چادر ہوا نے اڑا دی تو اس نے ہوا کو لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہوا کو لعنت نہ کر، یہ مامورہ (حکم کی پابند) ہے، جو کسی ایسی چیز کو لعنت کرتا ہے جو لعنت کی مستحق نہیں ہوتی تو لعنت پھر لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔(1)

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۟

"ثابت قدم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اس پختہ قول (کی برکت) سے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی اور بھٹکا دیتا ہے اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو اور کرتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے"۔

الطیالسی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے البراء بن عازب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دیتا ہے۔ اللہ کے اس ارشاد يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الخ سے یہی مراد ہے۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ آیت قبر کے متعلق ہے، انسان صالح ہوتا ہے تو توفیق دیا جاتا ہے، اگر اس میں خیر نہیں ہوتی تو وہ کچھ نہیں بتا سکتا۔

امام الطیالسی، ابن ابی شیبہ (نے المصنف میں) احمد بن حنبل، ہناد بن السری (نے الزہد میں) عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ کے عذاب القبر میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے، ہم قبر پر پہنچے تو ابھی اس کی لحد تیار نہیں ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھ گئے (اور ہم تعظیماً اس طرح سکون سے بیٹھے تھے) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور دو یا تین مرتبہ فرمایا: اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر سے پناہ مانگو پھر فرمایا بندۂ مومن دنیا چھوڑ کر آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کی طرف سفید چہروں والے آسمان سے فرشتے آتے ہیں، ان کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں، ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے ایک کفن ہوتا ہے اور جنت کی خوشبو میں سے کچھ خوشبو ہوتی ہے حتی کہ وہ حد نظر تک اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے، وہ اس کے سر کے پاس بیٹھتا ہے اور کہتا ہے: اے اطمینان والے نفس! تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا کی طرف چل۔ پس وہ روح نکلتی ہے، وہ اس طرح آسانی سے نکلتی ہے جیسے مشکیزہ سے پانی کے قطرے نکلتے ہیں اگرچہ تم کچھ اور دیکھ رہے ہوتے ہو۔ ملک الموت اسے پکڑتا ہے، جب وہ روح کو پکڑ لیتا ہے تو دوسرے آئے ہوئے فرشتے ایک لمحہ کے لیے بھی ملک الموت کے ہاتھ میں اس روح کو نہیں چھوڑتے حتی کہ وہ لے لیتے ہیں، اسے ساتھ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 252 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 254

۔۔۔ ے ہوئے جنتی کفن میں رکھتے ہیں اور اسے جنت کی خوشبو لگاتے ہیں۔ پس وہ کستوری جو زمین پر پائی جاتی ہے اس سے کہیں زیادہ خوشبو اس سے مہکتی ہے۔ فرشتے اس روح کو اوپر لے جاتے ہیں اور جب فرشتوں کے گروہ سے گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں: یہ کیا پاکیزہ روح ہے۔ فرشتے کہتے ہیں: یہ فلاں بن فلاں ہے۔ وہ اس کا اچھا نام لیتے ہیں جو لوگ اسے دنیا میں بلاتے ہیں۔ حتی کہ فرشتے اس روح کو آسمان دنیا تک لے جاتے ہیں، وہ اس کے لیے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں۔ تو دروازہ کھول دیا جاتا ہے ہر آسمان سے مقرب فرشتے اس روح کو اوپر والے آسمان تک الوداع کہتے جاتے ہیں حتی کہ وہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: میرے اس بندے کی کتاب کو علیین میں لکھو اور اسے زمین کی طرف دوبارہ لے جاؤ۔ میں نے انہیں زمین سے پیدا کیا اور زمین کی طرف لوٹاؤں گا اور زمین سے انہیں دوبارہ نکالوں گا۔ پس اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بیٹھا دیتے ہیں، اس سے پوچھتے ہیں: تمہارا رب کون ہے؟ وہ بندہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں تیرا دین کون سا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں وہ شخص کن صفات کا مالک تھا جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے وہ اللہ کا رسول ہے۔ وہ پوچھتے ہیں تیرا علم کیا تھا؟ وہ کہتا ہے: میں نے کتاب اللہ کو پڑھا، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی، آسمان سے منادی ندا دیتا ہے: میرے بندے نے سچ کہا ہے، اس کے لیے جنت سے بچھونا بچھا دو، اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو، پس اسے جنت کی خوشبو اور مہک آتی رہتی ہے، حد نظر تک اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔ اس کے پاس ایک خوش شکل، خوش لباس، پاکیزہ، خوشبو والا شخص آتا ہے اور کہتا ہے تجھے مبارک ہو اس چیز کی جو تجھے مسرت بخشتی ہے، یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ بندہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرا چہرہ کیا خوب چہرہ ہے، خیر کے ساتھ آیا ہے، وہ اسے کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ بندہ کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت قائم کر، اے میرے رب! قیامت قائم کرتا کہ میں اپنے اہل و مال کی طرف لوٹ جاؤں۔

فرمایا کافر بندہ جب دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف چلتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے سیاہ چہرہ والے فرشتے آتے ہیں جن کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں، وہ حد نظر تک اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے، وہ اس کے سر کے پاس بیٹھا ہے اور کہتا ہے: اے خبیث روح اللہ! کی ناراضگی اور غضب کی طرف چل۔ وہ اس کے جسم سے نکلتی ہے۔ روح اس کے جسم سے اس طرح نکلتی ہے جس طرح تر اون سے سیخ نکلتی ہے۔ ملک الموت اسے پکڑتا ہے پھر دوسرے فرشتے ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے پاس اس روح کو نہیں چھوڑتے حتی کہ وہ ٹاٹوں میں اسے لپیٹ دیتے ہیں۔ اس سے زمین پر پڑے مردار جیسی بدبو آتی ہے۔ فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں۔ اور فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں: یہ کیسی خبیث روح ہے۔ دوسرے فرشتے کہتے ہیں: یہ فلاں ابن فلاں ہے۔ وہ اس کا بدترین نام لیتے ہیں جس کے ساتھ اسے دنیا میں پکارا جاتا تھا۔ حتی کہ فرشتے اسے آسمان دنیا کی طرف لے جاتے ہیں، اس کا دروازہ کھلوایا جاتا ہے تو دروازہ نہیں کھولا جاتا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَآءِ (الاعراف: 40) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس کی کتاب کو نچلی زمین میں سجین میں لکھ دو پس اس کی روح کو پھینک دیا جاتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۝ (الحج)۔ پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے، دوفرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے ھا، ھا مجھے تو کچھ معلوم نہیں، پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ھا، ھا، مجھے تو معلوم نہیں، تیسرا سوال کرتے ہیں وہ شخص کون تھا جو تمہاری طرف مبعوث کیا گیا تھا وہ کہتا ہے ھا، ھا، مجھے معلوم نہیں۔ آسمان سے ندا کرنے والا ندا دیتا ہے میرے بندے نے جھوٹ کہا، اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھا دو اور دوزخ کی طرف دروازہ کھول دو پس دوزخ کی گرمی اور گرم ہوا اس کی طرف آتی رہتی ہے اس پر قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس قبیح شکل، قبیح لباس بدبودار شخص آتا ہے اور کہتا ہے: تجھے بشارت ہو اس کی جو تجھے برا لگے، یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ بندہ پوچھتا ہے: تو کون ہے؟ تیرا چہرہ برائی والا ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ بندہ کہتا ہے: اے رب قیامت قائم نہ فرما۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: دنیوی زندگی میں تثبیت اس وقت ہوتی ہے جب قبر میں انسان کے پاس فرشتے آتے ہیں اور پوچھتے ہیں من ربك؟ تیرا رب کون ہے (وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے) پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ وہ پوچھتے ہیں تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ دنیا میں تثبیت ہے۔ (2)

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے متعلق فرماتے سنا کہ یہ قبر کے متعلق ہے۔ (3)

امام ابن المنذر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ قبر میں سوال و جواب کے متعلق ہے: مَنْ رَّبُّكَ، وَمَا دِيْنُكَ وَمَنْ نَّبِيُّكَ۔ (4)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت قبر کے متعلق ہے یعنی قبر میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو قول ثابت سے ثابت قدم رکھتا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے عذاب قبر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری وجہ سے اہل قبور آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں اور اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

امام البزار رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ امت اپنی قبور میں مبتلا کی جاتی ہے۔ میرے ساتھ کیا ہوگا، میں ایک کمزور عورت ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 93، بیروت
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 53، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
3۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 129 (11099) دار الفکر بیروت
4۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 437 (12242)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مومن کی روح قبض ہونے کا ذکر کیا تو فرمایا: اس کے پاس آنے والا آتا ہے اور پوچھتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: اللہ، وہ پوچھتا ہے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا اسلام۔ وہ پوچھتا ہے: تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا محمد (ﷺ)۔ پھر دوسری مرتبہ اسی طرح سوال کیے جاتے ہیں۔ وہ اسی طرح جواب دیتا ہے۔ پھر تیسری مرتبہ سوال کیا جاتا ہے اور اسے سختی سے پکڑا جاتا ہے۔ وہ اسی طرح جواب دیتا ہے۔ فرمایا: یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ سے یہی مراد ہے۔(1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے عذاب قبر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب مومن پر موت کا قریب آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، اسے سلام کہتے ہیں اور اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں، جب وہ مرجاتا ہے تو وہ فرشتے اس کے جنازہ کے ساتھ چلتے ہیں۔ پھر لوگوں کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ جب وہ دفن کر دیا جاتا ہے تو اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔ اس سے پوچھا جاتا ہے من ربك تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے تیرا رسول کون ہے؟ وہ کہتا ہے محمد ﷺ۔ پھر پوچھا جاتا ہے تیری شہادت کیا ہے؟ وہ کہتا ہے اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمدا رسول الله۔ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ... الآیہ سے یہی مراد ہے۔ پھر اس کی قبر حد نظر تک وسیع کی جاتی ہے۔ لیکن کافر اس پر فرشتے اترتے ہیں۔ وہ کافروں کو موت کے وقت چہروں پر اور پیٹھ پر مارتے ہیں۔ جب کافر کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس سے پوچھا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کوئی جواب نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جواب بھلا دیتا ہے۔ جب پوچھا جاتا ہے وہ رسول کون تھا جو تمہاری طرف مبعوث کیا گیا تھا اس کی بھی اسے راہنمائی نہیں ملتی۔ وہ کوئی جواب نہیں دیتا۔ یُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ سے یہی لوگ مراد ہیں۔(2)

امام ابن جریر، الطبرانی اور بیہقی نے عذاب قبر میں حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مومن جب مرجاتا ہے تو اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے، تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد ﷺ ہے۔ اس کی قبر انتہائی کشادہ کی جاتی ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ جب کافر کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اسے بھی بٹھایا جاتا ہے اور اس سے بھی پوچھا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے مجھے معلوم نہیں، پس اس پر قبر تنگ ہو جاتی ہے اور اس میں اسے عذاب بھی دیا جاتا ہے۔ پھر ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی: وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا (طہ:124)

ابن ابی حاتم، ابن مندہ، طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوقتادہ الانصاری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مومن جب فوت ہوتا ہے تو اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ۔ پھر پوچھا جاتا ہے تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے محمد بن عبداللہ۔ اس سے یہ تین بار سوال کیا جاتا ہے پھر دوزخ کی طرف اس کے لیے دروازہ کھولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: اپنا ٹھکانہ دیکھ اگر تو راہ راست سے بھٹکتا پھر اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے تو ثابت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 255　2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 256,58

قدم رہ اس لیے جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے۔ اور جب کافر مرتا ہے تو اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا، میں لوگوں کو کہتے ہوئے سنتا تھا۔ کہا جاتا ہے تو کبھی نہ جانے! پھر اس کے لیے پہلے جنت کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اگر تو ثابت قدم رہتا تو تیرا یہ ٹھکانہ ہوتا۔ پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے چونکہ تو راہ راست سے بھٹک گیا ہے اس لیے اپنی منزل دیکھ لے۔ تو اس آیت میں قول ثابت سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ اور آخرت میں ثابت قدم رکھنے سے مراد قبر میں سوال کے وقت ثابت قدم رکھنا ہے۔ (1)

امام احمد اور ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں، ابن ابی عاصم نے السنۃ میں، البزار، ابن جریر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے عذاب القبر میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! یہ امت اپنی قبور میں مبتلا کی گئی ہے۔ جب انسان دفن کیا جاتا ہے اور اس کے دوست واحباب اس سے جدا ہو جاتے ہیں تو ایک فرشتہ آتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک ہتھوڑا ہوتا ہے۔ وہ اس شخص کو بٹھا دیتا ہے اور پوچھتا ہے تو اس ذات کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اگر وہ میت مومن ہو تو کہتا ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ۔ فرشتہ کہتا ہے: تو نے سچ کہا۔ پھر اس کے لیے آگ کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے اور فرشتہ اسے کہتا ہے: اگر تو اپنے رب کا انکار کرتا تو تیرا یہ ٹھکانہ ہوتا، جب کہ تو ایمان لایا ہے تو تیرا یہ ٹھکانہ ہے۔ پس اس کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔ پس وہ شخص اپنی جنت کی منزل کی طرف اٹھنے کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتہ اسے کہتا ہے ٹھہر جا، پس اس کے لیے قبر میں کشادگی کر دی جاتی ہے۔ اور اگر میت کافر یا منافق ہو تو اس سے پوچھا جاتا ہے: اس آدمی کے بارے تو کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنتا تھا۔ فرشتہ کہتا ہے تو کبھی نہ جانے اور نہ تجھے جاننے کی استطاعت ہو اور نہ کبھی ہدایت پائے۔ پھر اس کے لیے پہلے جنت کا درزواہ کھولا جاتا ہے۔ یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا اگر تو ایمان لاتا۔ اب جب کہ تو نے کفر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تیرا مقام بدل دیا ہے، اس کے لیے دوزخ کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے پھر اسے ایک گرز سے مارا جاتا ہے۔ اس کی آواز جن وانس کے علاوہ سب چیزیں سنتی ہیں۔ بعض لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے اوپر ایسا فرشتہ کھڑا ہوگا جس کے ہاتھ میں کوڑا ہوگا وہ عقل گم کر بیٹھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً یہ آیت پڑھی: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ۔ (2)

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوئے۔ جب دفن سے فراغت ہوئی اور لوگ واپس جانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب میت تمہارے جوتوں کی آواز سن رہی ہے، اس کے پاس منکر ونکیر فرشتے آئے ہیں، ان کی آنکھیں تانبے کی ہانڈیوں کی مثل ہیں اور ان کے دانت گائے کے سینگوں کی طرح ہیں، ان کی آواز کڑک کی مثل ہے، وہ اسے بٹھاتے ہیں۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ کس کی عبادت کرتا تھا، اس کا نبی کون ہے؟ اگر وہ ایسا شخص ہو جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو وہ کہتا

1۔ معجم اوسط، جلد 2، صفحہ 206 (1369)، بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 254

ہے: میں اللہ کی عبادت کرتا تھا اور میرا نبی محمد ﷺ ہے وہ ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے۔ ہم ان پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی اتباع کی۔ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الخ سے یہی مراد ہے اس شخص کو کہا جاتا ہے تو یقین پر زندہ رہا، یقین پر فوت ہوا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا پھر اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے اور اس کی قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے۔ اگر وہ شخص اہل شک میں سے ہو تو وہ کہتا ہے مجھے معلوم نہیں میں لوگوں سے کچھ سنتا تھا جو وہ کہتے تھے میں بھی وہی کہتا تھا۔ اسے کہا جاتا ہے تو شک پر زندہ رہا، شک پر مرا اور شک پر اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کے لیے آگ کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے اور اس پر بچھو اور سانپ مسلط کیے جاتے ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک دنیا میں پھونک مار دے تو زمین کچھ نہ اگائے، وہ سانپ اور بچھو اسے ڈسیں گے اور زمین کو مل جانے کا حکم ہوگا۔ وہ اس پر مل جائے گی حتی کہ اس کی دائیں طرف کی پسلیاں بائیں طرف اور بائیں طرف کی دائیں طرف ہو جائیں گی۔

امام ابن ابی شیبہ، ہناد (الزہد میں)، ابن جریر، ابن المنذر، ابن حبان، طبرانی (الاوسط میں) حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ اسے چھوڑ کر واپس جاتے ہیں۔ اگر میت مومن ہو تو نماز اس کے سر پر ہوتی ہے، زکاۃ اس کی دائیں جانب اور روزہ بائیں جانب ہوتا ہے اور نیک اعمال لوگوں سے احسان وغیرہ اس کے قدموں کی جانب ہوتے ہیں۔ جب اس کی طرف سر کی جانب سے فرشتہ آتا ہے تو نماز کہتی ہے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں، پھر اس کی دائیں طرف سے فرشتہ آتا ہے تو زکاۃ کہتی ہے میری طرف سے کوئی مدخل نہیں۔ پھر اس کے بائیں طرف سے فرشتہ آتا ہے تو روزہ کہتا ہے میری طرف سے کوئی گزرگاہ نہیں۔ پھر اس کے قدموں کی طرف سے فرشتہ آتا ہے تو اس کے نیک اعمال، معروف اور لوگوں کے ساتھ احسان کہتا ہے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں۔ تو اسے کہا جاتا ہے: بیٹھ جا وہ بیٹھ جاتا ہے تو اسے یوں لگتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہے، اسے کہا جاتا ہے ہم جو تجھ سے پوچھیں اس کے متعلق بتا وہ کہتا ہے مجھے چھوڑو میں نماز پڑھ لوں۔ اسے کہا جاتا ہے تو نماز پڑھ لے گا پہلے ہمارے سوالوں کا جواب دے۔ وہ کہتا ہے تم مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تم اس شخص کے بارے کیا کہتے تھے جو تم میں تھا یعنی نبی کریم ﷺ۔ وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے وہ ہمارے پاس ہمارے رب کی طرف سے دلائل لے کر آئے ہم نے تصدیق کی اور ان کی اتباع کی اسے کہا جاتا ہے تو نے سچ کہا، اسی پر تو زندہ رہا، اسی پر تیرا وصال ہوا، ان شاء اللہ اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا۔ اس کے لیے قبر حد نظر تک کشادہ کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے یہی مراد ہے: یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الخ۔ پھر کہا جاتا ہے کہ اس کے لیے پہلے آگ کی طرف دروازہ کھولو، اسے کہا جاتا ہے اگر تو اللہ کی نافرمانی کرتا تو تیرا یہ مقام ہوتا، اس کی کامیابی کی خوشی میں اضافہ ہو جائے گا۔ پھر اس کا جسم اس مٹی کی طرف لوٹا دیا جائے گا جس سے وہ بنا ہوگا اور اس کی روح پاک نسیم میں رکھی جائے گی۔ یہ سفید پرندے ہیں جو جنت کے درختوں سے معلق ہیں۔

اور اگر وہ کافر ہوگا تو اس کی قبر میں سر کی طرف سے آیا جائے گا تو کچھ موجود نہ ہوگا اس کے قدموں کی طرف سے آیا جائے

گا تو کچھ نہ ہو گا وہ خوفزدہ اور مرعوب ہو کر بیٹھ جائے گا۔ اس سے پوچھا جائے گا تو اس شخص کے بارے کیا کہتا تھا جو تمہارے درمیان تھا اور تو اس کے متعلق کیا گواہی دیتا تھا۔ وہ حضور ﷺ کے اسم مبارک کو نہ پہچان سکے گا، اسے کہا جائے گا: ہم محمد ﷺ کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ وہ کہے گا میں لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنتا تھا میں بھی وہی کہتا تھا جیسے وہ کہتے تھے، اس کو کہا جائے گا تو نے سچ کہا، اس پر تو زندہ رہا اسی پر مرا اور ان شاء اللہ تو اسی پر اٹھایا جائے گا۔ اس پر قبر اتنی تنگ ہو جائے گی کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جائیں گی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے: وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ: 124) کہا جائے گا اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولو، جنت کی طرف دروازہ کھولا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا اگر تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا تو یہ تیرا مقام تھا اور یہ تیرے لیے اللہ تعالیٰ نے تیار کیا تھا۔ پس اس کی حسرت اور ناکامی میں اضافہ ہو گا۔ پھر کہا جائے گا اس کے لیے دوزخ کا دروازہ کھولو تو اس کے لیے دوزخ کی طرف دروازہ کھولا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا۔ یہ تیرا ٹھکانہ ہے اور یہ اللہ نے تیرے لیے تیار کیا ہے۔ پس اس کی حسرت اور ناکامی میں اضافہ ہو گا۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ اور فرمایا جب قبر میں پوچھا جائے گا مَنْ رَّبُّكَ وَمَا دِیْنُكَ؟ تو وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد ﷺ ہے وہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلائل لے کر آئے، میں اس پر ایمان لایا اور میں نے تصدیق کی۔ کہا جائے گا تو نے سچ کہا، اسی پر تو زندہ رہا، اسی پر تیرا وصال ہوا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا۔ (2)

امام ابن جریر نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مذکورہ آیت قبر کے فتنہ کے متعلق ہے۔ (3)

ابن ابی شیبہ، ابن جریر نے المسیب ابن رافع سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ آیت قبر کے بارے نازل ہوئی۔ (4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت اس میت کے بارے نازل ہوئی ہے جس سے قبر میں نبی کریم ﷺ کے متعلق پوچھا جاتا ہے۔ (5)

ابن جریر نے مجاہد سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: یہ قبر کے بارے میں ہے اور قبر میں خطاب کے متعلق ہے۔ (6)

امام ابن جریر، عبد الرزاق، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قول ثابت سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور فِی الْاٰخِرَةِ سے مراد قبر میں سوال کرنا ہے۔ (7)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کلمہ طیبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا میں خیر اور نیک اعمال کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور فِی الْاٰخِرَةِ سے مراد قبر میں سوالات کے وقت ثابت قدم رکھنا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس آیت سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 255　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً جلد 13، صفحہ 257　4۔ ایضاً
5۔ ایضاً　6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 258　7۔ ایضاً

مراد یہ ہے کہ مومن قبر میں ہوتا ہے تو اس کی آزمائش کے وقت دو آزمانے والے اس کے پاس آتے ہیں، اس سے پوچھتے ہیں مَنْ رَبُّكَ، وَمَا دِيْنُكَ وَمَنْ نَبِيُّكَ ؟؟؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ فرشتے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تجھے اس کی وجہ سے ثابت قدم رکھا جو اسے محبوب اور پسند ہے۔ پس وہ اس کے لیے قبر کو حد نظر تک کشادہ کر دیتے ہیں اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دیتے ہیں اور کہتے ہیں: آنکھیں ٹھنڈی کر کے اس سونے والے نوجوان کی طرح سو جا جو اپنی بہتر آرام گاہ میں امن سے ہوتا ہے اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا ۝ (الفرقان)

لیکن کافر کو وہ دونوں آزمانے والے پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے، تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے مجھے معلوم نہیں وہ اسے کہتے ہیں تو کبھی نہ سمجھے اور نہ ہدایت پائے۔ پس وہ اسے آگ کے کوڑے سے مارتے ہیں۔ اس کی وجہ سے جن وانس کے علاوہ ہر جانور گھبرا جاتا ہے، پھر وہ دونوں اس کے لیے دوزخ کی طرف دروازہ کھولتے ہیں اور اس پر قبر تنگ ہو جاتی ہے حتی کہ اس کا دماغ اس کے ناخنوں اور گوشت کے درمیان سے نکل جاتا ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں تم اس شخص کے بارے کیا کہتے تھے جو تمہارے درمیان تھا جسے محمد کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے ثبات کی تلقین فرماتا ہے۔ اور ثبات قبر پانچ ہیں۔ بندے کا کہنا کہ میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر فرشتے اسے کہتے ہیں تو ٹھہر جا۔ تو مومن ہو کر زندہ رہا۔ مومن ہو کر فوت ہوا اور مومن ہو کر اٹھے گا پھر وہ فرشتے اسے جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھاتے ہیں جو عرش رحمٰن کے نور کی وجہ سے چمک رہا ہوتا ہے۔

امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن مردویہ نے قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست واپس آتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھا دیتے ہیں، پھر پوچھتے ہیں: تو اس آدمی کے متعلق کیا کہتا تھا؟ ابن مردویہ نے یہ الفاظ زائد لکھے ہیں: "جو تمہارے درمیان تھا جسے محمد کہا جاتا تھا۔ فرمایا: مومن جواب میں کہتا ہے اشهد انه عبد الله و رسوله۔ اسے کہا جاتا ہے تو اپنا دوزخ میں ٹھکانہ دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے جنت میں تیرا ٹھکانہ بنایا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر آدمی اپنے دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں: ہمیں بتایا گیا ہے کہ مومن کی قبر کو ستر ہاتھ وسیع کر دیا جاتا ہے اور اس کو سبزے سے بھر دیا جاتا ہے۔ لیکن رہا منافق اور کافر تو اسے کہا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا میں وہی کہتا ہوں جو لوگ کہتے تھے، کہا جاتا ہے نہ تو نے جانا اور نہ تو نے پڑھا۔ اس کو لوہے کے گرز سے مارا جاتا ہے، وہ شخص اتنا چیختا ہے کہ جن وانس کے علاوہ اس کے قریبی سب جانور اس کی چیخ سنتے ہیں۔ (1)

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد 18، صفحہ 167 (70)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام احمد، ابوداؤد، ابن مردویہ اور بیہقی نے عذاب قبر میں حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ امت اپنی قبور میں مبتلا کی جاتی ہے، مومن کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے جو اس سے سوال کرتا ہے تو کس کی عبادت کرتا تھا؟ اللہ تعالیٰ خود اس کی راہنمائی فرماتا ہے، وہ کہتا ہے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ اس سے پوچھا جاتا ہے تو اس شخص کے بارے کیا کہتا تھا، وہ کہتا ہے یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس کے بعد وہ کچھ نہیں پوچھتا۔ وہ اسے وہ گھر دکھاتا ہے جو اس کے لیے آگ میں ہوتا ہے، اسے کہا جاتا ہے، یہ تیرا گھر ہے جو تیرے لیے آگ میں تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھے محفوظ رکھا اور تجھ پر رحم کیا اور تیرے لیے جنت میں گھر بدل دیا ہے۔ وہ کہتا ہے مجھے چھوڑو تا کہ میں جاؤں اور اپنے گھر والوں کو (اپنی کامیابی کی) بشارت دوں۔ اسے کہا جاتا ہے تو ٹھہر جا۔ اور جب کافر کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے اسے جھڑکتا ہے۔ اور اس سے پوچھتا ہے کہ تو کس کی عبادت کرتا تھا؟ وہ کہتا ہے مجھے معلوم نہیں وہ پوچھتا ہے تو اس آدمی کے بارے کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے میں وہ کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ پس فرشتے اسے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے گرز سے مارتے ہیں۔ وہ اس طرح چیختا ہے کہ جن وانس کے علاوہ ساری مخلوق اس کی چیخ سنتی ہے۔ (1)

امام احمد، ابن ابی الدنیا، طبرانی (الاوسط میں) اور بیہقی نے ابن الزبیر کے طریق سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ سے قبر کے دو فتنہ میں ڈالنے والوں کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ امت اپنی قبور میں مبتلا کی جاتی ہے۔ جب مومن قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور اس کے دوست واحباب اسے چھوڑ کر واپس آتے ہیں تو ایک سخت جھڑکنے والا فرشتہ آتا ہے اور پوچھتا ہے: تو اس آدمی کے بارے کیا کہتا تھا؟ مومن کہتا ہے میں کہتا تھا اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَعَبْدُهٗ، فرشتہ کہتا ہے تو اپنا وہ ٹھکانہ دیکھ جو آگ میں تیرے لیے تیار کیا گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے نجات دی ہے اور اس نے اس کے بدلے جنت میں تیرے لیے مکان تیار کیا ہے جس کو تو نے دیکھا ہے۔ پس مومن اپنے دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے۔ مومن کہتا ہے مجھے چھوڑو میں اپنے اہل کو اپنی کامیابی کی بشارت دوں۔ اسے کہا جاتا ہے ٹھہر جا۔ لیکن منافق کو جب ساتھی چھوڑ کر واپس آتے ہیں تو اسے بٹھا کر پوچھا جاتا ہے: تو اس شخص کے بارے کیا کہتا تھا؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اسے کہا جائے گا تو کبھی نہ جانے۔ یہ تیرا پہلے جنت میں ٹھکانہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی جگہ دوزخ میں تیرا ٹھکانہ بنا دیا ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے ہر شخص قبر سے اس عقیدہ پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا ہوگا، مومن اپنے ایمان پر اور منافق اپنے نفاق (پر اٹھایا جائے گا)۔ (2)

امام ابن ابی حاتم (نے السنہ میں) ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوسفیان عن جابر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مومن کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں: اسے جھڑکتے ہیں۔ وہ اٹھتا ہے جیسے سونے والا اٹھتا ہے۔ اس سے پوچھا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے، اسلام میرا دین ہے اور محمد ﷺ میرا نبی ہے۔ ایک ندا دینے والا ندا دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا: اس کے لیے

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 233، دار صادر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 346

جنت سے بچھونا بچھا دو اور اسے جنت کا لباس پہنا دو۔ وہ کہتا ہے مجھے چھوڑو میں اپنی کامیابی سے اپنے گھر والوں کو آگاہ کروں گا۔ اسے کہا جاتا ہے ٹھہر جا۔

امام بیہقی نے عذاب القبر میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تمہاری کیا حالت ہوگی جب تمہیں زمین کے اندر پہنچایا جائے گا، تیرے لیے تین ہاتھ گہرا گڑھا کھودا جائے گا، ایک ذراع میں ایک بالشت چوڑا ہوگا پھر تیرے پاس سیاہ رنگ کے منکر نکیر آئیں گے جو اپنے بال کھینچ رہے ہوں گے۔ ان کی آواز سخت کڑک کی طرح ہوگی۔ ان کی آنکھیں برق خاطف ہوں گی۔ وہ زمین کو اپنے دانتوں سے کھودیں گے پھر وہ تجھے بٹھا دیں گے جب کہ تو گھبرایا ہوگا، وہ تجھے ڈرائیں گے؟ حضرت عمر نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں اس دن بھی اسی طرح ہوں گا جیسا آج ہوں؟ فرمایا ہاں۔ عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کے اذن سے میں ان کے سامنے آپ کے بارے صحیح جواب دوں گا۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میت اپنے دوست واحباب کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ واپس جانے لگتے ہیں۔ پھر وہ بیٹھتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ میرا رب ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے الاسلام۔ پھر پوچھا جاتا ہے تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے محمد ﷺ۔ پھر پوچھا جاتا ہے تیرا علم کیا تھا؟ وہ کہتا ہے میں نے آپ ﷺ کو پہچانا، آپ پر ایمان لایا اور جو آپ کتاب لائے اس کی تصدیق کی۔ پھر اس کے لیے حد نظر تک قبر وسیع کر دی جاتی ہے اور اس کی روح کو مومنین کی ارواح میں رکھا جاتا ہے۔

طبرانی نے الاوسط میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ دو فرشتے جو قبر میں آتے ہیں ان کے نام منکر نکیر ہیں۔ (1)

امام احمد، ابن ابی الدنیا، طبرانی الآجری (الشریعہ میں) اور ابن عدی رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر میں فتنہ میں مبتلا کرنے والوں کا ذکر کیا، تو حضرت عمر نے عرض کی: کیا ہماری عقلیں لوٹ آئیں گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں بالکل آج کی طرح۔ حضرت عمر نے فرمایا: اس کے منہ میں پتھر۔ (2)

امام ابن ابی داؤد نے البعث میں، حاکم نے تاریخ میں اور بیہقی نے عذاب القبر میں حضرت عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تیری کیا حالت ہوگی جب تو چار ہاتھ گہری اور دو ہاتھ چوڑی قبر میں ہو گا اور تو منکر اور نکیر کو دیکھے گا؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! منکر نکیر کیا ہیں؟ فرمایا قبر کے دو فتنہ میں مبتلا کرنے والے وہ زمین کو اپنے دانتوں سے کریدتے ہیں، اپنے بالوں کو روندتے ہیں (یعنی ان کے لمبے بال ہوں گے)، ان کی آواز سخت کڑک کی طرح ہے، ان کی آنکھیں برق خاطف کی طرح ہیں ان کے پاس اتنا بھاری گرز ہوتا ہے، اگر سارے اہل زمین جمع ہو جائیں تو پھر بھی اسے نہ اٹھا سکیں لیکن ان دو فرشتوں پر اس کا اٹھانا میری اس لاٹھی سے بھی آسان ہے، وہ تجھے آزمائیں گے۔ اگر تو نے صحیح جواب نہ دیا تو تجھے وہ اس گرز کے ساتھ ماریں گے تو تو راکھ ہو جائے گا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں اس وقت اسی حالت پر ہوں گا؟ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کی پھر تو میں انہیں آپ کے متعلق صحیح جواب دوں گا۔

1۔ معجم اوسط، جلد 3، صفحہ 339، مکتبۃ المعارف الریاض 2۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 172، دار صادر بیروت

امام ترمذی، ابن ابی الدنیا، ابن ابی عاصم، الآجری اور البیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کے رنگ کالے اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں تو اس شخصیت کے بارے کیا کہتا تھا۔ وہ کہتا ہے وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے (برگزیدہ) بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ فرشتے کہتے ہیں ہم جانتے تھے کہ تو یہی کہے گا پھر اس کے لیے قبر ستر ہاتھ لمبی اور ستر ہاتھ چوڑی کر دی جاتی ہے پھر اس کے لیے قبر میں نور بھر دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے سو جا۔ وہ کہتا ہے میں اپنے اہل وعیال کے پاس واپس جاتا ہوں کہ انہیں اپنی کامیابی کی خبر دوں۔ فرشتے کہتے ہیں تو سو جا جس طرح دلہن سوتی ہے۔ جسے گھر والوں میں سے صرف محبوب ترین فرد ہی جگاتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اسی ٹھکانہ سے اٹھائے گا۔ اگر میت منافق ہو تو وہ کہتا ہے میں لوگوں کو جو کہتے ہوئے سنتا تھا وہی کہتا تھا۔ میں نہیں جانتا۔ وہ فرشتے کہتے ہیں ہم جانتے تھے تو یہی کہے گا۔ زمین کو حکم ہوتا ہے کہ اس پر مل جا۔ پس اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔ اسے اسی طرح قبر میں عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اسی جگہ سے اٹھائے گا۔(1)

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا: اس وقت تیری کیا حالت ہوگی جب تو منکر اور نکیر کو دیکھے گا؟ حضرت عمر نے پوچھا منکر نکیر کیا ہیں؟ فرمایا قبر میں فتنہ میں ڈالنے والے، ان کی آواز سخت کڑک کی طرح ہے، ان کی آنکھیں اچک لینے والی بجلی کی طرح ہیں، وہ اپنے بالوں میں چلتے ہیں، وہ اپنے دانتوں سے زمین کھودتے ہیں اور ان کے ساتھ ایک لوہے کا ڈنڈا ہوتا ہے، اگر تمام اہل زمین جمع ہو جائیں تو اسے نہ اٹھا سکیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم قبور میں فتنوں میں مبتلا کیے جاتے ہو پوچھا جاتا ہے تمہارا اس شخص کے بارے کیا علم ہے؟ مومن یا موقن کہتا ہے وہ محمد ﷺ ہیں ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہم نے ان کی بات کو تسلیم کیا اور ہم نے آپ کی اتباع کی۔ کہا جاتا ہے ہمیں معلوم تھا کہ تو مومن پھر صالح تھا۔ رہا منافق یا مرتاب (شک کرنے والا) تو وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا میں لوگوں سے کچھ سنتا تھا پس میں وہی کہتا تھا۔(2)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب انسان کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اگر وہ مومن ہو تو اس کا عمل اسے گھیر لیتا ہے فرشتہ نماز کی طرف سے آتا ہے تو نماز اسے لوٹا دیتی ہے، اسی طرح روزے کی طرف سے آتا ہے تو وہ اسے لوٹا دیتا ہے پس وہ فرشتہ اسے ندا دیتا ہے کہ بیٹھ جا وہ بیٹھ جاتا ہے۔ وہ اس سے یہ پوچھتا ہے تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے یعنی نبی کریم ﷺ۔ آدمی پوچھتا ہے کون سا شخص؟ فرشتہ کہتا ہے محمد ﷺ، وہ کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے تجھے یہ کیسے معلوم ہوا؟ اور تو نے یہ کیسے علم حاصل کیا۔ انسان کہتا

1۔ سنن ترمذی، کتاب الجنائز، جلد 3، صفحہ 383 (1071)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 16 (24)، دمشق

ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔فرشتہ کہتا ہے تو اسی (ایمان پر) زندہ رہا، اسی پر تیرا وصال ہوا اور اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا۔ اگر وہ فاجر یا کافر ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے پاس آتا ہے تو فرشتہ اس کے درمیان اور اپنے درمیان کوئی چیز (نماز، روزہ) نہیں پاتا۔ وہ اسے بٹھا دیتا ہے اور کہتا ہے تو اس شخص کے بارے کیا کہتا ہے: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا، لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنتا تھا پس وہی کہتا تھا، فرشتہ اسے کہتا ہے اسی پر تو زندہ رہا، اسی پر تو مرا اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا۔ پھر اس پر قبر میں ایک جانور مسلط کیا جاتا ہے جس کے پاس ایک کوڑا ہوتا ہے جس کی گانٹھ انگارہ ہوتی ہے جس طرح اونٹ کی کوہان ہوتی ہے وہ (اس طرح وہ بلند ہوتی ہے) اسے مارے گا جتنا اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اس کی آواز کو نہ سنے گا تا کہ وہ اس پر رحم کرے۔(1)

امام احمد اور بیہقی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: ایک یہودی عورت میرے دروازے پر کھانا طلب کرنے کے لیے آئی تو اس نے کہا مجھے کھانا کھلاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں دجال کے فتنہ سے اور عذاب قبر کے فتنہ سے بچائے۔ میں اس عورت کو روکے ہوئے تھی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ یہ یہودی عورت کیا کہتی ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا کہتی ہے؟ میں نے کہا یہ کہتی ہے اللہ تعالیٰ تمہیں دجال کے فتنہ سے اور عذاب قبر کے فتنہ سے بچائے۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور اللہ تعالیٰ سے دجال کے فتنہ اور عذاب قبر کے فتنہ سے بچنے کی دعا کرنے لگے۔ پھر فرمایا دجال کا فتنہ اس سے ہر نبی نے اپنی امت کو ڈرایا ہے۔ میں بھی تمہیں اس سے ایسی بات کے ساتھ ڈراتا ہوں جو پہلے کسی نبی نے اپنی امت سے بیان نہیں کی ہے وہ کانا ہے، اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے۔ ہر مومن اسے پڑھ لے گا۔ اور رہا فتنۃ القبر تو میری وجہ سے تمہاری آزمائش ہوگی اور میرے متعلق تم سے سوال ہوگا۔ اگر انسان نیک اور صالح ہوگا تو اسے قبر میں بغیر کسی گھبراہٹ اور بغیر کسی فتنہ کے قبر میں بٹھایا جائے گا۔ پھر اسے کہا جائے گا: تو کس دین پر تھا؟ وہ کہے گا میں اسلام پر تھا۔ پھر پوچھا جائے گا: وہ شخص کیسا تھا جو تمہارے درمیان تھا؟ وہ کہے گا وہ محمد اللہ کے رسول تھے، ہمارے پاس اللہ کی طرف سے نشانیاں لائے تھے، پھر اس کے لیے آگ کی طرف سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی۔ وہ اس میں دیکھے گا کہ آگ کا بعض بعض کو توڑ رہا ہے۔ اسے کہا جائے گا اس مقام کو دیکھ جس سے اللہ تعالیٰ نے تجھے بچا لیا ہے۔ پھر اس کے بعد جنت کی طرف کھڑکی کھولی جائے گی۔ وہ اس کی رونق اور جو کچھ اس میں ہے اس کو ملاحظہ کرے گا پھر ارشاد ہوگا جنت میں یہ تیرا ٹھکانہ ہے کہا جائے گا تو یقین پر تھا اسی پر تیرا وصال ہوا اور ان شاء اللہ تجھے اس پر اٹھایا جائے گا۔ اگر برا انسان ہوگا تو اسے قبر میں بٹھایا جائے گا تو وہ گھبرایا ہوا فتنہ میں مبتلا ہوگا، اسے کہا جائے گا تو کس دین پر تھا؟ وہ کہے گا میں لوگوں سے کچھ سنتا تھا جو وہ کہتے تھے میں بھی ویسا ہی کہتا تھا پھر اس کے لیے پہلے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جائے گی۔ وہ اس کی رونق اور جو اس میں ہے سب کا ملاحظہ کرے گا پھر اسے کہا جائے گا دیکھ اس مقام کو جو اللہ تعالیٰ نے تجھ سے جدا کر دیا ہے پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف کھڑکی کھولی جائے گی۔ وہ اس کی طرف دیکھے گا کہ آگ کا بعض بعض کو توڑ رہا ہے۔ کہا جائے گا شک پر زندگی گزارنے کی وجہ سے دوزخ میں سے یہ تیرا ٹھکانہ ہے۔ اسی شک پر تیری موت واقع ہوئی اور ان شاء اللہ اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا۔(2)

1۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 352، دار صادر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 139

امام احمد نے الزہد میں، ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مردے اپنی قبروں میں سات دن تک فتنہ میں ڈالے جاتے ہیں، وہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی طرف سے ان دنوں میں کھانا کھلایا جائے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی مصنف میں حضرت الحارث بن ابی الحرث عن عبید بن عمیر کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مومن اور منافق دونوں آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں، مومن سات دنوں تک آزمائش میں رہتا ہے اور منافق چالیس دنوں تک آزمائش میں ہوتا ہے

امام ابن شاہین نے السنۃ میں راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ فرماتے تھے: تم اپنی حجت کو سیکھو کیونکہ تم سے سوال کیا جائے گا حتی کہ انصار میں سے کسی پر موت کا وقت قریب آتا تو گھر والے اسے ان قبر کے سوالات و جوابات کی وصیت کرتے تھے، بچہ جب عقل مند ہوتا تو اسے کہتے تھے کہ جب فرشتے تم سے پوچھیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تو تو کہہ اللہ میرا رب ہے، تیرا دین کیا ہے؟ تو تو کہہ اسلام میرا دین ہے، تیرا نبی کون ہے؟ تو کہہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی اپنے صحابی کو دفن کر کے فارغ ہوتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہتے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ نَزَلَ بِكَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزِلٍ بِہٖ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبِہٖ، وَافْتَحْ اَبْوَابَ السَّمَاءِ لِرُوْحِہٖ وَاقْبَلْہُ مِنْكَ بِقُبُوْلٍ حَسَنٍ وَثَبِّتْ عِنْدَ الْمَسَائِلِ مَنْطِقَہٗ۔'' اے اللہ یہ تیری بارگاہ میں حاضر ہے، تو اس کو بہتر جگہ عطا فرمانے والا ہے۔ اس کے پہلو سے زمین کو جدا کر دے، اس کی روح کے لیے آسمان کے دروازے کھول دے اور اس کو اپنی بارگاہ میں عمدہ قبولیت کے ساتھ قبول فرمالے اور سوالات کے وقت اس کی زبان کو ثابت رکھ''۔

امام ابوداؤد، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے جس میں آدمی کو اس وقت دفن کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا مانگو کیونکہ اب اس سے سوالات ہو رہے ہیں۔(2)

امام سعید بن منصور نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب قبر پر مٹی برابر کر دی جاتی تھی تو رسول اللہ ﷺ قبر پر کھڑے ہوتے تھے اور یہ کہتے تھے: اے اللہ! ہمارا ساتھی تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہے، اس نے دنیا کو اپنے پیچھے چھوڑا ہے، اے اللہ! سوالات کے وقت اس کی زبان کو ثابت رکھ اور اس کو قبر میں ایسے فتنہ میں مبتلا نہ کر جس کی یہ طاقت نہ رکھتا ہو۔

امام طبرانی اور ابن مندہ نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی فوت ہو جائے پھر اس پر مٹی برابر کر دو تو تم میں سے کوئی ایک اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہونا چاہیے اور اسے یہ کہنا چاہیے: یا فلاں ابن فلانہ کیونکہ وہ سنتا ہے لیکن جواب نہیں دیتا، پھر کہے یا فلاں ابن فلانہ کیونکہ وہ سیدھا بیٹھا ہوتا ہے پھر کہے یا فلاں ابن فلانہ کیونکہ وہ کہتا ہے اِرْشِدْنَا رَحِمَكَ اللّٰہُ'' ہماری راہنمائی فرما اللہ تجھ پر رحم کرے'' لیکن لوگ اس بات کا شعور نہیں

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 4، صفحہ 4 2۔ مستدرک حاکم، کتاب الجنائز، جلد 1، صفحہ 526 (1372)، دارالکتب العلمیہ بیروت

رکھتے۔ اسے یہ کہنا چاہیے یاد کرو شہادت جس پر رہ کر دنیا چھوڑ چلا ہے یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ تو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی تھا، اسلام کے دین ہونے پر خوش تھا اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر خوش تھا اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔ منکر نکیر میں سے ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتا ہے اور کہتا ہے ہم اس کے پاس چلیں جس کو حجت تلقین کی گئی ہے، پس اس کی حجت ان دونوں کے پیچھے ہوتی ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اگر میت کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو پھر کیسے پکارا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا پھر اس کی نسبت حضرت حواء کی طرف کی جائے فلاں ابن حواء۔ (1)

امام ابن مندہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب میں مر جاؤں اور تم مجھے دفن کر دینا تو کوئی شخص میرے سرہانے کھڑا ہو کر یہ کہے: اے صدی بن عجلان! دنیا میں جس شہادت پر قائم تھا اس کو یاد کر (یعنی) شَهَادَةُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

امام سعید بن منصور نے حضرت راشد بن سعد، ضمرہ بن حبیب اور حکیم بن عمیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب میت پر مٹی ڈالی جائے اور لوگ واپس آنے لگیں تو میت کو قبر کے پاس کھڑے ہو کر اس طرح تلقین کرنا مستحب ہے یا فلاں تو یہ تین مرتبہ کہہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اے فلاں! تو کہہ میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد ﷺ ہے پھر وہ واپس آجائے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگ قبر میں میت کو رکھنے کے بعد یہ کہنا پسند کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اَعِذْهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت سفیان الثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب میت سے سوال کیا جاتا ہے من ربک تو اسے شیطان ایک شکل میں دکھائی دیتا ہے اور اسے اپنی طرف اشارہ کرتا ہے میں تیرا رب ہوں۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ کیا وجہ ہے کہ شہید کے علاوہ سب مومن قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہید کے سر پر تلواروں کی چمک بطور فتنہ کفایت کرتی ہے۔ (2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک اشعری شخص نے رسول اللہ ﷺ کی سات سال خدمت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا ہم پر حق ہے۔ اسے بلاؤ، وہ ہم سے اپنا کوئی مطالبہ کرے، صحابہ کرام نے اس شخص کو بلایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی کوئی حاجت پیش کر۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ مجھے صبح تک اجازت دیں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استخارہ کرلوں۔ جب صبح ہوئی تو پھر آپ ﷺ نے اسے بلایا۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ سے قیامت کے روز شفاعت کا سوال کرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ۔ فرمایا اپنے نفس پر کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کر۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت میمون بن ابی شبیب رضی اللہ عنہ سے راوی کیا ہے فرماتے ہیں:

1۔ مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، جلد 3، صفحہ 66، دار الفکر بیروت
2۔ سنن نسائی، باب الشہید، جلد 4، صفحہ 99، دار الحدیث القاہرہ

حجاج کے زمانہ میں میں نے جمعہ پڑھنے کا ارادہ کیا۔ میں نے جانے کی تیاری کی تو مجھے خیال آیا میں کہاں نماز پڑھنے جا رہا ہوں اور کس کے پیچھے نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔ میں جانے اور نہ جانے کی کشمکش میں تھا کہ گھر کے ایک جہت سے آواز آئی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (الجمعہ:9) میمون فرماتے ہیں ایک دفعہ میں ایک کتاب لکھ رہا تھا تو میرے سامنے ایک ایسی چیز آئی کہ اگر میں اسے لکھ دیتا تو وہ میری کتاب کے لیے زینت بن جاتی جب کہ میں نے جھوٹ بولا ہوتا۔ اور اگر میں اسے ترک کر دیتا تو وہ میری کتاب میں قدح کا باعث ہوتی جب کہ میں سچا ہوتا۔ میں بھی خیال کرتا کہ لکھ دوں۔ پھر خیال آتا کہ نہ لکھوں۔ میں نے اسے نہ لکھنے کا پروگرام طے کر لیا پھر گھر کے ایک طرف سے آواز آئی، یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ؕ وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآىِٕبَیْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

”کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہوں نے بدل دیا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ناشکری سے اور اتارا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں (یعنی دوزخ میں) جھونکے جائیں گے اس میں اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے اور بنا لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے مدمقابل تاکہ بھٹکا دیں (لوگوں کو) اس کی راہ سے۔ آپ (انہیں) فرمائیے (کچھ وقت) لطف اٹھا لو، پھر یقیناً تمہارا انجام آگ کی طرف ہے آپ فرمائیے میرے بندوں کو جو ایمان لائے ہیں کہ وہ صحیح صحیح ادا کیا کریں نماز اور خرچ کیا کریں اس سے جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ۔

اس سے پیشتر کہ آجائے وہ دن جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو اور اتارا بلندی سے پانی پھر پیدا کیے اس پانی سے پھل تمہارے کھانے کے لیے اور اس نے مسخر کر دیا تمہارے لیے کشتی کو تاکہ وہ چلے سمندر میں اس کے حکم سے اور تابع فرمان کر دیا تمہارے لیے دریاؤں کو اور مسخر کر دیا تمہارے لیے آفتاب و مہتاب کو جو برابر چل رہے ہیں اور مسخر کر دیا تمہارے لیے رات اور دن کو اور عطا فرمایا تمہیں ہر اس چیز سے جو تم نے اس سے سوال کیا۔ اور اگر تم گننا چاہو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تو تم ان کا شمار نہیں کر سکتے۔ بے شک انسان بہت زیادتی کرنے والا از حد ناشکرا ہے"۔

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، بخاری، نسائی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس سے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا الخ کے تحت روایت کیا ہے: یہ تبدیل کرنے والے اور ناشکرے کفار مکہ ہیں۔(1)

امام بخاری (نے اپنی تاریخ میں)، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں تبدیل کرنے والوں اور ناشکروں سے مراد بنومغیرہ اور بنوامیہ ہیں۔ بنومغیرہ کا بدر کی جنگ میں تم نے کام تمام کر دیا اور بنوامیہ کو کچھ عرصہ تک لطف اندوز ہونے دیا گیا۔(2)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عباس سے کہا: اے امیر المومنین! اس آیت کریمہ میں کون لوگ مراد ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: اس سے قریش کے دو فاجر ترین قبائل مراد ہیں، میرے ماموں اور تمہارے چچے، میرے ماموؤں کو اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز تہس نہس کر دیا اور تمہارے چچوں کو کچھ عرصہ مہلت دی گئی۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ، حاکم رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں قریش کے دو فاجر قبیلے مراد ہیں یعنی بنوامیہ اور بنومغیرہ۔ بنومغیرہ کی اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز نسل ہی ختم کر دی اور بنوامیہ کو کچھ عرصہ لطف اندوز ہونے دیا گیا۔(3)

امام عبد الرزاق، الفریابی، النسائی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری (نے المصاحف میں) ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابوالطفیل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن الکواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ کفار کے فاجر لوگ ہیں، جن کی بدر کی جنگ میں میں نے سرکوبی کی، فرمایا اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الکہف: 104) "یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیوی زندگی کی آرائشی میں کھوگئی) سے مراد اہل حروراء (یعنی خارجی لوگ) ہیں"۔(4)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: بنوامیہ اور بنومخزوم ابوجہل کا گروہ ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 262، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 260 3۔ ایضاً

4۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 246، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ارطاۃ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے سنا کہ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا سے مراد قریش کے علاوہ دین سے بری لوگ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی حسین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا کوئی مجھ سے قرآن کی تفسیر پوچھنے والا نہیں؟ اللہ کی قسم! اگر کسی کو میں آج جانتا ہوتا کہ وہ مجھ سے قرآن کا زیادہ عالم ہے اور وہ سمندروں سے پار ہوتا تو میں اس کے پاس جاتا۔ عبداللہ بن الکواء رضی اللہ عنہ اٹھے اور پوچھا: اس آیت میں کون لوگ مراد ہیں اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا فرمایا مشرکین قریش ان کے پاس ایمان کی نعمت پہنچی لیکن انہوں نے اپنی قوم کے لیے ہلاکت کے گھر کو بدلا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، حاکم رحمہم اللہ (نے الکنی میں) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ کفار قریش ہیں جو جنگ بدر میں قتل کیے گئے۔(1)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں جنگ بدر کے مشرکین مراد ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں حضرت نافع عن ابن عمر کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں وہ کفار قریش مراد ہیں جو جنگ بدر میں قتل کیے گئے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ان قریشیوں کے متعلق نازل ہوئی جو جنگ بدر میں قتل کیے گئے۔ بدلنے والے قریش تھے اور نِعْمَتَ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔(2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ سے اس آیت کے ضمن میں روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم یہ بیان کرتے تھے کہ اس آیت سے مراد اہل مکہ ہیں، ابوجہل اور اس کے ساتھی جن کو اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں غارت کیا۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد جبلہ بن ایہم اور اس کے متبعین عرب ہیں جو روم چلے گئے تھے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ یعنی جو ان کے اطاعت شعار ان کی قوم میں سے تھے انہیں ہلاکت کے گھر میں اتارا۔(4)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ دَارَ الْبَوَارِ سے مراد دوزخ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آگے خود ہی اس کی وضاحت فرمائی اور تجھے بیان کیا کہ اس سے مراد جہنم ہے۔(5)

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا کے تحت روایت کیا ہے کہ ان کا گھر آخرت میں جہنم ہوگا۔(6)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 261 | 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 263 | 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 264 | 5۔ ایضاً | 6۔ ایضاً

عبد بن حمید، ابن المنذر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے خدا کے شریک ٹھہرائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو رزین رحمہ اللہ سے قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ کے تحت روایت کیا ہے کہ تم اپنی موت تک لطف اندوز ہوتے رہو۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ دنیا میں بیوع اور دوستیاں ہیں جن کے ساتھ وہ دنیا میں (برادریاں) اور دوستیاں قائم کرتے ہیں۔ پس انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی اختیار کر رہا ہے اور کس سے سنگت بنا رہا ہے۔ اگر تو وہ دوستی رضاء الٰہی کے لیے ہے تو وہ اس کو ہمیشہ قائم رکھے۔ اور اگر اسکے علاوہ کوئی اور مقصد ہے تو پھر اسے جان لینا چاہیے کہ دنیا کی دوستی قیامت کے روز دشمنی میں بدل جائے گی سوائے متقین کی دوستی کے۔ (1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ کے تحت روایت کیا ہے: ہر شہر کے ساتھ تمہارے لیے دریا مسخر کر دیئے ہیں۔ (2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ اس کا مطلب یہ ہے کہ سورج اور چاند اطاعت الٰہی میں برابر چل رہے ہیں۔ (3)

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ رحمہما اللہ (نے العظمہ میں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سورج چھوٹی نہر کی مانند ہے، وہ دن کے وقت اپنے فلک میں آسمان میں چلتا ہے پھر جب غروب ہوتا ہے تو رات کے وقت زمین کے نیچے اپنے فلک میں چلتا ہے حتیٰ کہ پھر مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ یہی کیفیت چاند کی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ فرماتے ہیں ہر وہ چیز جس کا تم نے اس سے سوال کیا وہ اس نے تمہیں عطا فرما دی۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ (4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ چیز جس کا تم نے سوال کیا اور جس کا تم نے سوال نہیں کیا وہ تمہیں عطا فرما دی۔ (5)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت طلق بن حبیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا حق اتنا بھاری ہے کہ بندوں کے لیے اس کی ادائیگی ممکن نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بندوں کے شمار سے بھی زیادہ ہیں۔ لیکن بندے صبح شام توبہ کرنے والے ہو جائیں۔ (6)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت بکر بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب بھی کوئی بندہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 266 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 267
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 268 6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 269

الحمد للہ کہتا ہے، اس پر الحمد للہ کہنے کی وجہ سے ایک نعمت واجب ہو جاتی ہے۔ پوچھا اس نعمت کی جزا کیا ہے؟ فرمایا اس کی جزا یہ ہے کہ وہ پھر الحمد للہ کہے۔ پھر اسے ایک دوسری نعمت ملے گی پس یہ نعمتوں کا سلسلہ ختم ہی نہیں ہوگا۔ (1)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے الشعب میں حضرت سلیمان التیمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی شان کے لائق انعام فرماتا ہے اور انہیں شکر کا مکلف ان کی طاقت کے مطابق کرتا ہے۔ (2)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت بکر بن عبد اللہ المزنی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اے ابن آدم! اگر تو اپنے اوپر کی گئی نعمتوں کی مقدار پہچاننا چاہتا ہے تو اپنی آنکھوں کو بند کر۔ (3)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے صرف اپنے اوپر کھانے اور پینے کی نعمتوں کو ہی جانا اس کا علم کم ہے اور اس کا عذاب قریب ہے۔ (4)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں کی کہ اس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی پہچان کرادی۔ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بندوں کے لیے آخرت میں اس طرح لازم ہے جس طرح دنیا میں پانی۔ (5)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ کا اہل جہنم پر بھی احسان ہے۔ اگر وہ چاہتا کہ انہیں آگ سے بھی شدید عذاب دے تو وہ انہیں عذاب دے سکتا تھا۔ (6)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے محمد بن صالح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کسی عالم نے یہ آیت کریمہ جب تلاوت فرمائی وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا تو فرمایا پاک ہے وہ ذات جس نے نعمت کی معرفت سے تقصیر کو معرفت بنایا جیسے اس نے کسی کے لیے ادراک کو غیر ادراک سے زیادہ علم قرار نہیں دیا اور اپنی نعمت کی معرفت سے تقصیر کو شکر قرار دیا جیسا کہ اس نے اس کی عدم معرفت کے اعتراف کو شکر قرار دیا اور اسی کو ایمان قرار دیا کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ بندے اس سے آگے تجاوز نہیں کر سکتے۔ (7)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ایوب القرشی مولی بنی ہاشم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی! اے میرے پروردگار! مجھے اپنی وہ ادنی سے ادنی نعمت بتا جو تو نے مجھ پر کی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: اے داؤد! سانس پر سانس لینا۔ فرمایا یہ میری تجھ پر ادنی نعمت ہے۔ (8)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک عابد نے اللہ تعالیٰ کی پچاس سال عبادت کی، اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تجھے بخش دیا ہے۔ اس نے عرض کی: یارب! تو نے میرا کیا معاف کیا ہے؟ میں نے تو گناہ ہی نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی گردن میں ایک رگ میں تکلیف جاری فرما دی جس کی وجہ سے نہ وہ

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 99، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 138، (4578)
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 112، (4465)
4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 113، (4467)
5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 119 (4500)
6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 138، (4577)
7۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 152 (4624)
8۔ ایضاً (4623)

سو یا اور نہ نماز ادا کی پھر اسے سکون ملا تو وہ رات بھر سو یا رہا، اس نے اس تکلیف کی شکایت کی اور کہا کہ مجھے یہ رگ کی تکلیف کیوں ہوئی ہے؟ فرشتے نے کہا: تیرا رب فرماتا ہے کہ تیری پچاس سال کی عبادت اس رگ کے سکون کے برابر ہے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ظُلْمِيْ وَ كُفْرِيْ۔ اے اللہ میرے ظلم اور ناشکری کو معاف فرما دے۔ کسی نے کہا اے امیر المومنین! یہ ظلم اور یہ کفر ہے؟ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۶﴾

”اور (اے حبیب) یاد کرو جب عرض کی ابراہیم نے کہ اے میرے رب بنا دے اس شہر کو امن والا اور بچا لے مجھے اور میرے بچوں کو کہ ہم پوجا کرنے لگیں بتوں کی اے میرے پروردگار! ان بتوں نے تو گمراہ کر دیا بہت سے لوگوں کو، پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی (تو اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے) بے شک تو غفور رحیم ہے“۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ الآیہ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا آپ کی اولاد کے بارے قبول فرمائی۔ آپ کی دعا کے بعد آپ کی اولاد میں سے کسی نے بت کو معبود نہیں بنایا اور اس شہر کو امن والا بنایا اور اس شہر (مکہ) والوں کو پھلوں سے رزق عطا فرمایا اور ان کو امام بنایا اور آپ کی اولاد کو نمازی بنایا اور آپ کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا، آپ کو مناسک حج سکھائے اور خصوصی نظر کرم فرمائی۔ (2)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں هن ضمیر کا مرجع الْاَصْنَامَ ہیں۔ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ فرماتے ہیں: حضرت خلیل علیہ السلام کے اس قول کو سنو، اللہ کی قسم! نہ تو وہ لوگ لعنت کرنے والے تھے اور نہ طعن کرنے والے تھے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے بندوں میں برے ترین لوگ لعنت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ (المائدہ) ”اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے (اور) بڑا دانا ہے“۔ (3)

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 151 (4622) 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 270، داراحیاء التراث العربی بیروت

3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 71-270

فرمایا: میں نے عربوں کے لیے دعا کی تو میں نے کہا: اے اللہ! جوان میں سے تیری ملاقات کرے جب کہ وہ مومن ہو، تجھ پر یقین رکھنے والا ہو تیری ملاقات کی تصدیق کرنے والا ہو تو اسے زندگی میں ہی بخش دے۔ یہ ہمارے باپ ابراہیم کی دعا ہے اور قیامت کے روز حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور اس دن میرے جھنڈے کے قریب ترین لوگ عرب ہوں گے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس انصار کے چھ آدمیوں کا ایک گروہ آیا، نبی کریم ﷺ جمرۃ العقبہ کے پاس ان کے لیے بیٹھے پھر آپ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت اور دین کی مدد کرنے کی دعوت دی۔ انصار نے نبی کریم ﷺ سے وحی سننے کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے سورۂ ابراہیم کی یہ آیات پڑھیں: وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ الخ۔ لوگوں نے جب یہ آیات سنیں تو جھک گئے اور ڈر گئے اور جو کچھ آپ ﷺ نے سنایا اسے قبول کیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابراہیم التیمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم کے اس قول وَّاجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ کے بعد آزمائش سے کون محفوظ ہوسکتا ہے۔(1)

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم کی اس دعا کی برکت سے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے کوئی بھی بتوں کی عبادت نہیں کرتا تھا، پوچھا گیا کہ اس دعا میں حضرت اسحٰق کی اولاد اور باقی تمام اولاد ابراہیم کیسے داخل نہیں ہے؟ فرمایا آپ نے اس شہر (مکہ) والوں کے لیے دعا فرمائی کہ وہ بتوں کی عبادت نہ کریں اور ان کے لیے امن کی دعا فرمائی۔ آپ نے کہا اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا اپنے تمام شہروں کے لیے دعا نہیں مانگی تھی۔ آپ نے دعا کی وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ اس دعا میں آپ نے اہل مکہ کو ہی خاص فرمایا۔ عرض کی: رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ الخ۔

رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ۳۷

”اے ہمارے رب! میں نے بسا دیا ہے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں، اے ہمارے رب! یہ اس لیے تاکہ وہ قائم کریں نماز پس کردے لوگوں کے دلوں کو کہ وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے پھلوں سے تاکہ وہ (تیرا) شکر ادا کریں“۔

امام الواقدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے عامر بن سعد عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت سارہ علیہ السلام حضرت ابراہیم کے عقد نکاح میں تھیں۔ کچھ عرصہ گزر گیا لیکن اولاد نہ ہوئی۔ جب حضرت سارہ نے دیکھا کہ میرے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 270

بطن سے حضرت ابراہیم کی اولاد نہیں ہورہی تو انہوں نے اپنی لونڈی حضرت ہاجرہ، حضرت ابراہیم کو ہبہ کر دی۔ حضرت ہاجرہ قبطیہ لونڈی تھیں، ان کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت سارہ کو بشری تقاضا کے مطابق حضرت ہاجرہ پر غصہ آنے لگا اور ان پر آپ عتاب کرنے لگیں۔ آپ نے قسم اٹھا دی کہ میں اس کے تین اعضا کاٹوں گی۔ حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے فرمایا کہ تو اپنی قسم پوری کرنا چاہتی ہے؟ حضرت سارہ نے فرمایا: میں یہ قسم کیسے پوری کروں؟ فرمایا تو ہاجرہ کے کان چھید دے اور اس کا ختنہ کر دے۔ حضرت سارہ نے ایسا کر دیا۔ حضرت ہاجرہ نے اپنے کانوں کے سوراخوں میں بالیاں ڈال دیں تو انہوں نے حضرت ہاجرہ کے حسن میں مزید اضافہ کر دیا۔ حضرت سارہ نے کہا: شاید میں نے اس کے حسن میں اضافہ کر دیا ہے۔ حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم کو اس کے ساتھ نہ رہنے پر مجبور کیا تو اس سے حضرت ابراہیم کو انتہائی غصہ اور پریشانی لاحق ہوئی۔ حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ کو مکہ مکرمہ چھوڑ آئے اور آپ ملک شام سے ہر روز براق پر سوار ہو کر حضرت ہاجرہ کی ملاقات کے لیے جاتے تھے کیونکہ آپ کو ہاجرہ سے انتہائی محبت تھی اور اس کی جدائی پر صبر بہت کم تھا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے رَبَّنَاۤ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ کہ حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل اور آپ کی والدہ کو ٹھہرایا تھا۔ (1)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے عرض کی: فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ اگر آپ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ کہتے تو آپ پر ترک اور رومی بھیڑ کر دیتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ کہا اگر آپ اَفۡـئِدَةَ النَّاسِ کہتے تو فارس اور روم آپ پر بھیڑ کر دیتے۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحکم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے عکرمہ، طاؤس، عطاء بن ابی رباح سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: بیت اللہ شریف کی طرف لوگوں کے دل مائل ہیں، وہ اس کی طرف آتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کی مکہ مکرمہ کا حج کرنے کی خواہش ہے۔ (3)

عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر نے قتادہ سے تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ کا معنی تَنۡزِعُ اِلَیۡهِمۡ کیا ہے (ان کی طرف کھنچا چلا آنا)۔ (4)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن مسلم الطائف سے روایت کیا ہے: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم کے لیے دعا فرمائی اور کہا کہ اہل حرم کو پھلوں سے رزق عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے فلسطین سے الطائف کو نقل کر دیا۔ (5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الزہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شام کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات کو طائف میں رکھ دیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 275 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 276 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 277 5۔ ایضاً

سے مراد مکہ ہے جہاں اس وقت کوئی کھیتی باڑی نہیں تھی۔(1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر برائی سے پاک فرمایا، اس کو قبلہ بنایا اور اپنا حرم بنایا اور اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام نے اس کو اپنی اولاد کے لیے منتخب فرمایا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا۔ یہ وہ گھر ہے جس کے پہلے والی (طسم) کے لوگ تھے۔ انہوں نے اس میں نافرمانی کی، اس کی حرمت کو حلال سمجھا، پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ اے معاشر قریش! پھر تم اس کے والی ہو، پس تم اس میں نافرمانی نہ کرو اور اس کے حق کو خفیف نہ سمجھو اور اس کی حرمت کو حلال نہ جانو، اس میں ایک نماز دوسری جگہوں کی بنسبت لاکھ نماز سے افضل ہے اور اس میں گناہ کی بھی یہی کیفیت ہے۔(2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ لوگ مکہ میں رہائش کو پسند کریں۔(3)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے روایت کیا ہے کہ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اس طرح کہ جسم سے دل نکل کر وہاں پہنچنا چاہتا ہو، اسی وجہ سے ہر مومن کا دل کعبہ کی محبت سے معلق ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر ابراہیم علیہ السلام اَفۡئِدَۃَ النَّاسِ کہتے تو یہود، نصاریٰ اور تمام لوگ اس پر غالب آجاتے لیکن آپ نے اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ فرما کر مومنین کو خاص فرما دیا۔(4)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے یہ دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ بَارِکۡ لَھُمۡ فِیۡ صَاعِھِمۡ وَمُدِّھِمۡ وَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃَ النَّاسِ تَھۡوِیۡ اِلَیۡھِمۡ۔ اے اللہ! ان کے صاع اور مد میں برکت نازل فرما اور لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے۔

رَبَّنَاۤ اِنَّکَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِیۡ وَ مَا نُعۡلِنُ ؕ وَ مَا یَخۡفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ وَہَبَ لِیۡ عَلَی الۡکِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾ وَ لَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُہُمۡ لِیَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِیۡہِ الۡاَبۡصَارُ ﴿ۙ۴۲﴾ مُہۡطِعِیۡنَ مُقۡنِعِیۡ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 274 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 75-274 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 277 4۔ ایضاً

رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

''اے ہمارے رب! یقیناً تو جانتا ہے جو ہم (دل میں) چھپائے ہوئے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور کوئی چیز مخفی نہیں ہے اللہ تعالیٰ پر نہ زمین میں اور نہ آسمان میں سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے عطا فرمائے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحٰق (جیسے فرزند)۔ بلاشبہ میرا رب بہت سننے والا ہے دعاؤں کا میرے رب! بنادے مجھے نماز کو قائم کرنے والا اور میری اولاد کو بھی۔ اے ہمارے رب! میری یہ التجا ضرور قبول فرمالے ہمارے رب! بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ اور تم یہ مت خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ بےخبر ہے ان کرتوتوں سے جو یہ ظالم کر رہے ہیں، وہ تو انہیں صرف ڈھیل دے رہا ہے اس دن کے لیے جب کہ (مارے خوف کے) کھلی کی کھلی رہ جائیں گی آنکھیں بھاگم بھاگ جا رہے ہوں گے اپنے سر اٹھائے ہوئے ان کی پلکیں نہیں جھپکتی ہوں گی اور ان کے دل (دہشت سے) اڑے جا رہے ہوں گے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ کے تحت روایت کیا ہے کہ حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کی محبت جو ہم چھپائے ہوئے ہیں اور ان کے لیے جو جفا ہم ظاہر کرتے ہیں۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت اسماعیل کے بہت عرصہ بعد اسحٰق عطا فرمایا۔(2)

امام ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم کو ایک سو سترہ سال بعد اولاد کی بشارت دی گئی۔

امام ابن المنذر نے ابن جریج سے رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیشہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے کچھ لوگ فطرتاً اسلام پر رہیں گے اور قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الشعبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے دعا مانگی تھی وہ مجھے اپنے حصہ کے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب اور خوش کن ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، الخرائطی نے مساوی الاخلاق میں میمون بن مہران سے وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ مظلوم کے لیے باعث تسلی ہے اور ظالم کے لیے وعید ہے۔(3)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں لاولد شخص تھا، جب وہ بنی اسرائیل کے بچوں میں سے کسی بچے کو زیور پہنے ہوئے دیکھتا تو اسے دھوکہ دے کر گھر لے جاتا اور وہاں اسے قتل کر کے تہہ خانہ میں پھینک دیتا۔ ایسے ہی وہ مشغلہ میں تھا کہ اسے دو بچے نظر آئے جو آپس میں بھائی تھے اور دونوں نے زیور پہنے ہوئے تھے۔ اس نے دونوں کو اپنے گھر میں داخل کیا پھر انہیں قتل کیا اور تہہ خانہ میں پھینک دیا۔ اس شخص کی بیوی مسلمان تھی جو اسے اس فعل شنیع سے منع کرتی تھی۔ وہ اسے کہتی کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ کے انتقام سے ڈراتی ہوں۔ وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 273 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 278 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 279

کہتا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی فعل پر گرفت کرنی ہوتی تو مجھے فلاں دن گرفتار کر دیتا جس دن میں نے ایسا ایسا کیا تھا۔ بیوی اسے کہتی ابھی تیرا صاع نہیں بھرا جب تیرا صاع (پیمانہ) بھر جائے گا تو تو پکڑ لیا جائے گا۔ جب اس نے مذکورہ دونوں بچوں کو قتل کیا تو ان کا باپ ان کی تلاش میں نکلا لیکن اسے کوئی ایسا شخص نہ ملا جو ان کی خبر دیتا۔ وہ شخص بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے کسی نبی کے پاس آیا اور اپنے بچوں کی گمشدگی کا ذکر کیا۔ اس نبی کریم صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم نے انہیں فرمایا: کیا ان کے پاس کوئی کھلونا تھا جس کے ساتھ وہ کھیلتے تھے؟ ان کے والد نے کہا: ہاں ان کا ایک چھوٹا کتا تھا، اس نبی علیہ السلام نے اس کتے کے بچے کے سامنے اپنی انگوٹھی رکھی۔ پھر اسے چھوڑ دیا، اس شخص سے فرمایا: جس گھر میں یہ داخل ہوگا اس میں ان بچوں کی خبر ملے گی، وہ کتے کا بچہ سارے گھروں کے پاس سے گزرتا ہوا ایک گھر میں داخل ہوا، لوگ بھی اس کے پیچھے گھر میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے دونوں بچوں کو ایک اور بچے کے ساتھ مقتول پایا جن کو اس ظالم شخص نے تہہ خانہ میں پھینک دیا تھا۔ لوگ اس ظالم کو پکڑ کر اپنے نبی کے پاس لے گئے تو انہوں نے اسے سولی پر لٹکانے کا حکم دیا، جب وہ سولی کی لکڑیوں پر چڑھایا گیا تو اس کی بیوی آئی اور کہا: اے فلاں! میں تجھے اس دن سے ڈراتی تھی اور میں تجھے بار بار کہتی تھی کہ اللہ تعالیٰ تجھے چھوڑے گا نہیں اور تو کہتا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے پکڑنا ہوتا تو اس دن پکڑ لیتا جب میں نے ایسا ایسا کیا تھا اور میں نے تجھے یہ کہا تھا کہ ابھی تیرا صاع نہیں بھرا ہے۔ آج تیرا یہ صاع بھر چکا ہے۔(1)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ اس دن ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی پلکیں بھی نہ جھپکیں گی۔(2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مُهْطِعِیْنَ کا معنی اس طرح ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا ہے کہ آنکھ نہ جھپکے مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ اپنے سر اٹھائے ہوئے، آنکھیں کھلی ہوں گی اور وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ان کے دلوں میں کوئی خیر نہ ہوگی جیسے بے آب وگیاہ زمین ہوتی ہے۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: مُهْطِعِیْنَ کا معنی ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا ہے۔(4)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس کا معنی جلدی سے دوڑنا نقل کیا ہے۔(5)

امام ابن الانباری نے الوقف میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے مُهْطِعِیْنَ کا مطلب پوچھا تو ابن عباس نے فرمایا "المھطع" کہتے ہیں دیکھنے والے کو۔ شاعر نے اس معنی میں اس لفظ کو استعمال کیا ہے:

اِذَا دَعَانَا فَاَهْطَعْنَا لِدَعْوَتِهٖ　دَاعٍ سَمِیْعٌ فَلَفُّوْنَا وَ سَاقُوْنَا

پھر نافع نے پوچھا مجھے مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ کے متعلق بتایئے المقنع کون ہوتا ہے؟ ابن عباس نے فرمایا: اپنے سر کو اٹھانے

1۔ شعب الایمان، باب فی محوات الذنوب، جلد 5، صفحہ 462 (7294)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 279
3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 280,82,83,84
4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 280
5۔ ایضاً

والا۔ اسی معنی میں یہی لفظ کعب بن زہیر نے استعمال کیا ہے:

هجانٌ وَّ حُمْرٌ مُقْنِعاتٌ رُؤُوسها   واصفرُ مشمُولٌ مِن الزَّهرِ فاقعٌ

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے حضرت تمیم بن خدام رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مُهْطِعِيْنَ کا معنی خودسر بنانا ہے۔ جب انسان کی آنکھوں کے سامنے سے شرم اٹھ جائے تو عرب جمع کالفظ استعمال کرتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس آیت کا معنی اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ اپنے سر اٹھائے ہوئے ہوں گے اور وہ آئیں گے دراں حالیکہ وہ دیکھ رہے ہوں گے ٹکٹکی باندھ کر اور ان کے دل ان کے خوف سے ان کے حلق تک دھڑک رہے ہوں گے، ان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی جہاں ان کو قرار ملے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ یعنی ان میں کچھ بھی نہ ہوگا وہ ان کے سینوں سے نکلیں گے پھر ان کے حلقوں میں اٹک جائیں گے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ وہ پھٹے ہوئے ہوں گے انہیں کچھ یاد نہ ہوگا۔(2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگ اس طرح قبروں سے اٹھیں گے سر جھکا ہوگا اور دائیں ہاتھ کو سینے پر باندھا گیا ہوگا۔

وَ اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّ سَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ؕ﴿۴۷﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَ تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 285   2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 284

''(اے میرے نبی!) ڈرایئے لوگوں کو اس دن سے جب آئے گا ان پر عذاب تو بول اٹھیں گے ظالم، اے ہمارے رب! ہمیں مہلت دے تھوڑی دیر کے لئے ہم تیری دعوت پر لبیک کہیں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ (اے کافرو!) کیا تم قسمیں نہیں اٹھایا کرتے تھے اس سے پہلے کہ تمہیں یہاں سے کہیں جانا نہیں ہے۔ اور تم آباد تھے ان لوگوں کے (متروکہ) گھروں میں جنہوں نے ظلم کیے تھے اپنے آپ پر، اور یہ بات تم پر خوب واضح ہو چکی تھی کہ کیسا برتاؤ کیا تھا ہم نے ان کے ساتھ اور ہم نے بھی بیان کی تھیں تمہارے لئے (طرح طرح کی) مثالیں اور انہوں نے اپنی طرف سے بڑی فریب کاریاں کیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے مکر کا توڑ تھا اگرچہ ان کی چالیں اتنی زبردست تھیں کہ ان پر پہاڑ اکھڑ جاتے تھے تم یہ مت خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کرنے والا ہے اپنے رسولوں سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے (اور) بدلہ لینے والا ہے یاد کرو اس دن کو جب کہ بدل دی جائے گی یہ زمین دوسری (قسم کی) زمین سے اور آسمان بھی (بدل دیئے جائیں گے) اور سب لوگ حاضر ہو جائیں گے اللہ کے حضور میں (وہ اللہ) جو ایک ہے (اور) سب پر غالب ہے۔ اور تم دیکھو گے مجرموں کو اس روز کہ جکڑے ہوئے ہوں گے زنجیروں میں''۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَ اَنۡذِرِ النَّاسَ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ اے حبیب مکرم! آپ انہیں دنیا میں عذاب آنے سے پہلے ڈرایئے۔ (1)

امام ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یَوۡمَ یَاۡتِیۡہِمُ الۡعَذَابُ سے مراد قیامت کا دن ہے اور اَجَلٍ قَرِیۡبٍ سے مراد دنیا میں عمل کرنے کی مدت ہے۔ اَوَ لَمۡ تَکُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ اس آیت میں وَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ ۙ لَا یَبۡعَثُ اللّٰہُ مَنۡ یَّمُوۡتُ (النحل:38) کی طرف اشارہ ہے۔ مَا لَکُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ یعنی دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہونا نہیں ہے۔ (2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ دوزخی کہیں گے: رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ۙ نُّجِبۡ دَعۡوَتَکَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ تو جواب دیا جائے گا اَوَ لَمۡ تَکُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَکُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ ﴿ۙ۴۴﴾ وَّ سَکَنۡتُمۡ فِیۡ مَسٰکِنِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ وَ تَبَیَّنَ لَکُمۡ کَیۡفَ فَعَلۡنَا بِہِمۡ وَ ضَرَبۡنَا لَکُمُ الۡاَمۡثَالَ ﴿۴۵﴾ وَ قَدۡ مَکَرُوۡا مَکۡرَہُمۡ وَ عِنۡدَ اللّٰہِ مَکۡرُہُمۡ ؕ وَ اِنۡ کَانَ مَکۡرُہُمۡ لِتَزُوۡلَ مِنۡہُ الۡجِبَالُ۔ (3)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مَا لَکُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ کے تحت روایت کیا ہے: جس کیفیت میں تم تھے تم کہتے تھے کہ یہاں سے ہم نے ادھر نہیں جانا جس طرح تم کہتے ہو۔

ابن ابی حاتم نے السدی سے مَا لَکُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ تم کہتے تھے کہ مرنے کے بعد اٹھنا نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے وَّ سَکَنۡتُمۡ فِیۡ مَسٰکِنِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ یعنی تم قوم نوح، عاد، ثمود اور ان کے درمیان دوسری قومیں گزری ہیں، ان کے متروکہ مکانوں میں رہے جنہیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 286 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 87-286 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 287

ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیجا، کتابیں نازل فرمائیں، تمہارے لیے مثالیں بیان فرمائیں۔ ان تمام حقائق سے کوئی بہرہ ہی بہرہ رہ سکتا ہے۔ اور کوئی ازلی نامراد ہی خائب و خاسر ہو سکتا ہے پس اللہ کے حکم کو سمجھو۔ (۱)

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے وَسَكَنْتُمْ فِي مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ تم نے بھی ان کے اعمال کی طرح اعمال کیے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْاَمْثَالَ سے مراد الاشباہ ہیں۔ (2)

ابن جریر نے ابن عباس سے وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ اگرچہ ان کا مکر ایسا تھا کہ اس سے پہاڑ اکھڑ جاتے۔ (3)

امام ابن جریر، ابن الانباری رحمہما اللہ نے المصاحف میں حضرت الحسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: چار مقامات پر ان، ما کے معنی میں استعمال ہوا ہے (۱) وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ یعنی مَا مَكْرُهُمْ۔ (۲) لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ۝ یعنی مَا كُنَّا فَاعِلِيْنَ۔ (۳) اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ یعنی مَا كَانَ لِلرَّحْمٰنِ مِنْ وَّلَدٍ (۴) وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ۔ یعنی مَا مَكَّنَّاكُمْ فِيْهِ۔ (4)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مکر سے مراد شرک ہے اور یہ اس ارشاد کی مثل ہے: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ (مریم: 90) (5)

ابن جریر نے الضحاک سے وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ ارشاد اس آیت کی طرف ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا۝ (مریم) "اور کفار کہتے ہیں بنا لیا رحمٰن نے (فلاں کو اپنا) بیٹا۔ (اے کافرو!) یقیناً تم نے ایسی بات کی ہے جو سخت معیوب ہے، قریب ہے آسمان شق ہو جائیں اس (خرافات) سے اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ گر پڑیں لرزتے ہوئے"۔ (6)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت الحسن فرماتے ہیں، ان کا مکر و فریب جس سے پہاڑ اکھڑ جائیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اھون واصغر ہے۔

قتادہ فرماتے ہیں عبداللہ بن مسعود کے مصحف میں وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ تھا۔ اور قتادہ اس آیت کی تلاوت کے وقت بطور دلیل و وضاحت یہ آیت پڑھتے تھے تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ (مریم: 90) (7)

امام ابن حمید، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر رحمہم اللہ اس آیت کو وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ یعنی نون کے ساتھ پڑھتے تھے اور لتزول کو دوسرے لام کے رفع اور پہلے لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ (8)

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ پہلے لام کے کسرہ اور دوسرے لام کے فتحہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 287 | 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 288 | 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 292
4۔ ایضاً | 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 290 | 6۔ ایضاً
7۔ ایضاً | 8۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 289

کے ساتھ پڑھتے تھے۔ان کا مکر اس سے زیادہ کمزور ہے۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ یعنی دال کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابن المنذر، ابن الانباری نے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ وہ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ پڑھتے تھے۔

امام ابن الانباری نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ پڑھتے تھے۔

امام ابوعبید، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ پڑھتے تھے۔ اور ان کے نزدیک اس کی تفسیر یہ آیت ہے تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ (مریم:90) اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (مریم) کہ رحمٰن کا ایک بیٹا ہے۔

امام ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ وہ لِتَزُوْلَ کو پہلے لام کے فتحہ اور دوسرے لام کو رفع کے ساتھ پڑھتے تھے۔(1)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ پھر اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ایک جابر شخص تھا، کہنے لگا میں ابراہیم کی بات تسلیم نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں دیکھ لوں کہ آسمان میں کیا ہے۔ اس نے یہ آسمان پر چڑھنے کی مہم سر کرنے کے لیے چار گدھ کے بچے پکڑے۔ ان کو گوشت کھلانا شروع کر دیا حتی کہ وہ نوجوان ہو گئے اور طاقت ور بن گئے۔ اس نے ایک تابوت بنوایا جس میں دو آدمی بیٹھ سکتے تھے پھر اس نے تابوت کے درمیان میں ایک لکڑی لگائی پھر ان گدھوں کے پاؤں کیلوں کے ساتھ باندھ دیئے۔ کئی دنوں تک انہیں بھوکا رکھا پھر اس درمیانی لکڑی پر گوشت رکھ دیا۔ اس تابوت میں وہ خود اور اس کا ساتھی داخل ہو گئے پھر اس نے ان گدھوں کو تابوت کے پایوں کے ساتھ باندھ دیا پھر انہیں چھوڑ دیا۔ وہ اس تابوت کو لے کر اڑتے رہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس جابر نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو کیا نظر آتا ہے۔ اس نے تابوت کا دروازہ کھولا تو اس نے کہا پہاڑ مجھے مکھی کی طرح نظر آ رہے ہیں۔ اس نے کہا: دروازہ بند کر دے، وہ گدھ اسے لے کر چلتے رہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس نے ساتھی سے کہا: دروازہ کھول، اس نے دروازہ کھولا تو اس نے کہا: دیکھ کیا نظر آتا ہے۔ غلام نے کہا مجھے تو آسمان پہلے کی طرح دور ہی نظر آ رہا ہے، پھر اس نے لکڑی کو نیچے کرنے کا حکم دیا تو اس نے لکڑی کو نیچے کر دیا تو وہ پرندے بھی نیچے کو آنے لگے، پس وہ لکڑیاں دھڑام سے نیچے گریں تو پہاڑوں نے ان کے ٹوٹنے اور گرنے کی آواز سنی قریب تھا کہ وہ دہشت کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہل جاتے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے متعلق حضرت ابراہیم سے جھگڑا کیا تھا۔ اس نے چھوٹی چھوٹی دو گدھیں پکڑیں پھر ان کو پالنا شروع کیا حتی کہ وہ بہت بڑی بڑی اور جوان ہو گئیں، اس شخص نے ان میں سے ہر ایک گدھ کو تابوت کے پایوں کے ساتھ باندھ دیا اور ان کو بھوکا رکھا۔ وہ اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 289 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 288

ایک اور شخص اس تابوت میں بیٹھ گئے۔تابوت کے اوپر ایک لکڑی لگادی جس کے سرے پر گوشت رکھا گیا تھا۔وہ دونوں گدھ اس تابوت کو لے کر اڑتے رہے۔نمرود اپنے ساتھی کو کہتا کہ دیکھ کیا نظر آتا ہے؟ ساتھی نے کہا: مجھے ایسا ایسا دکھائی دیتا ہے حتی کہ اس نے کہا، دنیا مجھے مکھی کی طرح دکھائی دیتی ہے،اس نے کہا گوشت والی لکڑی کا سرا نیچے کی طرف کردے،اس ساتھی نے اس کو نیچے کردیا تو وہ دونوں گر پڑے۔فرمایا وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ۔(1)

امام ابن جریر،ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کا ہے کہ بخت نصر نے گدھوں کو بھوکا رکھا تھا پھر ان پر ایک تابوت رکھا تھا پھر اس میں خود داخل ہو گیا تھا اور اس نے تابوت کے اطراف پر نیزے لگا دیئے تھے اور ان کے اوپر گوشت رکھ دیا تھا۔پس گدھ گوشت کی طرف بلند ہوئے تو وہ اڑتے گئے حتی کہ زمین والوں کی نظر سے اوجھل ہو گئے،ایک غیبی آواز آئی اے سرکش! کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ ڈر گیا پھر اس نے اوپر سے آواز سنی تو اس نے نیزوں کے سر نیچے کر دیئے پس وہ گدھ ٹوٹ کر نیچے گرے،تو پہاڑ ان کے گرنے کی وجہ سے ڈر گئے اور قریب تھا کہ پہاڑ ان کی آواز کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہل جاتے اسی آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔مجاہد بھی وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ پڑھتے تھے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ نمرود صاحب النسور (گدھوں والا) اللہ اس پر لعنت کرے۔اس نے تابوت بنانے کا حکم دیا تھا،وہ خود اور اس کے ساتھ دوسرا ایک شخص تابوت میں بیٹھ گئے پھر اس نے گدھوں کو اڑنے کا حکم دیا جب وہ اوپر چلے گئے تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا مجھے تو آسمان پہلے کی طرح دور ہی نظر آتا ہے۔نمرود نے کہا پھر نیچے اترو۔(3)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوعبیدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک جابر شخص نے کہا تھا کہ میں اس وقت تک (ابراہیم) کی بات تسلیم نہیں کروں گا حتی کہ میں دیکھ لوں جو کچھ آسمان میں ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی مخلوق میں سے ایک کمزور ترین جانور مسلط کر دیا پس اس کے ناک میں ایک مچھر داخل ہو گیا،جس کی وجہ سے اس کی موت قریب ہو گئی۔اس نے لوگوں سے کہا کہ میرے سر پر (جوتے) مارو،انہوں نے اسے جوتے مارے حتی کہ انہوں نے اس کا دماغ بکھیر دیا۔

امام سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم نے ابو مالک سے اس قول کے تحت روایت کیا ہے کہ لوگ گئے۔انہوں نے گدھیں پکڑیں اور ان پر انہوں نے تابوتوں کی ہیئت کی چیزیں باندھ دیں پھر انہوں نے گدھوں کو آسمان کی طرف اڑنے کے لیے چھوڑ دیا۔پس پہاڑوں نے ان کو دیکھا تو انہوں نے گمان کیا کہ کوئی چیز آسمان سے نازل ہوئی ہے پس وہ اس وجہ سے حرکت کر گئے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت السدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس شخص نے حضرت ابراہیم سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کیا تھا۔اس نے حضرت ابراہیم کو شہر چھوڑ جانے کا حکم دیا،حضرت ابراہیم کو شہر کے دروازے پر حضرت لوط علیہ السلام ملے جو آپ کے بھتیجے تھے۔حضرت ابراہیم نے انہیں دعوت اسلام دی تو حضرت لوط علیہ السلام نے قبول فرمالی۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر کے جا رہا ہوں۔ادھر نمرود نے قسم اٹھائی کہ وہ ابراہیم کے الہ کو تلاش

1۔تفسیر طبری،زیر آیت ہذا،جلد 13،صفحہ 289 2۔ایضاً،جلد 13،صفحہ 289 3۔ایضاً،جلد 13،صفحہ 290

6B

کرے گا۔ اس نے گدھوں کے چار بچے پکڑے ان کی خوب تربیت کی گوشت اور روٹی سے انہیں اچھی طرح پالا۔ حتی کہ جب وہ گدھوں کے بچے بڑے ہو گئے اور تیز اڑنے لگے تو اس نے انہیں ایک تابوت کے ساتھ باندھ دیا اور خود تابوت کے اندر بیٹھ گیا۔ پھر ان کے لیے اوپر کی جانب گوشت لٹکایا گیا۔ وہ گدھ اڑنے لگے حتی کہ وہ آسمان میں داخل ہوا تو اس نے زمین اور پہاڑوں کی طرف جھانک کر دیکھا تو وہ چیونٹیوں کی طرح رینگتے ہوئے دکھائی دیئے پھر گوشت ان گدھوں کے لیے اوپر کیا گیا تو وہ اوپر اڑتے گئے پھر اس نے نیچے دیکھا تو اس کو زمین سمندر سے گھری ہوئی دکھائی دی گویا کہ وہ پانی کا ایک جزیرہ ہے، پھر وہ مزید اوپر گیا تو وہ تاریکی میں پہنچ گیا جہاں نہ اوپر کچھ دکھائی دیتا تھا اور نہ نیچے۔ اس نے گوشت نیچے پھینک دیا تو وہ گدھ بھی اس کے پیچھے ٹوٹتے ہوئے آئے جب پہاڑوں نے ان گدھوں کو ٹوٹ کر آتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے ان کے گرنے کی آواز سنی تو پہاڑ ڈر گئے اور قریب تھا کہ وہ اپنی جگہوں سے ہل جاتے لیکن وہ اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی طرف اشارہ کرتا ہے: وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ الخ۔ عبد اللہ بن مسعود کی قرأت میں وان کاد مکرھم ہے۔ ان پرندوں کا نمرود کو لے کر اڑنا بیت المقدس سے تھا اور ان کا گرنا دخان کے پہاڑوں میں تھا۔ جب نمرود نے دیکھا کہ وہ کوئی طاقت نہیں رکھتا اس نے ایک محل بنانا شروع کیا حتی کہ آسمان کی طرف انتہائی بلند محل بنایا وہ اس کے اوپر چڑھا تا کہ ابراہیم کے الہ کو دیکھے۔ اس کی یہ کوشش ناکام ہوئی وہ کچھ بھی نہ کر سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے محل کو بنیادوں سے پکڑ کر اکھیڑ دیا فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ أَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (النحل) ''پس گر پڑی ان پر چھت ان کے اوپر سے اور آ گیا ان پر عذاب جہاں سے انہیں خیال و گمان بھی نہ تھا''۔ اس محل کے گرنے سے لوگوں کی زبانیں خوف کے مارے صحیح بول بھی نہ سکیں، پس وہ تہتر زبانوں میں کلام کرنے لگے۔ اس وجہ سے اس کو بابل کہا جاتا تھا، اس سے پہلے اس میں سریانی زبان بولی جاتی تھی۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں ڈھیل دیتا ہے اور اس کی تدبیر بڑی پختہ ہے پھر جب وہ انتقام لیتا ہے تو اپنی قدر کے مطابق انتقام لیتا ہے۔

امام مسلم، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: لوگ اس دن کہاں ہوں گے جس دن زمین ایک دوسری قسم کی زمین سے بدل دی جائے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ پل (صراط) سے پہلے تاریکی میں ہوں گے۔(1)

امام احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: میں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ۔ میں نے عرض کی اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصراط پر۔(2)

امام البزار، ابن المنذر، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ کے متعلق فرمایا: سفید زمین گویا کہ چاندی ہے، اس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 299 2۔ جامع ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 2، صفحہ 140، وزارت تعلیم اسلام آباد

زمین میں کوئی حرام خون نہیں بہایا گیا ہو گا اور نہ اس پر کوئی برا عمل کیا گیا ہو گا۔ (1)

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابو الشیخ (العظمہ میں) حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ کے تحت روایت کیا ہے یہ زمین سفید زمین سے بدل دی جائے گی۔ گویا خالص چاندی کی ڈلی ہے۔ جس میں کوئی حرام خون نہیں بہایا گیا ہو گا اور اس پر کوئی خطا نہیں کی گئی ہو گی (2)۔ امام بیہقی فرماتے ہیں موقوف حدیث اصح ہے۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تا کہ آپ سے سوال کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ میرے پاس آئے... میں انہیں سوال کرنے سے پہلے خبر دوں گا" يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ فرمایا چاندی کی طرح سفید زمین ہو گی، آپ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: سفید زمین جیسے صاف ستھری (چاندی ہوتی ہے)۔ (3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کے تحت فرمایا: سفید زمین جس پر کوئی خطا نہ کی گئی ہو گی اور نہ جس پر خون بہایا گیا ہو گا۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت کی پھر فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس زمین کو چاندی کی زمین سے بدل دے گا جس پر کوئی گناہ نہ ہوئے ہوں گے پھر اس پر الجبار عزوجل (اپنی شان کے لائق) نزول فرمائے گا۔ (4)

امام ابن ابی الدنیا نے صفۃ الجنۃ میں ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے کہ زمین کو چاندی سے اور آسمان کو سونے سے بدل دیا جائے گا۔ (5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ زمین چاندی کی ہو گی۔ (6)

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے: زمین گویا کہ چاندی ہے اور آسمان بھی اسی طرح ہوں گے۔ (7)

بیہقی نے البعث میں ابن عباس سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس زمین میں کمی بیشی ہو گی اس کے ٹیلے، پہاڑ، وادیاں، درخت اور جو کچھ اس میں ہے ختم ہو جائے گا اور عکاظی چمڑے کی طرح برابر ہو جائے گی، سفید زمین چاندی کی مثل ہو گی جس پر نہ خون بہایا گیا ہو گا اور نہ اس پر کوئی برائی کی گئی ہو گی۔ آسمان پر سورج، چاند اور ستارے سب ختم ہو جائیں گے۔

امام بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ قیامت کے روز سفید مٹیالی زمین پر اٹھیں گے جو خالص چاندی کی ٹکیہ کی طرح ہو گی، اس میں کسی کے لیے کوئی علامت نہ ہو گی۔ (8)

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 130، دار الفکر بیروت	2 تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 295
3۔ ایضاً	4۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 296	5۔ ایضاً
6۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 297	7۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 269	8۔ ایضاً

امام بخاری، مسلم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین قیامت کے روز ایک روٹی کی مانند ہوگی اور الجبار (عزوجل) اپنے ہاتھ میں اسے پکڑے گا جیسے تم میں سے کوئی سفر میں اپنی روٹی کو پکڑتا ہے یہ اہل جنت کی ضیافت کے لیے ہوگا۔ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی آیا اور کہا: اے ابوالقاسم! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تجھ پر برکات نازل فرمائے، کیا میں تمہیں قیامت کے روز جنتیوں کی ضیافت کے بارے نہ بتاؤں؟ اس نے کہا: قیامت کے روز زمین روٹی کی مانند ہوگی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ راوی فرماتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا اور اتنے ہنسے کہ آپ کی داڑھیں مبارکہ ظاہر ہوگئیں۔ پھر فرمایا کیا میں تجھے جنتیوں کے سالن کے متعلق نہ بتاؤں، عرض کی گئی ضرور کرم فرمائیے اس کا سالن بیل کا ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا وحشی بیل، مچھلی کے جگر کے زائد حصہ سے ستر ہزار افراد کھائیں گے۔

•امام ابن مردویہ نے افلح مولی ابوایوب سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ زمین کس چیز سے بدلے گی فرمایا روٹی سے۔ یہودی نے کہا: درمکہ میرا باپ آپ پر قربان ہو۔ راوی فرماتے ہیں: آپ مسکرائے پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو غارت کرے کیا تم نہیں جانتے ہو الدرمکہ کیا ہے؟ (فرمایا) خالص روٹی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زمین سفید روٹی سے تبدیل کردی جائے گی اور مومن اپنے قدموں کے نیچے سے کھائے گا۔(1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زمین روٹی کی مثل سفید ہو جائے گی، اسے اہل اسلام حساب سے فارغ ہونے تک کھاتے رہیں گے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ زمین روٹی ہو جائے گی، مومن اس سے اپنے قدموں کے نیچے سے کھائیں گے۔(2)

امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابونعیم رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور پوچھا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ یعنی زمین کو دوسری قسم کی زمین سے بدل دیا جائے گا تو اس وقت مخلوق کہاں ہوگی؟ فرمایا اللہ کے مہمان ہوں گے جو اس کے پاس ہوگا، وہ ان کو عاجز نہیں کرے گا۔(3)

امام عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ زمین لپیٹ دی جائے گی اور لوگ اس کے دوسرے پہلو کی طرف چلے جائیں گے اور لوگ پہلی زمین سے دوسری زمین کی طرف چلے جائیں گے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ آسمان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 298 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 297

3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 299

باغات بن جائیں گے اور سمندر کی جگہ آگ ہو جائے گی اور زمین دوسری قسم کی زمین سے بدل جائے گی۔(1)

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز ساری زمین آگ ہوگی۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے: یہ قیامت کے روز تبدیلی ہوگی اور پہلی تخلیق کے علاوہ تخلیق ہوگی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا قیامت کے روز زمین کہاں ہوگی؟ فرمایا: یہ جنت کا سنگ مرمر ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: الْاَصْفَادِ سے مراد بیڑیاں ہیں۔

امام عبد الرزاق اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بیڑیاں اور زنجیریں ہیں۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْاَصْفَادِ سے مراد زنجیریں ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الْاَصْفَادِ سے مراد بندھن ہے۔(4)

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

”ان کا لباس تارکول کا ہوگا اور ڈھانپ رہی ہوگی ان کے چہروں کو آگ یہ اس لیے تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ہر شخص کو جو اس نے کمایا تھا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے یہ قرآن ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لیے (اسے اتارا گیا ہے) تاکہ انہیں ڈرایا جائے اس کے ذریعہ اور تاکہ وہ اس حقیقت کو خوب جان لیں کہ صرف وہی ایک خدا ہے اور تاکہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں (اس حقیقت کو) دانش مند لوگ“۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سَرَابِيْلُهُمْ سے مراد قمیصیں ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔(5)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: قَطِرَانٍ سے مراد وہ سیال ہے جو خارش زدہ اونٹوں پر ملا جاتا ہے (تارکول)۔(6)

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ یہ ایک تارکول ہے، ان کے جسموں پر ملا جائے گا تاکہ آگ جلدی بھڑک اٹھے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ قَطِرَانٍ سے مراد پگھلا ہوا تانبا ہے۔(7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 297 2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 296 3۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 301

4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 302 6۔ ایضاً

7۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 304

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ ان کی قمیصیں گرم تانبے سے ہوگی اور ان کو ان کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔(1)

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: القطر سے مراد تانبا ہے اور آن سے مراد سخت گرم ہے۔

امام ابو عبید، سعید بن منصور، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس کو من قطر آن پڑھتے تھے، وہ تانبا جو گرم کیا گیا ہو اور اس کی گرمی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ آگ ان کے چہروں کی طرف لپکے گی اور انہیں جلا دے گی۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت ابو مالک الاشعری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہیں کرے گی تو قیامت کے روز اسے کھڑا کیا جائے گا، اس پر قمیص تارکول کی ہوگی اور اس کا دوپٹہ حرب سے ہوگا۔(3)

امام ابن ابی حاتم اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابوامامہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوحہ کرنے والی جب موت سے پہلے توبہ نہیں کرے گی تو اسے جنت اور دوزخ کے درمیان راستہ پر روک لیا جائے گا۔ اس کی قمیص تارکول کی ہوگی اور اس کے چہرے کو آگ ڈھانپ رہی ہوگی۔(4)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ھٰذا کا مشار الیہ قرآن ہے اور لِيُنْذَرُوْا بِهٖ میں ضمیر کا مرجع بھی قرآن ہے۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 304
2۔ ایضاً
3۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد 6، صفحہ 209 (30) دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 201، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 13، صفحہ 305، دار احیاء التراث العربی بیروت

اٰیاتھا ۹۹ 　 سُوْرَۃُ الْحِجْرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۵ 　 رُکوعاتھا ۶

النحاس نے اپنی کتاب الناسخ میں اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سورۃ الحجر مکہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن الزبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الحجر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ① رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ②

"الف، لام، را۔ یہ آیتیں ہیں کتاب (الٰہی) کی اور روشن قرآن کی (عذاب میں گرفتار ہونے کے بعد) بہت آرزو کریں گے کفار کہ کاش وہ مسلمان ہوتے"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے الٓرٰ اور الٓمّٓ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ فواتح ہیں، ان سے کلام کا آغاز کیا جاتا ہے۔ اور الْكِتٰبِ سے مراد تورات اور انجیل ہیں۔(1)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے الْكِتٰبِ سے مراد قرآن سے پہلے نازل شدہ کتابیں ہیں۔ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ اور قرآن اللہ تعالیٰ کی ہدایت، رشد اور خیر کو بیان کرتا ہے۔(2)

ابن ابی حاتم نے سدی عن ابی مالک وابی صالح عن ابن عباس وعن مرۃ عن ابن مسعود وناس من الصحابۃ کے سلسلہ سے رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنگ بدر میں جب کفار کی گردنیں اڑائی گئیں، جب انہیں آگ پر پیش کیا گیا تو انہوں نے اظہار حسرت کرتے ہوئے کہا کہ کاش! وہ محمد ﷺ پر ایمان لانے والے ہوتے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابن عباس سے رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ حسرت کا اظہار کافر قیامت کے دن کریں گے۔ کافر کہیں گے کاش! ہم موحد ہوتے۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کافر جب جہنمیوں کو دوزخ سے نکل کر جنت میں جاتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ حسرت سے کہیں گے لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۔(4)

امام سعید بن منصور، ہناد بن السری (الزہد میں) ابن جریر، ابن المنذر، حاکم انہوں نے اس کو صحیح بھی کہا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث والنشور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ شفاعت قبول فرماتا رہے گا اور جنت میں (مجرموں کو) داخل کرتا رہے گا، شفاعت کرتا رہے گا اور رحم کرتا رہے گا حتی کہ ارشاد ہوگا جو بھی مسلمان تھا وہ جنت میں چلا جائے۔ اس وقت کافر کہیں گے کاش! ہم بھی موحد ہوتے۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 5 دار احیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 7
4۔ ایضاً　5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 9

امام ابن المبارک نے الزہد میں، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے البعث میں ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کا ذکر کیا اور فرمایا: یہ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ گناہ گار مسلمانوں اور مشرکوں کو آگ میں جمع کرے گا تو مشرکین، مسلمانوں کو طعنہ دیں گے کہ تم جس کی عبادت کرتے تھے۔ اس نے تمہیں بھی تو کچھ فائدہ نہیں پہنچایا۔ پس اللہ تعالیٰ مشرکین پر غضب کا اظہار فرمائے گا اور مسلمانوں کو اپنی رحمت و فضل سے دوزخ سے نکال دے گا۔ (1)

امام سعید بن منصور، ہناد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے جب ہر وہ شخص دوزخ سے نکل آئے گا جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا ہوگا تو کافر حسرت کا اظہار کریں گے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا اور وہ آگ میں رہیں گے جتنا اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر مشرکین ان کو طعنہ دیں گے اور کہیں گے تمہاری تصدیق نے بھی تو تمہیں کچھ فائدہ نہیں دیا، پس اس وقت ہر موحد کو آگ سے اللہ تعالیٰ نکال دے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۔(2)

امام ابن ابی عاصم نے السنہ میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث والنشور میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دوزخی دوزخ میں جمع ہوں گے اور ان کے ساتھ اہل قبلہ میں سے کچھ لوگ ہوں گے جن کو اللہ چاہے گا۔ کفار مسلمانوں کو کہیں گے کہ کیا تم مسلمان نہیں تھے، وہ کہیں گے ہم واقعی مسلمان تھے۔ کفار کہیں گے تمہارے اسلام نے تمہیں کچھ فائدہ نہ دیا، تم ہمارے ساتھ دوزخ میں ہو؟ مسلمان کہیں گے ہمارے کچھ گناہ تھے جن کی وجہ سے ہم پکڑے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ گفتگو سن کر فرمائے گا کہ جو اہل قبلہ میں سے دوزخ میں ہے انہیں دوزخ سے نکال دو۔ کافر جب یہ دیکھیں گے تو کہیں گے کاش! ہم بھی مسلمان ہوتے، ہم بھی دوزخ سے نکالے جاتے جس طرح یہ نکالے گئے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ۝ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۔(3)

امام اسحاق بن راہویہ، ابن حبان، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ان سے پوچھا گیا: کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے کچھ سنا ہے؟ ابو سعید نے فرمایا: ہاں میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین میں سے کچھ لوگوں کو آگ سے نکالے گا ان کو سزا دینے کے بعد۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرکین کے ساتھ (ان کے گناہوں کی وجہ سے) دوزخ میں داخل کیا ہوگا۔ مشرکین انہیں کہیں گے کہ کیا تم کہتے نہیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 7
2۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 689، دار الفکر بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 6

تھے کہ تم دنیا میں اللہ کے دوست ہو؟ اب تم ہمارے ساتھ آگ میں کیوں ہو؟ جب اللہ تعالیٰ ان کی یہ گفتگو سنے گا تو اللہ تعالیٰ ان گناہ گار مومنین کے حق میں اذن شفاعت دے گا، پس ملائکہ، انبیاء اور مومنین ان کی سفارش کریں گے تو وہ اذن الٰہی سے دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے۔ جب مشرکین یہ منظر دیکھیں گے تو کہیں گے کاش! ہم بھی ان کی مثل ہوتے، ہمیں بھی شفاعت کا فائدہ ہوتا، ہم بھی ان کے ساتھ نکل جاتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہی مراد ہے، دوزخ سے نکلنے کے بعد مومنین کا نام جنت میں جہنمیون ہوگا کیونکہ ان کے چہروں پر سیاہی لگی ہوگی۔ جہنمیون عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم سے ہمارا یہ نام دور کردے پس اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی نہر میں غسل کرنے کا حکم دیں گے تو ان کا یہ نام زائل ہو جائے گا۔

امام ہناد بن السری، طبرانی (الاوسط میں) اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اپنے گناہوں کے سبب دوزخ میں داخل ہوں گے انہیں لات وعزی کے پجاری کہیں گے تمہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے قول نے کیا فائدہ دیا؟ تم بھی ہمارے ساتھ دوزخ میں ہو۔ اللہ ان کے لیے غضب کا اظہار کرے گا۔ پھر کلمہ گو لوگوں کو دوزخ سے نکال کر نہر حیات میں ڈالے گا۔ پس وہ جلن کے نشانوں سے اس طرح صاف ہو جائیں گے جیسے چاند گرہن سے صاف ہو جاتا ہے۔ پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے تو وہ انہیں جہنمیون کا نام دیا جائے گا۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سب سے پہلے قیامت کے روز جس شخصیت کو اذن کلام اور اذن شفاعت اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، وہ محمد ﷺ ہیں۔ ارشاد ہوگا محبوب! تو کہہ تیری بات سنی جائے گی، تو مانگ عطا کیا جائے، فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ سجدہ میں گر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کریں گے اور ایسی ثناء کریں گے کہ پہلے کسی نے ایسی ثناء نہیں کی ہوگی۔ ارشاد الٰہی ہوگا (اے حبیب!) سر اٹھاؤ، آپ سجدہ سے سر اٹھائیں گے اور عرض کریں گے امتی...... امتی (اے اللہ میری امت کو بخش دے) آپ کی امت میں سے دوزخ میں موجود لوگوں کا ایک تہائی حصہ آپ کی خاطر دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔ پھر ارشاد ہوگا: کہو آپ کی بات سنی جائے گی، مانگو! عطا کیا جائے گا پھر آپ سجدہ میں جا کر اللہ تعالیٰ کی ایسی ثناء کریں گے کہ ایسی کسی نے نہیں کی ہوگی۔ ارشاد ہوگا: اے محبوب سر اٹھاؤ، آپ سر اٹھائیں گے اور عرض کریں گے ای رب امتی...... امتی اے میرے پروردگار! میری امت کو بخش دے۔ پھر دوسرا ثلث آپ کی امت میں سے دوزخ سے نکالا جائے گا۔ پھر ارشاد ہوگا کہو، تمہاری بات سنی جائے گی، مانگو، عطا کیا جائے گا۔ آپ ﷺ پھر سجدہ میں جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی ثناء کریں گے جو کسی نے پہلے نہیں کی ہوگی۔ ارشاد ہوگا اپنا سر اٹھاؤ، آپ ﷺ سر اٹھائیں گے اور عرض کریں گے اے میرے پروردگار! میری امت کو بخش دے، پس باقی ثلث بھی آپ کی خاطر دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔ حضرت الحسن سے کہا گیا کہ حضرت ابوحمزہ ایسا ایسا کہتے ہیں۔ حضرت الحسن نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوحمزہ پر رحم فرمائے، وہ چوتھی باری بھول گئے ہیں، پوچھا گیا: چوتھی باری کیا ہوگا۔ فرمایا جس کے پاس لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے کے سوا کوئی نیکی نہیں ہوگی یہ لوگ دوزخ میں باقی ہوں گے، سرکار مدینہ ﷺ عرض کریں گے: اے میرے پروردگار! میری

1۔ مجمع الزوائد، کتاب البعث، جلد 10، صفحہ 690 (18533)، دار الفکر بیروت

امت پر رحم فرما، ارشاد ہوگا: اے محمد! ﷺ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نجات عطا فرماتا ہے۔ حتی کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والا کوئی شخص بھی دوزخ میں نہیں رہے گا۔ اس وقت اہل جہنم کہیں گے فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ۙ وَ لَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ۝ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (الشعراء) اور رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ سے یہی مراد ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تمہارے نبی مکرم ﷺ چوتھی بار کھڑے ہوں گے اور شفاعت فرمائیں گے۔ پس مشرکین کے سوا کوئی بھی دوزخ میں نہیں رہے گا۔ اس قول رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ سے یہی مراد ہے۔

امام ابن ابی حاتم، ابن شاہین رحمہما اللہ (نے السنہ میں) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام امتوں کے گناہ کبیرہ کے مرتکبین جو کبائر کرتے ہوئے مرے ہوں گے اور اپنے گناہوں پر توبہ اور شرمندگی کا اظہار نہیں کیا ہوگا، ان میں کچھ جہنم میں داخل ہوں گے، نہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی اور نہ ان کے چہرے کالے ہوں گے، نہ انہیں شیاطین کے ساتھ ملایا جائے گا اور نہ انہیں زنجیروں میں جکڑا جائے گا، نہ وہ گرم پانی پئیں گے اور نہ تارکول کا لباس پہنیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کی وجہ سے ان کے جسموں کے لیے ہمیشہ دوزخ میں رہنا حرام قرار دیا ہے اور ان کی صورتوں کو مسخ کرنا آگ پر حرام قرار دیا ہے، ان کے سجود کی وجہ سے، ان میں سے کچھ لوگوں کے قدموں تک آگ پہنچے گی، بعض کے ٹخنوں تک پہنچے گی، بعض کی رانوں تک پہنچے گی، بعض کی پیٹھ تک پہنچے گی، بعض کی گردن تک پہنچے گی، (یعنی) ان کے اعمال اور گناہوں کے مطابق انہیں آگ پہنچے گی، پھر بعض اس آگ میں ایک مہینہ ٹھہریں گے پھر باہر نکل آئیں گے، بعض ایک سال ٹھہریں گے پھر نکل آئیں گے اور زیادہ سے زیادہ ٹھہرنا دنیا کی تخلیق سے اس کے فنا ہونے کی مدت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوزخ سے نکالنے کا ارادہ کرے گا (تو اتفاق سے اس وقت) نصاریٰ، یہود اور دوسرے بت پرست اور عقائد باطلہ کے حامل لوگ دوزخ میں موجود اہل توحید سے کہیں گے: تم اللہ تعالیٰ، اس کی کتب اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے جب کہ ہم اور تم دوزخ میں اکٹھے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان پر غضب کا ایسا اظہار فرمائے گا کہ پہلے کبھی ایسا نہیں فرمایا ہو گا۔ پس وہ موحدین کو اس چشمہ کی طرف نکالے گا جو جنت اور پل صراط کے درمیان ہے پس وہ سیلاب کی وجہ سے دریاؤں کے کناروں پر اگنے والی بوٹیوں کی طرح فوراً اگ آئیں گے (یعنی ان کے جسم صحیح وسلامت ہو جائیں گے) پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے چہروں پر لکھا ہوگا ھٰٓؤُلَاۤءِ جَهَنَّمِیُّوْنَ عُتَقَاءُ الرَّحْمٰنِ۔ یہ جہنمی ہیں اور رحمٰن کے آزاد کردہ ہیں۔ وہ جنت میں رہیں گے جتنا ان کا ٹھہرنا اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے اس نام کے مٹانے کی التجاء کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا جو یہ نام مٹا دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کچھ اور ملائکہ بھیجے گا جن کے پاس آگ کے کیل ہوں گے۔ وہ دوزخ میں باقی ماندہ لوگوں پر لگائیں گے۔ وہ ہمیشہ ان کو یہ کیل لگاتے رہے گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر انہیں فراموش کر دے گا اور وہ اہل جنت کو نعمتیں اور لذات عطا فرما رہا ہوگا۔ اس وقت کافر کہیں گے: کاش! ہم مسلمان ہوتے۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت زکریا بن یحییٰ صاحب القضیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے ابو غالب سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: مجھے ابوامامہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کر کے بتایا ہے کہ یہ آیت خوارج کے متعلق نازل ہوئی جب وہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں، امت اور جماعت سے درگزر فرمایا ہے تو وہ کہیں گے کاش! ہم بھی مسلمان ہوتے۔

امام الحاکم رحمہ اللہ نے الکنی میں حضرت حماد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے ابراہیم سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ مشرکین، دوزخ میں داخل ہونے والے اہل اسلام سے کہیں گے: اس نے تمہیں کیا فائدہ دیا جس کی تم عبادت کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ ان پر غضب کا اظہار فرمائے گا پھر فرشتوں اور انبیاء سے کہے گا: تم ان کی سفارش کرو۔ وہ ان کی سفارش کریں گے تو وہ دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے حتی کہ ابلیس بھی ان مسلمانوں کے ساتھ داخل ہونے کی امید کرے گا۔ اس وقت کافر کہیں گے کاش! ہم مسلمان ہوتے۔

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ③

''انہیں رہنے دیجیے وہ کھائیں (پئیں) اور عیش کریں اور غافل رکھے انہیں (جھوٹی) امید، کچھ عرصہ بعد وہ (حقیقت کو خود بخود) جان لیں گے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے روایت کیا ہے کہ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا اس جمع ضمیروں کا مرجع کافر ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ ذَرْهُمْ کا معنی خَلِّ عَنْهُمْ ہے یعنی انہیں چھوڑیئے۔

امام احمد نے الزہد میں طبرانی نے الاوسط میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس امت کی پہلی صلاح زہد اور یقین کے ساتھ ہے اور آخر میں اس کی ہلاکت بخل اور امید کے ساتھ ہے۔(1)

احمد، ابن مردویہ نے ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لکڑی اپنے سامنے، ایک اپنے پہلو کی طرف اور ایک اپنے پیچھے لگائی فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ انسان ہے، یہ اس کی موت ہے اور یہ اس کی امید ہے۔ وہ امید کی طرف جاتا ہے، اس سے پہلے پہلے ہی موت اس کو کھینچ لیتی ہے۔(2)

امام ابن ابی الدنیا نے ذم الامل میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان، امید اور موت کی مثال دی گئی ہے، موت انسان کے پہلو کی طرف ہوتی ہے اور امید اس کے سامنے ہوتی ہے۔ وہ امید طلب کر رہا ہوتا ہے کہ اچانک موت آجاتی ہے اور اسے کھینچ لیتی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے کئی خط کھینچے پھر ان

1۔ شعب الایمان، باب فی الزہد وقصر الامل، جلد 7، صفحہ 345 (10526)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 18، دار صادر بیروت

کے ساتھ اور خط کھینچا، پوچھا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ ابن آدم کی مثال ہے اور یہ خط اس کی امید ہے، جونہی وہ امید کی طرف بڑھتا ہے ادھر موت آجاتی ہے۔

وَ مَآ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَ لَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ۝ مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ۝

''اور نہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو مگر یہ کہ اس کی (ہلاکت کا وقت) لکھا ہوا تھا جو معلوم تھا نہ آگے بڑھ سکتی ہے کوئی قوم اپنے مقررہ وقت سے اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے''۔

ابن ابی حاتم نے مجاہد سے كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ کا معنی اجل معلوم کیا ہے اور مَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ کا معنی لَا مُسۡتَاۡخِرَ بَعۡدَهٗ کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الزہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ایک لحہ کے لیے مؤخر و مقدم نہیں ہوتا اور جس کی موت کا ابھی وقت نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ جتنا چاہتا ہے اس کو مؤخر کرتا ہے اور جتنا چاہتا ہے مقدم کرتا ہے۔(1)

وَ قَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ۝ لَوۡ مَا تَاۡتِيۡنَا بِالۡمَلٰٓئِكَةِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ۝ مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ مَا كَانُوۡۤا اِذًا مُّنۡظَرِيۡنَ ۝ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝

''اور وہ کہنے لگے اے وہ شخص اتارا گیا جس پر قرآن بے شک تو مجنون ہے تو کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس فرشتوں کو اگر تو سچا ہے ہم نہیں اتارا کرتے فرشتوں کو مگر حق کے ساتھ اور انہیں اس کے بعد مزید مہلت نہیں دی جاتی بے شک ہم ہی نے اتارا ہے اس ذکر (قرآن مجید) کو اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔

امام ابن جریر نے حضرت الضحاک سے روایت کیا ہے: نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ میں ذکر سے مراد قرآن ہے۔(2)

ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر نے ابن جریر سے لَوۡ مَا تَاۡتِيۡنَا بِالۡمَلٰٓئِكَةِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس آیت سے لے کر وَ لَوۡ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ (الحجر:14) تک تقدیم و تاخیر ہے۔ یعنی اگر ہم کھول بھی دیتے ان پر دروازہ آسمان سے اور وہ سارا دن اس میں سے اوپر چڑھتے رہتے (یعنی فرشتے) تو پھر وہ یہی کہتے کہ ہماری تو نظریں بند کر دی گئی ہیں۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَقِّ کے تحت روایت کیا ہے کہ الحق سے مراد پیغام اور عذاب ہے۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 10 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 11 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 15 4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 12

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے وَ مَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یعنی اگر فرشتے نازل ہوتے تو انہیں عذاب دینے میں مہلت نہ دی جاتی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ قرآن کی ہم اپنے پاس حفاظت کرنے والے ہیں۔(1)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے: اس کی تائید دوسری آیت کریمہ سے ہوتی ہے: لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ (فصلت: 42) "اس کے نزدیک نہیں آسکتا باطل نہ اس کے سامنے اور نہ پیچھے سے"۔ اس آیت میں الْبَاطِلُ سے مراد ابلیس ہے۔ فرماتے ہیں: قرآن کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اور پھر اس نے ہی اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ ابلیس اس قرآن میں باطل کا اضافہ نہیں کر سکتا اور نہ اس سے حق کو کم کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے خود اس سے اس کی حفاظت فرمائی ہے۔(2) (واللہ اعلم بالصواب)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۰ وَ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۱ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۲ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳

"اور بے شک ہم نے بھیجے (پیغمبر) آپ سے پہلے اگلی امتوں میں اور نہیں آتا ان کے پاس کوئی رسول مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے اسی طرح ہم داخل کرتے ہیں گمراہی کو مجرموں کے دلوں میں وہ نہیں ایمان لائیں گے اس پر اور گزر چکی ہے پہلوں کی یہی روش"۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ سے مراد اُمَمِ الْاَوَّلِيْنَ ہے یعنی پہلی امتیں۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہما سے كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ الخ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ شرک کو ہم مشرکوں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔(4)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان نہ لانا داخل کر دیا ہے۔ وَ قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ فرماتے ہیں پہلی امتوں میں اللہ تعالیٰ کے حادثات وواقعات گزر چکے ہیں۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 12 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 13
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 14 5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 15-14

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے کَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں (ان کے کرتوتوں اور ہٹ دھرمی کی سزا کے طور پر) ایمان لانے سے روک دیا اور راہ راست سے دور کر دیا۔(1)

وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾

''اور اگر ہم کھول بھی دیتے ان پر دروازہ آسمان سے، اور وہ سارا دن اس میں سے اوپر چڑھتے رہتے پھر بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری تو نظریں بند کر دی گئی ہیں بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کر دیا گیا ہے''۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ کے تحت فرمایا ہے یعنی اگر ہم ان پر آسمان سے دروازہ کھول دیں اور یہ فرشتوں کو آسمان کی طرف آتا جاتا دیکھ بھی لیں تو پھر بھی مشرکین یہی کہیں گے کہ ہماری نظریں بند کی گئی ہیں، ہم پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا ہے اور ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ روایت کیا ہے فرماتے ہیں؟ اس آیت کا تعلق لو ماتاتینا سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مشرکین قریش فرشتوں کو آسمان پر چڑھتے ہوئے دیکھ بھی لیں تو یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں بند کر دی گئی ہیں۔(3)

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ سُكِّرَتْ کا معنی سدت ہے (بند کر دی گئیں)۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سُكِّرَتْ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔(5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے جنہوں نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے اس کا معنی سوت کیا ہے۔(6)

وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 14 | 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 15 | 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 17 | 5۔ ایضاً | 6۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 18

خَزَآىِٕنُهٗ ۫ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۝۲۱ وَ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ۝۲۲ وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ۝۲۳

"بے شک ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور ہم نے آراستہ کر دیا ہے آسمان کو دیکھنے والوں کے لیے اور ہم نے محفوظ کر دیا ہے آسمان کو ہر شیطان سے جو راندہ ہوا ہے بجز اس کے جو چوری چھپے سن لے تو (اس صورت میں) تعاقب کرتا ہے اس کا ایک روشن شعلہ اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور گاڑ دیئے اس میں محکم پہاڑ اور ہم نے اگادی اس میں ہر چیز اندازے کے مطابق اور ہم نے بنا دیئے تمہارے لیے بھی اس میں رزق کے سامان اور ان کے لیے بھی جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو اور نہیں کوئی چیز مگر ہمارے پاس اس کے خزانے (بھرے پڑے) ہیں اور ہم نہیں اتارتے اسے مگر ایک معلوم اندازے کے مطابق پس ہم بھیجتے ہیں ہواؤں کو باردار بنا کر پھر ہم اتارتے ہیں آسمان سے پانی پھر ہم پلاتے ہیں تمہیں وہی پانی اور تم اس کا ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی (ان سب کے) وارث ہیں"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ بُرُوْجًا سے مراد ستارے ہیں۔(1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے اس کا معنی بڑے بڑے ستارے نقل کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطیہ سے بُرُوْجًا کا معنی قصور (محلات) کیا ہے جن میں آسمان کے محافظ رہتے ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ کے تحت رَّجِیْمٍ کا معنی ملعون روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب وہ چوری چھپے جھپٹ لینا چاہتا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ (الصفات: 10) "مگر جو شیطان کچھ جھپٹ لینا چاہتا ہے"۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ اس قول کی طرح ہے اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ۝۱۰ (الصافات)۔ ضحاک فرماتے ہیں: ابن عباس فرماتے تھے کہ شہاب ثاقب اسے قتل نہیں کرتا بلکہ اسے جلا دیتا ہے، اسے پاگل کر دیتا ہے اور قتل کیے بغیر زخمی کر دیتا ہے۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 20، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 21
4۔ ایضاً

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جریر بن عبداللہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ مجھے آسمان دنیا اور سفلی زمین کے متعلق بتایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آسمان دنیا کو اللہ تعالیٰ نے دھوئیں سے پیدا فرمایا پھر اسے بلند کیا اور اس میں سورج، روشنی کرنے والا چاند بنایا اور اسے ستاروں کے چراغوں کے ساتھ آراستہ کیا اور ان ستاروں کو شیطان کے مارنے کے لیے بنایا اور اس کی ہر راندے ہوئے شیطان سے حفاظت فرمائی۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا: وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا۝ (النازعات) یعنی اور زمین کو بعد از اں بچھادیا)۔ فرماتے ہیں: ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ ام القریٰ مکہ ہے، اس سے زمین کو بچھایا گیا۔

قتادہ فرماتے ہیں حضرت الحسن فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے مٹی کو پکڑا اور فرمایا پھیل جا۔ وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ فرماتے ہیں رواسی سے پہاڑ مراد ہے۔ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ فرماتے ہیں مَّوْزُوْنٍ سے مراد معلوم و مقسوم ہے۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مَّوْزُوْنٍ کا مطلب معلوم نقل کیا ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا معنی مقدر روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَّوْزُوْنٍ کا مطلب مقدار بقدر ہے۔ یعنی اندازے کے مطابق۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کا وزن کیا جاتا ہے۔(4)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہاڑوں میں جو سرمہ وغیرہ پیدا کیے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں تم چوپاؤں اور جانوروں کو خوراک دینے والے نہیں ہو۔(5)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت منصور رحمہ اللہ سے اس قول کے تحت روایت کیا ہے کہ تم وحشی جانوروں کو خوراک مہیا کرنے والے نہیں ہو۔(6)

امام البزار اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے خزائن کلام ہیں جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کن فرماتا ہے تو وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ کے تحت روایت کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 21 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 22 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 23
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 24 6۔ ایضاً

ہے کہ اس سے مراد خاص بارش کے خزانے ہیں۔(1)

ابن المنذر نے مجاہد سے وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ یعنی ہم بارش کو ایک معلوم اندازے کے مطابق اتارتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں الحکم بن عتیبہ سے وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ، الخ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہر سال بارش برابر نازل کی جاتی ہیں، نہ کسی سال زیادہ ہوتی ہے اور نہ کسی سال کم ہوتی ہے۔ لیکن کبھی کسی قوم پر برسائی جاتی ہے اور دوسری قوم کو محروم رکھا جاتا ہے اور کبھی بارش سمندر پر برستی ہے۔ فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر بھی پہنچی ہے بارش کے قطرات کے ساتھ ابلیس کی اولاد اور آدم کی اولاد سے زیادہ فرشتے اترتے ہیں، وہ ہر قطرہ کو شمار کرتے ہیں جہاں وہ گرتا ہے، جو وہ اگاتا ہے اور جو ان بوٹیوں اور پودوں سے رزق حاصل کرتے ہیں۔(2)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب سے اللہ تعالیٰ نے بارش نازل کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے، بارش کبھی بھی کم نہیں ہوئی لیکن کبھی کسی زمین میں دوسری زمین کی بنسبت زیادہ ہوتی ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کسی سال دوسرے سال کی بنسبت زیادہ بارش نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے بارش کو بھیجتا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ ٘ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔(3)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا: کوئی شخص کسی دوسرے سے زیادہ کمانے والا نہیں نہ کسی سال دوسرے سال کی بنسبت بارش زیادہ ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے پھیرتا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی سال، دوسرے سال کی بنسبت بارش زیادہ نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ شہروں میں سے جس شہر کی طرف پھیرنا چاہتا ہے پھیر دیتا ہے اور آسمان سے ہر قطرہ اور ہوا کا ہر جھونکا میزان اور پیمانہ کے ساتھ اترتا اور نکلتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بارش کا ہر قطرہ میزان کے ساتھ اترتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کی کتاب حق ہے، لوگوں نے کہا کیوں نہیں واقعی حق ہے۔ فرمایا: یہ آیت پڑھو وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ ٘ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ کیا تم اس پر ایمان نہیں لاتے اور تم جانتے نہیں کہ یہ حق ہے، لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! فرمایا اس کے بعد پھر تم مجھے کیسے ملامت کرتے ہو؟ الاحنف کھڑا ہوا اور کہا: اے معاویہ! اللہ کی قسم! ہم تجھے اللہ کے خزائن میں جو ہے اس پر ملامت نہیں کر رہے بلکہ ہم تجھے اس پر ملامت کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خزائن نازل کیے تو نے انہیں اپنے خزائن میں جمع کر لیا ہے اور ان پر دروازہ بند کر دیا ہے۔ اس پر حضرت معاویہ خاموش ہو گئے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 26 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

ابن ابی الدنیا نے کتاب السحاب میں، ابن جریر، ابوالشیخ (نے العظمہ میں) ابن مردویہ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ضعیف سند کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جنوب کی ہوا جنت سے ہے اور یہی باردار ہوا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اس میں لوگوں کے لیے کئی منافع ہیں اور شمالی ہوا آگ سے ہے۔ وہ نکل کر جنت سے گزرتی ہے تو اسے جنت سے ایک جھونکا لگتا ہے، تو وہ اسے ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ (1)

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الصبا کے ذریعے میری مدد کی گئی۔ اور دبور کے ساتھ قوم عاد ہلاک کی گئی اور جنوب جنت سے ہے اور یہی باردار ہوا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور الخرائطی رحمہم اللہ نے مکارم الاخلاق میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے وَ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہوا کو بھیجتا ہے، وہ پانی اٹھاتی ہے پھر اس کے ساتھ بادل بوجھل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ دودھ دینے والی اونٹنی کے دودھ کی طرح ٹپکتا ہے، پھر بارش برساتا ہے۔ (2)

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہما اللہ (نے العظمہ میں) حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ہوا کو بھیجتا ہے وہ پانی کو اٹھاتی ہے، پھر بادل اس پانی کے ساتھ چلتا ہے پھر دودھ دینے والی اونٹنی کے دودھ کی طرح ٹپکتا ہے۔

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: باردار ہوائیں درختوں کو باردار کرتی ہیں اور بادلوں کو چلاتی ہیں۔ (3)

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابورجاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے وَ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: یہ درختوں کو باردار کرتی ہیں میں نے کہا: کیا یہ بادلوں کے لیے بھی ہوتی ہے؟ فرمایا ہاں یہ بادل کو چلاتی ہے حتی کہ وہ برسنے لگتا ہے۔ (4)

امام ابن جریر نے حضرت قتادہ سے مذکورہ آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ بادل میں پانی کو ملاتی ہیں۔ (5)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ان ہواؤں کو اللہ تعالیٰ بادل کی طرف بھیجتا ہے، وہ اسے بوجھل کر دیتی ہیں پھر وہ پانی سے بھر جاتا ہے۔ (6)

ابن المنذر نے عطاء الخراسانی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: باردار ہوائیں بیت المقدس کی چٹان کے نیچے سے نکلتی ہیں۔

امام ابن حبان، ابن السنی (نے عمل یوم ولیلہ میں) طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت سلمہ بن الاکوع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب ہوا تیز چلتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگتے اَللّٰھُمَّ لَقْحًا لاَ عَقِیْمًا۔ اے اللہ! اس ہوا کو رحمت بنا دے، اسے باعث عذاب نہ بنا۔ (7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 30 | 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 27 | 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 29

4۔ ایضاً | 5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 29 | 6۔ ایضاً

7۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 318 (7770) دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہم اللہ (نے العظمۃ میں) حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بشارت دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے جو زمین کو صاف کر دیتی ہیں پھر بادلوں کو چلانے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو اڑاتی ہیں پھر وہ انہیں ٹکڑے ٹکڑے بنا دیتی ہیں پھر بادلوں کو جمع کرنے والی ہوائیں بھیجتا ہے جو انہیں تہہ در تہہ بنا دیتی ہیں پھر باردار ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادل کو باردار کرتی ہے پھر وہ بارش برساتا ہے۔(1)

امام ابن المنذر نے عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں: ہوائیں چار قسم کی ہیں: ایک ہوا عام ہوتی ہے، دوسری ہوا بادلوں کے ٹکڑے بناتی ہے، تیسری ہوا انہیں (تہہ در تہہ) ٹیلوں کی طرح کرتی ہے اور چوتھی ہوا بارش برساتی ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ لَوَاقِحَ سے مراد یہ ہے کہ وہ ہوائیں بادلوں کو جمع کرتی ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے وَ مَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ کے تحت روایت کیا ہے: بمانعین یعنی تم اس کو روکنے والے نہیں ہو۔ اور الْوٰرِثُوْنَ سے مراد الباقین ہے یعنی ہم باقی رہنے والے ہیں۔(2)

وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ۝۲۴ وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ١ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۝۲۵

"اور یقیناً ہم جانتے ہیں ان کو بھی جو گزر چکے ہیں تم میں سے اور یقیناً ہم جانتے ہیں بعد میں آنے والوں کو اور بے شک آپ کا پروردگار ہی انہیں (روز قیامت) جمع کرے گا، بے شک وہ بڑا دانا سب کچھ جاننے والا ہے"۔

امام الطیالسی، سعید بن منصور، احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابوالجوزاء کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک خوبصورت عورت نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتی تھی تو بعض لوگ پہلی صف میں آگے چلے جاتے تاکہ اس عورت پر نظر نہ پڑے۔ بعض لوگ اس کو دیکھنے کے لیے پچھلی صف میں ہو جاتے، جب رکوع کرتے تو اپنی بغلوں کے نیچے سے اسے دیکھتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ الخ۔(3)

امام عبدالرزاق اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابوالجوزاء رحمہ اللہ سے وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ نماز کی صفوں کے بارے نازل ہوئی (4) امام ترمذی فرماتے ہیں یہ اصح ہے۔

امام ابن مردویہ اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ سے مراد اگلی صفیں ہیں اور الْمُسْتَاْخِرِيْنَ سے مراد پچھلی صفیں ہیں۔(5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مروان بن الحکم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کچھ لوگ عورتوں کی وجہ سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 29 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 30 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 34

4۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 256، دار الکتب العلمیہ بیروت 5۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 385، دار الکتب العلمیہ بیروت

پچھلی صفوں میں ہو جاتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت داؤد بن صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سہل بن حنیف الانصاری نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ آیت کن لوگوں کے متعلق نازل ہوئی وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ الخ؟ میں نے کہا: جہاد کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہوں نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ نماز کی صفوں کے بارے نازل ہوئی ہے۔

ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کی صفوں میں سے بلند مرتبہ صف پہلی ہے اور کم مرتبہ صف آخری ہے، اور عورتوں کی صفوف میں سے کم مرتبہ صف پہلی ہے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن ماجہ اور ابو یعلی رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کی صفوں میں زیادہ ثواب کی حامل پہلی صف ہے اور کم ثواب کی حامل آخری صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں زیادہ ثواب والی آخری صف ہے اور کم ثواب والی پہلی صف ہے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مردوں کی صفوں میں بہتر صف اگلی ہے اور کم مرتبہ پچھلی ہے اور عورتوں کی صفوں میں سے بہتر پچھلی ہے اور کم مرتبہ اگلی ہے۔(4)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلی صف فرشتوں کی صف کی مثل ہے، اگر تم اس کے ثواب کو جانتے تو تم اس کی طرف جلدی کرتے۔(5)

امام ابن ابی شیبہ، احمد، دارمی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور الحاکم نے البراء بن عازب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر درود بھیجتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی صفوں پر درود بھیجتے ہیں۔(6)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے پہلی صف میں کمی دیکھی تو فرمایا پہلی صفوں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ پس لوگ پہلی صف میں زیادہ ہو گئے۔(7)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو پہلی صفوف میں ہوتے ہیں۔(8)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عامر بن مسعود القریشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ جان لیں جو (ثواب) پہلی صف میں ہے تو اس کے لیے قرعہ اندازی کریں۔(9)

امام ابن ابی شیبہ، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 34 2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد 4، صفحہ 133 (132)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 336، دار صادر بیروت 4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 158، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 333 6۔ مستدرک حاکم، کتاب فضائل القرآن، جلد 1، صفحہ 769 (2128)، دار الکتب العلمیہ بیروت

7۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 333، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 8۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 332 9۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 333

رسول اللہ ﷺ پہلی صف کے لیے تین مرتبہ اور پچھلی صف کے لیے ایک مرتبہ دعا فرماتے تھے۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت نماز اور جنگ کی صفوف کے بارے میں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت معتمر بن سلیمان عن شعیب بن عبدالمالک عن مقاتل بن سلیمان رحمہم اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی کہ یہ آیت جنگ کی صفوف کے بارے میں نازل ہوئی۔

معتمر فرماتے ہیں میں نے یہی بات اپنے باپ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا: یہ تو جنگ کی فرضیت سے پہلے نازل ہوئی تھی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اطاعت الٰہی میں سبقت لینے والے اور اللہ کی معصیت ونافرمانی میں پیچھے رہنے والے ہیں۔(2)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ پہلی امتوں میں نیکی میں آگے بڑھنے والے اور نیکی میں سستی کرنے والوں کے بارے نازل ہوئی۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: الْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو مر چکے ہیں اور الْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے مراد زندہ لوگ ہیں جو ابھی تک فوت نہیں ہوئے۔(4)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے مراد آدم اور آپ کے ساتھی ہیں اور الْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے مراد آپ کی وہ اولاد ہے جو ابھی پیدا نہیں ہوئی اور اس نے پیدا ہونا ہے اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔(5)

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کے ساتھ والی مخلوق ہے، جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور الْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے مراد مخلوق کی اولاد ہے اور آپ بھی مخلوق ہیں ان سب کو اللہ عزوجل جانتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عون بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ نماز کی صفوں کے بارے نازل ہوئی ہے؟ محمد بن کعب نے فرمایا نہیں۔ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے مراد میت اور مقتول ہیں اور الْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے مراد جو بعد میں ان کے ساتھ لاحق ہوں گے۔(6)

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ اور مجاہد رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مر چکے ہیں اور جو ابھی زندہ ہیں۔(7)

امام ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس آیت سے مراد یہ ہے کہ کچھ مخلوق اللہ نے پہلے پیدا کی کچھ بعد میں پیدا کی، اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے جو اس نے پہلے پیدا کی اور اس کو بھی جانتا ہے جو اس نے بعد میں پیدا کی۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 332، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 33
3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 34
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 32
5۔ ایضاً
6۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 256، دار الکتب العلمیہ بیروت
7۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 31

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں الْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے مراد گزشتہ امتیں ہیں اور الْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے مراد امت محمد ﷺ ہے۔(1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَحْشُرُهُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے اور پچھلے تمام لوگوں کو جمع کرے گا۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ ان کو (پہلے) اور ان کو (پچھلے) تمام کو جمع کرے گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگلوں اور پچھلوں کو جمع کرے گا۔

امام ابن جریر نے حضرت الشعبی سے اس قول کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سب کو جمع کرے گا۔(3)

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾

''اور بلاشبہ ہم نے پیدا کیا انسان کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے جو پہلے سیاہ بدبودار گارا تھی''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تین قسم کی مٹی سے پیدا کیا لیس دار مٹی، کھنکھناتی مٹی اور سیاہ بدبودار مٹی الطین اللازب، لیس دار عمدہ مٹی کو کہتے ہیں، صَلْصَالٍ نرم مٹی کو کہتے ہیں جسے آگ پر پکا کر برتن تیار کیے جاتے ہیں، حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ سیاہ بدبودار مٹی کو کہتے ہیں۔(4)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے: صَلْصَالٍ اس مٹی کو کہتے ہیں کہ اچھی جگہ پر پانی پڑے، وہ اس مٹی میں جذب ہو جائے، اس کے بعد مٹی خشک ہو جائے، پھر ٹھیکری کی طرح بجنے لگے۔(5)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: صَلْصَالٍ اس خشک مٹی کو کہتے ہیں جو خشک ہونے کے بعد گیلی ہوتی ہو اور پھر خشک ہوتی ہو۔(6)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ صَلْصَالٍ اس مٹی کو کہتے ہیں جس میں ریت ملائی گئی ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: صَلْصَالٍ اس مٹی کو کہتے ہیں جسے انگلی سے ٹھکرایا جائے تو آواز دینے لگے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: صَلْصَالٍ اس خشک مٹی کو کہتے ہیں جس سے آواز سنی جائے (جب اسے انگلی سے ٹھکرایا جائے)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: صَلْصَالٍ اس مٹی کو کہتے ہیں جس کو تو ہاتھوں میں نچوڑے تو تیری انگلیوں کے درمیان سے پانی نکل پڑے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس سے مراد گیلی مٹی ہے۔(7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 33   2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 35   3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 36   5۔ ایضاً   6۔ ایضاً   7۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 38

امام الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد بدبودار مٹی ہے۔(1)

الطستی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ابن عباس سے پوچھا کہ مجھے حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ کے متعلق بتایئے آپ نے فرمایا حمأہ سیاہ بدبودار کیچڑ ہے اور مسنون سے مراد قالب میں ڈھالی ہوئی ہے۔ نافع نے کہا: کیا عرب یہ مفہوم جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا تو نے حمزہ بن عبدالمطلب کا یہ قول نہیں سنا جو اس نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں کہا ہے:

اَغَرُّ كَاَنَّ الْبَدْرَ مسنة وَجْهِهٖ جَلَا الْغَيْمَ عَنْهُ ضَوْءُهٗ فَتَبَدَّدَا

''وہ روشن پیشانی والا ہے گویا اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کا عکس ہے اس کی چمک سے بادل چھٹ گیا ہے اور بکھر گیا ہے''۔

امام ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا گیا پھر اسے زمین پر چھوڑ دیا گیا حتی کہ وہ لیس دار مٹی بن گیا۔ پھر کچھ عرصہ اسی طرح چھوڑا گیا تو وہ بدبودار مٹی بن گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا۔ وہ چالیس دن ایک ڈھانچہ کی حالت میں پایا گیا حتی کہ وہ خشک ہو گیا پھر وہ ٹھیکری کی طرح کھنکھناتی مٹی ہو گیا۔ جب اسے ٹھکرایا جاتا تو وہ بجنے لگتا۔ صَلۡصَالٍ اور فخار حالت میں بھی اسی طرح پڑا رہا۔ واللہ اعلم۔(2)

وَ الۡجَآنَّ خَلَقۡنٰهُ مِنۡ قَبۡلُ مِنۡ نَّارِ السَّمُوۡمِ ﴿۲۷﴾ وَ اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ وَ نَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِیۡنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ اَبٰۤی اَنۡ یَّكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمۡ اَكُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِیۡمٌ ﴿۳۴﴾ وَّ اِنَّ عَلَیۡكَ اللَّعۡنَةَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ﴿۳۵﴾

''اور جان کو ہم نے پیدا فرمایا اس سے پہلے ایسی آگ سے جس میں دھواں نہیں اور (اے محبوب!) یاد فرماؤ جب آپ کے رب نے کہا تھا فرشتوں کو میں پیدا کرنے والا ہوں بشر کو کھنکھناتی مٹی سے جو پہلے سیاہ بودار کیچڑ تھی۔ تو جب میں اسے درست فرما دوں اور پھونک دوں اس میں خالص روح اپنی طرف سے تو گر جانا اس کے سامنے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 38 2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 2، صفحہ 343، دار الفکر بیروت

سجدہ کرتے ہوئے۔ پس سربسجود ہو گئے فرشتے سارے کے سارے۔ سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کردیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس کیا وجہ ہے کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ (گستاخ) کہنے لگا میں گوارا نہیں کرتا کہ سجدہ کروں اس بشر کو جسے تو نے پیدا کیا ہے بجنے والی مٹی سے جو پہلے سیاہ بدبودار تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا (اے بے ادب) نکل جا یہاں سے تو مردود ہے اور بلاشبہ تجھ پر لعنت ہے روز جزا تک''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے الجان جنوں کی مسخ شدہ صورت ہے جیسا کہ بندر اور خنازیر انسان کی مسخ شدہ صورت ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اَلْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ کے تحت روایت کیا ہے کہ الجان سے مراد ابلیس ہے جو آدم سے پہلے پیدا کیا گیا تھا۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس ملائکہ کے قبائل میں سے ایک قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے جس کو جن کہا جاتا ہے۔ وہ ملائکہ میں سے ایسی آگ سے پیدا کیے گئے ہیں جس میں دھواں نہیں ہے۔ فرمایا: اور وہ جن جن کا ذکر قرآن میں ہے وہ آگ کے شعلہ سے پیدا کیے گئے ہیں۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اسے تمام لوگوں سے زیادہ خوب صورت پیدا کیا گیا تھا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نَّارِ السَّمُوْمِ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اتنی گرم آگ کہ وہ قتل کر دیتی ہے۔(3)

امام الطیالسی، الفریابی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: السَّمُوْمِ وہ آگ ہے جس سے الجان کو پیدا کیا گیا، یہ جہنم کی آگ کا سترواں جزء ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔(4)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کا سترواں جزء ہے اور یہ آگ اس آگ کا سترواں جزء ہے جس سے جان کو پیدا کیا گیا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔

ابن ابی حاتم نے عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الجان اور الشیاطین، سورج کی آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۝۳۶ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 39، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً،
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 41

الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾

''کہنے لگا اے میرے رب! پھر مہلت دے مجھے اس دن تک جب مردے (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک تو مہلت دیئے ہوئے گروہ میں سے ہے (جنہیں) وقت مقرر کے دن تک مہلت دی گئی ہے وہ بولا اے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بھٹکا دیا میں (برے کاموں کو) ضرور خوش نما بنادوں گا ان کے لیے زمین میں اور میں ضرور گمراہ کروں گا ان سب کو سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں ان میں سے چن لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سیدھا راستہ ہے جو میری طرف آتا ہے بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی بس نہیں چلتا مگر وہ جو تیری پیروی کرتے ہیں گمراہوں میں سے اور بے شک جہنم وعدہ کی جگہ ہے ان سب کے لیے اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ مخصوص ہے یقیناً پرہیز گار اس دن باغوں اور چشموں میں (آباد) ہوں گے (انہیں حکم ملے گا) داخل ہو جاؤ ان جنتوں میں خیر و عافیت کے ساتھ بے خوف ہو کر اور ہم نکال دیں گے جو کچھ ان کے سینوں میں کینہ (وغیرہ) تھا وہ بھائی بھائی بن جائیں گے اور تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے نہیں پہنچے گی انہیں اس میں کوئی تکلیف اور نہ انہیں اس سے نکالا جائے گا''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ ابلیس موت کا ذائقہ نہ چکھنا چاہتا تھا۔ اسے کہا گیا تجھے مقرر وقت تک مہلت ہے فرماتے ہیں پہلے نفخہ کے وقت ابلیس مر جائے گا۔ پہلے اور دوسرے نفخہ کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہے۔ فرماتے ہیں: ابلیس چالیس سال مرا پڑا رہے گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک مہلت نہیں دی بلکہ ایک معلوم وقت تک اسے مہلت دی ہے۔

ابن جریر نے الضحاک سے اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ الْمُخْلَصِيْنَ سے مراد مومنین ہے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی استثناء ہے۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ کے تحت روایت کیا ہے کہ حق اللہ کی طرف لوٹتا ہے، اس کا سیدھا راستہ ہے، وہ ٹیڑھا نہیں ہوتا۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عَلَيَّ بمعنی اِلَيَّ ہے (یعنی میری طرف)(4)

امام ابوعبید، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت زیاد بن ابی مریم اور عبد اللہ بن کثیر رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ پڑھتے تھے اور کہتے تھے عَلَيَّ بمعنی اِلَيَّ ہے۔(5)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مُسْتَقِيْمٌ کا معنی رفیع روایت کیا ہے۔(6)

امام ابوعبید، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ پڑھتے اور فرماتے مُسْتَقِيْمٌ کا معنی رفیع ہے۔(7)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن عباد رحمہ اللہ سے مُسْتَقِيْمٌ کا معنی رفیع روایت کیا ہے۔(8)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ کے تحت روایت کیا ہے کہ میرے وہ بندے جن کے متعلق میں نے جنت کا فیصلہ کر دیا ہے اگر وہ کوئی گناہ کریں گے تو میں اسے معاف کر دوں گا۔

امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ رحمہم اللہ نے العظمہ میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب ابلیس پر لعنت کی گئی تو اس کی فرشتوں والی صورت سے تبدیلی ہوگئی، وہ اس سے گھبرا گیا اور زور سے چیخ ماری۔ پس دنیا میں قیامت تک اب ہر چیخ اس کی چیخ سے ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زید بن قسیط رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: انبیاء کرام کی مساجد، ان کے شہروں سے باہر ہوتی تھیں، جب نبی کسی باب کے متعلق اپنے رب سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا تو وہ مسجد کی طرف نکل جاتا، پھر تقدیر الٰہی کے مطابق نماز پڑھتا پھر اپنا سوال پیش کرتا، ایک دفعہ ایک نبی علیہ السلام مسجد میں بیٹھے تھے کہ ابلیس آگیا، وہ نبی علیہ السلام اور قبلہ کے درمیان بیٹھ گیا۔ اس نبی علیہ السلام نے تین مرتبہ کہا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ ابلیس نے کہا: تو مجھے بتا کہ کس چیز کے ساتھ تو مجھ سے نجات حاصل کرتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے کہا بلکہ تو مجھے بتا کہ تو کس چیز کے ساتھ ابن آدم پر غالب آتا ہے؟ ہر ایک نے دوسرے سے بات کی، نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 42　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 43　4۔ ایضاً
5۔ ایضاً　6۔ ایضاً　7۔ ایضاً　8۔ ایضاً

سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۔ ابلیس نے کہا میں نے یہ قول تیرے پیدا ہونے سے پہلے سنا ہے۔ نبی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (الاعراف: 200) میں جب بھی تیری آمد محسوس کرتا ہوں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں، ابلیس نے کہا: تو نے سچ کہا: اسی کے ذریعے تو مجھ سے نجات پاتا ہے، نبی علیہ السلام نے کہا: تو کس چیز کے ساتھ بنی آدم پر غالب آتا ہے؟ ابلیس نے کہا: میں اسے غصہ اور خواہش کے ساتھ مغلوب کرتا ہوں۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ دروازے یہ ہیں: جہنم، سعیر، لظی، الحطمہ، سقر، جحیم، ھاویہ، یہ نیچے والا دروازہ ہے۔

امام ابن المبارک، ہناد، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، احمد (الزہد میں) ابن ابی الدنیا (نے صفۃ النار میں) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے البعث میں کئی طریق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں، وہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں، پہلے پہلا دروازہ بھرا جائے گا پھر دوسرا پھر تیسرا حتی کہ ساتوں دروازے بھر جائیں گے۔ (2)

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت خطاب بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم جہنم کے دروازوں کی کیفیت جانتے ہو؟ ہم نے کہا: وہ اس طرح ہوں گے جیسے یہ (ہمارے) دروازے ہیں۔ فرمایا نہیں بلکہ یہ اس طرح ہے، آپ نے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھا اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی پیدا کر کے ارشاد فرمایا ہر دروازے کے اوپر ایک دروازہ ہوگا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت خلیل بن مرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے سورۂ تبارک الذی اور حم السجدہ پڑھتے تھے۔ فرمایا: وہ سورتیں جن سے پہلے حم آتا ہے وہ سات ہیں، جہنم کے دروازے سات ہیں: جہنم، الحطمہ، لظی، سعیر، سقر، ھاویہ، جحیم، ان سورتوں میں سے ہر سورت ایک دروازہ پر کھڑی ہو جائے گی اور کہے گی: اے اللہ! جو مجھ پر ایمان رکھتا تھا اور میری تلاوت کرتا تھا اسے اس دروازے سے داخل نہ کر۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

امام بخاری (نے تاریخ میں)، ترمذی، ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کے سات دروازے ہیں، ایک دروازہ اس شخص کے لیے ہے جس نے میری امت پر تلوار لہرائی۔ (3)

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور البزار رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ کا ایک دروازہ ہے جو صرف اس شخص کے لیے ہے جس کا غصہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی (کے عمل) سے ٹھنڈا ہوا۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جہنم کے سات دروازے ہیں ان میں سے سب سے زیادہ غم، پریشانی میں مبتلا کرنے والا اور سر دگرم اور بدبودار زنا کرنے والوں کے لیے ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کا ایک دروازہ صرف

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 44 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 49، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 11، صفحہ 205، دار الکتب العلمیہ بیروت

جہنم کے ہر دروازے پر آگ کے ستر ہزار شامیانے ہیں اور ہر شامیانہ میں آگ کے ستر ہزار قبے ہیں اور ہر قبہ میں ستر ہزار آگ کے تنور ہیں، ان میں سے ہر تنور کے ستر ہزار آگ کے سوراخ ہیں اور ہر سوراخ میں ستر ہزار چٹانیں ہیں ان میں ہر چٹان پر ستر ہزار آگ کے سوراخ ہیں اور ان میں سے ہر سوراخ میں ستر ہزار آگ کے بچھو ہیں، ہر بچھو کے ستر ہزار آگ کے دم ہیں اور ان میں سے ہر دم میں آگ کے ستر ہزار مہرے ہیں اور ان میں سے ہر مہرے میں ستر ہزار زہر کے گھڑے ہیں، ستر ہزار آگ کو جلانے والے ہیں جو اس آگ کو جلاتے ہیں۔ فرمایا سب سے پہلے جو جہنم میں داخل ہوں گے، وہ دوزخ کے دروازے پر چار ہزار جہنم کے داروغے دیکھیں گے جن کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ ان کے دانت نکلے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے رحمت نکال لی ہوگی۔ ان میں سے کسی دل میں ذرہ برابر رحمت نہ ہوگی۔

ابونعیم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم ہر روز بھڑکائی جاتی ہے اور ہر روز اس کے دروازے کھولے جاتے ہیں سوائے جمعہ کے دن کے۔ جمعہ کو نہ اس کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور نہ اس کو بھڑکایا جاتا ہے۔(1)

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سب سے زیادہ جہنم سے پناہ مانگنے کا حق اس وقت ہے جب اس کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن ابی مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جہنم سات آگوں پر مشتمل ہے، ہر اپنے سے نیچے والی آگ کی طرف دیکھتی ہے اس خوف سے کہ کہیں وہ اسے کھانہ جائے۔

امام ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آگ میں قید خانہ ہے جس میں برے ترین لوگ داخل ہوں گے، اس کا فرش آگ ہے، اس کی چھت بھی آگ ہے، اس کی دیواریں بھی آگ ہیں، اس میں آگ ہی بھڑکتی ہے۔

امام عبدالرزاق اور حکیم ترمذی رحمہما اللہ نوادر الاصول میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں: شہید کے لیے ایک نور ہے اور جو حروریہ سے جنگ کرے گا اس کے لیے دس انوار ہیں۔ کعب فرماتے ہیں: جہنم کے سات دروازے ہیں، ایک دروازہ حروریہ کے لیے ہے۔ فرماتے ہیں: یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں نکلے تھے۔

امام ابن مردویہ اور الخطیب رحمہما اللہ نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ کے تحت فرمایا: ایک جزء مشرکوں کا اور ایک جزء اللہ تعالیٰ کے بارے شک کرنے والوں کا اور ایک جزء اللہ تعالیٰ سے غفلت کرنے والوں کا۔

امام ترمذی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ آئے تو لوگ دوڑ دوڑ کر آپ کے پاس آئے۔ میں بھی آیا تاکہ آپ کے چہرہ اقدس کی زیارت کروں۔ میں نے جب آپ کا چہرہ دیکھا تو میں پہچان گیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں۔ سب سے پہلی بات جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی وہ یہ تھی: اے لوگو! کھانا کھلاؤ، سلام پھیلاؤ، صلہ رحمی

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 5، صفحہ 188، مطبعۃ السعادۃ مصر

نرو، رات کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اٰمِنِیْنَ فرمایا: موت سے مامون ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ لوگ جنت میں مریں گے، نہ بوڑھے ہوں گے، نہ بیمار ہوں گے، نہ برہنہ ہوں گے اور نہ بھوکے ہوں گے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت لقمان بن عامر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنت میں کوئی داخل نہیں ہو گا حتی کہ ان کے سینے سے اللہ تعالی کینہ نکال دے گا۔ حتی کہ ایک انسان کے سینہ سے خونخوار درندے کی طرح کینہ نکال دے گا۔(2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت القاسم عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے سینوں میں دنیا کا آپس میں کینہ وغیرہ موجود ہو گا حتی کہ جب اپنے پلنگوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے تو اللہ تعالی ان کے دلوں سے دنیا کا کینہ نکال دے گا۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ سے غِلّ کا معنی عداوت نقل کیا ہے۔(4)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں ابوالمتوکل الناجی نے ابوسعید الخدری کے حوالے سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومنین آگ سے نجات پا لیں گے تو انہیں جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا، دنیا میں انہوں نے ایک دوسرے پر جو مظالم کیے ہوں گے ان کا قصاص اور بدلہ چکایا جائے گا حتی کہ جب وہ (ان مظالم سے بھی) پاک اور صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں داخلے کا اذن ملے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جنتیوں میں سے ہر شخص جنت میں اپنے مقام منزل کو، دنیا کی منزل ومقام سے زیادہ جانتا ہوگا۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ ان کو مشابہت نہیں دی جا سکتی۔ مگر جمعہ پڑھنے والوں کے ساتھ جو جمعہ پڑھ کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں (یعنی جس طرح جمعہ کے بعد ہر شخص اپنے گھر کی طرف جاتا ہے بالکل اسی طرح ہر جنتی اپنے مقام اور منزل کی طرف جائے گا)۔(5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنتی صراط کو عبور کر لیں گے تو انہیں دنیا میں ایک دوسرے پر ظلم کرنے کی وجہ سے پکڑ لیا جائے گا وہ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے کینہ نہیں ہوگا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبدالکریم بن رشید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل جنت، جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو ایک دوسرے کو غصہ آمیز نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے لیکن جونہی اندر داخل ہوں گے تو اللہ تعالی

1۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 2، صفحہ 144 (1334)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 46
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 47

ان کے دلوں سے کینہ وغیرہ نکال دیں گے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ آیت ہم اہل بدر کے متعلق نازل ہوئی۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن ملیل رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت عرب کے تین قبائل بنو ہاشم، بنو تمیم اور بنو عدی اور ابوبکر وعمر کے بارے نازل ہوئی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے کثیر النواء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے ابوجعفر سے پوچھا کہ فلاں شخص نے مجھے علی بن الحسین سے روایت کرتے ہوئے یہ بات بتائی ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے (کیا یہ بات درست ہے؟) ابوجعفر نے فرمایا: اللہ کی قسم! واقعی ان کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا ان میں کون سا کینہ تھا؟ فرمایا: زمانہ جاہلیت کا کینہ۔ بنو تمیم، بنو عدی، بنو ہاشم کے درمیان زمانہ جاہلیت میں کینہ وغیرہ تھا۔ جب یہ لوگ دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے تو آپس میں شیر وشکر ہو گئے۔ ایک دفعہ سیدنا ابوبکر کو کمر میں درد ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ گرم کر کے ان کی کمر پر رکھا اور اس کے ساتھ حضرت ابوبکر کی کمر کو گرم کیا تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ابن طلحہ کو فرمایا: میں امید کرتا ہوں اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان سے مراد میں اور تیرا باپ ہیں۔ ہمدان کے ایک شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ زیادہ عدل فرمانے والا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر ایسی چیخ ماری کہ محل پھٹنے لگا، فرمایا: اگر ہم جنت کے مستحق نہیں تو پھر کس کو جنت میں داخلہ کی اجازت ہو گی۔(2)

امام سعید بن منصور اور ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے امید ہے کہ میں، عثمان، طلحہ اور زبیر انہی لوگوں میں سے ہوں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم ان کے سینوں سے کینہ نکال دیں گے۔

امام الشیرازی نے الالقاب میں، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ان دس صحابہ کرام کے متعلق نازل ہوئی: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ سے موقوف روایت نقل کی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت النعمان بن بشیر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: اس آیت سے مراد عثمان، طلحہ، زبیر اور میں ہوں۔

امام ہناد، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: عَلٰی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 46 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 47

سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ وہ پلنگوں پر یوں آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے کہ ایک دوسرے کی گدی نہیں دیکھیں گے۔(1)

امام ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنتی ایک دوسرے کی گدی نہیں دیکھیں گے پھر بطور دلیل یہ آیت پڑھی مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ۝ (الواقعہ)

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالقاسم البغوی، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت زید بن ابی اوفی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ یعنی جنت میں اللہ کی رضا کے لیے آپس میں محبت کرتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔

ابن ابی حاتم نے السدی سے روایت کیا ہے: لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ، فرماتے ہیں: نصب سے مراد مشقت اور اذیت ہے۔

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۝۴۹ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ۝۵۰

''بتادو میرے بندوں کو کہ میں بلاشبہ بہت بخشنے والا از حد رحم کرنے والا ہوں اور (یہ بھی بتادو کہ) میرا عذاب بھی بہت دردناک عذاب ہے''۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء بن ابی رباح عن رجل من اصحاب النبی ﷺ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس دروازے سے ہمارے پاس تشریف لائے جس سے بنوشیبہ داخل ہوتے تھے، فرمایا: کیا میں تمہیں ہنستے ہوئے نہیں دیکھ رہا؟ پھر آپ واپس تشریف لے گئے حتیٰ کہ حجر اسود کے پاس پہنچے تو قہقری چال سے واپس تشریف لائے اور فرمایا جب میں (تمہارے پاس) سے گیا تو جبریل امین آئے اور کہا: اے محمد! (ﷺ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں کو مایوس کیوں کرتے ہو انہیں بتادو کہ میں غفور رحیم ہوں اور یہ بھی بتادو کہ میرا عذاب بھی بہت دردناک ہے۔(2)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مصعب بن ثابت رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کچھ صحابہ کرام کے پاس سے گزرے جو ہنس رہے تھے۔ فرمایا: جنت کو یاد کرو، دوزخ کو یاد کرو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

امام البزار، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ چند صحابہ کرام کے پاس سے گزرے جو کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ فرمایا کیا تم ہنس رہے ہو جنت اور دوزخ کا ذکر تمہارے سامنے ہے، اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔(3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے۔ پھر فرمایا: یہ فرشتہ ندا دے رہا ہے کہ میرے بندوں کو مایوس نہ کرو۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 48   2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 49   3۔ مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، جلد 7، صفحہ 132، دار الفکر بیروت

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ کے نبی نے ارشاد فرمایا: اگر بندہ اللہ تعالیٰ کے عفو کی مقدار جان لے تو وہ حرام سے بھی اجتناب نہ کرے اور اگر اس کے عذاب کی مقدار جان لے تو اس کا سانس نکل جائے۔(1)

امام بخاری، مسلم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے رحمت کو تخلیق فرمایا تو سو رحمتیں پیدا فرمائیں پھر ننانوے رحمتوں کو اپنے پاس رکھا اور ایک رحمت کو پوری مخلوق میں پھیلایا، اگر کافر کو معلوم ہو جائے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو اور اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کے اس عذاب کا علم ہو جائے جو اس کے پاس ہے تو وہ آگ سے بے خوف نہ ہو۔(2)

بیہقی نے شعب الایمان میں ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ایک گروہ کے پاس تشریف لے گئے جو آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم لوگ وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے، جب آپ چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی: اے محمد! میرے بندوں کو مایوس کیوں کرتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور فرمایا: مبارک ہو، میانہ رو ہو جاؤ اور درست کام کرو۔(3)

وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ (51) اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ (52) قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ (53) قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ (54) قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ (55) قَالَ وَ مَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (56) قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ (57) قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ (58) اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ (59) اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ (60) فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِالْمُرْسَلُوْنَ (61) قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ (62) قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ (63) وَ اَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (64) فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 49
2۔ صحیح بخاری، جلد 5، صفحہ 2374 (6104)، دار ابن کثیر دمشق
3۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 22 (1058)، دار الکتب العلمیہ بیروت

الَّیْلِ وَ اتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّ امْضُوْا حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ۝۶۵ وَ قَضَیْنَاۤ اِلَیْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِیْنَ۝۶۶ وَ جَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ۝۶۷ قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَیْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنِۙ۝۶۸ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ۝۶۹ قَالُوْۤا اَوَ لَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۝۷۰ قَالَ هٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِیْۤ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَؕ۝۷۱ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۝۷۲ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَۙ۝۷۳ فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍؕ۝۷۴ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ۝۷۵ وَ اِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ۝۷۶ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۝۷۷

”اور بتائیے انہیں ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ جب وہ آپ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا آپ پر سلام ہو آپ نے کہا (اے اجنبیو!) ہم تو تم سے خائف ہیں۔ مہمانوں نے کہا مت ڈریئے ہم آپ کو مژدہ سنانے آئے ہیں ایک صاحب علم بچے کی پیدائش کا۔ آپ نے کہا کیا تم مجھے اس وقت خوش خبری دینے آئے ہو جب کہ مجھے بڑھاپا لاحق ہو چکا ہے پس یہ کیسی خوش خبری ہے۔ وہ بولے ہم نے تو آپ کو سچی خوش خبری دی پس نہ ہو جائیے آپ مایوس ہونے والوں سے۔ آپ نے فرمایا کون ناامید ہوتا ہے اپنے رب کی رحمت سے بجز گمراہوں کے۔ آپ نے کہا اے فرستادو! کس اہم کام کے لیے تم آئے ہو۔ انہوں نے کہا ہم بھیجے گئے ہیں ایک مجرم قوم کی طرف۔ مگر لوط کے گھرانے والے ہم ان سب کو بچالیں گے۔ اس کی بیوی کے ہم نے (بامر الٰہی) یہ طے کیا ہے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔ پس جب آئے خاندان لوط کے پاس یہ فرستادے آپ نے (انہیں دیکھ کر) کہا تم تو اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہو۔ فرشتوں نے کہا (ہم اجنبی نہیں) بلکہ ہم لے آئے ہیں تمہارے پاس وہ چیز جس میں وہ شک کیا کرتے تھے۔ اور ہم لے آئے ہیں آپ کے پاس حق (عذاب) اور ہم بلا شبہ سچ کہہ رہے ہیں۔ تو چلے جائیے اپنے اہل خانہ کے ساتھ رات کے کسی حصہ میں اور خود ان کے پیچھے پیچھے چلیے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھے تم میں سے کوئی، اور چلے جائیے جہاں (جانے کا) تمہیں حکم دیا گیا ہے اور ہم نے (بذریعہ وحی) لوط

کو آگاہ کر دیا اس حکم سے کہ یقیناً ان کی جڑ کاٹ دی جائے گی جب وہ صبح کر رہے ہوں گے۔ اور (اتنے میں) آ گئے شہر والے خوشیاں مناتے ہوئے آپ نے (انہیں) کہا (ظالمو!) یہ تو میرے مہمان ہیں ان کے بارے میں تم مجھے شرمسار نہ کرو اور ڈرو اللہ کے غضب سے اور مجھے رسوا نہ کرو وہ بولے کیا ہم نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ دوسروں کے معاملہ میں دخل نہ دیا کرو آپ نے کہا یہ میری (قوم کی) بچیاں ہیں اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو (تو ان سے نکاح کرو) (اے محبوب!) آپ کی زندگی کی قسم! یہ (اپنی طاقت کے نشہ میں) مست ہیں (اور) بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہیں پس آ لیا ان کو ایک سخت کڑک نے جب سورج نکل رہا تھا پس ہم نے ان کی بستی کو زیروزبر کر دیا اور ہم نے برسائے ان پر کنکر کے پتھر بے شک اس واقعہ میں (عبرت کی) نشانیاں ہیں غوروفکر کرنے والوں کے لیے اور بے شک یہ بستی ایک آباد راستہ پر واقع ہے یقیناً اس میں نشانی ہے اہل ایمان کے لیے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَا تَوْجَلْ کا معنی لَا تَخَفْ (تو نہ ڈر) ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنے اور اپنی بیوی کے بڑھاپے کی وجہ سے تعجب کیا۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے الْقٰنِطِیْنَ کا معنی آیِسِیْنَ (مایوس ہونے والے) کیا ہے۔

امام ابوعبید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت اعمش رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت یحیٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ الْقٰنِطِیْنَ کو بغیر الف کے الْقَنِطِیْنَ پڑھتے تھے اور یَقْنَطُ کو نون کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو شخص لوگوں کو رحمت الٰہی سے مایوس کرتا ہے یا خود مایوس ہوتا ہے وہ خطا کرتا ہے۔ پھر یہ آیت کریمہ پڑھی مَنْ یَّقْنَطُ الخ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے مَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ کا معنی مَنْ یَیْاَسُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهٖ کیا ہے یعنی کون اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور احمد رحمہما اللہ نے الزہد میں حضرت موسیٰ بن علی عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سام سے کہا: اے بیٹا! تو قبر میں داخل نہ ہو جب کہ تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کے شریک کے بارے رائی کے ذرہ برابر بھی تصور ہو۔ جو مشرک ہو کر مرتا ہے اس کے لیے کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے، بیٹا! تو قبر میں داخل نہ ہو جب کہ تیرے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو کیونکہ کبر اللہ تعالیٰ کی رداء (چادر) ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے اس کی رداء کے متعلق جھگڑا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے، بیٹا تو قبر میں داخل نہ ہو جب کہ تیرے دل میں ذرا بھر مایوسی ہو کیونکہ رحمت الٰہی سے مایوس صرف گمراہ آدمی ہوتا ہے۔(2)

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 50، دار احیاء التراث العربی بیروت　　2۔ کتاب الزہد، صفحہ 67، دار الکتب العلمیہ بیروت

نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھنے والا گناہ گار، مایوس عابد کی نسبت، رحمت الٰہی کے زیادہ قریب ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میرے اور قدریہ فرقہ کے درمیان یہی آیت وجہ نزاع ہے اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے: لوط علیہ السلام نے انہیں نہیں پہچانا تھا بِمَا كَانُوْا فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ فرماتے ہیں: لوط کی قوم کے عذاب کے بارے شک کیا کرتے تھے۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یَمْتَرُوْنَ کا معنی یَشُكُّوْنَ (شک کرنا) نقل کیا ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ اتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنے گھر والوں کے پیچھے پیچھے چلیں جب وہ چل پڑیں۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے: وَّ امْضُوْا حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شام کی طرف نکالا تھا۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے وَ قَضَیْنَاۤ اِلَیْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ یعنی ہم نے حکم ان کی طرف وحی کیا۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ کے تحت روایت کا ہے کہ ان کی اصل ختم کردی جائے گی، انہیں ہلاک کردیا جائے گا۔(4)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے جَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں وہ لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی آمد سے خوش ہوئے۔ جب وہ لوط علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تھے کیونکہ انہوں نے ان مہمانوں سے برائی کا ارادہ کیا تھا۔(5)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اَوَ لَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا ہم نے تجھے کسی کو مہمان بنانے یا پناہ دینے سے منع کیا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا اور اپنے مہمانوں کو اپنی قوم کی بیٹیوں کے ذریعے بچانے کا ارادہ کیا۔(6) واللہ اعلم

امام ابن ابی شیبہ، الحرث بن ابی اسامہ، ابویعلیٰ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ سے زیادہ کوئی معزز و مکرم شخصیت پیدا ہی نہیں کی۔ میں نے کہیں نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی زندگی کے علاوہ کسی کی زندگی کی قسم اٹھائی ہو: لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ فرمایا اے محمد! ﷺ تیری زندگی کی قسم، تیرے دنیا میں باقی رہنے کی قسم۔(7)

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے لَعَمْرُكَ کے تحت لَعَیْشُكَ (تیری زندگی کی قسم) کے الفاظ نقل کیے ہیں۔(8)

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 13، دار صادر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 53
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 54
7۔ ایضاً
8۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 55

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی زندگی کے علاوہ کسی کی زندگی کی قسم نہیں اٹھائی۔ فرماتے ہیں: لَعَمْرُكَ کا معنی یہ ہے کہ اے محمد! ﷺ تیری زندگی کی قسم!۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص لعمری کہے وہ اسے حیاتی کے قائم مقام سمجھتے تھے جس کا معنی ہے میری زندگی کی قسم۔(1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ اپنی گمراہی میں کھیل رہے ہیں۔(2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت الاعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنی غفلت میں متردد ہیں۔(3)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہر وہ چیز جس کے ساتھ کسی قوم کو ہلاک کیا جائے وہ صاعقہ اور صیحہ کہلاتی ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے مُشْرِقِيْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب سورج نکل رہا تھا۔(4)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ آیت سے مراد علامت ہے۔ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں ایک شخص دوسرے شخص کو اپنے گھر والوں کی طرف انگوٹھی دے کر بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز دے دو تو وہ گھر والے انگوٹھی دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ یہ بات سچ ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ کا معنی اَلنَّاظِرِيْنَ (دیکھنے والے) کیا ہے۔(5)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے العظمہ میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ کا معنی الناظرین (عبرت کی نگاہ سے دیکھنے والے) کیا ہے۔(6)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ کا معنی فراست والے کیا ہے۔(7)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیہ میں حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ کا معنی فراست والے کیا ہے۔

امام بخاری نے التاریخ میں، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں، ابن مردویہ اور الخطیب رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرا کرو، وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔(8)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرا کرو کیونکہ مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔(9)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 55 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 57 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً
8۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، باب: 17، جلد 11، صفحہ 206، دار الکتب العلمیہ بیروت 9۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 57

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی فراست سے بچو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اللہ کی توفیق سے بولتا ہے۔(1)

امام حکیم الترمذی، البزار، ابن السنی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندے ایسے ہیں جو لوگوں کو اپنے (نور) فراست سے پہچان لیتے ہیں۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ میں سبیل کا معنی ہلاکت روایت کیا ہے۔

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ کا معنی واضح راستہ نقل کیا ہے۔(3)

وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾ وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَ اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَ كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾

"اور بے شک ایکہ کے باشندے بھی بڑے ظالم تھے پس ہم نے ان سے بھی انتقام لیا اور یہ دونوں بستیاں کھلی شاہراہ پر واقع ہیں اور بے شک جھٹلایا اہل حجر نے (اللہ تعالیٰ) کے رسولوں کو اور ہم نے عطا کیں انہیں اپنی نشانیاں مگر وہ ان سے روگردانی ہی کرتے رہے اور وہ کھود کر بنایا کرتے تھے پہاڑوں کو اپنے گھر (اور) وہ بے خوف وخطر رہا کرتے تھے پس پکڑ لیا انہیں ایک خوفناک چنگھاڑ نے جب وہ صبح اٹھ رہے تھے پس نہ فائدہ پہنچایا انہیں اس (مال) نے جو وہ کمایا کرتے تھے اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین کو نیز جو کچھ ان کے درمیان ہے، مگر حق کے ساتھ اور بے شک قیامت آنے ہی والی ہے پس (اے حبیب!) آپ درگزر فرمایا کیجئے ان سے عمدگی کے ساتھ یقیناً آپ کا رب ہی سب کا خالق (اور) سب کچھ جاننے والا ہے اور بے شک ہم نے عطا فرمائی ہیں آپ کو سات آیتیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم بھی"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 58 2۔ نوادر الاصول، صفحہ 271، دار صادر بیروت 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 58

امام ابن مردویہ اور ابن عباس رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدین اور اَصۡحٰبُ الۡاَیۡکَۃِ دو امتیں تھیں جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اَصۡحٰبُ الۡاَیۡکَۃِ سے مراد شعیب علیہ السلام کی قوم ہے، اس علاقہ میں گھنے درخت تھے جن میں وہ رہتے تھے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت خصیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الایکہ کے معنی درخت ہے۔ وہ گرمیوں میں ان درختوں کے تر پھل کھاتے تھے اور سردیوں میں خشک پھل کھاتے تھے۔(2)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے وَ اِنۡ کَانَ اَصۡحٰبُ الۡاَیۡکَۃِ لَظٰلِمِیۡنَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں بتایا گیا ہے کہ اصحاب الایکہ گھنے جنگلوں میں رہتے تھے اور ان کے عام درخت دائمی تھے اور ان کے رسول شعیب علیہ السلام تھے، حضرت شعیب کو اہل مدین اور اصحاب الایکہ کی طرف بھیجا گیا۔ یہ دو امتیں تھیں اور دونوں کو مختلف عذاب دیئے گئے۔ اہل مدین کو سخت چنگھاڑ نے پکڑ لیا اور اصحاب الایکہ ان پر سات دن مسلسل گرمی کو مسلط کیا گیا ہے۔ نہ کوئی سایہ اس سے محفوظ کرتا تھا اور نہ کوئی اور تدبیر کارگر ہوتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک بادل بھیجا جس میں وہ سکون تلاش کر رہے تھے۔ پس اسے اللہ تعالیٰ نے ان پر باعث عذاب بنا دیا، اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ برسائی جو ان تمام کو کھا گئی۔ عَذَابُ یَوۡمِ الظُّلَّۃِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۸۹﴾ (الشعراء) میں اسی عذاب کی طرف اشارہ ہے۔(3)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اصحاب الایکہ کا معنی جنگل والے روایت کیا ہے۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔(5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی گھنے درختوں والے معنی روایت کیا ہے۔(6)

ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اَصۡحٰبُ الۡاَیۡکَۃِ سے مراد اصحاب مدین ہیں۔ ایکہ گھنے درختوں کو کہتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے الایکہ کا معنی مجتمع الشجر کیا ہے یعنی جہاں درخت زیادہ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اہل مدین کو تین قسم کا عذاب دیا گیا تھا۔ جب وہ گھروں سے نکلے تھے تو ان کو زلزلہ نے آلیا تھا۔ پھر جب وہاں سے نکلے تو انہیں سخت گھبراہٹ سے دوچار کیا گیا پس وہ گھروں میں داخل نہیں ہوتے تھے کہ کہیں چھتیں گر نہ جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک بادل بھیجا، جس کے نیچے ایک آدمی داخل ہوا اور کہنے لگا میں نے آج سے پہلے کبھی ایسا پاکیزہ اور ٹھنڈا سایہ نہیں دیکھا۔ لوگو! ادھر آؤ۔ پس تمام لوگ اس سایہ میں داخل ہوئے تو ان پر سخت قسم کی چنگھاڑ آئی اور سب مر گئے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے امام مبین سے مراد کھلی شاہراہ ہے۔(7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 60، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 59 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 59
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 60 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا معنی واضح راستہ روایت کیا ہے۔(1)
امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے بھی اس کا معنی واضح راستہ روایت کیا ہے۔(2)
امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔(3)
امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔(4)
عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے اَصْحٰبُ الْحِجْرِ سے مراد صحاب الوادی ہیں۔(5)
امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ سے مراد قوم ثمود اور قوم صالح علیہ السلام ہے۔
امام بخاری، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اَصْحٰبُ الْحِجْرِ کی جگہ سے گزرنے کے وقت ارشاد فرمایا: ان لوگوں کے مکانوں میں جب تم داخل ہوتو روتے ہوئے داخل ہو، اگر تم نہ روؤ تو ان کے علاقہ میں داخل نہ ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہی عذاب تم پر بھی نازل ہو۔(6)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: غزوۂ تبوک کے سال رسول اللہ ﷺ نے ثمود کے گھروں کے پاس پڑاؤ کیا، لوگوں نے ان کنوؤں سے پانی بھرا جس سے ثمود پانی پیتے تھے اور اسی کے ساتھ آٹا گوندھا اور اسی سے ہانڈیوں میں گوشت پکایا۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو ہانڈیاں انڈیل دینے کا حکم دیا اور آٹا اونٹوں کو کھلانے کا حکم دیا۔ پھر آپ ﷺ چل پڑے حتی کہ اس کنویں کے قریب پڑاؤ کیا جہاں سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ان لوگوں کے (مکانات کے) پاس جانے سے منع فرمایا جنہیں عذاب دیا گیا تھا۔ فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ تمہیں بھی کہیں ویسے ہی عذاب میں مبتلا نہ کیا جائے پس تم ان کے مکانات کے پاس بھی نہ جاؤ۔
امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ جب رسول اللہ ﷺ کی معیت میں قوم ثمود کے علاقہ میں اترے تو انہوں نے ان کے کنوؤں سے پانی بھرا اور اس کے ساتھ آٹا گوندھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ پانی انڈیل دو اور یہ آٹا اونٹوں کو کھلا دو اور فرمایا: اس کنویں سے پانی بھرو جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیتی تھی۔
امام ابن مردویہ نے سبرہ بن معبد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اصحاب حجر کے متعلق فرمایا۔ جس نے ان کے کنوؤں سے پانی بھرا ہے وہ اسے انڈیل دے اور فرمایا کچھ لوگوں نے اس پانی سے آٹا گوندھا تھا اور کچھ نے حلوہ تیار کیا تھا۔
امام ابن مردویہ اور ابن النجار رحمہما اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب ہے بغیر عتاب کے راضی ہونا۔
امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مفہوم روایت کیا ہے۔
امام ابن جریر اور ابن المنذر رنے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ حکم جنگ کرنے کے حکم سے پہلے کا ہے۔(7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 60 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 61 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً
5۔ ایضاً 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 63

ابن جریر اور ابن المنذر رحمہ اللہ نے عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مراد سورۃ فاتحہ ہے۔(1)

الفریابی، سعید بن منصور، ابن الضریس، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، دار قطنی، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کئی طرق کے ذریعے روایت کیا ہے کہ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مراد فاتحۃ الکتاب ہے۔(2)

امام ابن الضریس، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مراد سورۃ فاتحہ اور الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ سے مراد سارا قرآن ہے۔(3)

امام ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: فاتحۃ الکتاب۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لیے علیحدہ رکھا ہوا تھا اور اس کو ام الکتاب میں بلند کیا ہوا تھا۔ امت محمدیہ کے لیے اس کو ذخیرہ کر رکھا تھا حتی کہ امت محمدیہ کو ہی یہ ذیشان سورت عطا فرمائی اور اس سے پہلے کسی کو یہ سورت عطا نہیں فرمائی پوچھا گیا۔ سورہ فاتحہ کی ساتویں آیت کون سی ہے؟ فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (4) ابن الضریس نے سعید بن جبیر سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ سورۃ فاتحہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ذخیرہ کی گئی تھی، آپ کے سوا کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مراد سورۃ فاتحہ ہے اور یہی سورت ہر نماز میں دوہرائی جاتی ہے۔

ابن الضریس، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مراد فاتحہ ہے۔

ابن جریر نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مراد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہے۔(5)

امام ابن الضریس نے حضرت یحییٰ بن یعمر اور ابوفاختہ سے روایت کیا ہے کہ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مراد سورۃ فاتحہ ہے۔

امام ابن الضریس رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے یہی روایت کیا ہے۔(6)

ابن الضریس اور ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ فرضی اور نفلی نماز کی ہر رکعت میں دوہرائی جاتی ہے۔(7)

امام ابن الضریس نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فاتحۃ الکتاب ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہیں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ربیع رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں۔ اس کو المثانی اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بار بار پڑھی جاتی ہے، جب بھی آپ قرآن پڑھتے تو اس کی تلاوت کرتے، ربیع سے پوچھا گیا کہ لوگ اسے السبع الطول مراد لیتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 67　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 70
5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 68　6۔ ایضاً　7۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 69

ہیں ۔فرمایا یہ آیت نازل ہوئی جب کہ طول سورتوں میں سے کچھ بھی نازل نہ ہوا تھا۔(1)

ابن جریر نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ اس سے سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مراد السبع الطول سورتیں مراد ہیں ۔(2)

الفریابی، ابوداؤد، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الطبرانی، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے) اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مراد السبع الطول سورتیں ہیں اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں اور ان سورتوں میں سے دو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی۔(3)

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو السبع الطول سورتیں عطا کی گئیں، موسیٰ علیہ السلام کو چھ عطا کی گئیں، جب انہوں نے تختیاں پھینکی تھیں تو دو اٹھالی گئیں تھی اور چار باقی رہی تھیں۔

امام دارمی اور ابن مردویہ نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: فاتحۃ الکتاب ہی سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ ہے۔

امام ابن الضریس رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ السبع المثانی سے مراد سورۂ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف اور یونس ہیں۔

امام سعید بن منصور، ابن الضریس، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مراد یہ سات لمبی سورتیں ہیں: بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف اور یونس۔ ابن جبیر سے پوچھا گیا ان کو المثانی کیوں کہا جاتا ہے فرمایا اس میں قضاء اور قصص کا ذکر بار بار آیا ہے۔(4)

امام حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مراد سورۂ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف اور کہف ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ المثانی سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کی آیات کی تعداد دو سو سے کچھ کم وبیش ہے: البقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، براءت اور انفال۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مراد السبع الطول ہیں۔ میں نے پوچھا ان کو یہ نام کیوں دیا جاتا ہے؟ فرمایا ان میں خبر، امثال اور عبرتوں کا بار بار ذکر ہے۔(5)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس نے فرمایا: سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مراد سورۂ فاتحہ ہے اور السبع الطول بھی ان میں سے ہیں۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے زیاد بن ابی مریم سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں: میں نے تجھے سات چیزیں اور بھی دی ہیں اومر، انہ، بشر، انذر، اضرب الامثال، اعدد النعم اور اتل نبأ لقرون۔(6)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 68 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 63 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 64
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 65 5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 65-66 6۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 71

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر نے ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ المثانی سے مراد سارا قرآن ہے۔(1)

امام آدم بن ابی ایاس، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ سے مراد پہلی سات طویل سورتیں ہیں اور الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ سے مراد تمام قرآن ہے۔

ابن جریر نے العوفی کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں المثانی سے مراد قرآن کا وہ حصہ ہے جو بار بار پڑھا جاتا ہے کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ (الزمر:23) ''اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے نہایت عمدہ کلام یعنی وہ کتاب جس کی آیتیں ایک جیسی ہیں بار بار دہرائی جاتی ہیں'')(2)

ابن جریر نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ المثانی سے مراد قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک واقعہ کو بار بار ذکر فرماتے ہیں۔(3)

لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ۝۸۸ وَ قُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ۝۸۹ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ۝۹۰ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ۝۹۱ فَوَرَبِّكَ لَنَسْــٴَـلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ۝۹۲ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۝۹۳ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ۝۹۴ اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ۝۹۵ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ۝۹۶

''اپنی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے ان (اموال) کی طرف جن سے ہم نے لطف اندوز کیا ہے ان کے مختلف طبقوں کو اور رنجیدہ خاطر بھی نہ ہوں ان (کی گمراہی) پر اور نیچے کیجئے اپنے پروں کو مومنوں کے لیے اور فرمایئے کہ میں تو بلا شبہ (ایسے عذاب سے) کھلا ڈرنے والا ہوں جیسے ہم نے اتارا ان بانٹنے والوں پر جنہوں نے کر دیا تھا قرآن کو پارہ پارہ پس آپ کے رب کی قسم! ہم پوچھیں گے ان سب سے ان اعمال کے متعلق جو وہ کیا کرتے تھے سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا اور منہ پھیر لیجئے مشرکوں سے ہم کافی ہیں آپ کو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لیے جو بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور خدا، سو یہ (حقیقت حال کو) ابھی جان لیں گے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ کے تحت روایت کیا ہے کہ انسان کو اس بات سے منع کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی دوسرے کے مال کی تمنا کرے۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 70
2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 71
3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 71
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 74

امام ابو عبید اور ابن المنذر نے یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبیلہ کے اونٹ کے پاس سے گزرے جس کو بنو الملوح یا بنو المصطلق کہا جاتا تھا۔ موٹاپے کی وجہ سے وہ اونٹ اپنے پیشاب کی جگہ میں روکا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا چہرے پر ڈالا اور اس کو دیکھے بغیر گزر گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ (الآیۃ)

امام ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ کا معنی الاغنیاء، الامثال، الاشباہ روایت کیا ہے۔ (1)

امام ابن المنذر نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس کو قرآن جیسی نعمت بخشی گئی اور پھر اس نے کسی دوسری چیز کی طرف دیکھا تو اس نے قرآن کو حقیر جانا۔ کیا تم نے یہ ارشاد نہیں سنا وَ لَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ .... الی قولہ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى۔ اس سے مراد قرآن ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ کے تحت روایت کیا ہے کہ اپنے پروں کو نیچا کرو۔

امام بخاری، سعید بن منصور، حاکم، الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: الْمُقْتَسِمِيْنَ سے مراد اہل کتاب ہیں، انہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کیا، بعض پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کردیا۔ (2)

امام ابن جریر نے علی کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ عِضِيْنَ کا معنی ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ (3)

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا الْمُقْتَسِمِيْنَ سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود و نصاریٰ جو بعض قرآن پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کیا۔

امام ابن اسحٰق، ابن ابی حاتم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ کے پاس قریش کے چند افراد جمع ہوئے۔ ولید ان سب سے بڑا تھا، موسم حج قریب تھا۔ ولید نے قریش سے کہا: اے قریشیو! حج کا وقت قریب آچکا ہے اور عربوں کے وفود تمہارے پاس آئیں گے جب کہ وہ تمہارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق بھی سن چکے ہیں، اس کے متعلق اپنی ایک رائے قائم کرلو تا کہ اختلاف نہ ہو اور ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرتے رہیں، قریش نے کہا: تم خود ہی کوئی بات بتادو، ہم اس پر قائم رہیں گے۔ اس نے کہا نہیں تم بتاؤ میں تمہاری بات سنوں گا۔ قریش نے کہا: ہم کہیں گے وہ کاہن ہے۔ ولید نے کہا وہ کاہن تو نہیں ہے۔ ہم نے کاہن دیکھے ہیں نہ تو وہ کاہنوں کی طرح بات کرتا ہے اور نہ ان کی طرح اس کا سجع ہے۔ انہوں نے کہا: ہم اسے مجنون کہیں گے۔ ولید نے کہا: وہ مجنون نہیں ہے، ہم نے جنون کی مرض دیکھی ہے اور ہم اس کو پہچانتے ہیں۔ نہ اس کے گلے میں کوئی ایسی تکلیف ہے، نہ اسے کوئی حاجت ہے نہ وسوسہ۔ قریش نے کہا: ہم کہیں گے: وہ شاعر ہے، ولید نے کہا: وہ شاعر بھی نہیں ہے۔ ہم اشعار کی تمام اصناف جانتے ہیں، اس کا رجز، ہزج، قریض، مقبوض، مبسوط ہم سب جانتے ہیں۔ اس کا کلام شعر نہیں ہے۔ قریش نے کہا: ہم اسے جادوگر کہیں گے، ولید نے کہا: وہ جادوگر بھی نہیں ہے، ہم نے جادوگر کو دیکھا ہے اور جادو بھی دیکھا ہے، وہ نہ تو ان کی طرح پھونکیں مارتا ہے نہ گرہیں لگاتا ہے۔ قریش نے کہا:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 74   2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 75   3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 78

پھر ہم کیا کہیں ؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم اس کے کلام میں مٹھاس ہے اور اس کے چہرے پر رونق اور خوبصورتی ہے، اس کی اصل بڑی عزت والی ہے اور اس کی فرع بھی بڑی عمدہ ہے، جو کہو گے پہچان لیا جائے گا کہ یہ جھوٹ اور باطل ہے، سب سے بہتر بات جو قبول ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ تم کہو وہ جادوگر ہے، میاں، بیوی، دو بھائیوں ماں، بیٹے، انسان اور اس کے خاندان کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے۔ تمام لوگ اسی بات پر جدا ہوئے، پس اللہ تعالیٰ نے ولید کے متعلق یہ آیات نازل کیں: ذَرْنِيْ وَ مَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ وَّ بَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۙ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۙ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ؕ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ؕ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ۙ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ نَظَرَ ۙ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ۙ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ۙ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؕ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝ (المدثر) اور باقی قریش کے متعلق کے یہ ارشاد نازل فرمایا جو ولید کے ساتھ تھے الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ یعنی جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد قریش کا گروہ ہے، انہوں نے کتاب اللہ کو پارہ پارہ کیا، بعض نے کہا یہ جادو ہے، بعض نے کہا یہ کہانت ہے، بعض نے کہا یہ پہلے لوگوں کے قصے ہیں۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: العضہ، قریش کی لغت میں اس کا معنی جادو ہے اور جادو کرنے والی عورت کو العاضہة کہتے ہیں۔(1)

امام ترمذی، ابن جریر، ابو یعلی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چیزوں کے متعلق تمام لوگوں سے سوال ہوگا وہ جس کی عبادت کرتے تھے اور انہوں نے رسولوں کو جو جواب دیا۔(2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے البعث میں حضرت علی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ فرماتے ہیں فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ۝ (الرحمن) اللہ تعالیٰ لوگوں سے یہ نہیں پوچھے گا کہ کیا تم نے یہ عمل کیا تھا؟ کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے بلکہ وہ پوچھے گا تم نے یہ عمل کیوں کیا۔(3)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کے تحت روایت کیا ہے کہ تم اس کو جاری کرو۔(4)

امام ابن جریر نے حضرت ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر عبادت اور تبلیغ کرتے حتی کہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کا ارشاد نازل ہوا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام باہر نکل پڑے۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 80 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 82 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 83 5۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم اور ابوداؤد رحمہما اللہ نے الناسخ میں حضرت علی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ فرماتے ہیں اس آیت کو اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ نے منسوخ کر دیا ہے۔

امام ابن اسحٰق اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تم اپنی قوم اور جن کے آپ نبی ہیں سب کو پیغام رسالت کی تبلیغ کرو۔ (1)

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ نماز میں قرآن جہراً پڑھو۔ (2)

حضرت ابن زید سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ جو قرآن تمہاری طرف وحی کیا گیا ہے اس کی لوگوں کو تبلیغ کرو۔ (3)

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اس کا مطلب ہے کہ جو تمہیں حکم دیا گیا ہے تم اس کا اعلان کرو۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت السدی الصغیر عن کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سال تک نازل شدہ احکام کو ظاہر نہ کیا حتیٰ کہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کا ارشاد نازل ہوا۔ یعنی مکہ میں اپنے دین کا اظہار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے جو آپ کا اور قرآن کا مذاق اڑاتے ہیں، یہ پانچ افراد تھے جو مذاق اڑاتے تھے۔ پس جبرائیل امین یہ آیت کریمہ لے کر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو ان تمام کو زندہ دیکھتا ہوں۔ پس وہ تمام ایک رات میں ہی ہلاک ہو گئے۔ ان میں ایک العاص بن وائل السہمی تھا، وہ ایک دن باہر نکلا جب کہ بارش ہو رہی تھی وہ اور اس کا بیٹا سیر کرنے کے لیے نکلے، العاص گھوڑے پر سوار تھا۔ وہ ایک وادی میں نیچے اترا تو اسے ایک زہریلی چیز نے ڈس لیا، علاج معالجہ کی کافی کوشش کی گئی لیکن شفا نہ ہوئی۔ اس کا پاؤں سوج کر اونٹ کی گردن کی مثل ہو گیا۔ پس وہ وہاں ہی مر گیا۔ ان بدبختوں میں سے ایک الحارث بن قیس السہمی تھا۔ اس نے ایک نمکین مچھلی کھائی اور اس کو سخت پیاس لگ گئی۔ وہ متواتر پانی پیتا رہا حتیٰ کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ وہ یہ کہتے ہوئے مر گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے مجھے قتل کر دیا ہے۔ ان بدبختوں میں سے ایک الاسود بن المطلب تھا اس کا بیٹا تھا جس کو زمعہ کہا جاتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بددعا کی یہ اندھا ہو جائے اور اپنے بیٹے پر روتا ہے۔ جبریل امین ایک سبز پتہ لے کر آئے اور اسود کو مارا اور وہ اندھا ہو گیا۔ اپنے ایک غلام کو ساتھ لے کر اپنے بیٹے کی ملاقات کے لیے گیا، تو جبرائیل آئے جب کہ وہ درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا، جبرائیل نے اس کا سر درخت کے ساتھ پٹخنا شروع کر دیا اور کانٹوں سے اس کے چہرے کو مارا۔ اسود نے اپنے غلام سے مدد طلب کی تو اس نے کہا۔ مجھے کوئی شخص نظر نہیں آ رہا جو تیرے ساتھ ایسا کر رہا ہے بلکہ مجھے تو یوں لگتا ہے تو خود ہی اپنا سر درخت سے مار رہا ہے۔ وہ بھی یہ کہتے ہوئے مر گیا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے قتل کیا ہے۔ ان بدبختوں میں سے ایک ولید بن مغیرہ تھا۔ وہ بنی خزاعہ کے ایک شخص کے نیزے کے پاس سے گزرا جس کو مالک نے باریک کر کے دھوپ میں رکھا ہوا تھا۔ پھر اس نے اس کو باندھا تو وہ ٹوٹ گیا تھا۔ وہ نیزہ ولید کی رگ جان میں لگ گیا اور اس نے اسے قتل کر دیا۔ ایک بدبخت اسود بن یغوث تھا۔ وہ اپنے گھر سے نکلا۔ اس کو تیز ہوا لگی تو وہ کالا سیاہ ہو گیا حتیٰ کہ حبشی بن گیا۔ وہ اپنے گھر والوں کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 82　　2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 83　　3۔ ایضاً

پاس آیا تو انہوں نے اسے نہ پہچانا اور اس پر اپنا دروازہ بند کر دیا حتی کہ وہ یہ کہتے ہوئے مر گیا مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے قتل کر دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے سب کو اکٹھا قتل کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اپنے دین کا برملا اظہار کیا۔ (1)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں دوضعیف سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جبرائیل امین کو ان تمام کو قتل کرنے کا کام سونپا گیا، پس جبرائیل نے ولید کو ٹھوکر ماری پھر اس کے پاؤں میں جو نیزہ لگا تھا اس کو اس طرح نچوڑا کہ اس کا پیشاب ناک کی طرف سے نکل آیا، پھر وہ اسود بن عبد العزیٰ کے پاس آیا، وہ پانی پی رہا تھا۔ جبریل امین نے اس میں پھونک ماری تو اس کا پیٹ پھول کر پھٹ گیا۔ پھر جبرائیل امین عاص بن وائل کے پاس آئے۔ وہ طائف جا رہا تھا۔ آپ نے اس کو ایک تیز چیز کے ساتھ چوک دی تو اس کا زہر اس کے سر تک پہنچ گیا، حارث بن قیس کو جبریل نے مکا مار کر ہلاک کر دیا، اسود بن عبد یغوث الزہری کو بھی قتل کر دیا۔ (2)

امام طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی، ابونعیم ان دونوں نے دلائل میں اور ابن مردویہ (نے حسن سند کے ساتھ) اور الضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ مذاق اڑانے والے یہ افراد تھے: ولید بن مغیرہ، اسعد بن عبد یغوث، اسود بن عبد المطلب، الحارث بن عبطل السہمی، العاص بن وائل، جبرائیل امین آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شکایت کی۔ فرمایا مجھے وہ دکھاؤ، پس جبرائیل نے پہلے آپ کو ولید دکھایا، آپ نے اس کی رگ جان کی طرف اشارہ کیا تو آپ نے فرمایا تو نے کیا کیا: جبرائیل نے کہا میں نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ پھر جبرائیل کو آپ نے اسود بن المطلب دکھایا اور اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا، پوچھا تو نے کیا کیا؟ فرمایا میں نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ پھر جبرائیل کو الاسود بن عبد یغوث دکھایا، اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ پھر پوچھا تو نے کیا کیا؟ جبرائیل نے کہا میں نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ پھر اس نے الحارث دکھایا اور اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ پوچھا تو نے اس کو کیا کیا؟ جبرائیل نے کہا میں نے اس کا کام بھی تمام کر دیا ہے۔ پھر آپ نے العاص بن وائل دکھایا تو اس کے پاؤں کے تلوے کی طرف اشارہ کیا۔ پوچھا تو نے اس کا کیا کیا؟ اس نے کہا میں آپ کی طرف سے اس کے لیے کافی ہوں۔ پس ولید خزاعہ کے ایک شخص کے پاس سے گزرا جو اپنے تیر تیز کر رہا تھا۔ پس ولید کو وہ تیر رگ جان میں لگ گیا اور اس نے اسے کاٹ دیا، اسود بن المطلب ایک درخت کے نیچے اترا اور اولاد کو پکار پکار کر کہہ رہا تھا کیا تم میرا دفاع نہیں کرو گے؟ میں ہلاک ہو رہا ہوں اور میری آنکھوں میں کانٹے مارے جا رہے ہیں۔ بیٹے کہتے ہمیں تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔ وہ اسی طرح چیختا چلاتا رہا حتی کہ اس کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ الاسود بن یعوث کے سر پر زخم آئے اور وہ ان کی وجہ سے مر گیا۔ حارث کے پیٹ میں زرد پانی پڑ گیا تھا حتی کہ اس کا پیشاب پاخانہ اس کے منہ سے نکلتا تھا۔ العاص الطائف کی طرف سوار ہو کر جا رہا تھا اس کو بھی پاؤں کے نیچے سے کسی تیز چیز کی نوک لگی تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ (3)

1۔ دلائل النبوۃ از ابونعیم، جلد 1، صفحہ 354، المکتبۃ العربیہ بحلب 2۔ ایضاً

3۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 85، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت جو یبر عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا: محمد کاہن ہے وہ مستقبل کی خبریں دیتا ہے۔ ابوجہل نے کہا: محمد جادوگر ہے، یہ باپ اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالتا ہے۔ عقبہ بن ابی معیط نے کہا: محمد مجنون ہے، اپنے جنون میں بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ ابی بن خلف نے کہا محمد کذاب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ کا ارشاد نازل فرمایا۔ پس یہ تمام جنگ بدر سے پہلے ہلاک ہو گئے۔

امام ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ مذاق اڑانے والے آٹھ آدمی تھے: ولید بن مغیرہ، اسود بن المطلب، اسود بن عبد یغوث، عاص بن وائل، الحارث بن عدی بن سہم، عبد العزیٰ بن قصی، یہ ابو زمعہ ہے۔ یہ تمام موت یا مرض کے ساتھ جنگ بدر سے پہلے ہلاک ہو گئے تھے۔ الحارث بن قیس العیاطل میں سے تھا۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مذاق اڑانے والوں میں سے یہ لوگ بھی تھے: ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، الحارث بن قیس، الاسود بن المطلب، الاسود بن عبد یغوث اور ابو ہبار بن الاسود۔

امام ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ قریش کے پانچ افراد تھے جو رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے۔ انس میں سے الحارث بن عیطلہ، العاص بن وائل، اسود بن عبد یغوث اور ولید بن مغیرہ بھی تھے۔

امام البزار، طبرانی رحمہما اللہ نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ مکہ میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے، وہ آپ کے پیچھے اشارے کر رہے تھے۔ یہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں اور اس کے ساتھ جبرائیل ہے، جبرائیل نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا تو ناخن کی مثل ان کے جسموں پر جا لگا، پس ان کے جسم بدبودار زخم بن گئے۔ پس کوئی ایک بھی ان کے قریب نہیں آ سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں پندرہ سال رہے۔ ان میں چار پانچ سال خفیہ طور پر دعوت اسلام دیتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر عذاب نازل کر دیا جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ الخ۔ العضین قریش کی لغت میں جادوگر کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ دشمنی کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا، آپ آٹھ ربیع الاول کو مدینہ طیبہ پہنچے پھر جنگ بدر ہوئی۔ ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ (انفال:7) یہ آیت بھی نازل ہوئی سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ (القمر:45) اور اس کے متعلق یہ آیت بھی نازل ہوئی حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ (المومنون:64) یہ آیت بھی نازل ہوئی لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا (آل عمران:127) اور یہ آیت بھی نازل ہوئی لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ (آل عمران:128)

اللہ تعالیٰ نے قوم کا ارادہ کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے قافلہ کا ارادہ کیا تھا۔ ان کے بارے یہ آیت نازل ہوئی اَلَمْ تَرَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 85

اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا (ابراہیم:28) اور ان کے متعلق یہ آیت بھی نازل ہوئی قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا (آل عمران:13) اور قافلہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (انفال:42) پس انہوں نے وادی کی نچلی سطح اختیار کی تھی۔ یہ تمام آیات اہل بدر کے متعلق نازل ہوئیں۔ اور جنگ بدر سے دو ماہ پہلے ابن الحضرمی کے قتل کا واقعہ پیش آیا تھا۔ پھر جنگ احد ہوئی تھی، جنگ احد کے دو سال بعد جنگ احزاب ہوئی تھی۔ پھر حدیبیہ کی صلح کا واقعہ پیش آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال عمرہ نہیں کیا تھا اور آئندہ سال عمرہ کیا تھا اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ (البقرہ:194) پس حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینہ کے بدلے میں ہے اَلْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ (البقرہ:194) عمرہ کرنے کے بعد مکہ مکرمہ کی فتح نصیب ہوئی۔ اس کے بارے یہ آیت نازل ہوئی حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ الایہ (المومنون:77) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ کی تھی جب کہ وہ ابھی تیار نہ تھے۔ پس قریش کے اس دن چار گروہ قتل ہوئے بنی بکر کے پچاس یا اس سے زائد افراد قتل ہوئے، ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی جب وہ دین میں داخل ہوئے وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ (المومنون:78) پھر بیس راتوں کے بعد حنین کی طرف چلے پھر مدینہ طیبہ آئے پھر حضرت ابوبکر کو حج کا حکم فرمایا۔ جب ابوبکر حج سے واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کی جنگ لڑی پھر آئندہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا۔ پھر آپ نے لوگوں کو الوداع کہا۔ آپ مدینہ منورہ آئے تو دو ربیع الاول کو آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ، فرماتے ہیں: یہ مزاق اڑانے والے پانچ افراد تھے۔ جب یمن کے بادشاہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا پروگرام بنایا تو ولید اس کے پاس آیا اور کہا محمد جادوگر ہے۔ العاص بن وائل آیا۔ اس نے کہا محمد پہلے لوگوں کے قصے جانتا ہے۔ ایک اور آیا، اس نے کہا وہ کاہن ہے۔ ایک اور آیا، اس نے کہا شاعر ہے۔ ایک اور آیا اس نے کہا مجنون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام کے شر سے بچانے کی کفایت فرمائی۔ یہ تمام ایک ہی رات میں مر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو مختلف نوعیتوں کے عذاب میں مبتلا کیا۔ ولید ایک خزاعہ قبیلہ کے ایک شخص کے پاس سے گزرا جو اپنے تیروں کو تیز کر رہا تھا۔ ولید بڑا ناز و نخرے سے چل رہا تھا، اسے ایک تیر لگا تو اس کی رگ جان کٹ گئی، عاص بن وائل ایک وادی میں داخل ہوا تو ایک سانپ نکلا جو ستون کی مانند تھا، اس نے اسے ڈسا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بھی ہلاک کر دیا، ایک اور بڑے سفید اور حسین شکل کا تھا، وہ اسی رات باہر نکلا، اسے سخت ہوا لگی، وہ گھر واپس آیا تو حبشی کی مثل کالا سیاہ ہو چکا تھا۔ گھر والوں نے کہا: یہ ہمارا رشتہ دار نہیں ہے۔ وہ کہتا تھا میں تمہارے گھر کا آدمی ہوں۔ پس انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ ایک اپنے کنویں میں داخل ہوا تو جبریل امین آئے، اسے وہاں ہی بھٹکا دیا۔ وہ کہتا مجھے قتل کیا جا رہا ہے، میری مدد کرو، لوگوں نے کہا: ہمیں تو کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔ ایک اور بدبخت تھا جو اپنے اونٹوں کو دیکھنے جا رہا تھا۔ اس کے پاس جبریل آئے اور اس کو کانٹوں کے ساتھ مارا۔ پس وہ بھی مدد طلب کرتا رہا۔ لوگوں نے کہا: ہمیں تو کوئی مارنے والا نظر نہیں آ رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بھی ہلاک کر دیا۔

19B

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جبریل امین نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور الاسود بن عبد یغوث کی پیٹھ و جھکایا حتی کہ اس کا سینہ بھی ٹیڑھا ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا خالو، میرا خالو! جبریل امین نے کہا: اسے چھوڑ دیئے میں نے اس کا کام تمام کر دیا ہے، یہ مزاق اڑانے والوں میں سے ہے۔ یہ لوگ سورۂ بقرہ اور سورۂ عنکبوت کا مذاق اڑاتے تھے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ قریش کا گروہ تھا وہ مزاق اڑاتے تھے۔ ان میں الاسود بن عبد یغوث، الاسود بن المطلب، الولید بن مغیرہ، العاص بن وائل اور عدی بن قیس تھا۔ (1)

امام ابن جریر اور ابونعیم نے ابوبکر الہذلی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زہری سے کہا گیا کہ حضرت سعید بن جبیر اور عکرمہ مزاق اڑانے والوں میں سے ایک شخص کے بارے میں اختلاف کرتے تھے۔ سعید کہتے ہیں کہ وہ حارث بن عیطلہ ہے اور عکرمہ کہتے تھے کہ وہ حارث بن قیس ہے، زہری نے کہا: وہ دونوں سچ کہتے ہیں۔ حارث کی ماں کا نام عیطلہ تھا اور باپ قیس تھا۔ (2)

امام سعید بن منصور، ابن جریر اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مزاق اڑانے والے سات افراد تھے: العاص بن وائل، ولید بن مغیرہ، ہبار بن الاسود، عبد یغوث بن وہب، الحرث بن عیطلہ۔ (3)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ اور مقسم مولی ابن عباس سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ مذاق اڑانے والے یہ افراد تھے: ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، عدی بن قیس، الاسود بن عبد یغوث، الاسود بن المطلب، یہ تمام افراد ایک ایک کر کے نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرے جب کہ آپ ﷺ کے پاس جبریل امین موجود تھے، جب ان میں سے ایک گزرا تو جبریل نے کہا: یہ محمد کیسا آدمی ہے؟ اس بدبخت نے کہا: اچھے آدمی نہیں ہیں، جبریل نے کہا ہم تیرے لیے اس کی طرف سے کافی ہیں۔ پس ولید گرا تو اس کی چادر سے ایک تیر اٹک گیا۔ وہ بیٹھا تو اس تیر سے اس کی رگ جان کٹ گئی جس کی وجہ سے وہ مر گیا۔ الاسود بن عبد یغوث کو جبریل نے ایک کانٹے دار ٹہنی سے منہ پر مارا تو اس کی آنکھ بہہ پڑی۔ وہ بھی اسی تکلیف سے مر گیا، العاص کو ایک زہریلی چیز نے ڈسا تو اس کا گوشت اس کی ہڈیوں سے گر گیا حتی کہ وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ الاسود بن المطلب اور عدی بن قیس میں سے ایک رات کے وقت اٹھا۔ وہ بہت پیاسا تھا، وہ ایک گھڑا پانی پینا چاہتا تھا۔ وہ پانی پیتا گیا حتی کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ بھی مر گیا۔ ایک اور کو سانپ نے کاٹا تو وہ بھی مر گیا۔ (4)

وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿٩٩﴾

"اور ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کا دل تنگ ہوتا ہے ان باتوں سے جو وہ کیا کرتے ہیں سو آپ پاکی بیان کیجئے

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 56-355، المکتبۃ العربیۃ حلب
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 86
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 87

اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور ہو جائیے سجدہ کرنے والوں سے اور عبادت کیجئے اپنے رب کی یہاں تک کہ آ جائے آپ کے پاس یقین"۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر، حاکم (نے تاریخ میں)، ابن مردویہ اور دیلمی رحمہم اللہ نے حضرت ابو مسلم الخولانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہو جاؤں بلکہ میری طرف تو یہ وحی کی گئی کہ اپنے رب کی پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور ہو جائیے سجدہ کرنے والوں میں سے اور عبادت کیجئے اپنے رب کی یہاں تک کہ آ جائے آپ کے پاس یقین۔(1)

امام ابن مردویہ اور دیلمی نے ابو درداء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ مجھے یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں تاجر ہو جاؤں اور نہ یہ کہ میں مال زیادہ جمع کروں بلکہ مجھے یہ وحی کی گئی ہے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الخ۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے الْيَقِيْنُ کا معنی موت نقل کیا ہے۔(3)

امام ابن مبارک نے الزہد میں الحسن سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے الْيَقِيْنُ کا معنی الموت روایت کیا ہے۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے الْيَقِيْنُ کا معنی موت نقل کیا ہے فرماتے ہیں: جب اس پر موت آئے تو ارشاد الٰہی اور آخرت کے امر کی تصدیق کرے۔(5)

بخاری اور ابن جریر نے ام العلاء سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون کی وفات کے وقت ان کے پاس گئے، ام العلاء فرماتی ہیں: میں نے کہا اے ابو السائب (یہ حضرت عثمان کی کنیت ہے) تجھ پر اللہ کی رحمت ہو، میں تیرے متعلق گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے عزت عطا فرمائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے کیسے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عزت عطا فرمائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے پاس یقین آیا تو میں اس کے لیے خیر کی امید رکھتا ہوں۔(6)

امام نسائی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ جس چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں اس سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر شہادت کی جگہیں تلاش کرتا ہے اور وہ شخص جو گھاٹیوں میں سے گھاٹی میں یا وادیوں میں سے کسی وادی میں اپنی بکریوں کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے، زکوۃ دیتا ہے اور موت کے آنے تک اللہ کی عبادت کرتا ہے، وہ لوگوں میں سے خیر میں ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وہ طلب کیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ پس آسمان اس کا سایہ ہے اور زمین اس کا بچھونا ہے، وہ کسی امر کا اسے خیال نہیں وہ کھیتی باڑی نہیں کرتا درآں حالیکہ وہ روٹی کھاتا ہے۔ وہ درخت نہیں لگاتا مگر پھل کھاتا ہے۔ یہ

1۔ الفردوس للدیلمی، جلد 4، صفحہ 95 (6297)، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 90
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً

سب کچھ اللہ پر توکل کرتے ہوئے کرتا ہے۔ وہ صرف رضا الٰہی کا متلاشی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو اس کے رزق کا ضامن بنا دیا ہے۔ وہ اس کے لیے سامان زیست تیار کرتے ہیں اور ا حلال مال مہیا کرتے ہیں۔ وہ اپنا رزق بغیر حساب کے حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں تادم واپسیں مصروف رہتا ہے۔(1)

امام ابن المبارک رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے بغیر راحت وسکون نہیں ہے اور جس کی راحت لقائے الٰہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی کفایت فرماتا ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 345 (7860)، دار الکتب العلمیہ بیروت

ایاتھا ۱۲۸ ﴿سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ ۱۶﴾ رکوعاتھا ۱۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝۴

"قریب آ گیا ہے حکم الٰہی پس اس کے لیے عجلت نہ کرو۔ پاک ہے اللہ تعالیٰ اور برتر ہے اس شرک سے جو وہ کر رہے ہیں اتارتا ہے فرشتوں کو روح (یعنی وحی) کے ساتھ اپنے حکم سے جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے کہ خبردار کرو (لوگوں کو) کہ نہیں کوئی معبود سوائے میرے پس مجھ سے ہی ڈرا کرو اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ، وہ برتر ہے اس شرک سے جو وہ کر رہے ہیں اس نے پیدا فرمایا انسان کو نطفہ سے، پس اب وہ برملا جھگڑالو بن گیا ہے"۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ سورۃ النحل مکہ میں نازل ہوئی۔

امام النحاس نے مجاہد کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سورۃ النحل آخری تین آیتوں کے علاوہ مکہ میں نازل ہوئی اور آخری تین آیات مکہ اور مدینہ کے درمیان اس وقت نازل ہوئیں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد سے واپس آرہے تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ کا ارشاد نازل ہوا تو صحابہ کرام گھبرا گئے حتیٰ کہ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ کا ارشاد نازل ہوا تو انہیں سکون ملا۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوبکر بن حفص سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ تو صحابہ کرام کھڑے ہو گئے پھر یہ الفاظ نازل ہوئے فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ۔(1)

ابن جریر نے الضحاک کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور و خروج ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں مسجد میں داخل ہوا، نماز پڑھی تو میں نے سورۃ النحل تلاوت کی۔ پس دو آدمی آئے جنہوں نے ہماری قرأت کے خلاف قرأت کی۔ میں نے ان دونوں کے ہاتھ پکڑے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے گیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرأت سنیں،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 93، دار احیاء التراث العربی بیروت

ان میں سے ایک نے تلاوت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے ٹھیک پڑھا ہے، پھر دوسرے سے سنی تو اسے پھر فرمایا: تو نے ٹھیک پڑھا ہے۔ میرے دل میں زمانہ جاہلیت کی تشکیک وتکذیب سے زیادہ شک پیدا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے شک اور شیطان سے محفوظ فرمائے۔ حضرت علی فرماتے ہیں: میرا پسینہ بہنے لگا۔ فرمایا: میرے پاس جبریل امین آئے اور ایک حرف (قرأت) پر تلاوت کی، تو میں نے کہا: میری امت ایک حرف پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی حتی کہ میں نے سات مرتبہ کہا: تو جبریل نے کہا: سات حروف پر پڑھو بار بار میں نے یہی سوال دہرایا۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یہ آیت اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ نازل ہوئی منافقین ایک دوسرے سے کہنے لگے، یہ کہتا ہے کہ اللہ کا امر قریب آگیا ہے، پس جو تم کرتے ہو اس سے رک جاؤ حتی کہ تم دیکھو لو کہ مستقبل میں کیا ہوتا ہے۔ پھر جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی عذاب وغیرہ نازل نہیں ہوا تو کہنے لگے: ہم نے تو کچھ نازل ہوتا نہیں دیکھا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ (الانبیاء:1) منافقین نے پھر پہلے کی طرح کہا، جب انہوں نے دیکھا کہ کچھ نازل نہیں ہو رہا تو کہنے لگے ہمیں تو کچھ نازل ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی وَلَىِٕنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ (ہود:8)۔(1)

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اس کو صحیح بھی کہا ہے) نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر قیامت سے پہلے مغرب کی طرف سے ڈھال کی مثل ایک سیاہ بادل نمودار ہوگا۔ وہ آسمان پر چھاتا جائے گا حتی کہ آسمان کو ڈھانپ دے گا۔ پھر ایک منادی ندا دے گا: اے لوگو! لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے کیا تم نے (یہ آواز) سنی۔ بعض لوگ کہیں گے ہاں، بعض کہیں گے شک ہے۔ پھر دوبارہ منادی ندا دے گا: اے لوگو! لوگ کہیں گے کیا تم نے آواز سنی؟ وہ کہیں گے ہاں۔ پھر ندا دے گا۔ اے لوگو! اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ اللہ کا امر قریب آگیا ہے پس اس کے لیے عجلت نہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! دو آدمی کپڑا (خرید وفروخت کے لیے) بچھائے ہوئے ہوں گے، ابھی لپیٹ نہیں پائیں گے (کہ قیامت آجائے گی)، ایک شخص حوض بھر چکا ہوگا ابھی اس میں سے کچھ پیا نہیں ہوگا (کہ قیامت واقع ہو جائے گی)، ایک شخص اونٹنی دوہ چکا ہوگا ابھی دودھ پیا نہیں ہوگا (کہ قیامت واقع ہو جائے گی)۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے (کہ قیامت واقع ہو جائے گی)۔(2)

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ اَمْرُ اللّٰهِ سے مراد احکام، حدود اور فرائض ہیں۔(3)

ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے يُنَزِّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ کے تحت روایت کیا ہے کہ روح سے مراد وحی ہے۔(4)

امام آدم بن ابی ایاس، سعید بن منصور، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ (العظمہ میں) ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 92
2۔ مستدرک حاکم، کتاب الفتن والملاحم، جلد 4، صفحہ 582 (8622)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 92
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 94

الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ روح اللہ کے امروں میں سے ایک امر ہے اور اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے اور اس کی صورتیں اولاد آدم کی صورتوں پر بنائی ہیں، آسمان سے کوئی بھی فرشتہ اترتا ہے تو اس کے ساتھ ایک الروح ہوتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا (النباء:38)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے العظمہ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ جو فرشتہ اترتا ہے اس کے ساتھ روح ہوتا ہے جیسے وہ اس پر محافظ ہے نہ وہ روح بولتا ہے اور نہ اسے فرشتہ دیکھتا ہے اور نہ مخلوق میں سے کوئی اور چیز اسے دیکھتی ہے۔(1)

عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ روح سے مراد وحی اور رحمت ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الروح سے مراد نبوت ہے

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت الضحاک سے روایت کیا ہے کہ الروح سے مراد القرآن ہے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے الربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ ہر وہ چیز جس کے ساتھ ہمارا رب کلام فرماتا ہے وہ روح ہے۔ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرشتوں کو رحمت اور وحی کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے، پس اس نے رسولوں کو چن لیا کہ لوگوں کو خبردار کرو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں اور مجھ سے ڈرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لا شریک لہٗ مانا جائے اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی ناراضگی سے بچا جائے۔(3)

امام ابن سعد، احمد، ابن ماجہ اور الحاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت یسر بن جحاش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی پر اپنا لعاب ڈالا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے انسان!) تو مجھے عاجز کر سکتا ہے جب کہ میں نے تجھے اس تھوک کی مثل سے پیدا کیا ہے حتیٰ کہ جب میں نے تجھے درست کر دیا اور تیرے اعضاء مناسب بنا دیئے تو تو اپنی چادروں کے درمیان چلا جب کہ زمین نے تجھے چھپانا ہے تو نے مال جمع کیا اور خرچ نہ کیا حتیٰ کہ جب سانس حلقوم تک پہنچ گئی۔ تو تو نے کہا میں صدقہ کرتا ہوں (لیکن) اب صدقہ کرنے کا وقت کہاں ہے۔(4)

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝۶ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 94　2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 95　3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 95

4۔ متدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 545 (3855)، دار الکتب العلمیہ بیروت

"نیز اس نے جانوروں کو پیدا کیا تمہارے لیے ان میں گرم لباس بھی ہے اور دیگر فائدے ہیں اور انہیں (کا گوشت) تم کھاتے ہو اور تمہارے لیے ان میں زیب و زینت بھی ہے جب تم شام کو (چرا کر) انہیں گھر لاتے ہو اور جب تم صبح ان کو چرانے لے جاتے ہو اور (یہ جانور) اٹھا لے جاتے ہیں تمہارے بوجھ ان شہروں تک جہاں تم نہیں پہنچ سکتے مگر سخت مشقت سے۔ بے شک تمہارا رب بہت مہربان (اور) ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے اور اس نے پیدا کیے گھوڑے اور خچر اور گدھے تا کہ تم ان پر سواری کرو اور (تمہارے لیے ان میں) زینت ہے اور پیدا فرمائے گا ایسی سواریوں کو جو تم نہیں جانتے"۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ کے تحت الثیاب (کپڑے) اور مَنَافِعُ کے تحت کھانے، پینے کی چیزوں کو روایت کیا ہے۔(1)

امام عبدالرزاق، الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے مَنَافِعُ سے مراد ہر جانور کی نسل ہے۔(2)

دیلمی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بکریوں میں برکت ہے اور اونٹوں میں جمال ہے۔(3)

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت عروہ البارقی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اونٹ اپنے مالکوں کے لیے ہیں اور بکریاں برکت ہیں۔(4)

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر نے قتادہ سے روایت کیا ہے تمہارے لیے ان جانوں میں زیب و زینت ہے جب تم شام کو چرا کر بڑی بڑی کہانوں کے ساتھ لاتے ہو اور دودھ سے بھری ہوئی کھیریاں لاتے ہو۔ قتادہ فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اونٹوں کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا: یہ اپنے مالکوں کے لیے عزت ہیں۔(5)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ بلد سے مراد مکہ ہے۔ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ اگر تم سامان کو تکلیف کے ساتھ لے جانے کی کوشش بھی کرو تو تمہیں انتہائی محنت و مشقت کرنی پڑے گی۔(6)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ کا معنی ہے مگر اپنے اوپر مشقت برداشت کرنے سے۔(7)

ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابو ہریرہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے چوپاؤں کی پیٹھوں کو منبر بنانے سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے مسخر کیا ہے، اس شہر تک بآسانی پہنچ سکو جس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 96 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 97

3۔ الفردوس بللد یلمی، جلد 2، صفحہ 32 (2197) بیروت

4۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، کتاب التجارات، جلد 3، صفحہ 97 (2305)، دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 98 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً

تک تم نہیں پہنچ سکتے مگر سخت مشقت سے اور اس نے تمہارے لیے زمین پیدا کی ہے۔ پس اس پر تم اپنی حاجات پوری کرو۔ (1)

امام احمد، ابویعلی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت معاذ بن انس عن ابیہ رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی سواریوں اور اونٹوں پر بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: ان جانوروں پر پوری طرح سواری کرو اور پھر مکمل طور پر چھوڑ دو، راستوں اور بازاروں میں باتیں کرنے کے لیے ان کو کرسیاں نہ بناؤ۔ بسا اوقات سواری سوار سے بہتر ہوتی ہے اور وہ سوار کی بنسبت زیادہ ذکر الٰہی کرنے والی ہوتی ہے۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ نے عطاء بن دینار سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سواریوں کی پیٹھوں کو باتوں کے لیے کرسیاں نہ بناؤ، بعض اوقات سواری، سوار سے بہتر ہوتی ہے اور سوار کی نسبت سواری زیادہ ذکر الٰہی کرنے والی ہوتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ سوار کی نسبت اللہ تعالیٰ کی زیادہ اطاعت شعار اور زیادہ ذکر کرنے والی ہوتی ہے۔ (3)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حبیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ سواری پر زیادہ دیر ٹھہرنا اور اسے مارنا ناپسند کرتے تھے جب کہ وہ مطیع ہو۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمہاری وہ زیادتیاں معاف کردے جو تم جانوروں سے کرتے ہو تو اس نے تمہارے بہت سے گناہ معاف کردیئے۔ (4)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً کے تحت روایت کیا ہے کہ اس نے ان جانوروں کو تمہارے سواری کے لیے بنایا ہے اور تمہارے لیے زینت بنایا ہے۔ (5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: ابوعیاض اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے: وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً۔ فرماتے اس نے ان جانوروں کو تمہارے لیے زینت بنایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پہلے گھوڑے وحشی تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے لیے مطیع بنائے تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب گھوڑوں کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنوب کی ہوا سے فرمایا: میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں، میں اس مخلوق کو اپنے دوستوں کے لیے باعث عزت بناؤں گا اور اپنے دشمنوں کے لیے باعث ذلت بناؤں گا، اہل طاعت کے لیے باعث حفاظت بناؤں گا، پس اللہ تعالیٰ نے جنوب کی ہوا سے ایک مٹھی بھری اور اس سے گھوڑا پیدا فرمایا پھر فرمایا۔ میں نے تیرا نام گھوڑا رکھا ہے اور تجھے عربی بنایا ہے، خیر تیری پیشانی سے باندھ دی گی ہے غنیمتیں تیری پیٹھ پر جمع ہوں گی اور تو جہاں بھی ہوگا

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 485 (11083)، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 110، دارالکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 8، صفحہ 492، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 303 (5188)، دارالکتب العلمیہ بیروت

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 100

تیرے ساتھ غنا ہوگی۔ میں نے وسعت رزق کے اعتبار سے دوسرے جانوروں کی بنسبت تیر خاص رعایت کی ہے، میں نے تجھے تمام جانوروں کا سردار بنایا ہے اور میں نے تجھے اس طرح بنایا ہے کہ تو بغیر پروں کے اڑے گا اور تو دوڑنے کے لیے ہے۔ میں تجھ پر ایسے لوگوں کو سوار کروں گا جو میری تسبیح کرتے ہوں گے۔ پس جب وہ تسبیح کریں تو تو بھی میری ان کے ساتھ تسبیح کرنا اور وہ میری تہلیل کریں گے۔ جب وہ میری تہلیل کریں تو تو بھی ان کے ساتھ میری تہلیل کرنا۔ جو میری بڑائی بیان کریں گے۔ پس جب وہ میری بڑائی بیان کریں تو تو بھی میری بڑائی بیان کرنا۔ پھر جب گھوڑا ہنہنایا تو فرمایا: جب وہ میری بڑائی بیان کریں تو تو بھی میری بڑائی بیان کرنا۔ پھر جب گھوڑا ہنہنایا تو فرمایا: میں نے تجھ پر برکت ڈال دی۔ میں تیرے ہنہنانے کے ساتھ مشرکین کو ڈراؤں گا، میں ان کے کان اس سے بھر دوں گا اور اس ہنہناہٹ سے ان کے دلوں کو خوفزدہ کروں گا۔ اور اس کے ساتھ ان کی گردنوں کو جھکاؤں گا، پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر مخلوق کو پیش کیا اور ان کے نام بتائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم میرے مخلوق میں سے جو تجھے پسند ہے وہ چن لے، آدم علیہ السلام نے گھوڑا چنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو نے اپنی عزت کو چن لیا۔ اور تیری اولاد کی عزت باقی رہے گی جب تک ان میں یہ گھوڑے باقی رہیں گے اور ان کا سلسلہ نسل چلتا رہے گا، پس تجھ پر اور ان پر میری برکت ہے۔ شہسوار جو بھی تسبیح تہلیل اور تکبیر کہتا ہے گھوڑا اس کو سنتا ہے اور اس کی مثل جواب دیتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے ابن عباس سے گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے اسے ناپسند کیا اور یہ آیت پڑھی: **وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً**۔ یہ سواری کے لیے ہے۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان گھوڑوں کے گوشت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواباً یہ آیت پڑھی: **وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ** الخ۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الحکم رحمہ اللہ سے **وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ** کے متعلق روایت کیا ہے کہ یہ بعض کھانے کے لیے ہیں۔ پھر **الْخَيْلَ وَالْبِغَالَ** الخ کی آیت پڑھی اور فرمایا: یہ کھانے کے لیے پیدا نہیں فرمائے۔ الحکم فرماتے تھے کہ گھوڑے، خچر اور گدھے کتاب اللہ میں حرام ہیں۔ (2)

امام ابوعبید، ابوداؤد، نسائی، ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والا درندہ کھانے اور گھوڑے، خچر اور گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ (3)

امام ابوعبید، ابن ابی شیبہ، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، نسائی، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عمرو بن دینار عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت کھلایا اور ہمیں پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا۔ (4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 100

2۔ ایضاً

3۔ سنن ابوداؤد مع شرح، جلد 4، صفحہ 13، دار الکتاب العربی بیروت

4۔ سنن نسائی، جلد 7، صفحہ 202، دار الحدیث القاہرہ

امام ابوداؤد اور ابن ابی حاتم نے ابوالزبیر کے طریق سے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خیبر کے روز گدھے، خچر اور گھوڑے ذبح کیے تو رسول اللہ ﷺ نے خچر اور گدھے سے انہیں منع فرمایا اور گھوڑوں سے منع نہیں فرمایا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن جریر، ابن مردویہ نے عطاء بن جابر کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں گھوڑوں کا گوشت کھاتے تھے۔ میں نے پوچھا خچر بھی؟ انہوں نے کہا خچر نہیں کھاتے تھے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک گھوڑا ذبح کیا اور ہم نے اسے کھایا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں آپ کے لیے ایک گھوڑی کو گدھے سے جفتی کراؤں پھر آپ کے لیے وہ خچر جنم دے اور آپ اس پر سوار ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ عمل وہ لوگ کرتے ہیں جو بے علم ہوتے ہیں۔(3)

امام الخطیب نے اپنی تاریخ میں اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے **يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ** کے تحت فرمایا کہ اس سے مراد عجمی گھوڑے ہیں۔

امام ابن عساکر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ** سے مراد کپڑوں میں گھن ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک سفید موتیوں کی زمین ہے جس کی مسافت ہزار سال ہے، اس پر ایک سرخ یاقوت کا پہاڑ ہے جس کے ساتھ وہ زمین گھیری گئی ہے۔ اس زمین میں ایک فرشتہ ہے جس نے زمین کے شرق و غرب کو بھر رکھا ہے اس فرشتے کے چھ سو سر ہیں، ہر سر میں چھ سو چہرے ہیں، ہر چہرے میں ساٹھ ہزار زبانیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ثناء، تقدیس تہلیل اور بڑائی ہر زبان کے ساتھ چھ لاکھ ساٹھ ہزار مرتبہ بیان کرتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھے گا اور کہے گا: تیری عزت کی قسم! میں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ **يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ** سے یہی مراد ہے۔

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اندلس سے دور کچھ بندے ہیں جیسا کہ ہمارے اور اندلس کے درمیان فاصلہ ہے۔ وہ تصور بھی نہیں کرتے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی ہے، ان کے پتھر موتی اور یاقوت ہیں اور ان کے پہاڑ سونا اور چاندی ہیں، وہ نہ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور نہ کوئی اور کام کرتے ہیں، ان کے دروازوں کے اوپر درخت ہیں جن کا پھل ان کا کھانا ہے اور ان کے درختوں کے چوڑے پتے ہیں جو ان کا لباس ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے کہا گیا کہ اس شخص کے بارے بتاؤ جو

1۔ سنن ابوداؤد مع شرح، باب اکل لحوم الخیل، جلد 3، صفحہ 413 — 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 101

3۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 311، دار صادر بیروت

سعالة الی بحر میں آتا ہے اور وہاں چار ستارے دیکھتا ہے گویا کہ وہ چار چاند ہیں؟ وہب نے فرمایا یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

''اور اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے راہ راست کو دلائل سے واضح کرنا اور ان میں غلط راہیں بھی ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی تمہارے لیے اس میں سے کچھ پینے کے کام آتا ہے اور اس سے سبزہ اگتا ہے جس میں تم (مویشی) چراتے ہو۔ اگاتا ہے تمہارے لیے اس کے ذریعہ (طرح طرح کے) کھیت اور زیتون اور کھجور اور انگور اور (ان کے علاوہ) ہر قسم کے پھل یقیناً ان تمام چیزوں میں (قدرت الٰہی کی) نشانی ہے اس قوم کے لیے جو غور وفکر کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسخر فرمادیا تمہارے لیے رات، دن، سورج اور چاند کو اور تمام ستارے بھی اس کے حکم کے پابند ہیں بے شک ان تمام چیزوں میں (قدرت الٰہی کی) نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو دانش مند ہے۔ اور (علاوہ ازیں) جو پیدا فرمایا تمہارے لیے زمین میں (اسے بھی مسخر کردیا) الگ الگ ہے ان کا رنگ وروپ۔ یقیناً ان میں (قدرت الٰہی کی) نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو نصیحت قبول کرتے ہیں''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ کے تحت روایت کیا ہے کہ راہ راست کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ اور مِنْهَا جَآئِرٌ سے مراد مختلف خواہشات ہیں۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ہدایت وگمراہی کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ پر ہے۔ مِنْهَا جَآئِرٌ سے مراد متفرق راستے ہیں۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ کا معنی ہے: حق کے راستہ کو واضح کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ (3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 03-102، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 103

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ حلال، حرام، اطاعت اور معصیت ان سب چیزوں کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ وَمِنْهَا جَآىِٕرٌ فرماتے ہیں: راستے پر حق سے دور کرنے والا بیٹھا ہے اور ابن مسعود کی قرأت میں (وَمِنْكُمْ جَائِرٌ) ہے۔(1)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن الانباری رحمہم اللہ نے المصاحف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فَمِنْكُمْ جَائِرٌ پڑھتے تھے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ہدایت کے راستہ کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے مِنْهَا جَآىِٕرٌ فرماتے ہیں: ان راستوں میں کچھ حق سے ہٹے ہوئے راستے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (الانعام:153) وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس راستہ کی تمام کو ہدایت دیتا جو حق ہے پھر یہ آیت پڑھی وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا (یونس:99) ''اور اگر چاہتا آپ کا رب تو ایمان لے آتے جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب''۔ وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا (السجدہ:13) ''اگر ہم چاہتے تو ہم دے دیتے ہر شخص کو اس کی ہدایت''۔(2)

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے تُسِيْمُوْنَ کا معنی تَرْعَوْنَ (تم چراتے ہو) روایت کیا ہے۔(3)

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے آپ سے پوچھا کہ مجھے فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ کے بارے بتائیے۔ ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی ہے، اس میں تم مویشی چراتے ہو۔ نافع نے پوچھا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا ہاں۔ کیا تو نے اعشی کا قول نہیں سنا:

وَمَشَى الْقَوْمُ بِالْعِمَادِ اِلَى الدَّوْ حَاءِ اَعْمَادِ السَّيِمِ بْنِ السَّاقِ

اس شعر میں سام یسیم کا یہی معنی بیان کیا گیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین میں جو مختلف چیزیں پیدا فرمائی ہیں مثلاً جانور، درخت، پھل، دوسری ظاہری نعمتیں، تم ان کا شکر ادا کرو۔(4) واللہ اعلم بالصواب۔

وَ هُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 103
2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 104
3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 105
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 107

"اور وہی ہے جس نے پابند حکم کر دیا ہے سمندر کو تاکہ تم کھاؤ اس سے تازہ گوشت اور نکالو اس سے زیور جسے تم پہنتے ہو اور تو دیکھتا ہے کشتیوں کو کہ موجوں کو چیر کر جاری ہوتی ہیں سمندر میں تاکہ (ان کے ذریعے) تم تلاش کرو اللہ تعالیٰ کے فضل (رزق) کو تاکہ تم (اس کا) شکر ادا کرتے رہو۔"

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مطر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ سمندر پر سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر خیر سے کیا ہے۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ صرف تین شخصوں کے لیے سمندری سفر ناپسند نہیں فرماتے تھے (۱) غازی، (۲) حاجی، (۳) عمرہ کرنے والا۔ (1)

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت علقمہ بن شہاب القرشی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے ساتھ مل کر جنگ میں شرکت نہیں کی وہ سمندر میں جہاد کرے کیونکہ سمندر میں ایک دن جہاد کا اجر خشکی میں (جہاد) کے ایک دن کے اجر کی طرح ہے اور سمندر میں قتل ہونا خشکی میں دو قتلوں کی طرح ہے اور کشتی میں دسترخوان بچھانے والا خون میں لت پت ہونے والے کی طرح ہے اور میری امت کے بہتر شہداء اصحاب الکف ہیں۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ اصحاب الکف کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جن کو ان کی سواریاں اللہ کے راستے میں جھکائے رکھتی ہیں۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص عن کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غربی سمندر کو جب پیدا فرمایا تو ارشاد فرمایا: میں نے تجھے تخلیق کیا ہے اور بہت خوب صورت تخلیق کیا ہے، میں نے تیرے اندر کثیر پانی پیدا کیا ہے، میں تیرے اوپر اپنے ایسے بندے سوار کروں گا جو میری تکبیر، تہلیل، تسبیح اور حمد کریں گے تو ان کے ساتھ کیا کرے گا۔ سمندر نے کہا: میں انہیں غرق کروں گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں اپنی ہتھیلی پر اٹھاؤں گا اور تیری مصیبت کو تیرے پہلوؤں میں ڈال دوں گا۔ پھر مشرقی سمندر سے فرمایا: میں نے تجھے تخلیق کیا اور بڑا عمدہ تخلیق کیا، تیرے اندر بہت سا پانی پیدا کیا، میں تیرے اوپر ایسے بندے سوار کروں گا جو میری تکبیر تہلیل، تسبیح اور حمد بیان کریں گے تو ان کے ساتھ کیا کرے گا۔ مشرقی سمندر نے کہا: میں ان کے ساتھ تیری بڑائی بیان کروں گا اور انہیں اپنی پیٹھ اور پیٹ پر اٹھائے رکھوں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مشرقی سمندر کو زیور اور پاکیزہ مٹی عطا فرمائی۔

امام البزار نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے غربی اور شرقی سمندروں سے کلام کی غربی سمندر سے فرمایا: میں تیرے اوپر اپنے بندے سوار کرنے والا ہوں تو ان کے ساتھ کیا کرے گا؟ اس نے کہا: میں انہیں غرق کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیری تکلیف تیرے نواح میں ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے اس پر زیور اور شکار حرام قرار دے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے شرقی سمندر سے بات کی۔ فرمایا میں تیرے اوپر اپنے بندے سوار کرنے والا ہوں تو ان کے ساتھ کیا کرے گا، شرقی سمندر نے کہا: میں انہیں اپنے ہاتھ پر اٹھاؤں گا جیسے ماں اپنے بچے کو اٹھاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس سمندر کو زیور اور شکار عطا فرمایا۔

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 284، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 286

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا یعنی تم سمندر کی مچھیوں سے کھاؤ وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا یعنی موتی نکال کر پہنو۔ (1)

امام ابن ابی حاتم نے السدی سے روایت کیا ہے کہ لَحْمًا طَرِيًّا سے مراد مچھیاں اور سمندر کے دوسرے جانور ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا جو اپنی بیوی کو کہتا ہے: اگر تو نے گوشت کھایا تو تجھے طلاق پھر عورت نے مچھلی پکائی۔ قتادہ نے کہا طلاق واقع ہو جائے گی۔ بطور دلیل یہ آیت پڑھی لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا (اس میں مچھلی کو گوشت ہی کہا گیا ہے)۔

ابن ابی شیبہ نے عطاء سے روایت کیا ہے ایسا شخص قسم میں حانث ہو جائے گا کیونکہ ارشاد ہے لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوجعفر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زیورات پر زکوۃ نہیں ہے پھر بطور دلیل یہ آیت پڑھی وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْفُلْكَ سے مراد کشتیاں ہیں۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کشتیاں ہواؤں کو چیرتی ہیں اور ہوا کو صرف بڑی کشتیاں ہی چیرتی ہیں۔ (3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ کے تحت کہا ہے کہ کشتیاں اپنے سینے کے ساتھ پانی کو چیرتی ہیں۔ (4)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ دو کشتیاں ایک ہوا سے چلتی ہیں جب کہ مخالف سمت پر چل رہی ہوتی ہیں۔

ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ایک ہوا کے ساتھ کشتی چلتی ہے کبھی آ رہی ہوتی ہے اور کبھی جا رہی ہوتی ہے۔ (5)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ میں فضل سے مراد تجارت ہے۔

وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 107　2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 108　3۔ ایضاً
4۔ ایضاً　5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 109

اَحْيَآءٍ ۚ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے گاڑ دیے ہیں زمین میں اونچے اونچے پہاڑ تا کہ زمین لرزتی نہ رہے تمہارے ساتھ اور نہریں جاری کر دیں اور راستے بنا دیئے تا کہ تم (اپنی منزل کی) راہ پا سکو۔ اور (راستوں پر) علامتیں بنا دیں ہیں اور ستاروں کے ذریعہ سے وہ راہ یاب ہوتے ہیں۔ کیا وہ ذات جس نے سب کچھ پیدا فرمایا اس کی مانند ہوسکتی ہے جس نے کچھ بھی نہیں بنایا کیا تم اتنا بھی غور نہیں کرتے۔ اور اگر تم شمار کرنا چاہو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تو تم انہیں گن نہیں سکو گے یقیناً اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور جو لوگ پوجتے ہیں اللہ کے سوا (غیروں کو) وہ نہیں پیدا کر سکتے کوئی چیز بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ وہ مردہ ہیں وہ زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں سمجھتے کہ کب انہیں اٹھایا جائے گا۔ تمہارا خدا (بس) خدائے واحد ہے پس جو لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت پر ان کے دل منکر ہیں اور وہ مغرور ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں بے شک وہ پسند نہیں کرتا غرور و تکبر کرنے والوں کو''۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ عن الحسن عن قیس بن عباد رحمہم اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا تو وہ ڈولنے لگی۔ فرشتوں نے کہا: یہ تو اپنی پیٹھ پر کسی کو نہیں ٹھہرائے گی۔ صبح ہوئی تو اس میں پہاڑ گاڑ دیئے گئے تھے۔ فرشتوں کو معلوم ہی نہ ہوا کہ یہ کہاں سے پیدا ہوئے ہیں۔ فرشتوں نے کہا: اے پروردگار! ان پہاڑوں سے زیادہ سخت بھی کوئی چیز تیری مخلوق میں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں لوہا ہے۔ پھر فرشتوں نے پوچھا: لوہے سے بھی کوئی سخت چیز تیری مخلوق میں ہے۔ فرمایا ہاں آگ ہے۔ پھر فرشتوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! آگ سے سخت چیز بھی کوئی تیری مخلوق میں ہے؟ فرمایا ہاں پانی ہے، پھر فرشتوں نے پوچھا: اے ہمارے رب! پانی سے بھی کوئی سخت چیز تیری مخلوق میں ہے؟ فرمایا: ہاں ہوا ہے، پوچھا اے ہمارے رب! ہوا سے بھی زیادہ سخت چیز تیری مخلوق میں ہے؟ فرمایا: ہاں مرد۔ پوچھا مرد سے بھی زیادہ تیری مخلوق میں کوئی چیز ہے؟ فرمایا ہاں عورت۔ (1)

عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رَوَاسِیَ سے مراد پہاڑ ہیں۔ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو پہاڑوں کے ذریعہ ٹھہرایا۔ اگر پہاڑ پیدا نہ کیے جاتے تو یہ اپنی تخلیق کے اعتبار سے ڈولتی رہتی۔ (2)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ فرشتے زمین پر تھے تو وہ ڈول رہی تھی، قرار نہیں پاتی تھی، پس صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ لگا دیئے تھے۔ یہی پہاڑ زمین میں کیلوں کی طرح ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 110 2۔ ایضاً

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ کے تحت روایت یہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ الٹ پلٹ نہ ہوتی رہے اور وَ اَنْهٰرًا یعنی تمہارے ہر شہر میں نہریں جاری کر دیں۔(1)

ابن ابی حاتم نے سدی سے وَّ سُبُلًا کے تحت روایت کیا ہے: اس سے مراد وہ راستے ہیں جو پہاڑوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور الخطیب رحمہم اللہ نے کتاب النجوم میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَّ سُبُلًا کے تحت طرق اور عَلٰمٰتٍ کے تحت نجوم معنی روایت کیا ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے عَلٰمٰتٍ سے مراد، پہاڑوں کی نہریں نقل کیا ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور الکلبی رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ عَلٰمٰتٍ سے مراد پہاڑ ہیں۔(3)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عَلٰمٰتٍ سے مراد راستوں کی علامات ہیں جن سے دن کے وقت راہنمائی حاصل کی جاتی ہے اور بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ یعنی وہ رات کے وقت ستاروں کے ذریعہ سے راہ پاتے ہیں۔(4)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عَلٰمٰتٍ سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو آسمان میں ہیں۔ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ فرماتے ہیں: وہ اپنے سمندری سفروں میں ستاروں کے ذریعہ سے راستہ تلاش کرتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے: کچھ ستارے بطور علامت ہوتے ہیں، کچھ ستاروں سے راہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔(5)

ابن المنذر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے کہ کوئی شخص چاند کی منازل کا علم حاصل کرے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص ستاروں کا وہ علم حاصل کرے جس سے ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا ہے اور یہ بت جن کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی ہے، یہ خود گھڑے گئے ہیں، انہوں نے کچھ پیدا نہیں کیا، نہ یہ اپنے پجاریوں کے نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم اتنا نہیں سمجھتے، وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، وہ بت مردہ ہیں ان میں روحیں نہیں ہیں اور اپنے مالکوں کے نہ نفع کے مالک ہیں نہ خیر پہنچانے کے مالک ہیں۔ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا الٰہ، ہمارا مولا، ہمارا خالق، ہمارا رازق ہے ہم اس کی عبادت کرتے ہیں ہم کسی غیر کی عبادت نہیں کرتے۔ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ یعنی آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل اس بات کے منکر ہیں وَّ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ اس بات سے مغرور اور تکبر کرنے والے ہیں۔(6)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 110
2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 12-110
3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 112
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 111
5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 112
6۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 15-113

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے علی عن ابن عباس کے طریق سے لَا جَرَمَ کا معنی بلی روایت کیا ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے اس کا معنی الحق روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس کا معنی لا کذب (جھوٹ نہیں) روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ اللہ کا وہ فیصلہ ہے جو اس نے کر دیا ہے اور ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خوب صورتی بہت پسند ہے حتی کہ چاہتا ہوں کہ میرے کوڑے کا علاقہ اور میرے چپل کا تسمہ بھی خوب صورت ہو، کیا مجھ پر کوئی تکبر کا اندیشہ کرتے ہیں؟ اللہ کے نبی نے فرمایا: تو اپنے دل کی کیفیت کیا پاتا ہے؟ اس نے عرض کی: میں حق کو جاننے والا اور حق کے ساتھ مطمئن پاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تکبر نہیں ہے۔ تکبر یہ ہے کہ حق کو تو باطل قرار دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے اور تو کسی کو اپنے آپ سے افضل نہ سمجھے، حق کو حقیر سمجھے اور حق کے علاوہ کی طرف تجاوز کرے۔

امام عبد اللہ بن احمد (نے زوائد الزہد میں) عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مساکین کے پاس بیٹھے تھے۔ پھر یہ آیت پڑھتے تھے اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، تین کام جو شخص کرے اسے متکبر نہیں لکھا جاتا (۱) جو گدھے پر سوار ہو اور اس کو عار نہ سمجھے، (۲) جو بکری کو باندھے اور اس کا دودھ نکالے، (۳) مساکین کے لیے وسعت پیدا کرے اور اپنی مجلس کو حسین بنائے۔

امام مسلم اور بیہقی رحمہما اللہ نے الشعب میں حضرت عیاض بن حمار المجاشعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تم تواضع کرو حتی کہ کوئی دوسرے پر فخر نہ کرے۔(3)

بیہقی نے عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے میرے لیے اس طرح تواضع کی، اور اپنی ہتھیلی کے باطن سے زمین کی طرف اشارہ کیا اور زمین کے قریب کیا۔ میں اسے اس طرح بلند کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہتھیلی کے باطن کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا اور آسمان کی طرف بلند کیا۔(4)

امام الخطیب اور بیہقی نے حضرت عمر سے روایت کیا ہے کہ وہ منبر پر فرما رہے تھے: جس نے اللہ کی تواضع کی اللہ اسے بلند کرے گا اور فرماتا ہے تو سر اٹھا اللہ نے تجھے بلند کیا ہے، پس وہ اپنے نفس میں حقیر ہے اور لوگوں کی نظروں میں عظیم ہوتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جھکا دیتا ہے اور فرماتا ہے تو پست رہ اللہ نے تجھے پست کیا ہے۔ پس ایسا شخص لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے جب کہ اپنے آپ میں بڑا ہوتا ہے حتی کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 115
2۔ ایضاً
3۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 273 (8133)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 275 (8138)
5۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 276 (8140)

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر شخص کے سر میں دو زنجیریں ہیں، ایک کا تعلق آسمان سے اور ایک کا تعلق زمین سے ہے۔ جب بندہ تواضع کرتا ہے تو وہ فرشتہ اس کو بلند کرتا ہے جس کے ہاتھ میں آسمان کی زنجیر ہوتی ہے اور جب بندہ غرور و تکبر کرتا ہے تو وہ زنجیر کھینچی جاتی ہیں جو زمین میں ہوتی ہے۔(1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر آدمی کے سر میں حکمت ہوتی ہے اور وہ حکمت فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے، اگر انسان تواضع کرتا ہے تو فرشتے کو حکم ہوتا ہے اس کی حکمت بلند کر اور اگر انسان تکبر کرتا ہے تو فرشتے کو کہا جاتا ہے اس کی حکمت گرا دے۔(2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بڑا بنتے ہوئے تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پست کر دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند کرتا ہے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا اور وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا، ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ایک شخص اچھا لباس اور اچھا جوتا پسند کرتا ہے (اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا: اللہ تعالیٰ خود بھی جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے، تکبر یہ ہے کہ انسان حق کو باطل قرار دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔(4)

امام ابن سعد، احمد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ریحانہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جنت میں کبر کا کوئی حصہ داخل نہ ہوگا، ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے کوڑے کا علاقہ (جس کے ساتھ کوڑے کو لٹکایا جاتا ہے) خوب صورت ہو اور میرے جوتے کا تسمہ بھی خوب صورت ہو (کیا یہ تکبر میں آجاتا ہے؟) فرمایا یہ تکبر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ خود بھی جمیل ہے اور جمال کو بھی پسند کرتا ہے۔ کبر یہ ہے کہ انسان حق کو باطل قرار دے اور لوگوں کو اپنی نظروں میں حقیر سمجھے۔(5)

امام بغوی نے اپنی معجم میں اور طبرانی نے حضرت سوار بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں ایک ایسا شخص ہوں کہ مجھے خوب صورتی اچھی لگتی ہے اور مجھے خوب صورتی میں سے یہ عطا بھی کیا گیا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں، میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کسی کے جوتے کا تسمہ میرے تسمہ سے اچھا ہو، کیا یہ کبر میں شمار ہوگا؟ فرمایا نہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ پھر کبر کیا ہے؟ فرمایا حق کو باطل قرار دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے ابو ریحانہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں جمال کو اتنا پسند کرتا ہوں کہ میں اپنا جوتا اور اپنے کوڑے کا علاقہ بھی خوبصورت رکھنا

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 276 (8141)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 277 (8143) 3۔ ایضاً (8144)
4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 279 (8152) 5۔ ایضاً (8153)

چاہتا ہوں، کیا یہ تکبر ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خود بھی جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اور وہ پسند کرتا ہے کہ اپنی نعمتوں کا اثر اپنے بندے پر دیکھے۔ کبر یہ ہے کہ حق کو باطل قرار دے اور لوگوں کے اعمال کو حقیر سمجھے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت خریم بن فاتک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں خوب صورتی کو پسند کرتا ہوں حتیٰ کہ میں اپنے جوتے کے تسمے اور اپنے کوڑے کے علاقہ میں بھی خوب صورتی کو پسند کرتا ہوں اور میری قوم کا خیال ہے کہ یہ تکبر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبر یہ نہیں کہ کوئی خوب صورتی کو پسند کرے لیکن کبر یہ ہے کہ حق کو باطل قرار دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

امام سمویہ (نے اپنے فوائد میں) الباوردی، ابن قانع اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں تکبر کا ذکر کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو پسند نہیں فرماتا جو تکبر کرنے والا اور فخر کرنے والا ہو۔ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ کی قسم! میرے کپڑے دھلے ہوئے ہیں اور مجھے اس کی سفیدی بہت پسند ہے اور مجھے اپنے کوڑے کا علاقہ اور اپنے جوتے کا تسمہ بھی خوبصورت ہونا پسند ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ تکبر میں سے نہیں ہے، تکبر یہ ہے کہ حق کو باطل قرار دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (1)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی عامر کا ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ ریشم اور سونے کے پہننے میں شدت فرماتے ہیں جب کہ میں خوب صورتی کو پسند کرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خود بھی جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ کبر یہ ہے کہ انسان حق کی قدر و منزلت کو نہ جانے اور لوگوں کو اپنے سامنے حقیر جانے۔ (2)

امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیا ہے (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) فرماتے ہیں: ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی: میں ایک ایسا شخص ہوں جس کو خوب صورتی محبوب ہے اور مجھے خوب صورتی میں سے یہ حصہ عطا کیا گیا ہے جو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں حتیٰ کہ میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص مجھ سے تسمہ کے اعتبار سے بھی افضل ہو، کیا یہ کبر ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ کبر یہ ہے انسان حق کو باطل قرار دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (3)

امام حاکم رحمہ اللہ (انہوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے) نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ریشمی کپڑوں کا مالک ہے فرمایا یعنی کبر کا بدل ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی، فرمایا: میں تجھے ایک وصیت کرنے والا ہوں، اسے اپنے اوپر لازم کرنے تاکہ تو بھول نہ جائے، میں تمہیں دو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ وہ دو چیزیں جن کی میں

1۔ معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 69 (1317)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 203 (7822)
3۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 201 (7366)، دار الکتب العلمیہ بیروت

تمہیں وصیت کرتا ہوں وہ یہ ہیں میں نے ان دونوں کو دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ داخل ہونے والی ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان دونوں چیزوں سے خوش ہوتا ہے اور اپنی مخلوق کی اصلاح فرماتا ہے۔ تو کہہ سبحان اللہ وبحمدہ کیونکہ یہ مخلوق کی صلاۃ ہے اور اس کی وجہ سے مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے اور تو کہہ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، کیونکہ تمام آسمان اور زمین ایک حلقہ میں ہوں تو یہ ان کو کاٹ دے اور اگر آسمان اور زمین ایک پلڑا میں ہوں تو بھی یہ ذکر ان سے بھاری ہو جائے گا اور وہ دو چیزیں جن سے تمہیں منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبر ہیں۔ عبداللہ بن عمرو نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ کیا یہ کبر ہے کہ میرا ایک خوب صورت لباس ہو میں اسے پہن لوں؟ فرمایا نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود بھی جمیل ہے اور جمال کو پسند بھی فرماتا ہے۔ اس نے عرض کی کہ میری ایک اچھی سواری ہو اور میں اس پر سوار ہو جاؤں تو کیا یہ کبر ہے۔ فرمایا نہیں۔ پھر اس نے عرض کی: میرے دوست میرے پیچھے آئیں میں انہیں کھانا کھلاؤں کیا یہ تکبر ہے۔ فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ تکبر کیا ہے؟ فرمایا تو حق کی قدر و منزلت نہ پہنچانے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بارگاہ اقدس میں متکبر داخل نہ ہوگا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تکبر کرنے والے آگ کے تابوتوں میں رکھے جائیں گے اور اوپر سے بند کر دیئے جائیں گے۔

امام احمد، دارمی، ترمذی، ابن ماجہ، ابویعلی، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا: جس کی روح جسم سے جدا ہوئی اور وہ تین چیزوں سے بری تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا (۱) تکبر (۲) قرض (۳) مال غنیمت میں خیانت۔ (2) ابن الجوزی فرماتے ہیں: جامع المسانید میں الکبر روایت کیا گیا ہے اور دارقطنی فرماتے ہیں الکنز (خزانہ) بھی مروی ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت السائب بن یزید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرا بھر بھی کبر ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہم ہلاک ہو گئے، ہمیں کیسے علم ہوگا کہ ہمارے دلوں میں تکبر ہے اور وہ کہاں ہے؟ فرمایا جو اونی لباس پہنے اور بکری دوہے یا غلاموں کے ساتھ کھانا کھائے اس کے دل میں ان شاء اللہ تکبر نہیں ہے۔ (3)

تمام نے اپنے فوائد میں اور امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اونی لباس پہنا، سلا ہوا جوتا پہنا، گدھے پر سوار ہوا، اپنی بکری دوہی اپنے عیال کے ساتھ کھانا کھایا اس کو اللہ تعالیٰ نے تکبر سے بچا لیا۔ میں عبد بن عبد ہوں، عبد (غلام) کی طرح بیٹھتا ہوں اور عبد کی طرح کھانا کھاتا ہوں اور میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم تواضع کرو اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت اپنی مخلوق میں

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 68، بیروت 2۔ مستدرک حاکم، کتاب البیوع، جلد 2، صفحہ 31، دارالکتب العلمیہ بیروت

3۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 153، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

چھپا ہوا ہے اور جو اپنے آپ کو بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جھکا دیتا ہے اور جو تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند کرتا ہے، جو زمین پر ایک بالشت اللہ کی طاقت چاہتے ہوئے چلتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اوندھا گرا دیتا ہے۔

امام احمد نے الزہد میں یزید بن میسرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے نزد افضل عبادت نہیں دیکھتا، لوگوں نے پوچھا: اے روح اللہ! افضل عبادت کیا ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے لیے تواضع کرنا۔ (1)

احمد نے الزہد میں اور بیہقی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: بے شک تم افضل عبادت تواضع سمجھو گے۔ (2)

امام بیہقی نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ افضل عمل تقویٰ ہے اور بہتر عبادت تواضع ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر و رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر کبر ہوگا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں اوندھا گرائے گا۔ (3)

امام بیہقی نے حضرت النعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ شیطان کے بہت سے جال اور پھندے ہیں، ان جالوں اور پھندوں میں یہ بھی ہیں: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہ کرنا، عطائے الٰہی پر فخر کرنا، اللہ کے بندوں پر بڑائی کا اظہار کرنا، اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ میں خواہشات نفس کی پیروی کرنا۔ (4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں دوزخیوں کے بارے نہ بتاؤں؟ ہر اکھڑ مزاج، ترش خو، متکبر، کیا میں تمہیں اہل جنت کے بارے نہ بتادوں؟ ہر کمزور چیتھڑے پہننے والا جس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے قسم اٹھائے تو وہ اس کو پورا کر دے۔ (5)

امام ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے) حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ میرے متعلق تکبر کرنے کا ذکر کرتے ہیں حالانکہ میں گدھے پر سوار ہوں۔ چادر پہنی اور بکری دوہی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یہ اعمال کیے اس میں تکبر نام کی کوئی چیز نہیں۔ (6)

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے اونی کپڑا پہنا، بکری کو باندھا، گدھے پر سوار ہوا، نادار آدمی کی یا غلام کی دعوت قبول کی اس پر تکبر نام کی کوئی چیز نہیں لکھی جاتی

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابو یعلی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن سلام سے روایت کیا ہے کہ وہ بازار میں سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے تھے، کسی نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت نہیں عطا فرمائی؟ عبداللہ بن سلام نے فرمایا: کیوں نہیں لیکن میں تکبر کو دور کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ (7)

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 73، بیروت 2۔ ایضاً، صفحہ 206 3۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 280 (8154)، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 287 (8180) 5۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 286 (8176)

6۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 291 (8195) 7۔ مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، جلد 3، صفحہ 470، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ایک شخص آیا۔ جب لوگوں نے اسے دیکھا تو اس کی تعریف کی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اس کے چہرے پر آگ کے سیاہ داغ دیکھ رہا ہوں، جب وہ آیا اور بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: قسم دے کر سچ سچ بتا کیا تو مجلس میں آیا تھا تو یہی سوچ رہا تھا کہ تو تمام لوگوں سے افضل ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ (1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ان سے تواضع کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اغنیاء کے سامنے تکبر کرنا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ بھی تواضع میں سے ہے کہ تو اس شخص کے سامنے تواضع کرے جو دنیا کی نعمتوں کے اعتبار سے تم سے کم ہے حتی کہ تو اسے آگاہ کردے کہ تجھے اس پر دنیا کی وجہ سے کوئی فضیلت نہیں ہے اور جو دنیا کے اعتبار سے تجھ سے بلند مرتبہ ہے اس کے سامنے بڑائی کا اظہار کرنا حتی کہ تو اسے اپنے عمل سے آگاہ کردے کہ اسے دنیا کی وجہ سے تم پر فضیلت نہیں ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو کسی غنی کے سامنے جھکا اور اس کی تعظیم کی خاطر تواضع کی اور اس کے عطیہ کے لالچ میں انکساری کا اظہار کیا تو اس کی دو ثلث مروت چلی گئی اور ایک ثلث دین چلا گیا۔ (2)

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا وہ انسان ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا جو ایمان کی چوٹی پر نہ اترے اور وہ ایمان کی چوٹی پر نہ اترے گا حتی کہ فقرا سے غنا سے محبوب ہو اور تواضع، شرف سے محبوب ہو۔ اور اس کی تعریف و مذمت اس کے نزدیک برابر ہو۔ فرماتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے ساتھیوں نے اس کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے۔ حتی کہ حلال میں غربت، حرام میں غنا کی نسبت محبوب ہو۔ حتی کہ اللہ کی اطاعت میں تواضع، معصیت الٰہی میں شرف کی نسبت محبوب ہو، حتی کہ حق میں اس کی تعریف اور مذمت برابر ہو۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ مَّاذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۙ

''اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا نازل فرمایا ہے تمہارے پروردگار نے؟ کہتے ہیں (کچھ نہیں) یہ تو پہلے لوگوں کے من گھڑت قصے ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قریش جمع ہوئے اور کہا کہ محمد (ﷺ) بڑی میٹھی زبان والا شخص ہے، جب کوئی شخص اس سے بات کرتا ہے تو وہ اس کی عقل پر غالب آجاتا ہے، تم اپنے اشراف لوگ جن کے نسب معروف ہیں تیار کرو اور انہیں مکہ کے ہر راستہ پر ایک ایک کر کے بٹھاؤ، جو محمد ﷺ کے پاس آرہا ہو اسے وہ واپس کر دیں، ہر راستہ پر یہ لوگ نکل پڑے جب کوئی شخص اپنی قوم کی طرف سے محمد ﷺ کے حالات اور پیغامات جاننے کے لیے آتا وہ ان کے پاس اترتا، وہ قریشی سردار کہتا: میں فلاں بن فلاں ہوں، وہ اپنے نسب کا تعارف کراتا پھر کہتا: میں تجھے محمد (ﷺ)

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 302 (8254)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، باب فی حسن الخلق، جلد 6، صفحہ 298، دار الکتب العلمیہ بیروت

کے بارے بتاتا ہوں وہ قابل توجہ ہی نہیں ہے، وہ ایک جھوٹا شخص ہے، اس کی اتباع تو بیوقوف، غلام اور خیر سے محروم لوگ کر رہے ہیں، رہے اس کی قوم کے شیوخ اور بہتر لوگ وہ اس سے الگ تھلگ ہیں، وہ اسے واپس لوٹا دیتا، اس آیت سے یہی مراد ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جس آنے والے شخص کی قسمت میں ہدایت لکھی ہوتی تو قریش اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے ایسی باتیں کرتے تو وہ کہتا اگر میں بغیر ملاقات کیے اور حالات سے آگاہ ہوئے اپنی قوم کے پاس چلا گیا تو میں ایک برا آنے والا ہوں گا۔ پس وہ مکہ میں داخل ہوتا، مومنین سے ملاقات کرتا ان سے پوچھتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا پیغام لائے ہیں تو مسلمان اسے بتاتے کہ وہ خیر کا پیغام لایا ہے، لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ (النحل:30) جنہوں نے اچھے کام کیے اس دنیا میں بھی ان کے لیے بھلائی ہے اور وہ یہ پیغام لایا ہے وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ (النحل:30) اور آخرت کا گھر بھی (ان کے لیے) بہتر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ مشرکین عرب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے ہو کر آنے والوں کے راستوں پر بیٹھتے، جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو مشرکین ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا کلام سنتے، پھر کہتے: یہ تو پرانے لوگوں کے قصے ہیں۔

لِیَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ۠﴿۲۵﴾

''تاکہ (اس ہرزہ سرائی کے باعث) وہ اٹھائیں، اپنے (گناہوں کے) پورے بوجھ قیامت کے دن اور ان لوگوں کے بوجھ بھی اٹھائیں جنہیں وہ گمراہ کرتے رہتے ہیں جہالت سے۔ کتنا برا (اور گراں) ہے یہ بوجھ جسے وہ اپنے اوپر لاد رہے ہیں''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کے ساتھ ان کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے جن کو انہوں نے جہالت کی وجہ سے گمراہ کیا۔ وہ اس طرح ہے: وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ''بوجھ ان کے بوجھوں کے ساتھ''۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اٹھائیں گے اپنے گناہ اور اپنے پیروکاروں کے گناہ اور ان کی اطاعت کرنے والوں کے عذاب میں بھی کچھ تخفیف نہیں کی جائے گی۔(2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الربیع رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی گمراہی کی طرف بلاتا ہے پھر اس کی اتباع کی جاتی ہے تو اس پر تمام اتباع کرنے والوں کے گناہوں کی مثل گناہ ہوگا (لیکن) متبعین کے گناہوں سے بھی کچھ کمی نہ ہوگی اور جو کسی ہدایت کی طرف بلاتا ہے پھر اس کی اتباع کی جاتی ہے تو اس کو تمام متبعین کا اجر ملے گا جب کہ متبعین کے اجور میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 117 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 116 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 117

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ کافر کے سامنے اس کا عمل انتہائی قبیح صورت میں پیش کیا جائے گا۔ اس سے بدبو آرہی ہوگی۔ وہ اس کے قریب بیٹھ جائے گا۔ جب وہ اسے ڈرائے گا تو اس کے ڈرنے میں اضافہ ہوگا اور جب بھی وہ خوف کھائے گا تو اس کے خوف میں اضافہ ہوگا۔ کافر کہے گا تو بہت برا ساتھی ہے تو کون ہے؟ عمل کہے گا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ کافر کہے گا نہیں۔ وہ کہے گا میں تیرا عمل ہوں۔ وہ قبیح تھا اس لیے تو مجھے قبیح دیکھ رہا ہے، وہ بدبودار تھا اس لیے تو مجھے بدبودار دیکھ رہا ہے۔ تو میری طرف جھک جاتا کہ میں تجھ پر سوار ہو جاؤں۔ تو دنیا میں بڑا عرصہ مجھ پر سوار رہا۔ پس وہ اس پر سوار ہو جائے گا۔ اس آیت میں اسی چیز کی طرف اشارہ ہے۔ (1)

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۚ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

''(دعوت حق کے خلاف) مکر وفریب کیا کرتے تھے وہ لوگ جو ان منکرین سے پہلے گزرے، پس اللہ تعالیٰ نے ان (کے فریب) کی عمارت جڑوں سے اکھیڑ کر رکھ دی پس گر پڑی ان پر چھت ان کے اوپر سے اور آ گیا ان پر عذاب جہاں سے انہیں خیال وگمان بھی نہ تھا۔ اس کے بعد روز قیامت اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل ورسوا کرے گا اور (ان سے) پوچھا جائے گا کہاں ہیں وہ میرے شریک جن کے بارے میں تم جھگڑا کیا کرتے تھے؟ کہیں گے وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے کہ بلاشبہ آج ہر قسم کی رسوائی اور بربادی کافروں کے لیے ہے۔ وہ کافر جن کی جانیں فرشتے قبض کرتے ہیں درآنحال کہ وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں، تب وہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہتے ہیں ہم تو کوئی برا کام نہیں کیا کرتے تھے۔ (اہل علم جواب دیں گے) نہیں نہیں (تم بڑے بدکار تھے)۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو (برے کام) تم کیا کرتے تھے۔ (اے کفار) پس داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں سے، تمہیں ہمیشہ رہنا ہوگا وہاں، بے شک برا ٹھکانہ ہے غرور وتکبر کرنے والوں کے لیے''۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 117

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے مراد نمرود بن کنعان ہے جب اس نے محل بنایا تھا۔(1)

امام عبدالرزاق اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زمین میں پہلا جابر شخص نمرود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک مچھر مسلط کیا، وہ اس کے نتھنے میں داخل ہوا اور وہ چارسو سال زندہ رہا۔ ہتھوڑے کے ساتھ اس کے سر کو پیٹا جاتا تھا (اس سے اس کو راحت ملتی تھی) اس پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا وہ شخص ہوتا جو اپنے ہاتھوں کو جمع کرتا پھر دونوں کو اس سر پر مارتا۔ وہ چارسو سال جابر کی حیثیت سے رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بادشاہی کے سالوں کی تعداد کے برابر چارسو سال عذاب دیا۔ پھر اسے موت دی۔ اس نے آسمان تک پہنچنے کے لیے محل بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کی عمارت کو جڑوں سے اکھیڑ دیا۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے مراد نمرود بن کنعان ہے جس نے حضرت ابراہیم سے اس کے رب کے بارے جھگڑا کیا تھا۔(3)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمارت کو بنیادوں سے اکھیڑا اور چھتوں کے بل اوندھا گرادیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کردیا اور تباہ و برباد کردیا۔(4)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے علی بن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے کہ تُشَآقُّوْنَ کا معنی تُخَالِفُوْنِیْ ہے۔(5)

وَ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۳۰﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۳۱﴾

''اور (یونہی) پوچھا گیا اس سے جو متقی تھے کہ وہ کیا ہے جو اتارا تمہارے رب نے؟ انہوں نے کہا (سراپا) خیر! جنہوں نے اچھے کام کیے اس دنیا میں بھی ان کے لیے بھلائی ہے اور آخرت کا گھر بھی (ان کے لیے) بہتر ہے اور بہت ہی عمدہ ہے پرہیز گاروں کا گھر۔ (ان کے لیے) ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، رواں ہوں گی ان کے نیچے نہریں، ان کے لیے وہاں ہر وہ چیز ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے۔ یوں بدلہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو''۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 118، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 118 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 119
4۔ جلد 14، صفحہ 118 5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 120

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا کے تحت روایت کیا ہے کہ یہاں مومنین ہیں، ان سے جب پوچھا جاتا ہے کہ کیا اتارا تمہارے رب نے تو وہ کہتے ہیں: سراپا خیر، لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا یعنی جو اللہ پر ایمان لائے، اس کی کتب پر ایمان لائے جنہوں نے اللہ کی اطاعت کی اور اللہ کے بندوں کو نیکی پر برانگیختہ کیا اور انہیں نیکی کی طرف بلایا۔(1)

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۲

”وہ متقی جن کی روحیں فرشتے قبض کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں۔ (اس وقت) فرشتے کہتے ہیں (اے نیک بختو!) سلامتی ہو تم پر، داخل ہو جاؤ جنت میں ان (نیک اعمال) کے باعث جو تم کیا کرتے تھے“۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ نیکو کار زندہ ہو یا مردہ ہو ہر حال میں فرشتے اس کو سلام کہتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں کر دیا ہے۔(2)

امام ابن مالک، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ نے العظمہ میں، ابو القاسم بن مندہ نے کتاب الاحوال میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بندۂ مومن کی روح جب پرواز کرنے لگتی ہے تو ملک الموت کہتا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ، اَللّٰهُ يَقْرَءُ عَلَيْكَ السَّلَامَ، اے اللہ کے ولی! تجھ پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ بھی تمہیں سلام فرماتا ہے۔ پھر مذکورہ آیت بطور دلیل پڑھی۔(3)

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۳۳ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۴ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۳۵ وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 121　2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 122　3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 123

الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۳۶

”یہ مشرک کس کے منتظر ہیں بجز اس کے کہ آجائیں ان کے پاس (عذاب کے) فرشتے یا آجائے آپ کے رب کا (اٹل) حکم۔ یونہی ان لوگوں نے بھی کیا تھا جو ان کے پیشرو تھے اور نہیں زیادتی کی تھی ان پر اللہ تعالیٰ نے بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر زیادتی کیا کرتے تھے۔ پس ملی انہیں سزا ان کے برے اعمال کی اور گھیر لیا انہیں اس عذاب نے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اور کہنے لگے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا کہ اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو ہم عبادت نہ کرتے اس کے سوا کسی اور چیز کی نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم حرام کرتے اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو۔ ایسی ہی (بے سروپا) باتیں کیا کرتے تھے ان کے پیشرو۔ (اے سننے والے!) کیا رسولوں کے ذمہ اس کے علاوہ اور بھی کچھ ہے کہ وہ صاف طور پر (حکم الٰہی) پہنچا دیں۔ اور ہم نے بھیجا ہر امت میں ایک رسول (جو انہیں یہ تعلیم دے) کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور دور رہو طاغوت سے، سو ان میں سے کچھ وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جس پر گمراہی مسلط ہوگئی۔ پس سیر و سیاحت کرو زمین میں اور (اپنی آنکھوں سے) دیکھو کس قدر عبرتناک تھا انجام (رسولوں کو) جھٹلانے والوں کا“۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ کے تحت روایت کیا ہے کہ فرشتے ان کے پاس موت کے ساتھ آئیں۔ اور دوسری آیت میں فرمایا وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ (الانفال:50) ان فرشتوں نے مراد ملک الموت اور اس کے دوسرے معاون فرشتے سے اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ سے مراد قیامت کا دن ہے۔ ابن جریر نے مجاہد سے بھی یہی مفہوم روایت کیا ہے۔(1)

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۳۷

”(اے حبیب!) آپ خواہ کتنے ہی حریص ہوں ان کے ہدایت یافتہ ہونے پر مگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا جنہیں وہ (پیہم سرکشی کے باعث) گمراہ کر دیتا ہے اور نہیں ان کے لیے کوئی مددکرنے والا“۔

امام ابو عبید اور المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ اس آیت میں لَا يَهْدِيْ کو یاء کے فتحہ کے ساتھ اور يُّضِلُّ کو یاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابو عبید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الاعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے حضرت الشعبی رحمہ اللہ نے کہا: اے سلمان! تو اس حرف کو کیسے پڑھتا ہے؟ میں نے کہا لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ۔ انہوں نے فرمایا میں نے علقمہ کو بھی اسی طرح پڑھتے سنا ہے (یعنی يَهْدِيْ کی یاء کے فتحہ اور دال کے کسرہ کے ساتھ)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 24-123، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابوعبید اور ابن المنذر نے ابراہیم سے بھی اسی طرح یاء کے فتحہ اور دال کے کسرہ کے ساتھ پڑھنا روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ یاء کے ضمہ اور دال کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اسے کوئی ہدایت نہیں دیتا۔

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾

"اور بڑی شدومد سے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ (دوبارہ) زندہ نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ جو (ایک بار) مر جاتا ہے۔ ہاں ضرور زندہ کرے گا، یہ اس کا وعدہ ہے، اس پر لازم ہے اس کو پورا کرنا، لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے (وہ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا) تاکہ واضح کر دے ان پر وہ بات جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے اور تاکہ خوب جان لیں کافر کہ بلاشبہ وہی جھوٹے تھے"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں کے ایک شخص کا مشرکین کے ایک شخص پر قرض تھا۔ مسلمان اس سے قرضہ مانگنے آیا، باتوں باتوں میں مسلمان نے کہا: مجھے امید ہے مرنے کے بعد ایسا ایسا ہوگا، مشرک نے کہا: تیرا خیال ہے کہ تو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھے گا، اس نے زوردار طریقے سے قسم اٹھا کر کہا جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے نہیں اٹھائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ الخ۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابن آدم مجھے گالی دیتا ہے حالانکہ اسے مجھے گالی دینا مناسب نہیں، وہ میری تکذیب کرتا ہے حالانکہ اسے میری تکذیب کرنا مناسب نہیں۔ آدمی کا میری تکذیب کرنا یہ ہے کہ وہ بڑی شدومد سے اللہ کی قسمیں اٹھا کر کہتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ دوبارہ نہیں اٹھائے گا، جو مر جائے گا میں کہتا ہوں کہ انہیں میں ضرور زندہ کروں گا، مجھ پر یہ وعدہ لازم ہے اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرا ہے، میں کہتا ہوں اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے پیدا کیا ہے، نہ وہ پیدا کیا گیا ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔(2)

امام ابن جریر، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ کا ارشاد تمام لوگوں کے لیے ہے۔(3)

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ وَ الَّذِيْنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 127 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

هَاجَرُوْا فِي اللهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٤٢﴾

''ہمارا فرمان کسی چیز کے لیے جب ہم ارادہ کرتے ہیں اس (کے پیدا کرنے کا) صرف اتنا ہے کہ ہم اسے حکم دیتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے اور جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر (طرح طرح کے) ظلم توڑے گئے تو ہم ضرور ان کو دنیا میں بہتر ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے، کاش! یہ جان لیتے۔ جنہوں نے (مصائب میں) صبر کیا اور (مشکلات میں اب بھی) اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں''۔

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے)، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تم میں سے ہر ایک گنہ گار ہے سوائے اس کے جسے میں نے عافیت بخشی۔ پس تم مجھ سے استغفار کرو، میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ تم فقراء ہو مگر جسے میں غنی کروں۔ پس تم مجھ سے مانگو، میں تمہیں عطا کروں گا تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے مگر جسے میں راہ ہدایت بخشوں، پس تم مجھ سے ہدایت مانگو، میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ جو مجھ سے مغفرت طلب کرے گا جب کہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کے گناہ معاف کرنے پر قادر ہوں تو میں اسے بخش دوں گا۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں، اگر تمہارے اگلے، پچھلے، زندہ، مردے، تر، خشک سب ایک سخت دل پر جمع ہو جائیں تو میری بادشاہی سے مچھر کے پر کے برابر بھی کمی نہیں کریں گے۔ اور تمہارے پہلے، پچھلے، زندہ، مردے، تر، خشک سب ایک متقی دل پر جمع ہو جائیں تو میری بادشاہی میں مچھر کے پر کے برابر بھی اضافہ نہیں کریں گے۔ اگر تمہارے پہلے، پچھلے، زندہ، مردے، تر، خشک سب مجھ سے سوال کریں حتی کہ تم میں سے ہر کا سوال ختم ہو جائے پھر میں ان کے سوالوں کے مطابق عطا کروں تو اس سے میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جیسے تم میں کوئی سوئی کے نکے کو سمندر میں ڈبوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جواد، ماجد اور واجد ہوں میری عطا کلام ہے اور میرا عذاب (بھی) کلام ہے، میرا حکم کسی چیز کے لیے جب میں اسے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں صرف اتنا ہے کہ میں اسے حکم دیتا ہوں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ (1)

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا سے مراد وہ اہل مکہ ہیں جنہوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی، ان پر مشرکوں نے ظلم کیے تھے۔ (2)

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت داؤد بن ابی ہند رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ یہ آیت ابو جندل بن سہیل کے بارے نازل ہوئی۔ (3)

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 406 (7089)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 129 3۔ ایضاً

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، اہل مکہ نے ان پر ظلم کیا ہے، انہیں اپنے گھروں سے نکالا، ان میں سے بعض حبشہ کے علاقے میں چلے گئے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں مدینہ عطا فرمایا، مدینہ طیبہ کو ان کے لیے دار ہجرت بنایا اور مومنین سے ان کے انصار بنائے وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ اور اللہ تعالیٰ جو انہیں جنت اور نعمتیں عطا فرمائے گا وہ بہت بڑا اجر ہے۔(1)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً کے تحت روایت کیا ہے کہ اس اچھے ٹھکانا سے مراد مدینہ ہے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم انہیں دنیا میں عمدہ رزق دیں گے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابان بن تغلب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الربیع بن خثیم سورۂ نحل میں اس آیت کو لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً (نحل:41) پڑھتے اور سورہ عنکبوت میں لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا (عنکبوت:58) پڑھتے تھے۔ اور فرماتے: دنیا میں ٹھکانہ دینا ہوتا ہے اور آخرت میں الثواء (مقام دینا) ہوتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ کسی مہاجر کو کچھ عطا فرماتے تو کہتے پکڑو... اللہ تعالیٰ تمہارے لیے برکت دے۔ یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تجھ سے دنیا میں دینے کا وعدہ فرمایا تھا اور جو اس نے تیرے لیے آخرت میں ذخیرہ کر رکھا ہے وہ بہت بڑا ہے، کاش! وہ اس حقیقت کو جانتے۔(4)

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ؕ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۷﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 29-128 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 128 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 129 4۔ ایضاً

''اور ہم نے نہیں بھیجا آپ سے پہلے (رسول بنا کر) مگر مردوں کو، ہم وحی بھیجتے ہیں ان کی طرف پس دریافت کر لو، اہل علم سے اگر تم خود نہیں جانتے۔ (پہلے رسولوں کو بھی ہم نے) روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا اور (اسی طرح) ہم نے نازل کیا آپ پر یہ ذکر تا کہ آپ کھول کر بیان کریں لوگوں کے لیے (اس ذکر کو) جو نازل کیا گیا ہے ان کی طرف تا کہ وہ غور وفکر کریں۔ کیا بے خوف (اور نڈر) ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے برے مکر کیے کہ مبادا گاڑ دے اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں یا آجائے ان پر عذاب اس طرح کہ (ان کو اس کی آمد کا) شعور ہی نہ ہو یا پکڑ لے انہیں جب وہ (اپنے کاروبار میں) دوڑ دھوپ کر رہے ہوں پس نہیں وہ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے۔ یا پکڑے جب کہ وہ خوف زدہ ہو چکے ہوں پس بے شک تمہارا رب بہت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا ان اشیاء کی طرف جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے کہ بدلتے رہتے ہیں ان کے سائے دائیں سے (بائیں طرف) اور بائیں سے (دائیں طرف) سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو اس حال میں کہ وہ اظہار وعجز کر رہے ہیں''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو عربوں نے انکار کیا اور جنہوں نے انکار کیا انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بلند تر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا بشر رسول بنائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ (یونس:2)'' کیا (یہ بات) لوگوں کے لیے باعث تعجب ہے کہ ہم نے وحی بھیجی ایک مرد (کامل) پر جو ان میں سے ہے''۔ اور فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا ... الخ یعنی تم اہل ذکر اور گزشتہ کتب کے حاملین سے پوچھو کہ کیا ان کے پاس جو رسل تشریف لائے تھے وہ بشر تھے یا ملائکہ تھے۔ اگر وہ ملائکہ تھے تو تمہارے پاس بھی ملائکہ آتے اور اگر پہلے رسل بشر تھے تو پھر اس کے رسول ہونے کا بھی انکار نہ کرو پھر فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى (یوسف:109)'' اور ہم نے نہیں بھیجا آپ سے پہلے (رسول بنا کر) مگر مردوں کو جن کی طرف وحی بھیجی بستی والوں سے''۔ یعنی وہ آسمانی مخلوق نہ تھے جیسے تم کہتے ہو۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ عربوں نے کہا لولا انزل علینا الملائكة۔ (المائدہ:73) ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے رسولوں کو نہیں بھیجا مگر وہ بشر تھے، پس اے عرب کے باشندو! تم اہل کتاب سے پوچھ لو یعنی یہود ونصاریٰ سے پوچھ لو جن کے پاس تم سے پہلے رسل تشریف لائے۔ اگر تم نہیں جانتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسل بھی ان کی طرح بشر ہی تھے وہ یہود ونصاریٰ تمہیں بتائیں گے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بشر ہی تھے۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 131

مشرکین قریش تم اہل کتاب سے پوچھو وہ تمہیں بتائیں گے کہ تورات وانجیل میں بھی محمد رسول اللہ کا ذکر موجود ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ کے تحت روایت بیان کی ہے فرماتے ہیں: یہ آیت عبداللہ بن سلام اور دوسرے اہل کتاب کے چند افراد کے متعلق نازل ہوئی۔ فرمایا: تم ان اہل کتاب کے علماء سے پوچھو۔ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ایک شخص نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، حج اور عمرہ کرتا ہے جب کہ منافق ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ اس پر نفاق کیسے داخل ہوتا ہے؟ فرمایا وہ اپنے امام پر طعن کرتا ہے اور اس کا امام وہ ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عالم کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے علم پر خاموش رہے اور جاہل کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنی جہالت پر خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ الخ پس مومن کو جاننا چاہیے کہ اس کا عمل ہدایت کے مطابق ہے یا اس کے خلاف ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بِالْبَيِّنٰتِ سے مراد آیات ہیں اور الزُّبُرِ سے مراد کتب ہیں۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بِالْبَيِّنٰتِ سے مراد وہ حلال اور حرام ہے جو انبیاء علیہم السلام لائے تھے اور الزُّبُرِ سے مراد انبیاء کی کتب ہیں اور اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ ذکر سے مراد قرآن ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ کہ جو ان کے لیے حلال ہے اور جو حرام ہے آپ ان کے لیے بیان کریں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تا کہ ان پر حجت قائم ہو جائے۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے تا کہ وہ اطاعت کریں۔(3)

حاکم نے حذیفہ سے روایت کیا ہے (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ہمیں قیامت تک جو کچھ ہونا ہے سب بتایا، پس جس نے ہم میں سے یاد رکھا اس نے یاد رکھا، جو بھول گیا وہ بھول گیا۔(4)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد نمرود اور اس کی قوم ہے۔(5)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ السَّيِّاٰتِ سے مراد شرک ہے۔(6)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 130 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 133 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 133

4۔ مستدرک حاکم، کتاب الفتن والملاحم، جلد 4، صفحہ 519 (8456)، دارالکتب العلمیہ بیروت

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 134 6۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ السَّیِّاٰتِ سے مراد ان کا رسل کو جھٹلانا اور برے اعمال کرنا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فرماتے ہیں: تَقَلُّبِهِمْ سے مراد اِخْتِلَافِهِمْ ہے (یعنی ان کا اختلاف)۔(1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ اگر میں چاہوں تو سفر میں اسے پکڑلوں۔ اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ اگر میں چاہوں تو اس کے ساتھی کی موت کے بعد اسے پکڑلوں اور موت کے اثار کے بعد پکڑوں۔(2)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے تَقَلُّبِهِمْ کا معنی اسفارھم روایت کیا ہے۔(3)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ دن اور رات میں وہ جس حال میں ہوں وہ انہیں پکڑ لے۔ اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ یعنی بعض کو عذاب دے اور بعض کو چھوڑ دے۔ یہ اس لیے کہ وہ ایک شہر پر نازل کرتا ہے پھر اسے ہلاک کر دیتا ہے اور دوسرے شہر کو چھوڑ دیتا ہے۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ وہ ان کے اعمال کم کردے۔ یعنی تَخَوُّفٍ کا معنی کمی کرنا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ یہ جو آیات ہم لوٹاتے ہیں ان کی کمی کے وقت یہ ہوگا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں: یہ اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے جو تم کمی کرتے ہو اس پر ہوگا۔ ایک شخص حضرت عمر کے پاس سے نکلا اور وہ ایک اعرابی سے ملا، اس نے کہا: اے فلاں! تمہارے رب نے کیا کہا؟ اس نے کہا تخیفته، اس نے کمی کردی، وہ حضرت عمر کے پاس آیا اور اس نے حضرت عمر کو تَخَوُّفٍ کا معنی کمی کرنا بتایا، حضرت عمر نے فرمایا: اللہ نے یہی مقدر کیا تھا۔(5)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ انہیں بعض کے بعض کے حق میں کمی کرنے کی وجہ سے پکڑے گا۔(6)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تَخَوُّفٍ کا معنی اَلتَّنَقُّصُ ہے وہ ان کے شہروں اور اطراف میں کمی کرے گا۔(7)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ فرماتے ہیں: ہر چیز کا سایہ سجدہ کرتا ہے اَلْیَمِیْنِ سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 135
2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 36-135
3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 135
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 137
5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 136
6۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 137
7۔ ایضاً

مراد دن کی ابتداء ہے اور الشَّمَآئِلِ سے مراد دن کا آخر ہے۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: جب سایہ ڈھلتا ہے تو ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حضور قبلہ کی جانب سجدہ کرتے ہوئے متوجہ ہوتی ہے، حتیٰ کہ بیت وشجر بھی۔ فرماتے ہیں: علماء اس وقت نماز کو پڑھنا مستحب سمجھتے ہیں۔ (2)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب سایہ ڈھلتا ہے تو ہر جانور اور ہر پرندہ سب اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوتے ہیں۔

امام عبد بن حمید، ترمذی، ابن المنذر اور ابوالشیخ نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج کے زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں نماز تہجد کی مثل کے مساوی شمار ہوتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز اس وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ الخ کی آیت تلاوت فرمائی۔ (3)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، سایوں کے ڈھلنے کی نماز پڑھو حتیٰ کہ ظہر کی اذان سے پہلے جب سایہ ڈھل جاتا ہے جو نماز پڑھتا ہے گویا اس نے تہجد کی نماز پڑھی۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: ہر چیز کا سایہ ہے اور ہر چیز کا سجدہ اس کے خیال میں ہے یعنی بطور حال وہ سجدہ میں ہیں۔ (4)

امام ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جب سورج ڈھلتا ہے تو ہر چیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کرتی ہے۔ (5)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: یمین سے مراد صبح کا وقت ہے اور شمائل سے مراد سورج ڈھلنے کے بعد کا وقت ہے۔ صبح کے وقت سایہ دائیں جانب ہوتا ہے اور ظہر کے بعد بائیں جانب ہوتا ہے، وہ سایہ صبح کے وقت بھی سجدہ کرتا ہے اور سورج ڈھلنے کے وقت بھی سجدہ کرتا ہے۔ (6)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوغالب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: سمندر کی امواج، سمندر کی نماز ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے دٰخِرُوْنَ کا معنی صَاغِرُوْنَ نقل کیا ہے (جس کا معنی اظہار عجز کرنا ہے) (7)

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت قتادہ سے بھی دٰخِرُوْنَ کا معنی صَاغِرُوْنَ روایت کیا ہے۔ (8)

وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ۝ یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 138
2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 139
3۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 11، صفحہ 206 (3128)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 139
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 138
7۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 140
8۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 146

ﭐ وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْۤا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ٙ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ یَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾

''اور اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کر رہی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے یعنی ہر قسم کے جاندار اور فرشتے اور وہ غرور وتکبر نہیں کرتے۔ ڈرتے ہیں اپنے رب کی قدرت سے اور کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہ بناؤ دو خدا، وہ تو صرف ایک ہی خدا ہے (اس نے فرمایا) پس فقط مجھ سے ہی ڈرا کرو۔ اور اسی کے ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کی تابعداری اور اطاعت لازمی ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں سے ڈرتے ہو۔ اور تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی جناب میں گڑگڑاتے ہو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ دور فرما دیتا ہے تکلیف کو تم سے تو فوراً ایک گروہ تم میں سے اپنے رب کے ساتھ شرکت کرنے لگتا ہے۔ اس طرح وہ ناشکری کرتے ہیں ان نعمتوں کی جو ہم نے انہیں عطا کی ہیں۔ پس (اے ناشکرو!) لطف اٹھا لو چند روز تمہیں (اپنا انجام) معلوم ہو جائے گا۔ اور مقرر کرتے ہیں ان کے لیے جن کو یہ جانتے ہی نہیں حصہ اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا ہے۔ اللہ کی قسم! تم سے ضرور باز پرس ہوگی اس کے متعلق جو تم بہتان باندھا کرتے ہو''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے لِلّٰهِ یَسْجُدُ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ مخلوق کا ہر فرد خوشی سے یا مجبوراً اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ آسمان کی مخلوق خوشی سے سجدہ کرتی ہے اور زمینی مخلوق بعض خوشی سے اور بعض مجبوراً سجدہ کرتے ہیں۔

امام الخطیب رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے جلال سے ڈرتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ حضرت سعد کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی دو انگلیوں کو اٹھا کر دعا مانگ رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے سعد! احد احد (یعنی اللہ ایک ہے، ایک ہے)۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن سیرین سے روایت کیا فرماتے ہیں: علماء جب کسی انسان کو دو انگلیوں کے ساتھ دعا مانگتے ہوئے دیکھتے تو اس کی ایک انگلی پر ضرب لگاتے اور کہتے اِنَّمَاهُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ "وہ تو صرف ایک خدا ہے"۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اس طرح دعا مانگی جائے پھر آپ نے ایک انگلی کے ساتھ اشارہ کیا۔ (3)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک انگلی کے ساتھ دعا کرنا اخلاص ہے۔ (4)

ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس طرح دعا مانگو پھر ایک انگلی سے اشارہ کیا، یہ شیطان کو کوڑا لگاتی ہے۔ (5)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اخلاص اس طرح ہے، اپنی دو انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا اور دعا اس طرح ہے یعنی ہتھیلیوں کے باطن کے ساتھ۔ اور استخارہ کے لیے اس طرح ہے، آپ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور ان کے ظاہر کو اپنے چہرے کی طرف کیا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا میں الدِّيْنُ سے مراد اخلاص ہے اور وَاصِبًا کا معنی دائما (ہمیشہ) ہے۔ (6)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وَاصِبًا کا معنی دائماً ہے۔ (7)

امام الفریابی اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَاصِبًا کا معنی واجباً ہے۔ (8)

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف والابتداء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے کہا: مجھے وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا کے متعلق بتائیے۔ الواصب کیا ہے؟ ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی الدائم ہے۔ امیہ بن ابی الصلت نے اس معنی میں استعمال کیا ہے:

وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا وَلَهُ الْمُلْكُ وَ حَمْدُلَهُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ

"اور اس کے لیے تابعداری دائمی ہے اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے ہر حال میں حمد ہے"۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ دین دائمی

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 87 (2968)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 87 (29693)
3۔ ایضاً (29686)
4۔ ایضاً (29683)
5۔ ایضاً (29692)
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 44-143
7۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 143
8۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 144

ہے۔ لوگ مشغول ہو گئے اور ان کے درمیان شہوات حائل ہو گئی ہیں۔ پس اس پر عمل پیرا ہونے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا سوائے اس کے جو اللہ کے فضل کو جانتا ہے اور اچھے انجام کی امید رکھتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ دعا میں تضرع وزاری کرتے ہیں۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس کے تحت روایت لیا ہے کہ وہ دعا میں روتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ ساری مخلوق اقرار کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا رب ہے پھر اس کے بعد شرک کرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کے تحت لکھا ہے کہ یہ وعید ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے وہی انہیں نفع اور نقصان دیتا ہے، پھر وہ ان کے حصے بناتے ہیں اس میں سے جو ہم نے انہیں دیا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ ان کے لیے سراسر نقصان دہ ہیں اور کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے۔(2)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مشرکین عرب اپنے بتوں اور شیطانوں کے لیے اس میں سے حصہ مقرر کرتے ہیں جو ہم نے انہیں دیا اور اپنے اموال سے کچھ حصہ علیحدہ کرتے ہیں اور وہ اپنے بتوں اور شیطانوں کے لیے کردیتے ہیں۔(3)

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ حصہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٠﴾

"اور تجویز کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں۔ سبحان اللہ! اور ان کے لیے وہ (بیٹے) ہیں جنہیں وہ پسند کرتے ہیں۔ اور جب اطلاع دی جاتی ہے ان میں سے کسی کو بچی (کی پیدائش) کی تو (غم سے) اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ (رنج واندوہ سے) بھر جاتا ہے۔ چھپتا پھرتا ہے لوگوں (کی نظروں) سے اس بری خبر کے باعث جو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 146   2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 147   3۔ ایضاً

دی گئی ہے اسے (اب یہ سوچتا ہے کہ) کیا وہ اس بچی کو اپنے پاس رکھے ذلت کے ساتھ یا گاڑ دے اسے مٹی میں۔ آہ! کتنا برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے بری صفتیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ اعلیٰ صفات کا مالک ہے اور وہی سب پر غالب بڑا دانا ہے''۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، اس کے لیے انہیں پسند کرتے ہیں اور اپنے لیے انہیں پسند نہیں کرتے، زمانہ جاہلیت میں جب کسی کے گھر بچی پیدا ہوتی تو وہ سوچتا تھا کہ اسے ذلت کے ساتھ اپنے پاس رکھے یا اسے زندہ درگور کردے۔(1)

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُونَ یعنی وہ اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى الخ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تمام مشرکین عرب کا فعل شنیع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے برے عمل کی خبر دی۔ لیکن مومن اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ اس پر خوش ہو جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے تقسیم فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ انسان کے اپنے فیصلہ سے بہتر ہے اور میری عمر کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ ہمارا فیصلہ خیر ہے، بہت سی بچیاں اپنے گھر والوں کے لیے بیٹوں سے بہتر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مشرکین عرب کے فعل سے آگاہ کیا ہے تا کہ تم اس بے رحم عمل سے بچ جاؤ۔ ان میں سے کوئی اپنے کتے کو کھانا کھلاتا تھا اور اپنی بیٹی کو زندہ درگور کرتا تھا۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عربوں کے ہاں بچی پیدا ہوتی تھی تو وہ اسے قتل کر دیتے تھے۔ یعنی اسے زندہ مٹی میں دبا دیتے تھے حتی کہ وہ مر جاتی تھی۔

امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے هُوْنٍ قریش کی لغت میں هوان (ذلت) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو زندہ درگور کردے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ جو انہوں نے فیصلہ کیا ہے وہ برا فیصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ چیز جو وہ اپنے لیے پسند نہیں کرتے میرے لیے کیسے پسند کرتے ہیں؟

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے (وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت ہے۔(4)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس کی مثل کوئی شے نہیں ہے۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 148 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 149
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 150 5۔ ایضاً

وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَ تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ۝ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَ اللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَ اِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ وَ مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

''اور اگر (فوراً) پکڑلیا کرتا اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم کے باعث تو نہ چھوڑتا زمین پر کسی جاندار کو لیکن وہ مہلت دیتا ہے انہیں ایک مقررہ میعاد تک۔ پس جب آ جاتی ہے ان کی (مقررہ) میعاد تو نہ وہ ایک لحہ پیچھے ہو سکتے ہیں اور نہ آگے ہو سکتے ہیں اور تجویز کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے (بیٹیاں) جنہیں وہ (اپنے لیے) ناپسند کرتے ہیں اور بیان کرتی ہیں ان کی زبانیں جھوٹ (جب وہ کہتی ہیں کہ) فقط انہیں کے لیے بھلائی ہے۔ یقیناً ان کے لیے تو آتش (جہنم) ہے اور انہیں کو (دوزخ میں) پہلے بھیجا جائے گا۔ بخدا ہم نے بھیجا ہے (رسولوں کو) مختلف قوموں کی طرف آپ سے پہلے، پس آراستہ کر دیا ان کے لیے شیطان نے ان کے (برے) اعمال کو پس وہی ان کا دوست ہے آج بھی اور ان کے لیے عذاب الیم ہے۔ اور نہیں اتاری ہم نے آپ پر یہ کتاب مگر اس لیے کہ آپ صاف صاف بیان کر دیں ان کے لیے وہ بات جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور (یہ کتاب) سراپا ہدایت اور رحمت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان دار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا اس

سے زمین کو اس کے بنجر بن جانے کے بعد۔ بے شک اس میں (کھلی) نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو (حق کی آواز) سنتے ہیں۔ اور بے شک تمہارے لیے مویشیوں میں ایک عبرت ہے۔ دیکھو! ہم تمہیں پلاتے ہیں جو ان کے شکموں میں گوبر اور خون ہے ان کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کے لیے۔ اور (ہم پلاتے ہیں تمہیں) کھجور اور انگور کے پھلوں سے۔ تم بناتے ہو اس سے میٹھا رس اور پاک رزق۔ بلا شبہ اس میں بھی (ہماری قدرت کی) نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو سمجھ دار ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے وَ لَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِظُلْمِہِمْ مَّا تَرَكَ عَلَیْہَا مِنْ دَآبَّةٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر بارش نہ برسائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس روایت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب بارش نہ برسے تو زمین پر کوئی جانور باقی نہ رہے، سب مر جائیں۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ایسا کیا تھا، سطح زمین پر جو جانور تھے اللہ تعالیٰ نے سب کو ہلاک کر دیا، سوائے ان جانوروں کے جو کشتی نوح پر سوار تھے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن آدم کے گناہوں نے سیاہ بھنورے کو اپنی بل میں قتل کر دیا، پھر فرمایا: اللہ کی قسم! نوح علیہ السلام کی قوم کا غرق ہونا بھی اسی وجہ سے تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الشعب میں ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ سیاہ بھنورے کو ابن آدم کے گناہ کی وجہ سے بل میں ہی عذاب دیا جاتا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَ لَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِظُلْمِہِمْ الخ۔(1)

امام عبد بن حمید اور ابن ابی الدنیا رحمہما اللہ نے کتاب العقوبات میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قریب ہے کہ گوہ اپنی بل میں ابن آدم کے گناہوں کی وجہ سے خوف کے مارے مر جائے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ظالم صرف اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچاتا ہے، ابو ہریرہ نے فرمایا: نہیں اللہ کی قسم! حباری (تیتر) ظالم کے ظلم کی وجہ سے اپنے گھونسلے میں کمزور ہو کر مر جاتا ہے۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ میرا اور عیسیٰ بن مریم کا ہمارے گناہوں کی وجہ سے مؤاخذہ کرتا۔ ایک روایت میں ہے: ان دو انگلیوں انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کی جنایت کی وجہ سے مؤاخذہ کرتا تو ہمیں وہ عذاب دیتا اور وہ ہم پر کچھ ظلم کرنے والا نہ ہوتا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 151 (عن ابن الاحوص)

2۔ شعب الایمان، باب طاعۃ اولی الامر، جلد 6، صفحہ 54 (7479)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ کے تحت روایت فرماتے ہیں: وہ میرے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور اپنے لیے ان کو ناپسند کرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَا يَكْرَهُوْنَ سے مراد بچیاں ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الخ کے تحت روایت کیا ہے: کفار قریش کہتے تھے کہ ہمارے لیے بیٹے ہیں اور ان کے لیے بیٹیاں ہیں۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَا يَكْرَهُوْنَ سے مراد بچیاں ہیں

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ کفار قریش کہتے تھے کہ ہمارے لیے بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں ہیں۔(2)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: وہ کہتے ہیں کہ ان کے لیے اَلْحُسْنٰى لڑکے ہیں۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا معنی مسینون (مجرم) ہے۔(4)

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ آگ میں ڈالے جائیں گے اور پھر وہاں ہی فراموش کر دیئے جائیں گے۔(5)

عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن المنذر نے قتادہ سے اس کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ وہ دوزخ میں جلدی جانے والے ہیں۔(6)

امام ابن ابی حاتم نے الحسن سے وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ انہیں آگ کی طرف جلد لے جایا جائے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت یحیٰی بن عبدالرحمٰن بن ابی کبشہ عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی دودھ پیے پھر وہ اس کے گلے میں اٹک جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَّبَنًا خَالِصًا سَآىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ'' خالص دودھ خوش ذائقہ خود بخود حلق سے اترنے والا ہے پینے والوں کے لیے''۔

امام عبدالرزاق نے المنصف میں اور ابن ابی حاتم نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس نے دودھ پیا تو مطرف نے کہا کیا آپ نے کلی نہیں کی؟ ابن عباس نے فرمایا: میں اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا، آسانی کرتم پر آسانی کی جائے گی، کسی کہنے والے نے کہا: یہ دودھ، گوبر اور خون سے نکالا جاتا ہے، ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَّبَنًا خَالِصًا سَآىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ۔

امام عبدالرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، ابوداؤد نے (الناسخ میں)، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، النحاس، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تَتَّخِذُوْنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 152 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 153 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 154

مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا کے ارشاد میں سکر سے مراد حرام پھل ہیں اور رزق حسن سے مراد حلال پھل ہیں۔(1)

امام الفریابی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سَكَرًا سے مراد وہ ہے جو حرام ہے اور رزق حسن سے مراد زبیب، سرکہ، انگور اور دوسرے منافع ہیں۔

امام ابوداؤد نے الناسخ میں، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ سَكَرًا سے مراد نبیذ ہے پھر اس و اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ (المائدہ:90) کی آیت نے منسوخ کر دیا۔

امام ابوداؤد (نے الناسخ میں) اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ابن رزین رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت نازل ہوئی تو شراب کی حرمت کے نزول سے پہلے تک لوگ شراب پیتے رہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ سَكَرًا سے مراد سرکہ، نبیذ اور ان کے مشابہ اشیاء ہیں اور رزق حسن سے مراد پھل، زبیب وغیرہ ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے ابن عباس سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے شراب کی حرمت کے ساتھ سکر کو بھی حرام قرار دیا کیونکہ سکر بھی شراب میں سے ہے اور رزق حسن سے مراد سرکہ، زبیب اور نبیذ جیسی حلال چیزیں ہیں، اس کو اللہ تعالیٰ نے ثابت رکھا اور مسلمانوں کے لیے اس کو حلال فرمایا۔(3)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگ خمر کو سکر کا نام دیتے ہیں اور اسے پیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا نام خمر رکھا جب شراب حرام کی گئی۔ ابن عباس کا خیال تھا کہ حبشہ کے لوگ سرکہ کو سکر کہتے ہیں اور رزق حسن سے مراد حلال کھجور اور زبیب ہے: یہ حلال تھا نشہ نہیں دیتا تھا۔(4)

امام الفریابی، ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سَكَرًا سے مراد خمر ہے (یعنی شراب ہے)۔(5)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت السعید بن جبیر، الحسن، شعبی، ابراہیم اور ابی رزین رحمہم اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن الانباری نے المصاحف میں اور النحاس رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ عجمیوں کی شرابیں تھیں جنہیں سورۂ مائدہ کی آیت نے منسوخ کر دیا۔(6)

امام النسائی نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سَكَرًا حرام ہے، رزق حسن حلال ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے خمر کی حرمت سے پہلے اسے اپنی نعمت میں شمار کیا۔(7)

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 387 (3355)، دار الکتب العلمیہ، بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 162
3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 164
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 163
5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 161
6۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 162، دار الکتب العلمیہ بیروت
7۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 162

امام ابن الانباری اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابراہیم اور شعبی رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا کا ارشاد منسوخ ہے۔

امام الخطیب رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں انگور سے کئی اشیاء حاصل ہوتی ہیں، انگور (تازہ ہو تو) تو تم اسے کھاتے ہو، خشک ہونے سے پہلے اس کا رس نکال کر پیتے ہو، اس سے تم زبیب بناتے ہو اور اس کو پکاتے ہو۔ (1) واللہ اعلم۔

وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ ۙ۫ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۷۰﴾

''اور ڈال دی آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات کہ بنایا کر پہاڑوں میں (اپنے) چھتے اور درختوں (کی شاخوں) میں اور ان چھپروں میں جو لوگ بناتے ہیں۔ پھر رس چوسا کر ہر قسم کے پھلوں سے پس چلتی رہا کر اپنے رب کی آسان کی ہوئی راہوں پر۔ (یوں) نکلتا ہے ان کے شکموں سے ایک شربت مختلف رنگوں والا اس میں شفا ہے لوگوں کے لیے، بے شک اس میں (قدرت الٰہی کی) نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے تمہیں پھر جان قبض کرے گا تمہاری اور تم میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں لوٹا دیا جاتا ہے ناکارہ عمر کی طرف تاکہ وہ کچھ نہ جانے جان لینے کے۔ بعد بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہر چیز پر قادر ہے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے اَوْحٰى کا معنی اَلْهَمَ نقل کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو الہام کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ النَّحْلِ چھوٹا سا ایک جانور ہے اور اس کی طرف وحی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں ڈال دیا۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی کو الہام کیا تھا (2) اس کی طرف کوئی پیغام رساں نہیں بھیجا تھا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے العوفی کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ

1۔ تاریخ بغداد للخطیب، جلد 1، صفحہ 282 (125)، مطبعۃ السعادۃ مصر 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 166

نے مکھی و حکم دیا کہ وہ پھلوں سے رس نکال کر کھائے اور حکم دیا کہ وہ اپنے رب کے آسان کردہ راستوں کی اتباع کرے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایسے راستوں پر چل جن پر مکان بنانا مشکل نہ ہو۔(2)

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ذُلُلًا سے مراد مُطِیْعَةً ہے۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں الذلول اس کو کہتے ہیں جس کی قیادت کی جاتی ہے، وہ وہاں ہی جاتا ہے جہاں اس کا مالک ارادہ کرتا ہے۔ فرماتے ہیں: لوگ شہد کی مکھی کے پیچھے نکلتے تھے اور اس کے ذریعے چراگاہ تلاش کرتے تھے اور لوگ جاتے ہیں جب کہ شہد کی مکھی ان کی پیروی کرتی ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ۝ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ (یٰسین: 72)'' کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم نے پیدا فرمائے ان کے لیے مخلوق سے جو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائے مویشی پھر (اب) یہ ان کے مالک ہیں اور ہم نے تابعدار بنا دیا انہیں ان کا''۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ذُلُلًا سے مراد ذلیلۃً (یعنی اطاعت شعار) ہے یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ شراب سے مراد شہد ہے۔ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ فرماتے ہیں: یعنی ان تکلیفوں کے لیے شفا ہے جن کی شفا اس میں رکھی گئی ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شراب سے مراد شہد ہے۔(5)

ابن جریر، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: شہد میں اور قرآن میں شفاء ہے۔(6)

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: شہد اس میں ہر بیماری کی شفاء ہے اور قرآن اس کے لیے شفاء ہے جو (بیماری) سینوں میں ہوتی ہے۔(7)

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تم پر دو شفاؤں سے شفاء حاصل کرنا لازم ہے یعنی شہد اور قرآن۔(8)

امام ابن ماجہ، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر دو شفاؤں سے شفا حاصل کرنا لازم ہے (یعنی) شہد اور قرآن۔(9)

امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزوں میں شفاء ہے (۱) پچھنے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 166 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 167 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 168
5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 169 6۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 168 7۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 169
8۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب الطب، جلد 5، صفحہ 60 (23689)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
9۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب العسل، جلد 4، صفحہ 103 (3452)، دار الکتب العلمیہ بیروت

لگانے کے لیے بار ایک کو نچنا (۲) شہد پینا (۳) آگ کے ساتھ داغنا۔ اور میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔(1)

امام احمد، بخاری، مسلم اور ابن مردویہ نے ابو سعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میرے بھائی کو استطلاق بطن (جلاب لگنا) کی بیماری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے شہد پلا۔ اس نے بھائی کو شہد پلائی۔ پھر آیا اور عرض کی کہ شہد نے اس کے استطلاق میں اضافہ کر دیا ہے۔ فرمایا جاؤ اور اسے شہد پلاؤ، اس نے پھر شہد پلائی۔ پھر آیا عرض کی شہد نے مرض میں اضافہ کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے تو جا اور اسے پھر شہد پلا وہ گیا شہد پلایا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔(2)

امام ابن ماجہ، ابن السنی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ہر ماہ تین صبح شہد چاٹے گا اسے بڑی مصیبت نہیں پہنچے گی۔(3)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت عامر بن مالک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اپنے بخار کی خبر بھیجی میں آپ سے دوا اور شفاء کی متلاشی تھی، آپ ﷺ نے میری طرف شہد کی کپی بھیجی۔(4)

امام حمید بن زنجویہ رحمہ اللہ نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن عمر ہر تکلیف کے لیے شہد استعمال کرتے تھے حتی کہ پھوڑے پر بھی شہد مل دیتے تھے۔ ہم نے کہا جناب! آپ پھوڑے کا علاج بھی شہد سے کرتے ہیں؟ فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔

امام احمد اور نسائی رحمہما اللہ نے حضرت معاویہ بن فدیج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی چیز میں شفاء ہے تو پچھنے لگانے کے لیے ایک بار کو نچنے میں شہد پینے میں، اور ایسی آگ کے ساتھ داغنے میں جو تکلیف پہنچاتی ہے اور میں داغنا پسند نہیں کرتا۔(5)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت حشرم الجمری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نیزوں سے کھیلنے والا عامر بن مالک نے نبی کریم ﷺ سے اس مرض کی دوا اور شفاء طلب کی جو انہیں لاحق تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف شہد یا شہد کی کپی بھیجی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مومن کی مثال شہد کی مکھی ہے۔ پاکیزہ کھاتا ہے اور پاکیزہ گراتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت الزہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے چیونٹی اور شہد کی مکھی کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔(6)

1۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الشفاء فی ثلاث، جلد 5، صفحہ 2152، دار ابن کثیر دمشق 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 44 (5572)، دار الفکر بیروت

3۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 4، صفحہ 102 (3450)، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب، جلد 5، صفحہ 98 (5931)، دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 401، دار صادر بیروت

6۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب الادب، جلد 5، صفحہ 337 (26655)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام طبرانی نے الاوسط میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلال کی مثال شہد کی مکھی کی ہے، میٹھا اور کڑوا رس چوستی ہے پھر شہد سارے کا سارا میٹھا ہوتا ہے۔ (1)

امام الحاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے (انہوں نے اس کو صحیح بھی کہا ہے) فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فحش گو، بتکلف فحش گوئی کرنے والے برے پڑوس اور قطع رحمی کو ناپسند فرماتے ہیں۔ پھر فرمایا: مومن کی مثال شہد کی مکھی کی ہے، چرتی ہے تو پاکیزہ چیز کھاتی ہے، پھر بیٹھ جاتی ہے، پس تو نہ اسے اذیت دے اور نہ اس کو توڑ۔ (2)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد، لٹورا اور مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جانور قتل کرنے سے منع فرمایا: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور لٹورا۔ (3)

امام ابو یعلی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مکھی کی عمر چالیس دن ہے اور شہد کی مکھی کے علاوہ باقی تمام مکھیاں آگ میں ہیں۔ (4)

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے طریق سے عبید بن عمیر یا ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہد کی مکھی کے علاوہ تمام مکھیاں آگ میں ہیں۔ عبداللہ بن عمر اس کے قتل سے منع کرتے تھے۔

حکیم ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہد کی مکھی کے علاوہ ہر مکھی آگ میں ہے۔

ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ پچھتر سال ہے۔ (5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَرْذَلِ الْعُمُرِ سے مراد خوف ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو قرآن پڑھتا ہے وہ اَرْذَلِ الْعُمُرِ کی طرف نہیں لوٹایا جاتا پھر آپ نے یہ تلاوت کی: لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عالم کی عقل بڑھاپے کی وجہ سے فاسد نہیں ہوتی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد الملک بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تمام لوگوں سے زیادہ از روئے عقل باقی رہنے والے قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں۔

امام بخاری اور ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے: اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ۔ (6)

1۔ معجم اوسط، جلد 1، صفحہ 147 (181)، ریاض　2۔ مستدرک حاکم، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 147 (253)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تاریخ بغداد، جلد 9، صفحہ 120، مطبعۃ السعادۃ مصر　4۔ مسند ابو یعلی، جلد 3، صفحہ 450 (4274)، دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 169　6۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ نحل، جلد 4، صفحہ 1741 (4430)، دار ابن کثیر دمشق

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ وَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَ مِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَمِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

ابن مردویہ نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچہ بالغ ہونے سے پہلے تک جو نیک عمل کرتا ہے، اس کا ثواب اس کے والد یا والدین کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور اگر اس سے پہلے وہ کوئی برائی کرتا ہے تو نہ اس پر اس کا گناہ لکھا جاتا ہے اور نہ اس کے والدین پر۔ پھر جب وہ بالغ ہو جاتا ہے تو اس پر قلم جاری ہوتا ہے اور دو فرشتوں کو اس کے ساتھ رہنے کا حکم دیا جاتا ہے وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اور درست سمت چلنے کی کوشش کرتے ہیں پھر جب اسلام میں اسے چالیس سال گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے تین مصیبتوں جنون، جذام اور برص سے نجات عطا فرماتا ہے۔ پھر جب پچاس سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو دوہرا کر دیتا ہے۔ جب وہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا فرماتا ہے اس حالت میں جس کو وہ پسند فرماتا ہے۔ جب وہ ستر سال کا ہو جاتا ہے تو آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اور جب نوے سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پہلے، پچھلے سب گناہ معاف فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گھر والوں کے حق میں اس کی سفارش قبول فرماتا ہے اور اس کا اسم اللہ کی بارگاہ میں زمین کے اندر اسیر اللہ ہوتا ہے۔ پھر جب وہ ارذل العمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ان تمام نیکیوں کی مثل لکھ دیتا ہے جو وہ زمانہ صحت میں کرتا تھا اور اگر وہ گناہ کرتا تھا تو وہ اس پر نہیں لکھے جاتے۔

وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝

''اور اللہ تعالیٰ نے برتری بخشی ہے تم میں سے بعض کو بعض پر دولت کے لحاظ سے۔ پس (اب بتاؤ) کیا وہ لوگ جنہیں برتری بخشی گئی ہے وہ لوٹانے والے ہیں اپنی دولت کو ان لوگوں پر جو ان کے مملوک ہیں تاکہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں؟ (ہرگز نہیں) تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اس آیت کے تحت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ اپنے غلاموں کو اپنے موال اور اپنی بیویوں میں شریک نہیں کرتے تو میرے بندوں کو میری بادشاہی میں کیسے شریک کرتے ہیں۔(1)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 170، دار احیاء التراث العربی بیروت

22

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ باطل خداؤں کی مثال ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بیان فرمائی ہے کہ کیا تم میں کوئی اپنی بیوی میں اپنے غلام کو شریک کرتا ہے، اپنے بستر میں غیر کو شریک کرتا ہے؟ کیا تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مخلوق اور اس کے بندوں کو برابر کرتے ہو؟ اگر تو اپنے لئے یہ پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ وہ شریک سے پاک ہو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوق میں کسی کو اس کا برابر نہ ٹھہراؤ۔(1)

ابن ابی حاتم نے عطاء الخراسانی سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کے متعلق مثال فرمائی ہے۔ فرمایا: تم میرے ساتھ میرے بندوں کو کیسے برابر کرتے ہو۔ جب کہ تم اپنے غلاموں کو اپنے ساتھ شریک اور برابر نہیں بناتے ہو۔ جس چیز میں تمہیں ان پر برتری بخشی گئی ہے تم ان کو لوٹانے والے نہیں ہوتا کہ وہ اور تم رزق میں برابر ہو جاؤ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن البصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب نے ابوموسیٰ الاشعری کی طرف لکھا کہ دنیا میں اپنے رزق پر قناعت کرو کیونکہ رحمٰن نے رزق میں اپنے بعض بندوں کو بعض پر برتری بخشی ہے، یہ ایک آزمائش ہے جس کے ساتھ آزمایا جاتا ہے۔ جس کو کشادہ روزی دی جاتی ہے اس کو آزمایا جاتا ہے، اس کے شکر کی کیفیت کیا ہوگی، اللہ کی نعمت کا شکر اس حق کی ادائیگی ہے جو انسان پر اس عطا اور بخشش کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۟ۙ

''اور اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں اور پیدا فرمائے تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے اور رزق عطا فرمایا تمہیں پاکیزہ۔ تو کیا (یہ لوگ) باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کی ناشکری کرتے ہیں''۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا پھر ان کے وجود سے ہی ان کی زوجہ کو پیدا فرمایا۔(2)

امام الفریابی، سعید بن منصور، بخاری (نے التاریخ میں) ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں حَفَدَةً سے مراد داماد ہیں۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 170، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 171 3۔ ایضاً

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے حَفَدَةٌ سے مراد سسرال ہیں۔(1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حَفَدَةٌ سے مراد بیٹے اور پوتے ہیں۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حَفَدَةٌ سے مراد اولاد کی اولاد ہے۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ مجھے حَفَدَةٌ کے متعلق بتایئے ابن عباس نے فرمایا اولاد کی اولاد، یہ معاون ہوتے ہیں۔ نافع نے پوچھا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

حَفْدُ الْوَلَائِدِ حَوْلَهُنَّ وَاَسْلَمَتْ	بِاَكُفِّهِنَّ اَزِمَّةَ الْاَجْمَالِ

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوحمزہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس سے حَفَدَةٌ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا جو بھی تیرا معاون ہو وہ تیرا حفد ہے، کیا تو نے یہ شعر نہیں سنا:

حَفْدُ الْوَلَائِدِ حَوْلَهُنَّ وَ اَسْلَمَتْ	بِاَكُفِّهِنَّ اَزِمَّةَ الْاَجْمَالِ (3)

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حَفَدَةٌ سے مراد مرد کی بیوی کی اولاد ہے جو اس مرد سے نہ ہو۔(4)

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابو مالک سے روایت کیا ہے حَفَدَةٌ سے مراد معاونین ہیں۔(5)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حَفَدَةٌ سے مراد خدام ہیں۔(6)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حَفَدَةٌ سے مراد بیٹے اور پوتے ہیں اور جو اہل میں سے معاون یا خدام میں سے ہوں سب تیرے حَفَدَةٌ ہیں۔(7)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں الْبَاطِلِ سے مراد شرک ہے۔

ابن المنذر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ الْبَاطِلِ سے مراد شیطان ہے اور بِنِعْمَتِ اللّٰهِ سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 172	2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 174	3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 175	4۔ ایضاً

5۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 174	6۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 173	7۔ ایضاً

مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۞ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞

''اور یہ لوگ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا ان معبودوں کی جو انہیں آسمانوں اور زمین سے رزق دینے کا کچھ اختیار نہیں رکھتے اور نہ وہ کچھ کر سکتے ہیں۔ پس (اے جاہلو!) نہ بیان کیا کرو اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال (وہ یہ ہے) ایک بندہ ہے جو مملوک ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور (اس کے مقابلہ میں) ایک وہ بندہ ہے جسے ہم نے رزق دیا اپنی جناب پاک سے رزق حسن۔ پس وہ خرچ کرتا رہتا ہے اس سے پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ طور پر۔ (اب تم ہی بتاؤ) کیا یہ برابر ہیں؟ الحمدللہ! (حقیقت حال واضح ہوگئی) بلکہ ان میں سے اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے اور بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک اور مثال، دو آدمی ہیں، ان میں سے ایک تو گونگا ہے کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا اور وہ بوجھ ہے اپنے آقا پر، جہاں کہیں وہ اس (نکمے) کو بھیجتا ہے تو وہ واپس نہیں آتا کسی بھلائی کے ساتھ۔ کیا برابر ہو سکتا ہے یہ (نکما) اور وہ شخص جو حکم دیتا ہے عدل کے ساتھ اور وہ راہ راست پر گامزن ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے آسمانوں اور زمین کی مخفی باتوں کو اور نہیں قیامت برپا ہونے کا معاملہ مگر جیسے آنکھ تیزی سے جھپکتی ہے یا اس سے بھی جلد۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے''۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ میں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے مراد وہ بت ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی تھی جو ان کی عبادت کرتے ہیں، وہ ان کے لیے نہ رزق کے مالک ہیں اور نہ نفع وضرر کے، نہ زندگی کے اور نہ دوبارہ اٹھنے کے۔ پس اللہ تعالیٰ کی مثالیں بیان نہ کرو، وہ تو بے نیاز ہے، نہ کسی کو اس نے جنم دیا ہے اور نہ وہ جنم دیا گیا ہے، اس کا کوئی ہم سر نہیں ہے۔ (1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْاَمْثَالَ سے مراد ان کا بت بنانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میرے ساتھ کسی دوسرے کو اللہ نہ بناؤ میرے سوا کوئی الہٰ نہیں ہے۔ (2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا میں عبداً مملوکاً سے مراد کافر ہے وہ اللہ کے راستہ میں کچھ خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا سے مراد مومن ہے اور یہ خرچ کرنے کی مثال ہے۔ (3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 177، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 178

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کافر کی مثال بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے رزق دیا لیکن اس نے اسے کسی خیر میں خرچ نہیں کیا اور اطاعت الٰہی میں اسے صرف نہیں کیا وَ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فرماتے ہیں: اس سے مراد مومن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رزق حلال عطا فرمایا پھر اس نے اسے اطاعت الٰہی میں خرچ کیا، اس نے اس کو شکر اور معرفت حق کے ساتھ حاصل کیا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو پھر اس عارضی رزق کو خرچ کرنے کی وجہ سے جنت کا دائمی رزق عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هَلْ يَسْتَوٗنَ فرمایا نہیں اللہ کی قسم! یہ دونوں (کافر اور مومن) برابر نہیں۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ تمام معبود حق اور باطل جس کی وہ عبادت کرتے تھے، کی مثالیں ہیں۔(2)

امام ابن المنذر نے ابن جریج کے طریق سے ابن عباس سے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ معبودان باطلہ نہ تو کسی نفع کے مالک ہیں نہ نقصان کے۔ یہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے وَمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا یہ مومن کی مثال ہے جو پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ طور پر رضائے الٰہی کے لیے خرچ کرتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے الحسن سے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد بت ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الربیع بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اعمال کے مطابق مثالیں بیان فرمائی ہیں، ہر عمل صالح کی ایک نیک مثال ہے اور ہر برے عمل کی بری مثال ہے۔ فرماتے ہیں: ایک عام متفہم کی مثال اس راستہ کی ہے جو درخت اور پہاڑ کے درمیان ہے، وہ سیدھا ہے، اسے کوئی چیز ٹیڑھا نہیں کرتی، یہ اس بندۂ مومن کی مثال ہے جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت قریش کے ایک شخص ہشام بن عمر اور اس کے غلام ابوالجوزاء کے بارے نازل ہوئی۔(3) ہشام خود اپنا مال پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتا اور اپنے غلام کو خرچ کرنے سے منع کرتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: غلام کے لیے آقا کی اجازت کے بغیر طلاق دینا جائز نہیں اور بطور دلیل یہ آیت پڑھی عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس غلام کے بارے پوچھا گیا جو صدقہ کرتا ہے؟ ابن عباس نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا: وہ کوئی چیز صدقہ نہ کرے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ کے تحت روایت کیا ہے کہ اَبْكَمُ سے مراد کافر ہے اور مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ سے مراد مومن ہے، یہ اعمال کے متعلق مثال دی گئی ہے۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 178 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 179 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 180 4۔ ایضاً

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ حضرت عثمان بن عفان اور ان کے غلام اسید بن ابی العیص کے متعلق نازل ہوئی، اسید کافر تھا اور اسلام کو پسند نہیں کرتا تھا۔ حضرت عثمان اس پر خرچ کرتے تھے اور اس کی کفالت فرماتے تھے، غلام صدقہ اور نیکی سے انہیں منع کرتا تھا۔ پس ان دو کے بارے یہ آیت نازل ہوئی۔(1)

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، بخاری (تاریخ میں) ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور الضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی باطل معبودوں کی مثال بیان فرمائی ہے، اَبْكَمُ سے مراد بت ہے، وہ گونگا ہوتا ہے بولتا نہیں ہے۔ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ لوگ اس کے اوپر خرچ کرتے ہیں اور جوان کے پاس آتے ہیں۔ ان پر بھی دوسرے خرچ کرتے ہیں وہ بت نہ تو خود خرچ کرتا ہے نہ اپنے پاس آنے والوں کو رزق دیتا ہے اور مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد بت ہے اور مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم اور ابن المنذر رنے ابن عباس سے روایت کیا ہے (كَلٌّ) اس کا مطلب عیال ہے۔ جب مشرکین کسی جگہ سے کوچ کرتے تو اس بت کو ایک مطیع اونٹ پر لاد دیتے۔ اور پھر بہت سے مشرک اس کے ساتھ چلتے جو اس بت کو پکڑے رکھتے تا کہ کہیں گر نہ جائے، پس وہ بت نرا عذاب اور عیال تھا ان پر۔ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہو جا یا اس سے بھی جلد قیامت قائم ہو جائے گی۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب ہم ارادہ فرمائیں گے تو آنکھ جھپکنے کی دیر سے قیامت واقع ہو جائے گی یا اس سے بھی جلد۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ فوراً واقع ہو جائے گی (یعنی یہاں او شک کے لیے نہیں ہے) فرماتے ہیں: قرآن میں او جہاں بھی ذکر ہے وہ اسی مفہوم میں ہے مثلاً مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ (الصافات)

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 180 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 179 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 181

"اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں نکالا ہے تمہاری ماؤں کے شکموں سے اس حال میں کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور بنائے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل تا کہ تم (ان بیش بہا نعمتوں پر) شکر ادا کرو"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ کے تحت نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی ماؤں کے رحموں سے نکالا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ کرامت وعزت ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں شرف بخشا ہے۔ پس اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان، طبرانی، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حبہ اور سواء، جو خالد رضی اللہ عنہم کے بیٹے ہیں، سے روایت کیا ہے کہ وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دیوار درست فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: ادھر آؤ، تو وہ آپ کے ساتھ اس کام میں مشغول ہو گئے، جب فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کسی کام کا حکم دیا اور فرمایا: جب تک تمہارے سر حرکت کر رہے ہیں تم رزق سے مایوس نہ ہو کیونکہ ہر بچہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے وہ سرخ ہوتا ہے، اس پر کوئی جلد نہیں ہوتی پھر اللہ تعالیٰ اسے رزق دیتا ہے۔(1)

اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۷۹

"کیا انہوں نے کبھی نہیں دیکھا پرندوں کی طرف کہ وہ مطیع اور فرمانبردار بن کر اڑ رہے ہیں فضاء آسمانی میں۔ کوئی چیز انہیں تھامے ہوئے نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے۔ بے شک اس میں (کھلی) نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب فِیْ كَبِدِ السَّمَاءِ ہے (یعنی آسمان کے جوف میں)۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو روکے ہوئے ہے۔

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا یَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ یَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ ۝۸۰

1۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، کتاب الزہد، باب التوکل والیقین، جلد 4، صفحہ 494 (4165)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 183

''اور اللہ تعالیٰ نے ہی (اپنے فضل وکرم سے) بنادیا ہے تمہارے لیے گھروں کو آرام وسکون کی جگہ اور بنائے ہیں تمہارے لیے جانوروں کے چمڑوں سے گھر (یعنی خیمے) جنہیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو سفر کے دن اور اقامت کے دن اور (اسی نے بنائی ہیں) بھیڑوں کی صوف اور اونٹوں کی اون اور بکریوں کے بالوں سے مختلف گھریلو سامان اور استعمال کی چیزیں ایک وقت مقرر تک''۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے گھر بنائے ہیں جن میں تم رہتے ہو۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس نے تمہارے گھر بنائے جس میں تم ٹھہرتے ہو اور قرار پاتے ہو۔ وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا اس سے مراد بدوؤں کے خیمے ہیں، تَسْتَخِفُّوْنَهَا جن کو بہ آسانی اٹھاتے ہو وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ۔ ان ساری نعمتوں سے متمتع ہونا موت تک ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ کے تحت روایت کیا ہے یعنی قافلہ والے فوراً اپنے گھر بنا لیتے ہیں (اوبار) اونٹوں کی اون کو کہتے ہیں (اشعار) بکریوں کے بالوں کو کہتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (اثاثا) کے تحت روایت کیا ہے اس سے مراد مال ہے وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ یعنی تم ایک مخصوص مدت تک ان چیزوں سے نفع اٹھاؤ گے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قرآن عربوں کی معرفت کے مطابق اتارا گیا ہے۔ مثلاً آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صوف اور اونٹوں کی اون کا ذکر کیا، ان سے بڑی بڑی چیزوں کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ اونٹ اور بکریاں پالتے تھے اور ان کی اون سے خیمے وغیرہ بناتے تھے، چونکہ وہ پہاڑوں میں رہتے تھے اس لیے ان کا ذکر فرمایا وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا (نحل: 81) ''اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے ہیں تمہارے (آرام) کے لیے ان چیزوں کے سائے جن کو اس نے پیدا فرمایا اور اسی نے بنائی ہیں تمہارے لیے پہاڑوں میں پناہ گاہیں''۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے گرمی سے بچنے کا ذکر فرمایا جب کہ سردی سے بچانے والی چیزیں ان سے عظیم اور بڑی ہیں کیونکہ وہ گرم علاقہ میں رہتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ (النور: 43) کا ذکر فرمایا حالانکہ وہ جو آسمان سے برف برساتا ہے وہ زیادہ مؤثر ہے عبرت حاصل کرنے اور حقیقت حال جاننے کے لیے۔ ان چیزوں کا ذکر اس لیے نہیں فرمایا کیونکہ وہ ان کو جانتے نہیں تھے۔(2)

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن المنذر رنے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حِيْنٍ سے مراد موت ہے۔(3)

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 183 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 187 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 185

لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ ۚ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

''اور اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے ہیں تمہارے (آرام) کے لیے ان چیزوں کے سائے جن کو اس نے پیدا فرمایا اور اسی نے بنائی ہیں تمہارے لیے پہاڑوں میں پناہ گاہیں اور اسی نے بنائے ہیں تمہارے لیے ایسے لباس جو بچاتے ہیں تمہیں گرمی سے اور (کچھ ایسے آہنی) لباس جو بچاتے ہیں تمہیں لڑائی کے وقت۔ اسی طرح وہ پورا فرماتا ہے اپنا احسان تم پر تاکہ تم سراطاعت خم کرو۔ اے محبوب! اگر (ان روشن دلائل کے باوجود) وہ منہ پھیریں تو (فکر مند نہ ہو) آپ کے ذمہ تو صرف وضاحت سے پیغام پہنچانا ہے۔ وہ پہچانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کو (اس کے باوجود) وہ انکار کرتے ہیں اس کا اور ان میں سے اکثر لوگ کافر ہیں''۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا کے تحت روایت کیا ہے کہ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا سے مراد درخت وغیرہ ہیں اور اس آیت میں اَكْنَانًا سے مراد پہاڑوں کی غاریں ہیں جن میں وہ رہائش رکھتے تھے۔ وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ اس نے روئی، اون اور صوف سے لباس بنائے وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ وہ بے کے لباس جو تمہیں جنگ میں تیر وتفنگ سے بچاتے ہیں۔ فرماتے ہیں: اس سورت کو سورۃ النعم بھی کہا جاتا ہے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کسائی عن حمزہ بن الاعمش وابی بکر وعاصم رحمہم اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ وہ تُسْلِمُوْنَ کو تاء کے رفع کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے سَرَابِيْلَ سے مراد کپڑے ہیں۔ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ میں سَرَابِيْلَ سے مراد زر ہیں اور ہتھیار ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ تا کہ تم زخموں سے محفوظ رہو۔ ابن عباس تُسْلَمُوْنَ پڑھتے تھے۔ (2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اللہ تعالیٰ کے بارے سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا (النحل: 80) اعرابی نے کہا ہاں ٹھیک ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا (النحل: 80) اعرابی نے کہا (ٹھیک ہے) اس کے سامنے آپ ﷺ نے بعد والی آیات پڑھیں جن میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ہے تو وہ ہر ایک کے جواب میں نعم کہتا رہا۔ حتی کہ آپ ﷺ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ پر پہنچے تو اعرابی واپس چلا گیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 185　2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 186

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے: يُنْكِرُوْنَهَا میں ھا ضمیر سے مراد ان کی رہائشیں، ان کے جانور اور باقی نعمتیں ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں مثلاً زرہیں، کپڑے وغیرہ۔ کفار قریش ان نعمتوں کو جانتے تھے لیکن پھر بھی یہ کہہ کر انکار کرتے تھے کہ یہ تمام نعمتیں پہلے ہمارے آباؤاجداد کے لیے تھیں ہمیں یہ سب ورثے میں ملی ہیں۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن کثیر رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کفار قریش جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا ہے، اس نے انہیں سب کچھ عطا فرمایا ہے لیکن وہ اس کے بعد بھی انکار کرتے تھے، وہ اس کی نعمت کو پہچانتے تھے لیکن پہچاننے کے بعد انکار کرتے تھے۔(2)

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے عون بن عبد اللہ سے يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا کے تحت روایت کیا ہے، انکار یہ تھا کہ ایک شخص کہتا اگر فلاں نہ ہوتا تو مجھے ایسا ایسا ملتا، اگر فلاں نہ ہوتا تو مجھے ایسی تکلیف نہ پہنچتی۔(3)

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے سعد سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں نعمت سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ ابو جہل اور الاخنس کی حدیث میں اس کا ذکر ہے جب الاخنس نے ابو جہل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے پوچھا تو ابو جہل نے کہا وہ نبی ہیں۔

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ۚ وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ٍ السَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ؑ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 188 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 189 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 188

يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

"اور قیامت کے دن ہم اٹھائیں گے ہر امت سے ایک گواہ تب ان لوگوں کو اجازت نہیں ہو گی جنھوں نے کفر کیا اور نہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور جب دیکھ لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا عذاب (آخرت) کو تو اس وقت یہ عذاب ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ انہیں (مزید) مہلت دی جائے گی اور جب دیکھیں گے مشرک اپنے (ٹھہرائے ہوئے) شریکوں کو تو بول اٹھیں گے اے ہمارے رب! یہ ہیں ہمارے بنائے ہوئے شریک جنہیں ہم پوجا کرتے تھے تجھے چھوڑ کر۔ تو وہ شریک انہیں جواب دیں گے یقیناً تم جھوٹ بول رہے ہو۔ وہ پیش کر دیں گے بارگاہ الٰہی میں اس دن اپنی عاجزی اور فراموش ہو جائیں گے انہیں وہ بہتان جو وہ باندھا کرتے تھے جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) روکا اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہم نے بڑھا دیا اور عذاب ان کے پہلے عذاب پر اس وجہ سے کہ وہ فتنہ وفساد برپا کیا کرتے تھے۔ اور وہ دن (بڑا ہولناک ہوگا) جب ہم اٹھائیں گے ہر امت سے ایک گواہ ان پر انہیں میں سے اور ہم لے آئیں گے آپ کو بطور گواہ ان سب پر اور ہم نے اتاری ہے آپ پر یہ کتاب، اس میں تفصیلی بیان ہے ہر چیز کا اور یہ سراپا ہدایت و رحمت ہے اور یہ مژدہ ہے مسلمانوں کے لیے بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملہ میں انصاف کرو اور (ہر ایک کے ساتھ) بھلائی کرو اور اچھا سلوک کرو رشتہ داروں کے ساتھ اور منع فرماتا ہے بے حیائی سے برے کاموں سے اور سرکشی سے۔ اللہ تعالیٰ نصیحت کرتا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا میں شہید سے مراد ہر امت کا اپنا نبی ہے جو گواہی دے گا کہ اس نے اپنے رب کے پیغامات پہنچادیئے تھے۔(1)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ پڑھتے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ سے وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ ارشاد اس آیت کی طرح ہے هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ (المرسلات)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب حدثوھم ہے یعنی انہوں نے ان سے بات کی۔(2)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِنِ السَّلَمَ کے تحت روایت کیا ہے: وہ اس دن اللہ کی بارگاہ میں سر جھکا دیں گے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس دن وہ سر تسلیم خم کیے ہوئے ہوں گے۔(3)

امام عبد الرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ہناد السری، ابو یعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 190، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 191

حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے البعث والنشور میں حضرت ابن مسعود سے زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ کے تحت روایت کی ہے: ان پر ایسے بچھو مسلط کیے جائیں گے جن کے دانت لمبی کھجور کے درخت کی طرح ہوں گے۔(1)

امام ابن مردویہ اور الخطیب رحمہما اللہ نے تالی التلخیص میں حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایسے بچھو ہوں گے جو لمبی کھجور کے درخت کی مثل ہوں گے وہ انہیں جہنم میں نوچ کھائیں گے۔

امام ہناد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آگ میں ان پر سانپ مسلط کیے جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بے شک اہل جہنم جب دوزخ کی گرمی کے باعث واویلا کریں گے اور آگ میں کچھ پانی کی طلب کریں گے تو وہ پانی کے پاس پہنچیں گے تو ان کا سامنا ایسے بچھو کریں گے جو سیاہ خچروں کی مانند ہوں گے اور ایسے سانپ کریں گے جو بختی اونٹوں کی مثل ہوں گے پس وہ انہیں ماریں گے عذاب کے زیادہ کرنے سے یہی مراد ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جہنم میں کنویں ہیں جن میں بختی اونٹوں کی طرح سانپ ہیں اور خچروں کی طرح بچھو ہیں۔ دوزخی ان کنوؤں سے ساحل پر آنے کے لیے فریاد کریں گے، پس وہ سانپ اور بچھو ان پر جھپٹیں گے، ان کے چہروں اور پلکوں کی جڑوں سے پکڑ لیں گے، وہ ان کے گوشت ان کے قدموں تک اتار لیں گے، وہ ان سے آگ کی طرف نکلنے کی کوشش کریں گے، وہ ان کا پیچھا کریں گے حتی کہ وہ اس کی گرمی محسوس کریں گے اور واپس آجائیں گے جب کہ وہ اپنی بلوں میں ہوں گے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ اور ہناد رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جہنم کے سواحل ہیں جن میں سانپ اور بچھو رہتے ہیں جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہیں۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اعمش رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت مالک بن الحارث رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب آدمی کو آگ میں ڈالا جائے گا تو وہ گرتا چلا جائے گا جب وہ اس کے دروازے تک پہنچے گا تو اس کو کہا جائے گا ٹھہر جا حتی کہ تجھے تحفہ دیا جائے۔ پس اسے سانپوں اور بچھوؤں کے زہر کا پیالہ پلایا جائے گا، جس کی وجہ سے ان کی جلد علیحدہ ہو جائے گی، بال علیحدہ ہو جائیں گے، پٹھے علیحدہ ہو جائیں گے اور رگیں علیحدہ ہو جائیں گی۔

ابو یعلی، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے زِدْنٰهُمْ عَذَابًا الخ کے تحت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالی آگ کی پانچ نہریں ان پر انڈیلے گا بعض کے ساتھ انہیں دن کے وقت اور بعض کے ساتھ رات کے وقت عذاب دیا جائے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عذاب کی زیادتی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 192　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً

وہ پانچ نہریں ہیں جو عرش کے نیچے سے دوزخیوں کے سروں پر جاری ہوں گی۔ تین نہریں رات کی مقدار پر اور دو نہریں دن کی مقدار جاری ہوں گی۔ اس آیت میں عذاب کی زیادتی سے یہی مراد ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس نے فرمایا: کیا تجھے جہنم کی وسعت معلوم ہے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا تم میں سے کسی کی کان کی لو اور اس کی گردن کے درمیان ستر سال کی مسافت ہوگی، پیپ اور خون کی وادیاں چلتی ہیں، میں نے کہا: نہریں مراد ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ وادیاں ہی مراد ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں ہر چیز کا بیان نازل کیا ہے اور جو کچھ قرآن میں بیان کیا گیا ہے اس کا بعض ہمیں معلوم ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ (1)

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن الضریس نے فضائل القران میں محمد بن نصر نے کتاب اللہ میں، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ قرآن سے روشنی حاصل کرے کیونکہ قرآن میں اولین و آخرین کے علوم ہیں۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قرآن کو بالوں کے کاٹنے کی طرح تیز تیز (پڑھ کر) نہ کاٹو اور ردی کھجوروں کے بکھیرنے کی طرح نہ بکھیرو جب کوئی نادر نکتہ آئے تو ٹھہر جاؤ اور اپنے دلوں کو اس کی (اثر انگیزی) سے متحرک کرو۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا دستر خوان ہے جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں ہو گیا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ دل برتنوں کی مانند ہیں ان کو قرآن کے ساتھ مشغول کرو اور اس کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ ان کو مشغول نہ کرو۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کا حکم دیا گیا ہے اور جس سے منع کیا گیا ہے۔ (3)

امام ابن ابی حاتم نے الاوزاعی سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ سنت کے ذریعہ سے ہر چیز کو بیان کیا گیا ہے۔

امام احمد نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اچانک آپ اوپر تکنے لگے۔ فرمایا میرے پاس جبرئیل آیا اور مجھے حکم دیا کہ اس آیت کو اس سورت کی اس جگہ رکھوں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ (4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 193
2۔ سنن سعید بن منصور، باب فضائل القرآن، جلد 1، صفحہ 7، دار الصمیعی الریاض
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 193
4۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 218، دار صادر بیروت

امام احمد، بخاری نے الادب میں، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ رحہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے، اچانک عثمان بن مظعون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے۔ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف دیکھنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر آسمان کی طرف دیکھا پھر زمین کی طرف اپنی دائیں طرف دیکھنے لگے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھی سے ہٹ کر اس طرف ہو گئے جہاں آپ نے اپنا سر رکھا۔ آپ اپنا سر اس طرح ہلاتے رہے گویا اس بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں جو آپ سے کہی گئی ہے۔ جب اپنی حاجت پوری کر لی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کی طرح آسمان کی طرف دیکھنے لگے، آپ (جبرئیل کو) پیچھے سے تکتے رہے حتیٰ کہ وہ آسمان میں چھپ گئے۔ پھر آپ حضرت عثمان کے پاس پہلی جگہ پر آئے۔ حضرت عثمان نے آپ سے اس کیفیت کی وجہ پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس ابھی ابھی جبرئیل امین آئے تھے۔ حضرت عثمان نے پوچھا: انہوں نے کیا پیغام دیا ہے؟ فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ حضرت عثمان نے کہا: اس وقت میرے دل میں ایمان قرار پذیر ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے محبت ہوگئی۔ (1)

امام الباوردی، ابن السکن، ابن مندہ اور ابونعیم رحمہما اللہ نے معرفۃ الصحابہ میں حضرت عبد الملک بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اکثم بن صیفی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کی خبر پہنچی تو اس نے آپ کی بارگاہ میں آنے کا ارادہ کیا، وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور دو آدمیوں کو بلایا۔ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے تو انہوں نے کہا: ہم اکثم کے بھیجے ہوئے ہیں، وہ آپ سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ اور کیا پیغام لائے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ ہوں، اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ۔ ان دو شخصوں نے کہا: یہ بات دوبارہ ارشاد فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پڑھی۔ تو انہوں نے یاد کر لی۔ وہ دونوں اکثم کے پاس آئے اور اسے ساری باتیں بتائیں۔ جب اس نے یہ آیت سنی تو کہا میرا خیال ہے وہ مکارم اخلاق کا درس دیتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے۔ پس تم اس معاملہ میں سردار بن جاؤ، اس معاملہ میں تابع نہ بنو۔ الاموی نے اپنے مغازی میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ اکثم سوار ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑا۔ اسے راستے میں موت آگئی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت اکثم کے بارے نازل ہوئی تھی: وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ (النساء: 100) "اور جو شخص نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف پھر آ لے اس کو (راہ میں) موت"۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس آیت میں بِالْعَدْلِ سے مراد لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی شہادت ہے۔ الْإِحْسَانِ سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے۔ وَإِيتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى سے مراد رشتہ داروں کو اپنا وہ حق ادا کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرابت و رحم کے سبب واجب کیا ہے۔ الْفَحْشَآءِ سے

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 318، دار صادر بیروت

مراد زنا ہے الْمُنْكَرِ سے مراد شرک ہے الْبَغْيِ سے مراد تکبر اور ظلم ہے، يَعِظُكُمْ یعنی وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔(1)

امام سعید بن منصور اور بخاری نے الادب میں، محمد بن نصر نے الصلاۃ میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں عظیم ترین آیت اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (آل عمران) ہے اور خیر و شر کی جامع ترین آیت یہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (2) اور قرآن میں توکل کی جامع آیت یہ ہے: مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (الطلاق:3) اور سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ الخ (الزمر:53)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: انہوں نے یہ آیت آخر تک پڑھی اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ الخ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے خیر و شر اس ایک آیت میں جمع کر دیا ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اطاعت الٰہی میں عدل و احسان کو جمع فرما دیا ہے اور اللہ کی نافرمانی میں سے ہر برائی اور بدی کو بھی اس آیت میں جمع فرما دیا ہے۔

امام ابن النجار رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں حضرت العتکی عن ابیہ رحمہما اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک قوم کے پاس سے گزرے جو محو گفتگو تھی، آپ نے فرمایا: تم کس عنوان پر گفتگو کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا: ہم مروت کے بارے گفتگو کر رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں تمہاری کتاب اللہ میں کفایت نہیں فرما دی؟ وہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ عدل سے مراد انصاف ہے اور احسان سے مراد تفضل ہے، اس کے بعد کیا باقی رہ گیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہر اچھا اخلاق زمانہ جاہلیت میں جس پر لوگ عمل کرتے تھے اور اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دے دیا اور ہر برا عمل جس کو وہ آپس میں عار سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کر دیا، پس اس نے ہر باعث مذمت اخلاق اور ردی خصائل سے منع فرمایا۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے عمر بن عبد العزیز نے بلایا اور فرمایا: عدل کا وصف بیان کر، میں نے کہا: شاباش! جناب نے بڑا عظیم سوال کیا ہے۔ تم چھوٹے لوگوں کے لیے باپ بن جاؤ اور بڑے لوگوں کے لیے بیٹا بن جاؤ اور تم مثلوں کے لیے بھائی اور عورتوں کے لیے بھی اسی طرح ہو جاؤ۔ لوگوں کو ان کے گناہوں کے مطابق اور ان کے جسموں کے مطابق سزا دو اور کسی کو اپنے غصہ کی وجہ سے ایک کوڑا بھی زائد نہ مارو ورنہ تم حد سے تجاوز کرنے والوں سے ہو جاؤ گے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 194 2۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، سورۃ نحل، جلد 2، صفحہ 388، (3358)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 195

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عیسیٰ بن مریم نے کہا: احسان یہ ہے کہ تو اس کے ساتھ احسان کر جو تجھ سے برائی کرے۔

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْكُمْ كَفِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۹۱

''اور پورا کرو اللہ تعالیٰ کے عہد کو جب تم نے اس سے عہد کرلیا ہے اور نہ توڑو (اپنی) قسموں کو انہیں پختہ کرنے کے بعد حالانکہ تم نے کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر گواہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کرتے ہو''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مزیدہ بن جابر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اسلام قبول کرتا تھا وہ اسلام پر بیعت کرتا تھا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کی قلت اور مشرکین کی کثرت تمہیں اسلام پر کی گئی بیعت کو توڑنے پر برانگیختہ نہ کرے۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا کا مطلب یہ ہے کہ قسم کے ساتھ عہد کو پختہ کرنے کے بعد اور كَفِیْلًا بمعنی وکیلاً ہے۔(2)

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا کا معنی بعد تشدیدها و تغلیظها (یعنی پختہ کرنا، مؤکد کرنا) روایت کیا ہے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے اور فرماتے ہیں: كَفِیْلًا بمعنی شهیدا ہے یعنی تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے عہد پر گواہ بنایا۔

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا یَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَ لَیُبَیِّنَنَّ لَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۹۲ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ یُّضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۳ وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۹۴ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 196 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 97-196 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 196

هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

"اور نہ ہو جاؤ اس عورت کی مانند جس نے توڑ ڈالا اپنے سوت کو مضبوط کاتنے کے بعد (اور اسے) پارہ پارہ کر ڈالا۔ تم بناتے ہو اپنی قسموں کو ایک دوسرے کو فریب دینے کا ذریعہ تاکہ اس طرح ہو جائے ایک گروہ زیادہ وفادار گروہ سے، دوسرے گروہ سے۔ صرف آزماتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ ان قسموں سے اور واضح فرما دے گا تمہارے لیے قیامت کے روز ان باتوں کو جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو بنا دیتا تمہیں ایک امت لیکن وہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ضرور تم سے باز پرس کی جائے گی ان اعمال سے جو تم کیا کرتے تھے۔ اور نہ بناؤ اپنی قسموں کو آپس میں فریب دینے کا ذریعہ۔ ورنہ (جادۂ حق سے) پھسل جائے گا (لوگوں کا) قدم (اس پر) جم جانے کے بعد اور تمہیں چکھنا پڑے گا (اس کا) برا نتیجہ کہ تم نے (اپنی عہد شکنی اور فریب کاری) کے باعث لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک دیا اور تمہارے لیے بڑا (دردناک) عذاب ہوگا اور مت بیچو اللہ تعالیٰ کے عہدوں کو تھوڑی سی قیمت کے عوض، بے شک جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم (حقیقت کو) جانتے ہو۔ جو (مال و زر) تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو (رحمت کے خزانے) اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ باقی رہیں گے۔ اور ہم ضرور عطا کریں گے انہیں جنہوں نے (ہر مصیبت میں) صبر کیا ان کا اجر ان کے اچھے (اور مفید) کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر بن حفص رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سعیدہ الاسدیہ مجنونہ تھی، وہ بال اور پتے جمع کرتی تھی۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ نے حضرت عطاء بن ابی رباح کے طریقہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس نے فرمایا: اے عطاء کیا تجھے میں جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ انہوں نے ایک زرد رنگ کی حبشی عورت دکھائی۔ ابن عباس نے فرمایا: یہ عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے جنون کی مرض لاحق ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے عافیت عطا فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں، وہ تجھے شفا عطا فرمائے اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور صبر پر قائم رہ، تجھے اس پر جنت ملے گی اس عورت نے صبر اور جنت کو اختیار کیا۔ ابن عباس نے فرمایا: یہ پاگل سعیدہ اسدیہ تھی اور یہ بال اور پتے جمع کرتی تھی۔ پس یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ الخ۔

ابن جریر نے عبداللہ بن کثیر سے روایت کیا ہے کہ خرقاء نامی عورت مکہ میں سوت کی رسی بٹنے کے بعد توڑ دیتی تھی۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ مکہ میں ایک

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 198، داراحیاء التراث العربی بیروت

عورت تھی جس کو خرقاء کہا جاتا تھا۔ وہ سوت کاتتی تھی۔ جب تیار کر لیتی تو اسے توڑ دیتی تھی۔(1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ وہ عورت رسی کو جوڑنے کے بعد توڑ دیتی تھی۔(2)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر تم سنو کہ ایک عورت سوت کاتنے کے بعد توڑ دیتی تھی تو کہو گے کہ یہ کیسی احمق ہے یہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مثال دی ہے جو عہد باندھنے کے بعد عہد شکنی کرتا ہے۔ فرماتے ہیں: دَخَلًۢا کا معنی خیانت اور غدر ہے۔(3)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اُمَّةٌ سے مراد لوگ ہیں یعنی کچھ لوگ دوسرے لوگوں سے زیادہ ہو جائیں۔(4)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ پہلے کچھ لوگوں کو اپنا حلیف بناتے پھر دوسرے لوگوں کو ان سے تعداد میں زیادہ اور عزت میں بلند دیکھتے تو ان سے معاہدہ توڑ کر ان لوگوں کو حلیف بناتے جو زیادہ معزز ہوتے پس اس عمل سے لوگوں کو منع کیا گیا۔(5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تم عہد کو توڑنے میں اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے سوت کو مضبوطی سے کاتنے کے بعد پارہ پارہ کر دیتی ہے۔ یعنی اس سے رسی بٹنے کے بعد توڑ دیتی ہے تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَكُمْ ایمان سے مراد عہد ہے دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ یعنی معاہدہ کرنے والوں کے درمیان، دَخَلًۢا سے مراد مکر اور دھوکہ ہے۔ یعنی تم اس لیے آیا کرتے ہو کہ اس کی وجہ سے عہد کا توڑنا حلال ہو جائے۔ اَرْبٰى بمعنی اکثر ہے اِنَّمَا یَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ کی ضمیر کا مرجع کثرت ہے۔ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ایک امت مسلمہ یا امت مشرکہ بنا دیتا ہے۔ وَّ لٰكِنْ یُّضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے دین سے گمراہ کر دیتا ہے۔ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ''مسلمانوں کو ہدایت دیتا''۔ وَ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تم سے باز پرس کرے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عہد توڑنے والے کے لیے ایک اور مثال بیان کی ہے۔ فرمایا لَا تَتَّخِذُوْۤا اَیْمَانَكُمْ۔ اَیْمَانَكُمْ سے مراد اپنے عہد ہیں۔ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا۔ یعنی عہد کو توڑنے والا دین سے پھسل جاتا ہے جس طرح ایک شخص اپنے قدم جما لینے کے بعد پھسل جاتا ہے تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ۔ السُّوْٓءَ سے مراد عقوبت ہے۔ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا تم اللہ تعالیٰ سے عہد کرنے کے بعد تھوڑی سی دنیا کے عوض مت توڑ و اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ یعنی اللہ کے پاس جو ثواب ہے هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ وہ تمہارے لیے بہتر ہے ان جلدی مٹنے والی نعمتوں سے۔ مَا عِنْدَكُمْ یَنْفَدُ یعنی جو تمہارے پاس مال ہے وہ ختم ہونے والا ہے وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ اور جو آخرت میں دائمی ثواب ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوگا الَّذِیْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا وہ دنیا میں جو عمل کرتے تھے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا بہتر اجر عطا فرمائے گا اور ان کی لغزشوں کو معاف کر دے گا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 198 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 200

4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 199 5۔ ایضاً

امام سعید بن منصور اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اد ایت (اس چیز کے بارے میں بتاؤ (یعنی چیزوں کو ایک دوسرے پر قیاس کر کے سوال کرنے) سے بچو تم سے پہلے لوگ بھی اد ایت کی وجہ سے ہلاک ہوئے ایک چیز کو دوسری چیز پر قیاس نہ کرو فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا جب تم میں سے کسی سے کوئی ایسا سوال کیا جائے جو وہ نہ جانتا ہو تو اسے کہہ دینا چاہیے کہ میں نہیں جانتا اعتراف عدم علم، ثلث علم ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

"جو بھی نیک کام کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے عطا کریں گے ایک پاکیزہ زندگی اور ہم ضرور دیں گے انہیں ان کا اجر ان کے اچھے (اور مفید) کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے"۔

امام عبدالرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: حَيٰوةً طَيِّبَةً سے مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں رزق حلال عطا کیا جاتا ہے پھر جب وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہوگا تو اس کو اپنے عمل کی اچھی جزا ملے گی۔(1)

امام ابن جریر نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حَيٰوةً طَيِّبَةً سے مراد اس دنیا میں رزق حلال ہے (2) اور جب بندہ اپنے رب کی بارگاہ میں جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے اچھے اور مفید اعمال کے عوض جزا دے گا۔

ابن جریر نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ وہ حلال کھائے گا، حلال پیے گا، حلال پہنے گا، حَيٰوةً طَيِّبَةً سے یہی مراد ہے۔(3)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ حَيٰوةً طَيِّبَةً سے مراد پاکیزہ کمائی اور نیک عمل ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حَيٰوةً طَيِّبَةً سے مراد سعادت ہے۔(4)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں کئی طرق کے ذریعے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حَيٰوةً طَيِّبَةً سے مراد قناعت ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے: اے اللہ! جو تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس پر مجھے قناعت عطا فرما اور میرے لیے اس میں برکت ڈال دے اور ہر غائب ہونے والی چیز پر میرے لیے بہتر کو خلیفہ (عوض) بنا۔(5)

امام وکیع رحمہ اللہ نے الغرر میں حضرت محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ حَيٰوةً طَيِّبَةً سے مراد قناعت ہے۔

وکیع نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قناعت ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا۔

مسلم نے ابن عمرو سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دونوں جہانوں میں وہ کامیاب ہے جس کو اسلام کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 203 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 204 4۔ ایضاً

5۔ شعب الایمان، باب فی الزہد، جلد 7، صفحہ 291 (10347)، دارالکتب العلمیہ بیروت

دولت نصیب ہوئی، کفایت کے مطابق رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو عطا فرمایا اس پر اسے قناعت بھی عطا فرمائی۔(1)

امام ترمذی اور نسائی نے فضالہ بن عبید سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: وہ شخص دونوں جہانوں میں کامیاب ہے جس کی اسلام کی طرف راہنمائی کی گئی اور اس کی معیشت بقدر کفایت ہو اور وہ اس پر قانع ہو۔(2)

امام وکیع رحمہ اللہ نے الغرر میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قناعت ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً صرف جنت میں ہی ہو سکتی ہے۔(3)

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۹۸﴾

"سو جب قرآن کی تلاوت کرنے لگو تو پناہ مانگو اللہ تعالیٰ سے اس شیطان (کی وسوسہ اندازیوں) سے جو مردود ہے"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کی طرف سے ایک دلیل ہے جس پر اس نے اپنے بندوں کی راہنمائی فرمائی ہے۔(4)

امام عبدالرزاق نے المصنف میں اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نماز اور غیر نماز ہر حال میں قرأت کرتے وقت اعوذ باللہ پڑھنی واجب ہے اور اس کی دلیل یہی آیت ہے۔(5)

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے پھر اعوذ باللہ پڑھتے۔(6)

امام ابن ابی شیبہ نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ وہ تعوذ پڑھتے تو اس طرح پڑھتے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابوسعید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو کھڑے ہوتے تو نماز کا آغاز اس ثناء سے کرتے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ پھر یہ پڑھتے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔(7)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعۂ افک کے ذکر میں روایت کیا ہے

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، باب فی الکفاف والقناعۃ، جلد 7، صفحہ 130 (1054)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، جلد 7، صفحہ 52، (2349)، دار الفکر بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 204　　4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 207

5۔ مصنف عبدالرزاق، باب الاستعاذۃ فی الصلوۃ، جلد 2، صفحہ 83، المکتب الاسلامی بیروت

6۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الصلوۃ، باب التعوذ بعد الافتتاح، جلد 2، صفحہ 35، دار الفکر بیروت

7۔ سنن ابوداؤد مع شرح، کتاب الصلوۃ، جلد 3، صفحہ 387 (753)، مکتبۃ الرشد الریاض

فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور یہ پڑھا: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (النور:11) (1)

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝

''یقیناً اس کا زور نہیں چلتا ان لوگوں پر جو (سچے دل سے) ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں اس کا زور صرف ان پر چلتا ہے جو یارانہ گانٹھتے ہیں اس سے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سفیان الثوری سے اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ شیطان کو کوئی طاقت نہیں کہ وہ ایمان والوں اور اللہ پر توکل کرنے والوں کو ایسے گناہ پر برانگیختہ کرے جو بخشا نہ جائے۔(2)

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ کے تحت روایت کیا ہے: اس کی حجت ان لوگوں پر کارگر ہوتی ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور شیطان کو اللہ رب العالمین کے برابر کرتے ہیں۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شیطان کا زور اس پر چلتا ہے جو شیطان سے دوستی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا عمل کرتا ہے۔(4)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الربیع بن انس رحمہ اللہ سے اس آیت کے ضمن میں روایت کیا ہے کہ اللہ کے دشمن ابلیس پر جب شقاوت غالب آ گئی تو کہا لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (ص) پس مخلص بندوں پر شیطان کی کوئی گرفت نہیں ہوتی اور نہ ان پر ان کا داؤ چلتا ہے، اس کے جال تو ان پر کارگر ہوتے ہیں جو خود اس کو دوست بناتے ہیں اور اپنے اعمال میں اس کو شریک ٹھہراتے ہیں۔(5)

وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝

''اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں تم صرف افترا پرداز ہو۔ بلکہ ان میں سے اکثر (آیت بدلنے کی حکمت کو) نہیں جانتے فرمایئے نازل کیا ہے اسے روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تا کہ ثابت قدم رکھے انہیں جو

1۔ سنن ابوداؤد مع شرح، کتاب الصلوٰۃ، جلد 3، صفحہ 439 (763)، مکتبۃ الرشد الریاض
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 208
3۔ ایضاً، جلد 09-207
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 208
5۔ ایضاً

ایمان لائے ہیں اور یہ ہدایت اور خوش خبری ہے مسلمانوں کے لیے''۔

امام ابوداؤد (نے ناسخ میں) ابن مردویہ، حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ اور ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا (النحل: 110) کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا۔ شیطان نے اسے جادۂ حق سے پھسلا دیا۔ وہ کفار کے ساتھ مل گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اسے قتل کرنے کا حکم دیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے امان طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے امان دے دی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ اس آیت کی طرح ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا (البقرہ: 106)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ ناسخ، منسوخ کے متعلق ہے، فرمایا: جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں تو اس کے بدلے میں دوسری آیت لے آتے ہیں، کفار کہنے لگے تجھے کیا ہوا ہے تو پہلے ایسا کہتے ہو پھر خود ہی اسے ختم کر دیتے ہو، تم افتراپرداز ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے۔

وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا یَهْدِیْهِمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝

''اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ انہیں تو یہ قرآن ایک انسان سکھاتا ہے حالانکہ اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ تعلیم قرآن کی نسبت کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے۔ بے شک جو لوگ ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے وہی لوگ تراشا کرتے ہیں جھوٹ جو ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیات پر اور یہی لوگ جھوٹے ہیں''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں بلعام نامی لوہار کو تعلیم دیتے تھے، اس کی زبان عجمی تھی۔ مشرکین دیکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آتے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا: بلعام اسے سکھاتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(1)

امام الحاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کو ابن حضرمی کا غلام سکھاتا ہے جو کہ نصرانی تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ الخ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 211، دار احیاء التراث العربی بیروت

ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ بنی مغیرہ کے ایک عجمی غلام کو پڑھاتے تھے جس کا نام مقیس تھا (تو لوگوں نے ایسی باتیں کرنی شروع کر دیں) تو اللہ تعالیٰ نے وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ الآیہ کا ارشاد نازل فرمایا۔(1)

امام آدم بن ابی ایاس، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قریش نے کہا: محمد ﷺ کو ابن حضرمی کا غلام سکھاتا ہے جو صاحب کتاب تھا اور وہ رومی زبان بولتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(2)

ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ کہتے تھے کہ محمد ﷺ کو ابن حضرمی کا غلام سکھاتا تھا جس کو مقیس کہا جاتا تھا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے ضمن میں روایت کیا ہے کہ لوگ کہتے تھے کہ انہیں سلمان الفارسی سکھاتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ کے واسطہ سے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا کہ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ اس فتنہ میں وہ شخص اس وجہ سے مبتلا ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھتا تھا آپ ﷺ آیات کے آخر میں سمیع علیم یا عزیز حکیم وغیرہ لکھواتے تھے۔ پھر آپ ﷺ کا اس سے دھیان ہٹ جاتا تھا تو وہ کہتا رسول اللہ ﷺ کیا یہ عزیز حکیم تھا۔ سمیع علیم تھا۔ آپ فرماتے جو تو نے لکھا ہے وہ ٹھیک ہے۔ پس وہ فتنہ میں مبتلا ہوا اور اس نے کہا کہ محمد ﷺ مجھ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ پس میں جو چاہوں لکھوں۔ سعید بن المسیب نے الحروف السبعہ سے مجھے بیان فرمایا ہے۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے ضمن میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب اہل مکہ رنجیدہ خاطر کرتے تو آپ ابن حضرمی کے ایک غلام کے پاس جاتے جس کو ابوالیسر کہا جاتا تھا وہ نصرانی تھا اور تورات اور انجیل پڑھتا تھا، آپ اس سے باتیں کرتے۔ جب مشرکین نے آپ ﷺ کو اس کے پاس آتا جاتا دیکھا تو کہا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ سے تو ایک انسان سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ قرآن تو عربی میں ہے اور ابوالیسر کی زبان عجمی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ بن صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پاس جھوٹ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا: اَللّٰهُمَّ عَفْواً۔ اے اللہ! میں جھوٹ سے معافی طلب کرتا ہوں۔ کیا تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ الخ۔

امام الخرائطی نے مساوی الاخلاق میں اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے اپنی تاریخ میں حضرت عبد اللہ بن جراد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا مومن زنا کر سکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی ایسا ہو سکتا ہے، پھر اس نے پوچھا: مومن چوری کر سکتا ہے؟ فرمایا یہ بھی ممکن ہے۔ اس نے پوچھا: کیا مومن جھوٹ بول سکتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الخ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 212 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 213 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

امام الخطیب نے تاریخ میں حضرت عبد اللہ بن جراد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابودرداء نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا مومن جھوٹ بولتا ہے؟ فرمایا: جو بات کرتے ہوئے جھوٹ بولتا ہے وہ اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں کا مجھے تم پر زیادہ خوف ہے: وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ قرآن کی نعمت عطا فرمائے، حتی کہ وہ اس کی بہجت کو دیکھ لے اور اسلام کی چادر اوڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے اسے عطا فرمائے پھر وہ اپنی تلوار سونتے اور اپنے پڑوسی کو مار دے اور اس پر کفر کا الزام لگائے۔ صحابہ کرام نے کہا: یا رسول اللہ ان میں سے کون کفر کے زیادہ قریب ہے، تہمت کفر لگانے والا یا جسے تہمت لگائی گئی ہے؟ فرمایا تہمت لگانے والا۔ اور تم سے پہلے ایک صاحب خلافت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بادشاہت عطا فرمائی تھی۔ اس نے کہا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اس نے جھوٹ بولا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی محبت کا خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ اور وہ شخص جس کو باتوں نے اس طرح مبہوت کر دیا ہو کہ جب وہ کوئی جھوٹ بولے تو اس کے ساتھ مزید جھوٹ ملا دے۔ یہ وہ شخص ہے جو دجال کو پائے گا اور پھر وہ دجال کی پیروی کرے گا۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰۶ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۰۷ اُولٰٓىٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝۱۰۸ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۰۹ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱۰

”جس نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد بجز اس شخص کے جسے مجبور کیا گیا اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ (تو اس سے مؤاخذہ نہ ہوگا) لیکن وہ (بدنصیب) کھل جائے کفر کے ساتھ (جس کا سینہ) تو ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے پسند کر لیا دنیا کی (فانی) زندگی کو آخرت کی (ابدی) زندگی پر اور بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو کافر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں مہر لگا دی ہے اللہ تعالیٰ نے جن کے دلوں، جن کے کانوں اور جن کی آنکھوں پر اور یہی لوگ (اپنے اعمال کے نتائج سے) غافل ہیں۔ ضرور یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ پھر بے شک آپ

کے پروردگار کا معاملہ ان کے ساتھ جنہوں نے ہجرت کی بڑی آزمائشوں سے گزرنے کے بعد پھر جہاد بھی کیا اور (مصائب میں) صبر سے کام لیا، بے شک آپ کا رب ان آزمائشوں کے بعد (ان کے لیے) بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے''۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم مجھ سے جدا ہو جاؤ جس کو قوت ہو وہ رات کے آخری حصہ تک تاخیر کرے اور جسے یہ طاقت نہ ہو وہ رات کے ابتداء میں ہی چلا جائے اور جب تم سن لو کہ میں امن کے ساتھ مدینہ پہنچ گیا ہوں تو تم میرے پاس آ جانا۔ حضرت بلال، حباب، عمار اور قریش کی ایک لونڈی جو اسلام قبول کر چکی تھی۔ صبح کے وقت مشرکوں کے ہتھے چڑھ گئے، انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ اسلام کا انکار کرے لیکن انہوں نے اس کی بات نہ مانی لوہے کی زرہیں دھوپ میں گرم کرتے پھر حضرت بلال کو پہناتے، جب وہ گرم لوہا آپ کو پہناتے تو آپ احد احد کا نعرہ لگاتے، حضرت حباب رضی اللہ عنہ کو وہ کانٹوں میں گھسیٹتے تھے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے تقیۃ ایسا کلمہ کہہ دیا جو انہیں اچھا لگا، اس مسلمان لونڈی کے لیے ابوجہل نے چار کیل لگائے پھر ان کے درمیان اس کو لٹا کر باندھ دیا پھر اس کے دل میں نیزہ مارا حتی کہ اسے قتل کر دیا۔ پھر مشرکین نے حضرت بلال، حباب اور عمار رضی اللہ عنہم کو چھوڑ دیا۔ یہ صحابہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور اپنی تکالیف کی خبر دی، حضرت عمار نے جو بات کہی تھی اس کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو نے یہ کلمہ کہا تھا تو تیرے دل کی کیفیت کیا تھی؟ کیا کلمہ کفریہ کے ساتھ تمہارا دل مطمئن تھا یا نہیں؟ عمار نے کہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل کی: اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ۔

امام عبد الرزاق، ابن سعد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے دلائل میں ابو عبیدہ بن محمد بن عمار عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مشرکین نے حضرت عمار بن یاسر کو پکڑ لیا اور اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات نہ کہے اور ان کے باطل معبودوں کا خیر کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ پھر انہوں نے حضرت عمار کو چھوڑ دیا۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو عرض کی: میں نے آپ کے بارے نازیبا کلمات کہے اور ان کے معبودوں باطلہ کا خیر کے ساتھ ذکر کیا ہے (اب میرے لیے کیا حکم ہے)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تیرے دل کی کیفیت کیا تھی؟ حضرت عمار نے عرض کی: دل تو ایمان کے ساتھ مطمئن تھا۔ فرمایا اگر وہ دوبارہ ایسی بات پر مجبور کریں تو تم کہہ دینا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ۔ (1)

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ملاقات حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے ہوئی جب کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔ غم خوار نبی نے اپنے غلام کے آنسو پونچھے اور فرمایا: تجھے کفار نے پکڑ لیا تھا اور تجھے پانی میں غوطے دیئے تھے اور تو نے ایسا ایسا کہا تھا۔ اگر وہ پھر ایسا ایسا کہنے پر مجبور کریں تو کہہ دو۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 216

امام ابن سعد نے حضرت ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ یہ آیت حضرت عمار کے بارے نازل ہوئی اور وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا یہ عبداللہ ابی سرح کے بارے نازل ہوئی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ الخ کا ارشاد عمار بن یاسر کے متعلق نازل ہوا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت الحکم سے روایت کیا ہے کہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ کی آیت عمار بن یاسر کے حق میں نازل ہوئی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن سرح نے پہلے اسلام قبول کیا پھر مرتد ہو گیا اور مشرکین سے مل گیا۔ اس نے بنی الحضرمی کے پاس ابن عبدالدار کے پاس عمار اور رخباب کی چغلی کھائی۔ پس انہوں نے عمار اور خباب کو پکڑ لیا اور انہیں اذیتیں دیں حتی کہ انہوں نے کفریہ کلمات کہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ۔

امام مسدد نے اپنی مسند میں، ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو المتوکل الباجی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی لانے کے لیے عمار بن یاسر کو مشرکین کے کنوئیں پر بھیجا۔ اس کنویں کے اردگرد تین صفیں حفاظت پر مامور تھیں، حضرت عمار نے کنویں سے پانی بھرا اور واپس آئے، راستہ میں کفار نے پکڑ لیا۔ انہوں نے عمار سے کفریہ کلمات کہلوائے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ الخ۔

امام ابن جریر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں بتایا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت عمار بن یاسر کے بارے نازل ہوئی۔ آپ کو بنو المغیرہ نے پکڑ لیا تھا اور کنویں میں غوطے دیئے تھے اور کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرو۔ تو انہوں نے بادل نخواستہ ان کی بات کہہ دی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ عیاش بن ابی ربیعہ کے بارے نازل ہوئی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت مکہ کے مومنین کے بارے نازل ہوئی۔ بعض صحابہ نے انہیں مدینہ طیبہ سے خط لکھے کہ ہم تمہیں اپنوں میں شمار نہیں کریں گے حتی کہ تم ہجرت کر کے ہمارے پاس آجاؤ۔ وہ بیچارے مدینہ کے ارادے سے باہر نکلے۔ تو قریش نے راستہ پر گرفتار کر لیا۔ پس انہوں نے ان کو فتنہ میں ڈال دیا۔ پس انہوں نے بادل نخواستہ کفریہ کلمات کہہ دیئے۔ پس ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ۔(3)

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن الحکم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمار کو تکلیف دی گئی حتی کہ آپ کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ کیا کہہ رہے ہیں حضرت صہیب کو ایسی ہی اذیت دی گئی حتی کہ وہ اپنی بات نہ سمجھتے تھے۔ پس بلال، عامر، ابن فہیرہ اور دوسرے مسلمانوں کے بارے یہ آیت نازل ہوئی: ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا الخ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 216 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 218

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت علی عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ میں یہ خبر دی ہے جو ایمان لانے کے بعد اللہ کا انکار کرے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور عذاب عظیم ہے لیکن جس کو مجبور کیا گیا، اس نے زبان کے ساتھ ایک کلمہ کہا جب کہ دل اس کا مخالف ہو، تاکہ وہ دشمن سے نجات پائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس امر پر مؤاخذہ فرماتا ہے جس پر دل کا ارادہ پختہ ہو۔ (1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ اور الحسن البصری رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سورۃ النحل کی یہ آیت کریمہ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ نازل ہوئی۔ پھر اس سے نسخ اور استثناء کیا گیا، فرمایا ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ عبد اللہ بن ابی سرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا، اس کو شیطان نے پھسلا دیا تھا۔ پس وہ کفار کے ساتھ مل گیا۔ فتح مکہ کے دن اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس کے لیے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور عثمان غنی نے امان طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امان دے دی۔ (2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ الخ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا کہ اہل مکہ کا اسلام قبول نہیں ہوگا حتی کہ وہ ہجرت کریں۔ اہل مدینہ کے لوگوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف خطوط لکھے کہ ہجرت کر کے آجاؤ۔ پس مسلمان مکہ سے نکلے تو مشرکین نے انہیں پکڑ لیا اور انہیں واپس کر دیا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: الٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ (العنکبوت) پس یہ ارشاد بھی اہل مدینہ نے اہل مکہ کو لکھ کر بھیجا۔ جب مکہ کے مسلمانوں کے پاس یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے ہجرت کرنے پر بیعت کی اور یہ کہا کہ اگر مشرکین ان کے آڑے آئیں گے تو ان سے جنگ کریں گے حتی کہ نجات پا جائیں یا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جائیں۔ پس وہ نکلے تو مشرکوں نے انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی، پس مسلمان ان سے لڑ پڑے بعض شہید ہو گئے اور بعض نجات پا گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ... الآیہ۔ (3)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ان صحابہ کرام کے بارے نازل ہوئی جنہیں آزمائش میں ڈالا گیا تھا۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل مکہ میں سے چند لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن وہ اپنے اسلام کو چھپائے رکھتے تھے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا۔ پس اہل مدینہ نے انہیں خط لکھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں راستہ بتا دیا ہے، تم مکہ کو چھوڑ آؤ۔ وہ ہجرت کے ارادہ سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 216 2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 219 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 218

نکلے تو مشرکین ان کے سامنے آ گئے مسلمانوں نے ان سے جنگ کی حتی کہ کچھ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور کچھ شہید ہو گئے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے کہ مسیلمہ کذاب کے کچھ جاسوسوں نے مسلمانوں کے دو آدمی گرفتار کر لیے اور انہیں مسیلمہ کے پاس لے آئے۔ اس نے ایک سے پوچھا: کیا تو محمد ﷺ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے، اس مسلمان نے کہا ہاں۔ پھر مسیلمہ نے پوچھا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، وہ مسیلمہ کے کان کے قریب ہوا اور کہا: میں ایسی بات سننے سے بہرا ہوں، مسیلمہ نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ پھر اس نے دوسرے مسلمان سے پوچھا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس نے کہا ہاں، پھر اس نے پوچھا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس مسلمان نے کہا ہاں۔ پس مسیلمہ نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی روداد سنائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا ساتھی اپنے ایمان پر ڈٹا رہا (یعنی اس نے عزیمت پر عمل کیا) اور تو نے رخصت پر عمل کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا عیاش بن ابی ربیعہ کے بارے میں نازل ہوئی جس کا تعلق بنی مخزوم سے تھا اور یہ ابوجہل کا ماں کی طرف سے بھائی تھا، ابوجہل اسے ایک کوڑا لگاتا تھا اور ایک کوڑا اس کی سواری کو لگاتا تھا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو اسحٰق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا عمار بن یاسر، عیاش بن ابی ربیعہ، ولید بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہم کے بارے نازل ہوئی۔ (1)

يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

"اس دن کو یاد کرو جب آئے گا ہر نفس کہ جھگڑا کر رہا ہوگا (صرف) اپنے متعلق اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کیا ہوگا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا"۔

امام ابن المبارک، ابن ابی شیبہ، احمد (نے الزہد میں) عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن الخطاب کے پاس تھا، تو حضرت عمر نے فرمایا کعب! ہمیں خوف دلائیے! میں نے کہا: اے امیر المومنین! کیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی حکمت نہیں ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا: کیوں نہیں (وہ تو موجود ہے) لیکن تم ہمیں خوف دلاؤ۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! اگر تو قیامت کو ستر انبیاء کرام کے عمل کے ساتھ آئے گا تو پھر بھی اپنے عمل کو کم سمجھے گا۔ حضرت عمر نے فرمایا: اور زیادہ کچھ ارشاد فرمائیے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! اگر جہنم کا دروازہ مشرق میں بیل کے نتھنے کے برابر کھلے اور انسان مغرب میں ہو تو اس کا دماغ ابل جائے حتی کہ اس کی گرمی کی وجہ سے اس کا دماغ بہہ پڑے۔ حضرت عمر نے کہا: کچھ مزید ارشاد فرمائیے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین!

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 219

قیامت کے روز جہنم آواز نکالے گی، ہر مقرب فرشتہ، ہر نبی مرسل اپنے گھٹنوں کے بل گرجائے گا حتی کہ ابراہیم خلیل اللہ بھی گھٹنوں کے بل گرجائیں گے اور عرض کریں گے: اے میرے رب! نفسی، نفسی۔ میں تجھ سے صرف اپنے نفس کی نجات کا سوال کرتا ہوں۔ حضرت عمر نے کچھ دیر سر جھکائے رکھا۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! کیا تم یہ چیز کتاب اللہ میں نہیں پاتے؟ حضرت عمر نے پوچھا: وہ کیسے؟ میں نے کہا اس آیت میں یہی چیز تو موجود ہے یَوۡمَ تَاۡتِیۡ کُلُّ نَفۡسٍ تُجَادِلُ عَنۡ نَّفۡسِہَا الخ۔(1)

وَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا قَرۡیَۃً کَانَتۡ اٰمِنَۃً مُّطۡمَئِنَّۃً یَّاۡتِیۡہَا رِزۡقُہَا رَغَدًا مِّنۡ کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتۡ بِاَنۡعُمِ اللّٰہِ فَاَذَاقَہَا اللّٰہُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ وَ الۡخَوۡفِ بِمَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ لَقَدۡ جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡہُمۡ فَکَذَّبُوۡہُ فَاَخَذَہُمُ الۡعَذَابُ وَ ہُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾ فَکُلُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّ اشۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اِیَّاہُ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾

''اور بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال، وہ یہ کہ ایک بستی تھی جو امن (اور) چین سے (آباد) تھی، آتا تھا اس کے پاس اس کا رزق بکثرت ہر طرف سے، پس اس (کے باشندوں) نے ناشکری کی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی پس چکھایا انہیں اللہ تعالیٰ نے (یہ عذاب کہ پہنا دیا انہیں) بھوک اور خوف کا لباس ان کارستانیوں کے باعث جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور آیا ان کے پاس رسول انہیں میں سے پس انہوں نے اسے جھٹلایا پھر پکڑ لیا انہیں عذاب نے اس حال میں کہ وہ ظلم وستم کیا کرتے تھے۔ پس کھاؤ اس سے جو رزق دیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے جو حلال (اور) طیب ہے اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو''۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قَرۡیَۃً کَانَتۡ اٰمِنَۃً سے مراد مکہ کی بستی ہے۔(2)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس بستی سے مراد مکہ مکرمہ کی بستی ہے کیونکہ آگے ارشاد فرمایا لَقَدۡ جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡہُمۡ فَکَذَّبُوۡہُ۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قَرۡیَۃً سے مراد مکہ ہے کیونکہ آگے ہے لَقَدۡ جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡہُمۡ فَکَذَّبُوۡہُ فَاَخَذَہُمُ الۡعَذَابُ۔ فرماتے ہیں مکہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے بھوک، خوف اور شدید جنگ سے دوچار کیا۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے فَاَذَاقَہَا اللّٰہُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ الخ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھوک، خوف اور قتل میں گرفتار کیا لَقَدۡ جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡہُمۡ فَکَذَّبُوۡہُ فرمایا: اللہ کی قسم! او

1۔ کتاب الزہد، باب زہد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، صفحہ 151، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 220

3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 22-220

آپ ﷺ کے نسب اور آپ ﷺ کے امر کو جانتے تھے (لیکن اس کے باوجود انکار کی روش پر چلتے رہے)۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سلیم بن عمر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں حضرت حفصہ زوج النبی ﷺ سے ملا جب کہ آپ مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہی تھیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ پس وہ واپس لوٹ آئیں اور فرمایا: مجھے واپس لے چلو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس شہر (مدینہ طیبہ) کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً۔ (2)

ابن ابی حاتم نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ وہ بستی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے وہ یثرب ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

"اس نے تم پر حرام کیا ہے صرف مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر بلند کیا گیا ہو غیر اللہ کا نام ذبح کے وقت پس جو مجبور ہو جائے (ان کے کھانے پر بشرطیکہ) وہ لذت کا جویا نہ ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو (تو کوئی حرج نہیں) بے شک اللہ غفور رحیم ہے"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اسلام پاکیزہ دین ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ہر غلاظت سے پاک کیا ہے۔ اے ابن آدم! اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے مجبوری کی حالت میں ان چیزوں کے استعمال کی گنجائش رکھی ہے۔ (3)

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ؕ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

"اور نہ بولو جھوٹ جن کے بارے میں تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں (یہ کہتے ہوئے) کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اس طرح تم افتراء باندھو گے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹے بہتان تراشتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ (وہ) تھوڑا سا فائدہ اٹھالیں (انجام کار) ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمْ الخ میں بحیرہ اور سائبہ جانور مراد ہیں جن کو مشرکین اپنی خواہش سے حرام قرار دیتے تھے۔ (4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 222
2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 221
3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 223
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 224

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے یہ آیت سورۃ نحل میں پڑھی تو میں آج تک فتویٰ دینے سے ڈرتا رہا ہوں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہوسکتا ہے کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم دیا، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہو تو نے جھوٹ بولا! کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کو حرام کیا فلاں کو حرام کیا اور اللہ تعالیٰ اسے فرما رہا ہو تو نے جھوٹ بولا۔

وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۱۱۸ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱۹

''اور یہودیوں پر ہم نے حرام کر دیں وہ چیزیں جن کا ذکر ہم آپ سے پہلے کر چکے ہیں اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے۔ پھر بے شک آپ کا رب ان کے لیے جنہوں نے غلطی کی (لیکن) نادانی سے پھر انہوں نے توبہ کر لی اس کے بعد اور اپنے آپ کو سنوار لیا بے شک آپ کا پروردگار اس کے بعد (ان کے گناہوں کو) بہت بخشنے والا (اور ان پر) نہایت رحم کرنے والا ہے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا الخ یعنی ہم (سورۃ انعام میں) ان کا ذکر آپ سے کر چکے ہیں۔(1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا الخ کے تحت فرمایا ہے کہ ان چیزوں کا ذکر سورۃ انعام میں اس آیت میں ہے وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَايَاۤ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ (انعام)۔(2)

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۲۰ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۲۱ وَ اٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۲۲ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۲۳

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 225 2۔ ایضاً

"بلاشبہ ابراہیم ایک مرد کامل تھے، اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے، یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھے اور وہ (بالکل) مشرکوں سے نہ تھے۔ وہ (ہمہ) شکر گزار تھے اللہ تعالیٰ کی (پیہم) نعمتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا اور انہیں ہدایت فرمائی سیدھے راستہ کی طرف اور ہم نے مرحمت فرمائی انہیں دنیا میں بھی (ہر طرح کی) بھلائی اور وہ آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہوں گے۔ پھر ہم نے وحی فرمائی (اے حبیب!) آپ کی طرف کہ پیروی کرو ملت ابراہیم کی جو یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا"۔

امام عبد الرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور الحاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا: اُمَّةً کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا القانت کا کیا معنی ہے؟ فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اتباع کرتا ہے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم دین اسلام پر کاربند تھے اور آپ کے زمانہ میں آپ کے علاوہ کوئی بھی اسلام پر نہیں تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَانَ اُمَّةً قَانِتًا۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا کے تحت روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم خیر کے امام و رہنما تھے قَانِتًا اور اطاعت شعار تھے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً کے تحت روایت کیا ہے کہ صرف حضرت ابراہیم مومن تھے، باقی تمام لوگ کافر تھے۔

امام ابن جریر نے شہر بن حوشب سے روایت کیا ہے کہ ہر دور میں زمین پر چودہ ایسے افراد باقی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین والوں کا دفاع فرماتا ہے، زمین کی برکات نکالتا ہے لیکن حضرت ابراہیم کے زمانہ میں صرف آپ ہی مسلمان تھے۔ (2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے لیے ایک امت گواہی دیتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے اور امت میں ایک شخص اور اس سے زائد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو بھی امت فرمایا ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً فرماتے ہیں: آپ امام ہدیٰ تھے۔ آپ کی اقتداء کی جاتی ہے اور آپ کی سنن کی پیروی کی جاتی ہے۔ (3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً کے تحت روایت کیا ہے کہ حَسَنَةً سے مراد لسان صدق (سچائی کی زبان) ہے۔ (4)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: ہر دین کا پیروکار حضرت ابراہیم کو پسند کرتا ہے اور اظہار محبت کرتا ہے۔ (5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 227 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 228 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً

امام عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے اپنی اپنی المصنف میں، ابن المنذر، ابن مردویہ اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم نے ظہر اور عصر کی نماز عرفات میں پڑھی اور ٹھہرے حتی کہ جب سورج غروب ہو گیا تو چل پڑے پھر مغرب اور عشا کی نمازیں مزدلفہ میں پڑھیں، پھر فجر کی نماز مزدلفہ میں اس طرح جلدی پڑھی۔ جس طرح کوئی مسلمان پڑھتا ہے پھر آپ ٹھہرے رہے حتی کہ آپ اتنی دیر ٹھہرے رہے جتنی دیر میں ایک مسلمان آرام سے نماز پڑھتا ہے۔ پھر آپ چل پڑے منی میں جا کر جمرہ کو رمی جمار کیا پھر جانور ذبح کیا پھر حلق کرایا۔ پھر بیت اللہ شریف کی طرف گئے اور طواف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو فرمایا: ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَیَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝

"صرف ان لوگوں پر سنیچر کی پابندی تھی جنہوں نے اختلاف کیا تھا اس میں اور بلاشبہ آپ کا رب فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان روز قیامت ان امور کے متعلق جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے"۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: جس دن میں انہوں نے اختلاف کیا تھا وہ جمعہ کا دن تھا۔ پس انہوں نے اس کی جگہ ہفتہ کو عبادت کا دن بنایا تھا۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی سے روایت کیا ہے کہ یہود پر اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کو عبادت فرض کی تھی لیکن انہوں نے اس کا انکار کیا۔ اے موسیٰ! ہفتہ کے دن اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز پیدا نہیں فرمائی اس لیے ہمارے لیے ہفتہ کا دن مقرر فرمائیں۔ جب ان پر ہفتہ کا دن مقرر کیا گیا تو انہوں نے اس دن میں اس چیزوں کو حلال کیا جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی تھیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابو مالک اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے: یہود نے ہفتہ کے دن کاروبار کو حلال کر کے اختلاف کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہفتہ کے دن لکڑیاں اٹھائے ہوئے تھا۔ حضرت موسیٰ نے اس کی گردن اڑا دی۔(2)

امام شافعی نے الام میں، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم دنیا میں سب سے آخر میں آنے والے ہیں اور آخرت میں سب سے سبقت لے جانے والے ہیں مگر انہیں کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں ان کے بعد عطا کی گئی پھر وہ دن جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض فرمایا جمعہ کا دن تھا۔ انہوں نے اس میں اختلاف کیا۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی ہدایت عطا فرمائی، پس لوگ اس میں ہمارے تابع ہیں۔ یہود دوسرے دن اور عیسائی تیسرے دن عبادت کرتے ہیں۔(3)

امام احمد اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 220 | 2۔ ایضاً

3۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، جلد 1، صفحہ 125 (876)، دار الکتب العلمیہ بیروت

ہم سے پہلے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن سے گمراہ کر دیا۔ پس یہود کے لیے ہفتہ کا دن ہے اور نصاریٰ کے لیے اتوار کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے دن کی ہدایت دی اس طرح وہ لوگ قیامت کے دن ہمارے تابع ہوں گے، ہم اہل دنیا میں سے آخر میں ہیں اور قیامت کے دن ہم ہی پہلے ہوں گے جن کا تمام مخلوق سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا۔ (1)

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

"(اے محبوب!) بلایئے (لوگوں کو) اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت سے اور عمدہ نصیحت سے اور ان سے بحث (و مناظرہ) اس انداز سے کیجئے جو بڑا پسندیدہ (اور شائستہ) ہو۔ بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے اسے جو بھٹک گیا اس کے راستہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو لیلیٰ الاشعری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے ائمہ کی اطاعت کو مضبوطی سے پکڑو اور ان کی مخالفت نہ کرو کیونکہ امام (وقت) کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اس کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا کہ میں اس کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلاؤں۔ پس جو میری مخالفت کرے گا وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہوگا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذمہ اس سے بری ہے اور جو تمہارے کسی امر کا والی بنا پھر اس نے اس کے خلاف عمل کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کے تحت روایت کیا ہے کہ آپ کو وہ جو اذیت دیتے ہیں اسے اعراض فرمایئے۔ (2)

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

"اور اگر تم (انہیں) سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم (ان کی ستم رانیوں پر) صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے اور آپ صبر فرمایئے اور نہیں ہے آپ کا صبر مگر اللہ کی توفیق سے اور رنجیدہ نہ ہوا کریں ان (کی ہٹ دھرمی) پر اور نہ غمزدہ ہوا کریں ان کی فریب کاریوں سے۔

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، کتاب الجمعۃ، جلد 6، صفحہ 126، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 230

یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو (اس سے) ڈرتے ہیں اور جو نیک کاموں میں سرگرم رہتے ہیں''۔

امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے)، عبد اللہ بن احمد (نے زوائد المسند میں)، نسائی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنگ احد میں انصار کے چونسٹھ افراد شہید ہوئے اور مہاجرین کے چھ افراد شہید ہوئے۔ ان میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے ان شہیدوں کا کفار نے مثلہ (ناک، کان کاٹ دینا) کر دیا تھا۔ انصار نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر ہمیں غلبہ دیا تو ہم ان سے بڑھ کر مثلہ کریں گے۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو اللہ تعالیٰ نے وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ الخ کی آیت نازل فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم صبر کریں گے، سزا نہیں دیں گے۔ فرمایا: چار آدمیوں کے علاوہ سب سے ہاتھ روک لو۔ (1)

امام ابن سعد، البزار، ابن المنذر، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد ان کے لاشے پر آ کر کھڑے ہوئے اور آپ نے ایسا منظر دیکھا کہ ایسا دل ہلا دینے والا منظر کبھی نہ دیکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کا مثلہ کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ پر اللہ کی رحمت ہو! میں تیرے متعلق یہی جانتا ہوں کہ تو نیکیاں کرنے والا اور صلہ رحمی کرنے والا تھا۔ اگر تیرے بعد تجھ پر غم کیے جانے کا خیال نہ ہوتا تو مجھے یہ پسند تھا کہ میں تجھے ایسے ہی چھوڑ جاؤں تاکہ قیامت کے روز مختلف ارواح سے تیرا حشر ہو۔ قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کفار پر غلبہ دیا تو میں تیرے بدلہ میں ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی وہاں ہی کھڑے تھے کہ جبریل امین سورۂ نحل کی یہ آخری آیات لے آئے۔ یہ ارشادات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور اپنے ارادہ کو پورا کرنے سے رک گئے اور صبر کا مظاہرہ کیا۔ (2)

امام ابن المنذر، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی شہادت اور ان کے مثلہ کیے جانے کے دن فرمایا: اگر مجھے قریش پر غلبہ ہوا تو میں ان کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ ... الآیہ یہ ارشاد الٰہی سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے پروردگار! ہم صبر کریں گے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کیا اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔ (3)

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور ابن جریر نے الشعبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس دن جنگ احد ہوئی تھی، اور مشرکین واپس چلے گئے تھے تو مسلمانوں نے اپنے شہداء بھائیوں کو دیکھا کہ ان کا مثلہ کیا گیا ہے، ان کے کان، ناک کاٹے گئے ہیں اور ان کے پیٹ چاک کیے گئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں موقع دیا تو ہم بھی ان سے ایسا ہی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ الخ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ہم صبر کریں گے۔ (4)

امام ابن اسحٰق اور ابن جریر نے حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سورۂ نحل کی آخری تین

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، سورۂ نحل، جلد 2، صفحہ 361 (3368)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 3، صفحہ 288، دار الکتب العلمیہ بیروت | 3۔ ایضاً | 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 231

آیات کے علاوہ تمام کی تمام مکہ میں نازل ہوئی۔ آخری تین آیات جنگ احد کے دن نازل ہوئیں جہاں حضرت امیر حمزہ شہید ہوئے تھے اور ان کا مثلہ کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ہم ان پر غالب آ گئے تو ہم ان کے تیس آدمیوں کا مثلہ کریں گے۔ جب مسلمانوں نے یہ بات سنی تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم ان پر غالب آ گئے تو ہم ان کا ایسا مثلہ کریں گے جو عربوں میں سے کسی نے کسی کا نہیں کیا ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ الخ۔(1)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ الآیہ۔ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ اس وقت کا حکم ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو حکم دیا تھا کہ جو جنگ کرے اس سے جنگ کرو۔ پھر سورۂ برأت نازل ہوئی اور شہر حرام کے گزرنے کا حکم نازل ہوا (تو جہاد کرنے کا حکم دیا گیا)۔ پس یہ آیت منسوخ ہوگئی۔(2)

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پہلے مسلمانوں کو مشرکین سے درگزر کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر جب شان وشوکت اور رعب و دبدبہ کے حامل افراد اسلام لے آئے تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اجازت فرماتا تو ہم ان کتوں سے بدلہ لیتے، پس یہ آیت نازل ہوئی، پھر جہاد کی آیت کے ساتھ منسوخ ہوگئی۔(3)

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے الحسن سے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا کے تحت روایت کیا ہے کہ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بچتے رہتے ہیں اور اپنے فرائض کو حسن وخوبی انجام دیتے رہتے ہیں۔(4)

امام سعید بن منصور، ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ہناد، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ہرم بن حیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان پر موت کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا وصیت فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں سورۂ النحل کی آخری تین آیات اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ۝ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَىٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ۝ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَ لَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۝ کی وصیت کرتا ہوں۔(5)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ الخ کا مطلب یہ ہے کہ تم حد سے تجاوز نہ کرو۔(6)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ الخ تم سے اگر کوئی شخص کوئی چیز لے تو تم اس سے اس کی مثل لے لو۔(7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 14، صفحہ 231
2۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 232
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 235
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً، جلد 14، صفحہ 233
7۔ ایضاً

آیاتها ۱۱۱ سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ ۱۷ رکوعاتها ۱۲

امام النحاس اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل مکہ میں نازل ہوئی۔

امام بخاری، ابن الضریس اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل، کہف اور مریم کی سورتیں پہلے زمانہ کی پرانی سورتیں ہیں اور میرا پرانا مال ہیں (یعنی میں نے ان سب کو پہلے سے یاد کیا ہوا ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں عبد اللہ بن مسعود کے اس جملہ (انھن العتاق الاول) کا مطلب یہ ہے کہ یہ نہایت فصیح و بلیغ سورتیں ہیں یا ان کے مضامین بہت عمدہ ہیں مثلاً معراج کا واقعہ، اصحاب کہف کا تذکرہ اور حضرت مریم کا ذکر وغیرہ۔

امام احمد، ترمذی، انہوں نے اسے حسن کہا ہے، نسائی، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ہر رات بنی اسرائیل اور الزمر کی تلاوت کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوعمرو الشیبانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں عبد اللہ نے نماز فجر پڑھائی تو انہوں نے دو سورتیں اور بنی اسرائیل کی آخری آیات تلاوت فرمائیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۱﴾ وَ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ﴿۲﴾ ؕ ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿۳﴾ وَ قَضَیْنَاۤ اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِیْرًا ﴿۴﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴿۵﴾ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَیْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِیْرًا ﴿۶﴾ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۫ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِیُتَبِّرُوْا مَا

عَدَوْا تَتْبِيْرًا ۞ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۞

" (ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک بابرکت بنادیا ہم نے جس کے گردنواح کو، تاکہ ہم دکھا ئیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں۔ بے شک وہی ہے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور بنایا ہم نے اس کتاب کو باعث ہدایت بنی اسرائیل کے لیے (اس میں انہیں حکم دیا) کہ نہ بنانا میرے بغیر کسی کو (اپنا) کارساز۔ اے ان لوگوں کی اولاد! جنہیں ہم نے (کشتی میں) سوار کرایا نوح کے ساتھ، بے شک نوح ایک شکرگزار بندہ تھا اور ہم نے آگاہ کردیا تھا بنی اسرائیل کو کتاب میں کہ تم ضرور فساد برپا کرو گے زمین میں دو مرتبہ اور تم (احکام الٰہی سے) بڑی سرکشی کرو گے۔ پس جب آ گیا پہلا وعدہ ان دونوں وعدوں سے تو ہم نے (تمہاری سرکوبی کے لیے) بھیج دیئے اپنے چند بندے جو بڑے کرخت (اور) سخت تھے۔ پس وہ گھس گئے (تمہاری) آبادیوں میں اور جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا وہ پورا ہو کر رہنا تھا۔ پھر ہم نے پلٹا دیا تمہارے حق میں زمانہ کی گردش کو جو دشمن کے خلاف تھی اور ہم نے قوت دی تھی تمہیں مال سے، بیٹوں سے اور بنادیا تمہیں کثیر التعداد۔ اگر تم اچھے کام کرو گے تو ان کا فائدہ تمہیں ہی پہنچے گا اور اگر تم برائی کرو گے تو اس کی سزا بھی (تمہارے) نفسوں کو ملے گی۔ پس جب آ گیا دوسرا وعدہ (تو اور ظالم ان پر غالب آ گئے) تاکہ غمناک بنادیں تمہارے چہروں کو اور تاکہ (جبراً) داخل ہو جائیں مسجد میں جیسے داخل ہوئے تھے اس میں پہلی مرتبہ تاکہ فنا و برباد کر کے رکھ دیں جس پر قابو پائیں۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے گا اور اگر تم فسق و فجور کی طرف دوبارہ لوٹے تو ہم بھی لوٹیں گے اور ہم نے بنادیا جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ "۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ مِنَ الَّيْلِ مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا پڑھتے تھے۔

امام الطستی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے پوچھا کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ تو ابن عباس نے فرمایا سُبْحٰنَ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نقص اور عیب سے پاکی بیان کرنا اور عبدہ سے مراد محمد ﷺ کی ذات اقدس ہے الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے مراد بیت اللہ اور الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا سے مراد بیت المقدس ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسجد کی طرف لوٹایا۔ نافع نے پوچھا: کیا عرب سُبْحٰنَ کا یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا: ہاں، کیا تو نے اعشیٰ کا یہ شعر نہیں سنا۔

قُلْتُ لَهُ لَمَّا عَلَا فَخْرُهُ سُبْحَانَ مِنْ عَلْقَمَةِ الْفَاجِرِ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 6، دار احیاء التراث العربی بیروت

''جب اس کا فخر انتہا کو پہنچ گیا تو میں نے اسے کہا علقمہ فاجر سے اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند اور پاک ہے''۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ثابت کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس براق لایا گیا، وہ ایک سفید رنگ کا جانور تھا، گدھے سے اونچا اور گھوڑے سے چھوٹا۔ وہ اپنا پاؤں نظر کی انتہاء پر رکھتا تھا۔ میں اس پر سوار ہوا حتی کہ میں بیت المقدس پہنچا۔ میں نے اسے اس حلقہ سے باندھ دیا جس کے ساتھ انبیاء اپنی سواریاں باندھتے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا، دو رکعت نماز ادا کی پھر باہر نکلا، میرے پاس جبرئیل ایک برتن شراب کا اور ایک برتن دودھ کا لائے، میں نے دودھ کو پسند کیا، جبرئیل نے کہا: آپ نے فطرت کو پسند کیا ہے، پھر ہمیں آسمان دنیا کی طرف بلند کیا گیا، جبرئیل نے دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا تو کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرئیل۔ پھر تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: محمد ﷺ۔ پوچھا گیا (کیا) انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا: انہیں بلایا گیا ہے۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو وہاں آدم علیہ السلام کو تشریف فرما پایا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے خیر کی دعا فرمائی۔

پھر ہمیں دوسرے آسمان کی طرف بلند کیا گیا، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا تو کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرئیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: محمد ﷺ، پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا: انہیں بلایا گیا ہے۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے خالہ زاد بھائی عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا کو تشریف فرما پایا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

پھر ہمیں تیسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا تو کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرئیل! پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: محمد ﷺ۔ پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا (ہاں) انہیں بلایا گیا ہے، پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو وہاں میں نے یوسف علیہ السلام کو تشریف فرما پایا۔ وہ ایسی شخصیت ہیں جنہیں حسن کلی یا نصف عطا کیا گیا ہے۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے خیر کی دعا فرمائی۔ پھر ہمیں چوتھے آسمان کی طرف لے جایا گیا، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے کہا جبرئیل، پھر پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: محمد ﷺ پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں انہیں بلایا گیا ہے، پھر دروازہ کھولا گیا تو وہاں میں نے حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے خیر کی دعا فرمائی۔ پھر ہمیں پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرئیل، پھر پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ۔ پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں انہیں بلایا گیا۔ ہے پس ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو وہاں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو پایا، انہوں نے مجھے خیر و برکت کی دعا دی۔

پھر ہمیں ساتویں آسمان کی طرف لے جایا گیا، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون؟ انہوں نے کہا: جبرئیل۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا (ہاں) انہیں بلایا گیا ہے۔ پس ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا وہ البیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے

ہوئے تھے، البیت المعمور وہ جگہ ہے جہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں (اور جو ایک دفعہ حاضر ہوتے ہیں) پھر کبھی انہیں وہاں حاضری کا موقع نہیں ملتا۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا۔ اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی طرح تھے اور اس کا پھل مٹکوں جیسا (بڑا) تھا جب اس پر امر الٰہی سے چھا جاتا جو چھا جاتا ہے تو وہ بدل جاتا ہے، مخلوق الٰہی میں سے کوئی بھی اس کے حسن و خوبصورتی کو بیان نہیں کر سکتا، پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ اس نے مجھ پر دن رات کی پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ میں واپس آیا حتی کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ انہوں نے فرمایا: تمہارے رب نے تمہاری امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ جاؤ اور تخفیف کا سوال کرو، آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا ہے اور میں نے ان کا تجربہ کیا ہے، میں اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ گیا اور عرض کی: یارب! میری امت پر تخفیف فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پانچ نمازیں کم فرمادیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ مجھ سے پانچ نمازیں کم کردی گئی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھے گی، اپنے رب کی بارگاہ میں پھر جاؤ اور تخفیف طلب کرو۔ فرمایا میں اپنے رب اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے (پیارے) محمد (ﷺ)! یہ ہر دن اور رات کی پانچ نمازیں ہیں۔ اور جو نیکی کا ارادہ کرے گا اور پھر نیکی کرے گا نہیں تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر وہ نیکی کرے گا تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو (آپ کا امتی) برائی کا ارادہ کرے گا اور پھر وہ برائی کرے گا نہیں تو اس پر کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ اگر وہ برائی کرے گا تو ایک برائی لکھی جائے گی۔ میں نیچے آیا حتی کہ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا، انہیں اللہ تعالیٰ کی ان نوازشات کے بارے بتایا تو انہوں نے فرمایا: اپنے رب کے حضور لوٹ جاؤ اور تخفیف کا مطالبہ کرو، میں نے کہا میں اپنے رب کے حضور بار بار حاضر ہوتا رہا حتی کہ اب تو مجھے اس سے حیا آرہی ہے۔ (1)

امام بخاری، مسلم، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو رات کے وقت مسجد الکعبہ سے سیر کرائی گئی۔ آپ کے پاس وحی آنے سے پہلے تین شخص آئے جب کہ آپ مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے، ان تین میں سے ایک نے کہا یہ کون ہے؟ ان میں سے درمیانے نے کہا: یہ ان سب سے بہتر ہے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا: ان میں سے بہتر کو اٹھا لو۔ پس اس رات کو آپ نے ان کو پھر نہ دیکھا حتی کہ وہ دوسری رات تینوں افراد پھر آئے۔ آپ اس کیفیت میں تھے کہ آپ کا دل دیکھ رہا تھا۔ آپ ﷺ کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ اسی طرح تمام انبیائے کرام کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے کوئی بات نہ کی حتی کہ انہوں نے آپ کو اٹھا لیا اور زمزم کے کنویں کے پاس جا کر رکھ دیا۔ پھر ان میں سے جبرئیل کو آپ سونپ دیئے گئے۔ تو جبرئیل نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو ناف تک شق کیا حتی کہ آپ کا سینہ اور پیٹ کھل گئے۔ جبرئیل نے زمزم کے پانی کے ساتھ آپ ﷺ کے باطن کو اپنے ہاتھ سے دھویا حتی کہ آپ کا باطن مبارک

1۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 91، قدیمی کتب خانہ کراچی

بالکل صاف ہوگیا پھر سونے کا ایک تھال لایا گیا جو ایمان وحکمت سے لبریز تھا، پس اس کے ساتھ آپ کے حلق کی عروق اور آپ کے سینہ مبارک کو بھر دیا۔ پھر اسے بند کر دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ کو آسمانی دنیا کی طرف لے جایا گیا، جبرئیل نے اس کے دروازوں میں ایک دروازہ کو کھٹکھٹایا، پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرئیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے۔ جبرئیل نے کہا محمد (ﷺ)۔ پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں انہیں بلایا گیا ہے۔ پہلے آسمان والوں نے کہا خوش آمدید! آسمان دنیا پر آدم علیہ السلام پائے گئے۔ جبرئیل نے نبی کریم ﷺ سے کہا: یہ آپ کے باپ آدم ہیں انہیں سلام کیجئے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا، آدم علیہ السلام نے جواب دیا۔ آدم علیہ السلام نے کہا مرحبا و اھلا اے میرے بیٹے تو بہت اچھا بیٹا ہے۔ پس آسمان دنیا میں دو نہریں بہہ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا جبرئیل یہ دو نہیں کیسی ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ دریائے نیل اور فرات کی اصل ہے۔ پھر جبرئیل امین آپ ﷺ کو آسمان میں لے کر چلے تو وہ ایک دوسری نہر تھی جس پر موتیوں اور زبرجد کا محل تعمیر تھا، اس نہر میں آپ ﷺ نے ہاتھ مارا تو مسک اذفر (کستوری) تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا: یہ کوثر ہے جو تمہارے پروردگار نے فقط تمہارے لیے محفوظ کر رکھی ہے۔ پھر آپ ﷺ کو دوسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ فرشتوں نے اسی طرح سوال کیا جس طرح پہلے آسمان والوں نے کیا تھا پوچھا کون؟ انہوں نے کہا جبرئیل، پھر انہوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ۔ فرشتوں نے پوچھا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا خوش آمدید۔ پھر تیسرے آسمان کی طرف آپ کو لے جایا گیا، یہاں بھی پہلے اور دوسرے آسمان والے فرشتوں کی طرح سوالات کیے گئے۔ پھر آپ ﷺ کو چوتھے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ یہاں بھی پہلے سوالات ہوئے۔ پھر آپ کو پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ انہوں نے بھی پہلے سوالات پوچھے۔ پھر آپ کو چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ ان فرشتوں نے بھی پہلے سوالات کیے۔ پھر آپ ﷺ کو ساتویں آسمان کی طرف لے جایا گیا یہاں بھی فرشتوں نے پہلے سوالات کیے۔ ہر آسمان پر انبیائے کرام تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے اسماء بھی بتائے تھے۔ ان میں سے دوسرے آسمان پر حضرت ادریس تھے، چوتھے آسمان پر حضرت ہارون، پانچویں پر کوئی اور نبی جس کا نام یاد نہیں رہا اور حضرت ابراہیم چھٹے آسمان پر تھے اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کی فضیلت کی وجہ سے ساتویں آسمان پر تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! میں تو گمان ہی نہیں کرتا تھا کہ تو مجھ پر کسی کو بلند کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ان بلندیوں پر فائز فرمایا جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی نہیں جانتا حتیٰ کہ آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے، جہاں رب العزت قریب ہوا پھر اس نے زیادتی قرب کو طلب کیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے دو کمانوں کی مقدار ہو گیا یا اس سے زیادہ قریب۔ پھر نبی کریم ﷺ کی طرف وحی فرمائی جس میں آپ کی امت پر پچاس نمازیں ہر دن اور رات میں فرض فرمائیں۔ پھر آپ ﷺ نیچے تشریف لائے حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو روک لیا: اور کہا اے محمد (ﷺ)! آپ کے رب نے آپ کے ساتھ عہد فرمایا ہے؟ محمد ﷺ نے فرمایا اس نے ہر دن اور رات میں پچاس نمازوں کا حکم فرمایا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی واپس جائیں اور اپنے لیے اور اپنی

امت کے لیے اپنے پروردگار سے تخفیف طلب فرمائیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل کی طرف متوجہ ہوئے گویا مشورہ طلب کر رہے ہیں۔ جبرئیل نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ہاں اگر آپ چاہیں تو چلے جائیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو الجبار تبارک وتعالیٰ کی طرف بلند کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی: یہی آپ کا مرتبہ ہے، یارب ہم سے تخفیف فرما میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ سے دس نمازوں کو ساقط کر دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ کے پاس آئے تو انہوں نے پھر روک لیا۔ موسیٰ علیہ السلام آپ کو بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹاتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے پانچ نمازیں رہ جانے کے وقت بھی روک لیا اور عرض کی یا محمد! اللہ کی قسم! میں نے بنی اسرائیل کا اس سے کم نمازوں پر تجربہ کیا ہے وہ کمزور پڑ گئے تھے اور انہوں نے حکم الٰہی کو چھوڑ دیا تھا۔ آپ کی امت تو از روئے جسم، دل، بدن، آنکھوں اور کانوں کے کمزور ہے۔ آپ واپس جائیں اور ان پانچ میں بھی تخفیف طلب کریں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل کی طرف متوجہ ہوئے تا کہ ان سے اس پر مشورہ طلب کریں، تو جبرئیل نے مزید تخفیف طلب کرنے کو پسند نہ کیا۔ پس پانچ نمازوں کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی یارب! میرے امت کے جسم، دل، کان اور بدن کمزور ہیں، ہم سے تخفیف فرما، الجبار (تعالیٰ) نے ارشاد فرمایا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور نے عرض کی لبیک وسعدیک۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے قول نہیں بدلا جاتا۔ جیسے تم پر نماز ام الکتاب میں فرض کی گئی ہے (اب ایسی ہی رہے گی) اور ہر نیکی کا بدل دس نیکیاں ہوں گی۔ ام الکتاب میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر فرض پانچ نمازیں ہیں، آپ موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کیا ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہم سے تخفیف فرما دی ہے۔ اس نے ہمیں ہر نیکی کے بدلے دس نیکیاں عطا فرمائی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں اللہ کی قسم! بنی اسرائیل کو اس سے کم عمل پر آزما چکا ہوں، انہوں اس کو چھوڑ دیا تھا، تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاؤ اور تخفیف طلب کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے موسیٰ! اللہ کی قسم! میں اس کی بارگاہ میں بار بار حاضر ہوا ہوں، اس وجہ سے مجھے اب اپنے رب کی بارگاہ میں جانے سے شرم محسوس ہو رہی ہے۔ فرمایا اللہ کے نام سے اتر جاؤ۔ آپ بیدار ہوئے تو آپ پھر مسجد حرام میں تھے۔ (1)

امام نسائی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت یزید بن ابی مالک کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے سیر کرائی گئی میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اس کا قدم حد نظر پر پڑتا تھا۔ وہ مجھ سے پہلے انبیائے کرام کو لے کر گیا تھا۔ میں سوار ہوا جب کہ میرے ساتھ جبرئیل بھی تھے، میں چلا تو کہا اترو اور نماز پڑھ لو، میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر پوچھا تم نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ تو نے طیبہ میں نماز پڑھی ہے، اس کی طرف ہجرت کرنی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر کہا کہ اترو اور نماز پڑھو میں نے نماز پڑھی تو جبرئیل نے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طور سینا پر نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمائی تھی۔ پھر کہا اترو اور نماز پڑھو۔ میں نے نماز پڑھی تو پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ کہاں نماز پڑھی ہے۔ آپ نے بیت اللحم میں نماز پڑھی

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 262، دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی۔ پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا اور میرے لیے تمام انبیاء کو جمع کیا گیا تھا۔ پس جبرئیل نے مجھے مصلیٰ امامت پر آگے کیا میں نے تمام انبیاء کرام کو نماز پڑھائی۔ پھر جبرئیل مجھے آسمان دنیا کی طرف لے گئے۔ وہاں آدم علیہ السلام موجود تھے۔ جبرئیل نے مجھے کہا کہ ان پر سلام کرو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: میرے پیارے بیٹے اور نبی صالح کو خوش آمدید۔ پھر مجھے دوسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ اس میں خالہ زاد بھائی عیسیٰ اور یحییٰ علیہ السلام موجود تھے۔ پھر مجھے تیسرے آسمان پر لے جایا گیا، وہاں یوسف علیہ السلام تھے۔ پھر مجھے چوتھے آسمان پر لے جایا گیا، اس میں ہارون علیہ السلام موجود تھے۔ پھر مجھے پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا، اس میں ادریس علیہ السلام موجود تھے۔ پھر مجھے چھٹے آسمان پر لے جایا گیا، اس میں موسیٰ علیہ السلام موجود تھے۔ پھر مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا، میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا، اس کو کہر نے گھیر رکھا تھا۔ میں سجدہ میں گر گیا۔ مجھ سے کہا گیا میں نے جس دن آسمان اور زمین کو پیدا کیا اس دن تم پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں۔ تم اور تمہاری امت انہیں ادا کریں۔ میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے مجھ سے کچھ نہ پوچھا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا آپ پر اور آپ کی امت پر کتنی نمازیں فرض ہوئی ہیں؟ میں نے کہا پچاس نمازیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت ان کو قائم کرنے کی طاقت نہیں رکھے گی، پس اپنے رب سے تخفیف طلب کرو۔ میں واپس سدرہ پر آیا۔ سجدہ میں گر گیا اور عرض کی یا رب تو نے مجھ پر اور میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں، میں اور میری امت اس کو قائم نہیں رکھ سکیں گے پس اللہ تعالیٰ نے دس کی تخفیف فرمائی پھر میں موسیٰ علیہ السلام سے گزرا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دس نمازوں کی تخفیف فرمادی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اپنے رب کی بارگاہ میں جاؤ اور مزید تخفیف کا سوال کرو، پس اللہ تعالیٰ نے دس دس نمازیں تخفیف فرمادیں حتیٰ کہ فرمایا: یہ پچاس کے بدلے پانچ ہیں، ان کو تم اور تمہاری امت ادا کریں۔ میں جان گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوگئی ہیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام سے گزرا تو انہوں نے پوچھا تم پر کتنی نمازیں فرض ہیں؟ میں نے کہا پانچ نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض کی گئی تھیں انہوں نے ان دو کو بھی ادا نہ کیا۔ میں نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں میں تو اب لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریق سے عن یزید بن ابی مالک عن انس رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس رات رسول اللہ ﷺ کو سیر کرائی گئی تھی تو آپ کے پاس جبرئیل امین ایک جانور لائے تھے جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، جبرئیل نے آپ ﷺ کو اس پر سوار کیا وہ جانور اتنا تیز رفتار تھا کہ جہاں اس کی نظر پہنچتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔ جب بیت المقدس پہنچے تو اس پتھر کے پاس آئے جو وہاں موجود تھا، جبرئیل نے انگلی مار کر اس میں سوراخ کر دیا۔ پھر اسے باندھ دیا پھر اوپر گئے۔ جب دونوں مسجد کے صحن میں پہنچے تو جبرئیل نے کہا: اے محمد ﷺ! کیا آپ نے اپنے رب سے یہ سوال کیا ہے کہ تجھے آہو چشم حوریں دکھائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ جبرئیل نے کہا ان عورتوں

1۔ سنن نسائی، جلد 1، صفحہ 23-221، قاہرہ

کے پاس جاؤ اوران کو سلام کرو۔ وہ تمام اس چٹان کی بائیں طرف بیٹھی تھیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: میں ان کے پاس آیا اور انہیں سلام کیا، انہوں مجھے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں نے پوچھا: کون ہو؟ انہوں نے کہا خیرات حسان، ہم ان نیک لوگوں کی بیویاں ہیں جو صاف ہوں گے اور اپنے آپ کو گناہوں سے آلودہ نہ کریں گے ٹھہریں گے اور سفر نہ کریں گے، ہمیشہ باقی رہیں گے اور ان پر موت طاری نہ ہوگی۔ پھر میں واپس آیا تو تھوڑی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے پھر ایک موذن نے اذان دی تکبیر کہی۔ ہم صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ہم منتظر تھے کہ امامت کون کرائے گا۔ پس جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کر دیا۔ میں نے نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو جبرئیل نے کہا: اے محمد! ﷺ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی؟ میں نے کہا نہیں۔ جبرئیل نے کہا آپ کے پیچھے ہر نبی نے نماز پڑھی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا ہے۔ پھر جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے گیا۔ جب ہم دروازہ پر پہنچے تو جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا، فرشتوں نے پوچھا تو کون ہے؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ، فرشتوں نے پوچھا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں انہیں بلایا گیا ہے، فرشتوں نے دروازہ کھولا اور کہا آپ کو بھی خوش آمدید اور آپ کے ساتھی کو بھی خوش آمدید۔ جب آسمان کے درمیان پہنچے تو وہاں آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ جبرئیل نے مجھے کہا کیا آپ اپنے باپ آدم پر سلام نہیں کرتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ میں آدم علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں سلام پیش کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب عطا فرمایا اور فرمایا: پیارے بیٹے اور نبی صالح کو خوش آمدید۔ پھر مجھے دوسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو فرشتوں نے پہلے آسمان والوں کی طرح سوالات کیے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ پھر مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو انہوں نے بھی پہلے آسمان والوں کی طرح سوالات کیے۔ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام موجود تھے۔ پھر مجھے چوتھے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو مثل سابق سوالات ہوئے، ہاں ادریس علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ پھر مجھے پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا، تو جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو ان سے مثل سابق گفتگو ہوئی۔ وہاں ہارون علیہ السلام تشریف فرما تھے پھر مجھے چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو مثل سابق بات ہوئی۔ وہاں موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے پھر مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو ان سے مثل سابق کلام ہوئی۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ پھر میں ساتوں آسمان کے وسط پر لے جایا گیا حتی کہ مجھے ایک نہر پر لے گئے جس پر یاقوت، موتیوں اور زبرجد کا ایک خیمہ تھا۔ اس پر انتہائی نفیس خوبصورت پرندے تھے۔ میں نے دیکھا تو جبرئیل سے کہا یہ بڑا نرم و نازک پرندہ ہے۔ جبرئیل نے کہا اے محمد! (ﷺ) اس کو کھانے والے اس سے نرم ہیں۔ پھر پوچھا کیا آپ جانتے ہیں یہ نہر کیسی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے، اس میں سونے اور چاندی کے برتن ہیں، یہ یاقوت اور زمرد کے پتھروں پر چلتی ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ میں نے اس کے برتنوں میں سے ایک برتن لیا، پھر اس نہر سے پانی بھرا اور پی لیا۔ وہ شہد سے زیادہ میٹھا تھا اور اس

کی خوشبو کستوری سے زیادہ تیز تھی۔ پھر جبرئیل مجھے لے کر چلا حتی کہ درخت تک پہنچ گئے۔ مجھے ایک بادل نے گھیر لیا جس میں ہر قسم کا رنگ تھا۔ جبرئیل نے مجھے چھوڑ دیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا: اے محمد! میں نے جس دن سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس دن سے تم پر اور تمہاری امت پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ پس تم اور تمہاری امت اسے قائم کرو، پھر مجھ سے وہ بادل چھٹ گیا، جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا میں تیز تیز واپس آیا اور ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ انہوں نے مجھے نہ کہا، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہوا؟ میں نے کہا مجھ پر اور میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا: تم اور تمہاری امت یہ بوجھ نہ اٹھا سکو گے۔ پس تم اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ جاؤ اور اپنے لیے تخفیف کی التجاء کرو۔ میں جلدی جلدی واپس آیا، اس درخت تک پہنچا تو مجھے بادل نے گھیر لیا۔ میں سجدہ میں گر گیا اور عرض کی: اے میرے رب! ہم سے تخفیف فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تم سے دس نمازیں ساقط کر دیں۔ پھر بادل چھٹ گیا، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور بتایا کہ مجھ سے دس نمازیں کم کر دی ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا دوبارہ جاؤ اور اپنے رب سے تخفیف کی التجاء کرو، پس اللہ تعالیٰ نے پھر دس نمازیں کم کر دیں پس ہر چکر پر دس نمازیں کم ہوتی رہیں حتی کہ فرمایا: یہ پچاس کے مقابلہ میں پانچ نمازیں ہیں۔ پھر آپ واپس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے کہا: کیا وجہ ہے کہ میں جن آسمان والوں کے پاس پہنچا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے دیکھ کر وہ ہنسے سوائے ایک شخص کے۔ میں نے اس پر سلام کیا تو اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے خوش آمدید کہا لیکن مجھے دیکھ کر ہنسا نہیں؟ جبرئیل نے کہا وہ دوزخ کا داروغہ مالک ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا وہ ہنسا نہیں ہے۔ اگر وہ کسی کے لیے ہنستا تو تمہیں دیکھ کر ہنستا۔ فرمایا پھر میں واپسی کے لیے سوار ہوا۔ جب میں راستہ پر تھا تو قریش کے ایک قافلہ کے پاس سے گزرا جو خوراک لا رہا تھا۔ ان کے قافلے میں ایک اونٹ تھا جس پر دو بوریاں تھیں۔ ایک سیاہ بوری تھی اور ایک سفید بوری تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ کے مقابل آئے تو اونٹ بدک گیا، بھاگا اور گر گیا اور اس کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ پھر آپ چلے جو رات کو دیکھا تھا اس کی خبر دی، مشرکین نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا واقعہ سنا تو وہ ابوبکر کے پاس آئے اور کہا اے ابوبکر! کیا اب بھی تو اپنے ساتھی کی تصدیق کرے گا، وہ کہتا ہے کہ اس رات وہ ایک ماہ کی مسافت طے کر آیا ہے پھر یہ سفر کر کے واپس بھی اسی رات پہنچ گیا ہے، سیدنا ابوبکر نے کہا اگر یہ بات واقعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہے۔ تو اس نے سچ کہا ہے ہم تو اس کی اس سے بھی بعید باتوں کی تصدیق کرتے ہیں ہم اس کی آسمان کی خبر کی تصدیق کرتے ہیں۔ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تم جو کہتے ہو اس کی علامت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قریش کے ایک قافلہ سے گزرا ہوں وہ فلاں مقام پر تھا۔ ہماری وجہ سے ان کا اونٹ بھاگا تھا اور اس قافلہ میں ایک اونٹ ہے جس پر دو بوریاں لدی ہوئی ہیں۔ ایک سفید بوری اور ایک سیاہ بوری، پس وہ گرا اور اس کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ جب وہ قافلہ آیا تو لوگوں نے ان سے پوچھا، انہوں نے بالکل اسی طرح بتایا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ اسی وجہ سے سیدنا ابوبکر کو الصدیق کہا جاتا ہے، مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جو آپ سے ملے تھے ان میں موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ مشرکین نے کہا ان کی شکل و

شباہت بیان کیجئے ،فرمایا موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے مرد ہیں، گویا وہ ازدعمان کے مردوں میں سے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام درمیانہ قد اور سیدھے بالوں والے ہیں۔ ان کے چہرہ پر سرخی غالب ہے، گویا ان کی داڑھی سے موتی لڑھک رہے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں عبدالرحمٰن بن ہاشم بن عتبہ عن انس کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس براق لے کر آئے تو براق نے اپنے کانوں کو حرکت دی۔ جبرئیل نے کہا: اے براق! اللہ کی قسم! تم پر اس برگزیدہ شخص کی مثل کوئی سوار نہیں ہوا، رسول اللہ ﷺ چلے تو راستہ کی ایک طرف ایک بوڑھی عورت تھی، آپ ﷺ نے پوچھا جبرئیل یہ کون ہے۔ جبرئیل نے کہا: اے محمد! ﷺ۔ تم چلو۔ آپ چلے تو کوئی چیز راستہ دور آپ کو بلاتی تھی۔ کہتی اے محمد! ادھر آؤ، جبرئیل نے آپ سے کہا: اے محمد! چلتے رہو۔ آپ چلتے رہے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا، آپ ﷺ کو اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ملی۔ انہوں نے کہا السلام علیك یا اول، السلام علیك یا آخر السلام علیك یا حاشر! جبرئیل نے کہا ان کو سلام کا جواب دو۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر ایک دوسرا گروہ ملا۔ انہوں نے اسی طرح سلام کیا۔ آپ نے انہیں جواب دیا۔ پھر تیسرا گروہ ملا۔ اس سے بھی اسی طرح سلام، جواب ہوا۔ حتی کہ آپ بیت المقدس پہنچ گئے۔ آپ ﷺ کو پانی، شراب اور دودھ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے دودھ لے لیا، جبرئیل نے کہا: آپ نے فطرت کو پالیا۔ اگر آپ پانی پیتے تو آپ کی امت غرق ہو جاتی۔ اگر آپ شراب پیتے تو آپ کی امت بھٹک جاتی۔ پھر آدم علیہ السلام اور باقی بعد کے انبیائے کرام تشریف لائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس رات ان کی امامت کرائی۔ پھر جبرئیل نے کہا وہ بوڑھی جو آپ نے راستہ کی ایک طرف دیکھی تھی دنیا کا صرف اتنا وقت باقی ہے جتنی کہ اس بوڑھی عورت کی عمر باقی ہے اور وہ جس کی طرف آپ نے مائل ہونے کا ارادہ کیا تھا وہ اللہ کا دشمن ابلیس تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ آپ اس کی طرف مائل ہوں اور جنہوں نے آپ کو سلام کیا تھا، وہ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت کثیر بن خنیس عن انس رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مسجد میں ایک رات سویا ہوا تھا۔ میں نے تین شخص اپنی طرف آتے ہوئے دیکھے۔ ایک نے کہا یہ ہے وہ۔ درمیان والے نے کہا ہاں (وہی ہے)۔ تیسرے نے کہا قوم کے سردار کو اٹھا لو۔ پھر وہ تینوں افراد واپس چلے گئے۔ میں نے پھر انہیں دوسری رات دیکھا۔ ایک نے کہا یہ ہے وہ، دوسرے نے کہا ہاں (یہ وہی ہے)۔ تیسرے نے کہا قوم کے سردار کو اٹھا لو۔ پھر وہ واپس چلے گئے حتی کہ تیسری رات پھر میں نے انہیں دیکھا۔ پہلے نے کہا یہ ہے وہ۔ درمیان والے نے کہا، ہاں یہ ہے وہ! تیسرے نے کہا قوم کے سردار کو اٹھا لو۔ وہ مجھے زمزم کے پاس لائے، مجھے پیٹھ کے بل چت لٹا دیا۔ پھر میرے باطن کو دھویا۔ پھر ایک دوسرے کو کہنے لگے صاف کرو، پھر ایک حکمت وایمان سے لبریز سونے کا تھال لایا گیا جو میرے باطن میں انڈیل دیا گیا، پھر مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا، تو آسمان والوں نے پوچھا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا، جبرئیل! انہوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد! ﷺ انہوں نے پوچھا کیا انہیں

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب اسراء رسول اللہ ﷺ، جلد 2، صفحہ 362، دار الکتب العلمیہ بیروت

بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں انہیں بلایا گیا ہے۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ وہاں آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ جب انہوں نے اپنی دائیں جانب دیکھا تو مسکرائے اور جب اپنی بائیں جانب دیکھا تو رونے لگے۔ میں نے کہا اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ تمہارے باپ آدم ہیں۔ جب انہوں نے دائیں جانب دیکھا تو اپنی جنتی اولاد کو دیکھا اس لیے مسکرائے اور جب بائیں جانب دیکھا تو اپنی دوزخی اولاد کو دیکھا اس لیے رو پڑے۔

پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے میرے بھتیجے! (آگے طویل حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں) پھر مجھے اوپر لے جایا گیا حتی کہ چھٹے آسمان پر آیا، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: جبرئیل۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ۔ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے ﷺ؟ جبرئیل نے کہا ہاں دروازہ کھولا گیا تو وہ موسیٰ علیہ السلام تھے۔ پھر مجھے ساتویں آسمان کی طرف بلند کیا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے۔ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ۔ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں انہیں بلایا گیا ہے۔ پھر دروازہ کھولا گیا تو وہاں ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا (پیارے) بیٹے اور (مکرم) رسول کو خوش آمدید۔ پھر آپ چلتے رہے حتی کہ جنت کی طرف آئے، اس کا دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھ گیا کون ہے۔ جبرئیل نے کہا جبرئیل! پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: محمد (ﷺ)۔ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں بلایا گیا ہے پھر دروازہ کھولا گیا۔ فرمایا میں جنت میں داخل ہوا مجھے کوثر عطا کی گئی۔ یہ جنت کی ایک نہر ہے جس کے کنارے پر کھلے موتی لگے ہوئے ہیں۔ پھر آپ چلے حتی کہ سدرۃ المنتہی پہنچے، **فَتَدَلّٰی ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ** (النجم) مجھ پر اور میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ میں واپس آیا حتی کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے پوچھا کتنی نمازیں تم پر اور تمہاری امت پر فرض کی گئی ہیں؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا واپس جاؤ اور اپنے اور اپنی امت کے متعلق تخفیف کا سوال کرو۔ میں واپس آیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم فرمادیں پھر میں موسیٰ علیہ السلام سے گزرا۔ تو انہوں نے پوچھا تم پر اور تمہاری امت پر کتنی نمازیں فرض کی گئی ہیں؟ میں نے کہا چالیس۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: واپس جاؤ اور اپنے رب سے اپنے اور اپنی امت کے متعلق تخفیف کا سوال کرو، میں واپس آیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں مزید کم کردیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام سے گزرا تو انہوں نے پوچھا تم پر اور تمہاری امت پر کتنی نمازیں فرض کی گئیں ہیں؟ میں نے کہا تیس نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنے رب کی بارگاہ میں جاؤ اور اپنے اور اپنی امت کے متعلق تخفیف کا سوال کرو، میں واپس آیا تو اللہ تعالیٰ نے مزید دس کم کردیں۔ میں موسیٰ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا تم پر اور تمہاری امت پر کتنی نمازیں فرض کی گئیں ہیں۔ میں نے کہا بیس۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا واپس جاؤ اور اپنے رب سے اپنے اور اپنی امت کے متعلق تخفیف کا سوال کرو۔ میں واپس آیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں مزید کم کردیں میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا تم پر اور تمہاری امت پر کتنی نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ میں نے کہا دس نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا واپس جاؤ اور اپنے اور اپنی امت کے متعلق تخفیف کا سوال

کرو۔ میں واپس آیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پانچ نمازیں معاف کر دیں پھر فرمایا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی اور نہ میرا لکھا منسوخ ہوتا ہے۔ تم سے یہ تخفیف پانچ نمازوں کی تخفیف کی طرح ہے اور تمہیں اجر پچاس نمازوں کا ملے گا۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے پوچھا تم پر اور تمہاری امت پر کتنی نمازیں فرض کی گئیں ہیں؟ میں نے کہا پانچ، موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم واپس اپنے رب کی بارگاہ میں جاؤ اور اپنے اور اپنی امت کے متعلق تخفیف کا سوال کرو، کیونکہ بنی اسرائیل کو اس سے بھی آسان کام کا حکم دیا گیا تھا لیکن انہوں نے اس کو پورا نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کی بارگاہ میں بار بار حاضر ہوتا رہا حتیٰ کہ مجھے اب حیا آتی ہے۔

امام البزار، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ آپ کو کیسے سیر کرائی گئی؟ فرمایا: میں نے اپنے اصحاب کو عشاء کی نماز پڑھائی تو جبرئیل میرے پاس ایک سفید جانور لائے جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ جبرئیل نے کہا سوار ہو جاؤ۔ میرے لیے اس نے چڑھنا مشکل کر دیا۔ تو جبرئیل نے اس کے کان مروڑے پھر مجھے اس پر سوار کیا۔ وہ ہمیں لے کر چلا تو وہ اتنا تیز رفتار تھا کہ حد نگاہ پر قدم رکھتا تھا حتیٰ کہ ہم کھجوروں والی زمین میں پہنچ گئے۔ جبرئیل نے کہا اترو، میں اترا تو جبرئیل نے کہا نماز پڑھو، میں نے نماز پڑھی۔ پھر ہم سوار ہو گئے، جبرئیل نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے۔ جبرئیل نے کہا تم نے یثرب میں نماز پڑھی ہے۔ تم نے طیبہ میں نماز پڑھی ہے۔ پھر وہ سواری ہمیں لے کر چلی۔ وہ وہاں قدم رکھتی جہاں نظر پڑتی تھی۔ پھر ہم ایک جگہ پہنچے تو جبرئیل نے کہا: یہاں اترو اور نماز پڑھو، میں نے نماز پڑھی اور پھر سوار ہو گئے۔ جبرئیل نے کہا آپ نے مدین میں نماز پڑھی ہے آپ نے موسیٰ علیہ السلام کے درخت کے پاس نماز پڑھی ہے۔ پھر وہ جانور ہمیں لے کر چلا۔ وہ اس جگہ قدم رکھتا تھا جہاں اس کی نظر پڑتی تھی۔ پھر ہم ایک زمین پر پہنچے، جہاں ہمارے لیے محلات ظاہر ہوئے، جبرئیل نے کہا اترو اور نماز پڑھو۔ میں اترا اور میں نے نماز پڑھی۔ پھر ہم سوار ہو گئے۔ جبرئیل نے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے۔ جبرئیل نے کہا آپ نے بیت اللحم میں نماز پڑھی ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ پھر وہ مجھے ساتھ لے کر چلا حتیٰ کہ ہم شہر کے دائیں دروازے سے داخل ہوئے۔ مسجد کے قبلہ کے پاس آئے تو اس میں جانور کو باندھ دیا۔ ہم مسجد کے دروازے سے داخل ہوئے جس میں سورج اور چاند ڈھلتے ہیں۔ میں نے وہاں نماز پڑھی جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ مجھے سخت پیاس لگی تھی، مجھے دو پیالے پیش کیے گئے۔ ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شہد تھا۔ وہ دونوں اکٹھے میری طرف بھیجے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت بخشی اور میں نے دودھ والا پیالہ لیا۔ میں نے دودھ پیا حتیٰ کہ میں فارغ ہو گیا اور میری ایک طرف منبر پر ایک شیخ ٹیک لگائے بیٹھے تھے، انہوں نے کہا تمہارے ساتھی نے فطرت کو قبول کیا ہے۔ یہ ہدایت یافتہ ہے۔ پھر جبرئیل مجھے لے کر چلے حتیٰ کہ ہم شہر کے اندر ایک وادی میں آئے، وہ جہنم تھی جو غالیچوں کی مثل نظر آ رہی تھی۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ نے جہنم کو کیسا پایا؟ فرمایا گرم انگارے کی مثل۔ پھر مجھے واپس لائے تو ہمارا گزر قریش کے ایک قافلہ سے ہوا جو فلاں

بیٹھے تھے۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا۔ فلاں شخص نے اس کو جمع کیا ہوا تھا۔ میں نے ان پر سلام کیا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ تو محمد ﷺ کی آواز ہے۔ پھر میں صبح کے وقت سے پہلے اپنے ساتھیوں کے پاس مکہ آیا۔ ابوبکر میرے پاس آئے اور عرض کی: یا رسول الله ﷺ آپ نے رات کہاں گزاری؟ میں آپ کو آپ کے گھر تلاش کر رہا تھا۔ میں نے کہا کیا تجھے معلوم نہیں میں آج رات بیت المقدس سے ہو کر آیا ہوں۔ ابوبکر نے کہا یا رسول الله ﷺ وہ تو ایک مہینہ کی مسافت پر ہے۔ آپ میرے لیے اس کا نقشہ بیان کریں۔ فرمایا: میرے لیے اس کا راستہ کھول دیا گیا گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ تم مجھ سے جو پوچھو گے، میں تمہیں اس کا جواب دیتا جاؤں گا۔ ابوبکر نے کہا: اشهد انك رسول الله۔ مشرکین نے کہا: ابن ابی کبشہ کی طرف دیکھو وہ کہتا ہے کہ وہ آج رات بیت المقدس سے ہو کر آئے ہیں۔ فرمایا: میرے قول کی صداقت کی نشانی یہ ہے کہ میں فلاں جگہ سے تمہارے قافلہ کے پاس سے گزرا ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ پس فلاں شخص نے قافلہ کو جمع کیا ہوا تھا، وہ قافلہ فلاں فلاں جگہ سے چلتے ہوئے فلاں دن تمہارے پاس پہنچے گا۔ اس قافلہ کے آگے ایک گندمی اونٹ ہے جس پر ایک سیاہ شخص سوار ہے اور اس پر دو بوریاں لدی ہوئی ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ کا بیان کردہ دن آیا تو لوگ انتظار کرنے حتی کہ دو پہر کے وقت قافلہ آ گیا اور اس کی قیادت ویسا ہی ایک اونٹ کر رہا تھا جس کی صفت سرکار ﷺ نے بیان فرمائی تھی۔(1)

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم الله نے حضرت قتادہ رحمہ الله کے طریق سے حضرت انس رضی الله عنہ سے روایت کیا ہے کہ مالک بن صعصعہ نے بیان فرمایا کہ رسول الله ﷺ نے اپنی سیر کی رات کے متعلق فرمایا کہ میں حطیم میں موجود تھا (بعض اوقات حضرت قتادہ کہتے تھے کہ حجر میں لیٹا ہوا تھا) کہ ایک آنے والا آیا جو اپنے ساتھی کو کہہ رہا تھا ان تین کے درمیان والا ہے۔ پس وہ میرے پاس آیا اور میرا سینہ ناف تک شق کیا۔ اس نے میرے دل کو نکالا، پھر میرے پاس ایک سونے کا تھال لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے پر تھا۔ اس نے میرے دل کو آب زمزم سے دھویا پھر دل کو اپنی جگہ پر رکھ کر بند کر دیا۔ پھر مجھے سفید جانور پیش کیا گیا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا جس کو براق کہا جاتا تھا۔ وہ اپنا قدم حد نظر پر رکھتا تھا، میں اس پر سوار ہوا۔ جبرئیل مجھے لے کر چلے حتی کہ آسمان دنیا پر لے آئے، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے کہا جبرئیل۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: محمد ﷺ، پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ خوش آمدید کہا گیا، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا۔ جب میں پہنچا تو وہاں آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ تمہارے باپ آدم ہیں۔ ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید، پھر اوپر چڑھے حتی کہ دوسرے آسمان پر پہنچے۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے کہا جبرئیل۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ۔ پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا ان کا آنا مبارک ہے اور اچھا ہے۔ پس جب دروازہ کھولا گیا اور میں اندر پہنچا تو وہاں حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام موجود تھے۔ یہ دونوں خالہ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب الاسراء برسول الله ﷺ، جلد 2، صفحہ 355، دار الکتب العلمیہ بیروت

زاد بھائی ہیں۔ میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ دونوں کون ہیں جبرئیل نے کہا یہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں انہیں سلام کرو، میں نے ان پر سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔ پھر آپ بلند ہوئے حتی کہ تیسرے آسمان پر آئے۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا، تو پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا، جبرئیل! پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ، پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ کہا گیا خوش آمدید ان کا آنا مبارک ہے اور اچھا ہے۔ پس ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں پہنچا تو یوسف علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ میں نے ان پر سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا پھر کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔ پھر آپ اوپر چڑھے حتی کہ چوتھے آسمان پر آئے، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل! پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ۔ پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ کہا گیا انہیں خوش آمدید ان کا اچھا اور مبارک ہے۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو ادریس علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔ پھر آپ بلند ہوئے حتی کہ پانچویں آسمان پر پہنچے۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل! پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: محمد ﷺ، پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ کہا گیا ان کو خوش آمدید ان کا آنا اچھا اور مبارک ہے۔ جب میں وہاں پہنچا تو ہارون علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا: صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید، پھر آپ مزید اوپر گئے حتی کہ چھٹے آسمان پر پہنچے، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا، جبرئیل! پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ۔ پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ کہا گیا انہیں خوش آمدید، ان کا آنا اچھا اور مبارک ہے۔ ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ میں نے ان پر سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔ جب میں آپ کے پاس سے گزر گیا تو وہ رونے لگے، ان سے پوچھا گیا کہ تمہارے رونے کی وجہ کیا ہے۔ فرمایا میں اس لیے رو رہا ہوں کہ یہ نوجوان میرے بعد مبعوث کیا گیا ہے۔ اس کی امت میری امت کی بہ نسبت زیادہ جنت میں داخل ہوگی۔ پھر آپ مزید اوپر گئے حتی کہ ساتویں آسمان پر پہنچے۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ، پوچھا گیا آپ کو بلایا گیا ہے، جبرئیل نے کہا ہاں۔ کہا گیا انہیں خوش آمدید آپ کا آنا مبارک ہے۔ ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں وہاں پہنچا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ تمہارا باپ ابراہیم ہے۔ ان کو سلام کرو، میں نے انہیں سلام کیا، ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا، پھر کہا صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید۔ پھر میں سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند ہوا تو اس کا پھل مقام حجر کے گھڑوں کی طرح تھا اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے۔ وہاں چار نہریں تھیں جو سدرہ (بیری کا درخت) کی جڑ سے نکل رہی تھیں، دو نہریں باطن تھیں اور دو نہریں ظاہر تھیں۔

میں نے پوچھا اے جبرئیل! یہ نہریں کیا ہیں؟ جبرئیل نے کہا باطنی نہریں تو جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری نہریں دریائے نیل اور فرات ہیں۔ پھر میرے سامنے بیت معمور کیا گیا۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ بیت کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ بیت معمور ہے، ہر روز ستر ہزار فرشتے اس میں داخل ہوتے ہیں، جب نکل جاتے ہیں تو پھر انہیں اس میں حاضری کی باری نہیں ملتی۔ پھر مجھے دو برتن پیش کیے گئے، ایک میں شراب اور دوسرے میں دودھ تھا۔ پس وہ دونوں مجھ پر پیش کیے گئے، کہا گیا کہ ان میں سے جو چاہو لے لو۔ میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ کہا گیا تو فطرت کو پالیا ہے۔ تم اور تمہاری امت فطرت پر رہو گے پھر مجھ پر ہر روز کی پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ میں واپس آیا حتی کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا تمہارے رب نے تم پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ میں نے کہا پچاس نمازیں ہر روز ادا کرنے کا حکم ملا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی۔ میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ سخت معاملہ کر چکا ہوں، تم اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ جاؤ اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کرو۔ میں اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پانچ نمازیں ساقط کر دیں۔ میں پھر آیا حتی کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ انہیں نماز کی کمی کی خبر دی، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تم اپنے رب کے پاس پھر جاؤ اور تخفیف طلب کرو، آپ کی امت یہ بوجھ نہیں اٹھا سکے گی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں موسیٰ علیہ السلام اور اپنے پروردگار کے درمیان آتا جاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے پانچ پانچ نمازیں معاف کرتا رہا حتی کہ پانچ نمازیں لے کر آیا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا کیا حکم ملا؟ فرمایا ہر روز کی پانچ نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت یہ بوجھ نہیں اٹھا سکے گی، میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ سخت معاملہ کر چکا ہوں، تم واپس جاؤ اور اپنی امت کے لیے تخفیف طلب کرو۔ میں نے کہا میں اپنے رب کی بارگاہ میں بار بار حاضر ہوتا رہا حتی کہ اب مجھے حیا آتی ہے میں بس ان نمازوں پر راضی ہوں اور ان کو تسلیم کرتا ہوں، ندا آئی اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنا فریضہ جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی اور ہر ایک نیکی کے بدلے دس نیکیاں ہوں گی۔(1)

امام بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت یونس عن ابن شہاب عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر کی چھت پھاڑی گئی جب کہ میں مکہ میں تھا، جبرئیل امین آئے میرا سینہ شق کیا۔ پھر اسے آب زم زم سے دھویا۔ پھر سونے کا ایک تھال جو حکمت و ایمان سے لبریز تھا وہ لے آئے اور اسے میرے سینے میں انڈیل دیا، اس کے بعد اسے بند کر دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان کی طرف لے کر چڑھے، جب ہم آسمان دنیا پہ پہنچے تو جبرئیل نے آسمان کے خازن سے کہا دروازہ کھولو۔ اس نے کہا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل، اس نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ بھی کوئی ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب آسمان دنیا پر چڑھے تو ایک شخص بیٹھا تھا جس کی دائیں جانب بھی سیاہی تھی اور بائیں جانب بھی سیاہی تھی۔ جب اس نے دائیں جانب دیکھا تو مسکرا دیئے اور جب

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 10-208، دار صادر بیروت

بائیں جانب دیکھا تو رو پڑے، پھر کہا صالح نبی اور صالح بیٹے کو خوش آمدید، میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں، ان کی دائیں جانب اور بائیں جانب ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ ان میں سے دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں جانب والے دوزخی ہیں۔ جب انہوں نے دائیں جانب دیکھا تو مسکرا دیئے اور جب بائیں جانب دیکھا تو رو دیے۔ پھر مجھے دوسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو جبرئیل نے خازن سے کہا دروازہ کھولو، تو اس کے خازن سے بھی پہلے کی طرح سوال جواب ہوئے۔ پھر اس نے دروازہ کھولا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے آسمانوں میں آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ، ابراہیم کا ذکر فرمایا لیکن مجھے یاد نہیں رہا کہ ان کی منازل کیسی تھیں۔(1)

امام ابن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے ابن حزم نے بتایا کہ حضرت ابن عباس اور ابوحبہ الانصاری رضی اللہ عنہم فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے اوپر لے جایا گیا حتیٰ کہ میں مستوی پر چڑھا تو میں نے اس میں قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔ ابن حزم اور حضرت انس فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ پھر جب میں واپس آیا تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تمہاری امت پر کیا فرض ہوا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم واپس جاؤ تمہاری امت یہ بوجھ نہیں اٹھا سکے گی۔ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا نصف ساقط کر دیا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں ان نمازوں کے متعلق بتایا تو انہوں نے کہا واپس جاؤ، تمہاری امت یہ بھی برداشت نہیں کرے گی۔ میں پھر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ پانچ نمازیں ہیں درآں حالیکہ ان کا ثواب پچاس نمازوں کا ہی ہوگا میری بارگاہ میں قول کی تبدیلی نہیں ہوتی۔ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا تو انہوں نے پھر کہا اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ جاؤ (اور تخفیف طلب کرو)۔ میں نے کہا مجھے اب اپنے رب سے حیا آتی ہے۔ پھر مجھے جبرئیل لے کر چلے حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ اس کو ایسے رنگوں نے گھیر رکھا تھا جن کو میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کرتے تھے۔ پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا۔ اس میں موتیوں کے ٹیلے تھے اور جنت کی مٹی کستوری تھی۔(2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی (دلائل میں) اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں اپنی اس سیر کے متعلق بتایا جو مکہ سے مسجد اقصیٰ تک کرائی گئی تھی۔ فرمایا میں عشاء کے وقت مسجد حرام میں سویا ہوا تھا، ایک آنے والا آیا جس نے مجھے جگایا، میں بیدار ہوا تو مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ پس میں نے ایک شبیہ سی دیکھی۔ میں نے اس کے پیچھے اپنی نظر دوڑائی حتیٰ کہ میں مسجد سے باہر نکل گیا۔ وہاں سے میں نے ایک جانور دیکھا جو تمہارے ان خچروں کے مشابہ تھا لیکن وہ کانوں کو حرکت دیتا تھا۔ اس کو براق کہا جاتا ہے۔ مجھ سے پہلے بھی انبیائے کرام اس پر سوار ہوئے تھے۔ وہ اپنی حد نظر پر قدم رکھتا ہے۔ میں (اس پر سوار ہوا میں جا رہا تھا) تو ایک بلانے والے نے مجھے دائیں طرف سے بلایا: اے محمد! ﷺ میری طرف دیکھ، میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں، میں نے اسے جواب نہ دیا۔ پھر بائیں جانب سے ایک پکارنے والے نے پکارا اے محمد! میری طرف دیکھ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، میں اس کی طرف بھی متوجہ

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 188 (263) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً

نہ ہوا۔ جب میں جا رہا تھا تو ایک عورت اپنے بازو کھولے ہوئے کھڑی تھی اور اس پر ہر زیب و زینت موجود تھی جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے۔ اس عورت نے کہا اے محمد ! صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھ میں تجھ سے سوال کرتی ہوں۔ میں اس کی طرف بھی متوجہ نہ ہوا حتی کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا۔ میں نے اپنی سواری کو اس حلقہ کے ساتھ باندھا جہاں انبیائے کرام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے پھر میرے پاس جبرئیل دو برتن لے آئے۔ ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ تھا۔ میں نے دودھ کو پیا اور شراب کو ترک کر دیا۔ جبرئیل نے کہا آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔ اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت بھٹک جاتی۔ میں نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ جبرئیل نے کہا میں نے آپ کے چہرے کی یہ کیفیت کیوں دیکھی ہے؟ میں نے کہا میں چل رہا تھا تو دائیں طرف سے مجھے ایک پکارنے والے نے پکارا اے محمد ! صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھ، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ میں نے اس کو جواب نہ دیا۔ جبرئیل نے کہا، یہ نصاریٰ کا داعی تھا، اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی۔ اور جب میں سیر کر رہا تھا تو ایک عورت اپنے ہاتھ کھولے ہوئے کھڑی تھی اور اس پر ہر زیب و زینت موجود تھی۔ اس نے کہا اے محمد ! میری طرف دیکھو، میں تجھ سے سوال کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے اسے بھی جواب نہ دیا۔ جبرئیل نے کہا: یہ دنیا تھی، اگر اسے جواب دے دیتے تو آپ کی امت آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتی۔ پھر میں اور جبرئیل بیت المقدس میں داخل ہوئے، ہر ایک نے دو دو رکعت نماز پڑھی پھر مجھے اس سیڑھی کے پاس لایا گیا جس پر اولاد آدم کی روحیں چڑھتی ہیں۔ میں نے کوئی مخلوق اس سیڑھی سے خوبصورت نہیں دیکھی۔ کیا تو نے میت دیکھی؟ اس نے آسمان کی طرف دیکھا تو اسے سیڑھی کے ذریعے روکا گیا؟ میں اور جبرئیل اوپر چڑھے۔ میں نے ایک فرشتہ دیکھا جس کو اسماعیل کہا جاتا تھا۔ وہ آسمان دنیا کا نگران تھا۔ اس کے سامنے ستر ہزار فرشتے تھے اور ہر فرشتے کے ساتھ ایک لاکھ کا لشکر تھا جبرئیل نے آسمان کا دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل ! پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں، وہاں آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے بالکل اسی شکل میں تھے جس میں اللہ نے انہیں پیدا کیا تھا ان میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ آپ پر آپ کی ایمان دار اولاد کی روحیں پیش کی گئیں۔ تو آپ نے فرمایا پاکیزہ روحیں اور پاکیزہ نفس ہیں۔ انہیں علیین میں رکھ دو، پھر آپ پر آپ کی کافر اولاد کی روحیں پیش کی گئیں، فرمایا یہ خبیث روحیں اور خبیث نفس ہیں انہیں سجین میں رکھ دو۔ میں نے پوچھا جبرئیل ! یہ شخص کون ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ آپ کا باپ آدم ہے، ان کو سلام کرو۔ آدم علیہ السلام نے مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا: صالح بیٹے کو خوش آمدید، میں تھوڑی دیر چلا تو ایک دستر خوان تھا جس کے اوپر گوشت رکھا تھا وہ انتہائی بدبودار تھا، اس کے پاس لوگ بیٹھے تھے اور اسے کھا رہے تھے۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑتے ہیں اور حرام کو اختیار کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے میں ایک قوم کے پاس آیا جو ایک دستر خوان پر بیٹھی تھی جس پر بھونا ہوا گوشت رکھا تھا انتہائی خوبصورت گوشت تھا جب کہ اس کے ارد گرد مردار گوشت تھا۔ لوگ مردار کی طرف لپک رہے تھے اور اس سے کھا رہے تھے اور حلال گوشت کو ترک کیے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ زناکار ہیں۔ انہوں نے اس کا ارادہ کیا ہے جو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور اس کو چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے۔ پھر میں تھوڑی دیر چلا تو ایک قوم دیکھی جن کے پیٹ

(گمروں) کی مثل تھے جب بھی ان میں سے کوئی اٹھنے کی کوشش کرتا تو گر جاتا تھا کہتا اے اللہ! قیامت قائم نہ فرما۔ وہ آل فرعون کے راستہ پر تھے۔ پس ایک گروہ آتا اور انہیں روندتا تھا۔ میں نے ان کی اللہ کی بارگاہ میں چلانے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ آپ کے وہ امتی ہیں جو سود کھاتے ہیں، وہ نہیں کھڑے ہوں گر اس شخص کے کھڑے ہونے کی مانند جس کو شیطان نے چھو کر حواس باختہ بنا دیا ہو۔ پھر میں تھوڑی دیر چلا تو ایک قوم دیکھی، ان کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے۔ ان پر ایسے فرشتے مسلط کیے گئے تھے جو ان کے ہونٹ کاٹتے تھے پھر ان کے مونہوں میں آگ کے پتھر بھرتے تھے پھر ان کے نیچے سے نکالتے تھے۔ میں نے ان کو بھی اللہ کی بارگاہ میں چلانے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ آپ کے وہ امتی ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے تھے۔ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور وہ (دوزخ) کی آگ تاپیں گے۔ پھر میں تھوڑی دیر چلا تو عورتیں دیکھیں پستانوں کے ساتھ لٹکائی گئی تھیں اور ایسی عورتیں دیکھیں تو پاؤں سے باندھ کر اوندھی لٹکائی گئی تھیں۔ میں نے ان کی بھی اللہ کی بارگاہ میں چیخ و پکار سنی، میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون عورتیں ہیں، جبرئیل نے کہا یہ عورتیں بدکاری کرتی تھیں اور اپنی اولادوں کو قتل کرتی تھیں۔ پھر میں تھوڑی دیر چلا تو ایسی قوم کو دیکھا جن کے پہلوؤں سے گوشت کاٹا جارہا تھا۔ پھر وہ ان کے مونہوں میں دھکیلا جارہا تھا اور انہیں کہا جارہا تھا کہ کھاؤ جو تم کھایا کرتے تھے، ان پر اللہ تعالیٰ نے جو عذاب مسلط کیا تھا۔ اس پر انہیں مجبور کیا جارہا تھا۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو (روبرو طعنے) دیتے تھے اور پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرنے والے تھے جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے۔ پھر ہم دوسرے آسمان پر چڑھے۔ وہاں ایک مخلوق خدا میں سے خوبصورت ترین شخص تشریف فرما تھا۔ اس کو حسن میں لوگوں پر یوں فضیلت تھی جیسے چودھویں کے چاند کو ستاروں پر ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا جبرئیل! یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ آپ کے بھائی یوسف علیہ السلام ہیں اور ان کی قوم کے افراد ہیں۔ میں نے ان پر سلام کیا اور انہوں نے مجھ پر سلام کیا اور مجھے خوش آمدید کہا۔ پھر ہم تیسرے آسمان پر چڑھے۔ وہاں میں نے خالہ زاد بھائی یحییٰ اور عیسیٰ کو پایا۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے افراد تھے۔ ان میں سے ہر ایک لباس اور بالوں میں ایک دوسرے کی مشابہ تھے۔ میں نے دونوں پر سلام کیا تو انہوں نے مجھ پر سلام کیا اور خوش آمدید کہا۔ پھر ہم چوتھے آسمان پر چڑھے تو وہاں میں نے ادریس علیہ السلام کو پایا جن کو اللہ تعالیٰ نے بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ میں نے ان پر سلام کیا تو انہوں نے مجھ پر سلام کیا اور مجھے خوش آمدید کہا۔ پھر ہم پانچویں آسمان پر چڑھے تو وہاں میں نے ہارون علیہ السلام کو پایا۔ ان کی نصف داڑھی سفید اور نصف سیاہ تھی اور لمبی اتنی تھی کہ ناف تک پہنچتی تھی۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ اپنی قوم میں المحبب تھا، یہ ہارون بن عمران ہے اور اس کے اس کی قوم کے بہت سے افراد ہیں، میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور مجھے خوش آمدید کہا۔ پھر ہم چھٹے آسمان پر چڑھے، تو وہاں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو پایا، وہ گندمی رنگ والے آدمی تھے اور زیادہ بالوں والے تھے۔ ان کے اوپر دو قمیصیں تھیں جن سے ان کے بال باہر نکلے ہوئے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے لوگ گمان کرتے ہیں کہ میں اللہ کی بارگاہ میں ساری مخلوق سے معزز ہوں حالانکہ یہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ معزز ہیں۔ اگر یہ اکیلے ہوتے تو مجھے کوئی پرواہ نہ تھی لیکن ہر نبی اور اس کے متبعین ان کی امت سے ہیں۔ میں

نے پوچھا جبرئیل یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ تمہارا بھائی موسیٰ بن عمران ہے اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے افراد ہیں۔ میں نے موسیٰ علیہ السلام پر سلام کیا تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور خوش آمدید کہا۔ پھر ہم ساتویں آسمان پر چڑھے تو وہاں میں نے ابراہیم علیہ السلام کو پایا۔ آپ البیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے اور آپ کے ساتھ آپ کی قوم کے افراد تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا ابن صالح کو خوش آمدید۔ پھر مجھے کہا گیا کہ یہ آپ کا اور آپ کی امت کا مکان ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ (آل عمران) میری امت کے دو حصے تھے ایک حصہ وہ تھا جن کے اوپر سفید کپڑے تھے گویا کہ وہ کاغذ ہیں اور ایک حصہ وہ تھا جن کے اوپر میلے کچیلے کپڑے تھے۔ پھر میں البیت المعمور میں داخل ہوا اور میرے ساتھ وہ داخل ہوئے جن کے کپڑے سفید تھے اور میں بھی باہر آیا اور میرے ساتھی بھی باہر آئے۔ فرمایا البیت المعمور وہ جگہ ہیں جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں (اور جو ایک مرتبہ چلے جاتے ہیں) پھر دوبارہ قیامت تک ان کی باری نہیں آئے گی۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا۔ اس کا ہر پتہ گویا اس امت کو ڈھانپنے والا تھا۔ ان کی جڑ میں ایک چشمہ بہتا ہے جس کو سلسبیل کہتے ہیں۔ پھر اس سے دو نہیں نکلتی ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل! یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ نہر رحمت ہے اور یہ نہر کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ میں نے نہر رحمت میں غسل کیا پس میرے اگلے، پچھلے اسباب گناہ مٹا دیئے گئے۔ پھر میں کوثر پر آیا حتی کہ میں جنت میں داخل ہوا۔ اس میں میں نے ایسی نعمتیں دیکھیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کانوں نے سنی ہیں اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا تصور آیا ہے۔ وہاں میں نے غیر بدبودار پانی کی نہریں دیکھیں اور دودھ کی نہریں دیکھیں جس کا ذائقہ نہیں بدلا تھا اور شراب کی نہریں دیکھیں جو پینے والوں کو لذت بخشتی تھیں اور صاف وشفاف شہد کی نہریں دیکھیں اور اس میں ایسے انار تھے گویا کہ وہ پالانوں والے اونٹوں کے چمڑے ہیں اور اس میں ایسے پرندے تھے گویا وہ بختی اونٹ ہیں۔ حضرت ابو بکر نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ یہ پرندے نرم ہوں گے۔ فرمایا ان کے کھانے والے ان سے بھی نرم ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ تو بھی ان میں سے کھائے گا۔ فرمایا میں نے جنت میں سیاہی مائل سرخ رنگ والی عورت دیکھی۔ میں نے اس سے پوچھا تو کس کے لیے ہے؟ اس نے کہا زید بن حارثہ کے لیے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید کی بشارت دی، پھر مجھ پر دوزخ پیش کی گئی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا غضب اس کی زجر اور اس کی سزا دیکھی اگر اس آگ میں پتھر اور لوہا ڈالا جائے تو وہ اسے کھا جائے پھر وہ بند کر دی گئی۔ پھر میں سدرۃ المنتہیٰ کی طرف گیا تو اس کو ڈھانپا گیا تھا، گویا میرے اور اس کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ تھا۔ اس کے ہر پتہ پر ایک فرشتہ اترا ہوا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا حکم فرمایا اور مجھ پر پچاس نمازیں فرض کیں اور فرمایا تیرے لیے ہر نیکی کے بدلے دس نیکیاں ہیں۔ جب تو نیکی کا ارادہ کرے گا اور نیکی پر عمل نہیں کرے گا تو تیرے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو تو کسی سیۂ (گناہ) کا ارادہ کرے گا اور اس کو کرے گا نہیں تو تجھ پر کچھ نہ لکھا جائے گا اور اگر تو اسے کرے گا تو ایک سیۂ (گناہ) لکھی جائے گی۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے تجھے کیا حکم فرمایا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کرو۔ آپ کی امت یہ

بوجھ نہیں اٹھا سکے گی۔ میں اپنے رب کی بارگاہ میں آیا اور عرض کی یا رب! میری امت سے تخفیف فرما کیونکہ وہ تمام امتوں سے کمزور امت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں بار بار موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان آتا جاتا رہا حتی کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ فرشتہ نے مجھے پکارا۔ اس وقت میرا فریضہ مکمل ہوا اور میں نے اپنے بندوں پر تخفیف کر دی۔ میں نے انہیں ایک نیکی کے بدلے دس نیکیاں عطا کیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا کیا حکم ملا؟ میں نے کہا صرف پانچ نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ جاؤ اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کرو۔ میں نے کہا میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں بار بار جاتا رہا ہوں، اب مجھے شرم آتی ہے۔ پھر جب صبح مکہ میں لوگوں کے سامنے آپ ﷺ نے عجائب بیان فرمائے کہ میں نے گزشتہ رات بیت المقدس دیکھا ہے اور پھر آسمان پر لے جایا گیا۔ پھر میں نے ایسا ایسا دیکھا، ابوجہل نے کہا کیا جو محمد (ﷺ) کہہ رہا ہے تمہیں اس سے تعجب نہیں ہو رہا؟ فرمایا میں نے اس کو قریش کے قافلہ کی خبر دی کہ میں نے جاتے ہوئے اسے فلاں مقام پر دیکھا تھا اور اس کے اونٹ بدک گئے تھے۔ جب میں واپس آ رہا تھا تو میں نے وہ قافلہ عقبہ کے پاس دیکھا ہے۔ میں نے انہیں قافلہ کے ہر شخص، اونٹ اور سامان کے متعلق بتایا، ایک شخص نے کہا میں تمام لوگوں سے زیادہ بیت المقدس کو جانتا ہوں (تم بتاؤ) اس کی عمارت کیسی ہے، اس کی ہیئت کیسی ہے اور اس کے قریب کا پہاڑ کیسا ہے؟ بیت المقدس رسول اللہ ﷺ کے سامنے کر دیا گیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر کہا اس کی عمارت ایسی ہے اور ہیئت ایسی ہے اور اس کے قریب کا پہاڑ ایسا ہے۔ اس شخص نے کہا آپ نے سچ کہا ہے۔(1)

امام البزار، ابویعلی، ابن جریر، محمد بن نصر المروزی (نے کتاب الصلوٰۃ میں)، ابن ابی حاتم، ابن عدی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جبرئیل امین نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور ان کے ساتھ میکائیل تھے، جبرئیل نے میکائیل سے کہا: آب زم زم کا ٹب لے آؤ تاکہ میں آپ کا دل مطہر کروں اور آپ کا سینہ کشادہ کروں۔ پس جبرئیل نے آپ کا سینہ شق کیا اور اسے تین مرتبہ دھویا اور میکائیل تین ٹب آب زم زم کے بھر کے لائے۔ جبرئیل نے آپ کا سینہ کھولا اور اس میں جو شان مصطفیٰ ﷺ کے لائق نہ تھا۔ اسے باہر نکالا اور اس میں حلم، علم، ایمان، یقین اور اسلام کو بھر دیا اور آپ کے کندھوں کے درمیان نبوت کی مہر لگائی پھر ایک گھوڑا لائے۔ پس اس پر آپ ﷺ سوار ہوئے وہ اتنا تیز رفتار تھا کہ حد نظر پر قدم رکھتا تھا، آپ ﷺ چلے اور جبرئیل بھی ساتھ چلے آپ ایسی قوم کے پاس آئے جو ایک دن میں کاشت کرتی تھی اور ایک دن میں فصل کاٹتی تھی۔ جب وہ کاٹ لیتے تو پھر وہ پہلے کی طرح ہو جاتی۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا اے جبرئیل یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے نیکیوں کو سات سو گناہ کرتا ہے جو انہوں نے خرچ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کا انہیں بدل دیا، پھر ایک قوم کے پاس آیا جن کے سر پتھروں کے ساتھ کچلے جا رہے تھے۔ جب انہیں کچلا جاتا پھر وہ پہلے کی طرح درست ہو جاتے۔ ان میں سے کسی چیز کی کمی نہ ہوتی، پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز سے بوجھل ہوتے تھے، پھر ایک قوم کے پاس

1۔ تہذیب تاریخ دمشق الکبیر از ابن عساکر، باب ذکر عروجہ الی السماء، جلد 1 صفحہ 91-387، دار المسیرۃ بیروت

آئے جن کے آگے اور پیچھے چیتھڑے تھے وہ اس طرح چر رہے تھے جس طرح اونٹ اور بکریاں چرتی ہیں۔ وہ خار دار جھاڑیاں، زقوم، جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا ہے۔ پھر ایک اور قوم کے پاس آئے جن کے آگے ہانڈیوں میں پکا ہوا گوشت تھا اور ایک دوسرا کچا اور خراب گوشت تھا وہ کچا، خراب گوشت کھا رہے تھے اور پکا صاف گوشت استعمال نہیں کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرئیل! انہوں نے یہ تمہاری امت کے وہ افراد ہیں جن کے اپنی حلال عورتیں ہوتی تھیں لیکن وہ بدکارہ عورتوں کے پاس رات گزارتے ہیں حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے اور ان میں وہ عورتیں بھی ہیں جو اپنے خاوند کے پاس ہوتی ہیں جو ان کے لیے حلال اور پاک ہوتا ہے۔ پھر وہ ایک بدکار مرد کے پاس چلی جاتی ہیں اور اس کے ساتھ رات گزارتی ہیں حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے۔ پھر آپ ایک لکڑی کے پاس سے گزرے جو راستہ پر تھی جو کپڑا بھی اس کے پاس سے گزرتا وہ اسے پھاڑ دیتی اور جو چیز بھی اس کے قریب جاتی اسے توڑ دیتی تھی۔ پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ آپ کی امت میں سے اس قوم کی مثال ہے جو راستوں پر بیٹھتے ہیں اور راستہ کو کاٹ دیتے ہیں۔ پھر ایک شخص کے پاس آئے جو ایک لکڑیوں کا بڑا گٹھہ جمع کیے ہوئے تھا اور اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور وہ اس میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔ پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا: یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہوتی ہیں، وہ ان کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا جب کہ وہ ان مزید اٹھانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ پھر ایک قوم کے پاس آئے جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کی قینچیوں کے ساتھ کاٹے جا رہے تھے۔ جب انہیں کاٹا جاتا پھر وہ ٹھیک ہو جاتے۔ انہیں کچھ کمی نہ ہوتی پوچھا جبرئیل یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ فتنہ برپا کرنے والے خطباء ہیں۔ پھر آپ ایک سے پتھر کے پاس آئے جس سے بہت بڑا بیل نکلا۔ پھر وہ بیل اس پتھر میں لوٹنا چاہتا تھا جہاں سے نکلا تھا لیکن وہ داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ وہ شخص ہے جو ایک بڑا کلمہ کہتا ہے پھر اس سے شرمندہ ہوتا ہے لیکن اس کو لوٹانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر آپ ایک وادی میں آئے آپ نے بڑی پاکیزہ اور ٹھنڈی خوشبو اور کستوری کی خوشبو پائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی، پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ جنت کی آواز ہے، یہ کہہ رہی ہے اے میرے رب! مجھے وہ عطا فرما جو تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، میرے کمرے زیادہ ہو چکے ہیں، میرا استبرق، حریر، سندس، عبقر، موتی، مرجان، سونا، چاندی، پیالے، تھال، لوٹے، سواریاں، شہد، پانی، دودھ، شراب سب زیادہ ہو چکے ہیں، تو مجھے اپنے وعدہ کے مطابق عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرے ہر مسلمان مرد اور عورت اور مومن مرد اور عورت ہے۔ جنت نے کہا: میں راضی ہوں پھر آپ ایک وادی میں آئے اور سکوئی کی آواز سنی اور بدبو پائی۔ پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے، یہ کہہ رہی ہے، اے میرے رب! مجھے اپنے وعدہ کے مطابق عطا فرمایا، میری زنجیریں بندھن، بھڑک، گرمی، خار دار جھاڑیاں، پیپ، عذاب زیادہ ہو چکا ہے اور میری گہرائی بہت دور چلی گئی ہے اور میری گرمی بڑی شدید ہو گئی ہے، مجھے اپنے وعدے کے مطابق عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیرے لیے ہر مشرک مرد اور عورت ہے اور کافر مرد اور عورت ہے۔ ہر خبیث مرد اور عورت ہے اور ہر جابر ہے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ دوزخ نے کہا میں راضی ہوں۔

پھر آپ چلے حتی کہ بیت المقدس آئے۔ وہاں اترے اپنے گھوڑے کو چٹان سے باندھ دیا۔ پھر اندر داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب نماز مکمل ہوئی تو فرشتوں نے پوچھا جبرئیل یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ پوچھا ان کو بلایا گیا ہے۔ جبرئیل نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجے۔ بھائی اور خلیفہ کی طرف سے اچھا بھائی ہے۔ اچھا خلیفہ ہے اور ان کا آنا مبارک اور اچھا ہے۔ پھر آپ انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملے۔ انہوں نے اپنے رب کی تعریف کی۔ حضرت ابراہیم نے کہا سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے مجھے خلیل بنایا اور مجھے عظیم بادشاہی عطا فرمائی اور مجھے اطاعت شعار قائد بنایا کہ میری اقتدا کی جاتی ہے اور مجھے آگ سے نجات عطا فرمائی اور مجھ پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا کر دیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ کی تعریف کی اور کہا سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے مجھے اپنے ساتھ کلام کا شرف بخشا اور آل فرعون کو ہلاک کیا اور بنی اسرائیل کو میرے وسیلہ سے نجات دی اور میری امت میں ایسی افراد پیدا فرمائے جو حق کو راہنمائی کرتے ہیں اور حق کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔ پھر داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف کی اور کہا سب تعریف اللہ کے لیے جس نے مجھے عظیم بادشاہی عطا فرمائی اور مجھے زبور سکھائی اور میرے لیے لوہے کو نرم فرمایا اور میرے لیے پہاڑوں کو مسخر کیا وہ تسبیح بیان کرتے تھے اور ساتھ پرندے بھی تسبیح بیان کرتے تھے اور مجھے حکمت اور فصل الخطاب عطا فرمایا پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف کی اور کہا سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہواؤں کو مسخر کیا اور میرے شیطانوں کو مسخر کیا جو میری منشا کے مطابق محرابوں، تماثیل اور بڑے حوضوں کی طرح لگن اور جمی رہنے والی دیگیں تیار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پرندوں کی زبان سکھائی اور ہر چیز میں سے بہت چیز عطا فرمائی اور میرے لیے شیطانوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر مسخر فرمائے اور مجھے بہت مومن بندوں میں سے فضیلت عطا فرمائی اور مجھے ایسی عظیم بادشاہی عطا فرمائی جو میرے بعد کسی کے لیے مناسب نہ رکھی گئی اور میری بادشاہی پاکیزہ بادشاہی بنایا جس میں کسی قسم کا حساب نہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کی تعریف کی۔ کہا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے کلمہ بنایا اور میری مثل کو آدم کی مثل بنایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا تھا۔ پھر فرمایا بن جا تو وہ بن گیا۔ اللہ نے مجھے کتاب، حکمت، تورات اور انجیل عطا فرمائی اور مجھے ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندے کی ہیئت تیار کروں پھر اس میں روح پھونکوں تو وہ اذن الٰہی سے پرندہ بن جاتا تھا، اس نے مجھے شرف بخشا کہ میں مادرزاد اندھے اور برص کے مریض کو اللہ کے اذن سے ٹھیک کرتا ہوں اور اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور اس نے مجھے رفعت بخشی اور مجھے پاک کیا اور مجھے اور میری والدہ کو شیطان رجیم سے پناہ دی، شیطان کو ہم پر گرفت کی طاقت نہیں ہے۔ پھر محمد ﷺ نے اپنے رب کی تعریف کی۔ فرمایا تم میں سے ہر ایک نے اپنے رب کی تعریف کی ہے، میں بھی اپنے رب کی تعریف کرنے والا ہوں۔ فرمایا سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنایا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا، مجھ پر ایسا قرآن نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو بہتر امت بنایا جو تمام امتوں سے لگائی گئی ہے اور میری امت کو امت وسط فرمایا، میری امت ہی اولین و آخرین ہونے کے شرف سے مشرف ہے۔ اس نے میرے لیے میرا سینہ کشادہ کر دیا، میرا بوجھ مجھ سے اتار دیا اور میری خاطر

میرے ذکر کو بلند کیا اور مجھے فاتح اور خاتم بنایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اس وجہ سے محمد ﷺ کو تم پر فضیلت ہے۔ پھر تین برتن لائے گئے جن کے منہ بند تھے۔ ایک برتن لایا گیا جس میں پانی تھا، کہا گیا اس کو پیو! آپ ﷺ نے اس سے تھوڑا سا پیا پھر دوسرا برتن پیش کیا گیا۔ اس میں شراب تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں یہ نہیں پسند کرتا، میں سیر ہو چکا ہوں۔ جبرئیل نے کہا یہ شراب تمہاری امت پر حرام کر دی جائے گی۔ اگر آپ اسے پی لیتے تو بہت تھوڑے لوگ آپ کی اتباع کرتے پھر جبرئیل مجھے آسمان کی طرف لے گئے۔ دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا جبرئیل! یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ، پوچھا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا اللہ اسے سلامت رکھے بھائی اور خلیفہ طور پر، اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں۔ ان کا آنا مبارک ہے پس آسمان میں داخل ہوئے تو ایک تام الخلق انسان بیٹھا تھا جس کی تخلیق میں کوئی کمی نہ تھی جیسے کہ لوگوں کی خلقت میں کمی ہوتی ہے، اس کی دائیں جانب ایک دروازہ تھا جس سے پاکیزہ ہوا آ رہی تھی اور بائیں جانب ایک دروازہ تھا اس سے بری ہوا آ رہی تھی۔ جب اس نے دائیں طرف والے دروازہ کی طرف دیکھا تو خوش ہوا اور مسکرایا اور جب بائیں طرف والے دروازے کی طرف دیکھا تو پریشان ہوئے اور رو دیئے۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ آپ کے باپ آدم ہیں اور یہ دائیں طرف والا دروازہ جنت کا ہے، اس نے جب اس میں داخل ہونے والی اپنی اولاد کو دیکھا تو ہنستے اور خوش ہوئے اور بائیں جانب والا دروازہ جہنم کا دروازہ ہے۔ جب اس میں داخل ہونے والی اولاد کو دیکھا تو پریشان ہوئے اور رونے لگے۔ پھر جبرئیل دوسرے آسمان کی طرف گے، انہوں نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ، پوچھا ان کو بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ بھائی اور خلیفہ کو سلامت رکھے، ان کا آنا مبارک ہے، وہاں دونو جوان تھے پوچھا جبرئیل! یہ دونوں کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا ہیں۔ پھر جبرئیل مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے گئے، دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: جبرئیل۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ، پوچھا، انہیں بلایا گیا ہے۔ جبرئیل نے کہا ہاں، انہوں نے اللہ تعالیٰ بھائی اور خلیفہ کو سلامت رکھے، اچھا بھائی اور اچھا خلیفہ ہے، ان کا آنا مبارک ہے۔ پھر آسمان کے اندر داخل ہوئے تو ایک شخص بیٹھا تھا جسے حسن میں تمام لوگوں پر ایسی فضیلت دگئی تھی جیسے چودھویں کے چاند کو تمام ستاروں پر ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا تمہارا بھائی یوسف علیہ السلام ہے۔ پھر مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے، دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے، جبرئیل نے کہا محمد ﷺ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے۔ جبرئیل نے کہا ہاں، انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ بھائی اور خلیفہ کو سلامت رکھے۔ اچھے بھائی اور اچھا خلیفہ ہے۔ ان کا آنا مبارک ہے، اندر آسمان میں داخل ہوئے تو اس میں ایک شخص بیٹھا تھا۔ پوچھا جبرئیل یہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا حضرت ادریس علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے بلند مقام عطا فرمایا ہے پھر مجھے پانچویں آسمان پر لے گئے، اس کا دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے، جبرئیل نے کہا محمد ﷺ۔ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں، انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ

بھائی اور خلیفہ کو سلامت رکھے۔ اچھے بھائی اور اچھا خلیفہ ہے۔ ان کا آنا مبارک ہے۔ پھر آپ داخل ہوئے تو وہاں ایک شخص بیٹھا تھا جس کے اردگرد کے لوگ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ ہارون المحبب ہیں اور یہ بنی اسرائیل ہیں۔ پھر مجھے چھٹے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ۔ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں، انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ بھائی اور خلیفہ کو سلامت رکھے۔ اچھے بھائی اور اچھا خلیفہ ہے۔ ان کا آنا اچھا ہے۔ پس وہاں ایک شخص بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ اس کے پاس سے گزرے تو وہ رونے لگا، آپ ﷺ نے پوچھا جبرئیل یہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: یہ موسیٰ ہیں۔ پوچھا یہ کس لیے رو رہے ہیں؟ اس نے کہا بنو اسرائیل یہ گمان کرتے ہیں کہ میں اللہ کی بارگاہ میں تمام بنی آدم سے معزز ہوں جب کہ یہ شخص بنی آدم میں سے میرے بعد دنیا میں آیا جب کہ میں دوسرے جہان میں ہوں، اگر یہ خود اتنا بلند مرتبہ ہوتا تو مجھے کوئی پرواہ نہ تھی لیکن ہر نبی اپنی امت کے ساتھ اس کی امت میں ہے۔ پھر جبرئیل آپ کو ساتویں آسمان کی طرف لے گئے، اس کا دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد ﷺ۔ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں، انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ بھائی اور خلیفہ کو سلامت رکھے۔ اچھے بھائی اور اچھا خلیفہ ہے۔ آپ کا آنا مبارک ہے، آپ ﷺ آسمان کے اندر تشریف لے گئے۔ تو ایک شخص بیٹھا تھا جس کے سر کے بال سفید اور سیاہ تھے۔ وہ جنت کے دروازہ پر کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے پاس کچھ سیاہی تھی، یہ لوگ جن کے رنگوں میں کچھ سیاہی تھی۔ وہ ایک نہر میں داخل ہوئے، اس میں غسل کیا، پھر باہر نکلے تو ان کے جسموں پر کوئی سیاہ کا نشان نہ تھا۔ پھر دوسری نہر میں داخل ہوئے، اس میں غسل کیا تو ان کے رنگ خالص ہو گئے، پھر وہ ایک اور نہر میں داخل ہوئے۔ اس میں غسل کیا، باہر نکلے تو ان کے رنگ خالص ہو چکے تھے حتیٰ کہ دوسرے لوگوں کی مثل ان کے رنگ خالص ہو چکے تھے۔ پس وہ آئے اور اپنے ساتھیوں کے پاس بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے پوچھا جبرئیل! یہ سیاہ، سفید بالوں والا کون ہے؟ یہ سفید چہروں والے کون ہیں اور جن کے چہروں میں کچھ نہ تھا یہ کون ہیں؟ یہ نہریں کیسی ہیں جن میں یہ داخل ہوئے؟ جبرئیل نے کہا یہ سفید، سیاہ بالوں والا شخص آپ کا باپ ابراہیم ہے یہ پہلا شخص ہے جن کے بال زمین پر سفید اور سیاہ ہوئے ہیں، یہ سفید چہروں والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کو گناہوں میں ملوث نہیں کیا اور یہ جن کے رنگوں میں کچھ تھا یہ وہ لوگ ہیں جن کے اچھے اور برے اعمال ملے جلے تھے، پس انہوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، اور یہ نہریں ان میں سے پہلی اللہ کی رحمت ہے، دوسری اللہ کی نعمت ہے اور تیسری اللہ تعالیٰ نے انہی شراب طہور پلائی ہے۔ پھر سدرہ تک پہنچ گئے۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ ایک درخت ہے جس کی اصل سے غیر بدبودار پانی کی نہریں، غیر متغیر ذائقہ والی دودھ کی نہریں اور شراب کی نہریں نکلتی ہیں جو پینے والوں کو لذت بخش ہیں اور خالص شہد کی نہریں نکلتی ہیں۔ یہ وہ درخت ہے جس کے سائے میں شہسوار ستر سال سفر کرے تو وہ اس کو طے نہیں کر سکتا۔ اور اس کا ایک پتہ پوری امت کو ڈھانپ لیتا ہے اس پر خلاق عزوجل کا نور چھایا ہوا ہے، اس پر ملائکہ چھائے ہوتے ہیں۔ فرشتے اس پر کوؤں کی مثل اترتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے کلام فرمائی اور فرمایا طلب کرو (جو چاہو) آپ ﷺ نے کہا

(میں کیا طلب کروں) تو ابراہیم کو خلیل بنایا اور اسے عظیم شاہی بخشی، تو نے موسیٰ سے کلام فرمایا، داؤد علیہ السلام کو ملک عظیم عطا فرمایا، ان کے لیے لوہے کو نرم فرمایا اور ان کے لیے پہاڑوں کو مسخر کریا اور تو نے سلمان علیہ السلام کو عظیم بادشاہی عطا فرمائی اس کے لیے تو نے جن، انس اور شیطانوں کو مسخر کیا اور ان کے لیے ہواؤں کو مسخر کیا اور تو نے انہیں ایسی بادشاہ بخشی جو ان کے بعد کسی کو لائق نہیں۔ تو نے عیسیٰ علیہ السلام کو تورات اور انجیل سکھائی اور تو نے ان کو یہ شان بخشی کہ وہ تیرے حکم سے اندھے اور برص کو درست کرتے تھے اور مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ تو نے اسے اور اس کی والدہ کو شیطان مردود سے پناہ دی، شیطان کے لیے ان پر غلبہ کی کوئی سبیل نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محبوب! میں نے تجھے اپنا خلیل بنایا۔ آپ ﷺ تورات میں حبیب الرحمٰن لکھے ہوئے ہیں، میں نے تجھے تمام لوگوں کے لیے مشاورت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنایا۔ میں نے تیرے سینہ کو کھول دیا، تیرا بوجھ تجھ سے اتار دیا، میں نے تیری خاطر تیرا ذکر بلند کیا۔ میرے ذکر کے ساتھ تیرا ذکر ہوگا، میں نے آپ کی امت کو تمام امت سے بہتر بنایا جو لوگوں سے نکالی گئی ہے۔ میں نے آپ کی امت کو ایسا بنایا ہے کہ وہ ہر خطبہ میں گواہی دیتے ہیں کہ آپ میرے (برگزیدہ) بندے اور میرے رسول ہیں اور میں آپ کی امت میں ایسے لوگ بنائے ہیں کہ ان کے دل ان کے اناجیل میں ہیں۔ اور میں نے تجھے سب سے پہلے نبی بنایا، بعثت کے اعتبار سے آخری بنایا، سب سے پہلے آپ کا فیصلہ ہوگا، میں نے تجھے (سورہ) سبع مثانی عطا فرمائی جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں فرمائی، میں نے تجھے اپنے عرش کے خزانے کے نیچے سے سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطا فرمائیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں فرمائی، میں نے تجھے کوثر عطا فرمائی میں نے تجھے آٹھ حصے عطا فرمائے: اسلام، ہجرت، جہاد، نماز، صدقہ، صوم رمضان، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، میں نے تجھے فاتح اور خاتم بنایا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھے فضیلت دی اور مجھے رحمۃ للعالمین بنایا تمام لوگوں کو خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرنے والا بنایا۔ اور ایک مہینہ کے مسافت سے میرے دشمن کے دل میں میرا رعب ڈال دا۔ میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا میرے لیے ساری زمین سجدہ گاہ اور پاک بنا دی گئی۔ مجھے فواتح الکلام کی نعمت بخشی گئی۔ خواتم الکلام اور جوامع الکلم ہونے کا شرف بخشا گیا۔ مجھ پر میری امت پیش کی گئی حتی کہ مجھ پر تابع اور متبوع کوئی مخفی نہ رہا۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ ایک ایسی قوم پر حملہ آور ہوئے ہیں جو بالوں والی جوتیاں پہنتے ہیں اور میں نے انہیں دیکھا کہ وہ ایسی قوم سے لڑ رہے ہیں جن کے چہرے چوڑے ہیں اور آنکھیں چھوٹی ہیں گویا ان کی آنکھیں سوئی سے چھیدی گئی ہیں اور مجھ پر وہ حادثات بھی مخفی نہ رہے جس سے انہوں نے دو چار ہونا تھا اور مجھے پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا، جب آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آئے تو انہوں نے پوچھا: تمہیں کیا حکم ملا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پچاس نمازیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا، تو واپس جاؤ اور اللہ تعالیٰ نے تخفیف طلب کرو کیونکہ آپ کی امت بہت کمزور ہے۔ میں نے بنی اسرائیل کو بڑی سختی سے آزمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آئے تخفیف کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ پھر آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اب کتنی نمازوں کا حکم ملا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر واپس جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کا سوال

کرو۔ پس اللہ تعالیٰ نے پھر دس کم کر دیں۔ یہ سلسلہ چلتا رہا حتی کہ پانچ نمازیں کم کر دیں گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اب بھی جاؤ اور تخفیف کراؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنے رب کی بارگاہ میں بار بار حاضر ہوتا رہا حتی کہ اب مجھے حیا آتی ہے۔ میں اب نہیں جاؤں گا۔ ارشاد ہوا جیسا کہ آپ نے پانچ نمازوں پر صبر کیا ہے تو یہ پانچ نمازیں پچاس کے قائم مقام ہوں گی اور ہر نیکی کا بدلہ دس نیکیاں ہوں گی۔ پس محمد ﷺ پوری طرح خوش ہوئے۔ جب آپ موسیٰ علیہ السلام سے گزرے تو موسیٰ علیہ السلام پر سخت تھے اور جب آپ واپس آئے تو موسیٰ علیہ السلام سب انبیاء سے زیادہ خیر کا باعث تھے۔ (1)

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن اخیہ عیسیٰ عن ابیہ عبد الرحمن عن ابیہ ابی لیلیٰ رحمہم اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں براق لائے پھر آپ ﷺ کو اس پر اپنے آگے سوار کیا پھر چل پڑے۔ جب وہ براق ایسی جگہ پہنچتا جہاں پستی اور گڑھا ہوتا تو اس کے اگلے پاؤں لمبے ہو جاتے اور پچھلے چھوٹے ہو جاتے حتی کہ وہ ایسی جگہ پر بھی پیٹھ برابر رکھتا اور جب کسی ٹیلے اور بلند جگہ پر پہنچتا تو اس کے اگلے پاؤں چھوٹے ہو جاتے اور پچھلے پاؤں بڑے ہو جاتے حتی کہ وہ برابر رہتا۔ پھر آپ کو راستہ کی دائیں طرف سے ایک شخص ملا۔ اس نے آپ کو دو مرتبہ یہ کہہ کر پکارا! اے محمد! راستہ میری طرف ہے، جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ چلتے رہیں اور کسی سے بات نہ کریں، پھر ایک شخص راستہ کی بائیں طرف سے آیا۔ اس نے بھی یہی کہا اے محمد! راستہ میری طرف ہے۔ جبرئیل نے کہا آپ چلتے جائیں اور کسی سے بات نہ کریں، پھر آپ کے سامنے ایک حسین وجمیل عورت آئی۔ جبرئیل نے آپ ﷺ سے پوچھا: آپ جانتے ہیں راستہ کی دائیں طرف بلانے والا کون تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ جبرئیل نے کہا: وہ یہود تھے جو اپنے دین کی طرف بلا رہے تھے۔ پھر کیا تمہیں معلوم ہے کہ راستہ کی بائیں طرف سے بلانے والا کون تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ جبرئیل نے کہا وہ نصرانی تھے جو اپنے دین کی طرف بلا رہے تھے۔ جبرئیل نے کہا کیا تمہیں اس حسین و شکیل عورت کے بارے علم ہے کہ وہ کون تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ دنیا تھی جو اپنی طرف بلا رہی تھی۔ پھر دونوں چلتے رہے حتی کہ بیت المقدس پہنچ گئے۔ وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا نبی امی کو خوش آمدید۔ وہاں ایک شیخ بھی تھا۔ اس کے بارے آپ ﷺ نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ تمہارے باپ ابراہیم ہیں۔ اور یہ موسیٰ ہیں اور یہ عیسیٰ ہیں۔ پھر نماز کے لیے تکبیر کہی گئی تو سب جلدی جلدی آگئے حتی کہ انہوں نے محمد ﷺ کو امامت کے لیے آگے کیا۔ پھر آپ ﷺ کے سامنے مشروبات پیش کئے گئے۔ نبی کریم ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا۔ جبرئیل نے کہا آپ نے فطرت کو پالیا۔ پھر کہا گیا اپنے رب کی بارگاہ میں چلو، آپ اٹھے اور حریم قدس میں داخل ہوئے۔ پھر واپس آئے تو پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم اپنے رب کی بارگاہ میں جاؤ اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کرو۔ آپ کی امت یہ بوجھ نہیں اٹھا سکے گی۔ آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹے تو انہوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ آپ ﷺ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 11، دار احیاء التراث العربی بیروت

نے فرمایا پچیس نمازیں لوٹا دی گئی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنے رب کی بارگاہ میں دوبارہ جایئے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آئے، تخفیف کرا کر واپس موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے بارہ نمازیں لوٹا دی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنے رب کی بارگاہ میں جاؤ اور تخفیف کا سوال کرو۔ آپ واپس گئے۔ پھر آ کر بتا آ کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کردی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاؤ اور تخفیف کا سوال کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا مجھے اپنے رب تعالیٰ سے حیا آتی ہے، میں اب نہیں جاؤں گا جب کہ میرے رب نے مجھے فرمایا: بے شک تو نے جو مجھ سے سوال کیا میں نے تجھے عطا فرمایا۔

امام ابن عرفہ نے اپنے مشہور جزء میں اور ابونعیم نے دلائل میں، ابن عساکر رحمہم اللہ نے تاریخ میں حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود عن ابیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل ایک جانور لائے جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا، جبرئیل نے مجھے اس پر سوار کیا۔ پھر وہ مجھے لے کر چل پڑا۔ جب کسی بلند جگہ پر چڑھتا تو اس کے پاؤں ہاتھوں کے ساتھ برابر ہو جاتے اور جب کسی پست جگہ اترتا تو اس کے ہاتھ پاؤں کے برابر ہو جاتے حتیٰ کہ ہم ایک شخص کے پاس سے گزرے، جس کے بال لمبے تھے اور سیدھے تھے رنگ گندمی تھا گویا وہ سنوأہ قبیلہ کا فرد ہے۔ وہ کہہ رہا تھا اور آواز کو بلند کر رہا تھا تو نے اسے عزت دی، تو نے اسے فضیلت دی، ہم اس شخص کی طرف گئے، سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا، پوچھا جبرئیل! تیرے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ احمد ہیں۔ انہوں نے کہا نبی امی، عربی کو خوش آمدید۔ جس نے اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور اپنی امت کو نصیحت کی۔ پھر ہم چل پڑے، میں نے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ موسیٰ بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا۔ میں نے پوچھا یہ کس سے جھگڑ رہے تھے۔ جبرئیل نے کہا یہ آپ کے بارے اپنے رب سے جھگڑ رہے تھے۔ میں نے پوچھا وہ اپنے رب تعالیٰ کے حضور آواز بلند کر رہے تھے؟ جبرئیل نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس کی طبیعت کی تیزی کو پہچان لیا ہے۔ پھر ہم چل پڑے حتیٰ کہ ہم ایک درخت کے پاس سے گزرے، اس کے پھل جانوروں کی مانند تھے۔ اس کے نیچے ایک بوڑھا اور اس کے عیال بیٹھے تھے۔ جبرئیل نے مجھے کہا اپنے باپ ابراہیم کے پاس جاؤ، ہم گئے۔ سلام پیش کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ، ہم گئے۔ سلام پیش کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا جبرئیل! تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے آپ کا بیٹا احمد۔ حضرت ابراہیم نے کہا نبی امی کو خوش آمدید! جس نے اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور اپنی امت کو نصیحت کی۔ اے پیارے بیٹے! آج رات تو اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کرنے والا ہے۔ آپ کی امت آخری امت ہے اور کمزور امت ہے۔ اگر تو طاقت رکھتا ہے کہ تیری حاجت یا اس کا کام تیری امت میں بھی رہے تو ایسا کر۔ پس ہم پھر چل پڑے حتیٰ کہ ہم مسجد اقصیٰ پہنچے۔ میں سواری سے نیچا اترا اور سواری کو اس حلقہ سے باندھ دیا۔ مسجد کے دروازہ پر تھا اور اس کے ساتھ انبیاء اپنی سواریاں باندھتے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور میں نے انبیاء کا تعارف کیا جو کچھ کھڑے تھے، کچھ رکوع میں تھے اور کچھ سجدہ میں تھے۔ پھر میرے پاس شہد اور دودھ کے دو پیالے لائے گئے، میں نے دودھ لے لیا اور پی لیا۔ جبرئیل نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور کہا آپ نے فطرت کو پالیا ہے۔

پھر نماز کے لیے تکبیر ہوئی تو میں نے انبیائے کرام کی امامت کرائی پھر ہم واپس آ گئے۔(1)

امام الحارث بن ابی اسامہ، بزار، طبرانی، ابن مردویہ، ابونعیم (نے دلائل میں) اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت علقمہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس براق لایا گیا۔ میں اس پر سوار ہوا، وہ جب کسی پہاڑ پر چڑھتا تو اس کے پاؤں بلند ہو جاتے، جب کسی وادی میں اترتا تو اس کے ہاتھ لمبے ہو جاتے۔ وہ براق ہمیں لے کر ایک ایسی زمین پر آیا جو تاریک اور بدبوار تھی پھر ہم ایسی زمین پر پہنچے جہاں سے پاکیزہ خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ پہلی زمین دوزخ کی زمین تھی اور یہ جنت کی زمین ہے۔ پھر میں ایک شخص کے پاس آیا جو کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا جبرئیل! یہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ تمہارے بھائی عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ پھر ہم چلتے رہے حتی کہ ہم نے ایک آواز سنی کہ کوئی جھگڑا کر رہا ہے۔ ہم ایک شخص کے پاس آئے۔ اس نے پوچھا جبرئیل! تیرے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا آپ کے بھائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس انہوں نے سلام کیا اور برکت کی دعا کی اور کہا اپنی امت کے لیے آسانی کا سوال کرو۔ میں نے پوچھا جبرئیل! یہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ آپ کے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں میں نے کہا وہ کس سے جھگڑ رہے تھے۔ جبریل نے کہا وہ اللہ تعالیٰ سے جھگڑ رہے تھے۔ میں نے کہا اپنے رب سے جھگڑ رہے تھے؟ جبرئیل نے کہا ہاں ان کی طبیعت کی تیزی معروف ہے۔ پھر ہم چلے۔ میں نے روشن چراغ دیکھے۔ میں نے کہا جبرئیل! یہ کیا ہے۔ جبرئیل نے کہا یہ تیرے باپ ابراہیم کا درخت ہے، تم اس کے قریب ہو جاؤ، میں اس کے قریب ہوا، تو ابراہیم علیہ السلام نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے برکت کی دعا دی۔ پھر ہم چلے حتی کہ ہم بیت المقدس پہنچے، میں نے اپنی سواری کو اس حلقہ کے ساتھ باندھ دیا جس کے ساتھ انبیائے کرام اپنی سواریاں باندھتے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا، میرے لیے انبیاء کرام کو پیش کیا گیا۔ بعض کو اللہ تعالیٰ نے نام بتائے اور بعض کے نہ بتائے سوائے تین انبیائے کرام نے باقی سب کو میں نے نماز پڑھائی اور یہ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام تھے۔(2)

امام ابن مردویہ نے المغیرہ بن عبدالرحمٰن عن ابیہ عن عمر بن الخطاب کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے معراج کی رات مسجد کے اگلے حصے میں جماعت کرائی پھر میں صخرہ کی طرف گیا وہاں ایک فرشتہ کھڑا تھا جس کے پاس تین برتن تھے۔ میں نے شہد کو لے لیا اور اس نے تھوڑا سا پی لیا، پھر میں نے دوسرا برتن لیا اور اس سے بھی پیا حتی کہ میں سیر ہو گیا اور یہ دودھ کا برتن تھا۔ پھر اس فرشتہ نے کہا تیسرے پیالہ سے پیو جب کہ اس میں شراب تھی۔ میں نے کہا میں سیر ہو چکا ہوں۔ فرشتے نے کہا اگر آپ اس سے پیتے تو آپ کی امت کبھی فطرت پر جمع نہ ہوتی۔ پھر جبرئیل مجھے آسمان کی طرف لے گئے۔ مجھ پر نماز فرض کی گئی۔ پھر میں حضرت خدیجہ کے پاس آیا جب کہ انہوں نے ابھی پہلو نہیں بدلا تھا۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں۔ جس رات کو رسول اللہ

1۔ تہذیب تاریخ دمشق الکبیر از ابن عساکر، باب ذکر عروجہ الی السماء، جلد 1، صفحہ 386، دار المسیرۃ بیروت

2۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 69 (9976)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر کرائی گئی تھی اس رات آپ میرے گھر میں تھے۔ میں نے رات کے وقت آپ کو نہ پایا تو میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی کہ کہیں قریش آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل امین میرے پاس آئے، میرا ہاتھ پکڑا پھر مجھے گھر سے باہر نکلا۔ دروازے پر ایک جانور کھڑا تھا جو خچر سے چھوٹا تھا اور گدھے سے بڑا تھا۔ جبرئیل نے مجھے اس پر سوار کیا۔ پھر وہ چلا تو مجھے بیت المقدس لے آیا، جبرئیل نے مجھے حضرت ابراہیم دکھائے جن کی شکل میری شکل کے مشابہ تھی اور میری شکل ان کی شکل کے مشابہ تھی۔ پھر انہوں نے مجھے موسیٰ علیہ السلام دکھائے جن کا رنگ گندمی تھا اور قد لمبا تھا، بال سیدھے تھے۔ وہ ازدشنوأہ قبیلہ کے مشابہ تھے، مجھے عیسیٰ علیہ السلام دکھائے وہ درمیانے قد کے تھے رنگ سفید تھا جو سرخی مائل تھی۔ وہ عروہ بن مسعود الثقفی کے مشابہ تھے۔ مجھے دجال دکھایا جس کی دائیں آنکھ بالکل صاف کر دی گئی تھی۔ وہ قطن بن عبدالعزی کے مشابہ تھا۔ فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ قریش کے پاس جاؤں اور انہیں اپنے مشاہدہ کے بارے بتاؤں۔ حضرت ام ہانی فرماتی ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کی: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہیں جو تمہیں جھٹلائے گی اور آپ کی بات کا انکار کرے گی، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ آپ پر حملہ نہ کر دیں۔ ام ہانی فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ سے کپڑا کھینچا پھر قریش کی طرف چلے گئے۔ آپ تشریف لائے تو وہ اپنی مجلس میں بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، اپنے مشاہدات کے بارے بتایا تو مطعم بن عدی کھڑا ہوا اور عرض کی یا محمد! اگر میں جوان ہوتا تو آپ کبھی ایسی کلام نہ کرتے جو آپ نے اب کی ہے جب کہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ایک اور شخص نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ فلاں جگہ پر ہمارے اونٹوں کے پاس سے گزرے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اللہ کی قسم! میں نے ان کو پایا ہے، اس قافلہ کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا، وہ اس کو تلاش کر رہے تھے۔ پھر اس نے پوچھا: کیا آپ بنی فلاں کے اونٹوں کے پاس سے گزرے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ میں نے ان کو فلاں مقام پر پایا تھا، ان کی سرخ اونٹنی کا پاؤں ٹوٹ چکا تھا۔ میں نے ان کے پاس ایک پانی کا پیالہ پایا، میں اس سے پانی پیا۔ لوگوں نے کہا: تم بتاؤ اس قافلہ کے اونٹوں کی تعداد کتنی تھی اور اس میں چرواہے کتنے تھے۔ فرمایا مجھے ان کے اونٹوں کی تعداد معلوم نہ تھی۔ میں کھڑا ہوا تو اونٹ میرے سامنے کر دیئے گئے۔ میں نے انہیں شمار کیا اور جتنے ان میں چرواہے تھے وہ بھی شمار کر لیے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے پاس آئے اور انہیں فرمایا تم نے مجھ سے فلاں کے اونٹوں کے متعلق پوچھا تھا۔ وہ اتنے ہیں اور ان میں فلاں فلاں چرواہے ہیں اور تم نے مجھ سے بنی فلاں کے اونٹوں کے متعلق پوچھا، وہ اتنے ہیں اور ان کے چرواہوں میں ابن ابی قحافہ اور فلاں فلاں ہیں۔ وہ صبح وادی میں پہنچے گا۔ وہ وادی کے دہانے آپ کی بات کی صداقت پرکھنے کے لیے انتظار کرنے لگے۔ پس انہوں نے اونٹوں کے قافلہ کو پایا تو قافلہ والوں سے پوچھا کیا تمہارا اونٹ گم ہوا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں، دوسرے قافلے سے یہ سوال کیا کہ تمہاری سرخ اونٹنی کا پاؤں ٹوٹ تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا کیا تمہارے پاس پانی کا پیالہ تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! میں نے وہ پیالہ رکھا تھا، ہم میں نے کسی نے اس پیالہ سے پانی نہیں پیا تھا اور نہ زمین پر اس سے پانی بہایا تھا، پس صدیق اکبر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لائے۔ پس اس دن آپ کو صدیق کا لقب ملا۔ (1)

1۔ معجم کبیر، جلد 24، صفحہ 432 (1059)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

امام ابویعلیٰ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ اندھیرے میں تشریف لائے جب کہ میں اپنے بستر پر تھی، ارشاد فرمایا: میں اس رات مسجد میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس جبرئیل امین آئے اور مجھے مسجد کے دروازہ پر لے گئے۔ وہاں ایک جانور تھا جس کا رنگ سفید تھا اور قد وقامت میں گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، وہ اپنے کانوں کو حرکت دیتا تھا۔ میں اس پر سوار ہوا تو وہ اتنا تیز رفتار تھا کہ حد نظر پر قدم رکھتا تھا جب وہ کسی نچلی جگہ پر مجھے لے کر جاتا تو اس کے ہاتھ لمبے ہو جاتے اور اس کے پاؤں چھوٹے ہو جاتے اور جب مجھے لے کر وہ کسی اونچی جگہ پر جاتا تو اس کے پاؤں لمبے ہو جاتے اور ہاتھ چھوٹے ہو جاتے۔ جبرئیل میرے ساتھ ساتھ رہے حتی کہ ہم بیت المقدس پہنچ گئے۔ میں نے براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس کے ساتھ انبیائے کرام اپنی سواریاں باندھتے تھے۔ پس میرے لیے انبیائے کرام کا ایک گروہ پیش ہوا جن میں ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام بھی تھے۔ میں نے تمام کو نماز پڑھائی اور ان سے بات چیت کی۔ پھر مجھے دو برتن پیش کیے گئے۔ ایک سرخ تھا اور ایک سفید۔ میں نے سفید کو پی لیا۔ جبرئیل نے مجھے کہا آپ نے دودھ پیا اور شراب کو چھوڑ دیا، اگر آپ شراب پیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ پھر میں براق پر سوار ہوا اور مسجد حرام میں آیا۔ وہاں صبح کی نماز پڑھی۔ ام ہانی فرماتی ہیں: میں نے آپ ﷺ کی چادر سے پکڑ لیا اور عرض کی: اے میرے چچا کے بیٹے! خدا کا واسطہ! اگر آپ یہ سفر معراج قریش کے سامنے بیان کریں گے تو یہ تمہاری تکذیب کریں گے۔ آپ ﷺ نے میرے ہاتھ کو جھٹکا دیا اور میرے ہاتھ سے چادر چھڑا لی۔ پس آپ ﷺ کے بطن سے کپڑا اٹھ گیا تو میں نے ازار کے اوپر سے آپ ﷺ کی ابھری ہوئی جگہ دیکھی گویا کہ وہ لپیٹے ہوئے کاغذ ہیں۔ آپ کے دل کے پاس نور چھایا ہوا تھا، قریب تھا کہ وہ میری آنکھیں اچک لیتا، میں سجدہ میں گر گیا۔ جب میں نے سر اٹھایا تو آپ باہر جا چکے تھے۔ میں نے اپنی لونڈی سے کہا تم حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا کہتے ہیں اور پھر انہیں کیا کہا جاتا ہے۔ جب لونڈی واپس آئی تو اس نے مجھے بتایا کہ آپ ﷺ قریش کے ایک گروہ کے پاس جن میں المطعم بن عدی، عمرو بن ہشام اور ولید بن مغیرہ بھی شامل تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے رات کو اس مسجد میں نماز پڑھی اور صبح بھی اسی مسجد میں پڑھی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان بیت المقدس گیا، میرے لیے انبیائے کرام پیش کیے گئے جن میں حضرت ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ میں نے انہیں نماز پڑھائی اور ان سے کلام کیا، عمرو بن ہشام نے ایک مزاحیہ کے انداز میں کہا آپ ہمارے لیے ان کی صفات بیان فرمائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام درمیانہ قد تھے، نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ زیادہ پست قد۔ ان کا سینہ چوڑا تھا اور گھنگھریالے تھے۔ ان پر سفیدی غالب تھی گویا کہ وہ عروہ بن مسعود الثقفی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام بھاری بھرکم، گندمی رنگ اور لمبے قد کے تھے گویا کہ آپ ازدشنوآہ قبیلہ کے مردوں میں ہیں، ان کے بال زیادہ تھے۔ آنکھیں گہری تھیں، دانت جڑے ہوئے تھے۔ ہونٹ باریک تھے اور سخت مزاج تھے اور ابراہیم علیہ السلام اللہ کی قسم! از روئے شکل وشباہت کے ان سے زیادہ مشابہ ہوں، لوگوں نے آپ کی باتیں سن کر شور مچا دیا۔ المطعم نے کہا: آج سے پہلے آپ نے جو کچھ کیا وہ قابل تقلید تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جھوٹے ہیں، ہم بیت المقدس جاتے ہوئے ایک مہینہ نشیب وفراز کا سفر بڑی مشکل سے کرتے ہیں۔

6B

آپ کہتے ہیں کہ میں نے یہ مسافت ایک رات میں طے کر لی ہے، لات وعزیٰ کی قسم! میں آپ کی تصدیق نہیں کروں گا۔ سیدنا ابوبکر نے کہا: اے مطعم! تو نے اپنے بھتیجے کو بہت بری بات کہی ہے، تو نے اسے جھٹلایا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں، لوگوں نے کہا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے بیت المقدس کا وصف بیان کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں رات کو بیت المقدس میں داخل ہوا اور رات کو ہی اس سے باہر نکلا۔ پس جبرئیل امین نے اپنے پر میں بیت المقدس کا نقشہ پیش کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتانا شروع کر دیا کہ فلاں دروازہ فلاں جگہ پر ہے، فلاں دروازہ فلاں جگہ پر ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے صدقت، صدقت آپ نے سچ فرمایا۔ آپ نے درست فرمایا۔ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تیرا نام صدیق رکھا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہمارے قافلہ کے متعلق بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روحاء کے مقام پر بنی فلاں کے قافلہ سے ملا، ان کی اونٹنی گم ہو چکی تھی، وہ اس کی تلاش کر رہے تھے۔ تو میں ان کی سواریوں کے پاس پہنچا۔ ان کے پاس کوئی شخص موجود نہ تھا۔ وہاں ایک پانی کا پیالہ پڑا تھا، میں نے اس سے پانی پیا۔ پھر میں بنی فلاں کے قافلہ کے پاس پہنچا۔ میری وجہ سے ان کا اونٹ بدک گیا اور ان کا ایک سرخ اونٹ بیٹھ گیا جس پر سفید لکیروں والی بوریاں لدی ہوئی تھیں۔ مجھے معلوم نہیں اونٹ کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی یا نہیں۔ پھر میں تنعیم کے مقام پر بنی فلاں کے قافلہ سے ملا۔ اس قافلہ کی قیادت ایک خاکستری رنگ کا اونٹ کر رہا ہے اور یہ وادی سے تم پر ظاہر ہونے والا ہے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا: یہ جادوگر ہے۔ پس وہ قافلہ کو دیکھنے کے لیے گئے تو انہوں نے اسی طرح پایا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادوگر کی تہمت لگائی۔ اور کہا کہ ولید نے سچ کہا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (الاسراء: 60)

امام ابن اسحٰق اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر کرائی گئی اس رات آپ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ جب صبح سے تھوڑا پہلے کا وقت تھا۔ تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیار کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی تو فرمایا: اے ہانی! میں نے عشاء کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی جس طرح تم نے دیکھا۔ پھر میں بیت المقدس گیا اور وہاں نماز پڑھی۔ پھر میں نے صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی جیسا کہ تم نے دیکھا ہے۔ (1)

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر، ام سلمہ، عائشہ، ام ہانی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے (بعض کی حدیث بعض کی حدیث میں داخل ہے) فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سترہ ربیع الاول کی رات ہجرت سے ایک سال پہلے شعب ابی طالب سے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے گدھے سے بڑے اور خچر سے چھوٹے سفید جانور پر سوار کیا گیا جس کی رانوں میں دو پر تھے جن کے ساتھ وہ اپنے قدموں کو چھپاتا تھا۔ جب میں سوار ہونے کے لیے اس کے قریب گیا تو وہ بدکنے لگا جبرئیل نے اس کی گردن کے بالوں پر اپنا ہاتھ رکھا اور کہا: اے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 7، دار احیاء التراث العربی بیروت

براق! تجھے شرم نہیں آتی تو کیا کر رہا ہے، اللہ کی قسم! تیرے اوپر محمد ﷺ سے زیادہ معزز بندہ سوار نہیں ہوا۔ براق کو حیا آئی حتی کہ اس کا پسینہ بہنے لگا۔ پھر وہ قرار پذیر ہوا حتی کہ میں اس پر سوار ہو گیا۔ اس نے اپنے کان کھڑے کیے اور زمین پر چلنے لگا۔ تو اپنی حد نظر پر قدم رکھتا تھا۔ اس کی پیٹھ لمبی تھی اور اس کے کان بھی لمبے تھے۔ میرے ساتھ جبرئیل بھی چلتے رہے اور حتی کہ میں بیت المقدس پہنچا براق پہنچا جہاں وہ ٹھہرا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے باندھ دیا اور یہی جگہ انبیائے کرام کی سواریاں باندھنے کے لیے تھی میں نے انبیائے کرام کو دیکھا وہ میرے لیے جمع کیے گئے تھے۔ میں نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیکھا، میں نے گمان کیا کہ یقیناً ان کے لیے کوئی امام ہو گا، مجھے جبرئیل نے مصلی امامت پر آگے کر دیا حتی کہ میں نے سب کو نماز پڑھائی اور میں نے ان سے سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا ہمیں توحید کے ساتھ مبعوث کیا گیا تھا۔ بعض نے فرمایا: نبی کریم ﷺ اس رات مفقود ہوئے تھے۔ بنوعبدالمطلب آپ کی تلاش میں نکلے تھے۔ حضرت عباس نکلے حتی کہ وادی ذی طویٰ میں پہنچ گئے اور زور زور سے آوازیں لگانے لگے یا محمد، یا محمد! رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس کو جواب دیا لبیک، لبیک، عباس نے فرمایا: اے میرے بھائی کے بیٹے! آپ نے اپنی قوم کو آج رات بہت تھکا دیا ہے، تم کہاں چلے گئے تھے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں بیت المقدس گیا تھا، عباس نے کہا: اس رات کو؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں، عباس نے کہا تمہیں خیر تو ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے خیر ہے۔ ام ہانی نے کہا آپ ﷺ کو سیر میرے گھر سے کرائی گئی، آپ ﷺ سوئے ہوئے تھے۔ فجر کے طلوع ہونے سے پہلے ہم بیدار ہوئے، آپ ﷺ اٹھے اور صبح کی نماز ادا فرمائی اور فرمایا: اے ام ہانی! میں نے عشاء کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی تھی جیسا کہ تو نے اس وادی میں دیکھا تھا۔ پھر میں بیت المقدس گیا اور وہاں نماز پڑھی۔ پھر میں نے صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی۔ پھر آپ باہر جانے کے لیے اٹھے تو میں نے عرض کی: یہ بات لوگوں کو نہ بتائیں ورنہ آپ کی وہ تکذیب کریں گے اور اذیت دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ضرور بیان کروں گا۔ پس آپ نے انہیں خبر دی تو وہ بہت متعجب ہوئے اور کہنے لگے: ہم نے ایسی بات پہلے کبھی نہیں سنی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل امین سے کہا اے، جبرئیل! میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی۔ جبرئیل نے کہا: ابوبکر آپ کی تصدیق کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔ بہت لوگ آزمائش میں مبتلا ہو گئے اور گمراہ ہو گئے جو پہلے اسلام قبول کر چکے تھے، پھر میں حطیم میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا۔ میں انہیں بیت المقدس کو دیکھ کر اس کی نشانیاں بتاتا گیا۔ بعض لوگوں نے پوچھا: مسجد کے کتنے دروازے ہیں؟ میں نے اس کے دروازے شمار نہیں کیے تھے، پس میں نے اس کے دروازوں کو دیکھنا شروع کر دیا اور ان کو شمار کر کے انہیں بتاتا گیا۔ میں نے انہیں ان کے اس قافلہ کے متعلق بتایا جو مجھے راستہ میں ملا تھا اور جو اس میں نشانیاں تھیں وہ سب میں نے انہیں بتا دیں، پس انہوں نے وہ تمام نشانیاں ہو بہو دیکھ لیں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی تھی وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (الاسراء: 60) فرماتے ہیں: اس رؤیا سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے، آپ ﷺ نے اپنی آنکھ سے سب کچھ دیکھا تھا۔ (1)

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 1، صفحہ 214، دار صادر بیروت

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ ان دنوں نے دلائل میں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سیر کی رات براق پیش کیا گیا تو اس پر زین ڈالی ہوئی تھی اور اسے لگام بھی دی گئی تھی۔ آپ سوار ہونے لگے تو وہ تھوڑا بدکا، جبرئیل نے اسے کہا: کیا تو محمد ﷺ کے ساتھ ایسا کرتا ہے؟ اللہ کی قسم! اللہ کی بارگاہ میں ان سے زیادہ مکرم بندہ مخلوق میں سے کوئی تیری پیٹھ پر سوار نہیں ہوا۔ پس اس جملہ سے براق کا پسینہ بہنے لگا۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رحمہم اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ہجرت سے ایک سال پہلے سترہ ربیع الاول کو سیر کرائی گئی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے سے سولہ ماہ پہلے بیت المقدس کو سیر کرائی گئی۔ (2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے السدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو ہجرت سے سولہ ماہ قبل سیر کرائی گئی۔ (3)

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، نسائی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے کتاب ''حیاۃ الانبیاء'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سیر والی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، وہ اپنی قبر میں سرخ ٹیلہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ (4)

ابویعلی، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے کسی صحابی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے جب کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ فرمایا: مجھے بتایا گیا کہ آپ ﷺ کو براق پر سوار کیا گیا۔ فرمایا: میں نے گھوڑے کو باندھ دیا یا فرمایا: سواری کو حلقہ سے باندھ دیا۔ ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ اس کا وصف بیان فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایسا تھا، ایسا تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے اسے دیکھا تھا۔ (5)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے آسمان کی طرف سیر کرائی گئی تو میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے سیر کرائی گئی تو میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو آپ قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے تھے۔

1۔ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 5، صفحہ 281 (3131)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب الاسراء، برسول اللہ ﷺ، جلد 2، صفحہ 354، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 355

4۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، کتاب الفضائل، جلد 15، صفحہ 108 (2375)، دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب معراج رسول اللہ ﷺ، جلد 2، صفحہ 361، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر کرائی گئی تو انبیائے کرام کے پاس سے گزرے جن کے ساتھ لوگوں کے گروہ تھے۔ بعض انبیائے کرام کے ساتھ ایک قوم تھی اور کئی انبیائے کرام ایسے بھی تھے جن کے ساتھ کوئی ایک فرد بھی نہ تھا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواد عظیم کے پاس سے گزرے۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ لیکن سر اٹھاؤ اور دیکھو، ایک سواد عظیم تھا جس نے دونوں اطراف سے افق کو ڈھانپ رکھا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ اور ان کے سوا اور لوگ آپ کی امت سے ہیں۔ ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے میں چلے گئے، نہ صحابہ کرام نے سوال کیا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر بیان فرمائی۔ کہنے والوں نے کہا اس سے مراد ہم (صحابہ) ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد ہمارے بیٹے ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ داغتے ہیں، نہ دم کرتے ہیں اور نہ فال پکڑتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ حضرت عکاشہ بن محصن اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں ان لوگوں سے ہوں؟ فرمایا ہاں تو ان سے ہے۔ ایک اور شخص اٹھا اور عرض کی کیا میں ان میں سے ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سلسلہ میں عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ہے۔

امام احمد، نسائی، البزار، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے سیر کرائی گئی تو میرے پاس سے ایک پاکیزہ خوشبو کا گزر ہوا۔ میں نے جبرئیل سے یہ خوشبو کیسی ہے؟ جبرئیل نے کہا: بنت فرعون کو کنگھی کرنے والی اور اس کی اولاد کی، وہ اس کی کنگھی کر رہی تھی تو اس کے ہاتھ سے کنگھی گری، اس نے کہا بسم اللہ، فرعون کی وہ بیٹی نے کہا اللہ سے مراد میرا باپ ہے۔ کنگھی کرنے والی نے کہا بلکہ اس سے مراد میرا، تیرا اور تیرے باپ کا رب ہے، اس نے کہا کیا تیرا میرے باپ کے سوا بھی کوئی رب ہے؟ کنگھی کرنے والی نے کہا ہاں۔ فرعون کی بیٹی نے کہا: میں اپنے باپ کو یہ بات بتاؤں، کنگھی کرنے والی نے کہا ہاں، فرعون کی بیٹی نے فرعون کو یہ واقعہ سنایا تو اس نے اس عورت کو بلایا اور پوچھا تیرا میرے سوا بھی کوئی رب ہے؟ اس عورت نے کہا ہاں، میرا اور تیرا رب اللہ ہے جو آسمانوں میں ہے۔ فرعون نے تانبے کا ایک کڑھا کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس عورت کو اور اس کی اولاد کو اس میں ڈالنے کا حکم دیا، عورت نے کہا مجھے تم سے ایک گزارش کرنی ہے، فرعون نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میری ہڈیاں اور میری اولاد کی ہڈیاں جمع کی جائیں اور انہیں اکٹھا دفن کیا جائے، فرعون نے کہا ٹھیک ہے، ہم ایسا ہی کریں گے کیونکہ تیرا ہم پر حق خدمت ہے۔ پس فرعون کے جلاد نے اس کی اولاد کو ایک ایک کر کے اس میں ڈال دیا حتی کہ وہ ایک دودھ پیتے بچے پر پہنچا تو وہ بچہ بول اٹھا: اے والدہ محترمہ! جلدی کر پیچھے نہ ہٹ تو بے شک حق پر ہے۔ پس وہ اور اس کی اولاد پھینک دیئے گئے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ چار بچوں نے بچپن میں گفتگو کی تھی۔ ایک یہ بچہ دوسرا حضرت یوسف علیہ السلام کا گواہ، تیسرا جریج کا ساتھی اور چوتھا عیسیٰ بن مریم۔ (1)

امام ابن ماجہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور انہوں نے حضرت ابی

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 389، دار الکتب العلمیہ بیروت

بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا: جس رات مجھے سیر کرائی گئی۔ میں نے ایک پاکیزہ خوشبو محسوس کی۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ ماشطہ (فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرنے والی) اور اس کا خاوند اور اس کا بیٹا ہے وہ فرعون کی بیٹی کو کنگھی کر رہی تھی کہ اچانک اس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی، اس نے بے ساختہ کہا فرعون تباہ و برباد ہو جائے، فرعون کی بیٹی نے یہ بات اپنے باپ کو بتائی، اس عورت کے دو بیٹے اور ایک خاوند تھا، فرعون نے سب کو بلا بھیجا۔ فرعون نے اس عورت اور اس کے خاوند کو اپنے دین کو چھوڑنے کے لیے بہلایا پھسلایا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ فرعون نے کہا میں تمہیں قتل کرنے والا ہوں۔ انہوں نے کہا تیرا ہم پر احسان ہوگا، اگر تو ہمیں قتل کرے اور ایک کمرے میں ڈال دے۔ تو اس نے ایسا ہی کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو سیر کرائی گئی تو آپ ﷺ نے پاکیزہ خوشبو محسوس کی۔ آپ ﷺ نے جبرئیل سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے اس کی حقیقت بتلائی۔

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے اوپر لے جایا گیا تو میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہرے اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں پر ڈاکہ ڈالتے تھے۔(1)

امام ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ جب کاٹے جاتے تو پھر پہلی حالت میں ہو جاتے۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو وہ کہتے تھے جسے خود نہیں کرتے تھے۔

ابن مردویہ نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے سیر کرائی گئی۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو نہر میں نہا رہا تھا اور پتھر نگل رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون شخص ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ سود خور ہے۔

امام ترمذی، البزار، الحاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے دلائل میں بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے سیر کرائی گئی تو جبرئیل اس چٹان کے پاس آئے جو بیت المقدس میں موجود ہے۔ اس پر اس نے اپنا ہاتھ رکھا اور اس میں سوراخ کیا پھر اس کے ساتھ براق کو باندھ دیا۔(2)

امام طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت صہیب بن سنان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ پر سیر کی رات پائی، پھر شراب پھر دودھ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے دودھ کو لے لیا۔ جبرئیل نے کہا جناب! آپ نے فطرت کو پالیا ہے اور اس کے ساتھ ہر جانور کو غذا دی جاتی ہے۔ اگر آپ شراب کو لے لیتے تو آپ کی امت بھٹک جاتی اور آپ بھی راہ راست چھوڑ بیٹھتے اور آپ اس سے ہو جاتے۔ جبرئیل نے جہنم کی وادی کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو وہاں آگ بھڑک رہی تھی۔

امام احمد اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں نے بیت المقدس میں اپنے قدم وہاں رکھے جہاں انبیاء کرام نے اپنے قدم رکھے تھے۔ مجھے پر عیسیٰ علیہ السلام پیش

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 224، دار صادر بیروت 2۔ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 5، صفحہ 281 (3132)، دار الکتب العلمیہ بیروت

کیے گئے۔ وہ تمام لوگوں سے زیادہ عروہ بن مسعود ثقفی کے مشابہ تھے اور مجھ پر موسیٰ علیہ السلام پیش کیے گئے۔ وہ گھنگھریالے بالوں والے مردوں میں سے ایک مرد تھے۔ مجھ پر ابراہیم علیہ السلام پیش کیے گئے تو ان کی شکل تمہارے ساتھی کی طرح تھی۔

امام بخاری، مسلم اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے سیر کرائی گئی تو میں موسیٰ علیہ السلام سے ملا۔ ان کی صفت یہ ہے کہ وہ لمبے اور کم گوشت تھے اور ان کے بال گھنگھریالے تھے، گویا وہ شنوأہ قبیلہ کے مردوں سے تھے۔ میں عیسیٰ علیہ السلام سے ملا تو درمیانہ قامت سرخ رنگ کے تھے۔ گویا وہ کسی سرنگ سے نکلے ہیں۔ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، میں ان کے زیادہ مشابہ ہوں اور مجھے دو برتن پیش کیے گئے۔ ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی۔ مجھے کہا گیا جو چاہو لے لو میں نے دودھ کو لیا اور اسے پی لیا۔ مجھے کہا گیا کہ آپ کو فطرت کی ہدایت ملی ہے، اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔(1)

امام مسلم، نسائی اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حطیم میں تھا اور قریش میری سیر کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ انہوں نے مجھے بیت المقدس کے متعلق سوالات کیے جو مجھے اچھی طرح از بر نہ تھے۔ مجھے ایسی تکلیف اور پریشانی ہوئی کہ پہلے ایسی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا۔ انہوں نے جو بھی سوال کیا میں نے اس کے متعلق جواب دیا۔ میں نے اپنے آپ کو انبیائے کرام کی ایک جماعت میں پایا، وہاں موسیٰ علیہ السلام کھڑے تھے، ان کے بال گھنگھریالے تھے، گویا وہ شنوأہ قبیلہ کے فرد ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ عروہ بن ثقفی ان کے زیادہ مشابہ ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کے مشابہ تمہارا ساتھی ہے۔ ساتھی سے مراد آپ ﷺ کی اپنی ذات ہے۔ پھر نماز کا وقت ہوا تو میں نے امامت کرائی۔ جب میں فارغ ہوا تو کسی کہنے والے نے کہا یا محمد! ﷺ یہ جہنم کا داروغہ مالک ہے۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے پہلے مجھے سلام کیا۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کو سیر کرائی گئی تو آپ ﷺ نے آگ کے داروغہ مالک کو دیکھا، وہ سخت طبیعت تھے اور غصہ ان کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا۔

احمد نے عبید بن آدم بن عمر بن الخطاب کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ وہ جابیہ کے مقام پر تھے تو بیت المقدس کی فتح کا ذکر کیا گیا، حضرت عمر نے کعب سے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے؟ میں کہاں نماز پڑھوں۔ حضرت عمر نے کہا چٹان کے پیچھے۔ فرمایا نہیں لیکن میں وہاں نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ پس کعب آگے قبلہ کی طرف بڑھے اور نماز پڑھی۔

امام احمد، ابن مردویہ اور ابونعیم (دلائل میں) الضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو جس رات سیر کرائی گئی، آپ جنت میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ نے جنت کی ایک طرف میں حضرت بلال کی آہٹ سنی، پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ مؤذن بلال کے قدموں کی آہٹ ہے۔ نبی کریم ﷺ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو فرمایا: بلال دونوں جہانوں میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے اس کو

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، کتاب الایمان، جلد 2، صفحہ 200 (272)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 205 (278)

ایسے ایسے دیکھا ہے، آپ ﷺ کی ملاقات اس سفر میں موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ انہوں نے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا اور کہا نبی امی کو خوش آمدید، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ طویل القامت اور سیدھے بالوں والے تھے۔ آپ کے بال آپ کے کانوں تک یا اس سے اوپر تھے۔ پوچھا جبرئیل یہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر آپ چل پڑے۔ ایک اور شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ کو خوش آمدید کہا، آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے؟ جبریل نے کہا: یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں، پھر آپ چل پڑے، راستہ میں ایک بزرگ جلیل القدر، بارعب شخصیت سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا اور سلام کیا۔ تمام انبیائے کرام نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ پوچھا جبرئیل یہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: یہ آپ کا باپ ابراہیم علیہ السلام ہے۔ فرماتے ہیں: جب آپ ﷺ نے دوزخ دیکھی۔ وہاں ایسے لوگ تھے جو مردار کھا رہے تھے۔ پوچھا جبرئیل یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک اور شخص کو دیکھا جس کا رنگ سفید اور آنکھیں انتہائی نیلی تھیں، پوچھا جبرئیل یہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ (صالح علیہ السلام) کی اونٹنی کے پاؤں کاٹنے والا ہے۔ جب آپ ﷺ مسجد اقصیٰ پہنچ گئے تو نماز ادا فرمائی۔ پھر آپ نے توجہ فرمائی تو تمام انبیائے کرام نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ پھر آپ وہاں سے فارغ ہوئے تو آپ کو دو پیالے پیش کیے گئے، ایک دائیں طرف سے اور ایک بائیں طرف سے، ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شہد تھا، آپ ﷺ نے دودھ لے کر پی لیا جو پیالے لایا تھا، اس سے آپ نے فطرت کو پالیا۔(1)

احمد، ابویعلی، ابن مردویہ اور ابونعیم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی۔ پھر اس رات واپس آئے تو صبح لوگوں کے سامنے اپنی سیر، بیت المقدس کی علامات اور قریش کے قافلہ کی روداد سنائی کچھ لوگوں نے کہا: ہم محمد ﷺ کی اس بات کی تصدیق نہیں کرتے۔ ابوجہل نے کہا محمد ﷺ ہمیں زقوم کے درخت سے ڈرتا ہے، کھجور اور مکھن لے آؤ اور اسے خوب لقمے لگاؤ۔ آپ ﷺ نے دجال کو اس کی اصلی صورت میں دیکھا۔ آپ ﷺ کا یہ دیکھنا آنکھ کے ساتھ تھا۔ خواب کی بات نہیں ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ نبی کریم ﷺ سے دجال کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے فیلمانیا اقمر ھجان دیکھا ہے۔ اس کی آنکھ یوں ابھری ہوئی ہے گویا کہ وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ اس کے بال درخت کی ٹہنیوں جیسے ہیں۔ میں عیسیٰ علیہ السلام کو جوان، سفید رنگ، گھنگریالے بال، تیز نظر اور باریک پیٹ والا دیکھا۔ اور میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ گندم ونگ تھے، بڑے بڑے بال اور مضبوط جسم والے تھے۔ میں نے ابراہیم کو دیکھا، میں نے ان سے زیادہ عقل مند نہیں دیکھا مگر میں اس کو اپنے جیسا دیکھتا ہوں کہ وہ تمہارے ساتھی کی طرح ہے۔ جبرئیل نے کہا: اپنے باپ پر سلام کرو، میں نے ابراہیم علیہ السلام پر سلام کیا۔(2)

امام بخاری، مسلم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ عن ابی العالیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے معراج کی رات موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو دیکھا، وہ لمبے قد

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 257، دار صادر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 374

ورگھنگھریالے بالوں والے تھے۔ گویا وہ شنوأہ قبیلہ کے مردوں میں سے ہیں۔ میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ میانہ قد اور سرخ، سفید رنگ والے تھے۔ ان کے بال سیدھے تھے۔ میں مالک جہنم کا داروغہ دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے جو نشانیاں دکھائیں ان میں دجال بھی دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ (سجدہ: 23) حضرت قتادہ اس کی تفسیر میں فرماتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی تھی۔ (1)

امام سعید بن منصور، احمد، ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث والنشور میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے فرمایا: میں سیر والی رات ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملا، انہوں نے قیامت کا معاملہ ذکر کیا پھر انہوں نے معاملہ حضرت ابراہیم کی طرف لوٹایا۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ پھر انہوں نے معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹایا تو انہوں نے بھی فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر انہوں نے معاملہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹایا، انہوں نے فرمایا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور میرے رب نے جو مجھے نشانیاں بتائی ہیں وہ یہ ہیں کہ دجال نکلے گا اور میرے دو چھڑیاں ہوں گی، جب دجال مجھے دیکھے گا تو ایسے پگھلے گا جیسے تانبا پگھلتا ہے۔ جب وہ مجھے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا حتی کہ پتھر اور درخت کہے گا اے مسلم! میرے نیچے کافر ہے۔ ادھر آؤ اور اسے قتل کرو، پس اللہ تعالیٰ کفار کو ہلاک کر دے گا۔ پھر لوگ اپنے شہروں اور وطنوں کی طرف لوٹیں گے، اس وقت یاجوج ماجوج نکلیں گے، وہ ہر بلندی سے نیچے آئیں گے، وہ لوگوں کے شہروں کو روند ڈالیں گے، وہ کسی چیز کے پاس نہیں آئیں گے مگر اسے ہلاک کر دیں گے، جو جس پانی سے گزریں گے اسے پی جائیں گے، پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور یاجوج ماجوج کی شکایت کریں گے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تو وہ انہیں ہلاک کر دے گا اور انہیں مار دے گا حتی کہ ان کی بدبو کی وجہ سے زمین مردار خانہ بن جائے گی، پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا۔ وہ بارش ان کے جسموں کو بہا کر سمندر میں پھینک دے گی۔ میرے رب نے میرے ساتھ یہ عہد فرمایا ہے کہ اگر ایسا ہوگا (تو قیامت واقع ہو جائے گی)۔ قیامت حاملہ عورت کی طرح ہے جس کے دن مکمل ہو چکے ہوں، اس کے گھر والوں کو علم نہیں ہوتا کہ یہ رات یا دن کس وقت اچانک بچہ جنم دے گی۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، نسائی، ابن جریر، حاکم (انہوں نے بھی اس کو صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیر کو بیان کرتے تو فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق سے نہ اترے حتی کہ آپ کے لیے آسمانوں کے دروازے کھولے گئے، آپ نے جنت، دوزخ اور آخرت کے وعدہ کا مشاہدہ کیا پھر آپ واپس آ گئے۔ ابن مردویہ کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ نے وہ دیکھا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور وہ دیکھا جو کچھ زمینوں میں تھا۔ آپ سے پوچھا گیا براق کیسا جانور تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، کتاب الایمان، جلد 2، صفحہ 195 (267)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 375، دار صادر بیروت

لمبا سفید جانور تھا، اس کا ایک قدم حد نظر پر پڑتا تھا۔(1)

امام ابو یعلی، طبرانی نے الاوسط میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو میں جس آسمان سے بھی گزرا، میں نے اس میں اپنا نام لکھا ہوا پایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر الصدیق میرے پیچھے تھے۔

امام البزار رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو ہر آسمان میں میں نے اپنا نام لکھا ہوا پایا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن جریر نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیر والی رات میں الملأ الاعلی سے گزرا اور جبریل خشیت الٰہی کی وجہ سے پرانے ٹاٹ کی طرح تھا۔ ابن مردویہ کے الفاظ اس طرح ہے کہ میں چوتھے آسمان میں جبرئیل کے پاس سے گزرا تو وہ وہاں خشیت الٰہی کی وجہ سے پرانے ٹاٹ کی طرح تھے۔

امام سعید بن منصور، طبرانی، ابن مردویہ، ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی، آپ مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان تھے، جبرئیل آپ کی دائیں جانب اور میکائیل بائیں جانب تھا۔ وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اڑے حتی کہ بلند و بالا آسمانوں تک پہنچ گئے۔ جب واپس تشریف لائے تو فرمایا میں نے بلند و بالا آسمانوں میں تسبیح سنی تھی جس کے ساتھ بہت زیادہ تسبیح تھی۔ بلند و بالا آسمان ہیبت والے کی وجہ سے صاحب علو سے ڈرتے ہوئے تسبیح بیان کر رہے تھے، اس وجہ سے کہ وہ بلند و بالا ہے سُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْاَعْلٰى سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جبرئیل مجھے سیر پر لے گئے تو میں نے بلند و بالا آسمانوں میں تسبیح سنی، پس میرا دل کانپ گیا، جبرئیل نے مجھے کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھو اور خوف نہ کرو، بے شک آپ کا اسم گرامی عرش پر لکھا ہوا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

ابن ابی شیبہ، احمد، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے سیر کرائی گئی تھی، جب ہم ساتوں آسمان پر پہنچے تو میں نے اوپر دیکھا، وہاں کڑک، بجلی اور گرج تھی۔ میں ایک قوم کے پاس آیا جن کے پیٹ کمروں کی طرح تھے، ان میں سانپ اور بچھو تھے جو ان کے پیٹوں کے باہر سے نظر آتے تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ سود خور لوگ ہیں۔ جب میں آسمان دنیا کی طرف واپس آیا تو میں نے نیچے دیکھا وہاں دھواں اور آوازیں تھیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ شیاطین ہیں جو بنی آدم کی آنکھوں پر گھومتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی ملکوت میں غور و خوض نہیں کرتے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو وہ بڑے عجائب دیکھتے۔(2)

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، سورۂ اسراء، جلد 2، صفحہ 391 (3369)، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 353

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے سیر کرائی گئی تو میں کوثر کے پاس سے گزرا۔ جبرئیل نے کہا یہ وہ (حوض) کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا کیا ہے، میں نے اپنا ہاتھ اس کی مٹی پر مارا تو وہ اذفر کستوری تھی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو میں نے نہر دیکھی جو نیزے کی مثل دھواں اڑا رہی تھی۔ وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی تھی۔ اس کے کنارے کھوکھلے موتیوں کے قبے تھے۔ میں نے اس کی ایک طرف ہاتھ مارا تو وہ اذفر کستوری تھی۔ میں نے اس کے سنگریزوں پر ہاتھ مارا تو وہ موتی تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ نہر کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ کوثر ہے جو تمہارے رب نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سیر کی رات میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جن لوگوں کو میں نے دیکھا ان میں سے وہ تمہارے ساتھی کے زیادہ مشابہ تھے۔

امام احمد، ابن ابی حاتم، ابن حبان اور ابن مردویہ نے حضرت ابوایوب الانصاری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو میں نے ابراہیم خلیل الرحمٰن کی زیارت کی، ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا جبرئیل! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: یہ محمد (ﷺ) ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا اپنی امت کو حکم دو کہ جنت کے درخت لگانے میں کثرت کریں۔ بے شک جنت کی مٹی پاکیزہ اور اس کی زمین کھلی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: جنت میں درخت لگانے سے کیا مراد ہے فرمایالا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ پڑھنا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سیر والی رات ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: اے محمد! ﷺ اپنی امت کو بتا دو کہ جنت ایک میدان ہے اور اس کے درخت سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہیں۔

امام ترمذی (انہوں نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سیر والی رات ابراہیم علیہ السلام سے ملا تو انہوں نے فرمایا: اے محمد! ﷺ میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا اور انہیں یہ بتانا کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اور اس کا پانی میٹھا ہے اور جنت ایک میدان ہے اور اس کے درخت یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہیں۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے سیر کرائی گئی، میں سفید موتیوں سے بنی جنت دیکھی۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا اے جبرئیل! لوگ مجھ سے جنت کے متعلق پوچھتے ہیں۔ جبرئیل نے کہا انہیں بتا دو کہ جنت کی زمین میدان ہے اور اس کی مٹی کستوری ہے۔

1۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، کتاب الادعاء، جلد 13، صفحہ 15 (3462)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ماجہ، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث والنشور میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سیر والی رات جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا: صدقہ کا ثواب دس گنا ہے، قرض اٹھارہ گنا ہے۔ میں نے پوچھا جبرئیل، قرض، صدقہ سے افضل ہے۔ فرمایا اس لیے کہ سائل سوال کرتا ہے جب کہ اس کے پاس (مال) ہوتا ہے اور قرض طلب کرنے والا اپنی ضرورت کے لیے قرضہ طلب کرتا ہے۔(1)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی تو میں جنت میں داخل ہوا، تو میں نے جنت کے درختوں میں سے ایک درخت دیکھا، جنت میں میں نے اس سے خوب صورت از روئے پتوں کے سفید، از روئے پھل کے عمدہ درخت نہیں دیکھا۔ میں نے اس کے پھلوں میں سے ایک پھل کھایا تو میری صلب میں نطفہ بن گیا۔ جب زمین پر اترا تو حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حاملہ ہو گئیں۔ جب میں جنت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں تو میں فاطمہ کی خوشبو کو سونگھ لیتا ہوں۔(2)

امام حاکم نے اسے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور اسے حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام بہی لے کر آئے، میں نے اسے سیر والی رات کو کھایا پس حضرت خدیجہ حضرت فاطمہ کے ساتھ حاملہ ہوئیں۔ پس میں جب جنت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی گردن کو سونگھ لیتا ہوں۔(3)

امام البزار، ابو قاسم بغوی اور ابن قانع دونوں نے معجم الصحابہ میں، ابن عدی، ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں ایک موتیوں کے محل تک پہنچا۔ بغوی کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ مجھے ایک موتیوں کے پنجرے میں سیر کرائی گئی، اس کا فرش سونے کا تھا۔ اس سے نور چمک رہا تھا اور مجھے تین لقب عطا کیے گئے کہ تو رسولوں کا سردار ہے، متقین کا امام ہے اور روشن پیشانیوں اور روشن ہاتھ پاؤں والوں کا قائد ہے۔(4)

امام ابن قانع، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو الحمراء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے ساتوں آسمان کی سیر کرائی گئی تو عرش کی دائیں پنڈلی پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا تھا۔(5)

امام ابن عدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مجھے اوپر لے جایا گیا تو میں نے عرش کے پائے پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَيَّدْتُهٗ بِعَلِيٍّ (میں نے علی کے ساتھ اس کی مدد کی) لکھا ہوا دیکھا۔

1۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الصدقات، جلد 3، صفحہ 163 (2431)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ معجم کبیر، جلد 22، صفحہ 400 (1000)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 3۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 169 (4738)، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ معجم الصحابہ از ابن قانع، جلد 9، صفحہ 3228 (1000)، مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ

5۔ معجم کبیر، جلد 22، صفحہ 200 (526)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

امام ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں نے عرش پر یہ عبارت دیکھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین۔

امام دارقطنی نے الافراد میں، الخطیب اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے معراج کی رات عرش میں سفید موتی لگا ہوا دیکھا جس پر سفید نور کے ساتھ یہ لکھا ہوا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق۔(1)

امام البزار رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل امین ایک سواری لے کر آئے جسے براق کہا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہونے لگے تو وہ بدکنے لگا، جبرئیل نے براق کو کہا، ٹھہر جا، اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بارگاہ الٰہی میں مکرم بندہ تیری پیٹھ پر کبھی سوار نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے، یہاں تک کہ اس حجاب تک پہنچے جو رحمٰن کے ساتھ متصل ہے، اسی کیفیت میں آپ تھے کہ اس حجاب سے ایک فرشتہ نکلا۔ اس فرشتہ نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا، اس حجاب کے پیچھے سے آواز آئی۔ میرے بندے نے سچ کہا میں ہی اکبر ہوں میں ہی اکبر ہوں۔ پھر فرشتے نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پردے کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا، اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا۔ فرشتے نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا۔ میں نے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنایا ہے۔ فرشتے نے کہا حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ پھر کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا انا اکبر، انا اکبر۔ پھر فرشتے نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا پھر فرشتے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے کر دیا، آپ نے آسمان والوں کی امامت کرائی، جن میں آدم اور نوح علیہما السلام بھی تھے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کے مکینوں پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف مکمل کر دیا۔

امام ابونعیم نے دلائل میں حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آسمان پر لے جایا گیا تو آپ آسمان کی ایک جگہ ٹھہر گئے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جو آسمان میں اس جگہ کھڑا ہوا جہاں وہ پہلے کبھی نہیں کھڑا ہوا تھا اس فرشتے کو حکم ہوا کہ انہیں اذان سکھاؤ، فرشتے نے کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے صحیح کہا اَنَا اللّٰهُ اَكْبَرُ پھر فرشتے نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے سچ کہا اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا۔ فرشتے نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے سچ کہا اَنَا اَرْسَلْتُهٗ وَاَنَا اخْتَرْتُهٗ وَاَنَا ائْتَمَنْتُهٗ، یعنی میں نے اس کو رسول بنایا، میں نے اسے منتخب فرمایا میں نے اسے امین بنایا۔ فرشتے نے کہا حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے سچ کہا۔ اس نے میرے فریضہ اور حق کی طرف بلایا، جو نماز ادا کرے گا ثواب کی نیت سے تو یہ نماز ہر گناہ کے لیے کفارہ ہوگی فرشتے نے کہا حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے سچ کہا، میں

1۔ تاریخ بغداد للخطیب، جلد 11، صفحہ 204 (5908)، مطبعۃ السعادۃ مصر

نے نماز کو فرض کیا ہے اور اس کو اور ان کے اوقات کو شمار کیا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے کہا: گیا آگے بڑھو تو آپ ﷺ آگے بڑھے اور تمام آسمان والوں کی امامت کرائی، پس اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر آپ ﷺ کا شرف مکمل کر دیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی، جبرئیل نے اذان دی فرشتوں نے سمجھا کہ وہ انہیں نماز پڑھائیں گے لیکن جبرئیل نے مجھے مقدم کر دیا پھر میں نے فرشتوں کو نماز پڑھائی۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ کی طرف اذان وحی کی گئی، پس آپ وہ لے کر آئے اور جبرئیل نے انہیں وہ اذان سکھائی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج کی رات اذان کی تعلیم دی گئی اور آپ پر نماز فرض کی گئی۔

امام ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ معراج کی رات آپ ﷺ پر نماز فرض کی گئی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ پر پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ اللہ سے تخفیف کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کر دیں۔

امام ابو داؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نمازیں پچاس تھیں، غسل جنابت سات مرتبہ تھا، کپڑے پر لگے پیشاب کا دھونا سات مرتبہ تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے تخفیف کا سوال کرتے رہے حتیٰ کہ نمازیں پانچ ہو گئیں، غسل جنابت ایک مرتبہ اور کپڑے سے پیشاب کا دھونا بھی ایک مرتبہ ہو گیا۔(1)

امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کو سیر کرائی گئی تو آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور جو چیز بھی اوپر جاتی ہے وہ سدرہ تک پہنچتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ روحیں اوپر جاتی ہیں پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے اور جو چیز سدرہ کے اوپر سے نیچے آتی ہے، وہ بھی سدرہ پر رک جاتی ہے حتیٰ کہ وصول کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی** ⑯ (النجم) سدرہ کو ڈھانپ لیا جس چیز نے بھی ڈھانپ لیا۔ فرمایا یعنی سونے کے پروانوں نے اسے ڈھانپ لیا۔ رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں عطا کی گئیں: پانچ نمازیں، سورۂ بقرہ کا آخری حصہ اور شرک کے سوا آپ کی امت کے لیے تمام گناہوں کی مغفرت۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب مجھے سیر کرائی گئی تو میں سدرہ تک پہنچا اس کا پھل گھڑوں کی مثل ہے۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو آپ ﷺ نے سونے کا ایک پروانہ دیکھا جو سدرہ کی پناہ لیتا تھا۔

1۔ سنن ابو داؤد مع شرح، جلد 1، صفحہ 549 (232)، مکتبۃ الرشد الریاض 2۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 349 (10683)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے آپ سدرۃ المنتہی کا وصف بیان کر رہے تھے۔ فرمایا اس میں سونے کے پروانے ہیں اور اس کا پھل گڑھوں کی طرح ہے اور اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں جیسے ہیں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ آپ نے اس کے پاس کیا دیکھا۔ فرمایا میں نے اس کے پاس اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

امام ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں معراج کی رات فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرا۔ تمام نے کہا اے محمد! ﷺ اپنی امت کو پچھنے لگانے کا حکم دو۔(1)

احمد، ابن ماجہ، حاکم اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں معراج کی رات ملائکہ کے جس گروہ سے گزرا سب نے کہا تم پر پچھنے لگوانے ضروری ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ اپنی امت کو پچھنے لگانے کا حکم دو۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں معراج کی رات فرشتوں کے جس گروہ سے گزرا سب نے مجھے پچھنے لگوانے کا حکم دیا۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے معراج کی رات یاجوج ماجوج کی طرف بھیجا کہ میں انہیں اللہ کے دین اور اس کی عبادت کی طرف بلاؤں۔ پس انہیں حکم دیا گیا کہ وہ میری بات کو قبول کریں۔ وہ آگ میں ہیں، ان کے ساتھ وہ اولاد آدم ہیں اور ابلیس کی اولاد ہیں جو شمار کیے گئے ہیں۔

امام سعید بن منصور، ابن سعد، طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: معراج کی رات جب رسول اللہ ﷺ واپس آئے تو آپ وادی طویٰ میں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل! میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی۔ جبرئیل نے کہا ابو بکر تیری تصدیق کرے گا، اور وہ صدیق ہے۔

امام حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: جب نبی کریم ﷺ کو مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی تو آپ صبح کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے لگے، بہت سے لوگ ایمان والوں میں سے مرتد ہو گئے، وہ دوڑتے ہوئے ابو بکر کے پاس گئے اور پوچھا کیا اپنے ساتھی کے بارے علم ہے؟ وہ کہتا ہے کہ آج رات اسے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی ہے۔ ابو بکر نے پوچھا: واقعی آپ ﷺ نے ایسا فرمایا ہے، لوگوں نے کہا ہاں، ابو بکر نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر آپ نے فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے۔ لوگوں نے کہا تو اس کی یہ بات مانتا ہے کہ وہ آج رات بیت المقدس گئے ہیں اور صبح سے پہلے واپس آ گئے ہیں؟ ابو بکر نے کہا ہاں میں تسلیم کرتا ہوں، میں تو اس کی اس سے بھی بعید از عقل باتیں تسلیم کرتا ہوں، صبح و شام جو اس پر آسمان کی خبریں آتی ہیں میں ان کو بھی تسلیم کرتا ہوں۔ اس وجہ سے ابو بکر کو الصدیق کہا جاتا ہے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی، البزار، طبرانی، ابن مردویہ، ابو نعیم نے دلائل میں اور الضیاء نے المختارہ میں اور ابن عساکر

1۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 4، صفحہ 118 (3479)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 233 (7473)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 361، دار الکتب العلمیہ بیروت

رحمہم اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے سیر کرائی گئی تو میں نے صبح مکہ میں کی، مجھے یقین تھا کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔ میں غمزدہ پریشان کیفیت میں بیٹھ گیا۔ آپ کے پاس سے اللہ کا دشمن ابوجہل گزرا، وہ آیا اور آپ کے پاس بیٹھ گیا، ایک استہزاء کرنے والے کی طرح کہا کیا کوئی نئی بات ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اس نے پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا آج رات مجھے سیر کرائی گئی ہے۔ اس نے کہا کہاں تک؟ فرمایا بیت المقدس تک۔ ابوجہل نے کہا پھر صبح تو نے ہمارے درمیان کی ہے؟ فرمایا ہاں۔ ابوجہل نے آپ کی بات کو نہ جھٹلایا تا کہ آپ اپنی بات سے انکار نہ کر جائیں۔ اس نے قوم کو آپ کی طرف بلایا اور کہا: اگر آپ اپنی قوم کو دعوت دینا چاہتے ہیں تو کیا انہیں وہ بات بتائیں گے جو مجھے بتائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے معشر بنی کعب بن لوی! ادھر آؤ۔ لوگ آپ کے پاس اپنی مجالس چھوڑ کر آ گئے اور ابوجہل اور آپ ﷺ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ ابوجہل نے کہا جو مجھ سے بیان کیا ہے وہ اپنی قوم سے بیان کرو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات مجھے سیر کرائی گئی، لوگوں نے پوچھا: کہاں تک؟ فرمایا بیت المقدس تک، انہوں نے پوچھا ایلیاء تک؟ فرمایا ہاں۔ لوگوں نے کہا پھر صبح آپ نے ہمارے درمیان کی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ راوی فرماتے ہیں بعض تعجب سے تالی بجانے لگے اور بعض نے سر پر ہاتھ رکھ لیا اور کہنے لگے کیا تو مسجد اقصیٰ کی صفات بیان کر سکتا ہے؟ لوگوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے مسجد کی طرف سفر کیا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے مسجد کی ہیئت بیان کرنی شروع کر دی، میں بیان کرتا رہا حتی کہ مسجد کا حصہ مجھ پر ملتبس ہو گیا۔ پس مسجد میرے سامنے لائی گئی، میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا حتی کہ وہ حضرت عقیل کے گھر کے قریب رکھی گئی تھی۔ پس میں دیکھ کر اسے بیان کرتا گیا۔ لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! بالکل ٹھیک ہیئت بتائی ہے۔(1)

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قریش نے مجھے جھٹلایا، جب مجھے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی تھی تو میں حطیم میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے میرے بیت المقدس کو سامنے کر دیا، میں ان کو اس کی دیکھ کر نشانیاں بتاتا گیا۔(2)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قریش نے رسول اللہ ﷺ کو کہا: جب آپ نے انہیں بیت المقدس کی سیر کے متعلق بتایا تھا، آپ ہمیں بتائیں کہ ہماری کون سی چیز گم ہوئی تھی اور اپنی بات کی صداقت کی کوئی نشانی لے آئیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری مٹیالی رنگ کی اونٹنی گم ہوئی تھی جس پر تمہاری گندم لادی ہوئی تھی، جب میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا ہمارے لیے بیان کرو کہ اس پر کیا ہے؟ جبرئیل نے سب کچھ کھول دیا جو ان پر لادا ہوا تھا۔ آپ دیکھ کر سب کچھ بتاتے گئے جو کچھ ان پر لادا ہوا تھا اور وہ مشرک کھڑے دیکھ رہے تھے لیکن اتنے بڑے معجزے نے بھی ان کے شک اور تکذیب میں اضافہ کیا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کو

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 309، دار صادر بیروت
2۔ سنن ترمذی، جلد 5، صفحہ 281 (3133)، دار الکتب العلمیہ بیروت

سیر کرائی گئی تو آپ ﷺ نے اپنی قوم کو ان کے قافلہ کی علامت بتائی، انہوں نے پوچھا قافلہ کب آئے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بدھ کے روز۔ جب بدھ کا دن آیا تو قریش انتظار کرنے لگے۔ جب سورج غروب ہونے لگا اور قافلہ نہ پہنچا تو نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی، پس دن میں کچھ وقت کا اضافہ کردیا گیا اور سورج کو روک لیا گیا۔ سورج کسی کے لیے نہیں لوٹا سوائے نبی کریم ﷺ کے اور یوشع بن نون علیہ السلام کے جب وہ جابروں سے جنگ لڑ رہے تھے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور ابن جریر نے حضرت عبد اللہ بن شداد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ کو سیر کرائی گئی تو آپ کے پاس خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا جانور لایا گیا۔ وہ حد نظر پر قدم رکھتا تھا۔ اسے براق کہا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ مشرکین کے ایک اونٹ کے پاس سے گزرے تو وہ بدک گیا۔ لوگوں نے کہا یہ کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا ہم کو چیز نظر نہیں آ رہی، یہ صرف ہوا ہی ہے حتی کہ آپ بیت المقدس پہنچے، آپ کو دو برتن پیش کیے گئے۔ ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ تھا۔ پس آپ نے دودھ لے لیا، جبرئیل نے کہا آپ کو ہدایت دی گئی ہے، آپ کی امت کو ہدایت دی گئی ہے۔(2)

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت واقدی عن ابی بکر بن عبد اللہ بن ابی سبرہ وغیرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے جنت اور دوزخ کے مشاہدہ کرانے کا سوال کرتے تھے۔ ہجرت سے اٹھارہ ماہ قبل سترہ رمضان کی رات تھی اور رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کی چھت پر سوئے ہوئے تھے۔ آپ کے پاس جبرئیل اور میکائیل آئے اور کہا چلو اس کی طرف جس کا تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے تھے۔ وہ دونوں آپ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان لے گئے۔ آپ کے پاس معراج (سیڑھی) لائی گئی۔ وہ انتہائی خوب صورت چیز تھی آپ کو ہر آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں انبیائے کرام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ پھر آپ سدرۃ المنتہی پہنچے۔ آپ نے جنت اور دوزخ دیکھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میں ساتوں آسمان پر پہنچا تو میں نے قدموں کے چلنے کی آواز سنی۔ آپ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ جبرئیل علیہ السلام اترے اور رسول اللہ ﷺ کو اپنے اپنے وقتوں میں نمازیں پڑھائیں۔(3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو جب سیر کرائی گئی، آپ سے دلہن کی خوشبو جیسی خوشبو آتی تھی اور آپ کی خوشبو دلہن کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ تھی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے سفیان الثوری سے سنا جب کہ ان سے آپ ﷺ نے وحیہ کلبی کو قیصر کی طرف خط دے کر بھیجا تو وہ اسے حمص میں ملا۔ اس نے ترجمان کو بلایا، تو اس خط میں یہ لکھا ہوا تھا۔ یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قیصر بادشاہ روم کی طرف ہے، قیصر کا بھائی غصے میں آیا اور کہا تم اس شخص کے خط کا آغاز دیکھ رہے ہو۔ اس نے آپ کے نام سے پہلے اپنا نام لکھا ہے۔ تجھے قیصر صاحب الروم لکھا ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ آپ بادشاہ ہیں؟ قیصر نے اپنے بھائی سے کہا اللہ کی قسم! تو احمق، ذلیل اور پاگل ہے، تو یہ چاہتا ہے کہ اس خط کو پڑھنے

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 404، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 20، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 1، صفحہ 213، دار صادر بیروت

سے پہلے میں جلا دو، میری عمر کی قسم! اگر وہ اللہ کا رسول ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے تو وہ زیادہ حق دار ہے کہ مجھ سے پہلے اپنے نام کا ذکر کرے۔ اگر اس نے مجھے صاحب روم کہا ہے تو سچ کہا ہے، میں رومیوں کا ساتھی ہوں میں ان کا مالک نہیں ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو میرے لیے مسخر کر دیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو کسی کو مجھ پر مسلط کر دے۔ پھر قیصر نے خط پڑھا۔ اس نے کہا: اے رومیو! میرا گمان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اس نبی کی بشارت دی تھی، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں اس تک پہنچ جاؤں گا تو میں خود اس کی خدمت کرتا، اس کے وضو کا پانی میرے ہاتھوں پر گرتا، رومیوں نے کہا اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان پڑھ اعراب میں نبی مبعوث فرمائے اور ہمیں فراموش کر دے، ہم اہل کتاب ہیں۔ قیصر نے کہا اہل ہدایت میرے اور تمہارے درمیان انجیل ہے، ہم انجیل منگواتے ہیں، اس کو کھولتے ہیں۔ اگر واقعی یہ وہی نبی ہے تو ہم اس کی اتباع کریں گے ورنہ ہم اس پر مہریں تیار کرتے ہیں جیسا کہ پہلے تھیں۔ یہ مہریں ان مہروں کی جگہ ہوں گی۔ راوی فرماتے ہیں: انجیل پر اس وقت سونے کی بارہ مہریں تھیں ہرقل نے بھی اس پر مہر لگائی۔ پس بادشاہ جو اس کے بعد آنے والا تھا اس نے اس پر دوسری مہر لگائی حتی کہ قیصر بادشاہ نے مہر لگائی اور انجیل پر بارہ مہریں تھیں، ان میں سے ہر دوسرے کو یہ خبر دیتا تھا کہ ان کے لیے انجیل کو کھولنا ان کے دینی اعتبار سے جائز نہیں۔ جس دن وہ اس کو کھولیں گے ان کا دین بدل جائے گا اور ان کا بادشاہ ہلاک ہو جائے گا۔ قیصر نے انجیل منگوائی اور گیارہ مہریں کھول دیں۔ صرف ایک مہر باقی رہ گئی تھی۔ ان کے پادری، علماء اور حواری کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ دیے۔ اپنے چہروں پر طمانچے مارے اور اپنے بالوں کو نوچا۔ قیصر نے کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا آج تمہارے گھر کا بادشاہ ہلاک ہو جائے گا اور تیری قوم کا دین بدل جائے گا۔ قیصر نے کہا اہل ہدایت تو میرے پاس ہے۔ انہوں نے کہا تو جلدی نہ کر حتی کہ ہم اس شخص کے بارے میں پوچھ لیں۔ اور اس کے معاملہ میں غور و فکر کر لیں، قیصر نے کہا: ہم اس کے متعلق کس سے پوچھیں گے؟ انہوں نے کہا: ان کے علاقہ کے لوگ شام میں آئے ہوئے ہیں۔ قیصر نے شام میں ایسے لوگوں کی تلاش میں آدمی بھیجے جن سے وہ نبی کریم ﷺ کے متعلق پوچھے۔ پس ابوسفیان اور اس کے ساتھی اس کام کے لیے جمع کیے گئے۔ اس نے ابوسفیان سے پوچھا: اے ابوسفیان! مجھے اس شخص کے متعلق بتا جو تمہارے اندر کے معاملات کو مبعوث ہوا ہے۔ ابوسفیان نے نبی کریم ﷺ کو حد درجہ حقیر پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا اے بادشاہ سلامت! اس کی شان تمہاری شان سے بلند نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں وہ جادوگر ہے اور کہتے وہ شاعر ہے، ہم کہتے ہیں وہ کاہن ہے۔ قیصر نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ان سے پہلے انبیائے کرام کو بھی یہی کچھ کہا جاتا رہا ہے۔ قیصر نے پوچھا: اس کا تمہارے اندر مرتبہ کیا ہے؟ اس نے کہا متوسط درجہ کا ہے۔ قیصر نے کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اپنی قوم کے متوسط طبقہ سے مبعوث فرمایا ہے۔ مجھے اس کے صحابہ کے بارے میں بتاؤ۔ ابوسفیان نے کہا ہمارے نوعمر اور نادان لوگ اس کے اصحاب ہیں۔ ہمارے رؤسا میں سے کسی نے بھی اس کی اتباع نہیں کی ہے۔ قیصر نے کہا اللہ کی قسم! رسولوں کے متبعین یہی لوگ ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے جاگیردار اور سرداروں کو ان کی غیرت روکے رکھتی ہے۔ قیصر نے پوچھا: مجھے اس کے اصحاب کے متعلق بتا کیا وہ اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد مرتد ہوتے ہیں یا نہیں۔ ابوسفیان نے کہا ان میں سے کسی نے بھی

دین کو قبول کرنے کے بعد نہیں چھوڑا۔ قیصر نے پوچھا اس کے دین میں تم میں سے لوگ داخل ہو رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا ہاں۔ قیصر نے کہا تم لوگوں نے میری بصیرت میں اضافہ کیا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ہوسکتا ہے وہ میرے قدموں کے نیچے کی جگہ تک غالب آجائے۔ اے رومیو! آؤ ہم اس شخص کی دعوت کو قبول کریں اور ہم اس سے سوال کریں گے کہ وہ ہم پر کبھی چڑھائی نہ کرے۔ کیونکہ جب بھی کوئی نبی کسی بادشاہ کو خط لکھتا ہے اور وہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے۔ پھر بادشاہ اس نبی کی دعوت کو قبول کر لیتا ہے تو بادشاہ جو سوال کرتا ہے نبی اس کو عطا کر دیتا ہے۔ پس تم میری اطاعت کرو۔ رومیوں نے کہا: ہم کبھی اس امر میں تیری اطاعت نہیں کریں گے، ابوسفیان نے کہا اللہ کی قسم! مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی ایسی بات کہنے سے کسی چیز نے نہیں روکا جو قیصر کی نگاہ میں آپ کا مقام گرا دے۔ مگر میں نے ناپسند نہیں کیا کہ میں قیصر کے پاس جھوٹ بولوں۔ پھر میرے بارے یہ جھوٹی بات مشہور ہو جائے۔ اس نے میری تصدیق نہ کی حتی کہ میں نے آپ کی معراج کا واقعہ کا ذکر کیا۔ میں نے کہا: اے بادشاہ سلامت! میں تجھے اس کے متعلق ایک بات بتاتا ہوں جس سے تو جان لے گا کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ قیصر نے کہا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا وہ ہمیں کہتا ہے کہ وہ حرم کی زمین سے ایک رات نکلا اور اسی رات تمہاری اس مسجد، مسجد ایلیاء میں آیا پھر اسی رات قبل الصبح واپس پہنچ گیا، ایلیا، کا مجاور، قیصر کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے کہا مجھے وہ رات معلوم ہے۔ قیصر نے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا تمہیں اس کا کیسا علم ہے؟ اس نے کہا میں ہمیشہ مسجد کے دروازے بند کر کے سوتا تھا۔ جب وہ رات تھی میں نے سب دروازے بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ بند نہ ہوا۔ میں نے عمال اور جو لوگ مسجد میں تھے سب سے مدد طلب کی لیکن ہم اس دروازے کو حرکت بھی نہ دے سکے گویا اس پر پہاڑ گر گیا ہے۔ پھر میں نے ترکھان کو بلایا۔ انہوں نے اس کو دیکھا اور کہا کہ ساری عمارت اس کے اوپر گر پڑی ہے ہم صبح تک اس کو حرکت نہ دے سکے۔ میں دیکھتا رہا کہ کہاں سے معمہ حل ہو گا با آخر میں اسے کھلا چھوڑ کر چلا گیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ پتھر جو دروازہ کے ایک زاویہ میں تھا، اس میں سوراخ ہو چکا تھا اور اس میں سواری باندھنے کا نشان تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ دروازہ کسی نبی کی آمد کی خاطر ہی بند نہیں ہوا، اس رات ہماری مسجد میں نماز پڑھی گئی تھی۔ قیصر نے کہا اے معشر روم! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اور قیامت کے درمیان ایک نبی نے آنا ہے جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی؟ یہ وہ نبی ہے جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ پس لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ جب قیصر نے ان کی نفرت کو دیکھا تو اس نے کہا اے رومیو! تمہارے بادشاہ نے تمہیں اس لیے دعوت دی تھی تاکہ تمہیں آزمالے کہ تمہاری اپنے دین میں کتنی پختگی ہے۔ پس تم نے اس کو گالی دی اور برا کہا ہے جب کہ وہ تمہارے سامنے موجود تھا۔ پس تمام رومی اس کو سجدہ کرتے ہوئے زمین پر گر گئے۔ الواسطی نے فضائل بیت المقدس میں کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس رات سیر کرائی گئی، براق اس جگہ ٹھہرا جہاں انبیائے کرام کی سواریاں ٹھہرتی تھیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے اندر داخل ہوئے جب کہ جبرئیل آپ کے آگے آگے تھے۔ آپ کے لیے ایسی روشنی ہوئی جیسے سورج چمکتا ہے۔ پھر جبرئیل آگے بڑھے حتی کہ شامی چٹان کے قریب پہنچ گئے تو جبرئیل نے اذان دی، آسمان سے ملائکہ اترے اور اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو اتنہ نے بھیجا۔

پس نماز کھڑی ہوئی تو جبرئیل نے نبی کریم ﷺ کو امامت پر کھڑا کیا، نبی کریم ﷺ نے فرشتوں اور رسولوں کو نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ آگے تشریف لے گئے آپ کے لیے ایک سیڑھی سونے کی اور ایک سیڑھی چاندی کی رکھی گئی تھی۔ یہی معراج تھی حتی کہ جبرئیل امین اور نبی کریم ﷺ آسمان کی طرف چڑھ گئے۔

امام الواسطی رحمہ اللہ نے حضرت ابوحذیفہ رحمہ اللہ اور بیت المقدس کے مؤذن نے اپنی دادی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت صفیہ ام المومنین اور حضرت کعب رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ حضرت کعب حضرت ام المومنین کو کہہ رہے تھے کہ اے ام المومنین! تم یہاں نماز پڑھو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات انبیائے کرام کو یہاں نماز پڑھائی تھی۔ ابوحذیفہ نے اپنے ہاتھ سے چٹان کے پیچھے قبلہ قصویٰ کی طرف اشارہ کیا۔

امام الواسطی رحمہ اللہ نے حضرت ولید بن مسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے میرے بعض شیوخ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ معراج کو بیت المقدس پر چڑھے تو انہیں مسجد کی دائیں اور بائیں جانب دو نور نظر آئے جو پھیلے ہوئے تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ نور کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ نور جو مسجد کی دائیں جانب ہے یہ آپ کے بھائی داؤد علیہ السلام کا محراب ہے اور یہ بائیں جانب والا نور آپ کی بہن مریم کی قبر پر ہے۔

امام ابن اسحق، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت الحسن بن الحسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حطیم میں سویا ہوا تھا۔ جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھے اپنے پاؤں سے دبایا۔ میں اٹھ بیٹھا لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ میں پھر سو گیا، جبرئیل دوبارہ آیا اور اپنا قدم مجھے چبھویا۔ میں اٹھ بیٹھا لیکن مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔ میں پھر سو گیا، پس جبریل پھر آیا اور اپنا پاؤں مجھے چبھویا، میں اٹھ بیٹھا۔ اس نے مجھے بازو سے پکڑا۔ میں اس کے ساتھ اٹھا۔ وہ مسجد کے دروازہ کی طرف گئے تو وہاں گدھے اور خچر کی درمیانی قدوقامت کا سفید جانور کھڑا تھا۔ اس کی رانوں میں دو پر تھے وہ انہیں اپنی ٹانگوں پر مار کر اڑتا تھا، اپنے قدم حد نظر پر رکھتا تھا، جبرئیل نے مجھے اس پر سوار کیا پھر وہ مجھ سے جدا نہ ہوا اور میں اس سے جدا نہ ہوا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی عن ابی مالک عن ابی صالح عن عباس رضی اللہ عنہ وعن مرۃ الھمد انی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے طرق سے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ (الاسراء: 1) کے قول کے تحت روایت کیا ہے کہ جبرئیل امین نبی کریم ﷺ کے پاس مکہ میں آئے، پھر انہیں براق پر سوار کیا پھر انہیں بیت المقدس لے گئے، ایک راستہ پر ابوسفیان کے پاس سے گزرے جب کہ وہ اونٹنی دودھ پی رہی تھی، براق کی آہٹ کی وجہ سے وہ بدک گئی اور دودھ ڈول دیا، ابوسفیان نے اسے بدکنے پر برا بھلا کہا۔ ان کا خاکستری اونٹ بھی بھاگ گیا۔ وہ کسی پانی کی طرف چلا گیا۔ وہ اس کی تلاش میں نکلے تو انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ آپ ﷺ ایک وادی سے گزرے جہاں سے کستوری کی مہک آرہی تھی، آپ ﷺ جبرئیل سے پوچھا یہ خوشبو کیسی کی ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ ان مسلمانوں کے گھر ہیں جنہیں اللہ کی وجہ سے آگ میں جلایا گیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن حوالہ الازدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 21 دار احیاء التراث العربی بیروت۔

فرمایا: میں نے معراج کی رات ایک سفید ستون دیکھا گویا کہ وہ موتی ہے، اسے فرشتے اٹھائے ہوتے تھے۔ میں نے پوچھا تم کیا اٹھائے ہوئے ہو۔ فرشتوں نے کہا یہ اسلام کا ستون ہے، اس کو شام میں رکھنے کا حکم ملا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو شعب ابی طالب سے سیر کرائی گئی تھی۔

امام ابن اسحاق اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کا جسم مفقود نہیں پایا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح کو سیر کرائی تھی۔(1)

امام ابن اسحٰق اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی سیر کے بارے میں پوچھا گیا تو معاویہ بن ابی سفیان نے کہا اللہ تعالیٰ کی روایت سچ ہے۔(2)

امام ابن النجار نے اپنی تاریخ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل میرے پاس براق لائے، سیدنا ابوبکر نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں نے براق کو دیکھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی صفت بیان کرو، صدیق اکبر نے کہا وہ جانور تھا۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ ابوبکر واقعی تو نے براق دیکھا تھا۔

امام الخطیب رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی تو میرے رب نے مجھے اپنا قرب خاص بخشا حتی کہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دو کمانوں یا اس سے کم بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اشیاء کی تعلیم بخشی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا محمد! میں نے کہا لبیک یارب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں تمہیں آخری نبی بنادوں تو تم غمگین ہوگے؟ میں نے عرض کی نہیں یارب۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میں آپ کی امت کو آخری امت بنادوں، تو تجھے یہ امر غمگین کرے گا؟ میں نے عرض کی نہیں یارب۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی امت کو میری طرف سے سلام پہنچادو اور انہیں بتادو کہ میں نے انہیں آخری امت بنایا ہے میں دوسری امتوں کو اس کے سامنے رسوا کروں گا لیکن انہیں دوسری امتوں کے سامنے رسوا نہیں کروں گا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (جب انہیں سیر کرائی گئی) تو ارادہ کیا کہ میں قریش کے پاس جاؤں اور انہیں اپنی سیر کے متعلق بتاؤں، پس انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور ابوبکر الصدیق نے آپ ﷺ کی تصدیق کی، اس دن آپ کا نام الصدیق رکھا گیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کا ہے فرماتے ہیں: مجھے حضرت ابن المسیب اور ابوامامہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کو براق پر سیر کرائی گئی اور یہ حضرت ابراہیم کی وہ سواری تھی جس پر وہ سوار ہوکر بیت الحرام کی زیارت کے لیے آتے تھے۔ یہ براق حد نظر پر قدم رکھتا تھا، فرمایا وہ براق قریش کے قافلوں میں سے ایک قافلہ کے پاس سے گزرا، جو ایک وادی میں موجود تھا۔ تو ان کا ایک اونٹ بدک گیا جس پر دو دھاری دار بوریاں لدی ہوئی تھیں حتی کہ رسول اللہ ایلیا پہنچ گئے آپ کو دو پیالے پیش کیے گئے، ایک شراب کا پیالہ تھا اور دوسرا دودھ کا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 21 2۔ ایضاً

پیالہ تھا۔ آپ ﷺ نے دودھ لے لیا، جبرئیل نے آپ کو کہا آپ کی فطرت کی طرف راہنمائی کی گئی ہے، اگر آپ شراب کا پیالہ لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ ابن شہاب فرماتے ہیں: مجھے ابن المسیب نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کو ملے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی صفات بیان فرمائیں۔ فرمایا موسیٰ علیہ السلام دراز قد تھے اور ان کے بال ایسے تھے گویا وہ شنوأہ قبیلہ کے فرد ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سرخ رنگ کے تھے گویا وہ کسی سرنگ سے نکلے ہیں، جن کو میں نے دیکھا ان میں سے عروہ بن مسعود الثقفی کے زیادہ مشابہ تھے۔ اور ابراہیم علیہ السلام میں ان کی اولاد میں سے ان کے زیادہ مشابہ ہوں۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے تو قریش کو اپنی سیر کے متعلق بتایا، بہت سے لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گئے، ابوسلمہ نے فرمایا کہ ابوبکر الصدیق آئے۔ ان سے پوچھا گیا کیا اب بھی تم اپنے ساتھی کی بات تسلیم کرو گے، وہ کہتا ہے کہ اسے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی ہے اور ایک رات میں وہ واپس بھی آ گئے ہیں۔ ابوبکر نے کہا کیا میرے یار نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں، ابوبکر نے کہا اگر انہوں نے ایسا کہا ہے تو اللہ کی قسم! انہوں نے سچ کہا ہے، لوگوں نے کہا کیا تو تسلیم کرتا ہے کہ وہ ایک رات میں شام سے واپس آ گئے ہیں؟ ابوبکر نے کہا میں تو ان کی اس سے بھی بعید از عقل باتیں تسلیم کرتا ہوں، میں ان کی آسمان کی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں۔ (1)

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے فرمایا نبی کریم کو جس رات سیر کرائی گئی تھی اس رات کی صبح کے بعد سورج ڈھلنے کے وقت جبرئیل امین آپ کے پاس تشریف لائے، اسی وجہ سے ظہر کی نماز کو نماز اولیٰ کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے بلال کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا الصلوٰۃ جامعۃ پس لوگ جمع ہو گئے۔ پس جبرئیل نے نبی کریم ﷺ کو امامت کرائی اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی امامت فرمائی۔ پہلی دو رکعتوں کو لمبا فرمایا اور آخری دو رکعتوں کو مختصر کیا۔ تو جبرئیل نے نبی کریم ﷺ پر سلام کیا اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں پر سلام کیا۔ پھر عصر کی نماز بھی اسی طرح ادا کی گئی۔ پھر رات کی ابتدا میں جبرئیل نازل ہوئے تو الصلوٰۃ جامعۃ کی ندا کی گئی۔ جبرئیل نے نبی کریم ﷺ کی امامت کرائی اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی امامت کرائی، پہلی دو رکعتوں کو لمبا کیا اور تیسری رکعت کو چھوٹا کیا پھر جبرئیل نے نبی کریم ﷺ پر سلام کیا اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں پر سلام کیا۔ پھر جب رات کا تیسرا حصہ گزر گیا تو جبرئیل تشریف لائے نماز کے لیے ندا کی گئی الصلوٰۃ جامعۃ لوگ جمع ہو گئے، جبرئیل نے نبی علیہ السلام ﷺ کی امامت کرائی اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی امامت کرائی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کو لمبا کیا اور جہراً قرأت کی اور آخری دو رکعتوں کو چھوٹا کیا پھر جبرئیل نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا اور نبی کریم ﷺ لوگوں پر سلام کیا پھر جب فجر طلوع ہوئی تو الصلوٰۃ جامعۃ کی ندا لگائی گئی۔ جبرئیل نے نبی کریم ﷺ کی امامت کرائی اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی امامت کرائی۔ آپ ﷺ نے دونوں رکعتوں میں جہراً اور طویل قرأت فرمائی اور آواز کو بلند کیا۔ پھر جبرئیل نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں پر سلام کیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15 صفحہ 10

امام ابوبکر الواسطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب بیت المقدس میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ زمین پانی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو بھیجا، اس نے پانی کو مس کیا تو زمین پر جھاگ ظاہر ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے چار ٹکڑوں میں تقسیم فرمایا، ایک قطعہ سے مکہ، دوسرے سے مدینہ، تیسرے سے بیت المقدس اور چوتھے سے کوفہ بنایا۔

امام الواسطی اور وہب بن منبہ رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے انبیاء کی تعداد جاننے کا ارادہ فرمایا کہ وہ کتنے تھے۔ آپ نے نقباء و عرفاء بھیجے اور انہیں حکم دیا کہ تعداد معلوم کر کے لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر داؤد علیہ السلام کو خطاب فرمایا اور فرمایا مجھے معلوم ہے کہ میں نے ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ میں ان میں اور ان کی اولاد میں برکت ڈالوں گا حتی کہ میں انہیں چیونٹیوں کی طرح (کثیر) کر دوں گا اور میں انہیں اس طرح بناؤں گا کہ ان کا شمار نہ ہو سکے گا اور تو نے ان کی تعداد معلوم کرنے کا ارادہ کیا ہے جب کہ ان کا شمار ممکن نہیں ہے۔ پس تم اپنے لیے دو چیزیں منتخب کرو۔ میں تمہیں تین سال بھوک سے آزماؤں گا یا تم پر تین مہینے دشمن کو مسلط کروں گا یا تین دن موت دوں گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا نہ تو ہمیں بھوک پر تین سال صبر ہوگا اور نہ تین مہینے دشمن کا تسلط برداشت ہوگا اور ان کے لیے تقیہ کا مسئلہ نہیں تھا اگر آزمائش ضروری ہے تو موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ پس انہوں نے موت کو قبول کیا تو ایک ساعت میں کئی ہزار افراد فوت ہو گئے جن کی تعداد معلوم ہی نہ ہوئی تھی۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ بھیانک منظر دیکھا تو کثرت موت کی وجہ سے بہت پریشان ہوئے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کیا اور عرض کی یا رب! میں کڑوا پھل کھاؤں اور بنو اسرائیل روندے جائیں؟ میں اس کو طلب کرتا ہوں اور بنو اسرائیل کو حکم دیتا ہوں پس جو کچھ ہوا میری طرف سے ہے، تو بنی اسرائیل سے عذاب اٹھا لے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ان سے موت کو اٹھا لیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اپنی تلواریں نیاموں میں رکھ کر سونتے ہوئے ہیں، وہ ایک چٹان سے سونے کی سیڑھی کے ذریعے آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں، داؤد علیہ السلام نے کہا اس مکان پر اللہ کی رضا کے لیے مسجد بنانا زیادہ مناسب ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے بنانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ یہ بیت المقدس ہے تو نے اپنا ہاتھ خون میں پھیلایا ہے۔ پس تو اس کا بانی نہیں ہے لیکن تیرے بعد تیرا بیٹا جس کا نام سلیمان ہے وہ اس کو خون سے محفوظ کرے گا۔ جب سلیمان علیہ السلام بادشاہ بنے تو انہوں نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ جب آپ نے تعمیر کا ارادہ کیا تو آپ نے شیطانوں کو کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا گھر بناؤں جس میں کوئی پتھر لوہے سے نہ کاٹا جائے۔ شیاطین نے کہا اس کام پر صرف وہ شیطان قادر ہو سکتا ہے جو سمندر میں رہتا ہے، اس کا ایک پینے کا پیالہ ہے جس کی طرف وہ لوٹتا ہے۔ شیاطین اس کے پیالے کے پاس آئے، انہوں نے اس کی جگہ شراب رکھی۔ وہ پینے لگا تو اس نے شراب کی بو محسوس کی اور کہا یہ کیا چیز ہے؟ اس نے وہ شراب نہ پی۔ جب اس کی پیاس شدید ہوئی تو اس نے شراب پی لی۔ پس وہ پکڑا گیا راستے میں جب اسے شیاطین پکڑ کر لا رہے تھے تو ایک شخص لہسن کو پیاز کے ساتھ بیچ رہا تھا۔ شیطان اسے دیکھ کر ہنسا، پھر وہ ایک عورت کے پاس سے گزرا جو ایک قوم میں کہانت کا عمل کر رہی تھی، پھر وہ ہنسا، جب وہ

سمندر شیطان حضرت سلیمان کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے ہنسنے کی وجہ بتائی۔ حضرت سلمان نے پوچھا تو اس نے کہا میں ایک شخص کے پاس سے گزرا، بیماری کے ساتھ دوا بھی بیچ رہا تھا اور ایک کاہن عورت کے پاس سے گزرا جب کہ اس کے نیچے خزانہ تھا جس کا اسے علم نہ تھا۔ حضرت سلیمان نے اس کے سامنے بیت المقدس کی تعمیر کا مسئلہ رکھا تو اس نے تانبے کی ایک ایسی ہنڈیا رنے کو کہا جس کو بیل نہ اٹھالائے، دوسرے شیطانوں نے وہ ہنڈیا گدھ کے بچوں پر رکھی اس کے پاس شیطان آیا، گدھ کے بچوں تک نہ پہنچا۔ وہ آسمان کی فضا میں بلند ہوا پھر نیچے آیا اور اپنے منہ میں ایک ایک لکڑی لایا، اسے اس ہنڈیا کے اوپر رکھا تو ہنڈیا دو ٹکڑے ہوگئی، پس شیاطین نے وہ لکڑی اٹھالی اور اس کے ساتھ پتھروں کو تراشا۔

امام ابن سعد نے حضرت سالم بن ابی عنضر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمان زیادہ ہو گئے اور مسجد تنگ ہوگئی حضرت عمر نے مسجد کے اردگرد کے مکانات خرید لیے سوائے حضرت عباس عبد المطلب کے گھر کے اور امہات المومنین کے حجرے بھی نہ خریدے۔ حضرت عمر نے حضرت عباس کو کہا اے ابوالفضل! مسلمان کے لیے مسجد تنگ ہوگئی ہے اور میں نے اردگرد کے تمام مکانات خرید لیے ہیں، ہم مسجد کی توسیع کریں گے۔ آپ کا گھر ازواج مطہرات کے مکانات چھوڑ دیئے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا: امہات المومنین کے حجرے لینا تو ممکن نہیں ہے لیکن آپ کا جو گھر ہے بیت المال کو منہ مانگی قیمت میں فروخت کردیں، میں اس کو بھی مسجد کی توسیع میں شامل کر دوں گا۔ حضرت العباس نے کہا میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ حضرت عمر نے کہا تو تین چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کرلو، یا تو یہ گھر مسلمانوں کے بیت المال کو قیمۃً فروخت کر دو یا میں تمہیں مدینہ طیبہ میں جہاں چاہوں بیت المال سے گھر بنا دیتا ہوں۔ یا تم اسے مسلمانوں پر صدقہ کر دو تا کہ میں اس کے ساتھ مسلمانوں کی مسجد میں اضافہ کر دوں۔ حضرت عباس نے فرمایا: مجھے ان میں سے کوئی عمل بھی قبول نہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا: میں اپنے اور تمہارے جسے تم چاہو حاکم بنا دیتا ہوں، حضرت عباس نے کہا ابی بن کعب کو حاکم بنائیں۔ دونوں ابی بن کعب کے پاس گئے اور اپنا قصہ بیان کیا۔ ابی نے کہا اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک حدیث بیان کروں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، دونوں نے کہا سناؤ، ابی بن کعب نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرا ایک گھر بناؤ جس میں میرا ذکر کیا جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کے لیے نشان لگائے اس زمین کا چوتھا حصہ بنی اسرائیل میں سے کسی کا گھر بنتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس شخص کو فروخت کرنے کے لیے کہا تو اس نے انکار کر دیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے سوچا کہ زبردستی اس سے یہ جگہ وصول کر لی جائے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد! میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ تو میرا گھر بنا جس میں میرا ذکر کیا جائے اور تو نے میرے گھر میں غصب کو داخل کرنے کا ارادہ کیا ہے، میری یہ شان نہیں کہ میں کسی کا مال غصب کروں پس اس کی تجھے سزا یہ ہے کہ تو اس کی تعمیر نہیں کرے گا۔ حضرت داؤد نے عرض کی یا رب! یہ شرف تعمیر میری اولاد کو عطا کیا جائے۔ فرمایا تیری اولاد میں ایک شخص اس کی تعمیر کرے گا۔ فرماتے ہیں: حضرت عمر نے ابی بن کعب کے کپڑوں سے پکڑا اور کہا میں تمہارے پاس ایک معاملہ لایا تھا لیکن تو نے مجھے اس کے حل کے بجائے مزید مشکل میں ڈال دیا ہے، جو تو نے کہا اس

کی دلیل لاؤ۔ حضرت عمر اسے پکڑ کر مسجد میں لائے اور اسے صحابہ کرام کے حلقہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ ان صحابہ میں حضرت ابوذر بھی تشریف فرما تھے۔ ابی بن کعب نے کہا میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے بیت المقدس کی تعمیر سنی ہو جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا تھا، ابوذر نے کہا میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، ایک دوسرے آدمی نے کہا میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ اس وقت حضرت عمر نے حضرت ابی کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابی نے حضرت عمر سے کہا کیا تم مجھے حدیث رسول کے متعلق متہم کرتے ہو، حضرت عمر نے کہا اے ابوالمنذر! نہیں اللہ کی قسم! مجھے تم پر کوئی جھوٹ کا اندیشہ نہیں تھا لیکن میں حدیث رسول کو ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ راوی فرماتے ہیں حضرت عمر نے حضرت عباس سے کہا تم جاؤ میں تم سے کچھ تعرض نہیں کرتا، حضرت عباس نے فرمایا: اگر تم ایسا کرتے ہو تو میں اپنا یہ گھر مسلمانوں پر صدقہ کرتا ہوں تم اس کے ذریعے ان کی مسجد میں توسیع کر دو۔ لیکن اگر تم مجھے جھگڑا کرو تو پھر نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے بیت المال سے گھر تعمیر کیا جو آج بھی قائم ہے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا مدینہ طیبہ میں ایک گھر تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ تم یہ گھر مجھے ہبہ کر دو یا بیچ دو تا کہ میں اسے مسجد میں داخل کر دوں۔ حضرت عباس نے کہا میرے اور اپنے درمیان صحابہ میں کوئی شخص اس بات کا فیصلہ کرنے کے لیے مقرر کر لو، پس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس مسئلہ پیش کیا گیا، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ کر دیا، حضرت عمر نے کہا اصحاب رسول اللہ ﷺ میں کوئی شخص حضرت ابی سے زیادہ مجھ پر جرأت کرنے والا نہ تھا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے امیر المومنین! میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کیا تجھے عورت کا قصہ معلوم نہیں ہے؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تو انہوں نے اس میں ایک عورت کا مکان اس کی اجازت کے بغیر بیت المقدس میں داخل کر دیا، جب اس کی تعمیر اتنی ہوگئی کہ مردوں کے لیے اسے کراس کرنا ممکن نہ تھا تو اس کی مزید تعمیر سے روک دیا گیا حضرت داؤد نے عرض کی یا رب! مجھ سے یہ خدمت روک لی ہے تو میرے بعد میری نسل کو عطا فرما دے۔ جب حضرت عباس کے حق میں فیصلہ کر دیا تو حضرت عباس نے کہا کیا تو نے میرے حق میں فیصلہ نہیں کیا ہے۔ حضرت ابی نے کہا کیوں نہیں میں نے واقعی تمہارے حق میں فیصلہ کیا ہے۔ حضرت عباس نے کہا میں تمہاری خاطر یہ گھر اللہ کی رضا کے لیے پیش کرتا ہوں۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کا گھر لینے کا ارادہ فرمایا تا کہ اسے مسجد کا حصہ بنایا جائے۔ حضرت عباس نے وہ گھر دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر نے کہا میں یہ گھر ضرور لوں گا، حضرت عباس نے فرمایا تم اپنے اور میرے درمیان مسئلہ کے حل کے لیے ابی بن کعب حاکم (فیصلہ کرنے والا) مقرر کر لو۔ حضرت عمر نے کہا ٹھیک ہے، دونوں حضرت ابی کے پاس آئے اور صورت مسئلہ پیش کی۔ حضرت ابی نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس وحی بھیجی تھی کہ بیت المقدس کی تعمیر کرو۔ وہ زمین ایک شخص کی تھی۔ آپ نے وہ اس شخص سے خرید لی جب حضرت سلیمان

علیہ السلام نے اسے قیمت دی تو اس شخص نے پوچھا جو تو نے مجھے قیمت دی ہے وہ بہتر ہے یا وہ جو تو نے مجھ سے لیا ہے؟ حضرت سلیمان نے کہا وہ بہتر ہے جو میں نے تجھ سے لیا ہے، اس شخص نے کہا پھر تو میں اجازت نہیں دیتا پھر حضرت سلیمان نے اسے مزید رقم دے کر وہی جگہ خرید لی، اس شخص نے دو یا تین مرتبہ اس طرح زائد قیمت وصول کی۔ جب حضرت سلمان نے اس پر یہ شرط لگا دی کہ میں تیرے فیصلہ کے مطابق یہ زمین خریدوں گا لیکن اب تو سوال نہیں کرے گا کہ کون سی چیز بہتر ہے (ثمن یا زمین) اس شخص نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت سلمان نے اس سے وہ زمین اس کے حکم کے مطابق خرید لی۔ اس نے بارہ ہزار قنطار سونا وصول کیا، حضرت سلمان نے اتنی زیادہ قیمت ادا کرنے کو گراں سمجھا، اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اگر تو اسے اپنے مال سے کچھ دے تو تو زیادہ جانتا ہے (کہ زیادہ دے رہا ہے یا کم) اور اگر اسے تو نے ہمارے عطاو بخشش سے عطا کرنا ہے تو اسے منہ مانگی قیمت دے دے تا کہ وہ خوش ہو جائے۔ راوی فرماتے ہیں: حضرت سلیمان نے اسے منہ مانگی قیمت ادا کر دی۔ راوی فرماتے ہیں حضرت ابی بن کعب نے فرمایا: میں حضرت عباس کو زیادہ اپنے گھر کا حق دار سمجھتا ہوں حتیٰ کہ وہ خود دینے پر راضی ہو جائیں۔ حضرت عباس نے کہا جب تو نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا ہے تو میں اپنے اس گھر کو مسلمان پر صدقہ کرتا ہوں۔

امام عبدالرزاق نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مدینہ طیبہ کی مسجد کے پہلو میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کا گھر تھا، حضرت عمر نے انہیں کہا کہ یہ مجھے فروخت کر دو، حضرت عمر نے اسے مسجد میں داخل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت عباس نے وہ گھر فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر نے کہا مجھے ہبہ کر دو، حضرت عباس نے پھر بھی انکار کیا۔ حضرت عمر نے کہا تم خود مسجد میں توسیع کر دو۔ حضرت عباس نے پھر بھی انکار کر دیا۔ حضرت عمر نے کہا تجھے ان تین امور میں سے ایک تو کرنا ہی ہوگا۔ حضرت عمر عباس نے انکار کر دیا۔ حضرت عباس نے فرمایا میرے اور اپنے درمیان ایک شخص حاکم بنا دو، دونوں نے ابی بن کعب کا انتخاب کا، دونوں اس کے سامنے جھگڑنے لگے۔ حضرت ابی نے حضرت عمر کو کہا میری رائے تو یہ ہے کہ تم اس کی رضا کے بغیر انہیں مسجد سے نہیں نکال سکتے۔ حضرت عمر نے کہا کیا تمہارا یہ فیصلہ کتاب اللہ میں ہے یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے؟ حضرت ابی نے کہا یہ فیصلہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ حضرت عمر نے کہا وہ سنت کیا ہے؟ حضرت ابی نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ سلیمان بن داؤد نے جب بیت المقدس بنانا شروع کیا تو وہ جو دیوار بناتے صبح کے وقت وہ گری پڑی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ تو کسی کے حق میں تعمیر نہ کر یہاں تک کہ وہ شخص راضی ہو جائے حضرت عمر نے جھگڑا ترک کر دیا، پھر حضرت عباس نے از خود مسجد کی توسیع کے لیے وہ گھر پیش کر دیا۔

امام الواسطی رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بیت المقدس تعمیر کرنے کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کی یا رب! کہاں بناؤں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جہاں تو دیکھے کہ فرشتے تلوار سونتے ہوئے ہے۔ حضرت داؤد نے اس جگہ فرشتے کو دیکھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی بنیاد رکھی اور اس کی دیواریں بلند کیں، جب دیوار بلند ہو جاتی تو گر پڑتی، داؤد علیہ السلام نے کہا یا رب! تو نے مجھے اپنا گھر بنانے کا حکم دیا۔ جب دیوار بلند ہوتی ہے تو تو اسے گرا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد! میں نے (تجھے) اپنی مخلوق میں

غیفہ بنایا ہے۔ تو نے کسی سے بغیر ثمن کے کیوں لی ہے۔ پس اب اس گھر کو تیری اولاد سے ایک شخص تعمیر کرے گا۔ جب حضرت سلمان نے زمین والے شخص سے بیع کی تو مالک زمین نے کہا ایک قنطار لوں گا۔ حضرت سلمان نے کہا مجھے قبول ہے۔ پھر مالک زمین نے کہا کیا یہ ثمن بہتر ہے یا زمین۔ تو حضرت سلمان نے کہا زمین بہتر ہے۔ اس شخص نے کہا میرے دل میں اور خیال آیا ہے۔ حضرت سلمان نے کہا بیع مکمل نہیں ہو چکی ہے۔ اس نے کہا نہیں بائع اور مشتری کو اختیار ہوتا ہے جب تک مجلس سے جدا نہ ہوں۔ ابن المبارک فرماتے ہیں یہ خیار کی اصل ہے۔ فرماتے ہیں مالک زمین، قیمت میں متواتر اضافہ کرتا رہا اور ہر بار پہلے کی طرح سوال کرتا رہا حتی کہ نو قناطیر قیمت واجب ہوگئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کو تعمیر کیا حتی کہ وہ اس سے فارغ ہو گئے۔ اس کے دروازے بند ہو گئے۔ حضرت سلیمان نے ان کو کھولنا چاہا لیکن وہ نہ کھلے حتی کہ آپ نے دعا فرمائی کہ ابوداؤد کی نمازوں کے واسطہ سے دروازے کھل جائیں، تو اس وقت دروازے کھل گئے۔ حضرت سلیمان نے بیت المقدس میں دس ہزار قراء بنی اسرائیل کو متعین کیا جن میں پانچ ہزار رات کو اور پانچ ہزار دن کو تلاوت کرتے تھے، ہر لمحہ دن، رات بیت المقدس میں عبادت کی جاتی تھی۔

امام الواسطی رحمہ اللہ نے حضرت الشیبانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم بیت المقدس کو مکمل نہیں کرو گے۔ انہوں نے عرض کی کیوں؟ فرمایا کیونکہ تو نے اپنا ہاتھ خون آلود کیا ہے۔ داؤد علیہ السلام نے عرض کی اے رب! یہ تیری اطاعت میں نہیں ہو رہا تھا۔ فرمایا اگرچہ میری اطاعت میں ہے۔

امام ابن حبان نے الضعفاء میں، طبرانی، ابن مردویہ، الواسطی رحمہم اللہ نے حضرت رافع بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو فرمایا کہ تم میرے لیے ایک گھر بناؤ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی تعمیر سے پہلے اپنا گھر بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اے داؤد! تو نے میرے گھر سے پہلے اپنا گھر بنایا ہے۔ داؤد علیہ السلام نے عرض کی یا رب تو نے اسی طرح فرمایا ہے کہ جو بادشاہ بنا اس نے اپنے آپ کو ترجیح دی، پھر داؤد علیہ السلام مسجد کی تعمیر میں شروع ہو گئے۔ جب دیواریں مکمل ہوئیں تو گر پڑتی تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ تو میرے لیے گھر نہیں بنا سکتا۔ حضرت داؤد نے عرض کی کیوں یا رب؟ فرمایا جب کہ تیرے ہاتھوں خون جاری ہوئے ہیں۔ یا رب! یہ سب کچھ تیری محبت کی خاطر نہ تھا؟ فرمایا ایسا ہی تھا لیکن وہ میرے بندے ہیں اور میں ان پر رحم فرماتا ہوں۔ یہ چیز اس پر شاق گزری۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ تم پریشان نہ ہو میں اس کی تکمیل تیرے بیٹے سلیمان کے ہاتھوں کراؤں گا۔ جب داؤد علیہ السلام کا وصال ہوا تو سلیمان علیہ السلام اس کی تعمیر میں شروع ہوئے۔ جب قربان کرنے والے کا قرب اور ذابح کی ذبح اور بنی اسرائیل کا اجتماع مکمل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میں تجھے خوشی دکھاؤں گا کیونکہ تو نے میرا گھر تعمیر کیا ہے۔ تو مجھ سے سوال کر میں تجھے عطا کروں گا۔ حضرت سلیمان نے عرض کی میں تین خصائل کا سوال کرتا ہوں حکم جو تیرے حکم کے مطابق ہو اور ایسی بادشاہی جو میرے بعد کسی کے لیے نہ ہو اور جو اس گھر میں آئے اور اس کا ارادہ فقط نماز ہو تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے جس طرح بچہ اپنی

ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہیں دو چیزیں عطا کی گئیں اور مجھے امید ہے تیسری بھی انہیں عطا کی گئی ہوگی۔

امام الواسطی رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیج کہ میرے لیے بیت المقدس بناؤ۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے گھر کی تعمیر پہلے شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے داؤد! میں نے تجھے اپنا گھر بنانے کا حکم دیا تھا تو نے پہلے اپنا گھر بنانا شروع کر دیا اس لیے اب یہ شرف آپ کو نہیں ملے گا۔ حضرت داؤد نے عرض کی پھر یہ شرف میری اولاد کو بخشا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں تیری اولاد تعمیر کرے گی۔ جب حضرت سلیمان مملکت کے والی بنے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی فرمائی کہ بیت المقدس بناؤ انہوں نے بنایا۔ جب مکمل ہو گیا تو شکر کا سجدہ کیا اور عرض کی یا رب! جو اس میں داخل ہو اسے امن عطا فرما اور اس میں دعا کرے اس کی دعا قبول فرما اور جو معافی طلب کرے اس کے گناہ معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میں نے آل داؤد کے لیے دعا کو خاص کیا ہے۔ حضرت سلیمان نے چار ہزار گائیں ذبح کیں، سات ہزار بکریاں ذبح کیں اور کھانا تیار کیا اور بنی اسرائیل کی دعوت کی۔

امام احمد، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، نسائی، ابن ماجہ، الحاکم انہوں اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت سلیمان نے جب بیت المقدس بنایا تو تین چیزوں کا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اللہ تعالیٰ نے دو انہیں عطا فرما دیں اور میں امید کرتا ہوں کہ تیسری بھی انہیں ملے گی۔ انہوں نے سوال کیا کہ ان کا فیصلہ، اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ انہیں عطا فرما دیا۔ انہوں نے سوال کیا کہ انہیں بادشاہی ملے جو ان کے بعد کسی کو نہ ملے، اللہ تعالیٰ نے یہ بھی انہیں عطا فرما دیا۔ تیسرا یہ سوال کیا کہ جو شخص اپنے گھر سے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے لیے نکلے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے جیسے بچہ اس دن ہوتا ہے جس دن والدہ اسے جنم دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی انہیں عطا فرما دیا ہوگا۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ اور الواسطی رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ساتویں آسمانوں میں زمین میں حرم کی مقدار حرم ہے اور ساتوں آسمانوں میں زمین کے بیت المقدس کی مقدار بیت المقدس ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اضافی ثواب کی نیت سے کسی مسجد کا سفر نہ کیا جائے مگر تین مساجد کی طرف مسجد حرام، میری یہ مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اضافی ثواب کی نیت سے کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے مگر تین مساجد کی طرف: مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔ (3)

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 84 (83)، دار الکتب العلمیہ، بیروت

2۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 2، صفحہ 188، (1409)، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ ایضاً، (1410)

امام الواسطی رحمہ اللہ نے حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب سلیمان بن داؤد بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے باب رحمت کے پاس ان کے لیے دو درخت اگائے، ایک سونا اگاتا تھا اور دوسرا چاندی، ہر روز ہر درخت سے دو سو رطل سونا اور چاندی حاصل کیا جاتا تھا۔ پس مسجد فرش سونے اور چاندی کے ٹیوں کا تھا۔ جب بخت نصر آیا تو اس نے اسے خراب کر دیا، اس نے اسی ریڑھیاں سونے اور چاندی کی اٹھوا کر رومیہ میں ڈال دیں۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن عمرو الشیبانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی مسجد تعمیر کی تو سنگ مرمر کے پتھر کو بیت المقدس میں داخل ہونے سے منع فرمادیا کیونکہ یہی معون پتھر ہے، اس نے دوسرے پتھروں پر فخر کیا تھا اس لیے اس پر لعنت کی گئی۔

امام حاکم نے ابوذر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے ذکر کر رہے تھے کہ مسجد رسول اللہ افضل ہے یا بیت المقدس۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز، بیت المقدس کی چار نمازوں سے افضل ہے کتنا اچھا ہے وہ نمازی (جسے میری مسجد میں نماز پڑھنے کا شرف ملا) امید ہے کہ ایک شخص کے لیے اس کے فرش کی مثل زمین ہو جس سے وہ بیت المقدس کو دیکھے تو اس کے لیے وہ تمام دنیا سے بہتر ہے یا فرمایا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔(1)

امام الواسطی نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ہر روز بیت المقدس کی طرف دو مرتبہ دیکھتا ہے۔

امام الواسطی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے آپ بیت المقدس میں موجود تھے۔ فرمایا اے نافع! ہمیں اس گھر سے لے جا کیونکہ اس میں گناہ کئی گنا ہو جاتے ہیں جس طرح نیکیاں کئی گنا ہوتی ہیں۔

امام الواسطی نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے متعلق پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر مسکن بیت المقدس ہے، اس میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزار نماز کے برابر ہے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ کیا کرے؟ فرمایا وہ بیت المقدس کے لیے تیل بھیج دے۔

امام الواسطی رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے بیت المقدس میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نماز پڑھی، پھر دوسرے دن نماز پڑھی تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو گیا جس طرح وہ بچہ اس گناہوں سے پاک ہوتا ہے جس دن اسے ماں جنم دیتی ہے۔

امام الواسطی نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بیت المقدس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خراب ہونے کی شکایت کی، پوچھا گیا کیا مسجد بولتی ہے؟ فرمایا ہر مسجد کی دو آنکھیں ہوتی ہیں جن سے وہ دیکھتی ہے اور ایک زبان ہوتی ہے جس کے ساتھ کلام کرتی ہے۔ مسجد تھوک اور نجاست سے اس طرح سکڑ جاتی ہے جس طرح جانور کوڑا لگنے سے سکڑ جاتا ہے۔

امام الواسطی رحمہ اللہ نے حضرت الشیبانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: خلفاء میں شمار نہیں ہوتا مگر وہ شخص جو مسجد حرام اور مسجد بیت المقدس دونوں کا مالک ہوتا ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، باب الفتن والملاحم، جلد 4، صفحہ 554 (8553)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام واسطی رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے بیت المقدس کے متعلق روایت کیا ہے کہ بیت المقدس میں ایک ہزار دنوں کی طرح ہے اور اس میں ایک مہینہ ہزار مہینوں کی طرح ہے۔ اس میں ایک ہزار سال کی طرح ہے اور جو اس میں فوت ہوا گویا وہ آسمان دنیا میں فوت ہوا۔

امام ابن ابی حاتم نے السدی سے الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم نے اس کے ارد گرد رحمت اگائی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ الخ کے تحت روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو ہدایت بنایا وہ ظلمات سے نور کی طرف نکالتی ہے اور اس کتاب کو ان کے لیے رحمت بنایا ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا میں وَكِیْلًا سے مراد شَرِیْكًا ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ فرماتے ہیں ذُرِّیَّةَ پر نصب ندا کے اعتبار سے ہے یعنی یا ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے حام، سام، یافث اور کوش۔ ساری انسانیت ان چار سے پھیلی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو فاطمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوح علیہ السلام جو چھوٹی، بڑی چیز اٹھاتے پڑھتے، بِسْمِ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اللہ تعالیٰ نے اسی لیے آپ کا عَبْدًا شَكُوْرًا رکھا۔

امام الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردوہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نوح علیہ السلام جب کوئی کپڑا پہنتے یا کھانا کھاتے تو کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام عَبْدًا شَكُوْرًا رکھا۔(3)

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے سعید بن مسعود الثقفی الصحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نوح علیہ السلام کو عَبْدًا شَكُوْرًا اس لیے کہا گیا کیونکہ آپ جب کوئی چیز کھاتے یا پیتے یا کوئی کپڑا پہنتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے تھے۔(4)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوح علیہ السلام بیت الخلاء سے باہر آتے تو یہ دعا پڑھتے تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذَاقَنِیْ لَذَّتَهٗ وَاَبْقٰى فِیَّ مَنْفَعَتَهٗ وَاَخْرَجَ عَنِّیْ اَذَاهُ۔(5)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت العوام رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نوح علیہ السلام یہ دعا پڑھتے تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذَاقَنِیْ لَذَّتَهٗ وَاَبْقٰى فِیَّ مَنْفَعَتَهٗ وَاَذْهَبَ عَنِّیْ اَذَاهُ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 23 2۔ ایضاً

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 392 (3371)، دار الکتب العلمیہ بیروت 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 24

5۔ شعب الایمان، باب تعدید نعمۃ اللہ وشکرھا، جلد 4، صفحہ 113 (4469)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت اصبغ بن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نوح علیہ السلام جب بیت الخلاء سے باہر آئے تو یہ دعا پڑھتے تھے اس لیے انہیں عَبْدًا شَكُوْرًا فرمایا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم التیمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نوح علیہ السلام جب بیت الخلاء سے باہر آتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا شکر کرنا یہ تھا کہ آپ جب بھی کھاتے تو بسم اللہ پڑھتے اور جب فارغ ہوتے تو الحمدللہ کہتے۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نوح علیہ السلام نے کبھی کوئی چیز تناول نہیں فرمائی مگر اللہ کی حمد کی اور کبھی کوئی چیز نہیں پیتے تھے مگر اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے تھے اور اس کی تعریف کرتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔(2)

امام احمد نے الزہد میں، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نوح علیہ السلام جب کھانا کھاتے تو کہتے الحمدللہ، جب پانی پیتے تو کہتے الحمدللہ۔ جب لباس پہنتے تو کہتے الحمدللہ۔ جب سوار ہوتے تو کہتے الحمدللہ، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام عَبْدًا شَكُوْرًا رکھ دیا۔(3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو عبد شکور فرمایا کیونکہ آپ صبح و شام یہ پڑھتے تھے فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ۝ (الروم)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: طعام کا حق یہ ہے کہ انسان یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْمَا رَزَقْتَنَا اور اس کا شکر یہ ہے کہ یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا۔

امام ابن ابی شیبہ نے تمیم بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان جب کھانے پر بسم اللہ پڑھے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرے تو کھانے کی لذت کی نعمتوں کے بارے میں اس سے نہیں پوچھا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی، ابن ماجہ، طبرانی نے الدعاء میں حاتم رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب نیا لباس پہنتے تو یہ پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ۔ پھر فرماتے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے نیا کپڑا پہنا پھر یہ دعا پڑھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ، پھر اپنا پرانا لباس صدقہ کر دیا تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفظ میں ہوگا، زندہ اور مردہ اللہ تعالیٰ کے پردے میں ہوگا۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔(4)

1۔ شعب الایمان، باب لعد ید نعم اللہ وشکرھا، جلد 4، صفحہ 113 (4470)　2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 114 (4472)　3۔ ایضاً (4473)

4۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، باب اللباس، جلد 4، صفحہ 160 (3557)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیا کپڑا اپنے تو یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی النَّاسِ۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عون بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے نیا کپڑا پہنا پھر اللہ تعالیٰ کی حمد کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل کیا یا اس کے گناہ معاف کر دیئے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَقَضَیْنَاۤ اِلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو بتایا۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وَقَضَیْنَاۤ اِلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو آگاہ کیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف فیصلہ کیا۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سابق تفسیر نقل کی ہے۔

ابن المنذر اور حاکم نے طاؤس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں ابن عباس کے پاس موجود تھا اور ہمارے ساتھ ایک قدریہ فرقہ کا شخص تھا۔ میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کوئی تقدیر نہیں ہے۔ ابن عباس نے فرمایا کیا لوگوں میں ایسا بھی کوئی ہے؟ میں نے کہا اگر موجود ہو تو آپ کیا کریں گے۔ فرمایا میں اس کا سر پکڑ کر اس پر یہ آیت تلاوت کروں گا وَقَضَیْنَاۤ اِلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے: اللہ تعالیٰ نے تورات میں بنی اسرائیل سے عہد کیا لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ۔ پس پہلا انکا فساد حضرت زکریا علیہ السلام کا قتل تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان میں نبط کا بادشاہ مسلط کیا۔ پھر اس نے لشکر بھیجے تو ان میں ہزار شہ سوار تھے (فھم اولو اباس) بنو اسرائیل قلعوں میں محفوظ ہو گئے اور ان میں بخت نصر یتیم مسکین بن کر نکلا۔ وہ کھانے کی تلاش میں تھا حتی کہ شہر میں داخل ہوا۔ وہ بنو اسرائیل کی مجالس کے پاس آیا تو وہ کہہ رہے تھے اگر ہمارے دشمن جان لے کہ ہمارے دلوں میں ہمارے گناہوں کی وجہ سے کتنا خوف ڈالا دیا گیا ہے تو ہمارے دشمن ہم سے جنگ کا ارادہ ترک کر دیں۔ جب بخت نصر نے ان کی یہ بات سنی تو وہ شہر سے باہر نکلا اور اس نے سخت قسم کے لشکر تیار کیے۔ پس وہ لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے پھر بنی اسرائیل نے تیاری کی اور نبطیوں سے جنگ کی کچھ ان میں سے مارے گئے اور جو کچھ سامان ان کے پاس تھا۔ بنو اسرائیل نے ان سے چھین لیا اللہ تعالیٰ کے ارشاد ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَیْهِمْ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔(3)

امام ابن عساکر نے ابن تاریخ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ پہلی مرتبہ جب انہوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کر دیا اور دوسری مرتبہ جب یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ العوفی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بنو اسرائیل نے دو مرتبہ فساد کیا۔ پہلی مرتبہ جب انہوں نے فساد کیا تو اللہ تعالیٰ نے جالوت کو ان پر مسلط کیا، پس اس نے انہیں قتل کر دیا۔ دوبارہ انہوں نے فساد کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 26 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 27

جب کہ انہوں نے یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط کیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جالوت کو مسلط کیا، وہ ان کے شہر میں داخل ہو گیا اور ان پر خراج اور ذلت کو لازم کیا۔ بنو اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے ملک (بادشاہ) بھیجنے کا سوال کیا تا کہ اس کے ساتھ مل کر وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو ان کا بادشاہ بنایا۔ طالوت نے جالوت کو قتل کیا اور جالوت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوا، پھر وہ بنی اسرائیل کی طرف لوٹا اور ان کا بادشاہ بنا۔ پھر جب بنو اسرائیل نے فساد شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے دوسری مرتبہ ان پر بخت نصر کو بھیجا۔ اس نے مسجد کو خراب کر دیا اور جس پر قابو پایا اسے برباد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پہلی اور دوسری تباہی کے بعد فرمایا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا۔ فرمایا دوبارہ وہ اپنے کرتوتوں کی طرف لوٹے تو اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مسلط فرمایا۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہاشم العبدی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مشرق و مغرب کے چار شخص بادشاہ رہے ہیں، دو مومن تھے اور دو کافر تھے۔ جو دو کافر تھے وہ الفرخان اور دوسرا بخت نصر۔ ابو ہاشم بیان کرتے تھے شام کا ایک نیک آدمی تھا پھر یہ آیت پڑھی وَ قَضَيْنَاۤ اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا اس شخص نے عرض کی یارب! مجھے سے پہلی مرتبہ کا تسلط تو فوت ہو گیا۔ آپ مجھے دوسری مرتبہ کا تسلط دکھا وہ شخص دکھا وہ شخص اپنی جائے نماز پر بیٹھا ہوا تھا اسے بتایا گیا کہ جس کا تو نے سوال کیا ہے اس کا نام بخت نصر ہے۔ وہ شخص جان گیا کہ میری دعا قبول ہو گئی ہے۔ اس نے دیناروں کی ایک تھیلی اٹھائی اور بابل پہنچ گیا۔ فرحان کے پاس گیا اور اسے کہا میں مال لے آیا ہوں اس کو مساکین میں تقسیم کرو، بادشاہ نے تمام لوگوں کو جمع کیا پھر وہ انہیں مال دیتا گیا اور نام پوچھتا گیا حتی کہ جب مجلس میں موجود لوگوں سے فارغ ہوا تو اسے کہا گیا کہ کچھ لوگ تو ساتیق میں باقی ہیں اس نے ایک نوجوان وہاں بھیجا وہ نوجوان رات کو واپس آیا اور تمام لوگوں کے نام بتائے۔ جب وہ بخت نصر کے نام پر پہنچا تو اس نے کہا ٹھہر جاؤ تو نے یہ نام کیسے لیا ہے؟ اس نے کہا بخت نصر۔ اس نے پوچھا بخت نصر کیسا ہے؟ نوجوان نے کہا سب سے زیادہ غریب و نادار اور بھوکا ہے۔ وہ بیٹھا رہتا ہے مسافر گزرتے ہیں کوئی ان میں سے اس کی طرف ٹکڑا پھینک دیتا ہے اور وہ اسے اٹھا لیتا ہے۔ شامی آدمی نے کہا مجھے اس کے پاس جانا ہے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا وہ اپنے خیمہ میں ہے، وہاں ہی باتیں کرتا ہے میں وہاں اس کے پاس جاؤں گا۔ اسے بوسہ دوں گا اور اسے غسل دوں گا۔ اس نے کہا یہ دنانیر لے لو، اسے جا کر دے دینا۔ اس نے اس دینار دیئے اور اپنے ساتھی کے پاس واپس آیا اور شامی آدمی اس کے ساتھ آیا خیمہ میں داخل ہوا اور پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا بخت نصر۔ اس نے پوچھا یہ نام کس نے رکھا ہے؟ اس نے کہا میری ماں نے۔ اس نے پوچھا تیرا کوئی ہے؟ اس نے کہا نہیں میں تو یہاں ڈرتا رہتا ہوں کہ کوئی بھیڑیا رات کو مجھے کھا نہ جائے۔ اس نے پوچھا تمام لوگوں سے زیادہ مصیبت زدہ کون ہے، بخت نصر نے کہا میں۔ اس شامی آدمی نے کہا، اگر کسی دن تو زمانہ کا بادشاہ بن جائے تو کیا تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15 صفحہ 34,44

مجھے ایسا بنادے گا کہ تو میری نافرمانی نہ کرے۔ بخت نصر نے کہا: مجھ سے مذاق نہ کریں۔ اس نے کہا کیا تو ایسا کرے گا۔ بخت نصر نے کہا میں ایسے ہی کروں گا لیکن میں تیری اتنی عزت کروں گا کہ کسی اور کی عزت ایسی نہیں ہوگی۔ اس نے کہا تو اپنے دینار لے جا اور اپنے شہر چلا جا، دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے ایک گدھا اور رسیاں خریدیں۔ پھر عجم کے علاقوں میں خرید و فروخت کرتا رہا پھر اس نے سوچا یہ تکلیف کب تک رہے گی، اس نے گدھا اور رسیاں بیچ دیں اور اچھا لباس خرید لیا پھر بادشاہ کے دروازہ پر آیا اور اسے اپنے مشورے دینے لگا۔ بادشاہ نے اس کی بڑی قدر و منزلت کی حتی کہ وہ فرحان کے دربان تک پہنچا تو اس نے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ تیرے پاس ایک آدمی آیا ہے، وہ کیسا ہے؟ بادشاہ نے کہا میں نے ایسا آدمی نہیں دیکھا، فرحان نے کہا وہ مجھے دے دے۔ اس نے اس سے بات کی تو بہت خوش ہوا۔ فرحان نے کہا بیت المقدس اور یہ شہر ہم پر فتح کرنے مشکل ہو گئے ہیں۔ ہم ان پر کئی لشکر بھیج چکے ہیں۔ میں اب ان شہروں میں کچھ ایسے لوگ بھیجنے والا ہوں جو ان کا معاملہ پہچانیں۔ پس اس نے چالاک لوگ دیکھے اور انہیں بطور جاسوس بھیجا۔ جب وہ چلے تو انہوں نے بخت نصر کو دیکھا کہ وہ اپنی خورجی گدھے پر رکھ کر آرہا تھا۔ پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا ان کے ساتھ۔ بادشاہ نے کہا کیا تو مجھے اذیت نہیں دے گا، میں تجھے ان پر لشکر کشی کے لیے بھیجوں گا۔ اس نے کہا نہیں حتی کہ جب وہ اپنی منزل پر پہنچے تو اس نے کہا جدا جدا ہو جاؤ۔ بخت نصر نے شہر کے افضل شخص کے بارے میں پوچھا، اسے بتایا گیا تو اس نے اپنی خورجی اپنی جگہ رکھ دی اور صاحب منزل سے کہا کیا تو مجھے اپنے شہر والوں کی خبر نہیں دے گا۔ اس نے کہا وہ ایسے لوگ ہیں جن میں کتاب موجود ہے لیکن وہ اس پر عمل نہیں کرتے اور وہ انبیاء کی اتباع نہیں کرتے۔ وہ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ بخت نصر نے تعجب سے کہا ان کے پاس کتاب ہے، وہ اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے اور انبیاء کی اطاعت نہیں کرتے۔ اس نے ان باتوں کو لکھ کر اپنی خورجی میں ڈال دیا اور ساتھیوں سے کہا یہاں سے چلو۔ وہ چل پڑے حتی کہ الفرحان کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے ہر شخص سے پوچھا، ہر ایک نے بتایا کہ ہم فلاں شہر میں گئے، ان کے اتنے قلعے ہیں ان کی اتنی نہریں ہیں۔ الفرحان نے بخت نصر سے کہا تو کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا ہم ایک ایسی قوم کے پاس گئے جن کے پاس کتاب تھی لیکن وہ اس کے احکام پر عمل پیرا نہ تھے اور انبیاء کے اطاعت شعار نہ تھے اور وہ گروہ بندی کا شکار تھے، بادشاہ نے اسی وقت لوگوں کو بلایا اور ان کی طرف ستر ہزار کا لشکر بھیجا اور اس پر امیر بخت نصر کو بنایا، وہ چلے حتی کہ بنی اسرائیل کے علاقہ پر غالب آگئے، پیچھے سے انہیں خط ملا کہ الفرحان فوت ہو گیا اور اس نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا ہے۔ بخت نصر نے لوگوں سے کہا تم اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ پھر وہ لوگوں کے پاس آیا اور پوچھا تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا ہم نے تیرے بغیر معاملہ کو طے کرنا ناپسند کیا ہے۔ اس نے کہا لوگو! میری بیعت کرو۔ پھر وہ انہیں لے کر چلا حتی کہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور انہیں وہ خط دکھایا، پس انہوں نے اس کی بیعت کر لی اور کہا ہمیں آپ سے انحراف نہیں۔ پس وہ بھی بخت نصر کے ساتھ چل پڑے۔ جب بیت المقدس کے لوگوں نے بخت نصر کی بیعت کے متعلق سنا تو وہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے اور اپنا اپنا لیڈر بنا لیا، وہاں جو کچھ تھا تباہ و برباد ہو گیا۔ کچھ لوگ قتل ہو گئے اور بیت المقدس تباہ ہو گیا۔ انبیاء کے بیٹے غلام بنا لیے گئے جن میں دانیال بھی تھے۔ جب دنانیر والے کو بخت نصر کی بیت المقدس پر قبضہ کی خبر پہنچی تو وہ

بخت نصر کے پاس آیا اور کہا کیا تو مجھے جانتا ہے؟ بخت نصر نے کہا ہاں۔ اس نے اسے اپنی قربت بخشی لیکن اس کی سفارش کسی چیز سے پوری نہ کی حتیٰ کہ دو دجلہ اتر گیا اور وہ دس برس جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا اپنی حکمرانی کا جھنڈا لہراتا رہا پھر اس نے ایک خواب دیکھا جس نے اسے خوف زدہ کر دیا۔ لیکن صبح کے وقت وہ بھول گیا کہ اس نے کیا خواب دیکھا تھا۔ اس نے جادوگروں اور کاہنوں کو میرے پاس لاؤ۔ اس نے کہا آج رات جو میں نے خواب دیکھا اس کی تعبیر بتاؤ، تم مجھے خواب کی تعبیر بتاؤ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ انہوں نے پوچھا خواب کیا ہے؟ اس نے کہا وہ تو میں بھول گیا ہوں، انہوں نے کہا ہمیں اس چیز کا علم نہیں ہے مگر یہ کہ انبیاء کرام کے بیٹوں کو آزاد کرے۔ اس نے انہیں آزاد کر دیا اور کہا مجھے آج رات کے خواب کی تعبیر بتاؤ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا، انبیائے کرام کی اولاد نے کہا وہ خواب کیا ہے؟ اس نے کہا وہ تو میں بھول گیا ہوں۔ انہوں نے کہا پھر یہ تو غیب ہے اور غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، بخت نصر نے کہا اللہ کی قسم! تم مجھے بتاؤ ورنہ میں تمہاری گردنیں اڑا دوں گا، انبیاء کے بیٹوں نے کہا ہمیں اجازت دے کہ ہم وضو کر کے نماز پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تم یہ عمل کر لو، انہوں نے اچھی طرح وضو کیا پھر پاک جگہ پر آئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس خواب پر مطلع کر دیا، وہ بادشاہ کے پاس آئے اور کہا کہ تو نے یہ خواب دکھا ہے تیرا سر سونے کا ہے، تیرا سینہ مٹی کا ہے اور تیرا اوسط تانبے کا ہے اور تیرے پاؤں لوہے کے ہیں۔ اس نے کہا واقعی میں نے یہی خواب دیکھا تھا، اس نے کہا اب اس کی تعبیر بتاؤ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ انہوں نے کہا ہمیں پھر اجازت دے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے سوال کر لیں۔ اس نے کہا جاؤ دعا مانگو، انہوں نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ وہ بادشاہ کے پاس آئے اور کہا تو نے جو دیکھا ہے کہ تیرا سر سونے کا ہے یہ تیری بادشاہی ہے جو اس رات سے سال مکمل ہونے تک ختم ہو جائے گی۔ بخت نصر نے کہا پھر کیا ہو گا۔ اس نے کہا تیرے بعد ایک بادشاہ ہو گا جو لوگوں پر فخر کرے گا پھر ایک بادشاہ ہو گا لوگوں پر جس کی شدت کا اندیشہ ہو گا پھر ایک اور بادشاہ آئے گا جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا وہ لوہے کی مانند ہے، اس سے مراد اسلام ہے۔ بخت نصر نے ایک محل تیار کرنے کا حکم دیا جو زمین اور آسمان کے درمیان ہو۔ پھر اس نے اپنے نگہبانوں اور چوکیداروں سے کہا: آج کی رات کوئی شخص تم سے آگے گزر کر نہ آئے اگرچہ میں بخت نصر بھی اجازت دوں، تم گزرنے والے شخص کو فوراً قتل کر دینا خواہ کوئی بھی ہو۔ پس جس جس شخص کو جو جگہ سونپی گئی تھی وہ وہاں بیٹھ گیا۔ رات کو بخت نصر کے پیٹ میں درد ہوا۔ اس نے یہاں اپنی موجودگی ظاہر کرنا ناپسند کیا، اس نے لوگوں کے کانوں کے سوراخوں پر مارا تو وہ سونے کے قریب تھے۔ پھر وہ ان کے پاس آیا تو وہ سوئے ہوئے تھے پھر وہ ان کے پاس آیا تو کچھ جاگ رہے تھے، اس نے پوچھا کون، اس نے کہا بخت نصر۔ یہ وہ شخص ہے جو اس رات ہم سے پوشیدہ ہو گیا تھا، اس چوکیدار نے اسے مارا اور قتل کر دیا پس صبح خبیث بخت نصر قتیل پڑا تھا۔

امام جریر رحمہ اللہ نے اس روایت کو حضرت سعید بن جبیر، سدی اور وہب بن منبہ رحمہم اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کا ہے کہ بخت نصر شام پر غالب آیا تو اس نے بیت المقدس کو برباد کر دیا اور لوگوں کو قتل کر دیا پھر دمشق آیا تو اس نے خون دیکھا جو انگیٹھی پر ابل رہا تھا۔ اس نے پوچھا یہ خون

کیسا ہے؟ لوگوں نے کہا ہم نے اپنے آباء کو اسی طرح پایا ہے۔ جب ان پر یہ دھونی دینے کی لکڑی غالب آتی ہے تو غبہ پایا جاتا ہے، پس اس خون پر اس نے ستر ہزار مسلمانوں وغیرہ کو قتل کیا پس وہ خون ٹھنڈا ہو گیا۔ (1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب بخت نصر نے بنی اسرائیل کو قتل کیا اور بیت المقدس کو گرا دیا تو وہ بنی اسرائیل کو قیدی بنا کر بابل لے گیا اور انہیں بہت برا عذاب دیا، اس نے پھر آسمان پر پہنچنے کا ارادہ کیا۔ اس نے آسمان پر چڑھنے کی تدبیر سوچی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک مچھر مسلط کر دیا جو اس کی ناک میں داخل ہو گیا اور اس کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ وہ اس کے دماغ کو کاٹتا رہا، اس کے سر پر پتھر مارا جاتا تھا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل نے جب ہفتہ کے دن کے احکام سے تجاوز کیا اور حد سے بڑھ گئے اور انبیائے کرام کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر فارس کا بادشاہ بخت نصر مسلط کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بادشاہی کو سات سات قائم رکھا۔ وہ بنو اسرائیل کی طرف چلا اور بیت المقدس میں داخل ہوا ان کا محاصرہ کیا اور پھر فتح حاصل کی اور حضرت زکریا علیہ السلام کے خون پر ستر ہزار آدمی قتل کیے پھر اس نے بیت المقدس کے لوگوں اور انبیاء کے بیٹوں کو قیدی بنالیا اور بیت المقدس کے زیورات چھین لیے اس نے بیت المقدس سے ایک لاکھ ستر ہزار ریڑھیاں زیورات کی نکالیں اور انہیں بابل میں لے آیا۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! بیت المقدس تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظیم ہے؟ فرمایا ہاں، اسے سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے سونے، موتی، یاقوت اور زبرجد سے بنایا تھا اور اس میں سونے اور چاندی کی ٹائلیں فرش پر لگائی تھیں اور اس کے ستون بھی سونے کے تھے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا تھا اور اس کے شیطانوں کو مسخر کر دیا تھا وہ سب کچھ آنکھ جھپکنے کی دیر میں پیش کر دیئے تھے۔ یہ تمام چیزیں بخت نصر لے گیا حتیٰ کہ بابل میں جا کر اترا۔ اس نے سو سال بنو اسرائیل پر حکومت کی مجوسیوں نے انہیں عذاب دیئے، ان میں انبیاء اور انبیاء کے بیٹے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے فارس کے بادشاہ کی طرف وحی فرمائی، جسکو کودس کہا جاتا تھا وہ مومن تھا کہ تو بنی اسرائیل جو باقی ہیں ان کی طرف جا حتیٰ کہ انہیں نجات دلا، پس کورس بنی اسرائیل کے ساتھ چلا اور بیت المقدس میں داخل ہوا حتیٰ کہ بیت المقدس واپس لے آیا، پس بنو اسرائیل سو سال تک اطاعت شعار رہے۔ پھر معاصی کے درپے ہو گئے ان پر پھر اللہ تعالیٰ نے ابطناخوس کو مسلط کیا۔ اس نے دوبارہ ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی جو بخت نصر کے ساتھ لڑے تھے، پس بنو اسرائیل لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ بادشاہ بیت المقدس تک پہنچ گیا۔ اس نے پھر بیت المقدس کے لوگوں کو قیدی بنالیا اور بیت المقدس کو جلا دیا۔ اس نے بنی اسرائیل کو کہا اگر تم پھر معاصی کی طرف لوٹے تو ہم پھر تمہیں قیدی بنالیں گے۔ وہ پھر گناہوں میں لگ گئے، انہیں پھر تیسری مرتبہ قید کرنے کا ارادہ فرمایا۔ رومیہ کے بادشاہ جس کو قاقس بن اسبایوس کہا جاتا ہے اسے بھیجا۔ وہ ان سے خشکی اور سمندر میں لڑا اور انہیں قیدی بنالیا، بیت المقدس کے زیورات لے گیا اور بیت المقدس کو آگ سے جلا دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بیت المقدس کے زیورات کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 36

صفت ہے اور انہیں مہدی علیہ السلام بیت المقدس کی طرف لوٹائیں گے۔ یہ سترہ سو کشتیاں ہیں جو یہاں پر لنگر انداز ہیں حتی کہ وہ بیت المقدس کی طرف نقل کریں گی اور ان کشتیوں کے ذریعے پہلے اور پچھلے لوگ اس کی طرف جمع ہوں گے۔(1)

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کا فساد جو انہوں زمین میں دو مرتبہ کیا وہ یہ ہے: زکریا علیہ السلام اور یحییٰ بن زکریا کا قتل پس اللہ تعالیٰ نے ان پر سابور ذوالاکتاف کو مسلط کیا جو فارس کے بادشاہوں میں سے ایک تھا، یہ زکریا علیہ السلام کے قتل کی وجہ سے ہوا۔ اور یحییٰ علیہ السلام کو انہوں نے قتل کیا تو ان پر بخت نصر کو مسلط کیا۔(2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا یعنی جب آ گیا پہلا وعدہ ان دونوں وعدوں میں سے جن سے ہم نے بنی اسرائیل کو آگاہ کر دیا تھا کہ تم ضرور فساد کرو گے زمین میں دو مرتبہ۔(3)

امام ابن جریر، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ کے تحت فرمایا ہے کہ ایک لشکر فارس سے آیا تھا جو اس کی اخبار کی جاسوسی کرتے تھے اور ان کی باتیں سنتے تھے۔ ان کے ساتھ بخت نصر بھی تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے درمیان ان کی بات یاد رکھی۔ پھر فارس کا لشکر لوٹا اور زیادہ جنگ نہ ہوتی اور بنو اسرائیل کے خلاف مدد کی گئی یہ پہلا وعدہ ہے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ دوسرا وعدہ اس وقت پورا ہوا جب فارس کے بادشاہ نے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر بخت نصر کو بنایا۔ اس لشکر نے انہیں تباہ و برباد کر دیا یہ دوسرا وعدہ تھا۔(4)

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ فَجَاسُوْا کا معنی فَمَشَوْا ہے یعنی وہ چلے۔(5)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جالوت کو مسلط کیا حتی کہ طالوت کو پھر اللہ نے بھیجا جن کے ساتھ داؤد علیہ السلام تھے تو داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے گردش زمانہ کو بنی اسرائیل کے حق میں پلٹا دیا اور انہیں کثیر التعداد بنا دیا، یہ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا پھر جب آ گیا دوسرا وعدہ تا کہ غم ناک بنا دیں تمہارے چہروں کو تا کہ (جبرا) داخل ہو جائیں مسجد میں جیسے داخل ہوئے تھے پہلی مرتبہ تا کہ فنا و برباد کر کے رکھ دیں جس پر قابو پائیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسری مرتبہ بخت نصر بابلی مجوسی کو ان پر مسلط کیا جو اللہ کے نزدیک مبغوض ترین شخص تھا۔ پس اس نے بنی اسرائیل کو قیدی بنایا اور بیت المقدس کو خراب کیا اور انہیں دردناک عذاب دیا۔(6)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ دوسرا وعدہ (عقوبت) پہلے کی نسبت زیادہ زیادہ سخت تھا۔ کیونکہ پہلی سزا میں صرف شکست تھی اور دوسری سزا میں تباہی تھی، بخت نصر نے تورات کو بھی جلا دیا تھا حتی کہ اس نے ایک حرف بھی نہ چھوڑا تھا اور بیت المقدس کو خراب کر دیا۔(7)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تَتْبِيْرًا کا معنی تباہ و برباد کرنا روایت کیا ہے۔(8)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 27 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 33
4۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 37 5۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 34 6۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 37,44
7۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 51 8۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 52

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ (تتبیرا) یعنی ہم نے نبطیہ کو تباہ و برباد کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ کے تحت روایت کیا ہے جس رحمت کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا وہ محمد ﷺ کی بعثت ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا کہ وہ پھر نافرمانی کی طرف لوٹے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر محمد ﷺ کو مسلط فرما دیا پس وہ جزیہ دیتے ہیں عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ (التوبہ) اپنے ہاتھ سے ذلیل وخوار ہو کر۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا۔(2)

امام ابن النجار رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو عمران الجونی سے بھی حَصِيْرًا کا معنی قید خانہ روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں کافروں کے لیے پناہ گاہ بنائی۔(3)

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حَصِيْرًا کے تحت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ وہ جہنم میں محصور ہوں گے۔(4)

امام ابن جریر، عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے حَصِيْرًا کے تحت روایت کیا ہے کہ فِرَاشاً وَّ مِهَاداً یعنی ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے بچھونا بنا دیا۔(5)

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴿۹﴾ وَّ اَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۰﴾

"بلاشبہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب راہوں سے سیدھی راہ ہے اور مژدہ سناتا ہے ان ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں کہ بلاشبہ ان کے لیے بڑا اجر ہے اور بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے تیار کر دیا ہے ان کے لیے دردناک عذاب"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اَقْوَمُ کا معنی اصوب (یعنی جو زیادہ درست ہے) کیا ہے۔(6)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ قرآن تمہاری بیماریوں اور تمہاری دواؤں پر رہنمائی کرتا ہے، تمہاری بیماریاں تمہارے گناہ اور خطائیں ہیں اور تمہارا علاج استغفار ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 53 | 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 54 | 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 53

4۔ ایضاً | 5۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 54 | 6۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 55

امام حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اسے وَ يُبَشِّرُ کو تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد جنت ہے۔ قرآن کریم میں اجر کبیر، رزق کبیر، رزق کریم جہاں استعمال ہوا ہے اس سے مراد جنت ہے۔(2)

وَ يَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝

''اور دعا مانگا کرتا ہے انسان برائی کے لیے جیسے دعا مانگا کرتا ہے بھلائی کے لیے اور (حقیقت یہ ہے کہ) انسان بڑا جلد باز (واقع ہوا) ہے''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کی ہے کہ اس سے مراد انسان کا یہ کہنا ہے: اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ وَاغْضَبْ عَلَيْهِ۔ اے اللہ اس پر لعنت کر، اور اس پر غضب نازل کر۔(3)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ سے مراد انسان کا اپنی اولاد اور اپنی بیوی کے لیے بددعا کرنا ہے، کوئی شخص جب غصے میں آتا ہے تو بددعا کرتا ہے، اپنے آپ کو گالی دیتا ہے۔ اپنی بیوی، اپنے مال اور اپنی اولاد کو برا بھلا کہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ پھر وہ اسے اس کے کہنے پر عطا کر دے تو اسے پر شاق گزرتا ہے۔ پھر وہ اس مصیبت و پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے پھر خیر کی دعا مانگتا ہے۔ کریم رب وہ خیر بھی اسے عطا کرتا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ انسان اپنی اولاد اور اپنی بیوی کے لیے بددعا کرنے میں جلدی کرتا ہے، پس وہ ان کے لیے بددعا کرتا ہے پھر وہ پسند نہیں کرتا کہ انہیں یہ مصیبت پہنچے۔

امام ابوداؤد اور البزار رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے، اپنے اموال کے لیے بددعا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے کسی ایسی گھڑی میں موافقت نہ کرو جس میں قبولیت ہو ورنہ وہ تمہاری اس بددعا کو قبول فرمالے گا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا یعنی انسان بہت جلد اکتانے والا ہے نہ اسے خوشحالی پر صبر ہے اور نہ اسے تنگ دستی پر چین ہے۔(4)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن المنذر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت سلمان الفارسی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ کے سر کو پیدا فرمایا تو آدم علیہ السلام دیکھنے لگ گئے جب کہ ابھی ان کی ٹانگیں تیار ہونا باقی تھیں۔ جب عصر کے بعد کا وقت ہوا تو عرض کرنے لگے: یا رب! رات سے پہلے پہلے جلدی میری ٹانگیں بھی تخلیق فرما۔ اس آیت میں یہی مراد ہے۔(5)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے بقیہ جسم سے پہلے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 392، دار الکتب العلمیہ بیروت	2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 56، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ ایضاً	4۔ ایضاً	5۔ ایضاً

آدم علیہ السلام کی آنکھیں پیدا فرمائیں تو عرض کرنے لگے یارب! سورج کے غروب ہونے سے پہلے میری بقیہ تخلیق مکمل فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا۔

وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾ وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ؕ﴿۱۴﴾

''اور ہم نے بنایا ہے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دونشانیاں اور ہم نے مدھم کردیا رات کی نشانی کو اور بنا دیا دن کی نشانی کو روشن تاکہ (دن کے اجالے میں) تم تلاش کرو رزق اپنے رب سے اور تاکہ تم جان لو سالوں کی تعداد اور حساب کو اور ہر چیز کو ہم نے بڑی وضاحت سے بیان کردیا ہے اور ہر انسان کی (قسمت کا) نوشتہ اس کے گلے میں ہم نے لٹکا رکھا ہے اور ہم نکالیں گے اس کے لیے روز قیامت ایک کتاب جسے وہ (اپنے سامنے) کھلا ہوا پائے گا (اسے حکم ملے گا) پڑھو اپنا دفتر عمل، تم خود ہی کافی ہو آج اپنی باز پرس کرنے کے لیے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ایک کمزور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دو سورجوں کو اپنے عرش کے نور سے پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں تھا کہ ایک سورج باقی رکھنا ہے۔ پس اس نے اس دنیا اور جو کچھ اس کے مغرب و مشرق کے درمیان ہے اس کی مثل پیدا فرمایا اور جو کچھ اس کے علم سابق میں تھا کہ اسے مٹانا ہے اور چاند بنانا ہے تو اس کو اس نے سورج سے کم پیدا فرمایا لیکن آسمان میں انتہائی بلند ہونے اور زمین سے زیادہ دور ہونے کی وجہ سے چھوٹا دکھائی دیتا ہے۔ اگر سورج کو اسی طرح رکھا جاتا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا تھا، رات، دن سے پہچانی نہ جاتی اور دن رات سے پہچانا جاتا اور روزے دار کو علم نہ ہوتا کہ روزہ کب رکھنا ہے اور کب افطار کرنا ہے اور مسلمان اپنے حج کا وقت بھی نہ پہچان سکتے اور انہیں پتہ نہ چلتا کہ ایام، شہور، سال اور حساب کی تعداد کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو بھیجا کہ چاند کے چہرے پر اپنا پر مارو (وہ اس وقت سورج تھا) تین مرتبہ۔ پس سورج کی ضوء ختم ہوگئی اور اس میں نور باقی رہا وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ الایہ، کا یہی مطلب ہے۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت سعید المقبری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی سیاہی کے بارے میں پوچھا؟ تو فرمایا دو سورج تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰيَةَ الَّيْلِ پس جو سیاہی تمہیں نظر آتی ہے وہ محو ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری رحمہم اللہ نے المصاحف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: محو سے مراد وہ سیاہی ہے جو چاند میں ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دن اور رات برابر تھے، پس اللہ تعالیٰ نے رات کی نشانی مٹادی اور اسے تاریک بنادیا اور اٰیَةَ النَّهَارِ کو باقی رکھا جیسے کہ وہ پہلے تھی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: محو سے مراد رات کی تاریکی ہے۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں: چاند، سورج کی طرح روشن تھا اور چاند، رات کی نشانی ہے اور سورج دن کی نشانی ہے، پس وہ تاریکی جو چاند میں ہے وہ محو کا اثر ہے۔ (2)

امام عبدالرزاق نے المصنف اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہرقل نے معاویہ کی طرف تین چیزوں کے متعلق استفسار کرتے ہوئے لکھا، کون سی جگہ ہے جہاں تو نماز پڑھے تو گمان کرے کہ تو نے قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی؟ اور وہ کون سی جگہ ہے جہاں ایک مرتبہ سورج طلوع ہوا اس سے پہلے اور بعد میں وہاں سے طلوع نہ ہوا؟ وہ سیاہی کیا ہے جو چاند میں ہے۔ معاویہ نے ابن عباس سے پوچھا تو انہوں نے کہا، پہلی جگہ کعبہ کی چھت ہے اور دوسری جگہ وہ سمندر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے پھاڑ دیا تھا اور چاند کی تاریکی محو کا اثر ہے۔ (3)

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے سورج کے نور کے ستر جزء پیدا فرمائے اور چاند کے نور کے بھی ستر جزء پیدا فرمائے۔ پھر چاند کے نور انہتر جزء محو کر دیئے اور انہیں سورج کے نور سے ملا دیا۔ پس سورج کے ایک سو انتالیس جزء ہو گئے اور چاند کا جزء رہ گیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک سورج رات کا تھا اور ایک سورج دن کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رات کے سورج کو محو کر دیا، پس یہ وہی محو (سیاہی) ہے جو چاند میں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تیرہویں یا چودھویں رات کو چاند کو دیکھو تو تمہیں نظر آئے گا کہ اس میں ایک شخص دوسرے شخص کے سر کو گویا پکڑے ہوئے ہے۔

ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اٰیَةَ الَّیْلِ سے مراد رات کی تاریکی ہے اور اٰیَةَ النَّهَارِ سے مراد دن کا اجالا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے (فصلناہ) اس کا معنی ہے ہم نے اس کو بیان کیا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء بن السائب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے کئی علماء نے بتایا کہ ایک شام کو قاضی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی اے امیر المومنین! میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے بہت پریشان کر رکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو نے کیا خواب دیکھا ہے؟ اس نے کہا میں نے سورج اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 59، دار احیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً

3۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 63، دار الکتب العلمیہ بیروت

چاند کو ڈوبتے ہوئے دیکھا ہے اور ستارے آدھے سورج کے ساتھ اور آدھے چاند کے ساتھ تھے۔ حضرت عمر نے پوچھا تو کس کے ساتھ تھا؟ اس نے کہا میں چاند کے ساتھ اور سورج کے مخالف تھا۔ حضرت عمر نے وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ الخ کی آیت تلاوت فرمائی اور کہا تو چلا جا اور کبھی میرے لیے کام نہ کر۔ عطا فرماتے ہیں: مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ قاضی جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے لشکر میں قتل ہوا تھا (وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف تھا)

امام ابن عساکر نے حضرت علی بن زید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن الکواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چاند کی سیاہی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ محو کا اثر ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ۔

امام احمد، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو طَائِرُ كُلِّ اِنْسَانٍ فِيْ عُنُقِهٖ پڑھتے سنا ہے۔

امام ابن مردویہ نے حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے وہ نطفہ جس سے انسان تخلیق کیا جاتا ہے وہ چالیس دن اور چالیس راتیں عورت کے بدن میں اڑتا رہتا ہے، وہ اس کے ہر بال، جلد، نس اور ہڈی میں داخل ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ ناخن اور گوشت کے درمیان بھی داخل ہوتا ہے، پھر جب چالیس راتیں اور چالیس دن گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے رحم مادر میں اتارتا ہے، وہ چالیس دن اور چالیس راتیں جما ہوا خون رہتا ہے پھر چالیس دن اور چالیس راتیں گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ جب اسے چار ماہ مکمل ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ارحام کے فرشتہ کو بھیجتا ہے، پس اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر اس کا گوشت اس کا خون، اس کے بال اور اس کی جلدی پیدا فرماتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کی تصویر بنا، فرشتہ عرض کرتا ہے یارب! میں کیا تصویر بناؤں زائد یا ناقص، مرد یا عورت، خوبصورت یا بد صورت، گھنگریالے بالوں والا یا سیدھے بالوں والا، پست قامت یا طویل القامت، سفید یا گندمی رنگ، برابر یا غیر برابر؟ پس فرشتہ یہ تمام چیزیں لکھ لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے پھر فرشتہ عرض کرتا ہے: یارب! شقی یا سعید؟ اگر سعید لکھنے کا حکم ملتا ہے تو فرشتہ اس میں آخری عمر میں سعادت کی روح پھونکتا ہے، اگر وہ شقی ہوتا ہے تو فرشتہ اس میں آخری عمر میں بدبخت ہونے کی روح پھونکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کی عمر، اس کا رزق، اس کی مصیبت، اس کی اطاعت و معصیت کا عمل لکھ، پس اللہ تعالیٰ جو حکم دیتا ہے فرشتہ لکھ دیتا ہے پھر فرشتہ عرض کرتا ہے یارب! اس تحریر کو کیا کروں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا اس کے متعلق فیصلہ ہونے تک اسے اس کے گلے میں لٹکا دے۔ اس ارشاد میں یہی ارشاد ہے وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انسان جہاں بھی ہوتا ہے اس کی سعادت اور شقاوت اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے خیر اور شر لکھا ہوتا ہے سب اس کے ساتھ رہتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت جویبر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عبد اللہ نے فرمایا طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ سے مراد شقاوت، سعادت، رزق اور عمر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ سے مراد اس کی کتاب ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ سے مراد انسان کا عمل ہے۔

امام ابوداؤد نے کتاب القدر میں ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ الخ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی گردن میں ایک ورقہ ہوتا ہے جس میں اس کا شقی یا سعید ہونا لکھا ہوتا ہے۔(1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے طٰٓئِرَهٗ سے مراد انسان کا عمل ہے وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا فرماتے ہیں جو انسان نے عمل کیا ہوگا وہ اس پر شمار کیا جائے گا اور قیامت کے دن جو اس کا عمل لکھا ہوا ہوگا اسے نکالا جائے گا پس وہ اس کو کھلا ہوا پڑھے گا۔(2)

ابن ابی حاتم نے السدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کافر کے لیے قیامت کے روز کتاب نکالی جائے گی وہ کہے گا یا رب! تو نے فیصلہ کیا ہے کہ تو بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ پس تو مجھے اپنا محاسبہ کرنے دے، اسے کہا جائے گا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ الخ۔

امام ابوعبید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ہارون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن بن کعب کی قرأت میں تھا (وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ) يَقْرَأُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُوْرًا)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ يَخْرُجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا پڑھتے تھے یعنی يَخْرُجُ کو یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ مطلب یہ ہے يَخْرُجُ الطَّائِرُ كِتَابًا۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ کے تحت روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: جو دنیا میں ان پڑھ ہوگا وہ بھی قیامت کے دن پڑھ لے گا۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اے اولاد آدم! تیرے لیے صحیفہ بچھایا گیا ہے اور تیرے اوپر دو فرشتے مقرر کیے گئے ہیں جو کریم ہیں، ایک تیری دائیں جانب اور ایک بائیں جانب ہے حتی کہ جب تو فوت ہو جائے گا تو تیرا صحیفہ لپیٹ دیا جائے گا پھر تیری قبر میں تیری ساتھ تیری گردن میں لٹکا دیا جائے گا حتی کہ تو قیامت کے روز قبر سے نکلے گا۔ اس وقت ارشاد ہوگا وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ الخ۔(5)

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے تمہید میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمایا ہے: فرماتی ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنے آباء کے ساتھ ہوں گے۔ پھر کچھ بعد یہی سوال پوچھا تو فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے جو وہ عمل کرنے والے تھے۔ پھر اسلام کے مستحکم ہونے کے بعد پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى فرمایا وہ فطرت ہیں یا فرمایا جنت میں ہیں۔

امام عبد الرزاق نے المصنف میں، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عرض کی: یا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 61، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 62 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 61
4۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 63 5۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 62

رسول الله! ﷺ مشرکین کی اولاد میں سے بچوں کا کیا فیصلہ کیا گیا ہے؟ فرمایا وہ ان مشرکین میں سے ہیں۔

امام ابن سعد، احمد، قاسم بن اصبغ اور ابن عبد البر نے حسناء بنت معاویہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول الله ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ نبی جنت میں ہے، شہید جنت میں ہے، بچہ جنت میں ہے، زندہ درگور کیا گیا جنت میں ہے۔

امام قاسم بن اصبغ اور ابن البر رحمہما الله نے حضرت انس رضی الله عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نے رسول الله ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا تو فرمایا وہ اہل جنت کے خدام ہیں۔

حضرت سلمان رضی الله عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: مشرکین کے بچے جنتیوں کے خادم ہیں۔

امام حکیم ترمذی رحمہ الله نے نوادر الاصول میں، ابن عبد البر رحمہ الله نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی الله عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: میں نے رسول الله ﷺ سے پوچھا مسلمانوں کی اولاد کہاں ہے؟ فرمایا جنت میں۔ میں نے پوچھا مشرکین کی اولاد کہاں ہے؟ فرمایا دوزخ میں۔ میں نے عرض کی یا رسول الله ﷺ انہوں نے نہ اعمال کیے نہ ان پر اقلام جاری ہوئیں۔ تو پھر یہ کیسے ہے؟ فرمایا تمہارا رب زیادہ جانتا ہے جو وہ کرنے والے تھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر تو چاہے تو میں تجھے ان کی دوزخ میں چیخ و پکار سناؤں۔ (1)

امام احمد، قاسم بن اصبغ اور ابن عبد البر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں کہتا تھا کہ مشرکین کے بچے اپنے والدین کے ساتھ ہوں گے حتی کہ مجھے ایک صحابی نے رسول الله ﷺ سے روایت کر کے بتایا کہ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ان کا رب ان کے متعلق جو کچھ کرنے والا ہے زیادہ جاننے والا ہے، میں اپنے قول سے رک گیا۔

امام قاسم بن اصبغ اور ابن عبد البر رحمہما الله نے حضرت ابو ہریرہ رضی الله عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول الله ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا الله زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ کرنے والے تھے۔ والله اعلم۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

"جو راہ ہدایت پر چلتا ہے تو وہ راہ ہدایت پر چلتا ہے اپنے فائدہ کے لیے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب

1۔ نوادر الاصول، جلد 1، صفحہ 87، دار صادر بیروت

تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہلاک کردیں کسی بستی کو (اس کے گناہوں کے باعث) تو (پہلے) ہم (نبیوں کے ذریعہ) وہاں کے رئیسوں کو (نیکی کا) حکم دیتے ہیں مگر وہ (الٹا) نافرمانی کرنے لگتے ہیں اس میں پس واجب ہو جاتا ہے ان پر (عذاب کا) فرمان۔ پھر ہم اس بستی کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دیتے ہیں اور کتنی قومیں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا ہے نوح کے بعد اور آپ کا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں سے اچھی طرح باخبر ہے (اورانہیں) خوب دیکھنے والا ہے''۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اہل فترت، معتوہ (نیم پاگل) بہرے، گونگے اور ان بوڑھوں کو جمع کرے گا جنہوں نے اسلام کو نہ پایا ہوگا پھر ان کی طرف ایک پیغام رساں بھیجے گا جو یہ پیغام پہنچائے گا کہ تم دوزخ میں داخل ہو جاؤ وہ کہیں گے کیوں؟ ہمارے پاس رسل تشریف نہیں لائے، فرمایا اللہ کی قسم! اگر وہ دوزخ میں داخل ہوتے تو وہ ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جاتی پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف رسول بھیجے گا۔ پس اس رسول کی اطاعت کرے گا جو اس کی اطاعت کا ارادہ کرے گا۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں: اگر تم چاہو تو یہ پڑھو وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ (1)

امام اسحاق بن راہویہ، احمد، ابن حبان، ابونعیم (فی المعرفۃ) الطبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے کتاب الاعتقاد میں حضرت الاسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار افراد قیامت کے دن حجت پیش کریں گے (۱) بہرہ، جو بالکل نہ سنتا ہو (۲) بے وقوف (۳) بوڑھا فرتوت (۴) ایسا شخص جو زمانہ فترہ میں مرا ہوگا، بہرہ کہے گا اے میرے رب اسلام آیا مگر میں کچھ شاہی نہیں تھا۔ احمق کہے گا اے رب! اسلام آیا لیکن میری یہ حالت تھی کہ بچے مجھے مینگنیاں مارتے تھے۔ بوڑھا کہے گا اسلام آیا مگر میں کچھ سمجھتا ہی نہ تھا اور جو زمانہ فترہ میں مرا ہوگا۔ وہ کہے گا اے میرے رب! تیرا رسول ہی نہیں آیا تھا میں اسلام کیسے قبول کرتا۔ اللہ تعالیٰ ان سے اپنی اطاعت کا پختہ عہد لے گا پھر انہیں آگ میں داخل ہونے کے لیے بھیج دے گا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر وہ داخل ہو جائے تو آگ ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جاتی اور جو داخل نہ ہوں گے انہیں گھسیٹ کر داخل کیا جائے گا۔ (2)

امام ابن راہویہ، احمد، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے اسی طرح روایت کی ہے لیکن اس کے آخر میں ہے کہ جو داخل ہو جائے گا آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی اور جو داخل نہیں ہوگا اسے گھسیٹ کر داخل کیا جائے گا۔

امام قاسم بن اصبغ، البزار، ابویعلی، ابن عبد البر رحمہم اللہ (تمہید میں) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز چار افراد کو لایا جائے گا۔ بچہ، نیم پاگل، جو زمانہ فترہ میں فوت ہوا ہوگا اور بوڑھا فرتوت۔ ہر ایک اپنی دلیل کے ساتھ بات کرے گا، اللہ تعالیٰ جہنم کے عنق (گردن) سے فرمائے گا تو ظاہر ہو جا،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 63، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ کنز العمال، جلد 14، صفحہ 370، موسسۃ الرسالۃ بیروت

پھر ان افراد کو فرمائے گا میں اپنے بندوں کی طرف ان میں سے رسول بھیجتا رہا اور تمہاری طرف میں خود اپنا رسول ہوں، اس (جہنم) میں داخل ہو جاؤ۔ پس جس کی تقدیر میں شقاوت ہوگی وہ کہے گا یا رب ہم جہنم میں داخل ... ان سے بھاگتے تھے؟ اور جس کی تقدیر میں سعادت ہوگی وہ دوڑ کر جہنم میں داخل ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا ... نافرمانی کی تو تم میرے رسولوں کی تو اس سے زیادہ تکذیب اور نافرمانی کرتے تھے پھر ان کو (یعنی جہنم میں داخل ہونے والوں کو) جنت میں داخل کر دے گا اور ان کو (جو جہنم میں داخل نہیں ہوئے تھے) جہنم میں داخل کر دے گا۔(1)

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، الطبرانی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز بے عقل، ایام فترت میں مرنے والے اور بچپن میں ہلاک ہونے والے کو بلایا جائے گا بے عقل کہے گا۔ اے میرے رب! اگر تو مجھے عقل عطا فرماتا تو عقل مندوں میں سے کوئی مجھ سے زیادہ سعادت مند نہ ہوتا پھر آپ ﷺ نے ایام فترت میں مرنے والوں کا اسی طرح ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب میں تمہیں حکم دیتا ہوں تم میری اطاعت کرو گے؟ وہ کہیں ہاں اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ دوزخ کی آگ میں داخل ہو جاؤ۔ فرمایا اگر وہ داخل ہوں گے تو انہیں آگ کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان پر دوزخ کے کچھ آثار ظاہر کرے گا۔ وہ گمان کریں گے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کو ہلاک کر دیں گے وہ جلدی جلدی پیچھے لوٹے گے اور عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم نکل آئے، تیری عزت کی قسم! ہم اس میں داخل ہونا چاہتے تھے پس ہم پر آگ کے آثار ظاہر ہوئے۔ ہم نے سوچا یہ تو اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کو جلا دے گی۔ پھر دوبارہ حکم ہوگا وہ اسی طرح واپس لوٹ آئیں گے اور پہلے کی طرح عذر پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تمہیں اپنے علم کے مطابق پیدا کیا تھا اور میرے علم کی طرف تم لوٹنے ہو۔ ارشاد ہوگا اے جہنم! انہیں اپنے ساتھ ملا لے۔ پس آگ انہیں پکڑ لے گی۔(2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز ان لوگوں کا محاسبہ ہوگا جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا ہوگا پس اللہ تعالیٰ اطاعت شعاروں کو جنت میں داخل کرے گا اور نافرمانوں کو آگ میں داخل کرے گا پھر بچے اور زمانہ فترت میں مرنے والے بچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہیں اس آگ میں داخل ہونے کا حکم کرتا ہوں۔ پس ان کے لیے آگ سے ایک عنق (گردن) نکلے گی جو اس میں داخل ہوگا اس کی نجات ہوگی اور جو پیچھے ہٹے گا اور داخل نہیں ہوگا اس کے لیے ہلاکت ہوگی۔(3)

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت عبداللہ بن شعر ادرضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور مشرکین کے ان بچوں کے بارے پوچھا جو بچپن میں ہی مر گئے تھے۔ آپ ﷺ نے تھوڑی دیر سر کو جھکایا پھر فرمایا سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے

1۔ مسند ابو یعلی، جلد 3، صفحہ 433، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ معجم کبیر، جلد 20، صفحہ 83، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب ذکر انار، جلد 7، صفحہ 57، (34181)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ جب جنتیوں اور دوزخیوں کا فیصلہ فرمادے گا تو بے وقوف لوگ رہ جائیں گے۔ وہ عرض کریں گے: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہمارے پاس تیرے رسول تشریف نہیں لائے اور ہم خود کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے جو وہ کرنے والے تھے۔ وہ فرشتہ کہے گا میں تمہاری طرف تمہارے رب کا رسول ہوں۔ وہ اس فرشتے کے پیچھے پیچھے چلیں گے حتی کہ آگ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ وہ کہے گا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اس آگ میں گھس جاؤ۔ ان میں سے کچھ لوگ آگ میں گھس جائیں گے۔ پھر انہیں اسی جگہ سے نکالا جائے گا کہ ان کے ساتھی محسوس ہی نہیں کریں گے۔ پس وہ سابقین مقربین میں ہو جائیں گے پھر ان کے پاس رسول تشریف لائے گا اور کہے گا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ پس دوسرا گروہ اس میں داخل ہو جائے پھر وہ اس طرح نکلیں گے کہ انہیں احساس تک نہ ہوگا۔ پس وہ اصحاب یمین سے ہو جائیں گے پھر ان کے پاس رسول آئے گا اور کہے گا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم آگ میں داخل ہو جاؤ۔ وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہمیں تیرے عذاب کی طاقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بارے حکم دے گا۔ ان کے سر اور ٹانگیں اکٹھی کی جائیں گی اور پھر انہیں آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے **اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا** یعنی انہیں اطاعت کا حکم دیا گیا تو انہوں نے نافرمانی کی۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو **وَ اِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً** الخ کی تفسیر کرتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نے انہیں حق کا حکم دیا تو انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ پس اس وجہ سے ان پر تباہی کا فیصلہ کر دیا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ہم نے ان کے شریر لوگوں کو مسلط کیا۔ پس انہوں نے اس بستی میں نافرمانی کی۔ جب وہ نافرمانی کرنے لگے تو ہم نے انہیں اپنے عذاب کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا سورۂ انعام میں ارشاد ہے **وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا** (انعام: 123) اسی طرح ہم نے بنایا ہر بستی میں اس کے بڑے لوگوں کو وہاں کے مجرم تاکہ وہ مکر وفریب کیا کریں۔(2)

امام طستی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ابن عباس سے عرض کیا کہ مجھے **اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا** کے ارشاد کے متعلق بتائیں۔ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان پر جابر، ظالم لوگ مسلط کر دیئے پس انہوں نے انہیں برے عذاب دیئے۔ نافع نے کہا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں کیا تو نے لبید بن ربیعہ کا یہ قول نہیں سنا:

اَنْ يَّغْطِبُوْا يَبْرَمُوْا وَاِنْ اُمِرُوْا يَوْمًا يَصِيْرُوْا لِلْهُلْكِ وَالنَّفَقِدِ

''ہلاک ہو گئے اور پریشان ہو گئے۔ اگر کسی دن ان پر ظالم مسلط کیے گئے تو ہلاک اور نیست و نابود ہو جائیں گے''۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 64، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 65

3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 67

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اَمَّرْنَا مُتْرَفِيْهَا کو میم کی شد کے ساتھ پڑھتے (1)۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہم نے ان پر امراء بنائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ آمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا یعنی الف کو مد کے ساتھ پڑھتے تھے یعنی ہم نے ان کے فساق زیادہ کردیئے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وہ آمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا پڑھتے یعنی ہم نے انہیں زیادہ کردیا۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام بخاری، ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب زمانہ جاہلیت میں کسی قبیلہ کے لوگ زیادہ ہو جاتے تو ہم کہتے قَدْ اَمِرُوا بَنِيْ فُلَانٍ یعنی فلاں قبیلہ زیادہ ہوگیا ہے۔ (3)

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

''جو طلب گار ہیں صرف دنیا کے ہم جلدی دے دیتے ہیں اس دنیا میں جتنا چاہتے ہیں (ان میں سے) جسے چاہتے ہیں پھر ہم مقرر کردیتے ہیں اس کے لیے جہنم۔ تاپے گا وہ اسے اس حال میں کہ وہ مذمت کیا ہوا (اور) ٹھکرایا ہوا ہوگا اور جو شخص طلب گار ہوتا ہے آخرت کا اور جدوجہد کرتا ہے اس کے لیے پوری طرح درآں حالیکہ وہ مومن بھی ہو پس یہ وہ (خوش نصیب ہیں) جن کی کوشش مقبول ہوگی ہر ایک کی ہم امداد کرتے ہیں ان کی بھی (جو طالب دنیا ہیں) اور ان کی بھی (جو طالب آخرت ہیں) آپ کے رب کی بخششوں سے اور آپ کے رب کی بخشش کسی پر بند نہیں دیکھو! کیسے بزرگی دی ہے ہم نے بعض کو بعض پر اور آخرت باعتبار درجوں کے سب سے بڑی اور باعتبار فضل وکرم سب سے اعلیٰ ہے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ کے تحت روایت فرمایا ہے: جو اپنے عمل سے دنیا کا ارادہ کرتا ہے ہم جس کے لیے چاہتے ہیں اسے وہ دنیا جلدی عطا فرما دیتے ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 65، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 66
3۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 684، وزارت تعلیم اسلام آباد

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: جس کا مقصود دنیا، اس کی رغبت اور اس کی طلب و نیت ہو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے پھر اسے جہنم کی طرف جانے پر مجبور کرے گا۔ پس وہ جہنم کو تاپے گا اس حال میں کہ وہ مذمت کیا ہوا اور (عذاب الٰہی میں) دھتکارا ہوا ہوگا (1)۔ اور وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا کے تحت فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے عمل کی قدر دانی فرماتا ہے اور اس کے کثیر گناہوں سے تجاوز فرماتا ہے جس کا مقصود آخرت ہوتی ہے كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَ هٰۤؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا کو نیکوکاروں اور بدکاروں کے درمیان تقسیم کیا ہے لیکن آخرت فقط متقین کے لیے ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابونعیم رحمہم اللہ نے الحلیہ میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے كُلًّا نُّمِدُّ الخ فرماتے ہیں: دنیا میں ہم ہر نیک و بد کو رزق دیتے ہیں۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے كُلًّا نُّمِدُّ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم کفار اور مومنین کو رزق دیتے ہیں مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ یعنی تمہارے رب کے رزق سے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم اسے بھی رزق دیتے ہیں جو دنیا کا ارادہ کرتا ہے اور اسے بھی رزق دیتے ہیں جو آخرت کا ارادہ کرتا ہے۔ (3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ پہلے هٰۤؤُلَآءِ سے مراد اصحاب دنیا ہیں اور دوسرے هٰۤؤُلَآءِ سے مراد اصحاب آخرت ہیں۔ (4)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان اہل دنیا کو اور ان اہل آخرت کو ہم رزق دیتے ہیں۔ اور مَحْظُوْرًا کا معنی مَمْنُوْعًا نقل کیا ہے۔ (5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے بھی مَحْظُوْرًا کا معنی مَمْنُوْعًا روایت کیا ہے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے اُنْظُرْ كَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کہ دیکھو کیسے ہم نے دنیا میں بعض کو بعض پر بزرگی و فضیلت دی ہے وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِیْلًا یعنی مومنین کے لیے جنت میں منازل ہیں اور ان کے لیے اعمال کے اعتبار سے فضائل ہیں اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا: اعلیٰ درجہ کے جنتیوں اور ادنی درجہ کے جنتیوں کے درمیان اس طرح فرق ہے جس طرح ستارہ زمین کے مشارق و مغارب میں دکھائی دیتا ہے۔ (6)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِیْلًا کے تحت روایت کیا ہے کہ جنتیوں میں بعض کے درجات دوسروں سے بلند ہوں گے بلند درجہ جنتی اپنے سے نیچے والے پر اپنی فضیلت دیکھے گا جب کہ نیچے والے جنتی کو یہ نظر نہیں آئے گا کہ اس کے اوپر بھی کوئی ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 69، داراحیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 71　3۔ ایضاً
4۔ ایضاً　5۔ ایضاً　6۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 72

امام طبرانی، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے الحلیہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو بندہ دنیا میں بلند درجہ چاہتا ہے وہ بلند ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ آخرت میں اس سے بڑا اور لمبا درجہ اس کا کم کر دیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا۔ (1)

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، ہناد، ابن ابی الدنیا نے صفۃ الجنۃ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: دنیا میں بندہ کچھ حاصل کرتا ہے تو اس کے درجات میں سے اللہ کی بارگاہ میں کمی آجاتی ہے اگرچہ وہ اللہ کی بارگاہ میں معزز ہوتا ہے۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿٢٢﴾

''نہ ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ورنہ تم بیٹھ رہو گے اس حال میں کہ تمہاری مذمت کی جائے گی اور بے یار و مددگار ہو جاؤ گے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے مَذْمُوْمًا کا معنی مَلُوْمًا روایت کیا ہے۔ (2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا کے تحت روایت کیا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی سزا میں ملوم ہو جاؤ گے اور اللہ کے عذاب میں بے یار و مددگار رہ جاؤ گے۔ (3)

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ؕ﴿٢٤﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾

''اور حکم فرمایا آپ کے رب نے کہ نہ عبادت کرو بجز اس کے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر بڑھاپے کو پہنچ جائے تیری زندگی میں ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں تو انہیں اف تک مت کہو اور انہیں مت جھڑکو اور جب ان سے بات کرو تو بڑی تعظیم سے بات کرو اور جھکا دو ان کے لیے تواضع وانکسار کے پر رحمت (ومحبت) سے اور عرض کرو اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے (بڑی محبت و پیار سے) مجھے پالا تھا جب میں بچہ تھا تمہارا رب بہتر جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک کردار ہو گے تو بے شک اللہ تعالیٰ بکثرت توبہ کرنے والوں کے لیے بہت بخشنے والا ہے''۔

1۔ معجم کبیر، جلد 6، صفحہ 239، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 72 3۔ ایضاً

امام الفریابی، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن الانباری رحمہم اللہ نے المصاحف میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وَ قَضٰی میں واؤ، صاد کے ساتھ مل گیا، جب کہ تم اسے وَ قَضٰی رَبُّكَ پڑھتے ہو۔ (یعنی اصل میں ووصی تھا)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ کے طریق سے ابن عباس سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابوعبید، ابن منیع، ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت تمہارے نبی کی زبان پر وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ نازل فرمائی پھر ایک واؤ، صاد کے ساتھ مل گئی تو لوگوں نے وَ قَضٰی رَبُّكَ پڑھا۔ اگر یہ قَضٰی نازل ہوا ہوتا تو کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرتا (کیونکہ اس کے فیصلہ کو ٹالا نہیں جا سکتا)

امام طبرانی نے حضرت الاعمش سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عبداللہ بن مسعود وَوَصّٰی رَبُّكَ پڑھتے تھے۔(1)

امام ابوعبید، ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ وَوَصّٰی رَبُّكَ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ لوگوں نے ایک واؤ کو صاد سے ملا دیا تو قاف ہو گیا۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قَضٰی کا معنی امر (حکم دیا) روایت کیا ہے۔(3)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس کا معنی عہد روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے الحسن سے وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا کے تحت روایت کیا ہے تم اپنے والدین سے حسن سلوک کرو۔

امام ابن ابی حاتم، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ الخ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ تم اپنے والدین کا بول و براز صاف کرو جس طرح وہ تمہارا بول و براز صاف کرتے تھے اور وہ اس وقت کوئی ناراضگی کا کلمہ زبان پر نہ لاتے تھے، اسی طرح تم بھی آج ان کی خدمت کرتے وقت ناراضگی کا کلمہ زبان پر نہ لاؤ۔(4)

ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے کہ تم اپنے والدین کو اف اور اس کے علاوہ دل آزاری کا کوئی کلمہ زبان پر نہ لاؤ۔

دیلمی نے الحسن بن علی سے روایت کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اف سے ادنیٰ کوئی نافرمانی کا کلمہ جانتا تو اسے بھی حرام کر دیتا۔(5)

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب تمہارے والدین کوئی ارادہ کریں تو انہیں مت روکو۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا والدین کے ساتھ احسان کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا تو جس چیز کا مالک ہے ان کی خوشنودی کے لیے خرچ کر دے اور جو تمہیں وہ حکم دیں اس کی اطاعت کرو مگر یہ کہ اس میں گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو تو پھر ان کی اطاعت نہ کرو۔

1۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 138، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 73، داراحیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 75
5۔ الفردوس بماثور الخطاب، جلد 3، صفحہ 353، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ نافرمانیاں کہاں ختم ہوتی ہیں؟ فرمایا: انسان والدین کو محروم کردے، انہیں چھوڑ دے اور ان کے چہروں کی طرف تیز نظروں سے دیکھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا کے تحت روایت کیا ہے کہ انسان اپنے والدین کو ابا جان اور امی جان کہہ کر پکارے، ان کو ان کے اسماء کے ساتھ نہ پکارے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص آیا اور اس کے ساتھ ایک بوڑھا شخص بھی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ بزرگ جو تیرے ساتھ ہے کون ہے؟ اس نے کہا یہ میرا والد ہے۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کے آگے نہ چلا کر اس سے پہلے بیٹھا نہ کر اس کو اس کے نام کے ساتھ نہ پکار اور اس کو گالی کے لیے پیش نہ کر۔

امام ابن ابی حاتم نے زہیر بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب والدین تمہیں بلائیں تو لبیك سعدیك کہو۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا کے تحت روایت کیا ہے کہ ان سے نرم لہجہ میں گفتگو کرو۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابو الہداج التجیبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: میں نے سعید بن المسیب سے پوچھا قرآن کریم میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا جو ذکر ہے وہ میں نے پہچان لیا ہے لیکن وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا میں قول کریم کا کیا مطلب ہے؟ ابن المسیب نے فرمایا: اپنے والدین سے اس لہجہ میں بات کرو جو ایک مجرم غلام اپنے ترش خو آقا کے سامنے اپناتا ہے۔(2)

بخاری نے الادب المفرد میں، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے عروہ سے وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: والدین سے نرمی اختیار کرو حتی کہ وہ جس چیز کو پسند کریں انہیں اس سے روکا نہ جائے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اپنے والدین کے سامنے اس طرح تواضع اختیار کرو جس طرح غلام اپنے سخت اور ترش خو آقا کے سامنے اختیار کرتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تو والدین سے بات کرے تو ان کے سامنے اپنے ہاتھ کو بلند نہ کر۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عروہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر وہ تجھ سے کسی بات پر ناراض ہوں تو انہیں ترچھی نظروں اور شوخ نگاہوں سے نہ دیکھ کیونکہ سب سے پہلے غصہ کا اظہار تیز نظروں سے ہوتا ہے۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے والد کو تیز نظروں سے دیکھا اس نے اپنے والد سے احسان نہیں کیا۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 76، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 77

4۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 197، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زہیر بن محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تیرے والدین تجھے گالی دیں، تجھ پر لعنت کریں تو یہ کہہ اللہ تم پر رحم فرمائے، اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ الذِّلِّ کو ذال کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے تھے (1)۔ عام الجحدری سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں حضرت ابو مرہ مولی عقیل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ایک کمرہ میں رہتی تھی اور ابو ہریرہ خود دوسرے کمرے میں رہتے تھے، ابو ہریرہ ان کے کمرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے السلام علیك، اے والدہ محترمہ، ورحمة الله و بركاته۔ والدہ فرماتی وعلیك یا بنی۔ وہ عرض کرتے اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے جس طرح تو نے بچپن میں میری تربیت کی وہ فرماتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے جیسے تو نے میرے بڑھاپے میں بڑا ہو کر احسان کیا۔(2)

امام ابن جریر نے ابن ابی حاتم رحمہما اللہ سے حضرت علی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى (التوبہ:113) نازل فرمائی۔ ”درست نہیں ہے نبی کے لیے اور نہ ایمان والوں کے لیے کہ مغفرت طلب کریں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ مشرک ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں“۔(3)

امام بخاری نے الادب المفرد میں، ابو داؤد، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا کے تحت روایت کیا ہے کہ اس آیت کو سورہ برأت کی آیت مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا الخ (توبہ:113) نے منسوخ کر دیا ہے۔(4)

امام ابن المنذر، نحاس اور ابن الانباری رحمہم اللہ نے المصاحف میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس آیت سے ایک حرف منسوخ کیا گیا ہے۔ پس کسی مسلمان کے لیے اپنے مشرک والدین کے لیے دعا مانگنا جائز نہیں ہے۔ لیکن ان کے سامنے عجز و انکساری کا اظہار کرنا چاہیے ان سے نرم لہجہ میں گفتگو کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ (توبہ 113)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تمہارا رب جانتا ہے جو بیٹے کے دل میں والد کے متعلق سرد مہری ہوتی ہے (5)، اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 78، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ الادب المفرد، صفحہ 96، مطبعۃ المدنی
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 79
4۔ الادب المفرد، صفحہ 96
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 80

فرماتا ہے اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ۔ یعنی ان سے نیکی کرنے کی نیت اگر سچی ہوگی فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا تو جو سرد مہری دل میں پیدا ہوئی تھی اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا۔

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں سعید بن جبیر سے وَّابِیْنَ کا معنی خیر کی طرف لوٹنے والے روایت کیا ہے۔

امام سعید بن منصور، ہناد، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے وَّابِیْنَ کا معنی گناہ سے توبہ کی طرف رجوع کرنے والے اور گناہوں سے نیکوں کی طرف لوٹنے والے کیا ہے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے وَّابِیْنَ کا معنی اطاعت شعار اور احسان کرنے والے روایت کیا ہے۔(1)

ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وَّابِیْنَ کا معنی تَوابِیْنَ ہے۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اَوَّاب کا معنی تَوَّاب روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اللہ کی بارگاہ میں سب سے محبوب عمل کون سا ہے؟ فرمایا نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا، میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ فرمایا والدین سے حسن سلوک کرنا۔ میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد۔(2)

امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی، والد کی ناراضگی میں ہے۔(3)

امام احمد، بخاری نے الادب المفرد میں، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اس حدیث کو حسن کہا ہے) حاکم انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ رحمہ اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ تو حضور نے فرمایا: تیری ماں، پھر میں نے عرض کی تو جواب ملا تیری ماں پھر میں نے عرض کیا تو فرمایا تیری ماں، چوتھی بار عرض کی تو فرمایا تیرا باپ، پھر بعد میں جو زیادہ قریبی ہو پھر جو زیادہ قریبی ہو۔(4)

امام بخاری نے الادب المفرد میں اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے میرے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا اور دوسرے شخص نے پیغام بھیجا تو اس نے اس سے نکاح کرنا پسند کر لیا مجھے اس پر غیرت آئی تو میں نے اس عورت کو قتل کر دیا، کیا اب میری توبہ کی کوئی صورت ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تیری والدہ زندہ ہے۔ اس شخص نے کہا نہیں، ابن عباس نے فرمایا: اللہ کی بارگاہ میں توبہ کر اور حتی المقدور اس کا قرب حاصل کر۔ راوی فرماتے ہیں: میں ابن عباس کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ آپ نے اس کی والدہ کے زندہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 81، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ الادب المفرد، صفحہ 40، مطبعہ المدنی
3۔ ایضاً، صفحہ 44
4۔ ایضاً، صفحہ 46

ہونے کے متعلق کیوں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں والدہ سے حسن سلوک سے زیادہ کوئی عمل قرب الٰہی کا عمل نہیں جانتا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی آپ مجھے کس عمل کا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: اپنی ماں سے حسن سلوک کر۔ پھر اس نے اپنا سوال دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ماں سے حسن سلوک کر، پھر اس نے سوال کیا تو فرمایا اپنی ماں سے حسن سلوک کر۔ چوتھی مرتبہ سوال کیا تو فرمایا: اپنے باپ سے حسن سلوک کر۔(2)

امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس مسلمان کے والدین زندہ ہوں وہ ان سے احسان کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو دروازے کھول دیتا ہے یعنی جنت کے دروازے کھول دیتا ہے اور اگر ایک زندہ ہو اور اس سے وہ حسن سلوک کرے تو ایک دروزاہ کھول دیتا ہے اور اگر وہ اپنے والدین میں سے کسی کو ناراض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہیں ہوتا حتی کہ والدین میں سے جو ناراض تھا وہ راضی ہو جائے۔ عرض کی گئی خواہ والدین ظلم بھی کریں (پھر بھی انہیں خوش رکھنا ضروری ہے) فرمایا (ہاں) اگر وہ ظلم بھی کریں انہیں راضی رکھنا ضروری ہے۔(3)

ابن ابی شیبہ، بخاری الادب المفرد میں، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن المنذر اور بیہقی نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بیٹا اپنے والد کا بدلہ نہیں دے سکتا مگر یہ کہ بیٹا اپنے والد کو غلام پائے پھر اسے خرید کر آزاد کر دے۔(4)

امام عبدالرزاق نے المصنف میں، بخاری نے الادب میں، حاکم انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ہجرت پر بیعت کی اور اپنے والدین کو روتا چھوڑ کر آیا تھا۔ فرمایا تو واپس چلا جا اور انہیں اسی طرح خوش کر جس طرح تو نے انہیں رلایا ہے۔(5)

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جو کہ جہاد پر جانے کا ارادہ رکھتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ تیرے والدین ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا ان کی خدمت میں اپنی صلاحتیں صرف کر۔(6)

امام بخاری نے الادب المفرد میں، مسلم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رسوا ہو جائے، رسوا ہو جائے، رسوا ہو جائے؟ صحابہ نے عرض کی کون یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا جس نے والدین یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے میں پایا اور پھر بھی دوزخ میں داخل ہوا۔(7)

امام بخاری نے الادب المفرد میں، حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں معاذ بن انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے والدین سے حسن سلوک کیا مبارک ہو اسے، اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ کرے گا۔(8)

1۔ الادب المفرد، صفحہ 48، مطبعۃ المدنی 2۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 883، وزارت تعلیم اسلام آباد
3۔ الادب المفرد، صفحہ 53 4۔ ایضاً، صفحہ 64 5۔ ایضاً، صفحہ 69
6۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 883، وزارت تعلیم اسلام آباد 7۔ الادب المفرد، صفحہ 92 8۔ ایضاً، صفحہ 94

امام عبد الرزاق نے المصنف میں، بخاری نے الادب میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دو آدمی دیکھے، ایک سے پوچھا یہ تمہارا کیا لگتا ہے؟ اس نے کہا یہ میرا باپ ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اس کو نام سے نہ پکارا کرو اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو اس کے نام سے نہ بلایا کرو اور اس کے آگے چلا کرو اور نہ اس سے پہلے بیٹھا کرو اور نہ اسے گالی کے لیے پیش کرو۔(1)

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رضا والدین کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔(2)

امام سعید، ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے حضرت معاویہ بن جابر عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جہاد میں شرکت کا مشورہ کرنے کے لیے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیری والدہ زندہ ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا جاؤ اس کو لازم پکڑو کیونکہ جنت ان کے قدموں کے پاس ہے۔(3)

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں اور میں اس سلسلہ میں آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تیری والدہ زندہ ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا ہمیشہ اس کی خدمت میں رہو کیونکہ اس کے قدموں کے پاس جنت ہے۔ اس نے دوبارہ، سہ بارہ عرض کی تو آپ ﷺ نے ویسا ہی جواب دیا۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں جہاد کی خواہش رکھتا ہوں لیکن میں اس پر قدرت نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تیرے والدین میں سے کوئی ایک باقی ہے؟ اس نے کہا میری والدہ زندہ ہے۔ فرمایا اس کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ جب تو اس کے حقوق ادا کرے گا تو تو حج کرنے والا، عمرہ کرنے والا اور جہاد کرنے والا شمار ہوگا، جب تمہارے والد تمہیں بلائے تو تو اللہ سے ڈر اور اس سے حسن سلوک کر۔(4)

بیہقی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرا اپنے والدین کے درمیان چارپائی پر سونا جب کہ تو انہیں ہنسائے اور وہ تجھ سے خوش ہوں تو یہ عمل تلوار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے سے افضل ہے۔(5)

امام ابن ابی شیبہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت خداش بن سلامہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں کسی شخص کو تین مرتبہ اپنی ماں سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہوں اور دو مرتبہ اپنے باپ سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہوں اور انسان کو اپنے قریبی مولا سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہوں اگرچہ اسے اس کی طرف سے اذیت بھی پہنچے۔(6)

امام ابن ابی شیبہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ، پس اس

1۔ الادب المفرد، صفحہ 128، مطبعۃ المدنی 2۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 177، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 178
4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 179 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 181

دروازے کی حفاظت کر یا اس کو ضائع کر (یہ تیری مرضی)۔(1)

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں جنت دیکھی جب کہ میں نے ایک شخص کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ فرشتوں نے کہا یہ حارثہ بن النعمان ہے، اسی طرح (والدہ سے) حسن سلوک (کا اجر ملتا) ہے اسی طرح (والدہ سے) حسن سلوک (کا اجر ملتا ہے)۔(2)

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سویا تو میں نے خواب میں اپنے آپ کو جنت میں دیکھا۔ میں نے ایک قاری کو سنا جو قرآن پڑھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ فرشتوں نے کہا حارثہ بن النعمان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح (والدہ سے) حسن سلوک (کا اجر ملتا) ہے۔ حضرت حارثہ اپنی ماں سے انتہائی حسن سلوک فرماتے تھے۔(3)

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص گزرا جو بڑا جسیم تھا، صحابہ کرام نے کہا کاش! یہ اللہ کے راستہ میں (جہاد کرتا)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہوسکتا ہے یہ اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کے لیے کوشش کرتا ہو پس یہ اللہ کے راستہ میں ہے۔ اپنے چھوٹے بچوں کی (خوراک و تربیت کے لیے) کوشش کرتا ہو پس یہ اللہ کے راستہ میں ہے۔ ہو سکتا ہے اپنی ذات کے لیے محنت کرتا ہوں تا کہ لوگوں سے مستغنی ہو جائے، پس یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہے۔(4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ کرے، اس کے رزق میں زیادتی کرے تو اسے اپنے والدین سے حسن سلوک کرنا چاہیے اور اسے صلہ رحمی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔(5)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو نیک بیٹا اپنے والدین کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر نظر کے بدلے مقبول حج کا ثواب عطا فرماتا ہے، صحابہ نے پوچھا اگر چہ وہ ہر روز سو مرتبہ بھی دیکھے۔ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بڑا اور پاک ہے۔(6)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بچہ اپنے والد کو دیکھتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے تو بچے کو ایک روح آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! اگر چہ بچہ تین سو ساٹھ مرتبہ بھی دیکھے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے بڑا ہے۔(7)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: والد کو دیکھنا عبادت ہے اور کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے، قرآن کریم کو دیکھنا عبادت ہے، اپنے بھائی کو اللہ کی رضا کے لیے محبت سے دیکھنا عبادت ہے۔(8)

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنی والدہ کی

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 183، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 184
4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 185 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 186
7۔ ایضاً 8۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 187

دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ یہ عمل اس کے لیے آگ سے حجاب ہوگا۔ امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔(1)

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے ایک بڑا گناہ کیا ہے کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کی نہیں۔ فرمایا کیا تیری خالہ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا پھر اس کے ساتھ حسن سلوک کر۔(2)

امام بیہقی نے حضرت ام ایمن سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بعض اہل بیت کو وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تمہیں عذاب دیا جائے۔ اگرچہ تمہیں جلایا جائے۔ اپنے رب کی اور اپنے والدین کی اطاعت کرو اگرچہ وہ تمہیں ہر چیز چھوڑ کر نکل جانے کا حکم دیں تو تم نکل جاؤ۔ جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے بری ہو جاتا ہے۔ شراب سے بچو کیونکہ یہ ہر (برائی) کی چابی ہے، گناہ سے اجتناب کرو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ اپنے گھر والوں سے کسی معاملہ میں جھگڑا نہ کرنا اگرچہ تو دیکھے کہ تو حق پر ہے، میدان سے کبھی نہ بھاگنا اگرچہ لوگوں پر موت طاری ہو رہی ہو اور تو ان کے درمیان ہو، ثابت قدم رہنا، اپنے گھر پر اپنی وسعت گنجائش کے مطابق خرچ کرنا، اپنے گھر والوں پر ڈنڈا کبھی نہ اٹھانا اور اللہ کی رضا کے لیے ان پر تخفیف کرنا۔(3)

امام احمد، بخاری (نے الادب المفرد میں) ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے۔ ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ! کیا میرے والدین کے وصال فرمانے کے بعد مجھ پر ان کے ساتھ حسن سلوک کی کوئی صورت باقی ہے کہ میں ان سے حسن سلوک کروں؟ فرمایا ہاں۔ وہ چار خصال ہیں۔ ان کے لیے دعا کرنا، ان کے لیے استغفار کرنا، ان کے عہد کو پورا کرنا، ان کے دوستوں کا احترام کرنا اور ان لوگوں سے صلہ رحمی کرنا جن کے ساتھ تمہارا رشتہ تمہارے والدین کی طرف سے ہے۔(4)

امام بخاری نے الادب المفرد میں، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان باپ کے وصال کے بعد اپنے باپ کے اہل سے محبت اور صلہ رحمی کا مظاہرہ کرے۔(5)

امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! یہ اللہ کی کتاب میں ہے کہ اس شخص سے تعلقات ختم نہ کر جو تیرے باپ سے اپنا ناطہ جوڑتا تھا ورنہ تیرا نور اس عمل سے بجھ جائے گا۔

امام حاکم اور بیہقی نے حضرت محمد بن طلحہ عن عبد الرحمٰن ابی بکر صدیق کے طریق سے روایت فرمایا ہے کہ ابوبکر الصدیق

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 187، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً جلد 6، صفحہ 188 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 199 5۔ الادب المفرد، جلد 1، صفحہ 124، مطبعۃ المدنی

رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عربی ساتھی سے کہا جس کا نام عفیر تھا۔ اے عفیر! تو نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کے بارے میں کیسے سنا ہے؟ اس نے کہا: میں نے یہ فرماتے سنا ہے کہ محبت میں میراث چلتی ہے اور عداوت بھی اسی طرح ہوتی ہے۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، حاکم اور بیہقی نے ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ والدین کا نافرمان، حرامی، ہمیشہ شراب پینے والا اور احسان جتلانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (2)

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، نسائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: والدین کا نافرمان، احسان جتلانے والا، زنا کی اولاد، ہمیشہ شراب پینے والا، قطع رحمی کرنے والا اور وہ شخص ذات رحم (محرمہ) سے بدکاری کرتا ہے (یہ سب) جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ (3)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت طلق بن علی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پاؤں جب کہ میں عشاء کی نماز میں ہوں اور میں سورۂ فاتحہ پڑھ چکا ہوں پھر وہ مجھے یا محمد کہہ کر پکاریں تو میں ان کو لبیک کے ساتھ جواب دوں۔ بیہقی نے اسی حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت اللیث بن سعد حدثنی یزید بن حوشب الفہری عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر جریج راہب فقیہ اور عالم ہوتا تو جان لیتا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے والدہ کو جواب دینا افضل ہے۔ بیہقی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (5)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تجھے تمہاری والدہ بلائے جب کہ تم نماز میں ہو تو اس کو جواب دے اور جب تجھے باپ بلائے تو اسے جواب نہ دے حتی کہ تو نماز سے فارغ ہو جائے۔ (6)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت محمد بن المنکدر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تیری والدہ تجھے بلائے جب کہ تم نماز میں ہو تو اس کی بات کا جواب دو اور جب تیرا باپ تجھے بلائے تو جواب نہ دو۔

احمد اور بیہقی نے ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پایا پھر اس کے بعد وہ دوزخ میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے بہت دور کر دے گا اور انہیں دھتکار دے گا۔ (7)

امام احمد اور بیہقی نے سہل بن معاذ بن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر عنایت کرے گا اور نہ ان کو پاک اور صاف کرے گا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! ﷺ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا اپنے والدین سے برأت کا اظہار کرنے والا اپنی اولاد سے برأت کا اظہار کرنے والا وہ شخص جس پر کسی قوم نے احسان کیا پھر اس نے ان کی نعمتوں کی ناشکری کی اور ان سے بری ہو گیا۔ (8)

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 201، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 191 3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 192
4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 195 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً
7۔ ایضاً (مفہوم) جلد 6، صفحہ 196 8۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 197

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز سب سے سخت عذاب میں وہ شخص مبتلا ہوگا جس نے کسی نبی کو قتل کیا ہوگا یا کسی نبی نے اسے قتل کیا ہوگا یا جس نے اپنے والدین میں سے کسی کو قتل کیا ہوگا، تصویریں بنانے والے اور وہ عالم جس کے علم سے نفع نہ اٹھایا گیا ہو۔(1)

امام حاکم انہوں نے اسے صحیح کہا ہے، ذہبی نے حاکم پر اعتراض کیا ہے، بیہقی، طبرانی، الخرائطی رحمہم اللہ نے مساوی اخلاق میں حضرت بکار بن عبدالعزیز بن ابی بکرہ عن ابیہ عن جدہ ابی بکرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر گناہ کی سزا کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو قیامت تک مؤخر فرما دیتا ہے لیکن والدین کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے زندگی میں جلد سزا دے دیتا ہے، جو ریاکاری کرتا ہے اللہ تعالیٰ (قیامت کے روز) اس کی ریاکاری لوگوں کے سامنے کرے گا اور جو شہرت کی خاطر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی شہرت کرے گا (یعنی قیامت کے روز اسے رسوا کرے گا)۔(2)

امام عبدالرزاق نے المصنف میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: چار آدمیوں کا احترام کرنا سنت ہے عالم، بوڑھا، سلطان اور والا۔ یہ جفا ہے کہ انسان اپنے والد کو نام لے کر بلائے۔(3)

امام عبدالرزاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کتاب اللہ میں تم والدین کی نافرمانی کیا دیکھتے ہو؟ کعب نے فرمایا: جب وہ اس پر کوئی قسم اٹھائے تو اسے پورا نہ کرے، جب ان میں سے کوئی سوال کرے تو بیٹا عطا نہ کرے، جب والدین اسے امین بنائیں تو وہ خیانت کرے، یہ والدین کی نافرمانی ہے۔(4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین دعائیں قبول ہوتی ہیں: باپ کی بیٹے کے خلاف دعا، مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا۔(5)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے محمد بن النعمان سے روایت کیا ہے وہ اس حدیث کو مرفوع روایت فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہر جمعہ کو والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اللہ اسے بخش دے گا اور اسے نیکوکار لکھا جائے گا۔

بیہقی نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے والدین فوت ہو جائیں جب کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان ہو۔ پھر ان کے وصال کے بعد وہ ان کے لیے دعا کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے نیکوکاروں میں لکھ دیتا ہے۔(6)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے اور وہ اپنے والدین کا نافرمان ہو تو وہ اپنے والدین کے لیے دعا و استغفار کرتا رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے نیکوکار لکھ دے۔(7)

امام بیہقی نے الاوزاعی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جو اپنے والدین کی زندگی میں ان کا نافرمان ہو پھر وہ ان کا قرضہ ادا کر دے اگر ان پر قرضہ ہو، اس کے لیے استغفار کرے اور ان کو گالی گلوچ کے لیے پیش نہ کرے تو اللہ

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 197، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 198 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 199 5۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 201 6۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 202 7۔ ایضاً

تعالیٰ اسے نیکو کار لکھ دیتا ہے اور جو اپنے والدین کی ان کی زندگی میں جو خدمت کرتا رہے پھر ان کا قرضہ ادا نہ کرے جب کہ ان پر قرضہ ہو اور نہ ان کے لیے استغفار کرے اور انہیں گالی گلوچ کے لیے پیش کرے تو اسے نافرمان لکھا جاتا ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کے لیے اپنے والدین کا مطیع ہوتا ہے اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھولے جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک کا مطیع ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور جو والدین کے بارے اللہ کا نافرمان ہوتا ہے اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اگر ایک کا نافرمان ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھولا جاتا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا اگر چہ والدین بیٹے پر ظلم بھی کریں؟ فرمایا اگر چہ وہ ظلم بھی کریں، اگر چہ وہ ظلم بھی کریں، اگر چہ وہ ظلم بھی کریں۔(2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت المنذر بن محمد بن المنکدر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میرا باپ چھت پر رات گزارتا تھا جب کہ اپنی والدہ کو آرام پہنچاتا تھا جب کہ میرا چچا صبح تک نماز میں مصروف رہتا تھا۔ میرے باپ نے میرے چچا سے کہا۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ میری رات کا عمل تیری رات کے عمل کے بدلے میں ہو۔(3)

امام ابن سعد اور احمد نے الزہد میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: محمد بن المنکدر نے فرمایا: میرے بھائی عمر نے نماز پڑھتے ہوئے رات گزاری اور میں نے اپنی والدہ کے پاؤں دباتے ہوئے رات گزاری میں پسند نہیں کرتا کہ میری رات، اس کی رات کے بدلے ہو جائے۔(4)

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن المنکدر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنا رخسار زمین پر رکھتے تھے پھر اپنی والدہ سے کہتے تھے امی جان! اٹھو اور اپنا پاؤں مبارک میرے رخسار پر رکھو۔

امام عبدالرزاق نے المصنف میں اور بیہقی نے طاؤس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص کے چار بیٹے تھے۔ وہ شخص مریض ہو گیا۔ ایک بیٹے نے دوسرے بھائیوں سے کہا اگر تم والد صاحب کی تیمارداری کرو تو تمہارے لیے میراث میں سے کچھ حصہ نہ ہوگا اور اگر میں والد صاحب کی تیمارداری کروں گا تو میرے لیے میراث میں سے کچھ حصہ نہ ہوگا، دوسرے بھائیوں نے کہا: تم والد صاحب کی تیمارداری کرو اور تمہارے لیے میراث میں سے کچھ حصہ نہ ہوگا، وہ بیٹا والد صاحب کی تیمارداری کرتا رہا حتی کہ والد صاحب کا وصال ہو گیا، اس بیٹے نے باپ کی میراث سے کچھ حصہ نہ لیا۔ اس بیٹے نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ وہ فلاں جگہ جاؤ اور وہاں سے سو دینار لے لو، اس نے نیند میں پوچھا کیا اس میں برکت ہوگی؟ کہا گیا نہیں۔ صبح ہوئی تو اس نے اپنا خواب اپنی بیوی کو بتایا بیوی نے کہا وہ دینار لے لو کیونکہ اس کی برکت سے یہ ہوگا کہ تو لباس پہنے گا اس کے ساتھ اپنی معیشت درست کرے گا، اس جوان نے وہ دینار لینے سے انکار کر دیا۔ جب اگلی رات ہوئی تو اسے خواب میں کہا گیا کہ فلاں جگہ جاؤ اور وہاں سے دس دینار لے لو، اس نے پوچھا کیا ان میں برکت ہے؟ کہا گیا نہیں ان میں برکت نہیں ہے۔ صبح اس نے بیوی کو خواب سنایا، بیوی نے پھر پہلے کی طرح مشورہ دیا لیکن اس نے وہ دینار لینے سے انکار کر

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 204، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 206 3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 207 4۔ ایضاً

دیے۔ پھر تیسری رات اس نے خواب دیکھا اور اسے کہا گیا فلاں جگہ آؤ اور ایک دینار لے لو۔ اس نے پوچھا کیا اس میں برکت ہے، کہا گیا ہاں اس میں برکت ہے، وہ گیا اور ایک دینار لے لیا، پھر وہ بازار گیا وہاں ایک شخص دو مچھلیاں اٹھائے ہوئے تھا، اس لڑکے نے پوچھا یہ مچھلیاں کتنے میں بیچو گے اس نے کہا ایک دینار میں، اس نے ایک دینار لے کر دونوں مچھلیاں لے لیں۔ وہ انہیں لے کر گھر گیا پھر ان کا پیٹ چیرا ان میں سے ہر ایک مچھلی کے پیٹ میں ایسا بے مثال موتی پایا جس کی مثل لوگوں نے بھی دیکھا نہ تھا۔ بادشاہ نے ایسا خوبصورت موتی خریدنے کے لیے آدمی بھیجے تو وہ موتی صرف اس شخص کے پاس ہی پایا گیا، اس لڑکے نے وہ موتی تیس بوجھ خچر سونے کے بدلے بیچ دیا بادشاہ نے جب وہ موتی دیکھا تو کہا یہ اکیلا موتی اچھا نہیں لگے گا یہ جوڑا ہونا چاہیے، پس اس نے دوسرا موتی تلاش کرنے کا حکم دے دیا اگرچہ ڈبل قیمت میں ہی ملے بادشاہ کے کارندے اس لڑکے کے پاس آئے اور پوچھا کیا تیرے پاس اس جیسا کوئی دوسرا موتی ہے، ہم تجھے اس کی ڈبل قیمت دیں گے؟ اس نے کہا واقعی تم ڈبل قیمت دو گے؟ بادشاہ کے کارندوں نے کہا ہاں، پس انہوں نے دوہری قیمت دے کر وہ موتی لے لیا۔(1)

امام عبدالرزاق نے المصنف میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب ابوموسیٰ اور ابو عامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور اسلام قبول کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم میں سے فلاں عورت نے کون ہے؟ جس کو اس نام سے پکارا جاتا ہے؟ ابوموسیٰ وغیرہ نے کہا ہم اسے اپنے گھر میں چھوڑ کر آئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی بخشش کر دی گئی ہے، صحابہ کرام نے پوچھا کیوں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اس نے اپنی والدہ کے ساتھ جو حسن سلوک کیا ہے، اس کی وجہ سے اس کی بخشش کی گئی ہے۔ فرمایا اس کی ایک بوڑھی والدہ تھی، ان کے پاس ڈرانے والا آیا اور بتایا کہ آج رات دشمن تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے، تم یہاں سے چلے جاؤ اور اپنی قوم کے بڑے گروہ کے ساتھ مل جاؤ پس اس عورت کے پاس کوئی سواری نہ تھی جس پر وہ اپنی ماں کو سوار کرتی تو اس نے اپنی والدہ کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا، جب تھک جاتی تو اسے اتار دیتی پھر اس نے اپنا پیٹ اپنی ماں کے پیٹ کے ساتھ ملا دیا اور اپنے پاؤں اپنی ماں کے پاؤں کے نیچے کر دیا کیونکہ سخت گرمی تھی۔ حتی کہ وہ نجات پا گئی۔(2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ایک جوان سامنے آیا۔ ہم نے کہا کاش! یہ نوجوان اپنی جوانی اور قوت ونشاط اللہ کے راستہ میں صرف کرتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بات سن لی، فرمایا صرف وہ شخص جہاد میں نہیں ہوتا جو جنگ کرتا ہے بلکہ جو اپنی والدین کی خدمت کی کوشش کرتا ہے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہوتا ہے اور جو اپنے اہل وعیال کے لیے محنت کرتا ہے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہوتا ہے اور جو اپنی ذات کے لیے محنت کرتا ہے تاکہ لوگوں سے مستغنی ہو جائے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہوتا ہے۔

امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا اس کے خاوند کا۔ میں نے پوچھا مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے فرمایا اس کی ماں کا۔(3)

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 208، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً 3۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 193 (7338)، دارالکتب علمیہ بیروت

حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے، پھر اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جو اپنے مولیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے۔ والدین کے نافرمان پر اللہ کی لعنت ہے اور جو زمین پر لگائی گئی ہر علامت توڑتا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔(1)

امام حاکم، انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے جب کہ ذہبی رحمہما اللہ نے ضعیف کہا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، تم لوگوں کی عورتوں سے پاک دامن رہو، تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی اور اپنے آباء کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ حسن سلوک کریں گے اور جس کے پاس اس کا بھائی آئے تو اسے اس کی بات قبول کرنی چاہیے خواہ وہ حق پر ہو یا غلط ہو، اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ حوض پر وارد نہ ہوگا۔(2)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اپنے آباء کے ساتھ نیکی کرو۔

امام احمد، حاکم رحمہما اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے شرک سے ہجرت کی ہے لیکن جہاد باقی ہے۔ کیا یمن میں تیرا کوئی رشتہ دار باقی ہے؟ اس نے عرض کی میرے والدین ہیں؟ فرمایا: کیا انہوں نے تجھے جہاد کی اجازت دی ہے؟ اس نے کہا نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو واپس جا اور ان سے اجازت طلب کر۔ اگر وہ تجھے اجازت دیں تو تیرے لیے جہاد کرنا جائز ہوگا ورنہ تو ان کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کر۔(3)

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کیا یارب! تو مجھے کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔ اس کے بعد کیا حکم ہے؟ فرمایا اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کر۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی پھر کیا حکم ہے؟ فرمایا اپنی والدہ سے حسن سلوک کر۔ پھر عرض کی اس کے بعد کیا حکم ہے؟ فرمایا اپنی والدہ سے حسن سلوک کر۔ وہب فرماتے ہیں: والدین کے ساتھ حسن سلوک عمر میں اضافہ کرتا ہے اور والدہ کے ساتھ نیکی اصل کو پیدا کرتی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرش کے پاس ایک شخص کو دیکھا تو اس کے مقام ومرتبہ پر رشک کرنے لگے، اس کے متعلق پوچھا تو فرشتوں نے کہا: ہم تجھے اس کے عمل کے متعلق بتاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو اپنے فضل سے لوگوں کو عطا فرمایا تھا اس پر یہ ان سے حسد نہیں کرتا تھا، نہ یہ چغلی کھاتا تھا نہ وہ اپنے والدین کا نافرمان تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: یارب! اپنے والدین کا نافرمان کون ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جوان کو گالی گلوچ کے لیے پیش کرتا ہے حتی کہ انہیں گالی دی جاتی ہے۔

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 169 (7254)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 170 (7258)

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 114 (2501)

کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا کہ میری بیوی میرے چچا کی بیٹی ہے، میں اس سے محبت کرتا ہوں اور میری والدہ مجھے اس کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔ ابودرداء نے کہا میں تجھے اسے طلاق دینے کا حکم نہیں دیتا اور نہ میں تجھے والدہ کی نافرمانی کا حکم دیتا ہوں لیکن میں تجھے ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا والدہ جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے، اگر تو چاہے تو اسے پکڑے رکھ، اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

ابن ابی شیبہ نے الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ماں کے لیے تیرا بار حسن سلوک کا حکم ہے اور باپ کے لیے ایک بار۔ (1)

امام احمد اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں والدین کا نافرمان، ہمیشہ شراب پینے والے اور تقدیر کو جھٹلانے والا داخل نہ ہوگا۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک جہاد کے قائم مقام ہے۔ (3)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ان سے پوچھا گیا: والد کا بیٹے پر کیا حق ہے؟ فرمایا اگر تو (اس کے حکم پر) اپنے اہل اور مال کو چھوڑ کر نکل جائے تو بھی تو نے ان کا حق ادا نہیں کیا۔ (4)

ابن ابی شیبہ اور ہناد نے علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب سائے ڈھل جائیں اور روحوں کو آرام مل جائے تو اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات طلب کرو کیونکہ وہ اوابین کی گھڑی ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا۔

امام ہناد رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے اواب کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ وہ جو گناہ کرتا ہے پھر استغفار کرتا ہے، پھر گناہ کرتا ہے، پھر استغفار کرتا ہے، پھر گناہ کرتا ہے، پھر استغفار کرتا ہے۔

امام ہناد رحمہ اللہ نے حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اواب وہ ہوتا ہے جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کرتا ہے پھر ان سے (توبہ) واستغفار کرتا ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝۲۶ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝۲۷ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ۝۲۸

"اور دیا کرو رشتہ دار کو اس کا حق اور مسکین اور مسافر کو بھی اور فضول خرچی نہ کیا کرو بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکر گزار ہے اور اگر (بوجہ تنگ دستی) تجھے ان سے منہ پھیرنا پڑے اور تم اپنے رب کی رحمت (یعنی خوشحالی) کے متلاشی ہو جس کی تمہیں توقع ہے تو (اس اثناء میں)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الادب، جلد 5، صفحہ 218 (25401)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 441، دار صادر بیروت 3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الادب، جلد 5، صفحہ 219 (25406) 4۔ ایضاً (25413)

ان سے بات کرو تو بڑی نرمی سے کرو۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا ہے اور اس بات کی تعلیم دی ہے کہ جب انسان کے پاس مال ودولت ہو تو کیا کرے اور جب مال نہ ہو تو کیا طرز معاشرت اپنائے۔ فرمایا اگر تمہارے رشتہ دار وغیرہ تجھ سے سوال کریں اور تیرے پاس کچھ نہ ہو اور تجھے اللہ تعالیٰ سے رزق ملنے کا انتظار ہو تو ان شاء اللہ کہہ کر ان سے وعدہ کرو۔ سفین فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وعدہ بھی قرض ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ کے تحت روایت کیا ہے کہ قریبی رشتہ دار سے تعلقات قائم کرو، مسکین کو کھانا کھلاؤ اور مسافر سے احسان کرو۔(1)

امام ابن جریر نے علی بن الحسین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شامی شخص سے فرمایا: کیا تو نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ امام ابن جریر نے حضرت علی بن حسین نے فرمایا کیا تو نے سورۂ بنی اسرائیل پڑھی ہے: وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ؟ اس نے کہا کیا قرابت سے مراد تم اہل بیت ہو جن کے حق کی ادائیگی کا اللہ نے حکم دیا ہے؟ حضرت علی بن حسین نے کہا ہاں۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی عبد المطلب کے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کرنے کے لیے آتے تھے، جب وہ آپ کے پاس کچھ پالیتے تو آپ انہیں عطا فرما دیتے اور اگر آپ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ خاموش رہتے انہیں ہاں اور نہ کچھ نہ فرماتے۔ اَلْقُرْبٰى سے مراد بنی عبد المطلب کے قربی ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تو ان کا حق ادا کر اگرچہ تھوڑا ہی ہو اور اگر تیرے پاس کچھ نہ ہو تو انہیں خیر کی بات کہہ۔

امام بخاری نے الادب المفرد میں اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پہلے حقوق میں سے جو اہم ترین حق تھا اس کا حکم دیا اور انسان کی افضل عمل پر راہنمائی فرمائی جب کہ اس کے پاس مال موجود ہو۔ پھر اس بات کی تعلیم دی کہ جب انسان کے پاس کچھ نہ ہو تو کیا کہے یعنی ان سے اچھے انداز میں وعدہ کرے گویا کہ اس نے اسے عطا ہی کر دیا اور ان شاء اللہ کہہ کر ان سے وعدہ کر کے اپنا ہاتھ اپنی گردن میں بندھا ہوا نہ بنالو کہ کسی کو کچھ عطا ہی نہ کرو اور نہ بالکل ہاتھ کشادہ کرو کہ جو پاس موجود ہو سب عطا کر دو، ورنہ تم بیٹھ جاؤ گے ملامت کیے ہوئے درماندہ۔ جو تیرے بعد آئے گا وہ تجھے ملامت کرے گا اور وہ تیرے پاس کچھ نہیں پائے گا اور جس کو تو عطا کرے گا وہ بھی تجھ سے اصرار کرے گا۔(3)

امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں حضرت کلیب بن منفعہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میرے دادا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون میرے حسن سلوک کا زیادہ حق دار ہے؟ فرمایا تیری والدہ، تیرا باپ، تیری بہن، تیرا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 84، داراحیاء التراث العربی بیروت　　2۔ ایضاً

3۔ الادب المفرد، باب صلۃ الرحم، جلد 1، صفحہ 137 (51) مطبعۃ المدنی القاہرہ

بھائی اور تیرا غلام جو تیرے پاس رہتا ہے، یہ واجب حق ہے اور رشتہ ہے جس کے جوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (1)

امام احمد، بخاری نے الادب المفرد میں، ابن ماجہ، حاکم، طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت مقدام بن معدیکرب سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ماؤوں کے بارے میں وصیت کرتا ہے پھر تمہیں اپنے آباء کے بارے میں وصیت کرتا ہے پھر جو قریبی ہے، پھر جو اس کے بعد قریبی ہے۔ (2)

امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو آدمی اپنے اوپر اور اپنے اہل کے اوپر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں اس کو اجر عطا فرماتا ہے اور اپنے اہل وعیال سے (خرچ کا) آغاز کرو پھر اگر مال بچے تو جو زیادہ قریبی ہو اسے دو پھر جو اس کے بعد قریبی ہو اسے دو اور اگر مزید بچے تو لے لو۔ (3)

امام بخاری نے الادب میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے نسبوں کی حفاظت کرو اپنے رشتہ داروں سے تعلق قائم کرو۔ رشتہ کے لیے کوئی دوری نہیں ہے جب اسے قریب کیا جائے اگرچہ وہ بہت دور کا رشتہ بھی ہو۔ اور رشتہ کے لیے قرب نہیں ہوتا جو دور کر دیا گیا ہو اگرچہ وہ قریبی رشتہ ہی کیوں نہ ہو قیامت کے روز ہر شخص کے سامنے اس کا رشتہ آئے گا اس کے لیے صلہ (تعلق جوڑنے) کی گواہی دے گا اگر اس نے رشتہ دار سے صلہ رحمی کی ہوگی اور قطع رحمی کی گواہی دے گا اگر اس نے قطع رحمی کی ہوگی۔ (4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں ایک خوش حال آدمی ہوں، میری ماں، باپ، بہن، بھائی، چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ (رشتہ دار) ہیں میری صلہ رحمی کا زیادہ حق دار کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیری ماں، تیرا باپ، تیری بہن، تیرا بھائی پھر جو تیرا زیادہ قریبی ہے (اس کے بعد) جو زیادہ قریبی ہے۔ (5)

امام احمد، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو رمثہ التیمی تیم الرباب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا جب کہ آپ یہ خطبہ دے رہے تھے۔ عطا کرنے والا ہاتھ بلند ہے تیری ماں، تیرا باپ، تیری بہن، تیرا بھائی پھر جو قریبی ہے پھر جو اس کے قریب ہے۔ (6)

امام طبرانی، حاکم، شیرازی (نے القاب میں) اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک قوم کے گھروں کو آباد فرماتا ہے اور ان کے اموال میں کثرت پیدا فرماتا ہے اور ان کی طرف کبھی غضب کی نظر سے نہیں دیکھا جب سے انہیں پیدا فرمایا پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا ان کی ایک دوسرے سے صلہ رحمی کی وجہ سے۔ (7)

1۔ الادب المفرد، باب صلۃ الرحم، جلد 1، صفحہ 130 (47) مطبعۃ المدنی القاہرہ
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 150 (60)
3۔ ایضاً، خ جلد 1، صفحہ 52-151 (62)
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 164 (73)
5۔ شعب الایمان، باب فی برالوالدین، جلد 6، صفحہ 181 (7842)، دارالکتب العلمیہ بیروت
6۔ ایضاً، (7844)
7۔ ایضاً، باب فی صلۃ الارحام، جلد 6، صفحہ 225 (7967)

امام بیہقی، ابن عدی، ابن لال نے مکارم الاخلاق میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی گھر والے جب ایک دوسرے سے صلہ رحمی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر رزق کو جاری فرما دیتا ہے اور وہ رحمٰن کے سایہ میں ہوتے ہیں۔(1)

امام بیہقی، ابن جریر، الخرائطی رحمہم اللہ نے مکارم اخلاق میں حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن عن ابیہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ جلدی ثواب جس اطاعت پر ملتا ہے وہ صلہ رحمی ہے حتی کہ کسی گھر والے فجر و گناہگار ہوتے ہیں پھر ان کے مال بڑھتے ہیں، ان کی تعداد زیادہ ہوتی ہے جب وہ صلہ رحمی کرتے ہیں اور جس گناہ پر سزا جلدی ملتی ہے وہ بدکاری اور جھوٹی قسم ہے اس سے مال چلا جاتا ہے، رحم بانجھ ہو جاتے ہیں۔(2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ثعلبہ بن زہدم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ آپ خطبہ دے رہے تھے عطا کرنے کا ہاتھ بلند ہوتا ہے اور سوالی کا ہاتھ نیچا ہوتا ہے، اپنے اہل وعیال سے صدقہ شروع کرو (یعنی) اپنی ماں، اپنا باپ، اپنی بہن، اپنا بھائی پھر جو قریبی ہے اس کے بعد جو قریبی ہے۔(3)

امام البزار، ابویعلی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یہ آیت وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور انہیں فدک کا باغ عطا فرمایا۔(4)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ کی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہ کو فدک کی زمین عطا فرمائی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ کیسے عطا کرے اور کس سے عطا کا آغاز کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ، پس اللہ تعالیٰ نے قریبی رشتہ داروں سے عطا کے آغاز کا حکم دیا، پھر مسکین مسافر اور اس کے بعد دوسروں کو عطا کرنے کا حکم دیا فرمایا لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنا سارا مال نہ دے دو ورنہ تم خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جاؤ گے وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کو اس طرح نہ روکو کہ تم کسی کو کچھ عطا ہی نہ کرو وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ پھر فرمایا کہ ہاتھ بالکل ہی کشادہ نہ کر دو مگر وہ عطا کرو جو تمہیں بتایا گیا ہے اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ اگر بوجہ تنگ دستی ان سے منہ پھیر لو تو انہیں اچھی بات کہو مثلاً شاید تمہیں مل جائے، امید ہے تمہیں مل جائے گا۔

امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرا بہت سا مال ہے اور میری آل اولاد بھی موجود ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں کیسے خرچ کروں اور کیسے تصرف کروں؟ فرمایا پہلے تو فرضی زکوٰۃ ادا کر کیونکہ یہ تجھے پاک کرے گی، اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر۔ سائل کا حق پہچان، پڑوسی اور مسکین کا حق

1۔ شعب الایمان، باب فی صلۃ الارحام، جلد 6، صفحہ 225 (7968)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 226 (7971)

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 427 (10694)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ مسند ابویعلی، جلد 1، صفحہ 583 (1405)، دار الکتب العلمیہ بیروت

پہچان۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ میرے لیے مختصر انداز میں یہ احکام بیان فرمائیں تو آپ ﷺ نے یہ تلاوت فرمائی وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ ... الآیہ اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے لیے یہ کافی ہے۔(1)

امام الفریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، بخاری نے الادب المفرد میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تَبْذِيْرًا کا مطلب یہ ہے مال کو ناحق جگہ میں صرف کرنا۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم محمد ﷺ کے اصحاب یہ کہتے تھے کہ تَبْذِيْرًا ناحق جگہ پر مال خرچ کرنا ہے۔(3)

امام سعید بن منصور، بخاری الادب المفرد میں، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْمُبَذِّرِيْنَ وہ لوگ ہیں جو اپنا مال ناحق جگہ پر خرچ کرتے ہیں۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا یعنی اپنا تمام مال نہ دے دو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اسراف یہ ہے کہ انسان وہ پہنے، کھائے اور پیے جو اس کے پاس نہ ہو اور جو گنجائش کی حد سے تجاوز کرے وہ تَبْذِيْرًا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو تو نے اپنے اوپر اور اپنے اہل کے اوپر بغیر اسراف اور تَبْذِيْرًا کے خرچ کیا اور جو تو نے صدقہ کیا سب تیرے لیے باعث اجر ہے اور جو تو نے ریاء اور شہرت کی خاطر خرچ کیا وہ شیطان کا حصہ ہے۔(5)

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مدینہ قبیلہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سواریاں طلب کرتے ہوئے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ'' میں نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ (التوبہ:92) پس وہ لوٹتے ہیں اس حال میں کہ ان کی آنکھیں بہارہی ہوتی ہیں آنسو۔ فرمایا الرحمۃ سے مراد مال فے ہے۔

امام ابن جریر نے الخراسانی کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے: ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ سے مراد رزق ہے۔(6)

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا سے مراد اللہ سے رزق کی انتظار ہے۔(7)

امام ابن جریر نے الضحاک سے اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر تم کوئی ایسی چیز نہ پاؤ جو تم انہیں عطا کرو تو اپنے رب کے رزق کا انتظار کرو۔ یہ آیت ان مساکین کے حق میں نازل ہوئی جو نبی کریم ﷺ سے سوال کرتے تھے۔(8)

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 393 (3374)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 86، داراحیاء التراث العربی بیروت 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

5۔ شعب الایمان، باب فی الاقتصاد فی النفقہ، جلد 5، صفحہ 251 (6548)، دار الکتب العلمیہ بیروت

6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 88 7۔ ایضاً 8۔ ایضاً

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے الحسن سے فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا کے تحت روایت کیا ہے کہ تم ان سے نرم لہجہ میں گفتگو کرو۔ مثلاً یوں کہو ان شاء اللہ مال آئے گا تو ضرور پیش کروں گا۔ ہم ان شاء اللہ مال حاصل کریں گے تو ضرور عطا کریں گے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے اس قول کے تحت روایت کیا ہے کہ تم انہیں کہو کہ ہاں آج تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، اگر ہمارے پاس مال آئے گا تو ہم تمہارا حق پہچان کر تمہیں پیش کریں گے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: انہیں خوبصورت بات کرو اللہ تعالیٰ (مثلاً) ہمیں اور تمہیں اپنی جناب سے رزق عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت عطا فرمائے۔ (2)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ تم ان سے وعدہ کرو، سفیان فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وعدہ دین ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝۲۹ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ۝۳۰

"اور نہ بنالو اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا اپنی گردن کے اردگرد اور نہ ہی اسے بالکل کشادہ کردو ورنہ تم بیٹھ جاؤ گے ملامت کیے ہوئے درماندہ۔ بے شک آپ کا رب کشادہ کرتا ہے روزی جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے (جس کے لیے چاہتا ہے) یقیناً وہ اپنے بندوں (کے حالات) سے خوب آگاہ ہے (اور انہیں) دیکھنے والا ہے"۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت یسار بن الحکم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عراق سے کپڑا لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت عطا فرمانے والے اور سخی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان وہ کپڑا تقسیم فرما دیا، پھر ایک عرب قوم کو کپڑا پہنچنے کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کیا ہم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال نہ کریں؟ (وہ آئے تو) انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا تقسیم فرما چکے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً الخ، مَغْلُوْلَةً کا معنی مَحْبُوْسَةً (بندھا ہوا) ہے۔ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ الخ اور نہ بالکل کشادہ کردو ورنہ لوگ تجھے ملامت کریں گے مَحْسُوْرًا کہ تمہارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت المنہال بن عمرو رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک عورت نے اپنا بچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ تم جا کر حضور کی بارگاہ میں عرض کرو کہ مجھے کپڑا پہناؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے سے فرمایا کہ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ بچہ ماں کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب لے کر آیا تو اس کی ماں نے کہا تو دوبارہ جا کر عرض کر کہ مجھے اپنی قمیص پہنا دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ کر آئے اور اپنی قمیص اتار کر اسے عطا فرما دی۔ اس وقت یہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 88، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 89

آیت نازل ہوئی وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً الخ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک بچہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور! میری والدہ آپ سے فلاں فلاں چیز کا سوال کر رہی ہے۔ آپ نے فرمایا آج تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر اس بچے نے کہا امی کہہ رہی ہے آپ مجھے اپنی قمیص پہنا دیں۔ آپ ﷺ نے اپنی قمیص اتار کر اسے عطا فرما دی اور خود بغیر قمیص کے گھر میں بیٹھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ کو فرمایا: جو کچھ میرے ہاتھ میں ہو اسے خرچ کر دیا کرو۔ اور اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ حضرت عائشہ نے عرض کی حضور! پھر تو کچھ بھی باقی نہیں رہے گی۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً الخ۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ بخل نہ کرو۔(1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نہ تو خرچ میں تنگی اور کنجوسی کرو اور نہ بالکل کشادہ کرو، یعنی اسراف سے کام نہ لو ورنہ تم خود ایک دن اپنے مال کے ختم ہونے پر اپنے آپ کو ملامت کرو گے مَّحْسُوْرًا جس کا تمام مال ختم ہو گیا ہو۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسراف اور بخل سے منع فرمایا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا کے تحت روایت فرمایا ہے کہ تو لوگوں کے سامنے ملامت کیا ہوا اور مال سے خالی ہاتھ ہوگا۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ اس جملہ کا کیا مطلب ہے تو ابن عباس نے فرمایا: نادم اور شرمندہ ہو جائے گا۔ نافع نے پوچھا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

مَا فَادِمٌ مِنِّي يَمُوْتُ جَوَادُهُمْ ۔۔۔ إِلَّا تَرَكْتَ جَوَادُهُمْ مَحْسُوْرًا

"وہ خواہشات کو حاصل نہیں کر پاتے جن کے گھوڑے مر جاتے ہیں مگر یہ ان کے گھوڑے انہیں شرمندہ کر کے چھوڑتے ہیں"۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معیشت میں نرمی (میانہ روی) تجارت کے سکون سے بہتر ہے۔(3)

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان کی سمجھ اور دانش میں سے ہے کہ وہ اپنی معیشت کی اصلاح کرے۔ فرمایا یہ تمہاری دنیا سے محبت شمار نہیں ہوگی کہ تم وہ چیز طلب کرو جو تمہاری اصلاح کا باعث ہو۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 90، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً
3۔ شعب الایمان، باب الاقتصاد فی النفقہ، جلد 5، صفحہ 253 (6562)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 254 (6563)

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دانش میں سے ہے کہ تو اپنی معیشت میں نرمی کر۔(1)

بیہقی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خرچ میں میانہ روی معیشت کا نصف ہے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کبھی محتاج نہیں ہوا جس نے میانہ روی اختیار کی۔(3)

امام ابن عدی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے: میانہ روی اختیار کرنے والا کبھی محتاج نہیں ہوتا۔(4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن شبیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کم آمدنی کے ساتھ حسن تدبیر بہتر ہے اس غنا سے جس میں اسراف ہو۔(5)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت مطرف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: امور میں سے بہتر درمیانہ امر ہے۔(6)

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تدبر معیشت کا نصف ہے اور (لوگوں سے) دوستی کرنا نصف عقل ہے۔(7)

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت یونس بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ لوگوں سے دوستی کرنا نصف عقل ہے اور حسن سوال نصف علم ہے اور معیشت میں میانہ روی تجھ سے نصف مشقت دور کر دے گی۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پھر ہمیں بتایا کہ وہ ہمارے ساتھ کیا کرتا ہے۔ فرمایا اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ الخ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبر دی کہ اگر وہ اپنے بندوں پر رزق کے خزانے کھول دے، تب بھی اس پر کچھ بوجھ نہیں ہے۔ لیکن اس نے ان کو دیکھتے ہوئے فرمایا وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (الشوری) ابن زید فرماتے ہیں جب عربوں کو شادابی نصیب ہوتی اور خوشحالی کا دور آتا تو ایک دوسرے کو قیدی بناتے، قتل و غارت کرتے اور فساد مچاتے۔ لیکن جس سال قحط ہوتا تو ایسے مشاغل سے باز رہتے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی کیفیت ملاحظہ فرماتا ہے۔ اگر اس کے لیے غنا بہتر ہوتا ہے تو اسے غنی کر دیتا ہے اور اگر اس کے لیے فقر و غربت بہتر ہوتی ہے تو اسے تنگ دست رکھتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک کے لیے اللہ تعالیٰ روزی کشادہ فرماتا ہے اس کے لیے خفیہ تدبیر فرمانے کے لیے اور دوسرے کے لیے روزی کم کرتا ہے اس کو دیکھنے کے لیے کہ یہ صبر کرتا ہے یا نہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قرآن میں جہاں بھی يَقْدِرُ استعمال ہوا ہے، اس کا معنی یقلل ہے (یعنی کم کرتا ہے)۔

1۔ شعب الایمان، باب الاقتصاد فی النفقہ، جلد 5، صفحہ 254 (6565)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 255 (6568)
3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 255 (6569)
4۔ ایضاً (6570)
5۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 258 (6586)
6۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 261 (6601)
7۔ الفردوس بماثور الخطاب، جلد 2، صفحہ 75 (2421)، عن علی رضی اللہ عنہ، دار الکتب العلمیہ بیروت

وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِیَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا ﴿۳۱﴾

''اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشہ سے، ہم ہی رزق دیتے ہیں انہیں بھی اور تمہیں بھی۔ بلاشبہ اولاد کو قتل کرنا بہت بڑی غلطی ہے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بھوک اور افلاس کے خوف سے اپنی بچیوں کو قتل کر دیتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بارے نصیحت فرمائی اور انہیں بتایا کہ ان کا رزق اور ان کی اولاد کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ اور اس آیت میں خِطْاً كَبِیْرًا سے مراد بڑا گناہ ہے۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اِمْلَاقٍ کا معنی فقر و فاقہ ہے۔(2)

الطستی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے کہا کہ مجھے خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ کا مفہوم بتائیں تو ابن عباس نے فرمایا: افلاس کا خدشہ۔ نافع نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

وَاِنِّیْ عَلَى الْاِمْلَاقِ یَا قَوْمِ مَاجِدٌ   اُعِدُّ لِاَضْیَافِی الشِّوَاءَ الْمُطَهَّبَ

''اے میری قوم میں افلاس کے باوجود عزت دار ہوں، میں اپنے مہمانوں کے لیے بھونا ہوا گوشت تیار کرتا ہوں''۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رنے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خِطْاً کا معنی خَطِیْئَةً روایت کیا ہے۔(3)

ابن ابی حاتم نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ انہوں خِطْاً كَبِیْرًا پڑھا ہے یعنی خطأ کو مہموز پڑھا ہے اور یہی درست ہے۔

امام احمد اور ابو یعلی رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور ان بچیوں کی صحیح دیکھ بھال کرے تو وہ میرے سات اس طرح جنت میں ہوگا۔ اپنی چار انگلیوں کے ساتھ اشارہ فرمایا۔(4)

امام احمد اور ابن منیع نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں ہوں وہ ان کی کفالت کرتا ہو، ان پر رحم کرتا ہو اور ان کے اخراجات برداشت کرتا ہو تو اس کے لیے یقیناً جنت واجب ہے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر دو بچیاں ہوں تو پھر؟ فرمایا اگر دو ہوں (اس کے لیے بھی یہی خوش خبری ہے)

امام احمد اور ترمذی نے ابو سعید الخدری سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں پھر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور ان سے حسن سلوک کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔(5)

امام احمد، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اے سراقہ! کیا میں تمہاری عظیم صدقہ کی طرف راہنمائی نہ کروں، سراقہ نے کہا حضور! ضرور کرم فرمائیے۔ فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 92، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 94

4۔ مسند ابو یعلی، جلد 3، صفحہ 223 (3435)، دار الکتب العلمیہ بیروت 5۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 175، دار صادر بیروت

یہ ان وحیوں میں جو تیری طرف لوٹائی گئی ہے اور تیرے سوا اس کو جانے والا کوئی نہیں ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

"اور بدکاری کے قریب بھی مت جاؤ۔ بے شک یہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت حدود نازل نہیں ہوئی تھیں، سورۂ نور میں اس کے بعد حدود نازل ہوئیں۔

امام ابویعلی اور ابن مردویہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کو اس طرح پڑھا وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا اِلَّا مَنْ تَابَ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس بات کا ذکر ہوا تو آپ ابی بن کعب کے پاس آئے اور اس قرأت کی وجہ پوچھی۔ حضرت ابی بن کعب نے فرمایا: یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی ہے اور تیرے لیے کوئی عمل نہیں ہے مگر یہ کہ بقیع کی طرف چلے جاؤ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت الحسن نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، بندۂ مومن ہونے کی حالت میں زنا نہیں کرتا جب زنا کرتا ہے اور کسی سے مال مومن ہونے کی حالت میں نہیں چھینتا جب وہ کسی کا مال چھینتا ہے اور مومن ہونے کی حالت میں چوری نہیں کرتا جب وہ چوری کرتا ہے اور مومن ہونے کی حالت میں شراب نہیں پیتا جب وہ شراب پیتا ہے اور وہ مال غنیمت میں خیانت مومن ہونے کی حالت میں نہیں کرتا جب وہ خیانت کرتا ہے۔ عرض کی گی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ایمان کی حالت میں ایسی برائیاں کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص ان برائیوں میں سے کسی برائی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل سے ایمان سلب کرلیا جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زانی مومن ہونے کی حالت میں زنا نہیں کرتا جب وہ زنا کرتا ہے اور چور مومن ہونے کی حالت میں چوری نہیں کرتا جب وہ چوری کرتا ہے اور شرابی مومن ہونے کی حالت میں شراب نہیں پیتا جب وہ شراب پیتا ہے اور وہ مومن ہونے کی حالت میں اعلانیہ طور پر مال نہیں چھینتا جب کہ مومن اس کی طرف آنکھیں اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔(1)

امام ابوداؤد، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے اور وہ اس پر چھتری کی مانند ہوتا ہے، جب وہ اس برائی سے دور ہوجاتا ہے تو ایمان اس کی طرف واپس آجاتا ہے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایمان نور ہے جو زنا

1۔ صحیح بخاری، کتاب الاشربۃ، جلد 2، صفحہ 536، وزارت تعلیم اسلام آباد

2۔ شعب الایمان، جلد 4 صفحہ 352 (5364)، دار الکتب العلمیہ بیروت

کرتا ہے ایمان اس سے جدا ہو جاتا ہے پس جو اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور واپس آ جاتا ہے تو ایمان لوٹ آتا ہے۔(1)

امام بیہقی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان لباس میں سے ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے پہناتا ہے۔ جب بندہ بدکاری کرتا ہے تو اس سے ایمان کا لباس اتار لیتا ہے۔ اگر پھر وہ توبہ کرتا ہے تو اس کو ایمان کا لباس لوٹا دیتا ہے۔(2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے: انہوں نے ابو ہریرہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ'' کا مطلب پوچھا کہ اس کا ایمان کہاں ہوتا ہے؟ ابو ہریرہ نے اپنے سر کے اوپر ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: اس کے اوپر اس طرح ہوتا ہے پھر اگر توبہ کرتا ہے اور رجوع کرتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔(3)

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے غلاموں کے نام عربوں کے اسماء سے رکھتے تھے مثلاً عکرمہ، سمیع، کریب وغیرہ اور انہیں فرماتے نکاح کرو کیونکہ بندہ جب زنا کرتا ہے تو اس سے نور ایمان سلب کر لیا جاتا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسے نور ایمان واپس کر دیتا ہے یا اسے اپنے پاس روک لیتا ہے۔(4)

امام بیہقی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قریش کے جوانو! اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو اور زنا نہ کرو، خبردار جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی شرم گاہ کو محفوظ رکھا وہ جنت میں داخل ہوا۔(5)

امام طبرانی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شہر میں زنا اور ربا (سود) عام ہو جاتا ہے تو وہ اپنے اوپر کتاب اللہ کے موجب عذاب کو خود اتارتے ہیں۔(6)

امام طبرانی، حاکم، ابن عدی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زنا فقر و تنگ دستی کا موجب بنتا ہے۔(7)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قوم عہد توڑتی ہے ان میں قتل پھیل جاتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ موت کو مسلط کر دیتا ہے اور جو قوم زکوۃ نہیں دیتی اللہ تعالیٰ ان سے بارش روک لیتا ہے۔(8)

امام احمد اور ابن ابی الدنیا نے حضرت الہیثم بن مالک الطائی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شرک کے بعد اللہ کی بارگاہ میں اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں کہ انسان اپنا نطفہ ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لیے حلال نہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ

1۔ شعب الایمان، جلد 4 صفحہ 352 (5365)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (5366)

3۔ ایضاً (5367) 4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 353 (5368)

5۔ ایضاً (5369) 6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 363 (5416) 7۔ ایضاً (5418)

8۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 136 (2577)، دار الکتب العلمیہ بیروت

ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جس قوم میں زنا پھیل جاتا ہے وہ قحط میں مبتلا کیے جاتے ہیں اور جس قوم میں رشوت پھیل جاتی ہے ان پر رعب طاری کر دیا جاتا ہے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب بندہ زنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا نور ایمان سلب کر لیتا ہے پھر اگر چاہتا ہے تو لوٹا دیتا ہے اور اگر چاہتا ہے تو اسے روک لیتا ہے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زانی، مومن ہونے کی حالت میں زنا نہیں کرتا جب وہ زنا کرتا ہے اور چور مومن ہونے کی حالت میں چوری نہیں کرتا جب وہ چوری کرتا ہے، وہ مومن ہونے کی حالت میں شراب نہیں پیتا جب وہ شراب پیتا ہے اور وہ مومن ہونے کی حالت میں قتل نہیں کرتا۔ جب وہ ان برائیوں میں سے کسی برائی کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے نور ایمان سلب کر لیتا ہے جس طرح اس سے قمیص اتاری جاتی ہے پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔(1)

امام احمد، مسلم، نسائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تین شخصوں سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر کرم سے دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور متکبر محتاج۔(2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ زانی، مومن ہونے کی حالت میں زنا نہیں کرتا جب وہ زنا کرتا ہے اور چور مومن ہونے کی حالت میں چوری نہیں کرتا جب وہ چوری کرتا ہے اور وہ مومن ہونے کی حالت میں شراب نہیں پیتا جب وہ شراب پیتا ہے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنی امت پر اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں پر عورتوں سے زیادہ نقصان دہ ہو۔(4)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پہلے لوگوں کا کفر بھی عورتوں کی طرف سے تھا اور آئندہ آنے والے لوگوں کا کفر بھی عورتوں کی طرف سے ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابان بن عثمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز زناکار اپنی شرم گاہوں کی بدبو کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ دوزخیوں کے زیادہ گناہ عورتوں کی وجہ سے ہوں گے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا

1۔ سنن ترمذی، کتاب الایمان، جلد 2، صفحہ 87، وزارت تعلیم اسلام آباد 2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 360 (5405)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 351 (5363) 4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 361 (5410)

فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾

''اور نہ قتل کرو اس نفس کو جس کو قتل کرنا الله تعالیٰ نے حرام کر دیا مگر حق کے ساتھ اور جو قتل کیا جائے ناحق تو ہم نے مقتول کے وارث کو (قصاص کے مطالبہ کا) حق دے دیا ہے۔ پس اسے چاہیے کہ قتل میں اسراف نہ کرے، ضرور اس کی مدد کی جائے گی اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر ایسے طریقہ سے جو (اس یتیم کے لیے) بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور پورا کیا کرو اپنے عہد کو، بے شک ان وعدوں کے بارے میں (تم سے) پوچھا جائے گا''۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما الله نے حضرت الضحاک رحمہ الله سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الخ کا ارشاد مکہ میں نازل ہوا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ہی تھے قتل کے بارے میں سب سے پہلے قرآن میں یہی ارشاد نازل ہوا مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دھوکہ سے قتل کرتے تھے تو رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکین میں سے جو تمہارے کسی فرد کو قتل کرے تو اس کا قتل کرنا تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم اس کے باپ، یا بھائی یا اس کے قبیلہ کے کسی فرد کو قتل کرو اگرچہ وہ مشرک ہی ہوں، اور تم صرف قاتل کو ہی قتل کرو۔ یہ حکم سورہ برأت کے نزول سے پہلے کا ہے اور مشرکین سے قتال کرنے کے حکم کے ملنے سے پہلے کا ہے فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ یعنی تم غیر قاتل کو قتل نہ کرو۔ آج بھی مسلمانوں کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ قتل کے بدلے صرف قاتل کو ہی قتل کریں۔(1)

امام بیہقی رحمہ الله نے سنن میں حضرت زید بن اسلم رحمہ الله سے روایت کیا ہے کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں اس طرح تھے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کو قتل کرتا تو وہ راضی نہ ہوتے حتی کہ وہ قاتل کی قوم کے کسی شریف آدمی کو قتل کر دیتے۔ جب ان کا قاتل غیر شریف ہوتا تو وہ اپنے قاتل کو قتل نہ کرتے بلکہ دوسرے شخص کو قتل کرتے۔ پس انہیں نصیحت کی گی وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما الله نے العوفی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی الله عنہما سے مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ سُلْطٰنًا سے مراد الله کی طرف سے دلیل ہے جو الله تعالیٰ نے نازل فرمائی جسے مقتول کا ولی طلب کرتا ہے (یعنی) قصاص یا دیت۔ سلطان سے یہی مراد ہے۔

ابن ابی حاتم نے مجاہد کے طریق سے ابن عباس سے فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ قتل زیادہ نہ کرے۔

ابن المنذر نے ابوصالح کے طریق سے ابن عباس سے اسی جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ صرف قاتل کو ہی قتل کیا جائے گا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 96، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سنن میں حضرت طلق بن حبیب رحمہ اللہ سے اس قول کے تحت روایت کیا ہے کہ قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کا مثلہ کیا جائے گا۔(1)

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے بدلے میں دو کو قتل نہیں کیا جائے گا۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس قول کے تحت روایت کیا ہے کہ جو کسی کو لوہے سے قتل کرے گا اسے لوہے سے قتل کیا جائے گا جو کسی کو لکڑی کے ساتھ قتل کرے گا اسے لکڑی کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ جو کسی کو پتھر کے ساتھ قتل کرے گا اسے پتھر کے ساتھ قتل کیا جائے گا اور قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت شداد بن اوس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا لکھ دیا ہے۔ پس جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔(4)

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے سب سے زیادہ نافرمان لوگ اہل ایمان کو قتل کرنے والے ہیں۔(5)

امام ابن ابی شیبہ اور ابوداؤد رحمہما اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب اور عمران بن حصین رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ سے منع فرمایا۔(6)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت یعلی بن مرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندوں کا مثلہ نہ کرو۔(7)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس سے **فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا** کے تحت روایت کیا ہے کہ سلطان اس کی مدد کرے گا حتی کہ ظالم سے اسے انصاف لے کر دے گا اور جس نے خود بخود سلطان کی اجازت کے بغیر بدلہ لیا تو وہ مجرم اور مسرف ہے۔ اس نے زمانہ جاہلیت کی حمیت کا عمل کیا اور وہ حکم الٰہی سے راضی نہ ہوا۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الکسائی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابی بن کعب کی قرأت میں اس طرح تھا فَلَا تُسْرِفُوْا فِي الْقَتْلِ اِنَّ وَلِيَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا۔

امام طبرانی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب حضرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 96، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 97

4۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، جلد 2، صفحہ 152، وزارت تعلیم اسلام آباد

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدیات، جلد 5، صفحہ 455 (27927)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

6۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 456 (27935) 7۔ ایضاً (27936)

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حادثہ پیش آیا تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تو تم جدا ہو جاؤ، اگر تم کسی بل میں ہو گئے تو تمہیں تلاش کر کے نکالا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میری بات نہ مانی، اللہ کی قسم! تم پر امیر معاویہ کو امیر بنایا جائے گا اور فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا۔ (1)

ابن جریر نے قتادہ سے وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگ یتیم بچوں کو مال، کھانے اور سواری میں شریک نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ (البقرہ: 220) (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ تصور تھا کہ انسان سے سوال ہوگا پھر جنت میں داخل ہوگا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ (آل عمران: 77) ''بے شک جو لوگ خریدتے ہیں اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت یہ وہ (بدنصیب) ہیں کہ کچھ حصہ نہیں ان کے لیے آخرت میں''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عہد توڑنے والے سے عہد توڑنے کے متعلق اللہ تعالیٰ باز پرس فرمائے گا۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جس کے ساتھ اس نے عہد کیا ہوگا وہ اس سے نہیں پوچھے گا (بلکہ اللہ تعالیٰ پوچھے گا)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تین چیزیں نیک اور بدسب کو ادا کی جائیں، عہد بھی نیک و بدسب سے پورا کیا جائے گا پھر یہ آیت پڑھی: وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے بیعت کو توڑا وہ عمل اس کے اور جنت کے درمیان حجاب ہوگا، فرمایا یہ امت اپنے عہد توڑنے کی وجہ سے ہلاک ہوگی۔

وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۳۵﴾

''اور پورا پورا ماپو جب تم کسی چیز کو ماپنے لگو اور تولو تو ایسے ترازو سے تولو جو بالکل درست ہو، یہی طریقہ بہتر ہے اور اس کا انجام بھی بہت اچھا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: جب تم کسی دوسرے کو ماپ کر دینے لگو تو پورا پورا ماپو۔ بِالْقِسْطَاسِ سے مراد میزان ہے، یہ رومی زبان کا لفظ ہے جو میزان کے لیے استعمال ہوتا ہے ذٰلِكَ خَیْرٌ یعنی ماپ اور تول پورا پورا کرنا، کمی کرنے سے بہتر ہے اور از روئے انجام کے بھی اچھا ہے۔

1۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 320 (10613)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 98، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا کے تحت روایت کیا ہے۔ یہ ماپ اور تول پورا پورا کرنا بہتر ثواب اور بہتر انجام کا موجب ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ کوئی آدمی حرام پر قادر ہوتا ہے۔ پھر اسے خوف الٰہی کی وجہ سے ترک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں آخرت سے پہلے اسے خیر عطا فرماتا ہے جو اس کے لیے اس حرام سے بہتر ہوتی ہے۔(1)

امام الفریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بِالْقِسْطَاسِ کا مطلب رومی زبان میں عدل ہے۔(2)

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: بِالْقِسْطَاسِ سے مراد عدل ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے بِالْقِسْطَاسِ کا معنی عدل روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن سیر رحمہ اللہ بِالْقِسْطَاسِ کا معنی الحدید (لوہا) روایت کیا ہے۔

وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾

”اور نہ پیروی کرو اس چیز کی جس کا تمہیں علم نہیں بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے متعلق (تم سے) پوچھا جائے گا“۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے لَا تَقْفُ کا معنی لا تقل (تو نہ کہہ) روایت کیا ہے۔(3)

ابن جریر نے ابن عباس سے ایک معنی یہ روایت کیا ہے کہ کسی پر تو کوئی ایسا (بہتان) نہ لگا جس کا تجھے علم نہیں ہے۔(4)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے الحنفیۃ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ جھوٹ کی گواہی نہ دو۔(5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے یہ حکم جھوٹ کے بارے میں ہے۔ جس دن یہ آیت نازل ہوئی جھوٹ کے بارے میں کوئی حد موجود نہ تھی قیامت کے روز اس کے متعلق پرسش ہونی تھی پھر بخشش کی گئی حتی کہ جھوٹ (کی گواہی) کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ انسان کے اپنے کان اور آنکھیں اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

ابن جریر اور ابن المنذر نے قتادہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ تو یہ نہ کہہ کہ میں نے سنا ہے جب کہ تو نے سنا نہ ہو اور تو نہ کہہ کہ میں نے دیکھا ہے جب کہ تو نے دیکھا نہ ہو، اللہ تعالیٰ تجھ سے ان تمام چیزوں کے متعلق سوال کرے گا۔(6)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن قیس رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز کانوں سے پوچھا جائے گا کیا تم نے سنا، آنکھ سے پوچھا جائے گا کیا تو نے دیکھا، دل سے سوال بھی اسی طرح کا ہوگا۔ الفریابی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 99، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 100
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً

[illegible] کہ قیامت کے روز [illegible] گیا اس طرح معاملہ تھا یا نہیں

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کے بارے میں ایسی بات پھیلائی جس سے وہ بری تھا تو اللہ پر حق ہے کہ اس افتراء باز کو قیامت کے روز آگ میں [illegible] یہاں تک کہ وہ اپنی بات کا ثبوت پیش کرے۔

امام ابو داؤد اور ابن ابی الدنیا رحمہما اللہ نے الصمت میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مومن کو منافق سے بچایا اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا جو قیامت کے روز اس کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائے گا اور جس نے کسی مومن کے بارے میں کوئی بات کی جس سے وہ اسے عیب لگانا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے پل پر روک لے گا حتیٰ کہ اپنی بات کا عذر پیش کر کے خلاصی حاصل کرے۔

وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝

"اور نہ چلو زمین میں اکڑتے ہوئے (اس طرح) نہ تم چیر سکتے ہو زمین کو اور نہ پہنچ سکتے ہو پہاڑوں کے برابر بلندی میں"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تکبر اور فخر سے نہ چل کیونکہ تیری ایسی متکبرانہ چال تجھے پہاڑوں کے برابر بلندی تک نہیں پہنچا سکتی اور نہ تو اپنے فخر و تکبر کے ساتھ زمین کو چیر سکتا ہے۔(1)

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب التواضع میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت کے لوگ اکڑتے ہوئے چلیں گے اور ایران اور روم کے لوگ ان کے خادم بنیں گے تو اللہ تعالیٰ بعض کو بعض پر مسلط کر دے گا (دوسری روایت میں اچھے اور برے لوگ حکومت کریں گے)۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو تکبرانہ چال میں چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: شیطان کے بھائی ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تکبر سے بچو انسان کا ہاتھ دوسرے تمام جسم کے بغیر منافقت کرتا ہے۔

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝

"یہ سب (جن کا ذکر گزرا) ان میں سے ہر بری بات اللہ تعالیٰ کو (سخت) ناپسند ہے"۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن کثیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ یہ آیت پڑھتے تھے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 100، دار احیاء التراث العربی بیروت

اور فرماتے تھے کہ ان تمام برائیوں سے منع کیا گیا ہے۔

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾

''یہ ہدایات جنہیں بذریعہ وحی آپ کی طرف آپ کے رب نے بھیجا ہے دانائی کی باتوں میں سے ہیں اور (اے سننے والے!) نہ بنا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ورنہ تجھے پھینک دیا جائے گا جہنم میں اس حال میں کہ تمہیں ملامت کی جائے گی اور دھکے دیئے جائیں گے''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پوری تورات سورۂ بنی اسرائیل کی پندرہ آیتوں میں ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریق سے ابن عباس سے مَّدْحُوْرًا کا معنی مَطْرُوْدًا (دھتکارا ہوا) روایت کیا ہے۔(1)

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَ مَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 105، دار احیاء التراث العربی بیروت

31B

يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝

"پس کیا چن لیا ہے تمہیں تمہارے رب نے بیٹوں کے لیے اور (اپنے لیے) بنا لیا ہے فرشتوں کو بیٹیاں (صد افسوس!) تم تو ایسی بات کہہ رہے ہو جو بہت سخت ہے اور بلاشبہ ہم نے مختلف انداز سے بار بار بیان کیا ہے (دلائل توحید کو) اس قرآن میں تا کہ وہ نصیحت قبول کریں (یا بہمہ) سوائے نفرت کے ان میں کسی چیز کا اضافہ نہ ہوا آپ فرمائیے اگر ہوتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور خدا جس طرح یہ کافر کہتے ہیں تو ان خداؤں نے (مل کر) تلاش کر لی ہوتی عرش کے مالک (پر غالب آنے کی) کوئی راہ۔ وہ پاک ہے اور بہت برتر و بالا ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ پاکی بیان کرتے ہیں اس کی ساتوں آسمان اور زمین اور جو چیز ان میں موجود ہے اور (اس کائنات میں) کوئی بھی ایسی چیز نہیں مگر وہ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اس کی حمد کرتے ہوئے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ بے شک وہ بہت بردبار بہت بخشنے والا ہے اور (اے محبوب!) جب آپ پڑھتے ہیں قرآن کو تو ہم (حائل) کر دیتے ہیں آپ کے درمیان اور ان کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پوشیدہ پردہ جو آنکھوں سے نہاں ہوتا ہے اور ہم ڈال دیتے ہیں ان کے دلوں پر پردہ تا کہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی (پیدا کر دیتے ہیں) اور جب آپ ذکر کرتے ہیں صرف اپنے رب کا قرآن میں تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں نفرت کرتے ہوئے۔ ہم خوب جانتے ہیں جس غرض کے لیے یہ سنتے ہیں اسے جب یہ کان لگاتے ہیں آپ کی طرف اور (ہم خوب جانتے ہیں) جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں، اس وقت یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم نہیں پیروی کر رہے مگر ایک ایسے آدمی کی جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ دیکھئے (یہ گستاخ) کس طرح آپ کے لیے مثالیں بیان کرتے ہیں، پس (اس گستاخی کے باعث) وہ گمراہ ہو گئے، اب وہ سیدھے راستہ پر چل نہیں سکتے"۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہود نے کہا: فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ اگر اس کے ساتھ اور خدا ہوتے تو پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی فضیلت ان پر جان لیتے، پس وہ تلاش کر لیتے ایسا حیلہ جو انہیں اس کے قریب کرتا۔ بات اس طرح نہیں ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا کے تحت روایت فرمایا ہے کہ اگر اور خدا ہوتے تو وہ مل کر ذی العرش پر غلبہ کی راہ تلاش کر لیتے کہ کہاں ہیں کہ اس کی بادشاہی کو زائل کر دیں۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابو نعیم رحمہم اللہ نے الحلیہ میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت عبد الرحمن

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 105، دار احیاء التراث العربی بیروت

بن قرظ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ معراج کی رات جب مسجد اقصیٰ کی طرف تشریف لے گئے تو جبرئیل آپ کی دائیں طرف تھے اور میکائیل بائیں طرف تھے۔ وہ آپ ﷺ کو بلند و بالا آسمانوں تک لے گئے۔ جب آپ واپس آئے تو فرمایا میں نے بلند و بالا آسمانوں میں تسبیح کثیر کے ساتھ ایک اور تسبیح سنی۔ بلند و بالا آسمان نے ہیبت والی ذات کی وجہ سے ڈرتے ہوئے بلند مرتبہ ذات کی تسبیح بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند مرتبہ و بلند مقام ہے، اس کی ذات پاک اور بلند ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت لوط بن ابی لوط رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آسمان دنیا کی تسبیح سُبْحَانَ رَبِّنَا الْاَعْلٰی ہے، دوسرے آسمان کی تسبیح سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی ہے، تیسرے آسمان کی تسبیح سُبْحَانَهٗ وَبِحَمْدِهٖ ہے چوتھے آسمان کی تسبیح سُبْحَانَهٗ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِهٖ ہے پانچوں آسمان کی تسبیح سُبْحَانَ یُحْیِی الْمَوْتٰی وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے چھٹے آسمان کی تسبیح سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس ہے اور ساتویں آسمان کی تسبیح سُبْحَانَ الَّذِیْ مَلَاَ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرْضِیْنَ السَّبْعَ عِزَّةً وَّ وَقَارًا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کہ آپ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک آواز سنی: آسمان چرچرا رہا ہے اور چرچرانا اس کا حق ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا حضور ﷺ! آسمان کیوں چرچرا رہا ہے؟ فرمایا آسمان ٹوٹ رہا ہے اور اس کا ٹوٹنا حق بھی ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں اس سجدہ کرنے والے کی پیشانی نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کر رہا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو تسبح یعنی تاء کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے العظمہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس کا حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو حکم دیا تھا، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا بیٹا! میں تمہیں سبحان اللہ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ یہ مخلوق کی نماز ہے۔ مخلوق کی تسبیح ہے۔ اس کی وجہ سے مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔ (1)

امام احمد، ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نوح علیہ السلام پر جب وصال کا وقت آیا تو اپنے دو بیٹوں سے فرمایا: میں تمہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ یہ ہر چیز کی صلاۃ ہے اور اس کی وجہ سے ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہے۔

امام ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہما اللہ نے فضائل الذکر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرغ کی آواز اس کی صلاۃ ہے اور اس کا پر مارنا اسکا سجدہ اور رکوع ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَاِنْ مِّنْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15 صفحہ 107، دار احیاء التراث العربی بیروت

شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ وَلٰکِنۡ لَّا تَفۡقَہُوۡنَ تَسۡبِیۡحَہُمۡ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اک ندا دینے والا ندا کرتا ہے: اللہ کا ذکر کرو وہ تمہارا ذکر کرتا ہے، سب سے پہلے مرغ اسے سنتا ہے پس وہ اذان دیتا ہے، یہ اس کی تسبیح ہے۔

امام ابوالشیخ العظمہ میں، ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جانوروں کے چہروں پر نہ مارو، ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: جانوروں کے چہروں پر نہ مارو کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: جانوروں کے چہروں پر نہ مارو کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتی ہے۔

امام احمد نے معاذ بن انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے پاس سے گزرے جو جانوروں کے اوپر بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ان پر سوار ہو تو بھی مکمل طور پر اور ان کو چھوڑ دو تو بھی مکمل طور پر اور ان کو راستوں اور بازاروں میں باتیں کرنے کے لیے کرسیاں نہ بناؤ۔ کئی سواریاں اپنے سواروں سے بہتر ہوتی ہیں اور وہ سوار سے زیادہ ذکر کرنے والی ہوتی ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت عمرو بن عبسہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورج بلند ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتی ہے سوائے شیطان کے اور بنی آدم کے اغنیاء کے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہر بندہ اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے، اللہ کی مخلوق میں سے ہر چیز تسبیح بیان کرتی ہے اللہ کا ارشاد ہے وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چیونٹیاں تسبیح بیان کرتی ہیں۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیائے کرام میں سے ایک نبی کو چیونٹی نے کاٹا تو اس نبی نے چیونٹیوں کی پوری بستی کو جلانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ایک چیونٹی کی وجہ سے امتوں میں سے ایک امت کو تو نے جلا دیا جو تسبیح بیان کرتی تھی۔(1)

امام نسائی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا: اس کا ٹرٹرانا (اس کی) تسبیح ہے۔(2)

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کھیتی اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتی ہے اور اس کا اجر کھیتی کے مالک کو ملتا ہے اور میل کہتی ہے: اگر تو مومن ہے تو پھر مجھے دھو دے۔

ابن ابی حاتم نے ابوقبیل سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کھیتی تسبیح بیان کرتی ہے اور اس کا ثواب کسان کے لیے ہوتا ہے۔

1۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، جلد 1، صفحہ 424، وزارت تعلیم اسلام آباد 2۔ سنن دارمی، کتاب الاضاحی، جلد 2، صفحہ 15، دار المحاسن قاہرہ

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: گدھے اور کتے کے سوا ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ستون تسبیح بیان کرتا ہے اور درخت تسبیح بیان کرتا ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کوئی شخص اپنی سواری اور اپنے کپڑے کو عیب نہ لگائے کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتی ہے۔(1)

ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور الخطیب نے ابوصالح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں دروازے کی آواز اس کی تسبیح ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو غالب الشیبانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سمندر کی آواز اس کی تسبیح ہے اور اس کی امواج اس کی صلاۃ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کھانا تسبیح بیان کرتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک لمبے پروں والا کوا لائے جو اپنے پر پھڑ پھڑا رہا تھا اور آپ نے فرمایا: جو شکار کیا گیا اور جو درخت کاٹا گیا اس کی تسبیح ضائع ہوگئی۔

امام ابن راہویہ رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں حضرت زہری رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک لمبے پروں والا کوا لے کر آئے۔ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو شکار کیا گیا اور جو کا درخت کاٹا گیا اور جو اس کی ٹہنی کاٹی گئی یہ سب کچھ تسبیح کی قلت کی وجہ سے ہوا۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیہ میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شکار نہیں کیا گیا، کوئی ٹہنی نہیں کاٹی گئی مگر تسبیح کے ضائع کرنے کی وجہ سے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آسمان میں کوئی پرندہ شکار نہیں کیا جاتا اور پانی میں مچھلی شکار نہیں ہوتی حتی کہ اللہ نے جو اس پر تسبیح فرض کی ہوئی ہے وہ اسے چھوڑ دیتی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو درداء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی پرندہ اور کوئی مچھلی نہیں پکڑی جاتی مگر تسبیح کو ضائع کرنے کے باعث۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی تسبیح ضائع کرنے کی وجہ سے پرندے اور مچھلیاں شکار کیے جاتے ہیں۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن مرثد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تسبیح کے ضائع کرنے کی وجہ سے ہی خشکی اور سمندر میں پرندے شکار ہوتے ہیں۔

امام العقیلی نے الضعفاء میں ابوالشیخ اور دیلمی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 107، دار احیاء التراث العربی بیروت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تمام جانوروں کی عمریں، زمین کے کیڑے مکوڑے، چیونٹیاں، کیکڑے، مکڑیاں، گھوڑے، خچر اور تمام جانور، ان کی عمریں تسبیح کے سبب ہوتی ہیں۔ جب ان کی تسبیح ختم ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے۔ ان میں سے ملک الموت کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔(1)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہر چیز جو اصل اول میں ہوتی ہے اور فوت نہیں ہوتی مگر وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے ابن شوذب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت الحسن اپنے ساتھیوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے تھے۔ کسی نے کہا یہ دسترخوان ابھی تسبیح بیان کررہا تھا۔ حضرت الحسن نے فرمایا: یقیناً ہر چیز جو اپنی اصل پر ہوتی ہے وہ تسبیح کرتی ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کھانا تسبیح بیان کرتا ہے۔(3)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مینڈک کو قتل نہ کرو کیونکہ آواز اس کی تسبیح ہے۔

امام ابن ابی الدنیا، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور البیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت داؤد علیہ السلام نے گمان کیا کہ جتنی تعریف اللہ تعالیٰ کی انہوں نے کی ہے اتنی اپنے خالق کی اور کسی نے نہیں کی، ایک فرشتہ نازل ہوا جب کہ آپ محراب میں بیٹھے تھے اور آپ کی ایک جانب پانی کا تالاب تھا، فرمایا اے داؤد! مینڈک کی آواز کو (غور سے سنو) اور سمجھو، حضرت داؤد علیہ السلام خاموش ہو گئے، مینڈک اللہ تعالیٰ کی ایسی مدح کر رہا تھا جو حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی نہیں کی تھی، فرشتے نے حضرت داؤد علیہ السلام کو کہا داؤد! کیسا پایا؟ کیا سمجھا ہے جو وہ کہہ رہا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا ہاں، پوچھا کیا کہہ رہا تھا، حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا یہ تسبیح پڑھ رہا تھا سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ مُنْتَهٰى عِلْمِكَ یَا رب! حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبوت کے منصب پر فائز فرمایا! میں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی تسبیح نہیں کی۔(4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت صدقہ بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ فرمایا: داؤد علیہ السلام اپنی محراب میں تھے۔ آپ نے ایک چھوٹا سا موتی دیکھا۔ آپ اس کی تخلیق میں غور کرنے لگے اور کہا: اللہ تعالیٰ کو اس کی تخلیق کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اللہ تعالیٰ نے اس موتی کو قوت گویائی عطا فرمائی، اس نے کہا: اے داؤد! کیا تم اپنے آپ پر فخر کر رہے ہو؟ مجھے جو اللہ تعالیٰ نے قدرت عطا فرمائی ہے، میں اللہ کا ذکر کرتا ہوں اور تجھ سے زیادہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔(5)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہی آیت تورات میں ہزار آیت کی

1۔ الفردوس بماثور الخطاب، جلد 1، صفحہ 418 (1695)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 300 (1571) دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 107

4۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 138، دار الکتب العلمیہ بیروت 5۔ ایضاً

مقدار کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تورات میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کی پہاڑ تسبیح بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی درخت تسبیح بیان کرتے ہیں، فلاں چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، فلاں چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

امام احمد نے الزہد اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: داؤد علیہ السلام کا نام کتاب اللہ میں اَلْاَوَّاہ تھا۔ ایک دفعہ وہ چلے اور سمندر کے کنارے پہنچ گئے۔ انہوں نے سمندر کو مخاطب کر کے کہا میں بھاگنے والا ہوں۔ کہا اس طالب سے جس کا طلب کرنا دور نہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: اے سمندر تو مجھے اپنا ایک قطرہ پانی بنا لے یا اپنے اندر رہنے والے جانوروں میں سے کوئی جانور بنا لے۔ سمندر نے کہا: اے اس طالب سے بھاگنے والے بندے جس کا طلب کرنا دور نہیں! واپس چلا جا جہاں سے آیا ہے، میرے اندر جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے، اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا ہے اور اسے شمار کرتا ہے، میں تیری بات پوری کرنے کی طاقت نہیں رکھتا پھر حضرت داؤد علیہ السلام پہاڑ کے پاس آئے اور کہا: مجھے اپنے پتھروں میں سے ایک پتھر بنالے یا اپنی مٹی میں سے مٹی بنالے، یا اپنی چٹانوں میں سے ایک چٹان بنالے یا اپنے جوف کی چیزوں میں سے کوئی چیز بنالے۔ پہاڑ نے کہا: اے اس طالب سے بھاگنے والے بندے جس کا طلب کرنا دور نہیں! میرے اندر جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا ہے اور اسے شمار کرتا ہے میں تمہاری خواہش پوری نہیں کر سکتا پھر حضرت داؤد علیہ السلام ریت کے پاس آئے اور کہا اے ریت! مجھے اپنی مٹی میں سے مٹی بنالے یا اپنی چٹان میں سے کوئی چٹان بنالے یا اپنے اندر کی چیزوں میں سے کوئی چیز بنالے۔ اللہ تعالیٰ نے ریت کی طرف الہام فرمایا کہ اسے جواب دے۔ ریت نے کہا: اس طالب سے بھاگنے والے بندے جس کا طلب کرنا دور نہیں تو جہاں سے آیا ہے وہاں لوٹ جا اور اپنا عمل دو طرح سے کر یا رغبت سے یا خوف سے، تیرا پروردگار جس طرح بھی قبول کرے پرواہ نہ کر، حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے اور ایک گھڑی میں سمندر پر پہنچے، اس میں نماز پڑھی، آپ کو ایک مینڈک نے آواز دی: اے داؤد! تو نے یہ خیال کیا ہے کہ ایک ایسے وقت میں تو نے اللہ کی تسبیح کی ہے جس میں تیرے سوا اللہ تعالیٰ کا کسی نے ذکر نہیں کیا، میں ستر ہزار مینڈکوں کے درمیان ہوں، تمام کے تمام ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کر رہے ہیں۔

امام احمد اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: داؤد علیہ السلام نے ایک رات صبح تک نماز پڑھی۔ جب صبح ہوئی تو دل میں کچھ غرور سا پیدا ہوا، ایک مینڈک نے آواز دی اے داؤد! میں تم سے زیادہ عبادت کرتا ہوں تو نے تھوڑی سے اونگھ لی ہے (میں تو اونگھ بھی نہیں لیتا)(1)۔ ابوالشیخ نے العظمہ میں ابوہریرہ سے اور انہوں نے ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کوئی چیز اس سرخ کیڑے سے زیادہ تسبیح کرنے والی نہیں ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مٹی تسبیح بیان کرتی ہے جو اس کے ساتھ دیوار بنائی جاتی ہے تو وہ تسبیح بیان کرتی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تم کمرے یا لکڑی یا دیوار سے آواز سنو (تو سمجھ لو) کہ وہ تسبیح بیان کر رہی ہے۔

1۔ کنزل العمال، جلد 12، صفحہ 431، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ہنڈیا پکا رہے تھے۔ انہوں نے ہنڈیا کے منہ پر کان لگایا تو وہ تسبیح بیان کر رہی تھی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان بن المغیرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت مطرف جب گھر میں داخل ہوتے اور تسبیح بیان کرتے تو گھر کے ہر برتن بھی ان کے ساتھ تسبیح بیان کرتے تھے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر تم سے گھر میں موجود چیزوں کی تسبیح پوشیدہ نہ ہوتی تو تمہیں کبھی قرار نہ ملتا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت مسعر سے روایت کیا ہے: اگر اللہ تعالیٰ تم سے اپنی مخلوق کی تسبیح پوشیدہ نہ رکھتا تو تمہیں سکون نہ ملتا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت الحسن سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ہر وہ چیز جس میں روح ہے وہ تسبیح بیان کرتی ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت مجاہد سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: مخلوق کی صلاۃ اور تسبیح سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ہے۔

امام نسائی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم محمد ﷺ کے صحابہ برکت کے طور پر آیات کو شمار کرتے ہیں اور تم انہیں خوف کے طور پر شمار کرتے ہو۔ ہم ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہمارے پاس پانی نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کسی کے پاس کچھ بچا ہوا پانی ہو تو تلاش کرو۔ پانی پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اسے ایک برتن میں ڈالا پھر اس میں اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیا۔ پس پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے نکلنے لگا پھر فرمایا: مبارک پانی اور اللہ کی برکت کی طرف آؤ۔ ہم نے اس پانی سے پیا۔ عبداللہ فرماتے ہیں: جب اس پانی کو پیا جا رہا تھا ہم اس کی آواز اور اس کی تسبیح سنتے تھے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور کھاتے وقت ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو ثرید (شوربے میں روٹی بھگونا) کا کھانا پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کھانا تسبیح بیان کرتا ہے صحابہ کرام نے عرض کی! یا رسول اللہ! آپ اس کی تسبیح سمجھتے ہیں فرمایا ہاں۔ آپ ﷺ نے ایک شخص سے کہا: اس شخص کے پیالہ کو قریب کرو۔ اس نے اس شخص کے پیالہ کو قریب کیا تو اس نے کہا یا رسول اللہ! ﷺ واقعی یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے۔ پھر فرمایا دوسرے کو اسی طرح فرمایا تو اس کے قریب کیا۔ تو اس نے بھی کہا کہ یہ کھانا تسبیح بیان کر رہا ہے۔ پھر آپ نے پیالہ واپس کر دیا۔ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اگر آپ ساری قوم کو سناتے (تو بہتر ہوتا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اگر یہ کسی شخص کے پاس خاموش ہو جاتا تو لوگ کہتے اس کے گناہ کی وجہ سے خاموش ہو گیا ہے۔ آپ نے وہ پیالہ واپس منگوایا تو واپس کر دیا گیا۔

امام ابوالشیخ اور ابونعیم نے الحلیہ میں ابوحمزہ الثمالی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: محمد بن علی بن الحسن (رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے فرماتے ہیں: انہوں نے چڑیوں کو تسبیح کرتے ہوئے سنا، فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ میں نے کہا نہیں

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اپنے رب کی تسبیح کررہی ہیں اور اپنے آج کے دن کی خوراک کا سوال کررہی ہیں۔

امام الخطیب رحمہ اللہ نے حضرت ابو حمزہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم علی بن الحسین کے پاس تھے کہ ہمارے پاس سے چڑیاں چہچہاتے ہوئے گزریں۔ حضرت علی بن الحسین نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ چڑیاں کیا کہہ رہی ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ فرمایا میں یہ تو نہیں کہتا کہ ہم غیب جانتے ہیں لیکن میں نے اپنے والد صاحب کو فرماتے ہوئے سنا انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ پرندے جب صبح کرتے ہیں تو اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اپنے رب سے یومیہ خوراک کا سوال کرتے ہیں۔ یہ بھی اپنے رب کی تسبیح بیان کررہی ہیں اور یومیہ خوراک کا سوال کررہی ہیں۔

امام الخطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! میری یہ دو چادریں دھودو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میں نے ان دونوں چادروں کو دھویا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ کپڑا بھی تسبیح بیان کرتا ہے۔ جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو اس کی تسبیح ختم ہو جاتی ہے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بڑا حلم والا ہے وہ دوسرے لوگوں کی طرح فوری انتقام نہیں لیتا۔ جب بندے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو انہیں معاف بھی فرما دیتا ہے۔(1)

امام ابو یعلی، ابن ابی حاتم (انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے)، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: جب تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ کی سورت نازل ہوئی تو ام جمیل کانی آئی اور غصہ میں بھڑکی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ میں پتھر تھا اور کہہ رہی تھی، مذمم کا ہم نے انکار کیا، اس کے دین سے ہم نے نفرت کی اور اس کے حکم کی نافرمانی کی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور سیدنا صدیق اکبر آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ سیدنا ابو بکر نے عرض کی یہ بدبخت عورت بھری ہوئی آرہی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو دیکھ لے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکے گی آپ ﷺ نے قرآن پڑھا تو آپ بچ گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔ وہ بدبخت آئی تو ابو بکر کے پاس آکر کھڑی ہو گئی، اس نے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا۔ اس نے ابو بکر سے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ کے یار نے میری ہجو کی ہے؟ ابو بکر نے کہا اس گھر کے رب کی قسم! اس نے تیری ہجو نہیں کی ہے، وہ واپس گئی تو یہ کہہ رہی تھی قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں۔(2)

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں ایک دوسرے طریق سے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ام جمیل سیدنا ابو بکر کے پاس آئی جب کہ رسول اللہ ﷺ بھی وہاں موجود تھے، اس نے کہا اے ابن ابی قحافہ! کیا تیرا ساتھی شعر کہتا ہے، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! میرا ساتھی شاعر نہیں ہے اور وہ جانتا بھی نہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے، اس نے کہا کیا اس نے یہ کہا نہیں ہے؟ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۠ (اللھب) کیا وہ جانتا ہے کہ وہ میرے گلے میں کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 108، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ مسند ابو یعلی، جلد 1، صفحہ 42(49)، دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر اس سے پوچھو کیا تو میرے پاس کسی کو دیکھ رہی ہے، وہ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتی اللہ تعالیٰ نے میرے اور اسکے درمیان پردہ بنا دیا ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تو کہنے لگی کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے؟ اللہ کی قسم! میں نے تیرے پاس کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں مقام ابراہیم کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب کہ رسول اللہ ﷺ میرے سامنے کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے، اچانک ام جمیل بنت حرب بن امیہ، ابولہب کی بیوی آ گئی اس نے دو پتھر اٹھائے ہوئے تھے۔ اس نے پوچھا کہاں ہے وہ جس نے میری اور میرے خاوند کی ہجو کی ہے، اللہ کی قسم! اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میں ان دو پتھروں کے ساتھ اس کے دانت توڑ دوں گی۔ یہ اس نے اس وقت کہا تھا جب تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ کی سورت نازل ہوئی تھی، ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا ام جمیل اس نے نہ تیری ہجو کی ہے اور نہ تیرے خاوند کی ہجو کی ہے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! تو جھوٹا نہیں ہے جب کہ لوگ یہ کہہ رہے ہیں۔ پھر وہ واپس پلٹی تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اس نے آپ کو نہیں دیکھا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے اور اس کے درمیان جبرئیل حائل ہو گئے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، دارقطنی نے الافراد میں اور ابونعیم رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ کی سورت نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی آئی اور ابوبکر نے کہا یارسول اللہ! ﷺ آپ تھوڑے ادھر ادھر ہو جائیں تو بہتر ہے کیونکہ یہ بڑی بدزبان عورت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا۔ یہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی، اس نے پوچھا اے ابوبکر! تیرے ساتھی نے میری ہجو کی ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! وہ تو شعر کہتے ہی نہیں۔ ابولہب کی بیوی نے کہا تو واقعی سچا ہے۔ وہ واپس چلی گئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! ﷺ اس نے آپ کو نہیں دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ تھا جو مجھ پر اپنے پروں سے پردہ کیے ہوئے تھا حتی کہ وہ واپس چلی گئی۔

امام ابن اسحق اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ مشرکین عرب کے سامنے قرآن پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف انہیں دعوت دیتے تو وہ استہزاء کرتے اور کہتے قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ (السجدہ: 5) "ہمارے دل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان حجاب ہے"۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ الخ۔

امام ابن عساکر اور اس کے بیٹے قاسم رحمہما اللہ نے کتاب آیات الحرز میں حضرت عباس بن محمد المنقری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حسین بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر مدینہ طیبہ آ رہے تھے تو ہم نے عرض کی کہ پہلے ایک ایلچی بھیجیں کیونکہ خطرہ تھا، اس ایلچی نے جانے سے انکار کر دیا وہ راستہ کے خطرناک ہونے کی وجہ سے ڈر رہا تھا۔ حضرت الحسین نے فرمایا: میں تمہیں رقعہ لکھ دیتا ہوں جس میں حفاظت ہے ان شاء اللہ تجھے کوئی چیز بھی

نقصان نہیں پہنچائے گی۔ آپ نے اسے رقعہ لکھ کر دیا تو اس نے وہ اپنے پاس رکھ لیا۔ پھر وہ ایلچی اپنی سواری پر گیا اور کچھ عرصہ بعد سلامتی سے واپس آ گیا۔ اس نے بتایا کہ اعراب میرے دائیں بائیں تھے، میں ان کے پاس سے گزرا، ان میں سے کسی نے میری ہجو نہیں کی یہ حرز (حفاظت کا تعویذ) جعفر بن محمد بن علی بن الحسن عن ابیہ عن جدہ عن علی بن ابی طالب کے سلسلہ سے مروی ہے اور انبیائے کرام اپنے وقت کے فرعون سے اس کے ذریعے حفاظت کرتے تھے۔ وہ کلمات یہ ہیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، قَالَ اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ، اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا، اَخَذْتُ بِسَمْعِ اللّٰهِ بَصَرِهٖ وَقُوَّتَهٗ عَلٰی اَسْمَاعِكُمْ وَاَبْصَارِكُمْ وَقُوَّتِكُمْ یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالشَّیَاطِیْنِ وَالْاَعْرَابِ وَالسِّبَاعِ وَالْهَوَامِ وَاللُّصُوْصِ مِمَّا یَخَافُ وَیَحْذَرُ فَلَانَ ابْنُ فَلَانٍ، سَتَرْتُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَكُمْ بِسَتْرِ النُّبُوَّةِ الَّتِیْ اسْتَتَرُوْا بِهَا مِنْ سَطَوَاتِ الْفَرَاعِنَةِ جِبْرِیْلُ عَنْ اَیْمَانِكُمْ وَمِیْكَائِیْلُ عَنْ شِمَالِكُمْ وَ مُحَمَّدٌ ﷺ اَمَامَكُمْ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی مِنْ فَوْقِكُمْ یَمْنَعُكُمْ مِنْ فَلَانِ بْنِ فَلَانٍ فِیْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَاَهْلِهٖ وَ شَعْرِهٖ وَ بَشَرِهٖ وَ مَالِهٖ وَمَا عَلَیْهِ وَمَا مَعَهٗ وَمَا تَحْتَهٗ، وَمَا فَوْقَهٗ۔ وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ان کے دلوں پر پردے پڑے تھے جو قرآن کو سمجھنے اور اس سے ہدایت کا نفع حاصل کرنے سے مانع تھے، انہوں نے شیطان کی اطاعت کی، شیطان نے ان پر اپنا تسلط قائم کر رکھا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زہیر بن محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وَ اِذَا قَرَاْتَ میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ جب آپ مشرکین مکہ پر قرآن پڑھتے تھے تو وہ آپ کی آواز سنتے تھے اور آپ کو دیکھتے نہ تھے۔(1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ الخ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ وہ بغض کی وجہ سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔ جب آپ کلام فرماتے ہیں جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال دیتی تھی تا کہ جو وہ استغفار اور توبہ کا حکم دیتے ہیں وہ نہ سنیں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، الطبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو شیاطین پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔(2)

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو کیوں چھپا رکھا ہے کتنا اچھا اور عمدہ اسم ہے۔ اللہ کی قسم انہوں نے چھپایا ہے۔ رسول اللہ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو قریش آپ کے پاس جمع ہوتے۔ پس آپ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھتے تو قریش بھاگ جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ الخ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 108، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 110

ہیں: اس سے مراد عتبہ، شیبہ، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے اِذۡ یَسۡتَمِعُوۡنَ اِلَیۡكَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں اس سے مراد ولید بن مغیرہ اور ان کے دارالندوہ میں جمع ہونے والے لوگ ہیں فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَبِیۡلًا فرمایا ولید بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں نے جو آپ کے لیے مثالیں بیان کی ہیں ان سے انہیں کوئی راستہ (عذاب) سے نہیں بچا سکتا۔(1)

امام ابن اسحاق اور بیہقی نے دلائل میں زہری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابوجہل، ابو سفیان، الاخنس بن شریق ایک رات رسول اللہ ﷺ سے کلام الٰہی سننے کے لیے نکلے جب کہ آپ رات کو اپنے گھر میں نماز پڑھ رہے تھے، پس ایک شخص اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کر سننے لگا اور ان میں سے کوئی دوسرے کی موجودگی کو نہ جانتا تھا۔ پس انہوں نے قرآن حکیم سنتے ہوئے رات گزاری، پھر جدا جدا ہو گئے اتفاقاً راستہ پر جمع ہو گئے۔ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہا کہ آئندہ کبھی نہ جائیں گے اگر تمہیں کوئی بے وقوف شخص دیکھ لیتا تو وہ کچھ اور ہی سوچتا۔ پھر وہ اپنے اپنے گھر چلے گئے حتی کہ جب دوسری رات آئی تو ان میں سے ہر شخص پھر کلام الٰہی زبان رسالت سے سننے کے لیے اپنی جگہ پر چلا گیا، صبح تک قرآن سنتے رہے، پھر جب علیحدہ علیحدہ گھر جانے لگے تو راستے پر ملاقات ہو گئی، ایک دوسرے سے پہلے کی طرح بات چیت کی۔ پھر واپس چلے گئے، جب تیسری رات ہوئی تو ہر ایک اپنی جگہ پر پہنچ گیا، آپ ﷺ کی زبان سے قرآن سنتے ہوئے رات گزاری حتی کہ صبح ہو گئی، علیحدہ علیحدہ گھر جا رہے تھے۔ راستے میں پھر ملاقات ہو گئی۔ ایک دوسرے سے کہا: ہم معاہدہ کریں کہ دوبارہ نہیں جائیں گے۔ سب نے معاہدہ کر دیا۔ پھر جدا ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو الاخنس، ابوسفیان کے گھر آیا اور کہا مجھے اپنی رائے بتا اس کے متعلق تو نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ ابوسفیان نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے کچھ ایسی اشیاء سنی ہیں جس کو میں جانتا ہوں اور جو ان کا مراد ہے وہ بھی جانتا ہوں۔ میں نے کچھ ایسی چیزیں سنی ہیں جن کا نہ میں معنی جانتا ہوں اور نہ ان کا مراد سمجھتا ہوں۔ الاخنس نے کہا میری بھی یہی کیفیت ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کی میں نے قسم اٹھائی ہے! پھر وہ الاخنس سے نکل کر ابوجہل کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تیری کیا رائے ہے جو تو نے محمد ﷺ سے سنا ہے۔ اس نے کہا کیا سنا ہے! ہم اور بنو عبد مناف شرف میں جھگڑے، انہوں نے انہیں کھلایا، ہم نے انہیں کھلایا، انہوں نے سواریوں پر سوار کیا تو ہم نے بھی سوار کیا انہوں نے عطا کیا اور ہم نے بھی عطا کیا، حتی کہ جب ہم سواریوں پر سوار ہو گئے اور ہم مقابلہ کے گھوڑوں کی طرح تھے۔ انہوں نے کہا ہم سے ایک نبی ہے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔ ہم یہ کیسے پاتے ہیں اللہ کی قسم! ہم اس پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے، اس سے اخنس واپس آ گیا اور اسے چھوڑ دیا۔ واللہ اعلم۔(2)

وَ قَالُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِیۡدًا ﴿۴۹﴾ قُلۡ كُوۡنُوۡا حِجَارَةً اَوۡ حَدِیۡدًا ﴿۵۰﴾ اَوۡ خَلۡقًا مِّمَّا یَكۡبُرُ فِیۡ صُدُوۡرِكُمۡ ۚ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ یُّعِیۡدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیۡ فَطَرَكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَیُنۡغِضُوۡنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 102، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 452، دار الکتب العلمیہ بیروت

اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾

''اور انہوں نے (از راہ انکار) کہا کہ جب ہم (مر کر) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں اٹھایا جائے گا از سر نو پیدا کر کے۔ فرمایئے (یقیناً ایسا ہی ہوگا) خواہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا بن جاؤ۔ یا کوئی ایسی مخلوق بن جاؤ جس کا از سر نو پیدا کرنا تمہارے خیال میں بہت مشکل ہے۔ وہ کہیں گے ہمیں دوبارہ کون (زندہ کر کے) لوٹائے گا؟ فرمایئے وہی جس نے پیدا فرمایا تمہیں پہلی مرتبہ پس وہ حیرت سے آپ کی طرف (دیکھ کر) سروں کو جنبش دیں گے اور پوچھیں گے ایسا کب ہوگا؟ آپ بتایئے شاید اس کا وقت قریب ہی ہے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس سے رُفَاتًا کا معنی غبار نقل کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے رُفَاتًا کا معنی تراب روایت کیا ہے اور قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا کے تحت فرماتے ہیں کہ تم جو مخلوق چاہو بن جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں پہلے کی طرح لوٹائے گا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن احمد (نے زوائد الزہد میں)، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فرماتے ہیں اگر تم مردہ ہو جاؤ تو میں تمہیں زندہ کروں گا۔(2)

عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن جریر اور الحاکم نے ابن عباس سے اَوْ خَلْقًا کا مطلب موت روایت کیا ہے۔(3)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبداللہ بن احمد، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: موت سے بڑھ کر ابن آدم کے دل میں کوئی چیز بڑی نہیں ہے۔ پس اگر تم میں طاقت ہے تو موت ہو جاؤ، موت بھی مر جائے گی۔(4)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ یعنی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء کرتے ہوئے اپنے سروں کو حرکت دیتے ہیں۔(5)

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء کرتے ہوئے اپنے سروں کو ہلاتے ہیں(6)، نافع نے پوچھا: عرب اس کا یہ معنی جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں کیا تو نے شاعر کا قول نہیں سنا:

اِنْتَغَضَ لِيْ يَوْمَ الْفَخَارِ وَقَدْ تَرٰى ۔۔۔ خُيُوْلًا عَلَيْهَا كَالْاُسُوْدِ ضَوَارِيَا

''اس نے فخر کے دن سر کو ہلایا حالانکہ تو نے گھوڑے دیکھے جن کے اوپر سانپوں کی مانند خون خوار تھے''۔

امام ابن المنذر نے مجاہد سے روایت کیا ہے: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ یعنی وہ کہتے ہیں یہ اعادہ کب ہوگا؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 113، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 114 4۔ ایضاً

5۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 17-116 6۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 116

يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾

''اس دن کو یاد کرو جب تمہیں اللہ تعالیٰ بلائے گا۔ سوتم اس کی حمد کرتے ہوئے جواب دو گے اور یہ گمان کر رہے ہو گے کہ تم نہیں ٹھہرے (دنیا میں) مگر تھوڑا عرصہ اور آپ حکم دیجئے میرے بندوں کو کہ وہ ایسی باتیں کیا کریں جو بہت عمدہ ہوں۔ بے شک شیطان فتنہ وفساد برپا کرنا چاہتا ہے ان کے درمیان، یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے علی کے طریق سے حضرت ابن عباس سے بِحَمْدِهٖ کا معنی بامرہ روایت کیا ہے۔(1)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں لوگ اپنی قبروں سے نکلیں گے تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ کہہ رہے ہوں گے۔(2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ یعنی اس کی معرفت واطاعت کے ساتھ جواب دو گے وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا یعنی جب لوگ قیامت کے دن کو دیکھیں گے تو وہ اپنی عمروں کو بہت کم تصور کریں گے کہ دنیا میں ہم تو بہت تھوڑا عرصہ ٹھہرے۔(3)

امام حکیم ترمذی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ، ابویعلی اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والوں پر نہ ان پر قبور میں وحشت ہوگی اور نہ محشر میں ان پر وحشت ہوگی گویا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والوں کو اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے دیکھ رہے ہوں اور یہ کہہ رہے ہوں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والوں پر نہ مرنے کے وقت وحشت ہوگی اور نہ قبور میں اور نہ حشر میں ان پر کوئی خوف اور وحشت ہوگی گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے کہنے والے اپنی قبور سے اپنے سروں کو جھاڑتے ہوئے نکل رہے ہیں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ کہہ رہے ہیں۔

امام الخطیب نے التاریخ میں حضرت موسیٰ بن ہارون الجمال سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں محمد بن احمد بن ابراہیم الموصلی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یحییٰ الحمانی نے حدثنا عن عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم عن ابیہ عن ابن عمر کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والوں پر نہ قبور میں وحشت ہوگی اور نہ محشر میں، گویا میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والوں کو اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 117، داراحیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 118　3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 117

اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ پڑھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: الحمانی نے سچ کہا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے وَ قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ کے تحت روایت کیا ہے کہ الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد برائی کو معاف کرنا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح نہ کہے جس طرح اس کے مخالف نے کہا ہے بلکہ یہ کہے اللہ تجھ پر رحم فرمائے، اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے۔(1)

ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نزغ الشیطان سے مراد شیطان کا ابھارنا اور برانگیختہ کرنا ہے۔

امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شیطان اس کے ہاتھ سے فتنہ وفساد برپا کردے پھر وہ دوزخ کے گڑھے میں گر جائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا کے تحت روایت کیا ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اس لیے تم بھی اس سے دشمنی رکھو، ہر مسلمان پر واجب ہے کہ شیطان سے دشمنی کرے اور اس سے دشمنی یہ ہے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾

''تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے اگر چاہے تو تم پر رحم (وکرم) فرمادے اور اگر چاہے تو تمہیں سزا دے اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر (تاکہ ان کے کفر کے لیے آپ جواب دہ ہوں)''۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ تمہارا رب خوب جانتا ہے، اگر چاہے تو تم پر رحم کرے اور تمہیں ایمان کی سعادت سے سرفراز کرے اور اگر چاہے تو تمہیں سزا دے، پھر تم شرک پر مرو جیسا کہ تم پہلے مشرک تھے۔(2)

وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

''اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور بے شک ہم نے بزرگی دی ہے بعض

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 118، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 119

[illegible] عطا فرمائی سے داؤد کو زبور۔

امام [illegible] ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ کے تحت روایت [illegible] اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنایا، موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام بخشا، عیسیٰ علیہ السلام کو آدم کی طرح [illegible] پھر فرمایا ہو جا تو وہ تیار ہو گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول [illegible] ہیں، سلیمان علیہ السلام کو ایسی عظیم بادشاہی بخشی جو ان کے بعد کسی کو بھی مناسب نہیں۔ داؤد علیہ السلام کو [illegible] عطا فرمائی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے الزامات مٹا دیئے۔(1)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو شان کلیمی عطا فرمائی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کی طرف مبعوث فرمایا۔(2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم یہ کہتے تھے کہ اس سے مراد وہ دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو سکھائی تھی اور اس سے مراد اللہ کی حمد یا اللہ کی بزرگی بیان کرنا ہے۔ اس میں حلال، حرام، فرائض اور حدود نہ تھیں۔(3)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ربیع بن انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زبور اللہ کی ثناء، تسبیح اور دعا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت عبد الرحمٰن بن مردویہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: داؤد علیہ السلام کی آل کی زبور میں تین باتیں تھیں۔ مبارک ہو اس شخص کو جو خطا کاروں کے راستہ پر نہیں چلتا، مبارک ہو اس شخص کو جو ظالموں کے حکم کے ساتھ حکم نہیں کرتا، مبارک ہو اس شخص کو جو اہل باطل کے پاس نہیں بیٹھتا۔(4)

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت داؤد علیہ السلام کے مزامیر میں پہلی چیز یہ ہے کہ مبارک ہو اس شخص کو جو خطا کاروں کے راستہ پر نہیں چلتا جو بطالین کے پاس نہیں بیٹھتا اور اپنے رب کی عبادت پر سیدھا چلتا ہے اس کی مثال اس درخت کی طرح ہے جو اپنی کونپل پر اگتا ہے اس میں ہمیشہ پانی رہتا ہے۔ پھلوں کے زمانہ میں اپنا پھل دیتا ہے اور پھلوں کے زمانہ کے علاوہ اوقات میں سبز رہتا ہے۔(5)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے داؤد علیہ السلام کی زبور کا کچھ حصہ پڑھا، شہر گر گئے اور ان کے ذکر کو باطل کرتا ہوں اور میں دائم الدھر ہوں۔ قضاء کے لیے کرسی پر بیٹھنے والا ہوں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے داؤد علیہ السلام کی کتاب میں یہ پڑھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: میری عزت و جلال کی قسم! جس نے میری وجہ سے ولی کی اہانت کی اس نے علی الاعلان مجھ سے جنگ کی، مجھے اس چیز کے متعلق کوئی تردد نہیں ہوتا جس کا میں ارادہ کرتا ہوں مومنین کی موت کے متعلق تردد ہے کہ میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 119، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 120 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 119
4۔ کتاب الزہد، جلد 1، صفحہ 91، دار الکتب العلمیہ بیروت 5۔ ایضاً

جانتا ہوں کہ مومن موت کو ناپسند کرتا ہے جب کہ اس کے لیے یہ ضروری ہے اور میں اس کو پریشان کرنا ناپسند کرتا ہوں۔
حضرت وہب فرماتے ہیں: میں نے ایک اور کتاب میں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے کے لیے میری طرف سے مال کافی ہے۔ جب بندہ میری اطاعت میں ہوتا ہے تو میں اسے سوال کرنے سے پہلے عطا کرتا ہوں اور میں ان کے مانگنے سے پہلے ان کی دعا کو قبول کرتا ہوں، میں اپنے بندے کی اس حاجت کو جانتا ہوں جو اس کے دل کو نرم کرتی ہے۔

وہب فرماتے ہیں: میں نے ایک اور کتاب میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری عزت کی قسم! جو مجھ سے پناہ لیتا ہے اگر سارے آسمان اور اس میں رہنے والی مخلوق، ساری زمینیں اور اس میں رہنے والی مخلوق اسے پھنسائیں گے تو میں اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنادوں گا اور جو مجھ سے پناہ نہیں لیتا، آسمان کے اسباب اس کے سامنے ہی کاٹ دیتا ہوں اور اس کے قدموں کے نیچے سے زمین کو دھنسا دیتا ہوں اور اسے فضاء میں کر دیتا ہوں پھر میں اسے اپنے نفس کے سپرد کر دیتا ہوں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آل داؤد کی حکمت میں یہ تھا کہ عقل مند پر حق ہے کہ وہ چار گھڑیوں سے غافل نہ ہو (۱) جب وہ اپنے رب سے مناجات کر رہا ہو (۲) جس میں اس کا محاسبہ کیا جائے (۳) جس وقت وہ اپنے ان بھائیوں کے پاس پہنچے جو اس کو عیوب سے آگاہ کرتے ہیں اور اس کے بارے میں اس کی تصدیق کرتے ہیں (۴) اس وقت جب وہ اپنی ذات اور اپنی ان لذات کے درمیان تنہا ہوتا ہے جو حلال ہوتی ہے اور جن سے وہ زیبائی حاصل کرتا ہے۔ یہ اوقات، ان ساعات پر مدد ہیں اور دلوں کے اطمینان کا باعث ہیں اور عقل مند پر لازم ہے کہ وہ اپنے زمانے کے حالات کا جاننے والا ہو، اپنی زبان کا محافظ ہو، اپنے کام کی طرف متوجہ رہنے والا ہو اور عقل مند پر حق ہے کہ وہ سفر نہ کرے مگر تین مقاصد میں سے کسی ایک کے لیے معاد کے سامان کے لیے۔ معاش کے حصول کے لیے یا غیر محرم میں لذت کے لیے (یعنی نکاح کے لیے)

امام ابن ابی شیبہ اور احمد رحمہما اللہ نے حضرت خالد ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے زبور کی فاتحہ دیکھی جس کو داؤد علیہ السلام کی زبور کہا جاتا ہے۔ اس میں تھا کہ حکمت کی اصل اللہ تعالیٰ کی خشیت ہے۔(1)

احمد نے ایوب الفلسطینی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی زبور میں یہ لکھا ہوا تھا کیا تو جانتا ہے میں کس کو بخشتا ہوں؟ عرض کی یا رب تو کس کو بخشتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جب گناہ کرتا ہے تو میرے خوف کی وجہ سے اس کے جوڑوں میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے، ایسے آدمی کے متعلق میں اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہوں کہ اس کا یہ گناہ نہ لکھیں۔(2)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زبور میں لکھا ہوا ہے امانت باطل ہوگئی اور آدمی اپنے ساتھی کے ساتھ دو مختلف ہونٹوں کے ساتھ ہوتا ہے (یعنی منافقت کرتا ہے) اللہ تعالیٰ ہر منافق کو ہلاک کرتا ہے اور فرماتے ہیں زبور میں یہ لکھا ہوا ہے کہ منافق کی آگ کے سبب پورا شہر جل جاتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ زبور میں لکھا ہوا ہے اور یہ پہلی زبور تھی:

1۔ کتاب الزہد، جلد 1، صفحہ 92، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً

مبارک ہو اسے جو گناہ کے راستہ پر نہیں چلا اور خطا کاروں کے ساتھ نہ بیٹھا اور اس نے استہزا کرنے والوں میں رجوع نہیں کیا لیکن اس کا ارادہ صرف اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، وہ رات، دن ان کو سیکھتا ہے، اس کی مثال اس درخت کی مثل ہے جو ایک کنارے پر اگتا ہے، اپنے وقت پر پھل دیتا ہے اور اس کے پتے کوئی چیز نہیں جھاڑتی اور اس کا ہر عمل میرے حکم کے مطابق ہوتا ہے، اس کا عمل منافقین کے عمل کی طرح نہیں ہے۔

احمد نے مالک بن دینار سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے زبور میں پڑھا ہے کہ منافق کا تکبر مسکین وجلا دیتا ہے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے داؤد علیہ السلام کی زبور کے آخر میں تیس سطور پڑھیں، اس میں یہ لکھا تھا: اے داؤد! کیا تو جانتا ہے کہ میں کس مومن کی زندگی کو لمبا کرنا پسند کرتا ہوں؟ یہ وہ شخص ہے جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے اور اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ میں ایسے شخص کے لیے اسی طرح موت کو ناپسند کرتا ہوں جس طرح ماں اپنے بچے کے لیے موت کو ناپسند کرتی ہے۔ اور موت کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اسے دار (فنا) کے علاوہ دار البقاء میں قید کردوں، کیونکہ اس دنیا کی نعمتیں مصیبت ہیں اور اس کی خوشحالی شدت ہے، اس میں ایک ایسا دشمن ہے جو کچھ پرواہ نہیں کرتا، وہ انسان کے اندر خون کی طرح چلتا ہے۔ اسی وجہ سے میں اپنے اولیاء کو جنت کی طرف جلدی لے جاتا ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن مغول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: داؤد علیہ السلام کی زبور میں یہ لکھا ہوا تھا: میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ جو قوم اطاعت شعار ہوتی ہے میں ان پر بادشاہوں کو رحمت بنا دیتا ہوں اور جو قوم معصیت شعار بن جاتی ہے میں ان پر بادشاہوں کو سزا بنا دیتا ہوں۔ تم اپنے آپ کو بادشاہوں کے سبب میں مشغول نہ کرو اور ان کی طرف نہ جھکو۔ میری بارگاہ میں رجوع کرو، میں تم پر ان کے دل نرم کردوں گا۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾

"(انہیں) کہیے اب بلاؤ ان کو جنہیں تم گمان کیا کرتے تھے (کہ یہ خدا ہیں) اللہ تعالیٰ کے سوا وہ تو قدرت نہیں رکھتے کہ تکلیف دور کر سکیں تم سے اور نہ ہی وہ (اسے) بدل سکتے ہیں وہ لوگ جنہیں یہ مشرک پکارا کرتے ہیں وہ خود ڈھونڈتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ کہ کون سا بندہ (اللہ تعالیٰ سے) زیادہ قریب ہے اور امید رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ

کی رحمت کی اور ڈرتے رہتے ہیں اس کے عذاب سے۔ بے شک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے"۔

امام عبدالرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور ابونعیم نے دلائل میں ابن مسعود سے قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا کے تحت روایت کیا ہے کہ انسانوں کا گروہ تھا جو جنوں کے ایک گروہ کی عبادت کرتا تھا، پس وہ جن مسلمان ہو گئے، تو انسانوں نے ان جنوں کی عبادت سے وسیلہ پکڑا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ الخ۔

امام ابن جریر، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت عربوں کے ایک گروہ کے متعلق نازل ہوئی جو جنوں کے ایک گروہ کی عبادت کرتا تھا۔ پس وہ جن مسلمان ہو گئے تو وہ عرب اس کا شعور نہیں رکھتے تھے۔(1)

امام ابن جریر نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عرب کے کچھ قبائل ملائکہ کی ایک صنف کی عبادت کرتے تھے جنہیں جن کہا جاتا تھا اور کہتے تھے کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ (الآیہ) نازل فرمائی۔(2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مشرک ملائکہ، مسیح اور عزیز علیہم السلام کی عبادت کرتے تھے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام آپ کی والدہ علیہا السلام اور عزیز علیہ السلام ہیں۔(4)

امام سعید بن منصور، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس سے مراد عیسیٰ، عزیز علیہما السلام اور سورج اور چاند ہیں۔(5)

ترمذی اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو۔ صحابہ نے پوچھا وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا اللہ کا قرب۔ پھر یہ آیت پڑھی يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ۔

وَ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۵۸

"اور کوئی ایسی بستی نہیں ہے مگر ہم اسے برباد کر دیں گے روز قیامت سے پہلے یا اسے سخت عذاب دیں گے۔ یہ فیصلہ کتاب (تقدیر) میں لکھا ہوا ہے"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ مُهْلِكُوْهَا کا مطلب مُبِيْدُوْهَا اور مُعَذِّبُوْهَا ہے (یعنی تباہ و برباد کرنے والے یا انہیں عذاب دینے والے ہاتھ) قتل کے ساتھ یا دوسرے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 121، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 122 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 120
4۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 122 5۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 123

مصائب کے ساتھ۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں: زمین کی ہر بستی کو قیامت سے پہلے اس عذاب کا کچھ نہ کچھ پہنچنے والا ہے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سماک بن حرب بن عبدالرحمٰن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب زنا اور ربا کسی بستی میں عام ہو جاتا ہے تو اللہ اس کی ہلاکت کا حکم فرما دیتا ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابراہیم التیمی سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔

وَ مَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ﴿۵۹﴾ وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَ نُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا ﴿۶۰﴾

"اور نہیں روکا ہمیں اس امر سے کہ ہم بھیجیں (کفار کی تجویز کردہ) نشانیاں مگر اس بات نے کہ جھٹلایا تھا ان نشانیوں کو پہلوں نے (اور وہ فوراً تباہ کر دیئے گئے تھے) اور ہم نے دی تھی قوم ثمود کو ایک اونٹنی جو روشن نشانی تھی۔ پس انہوں نے زیادتی کی اس پر اور ہم نہیں بھیجتے ایسی نشانیاں مگر لوگوں کو (عذاب سے) خوف زدہ کرنے کے لیے۔ اور یاد کرو جب ہم نے کہا تھا آپ کو کہ بے شک آپ کے پروردگار نے گھیرے میں لے لیا ہے لوگوں کو اور نہیں بنایا ہم نے اس نظارہ کو جو ہم نے دکھایا تھا آپ کو مگر آزمائش لوگوں کے لیے نیز (آزمائش بنایا) اس درخت کو جس پر لعنت بھیجی گئی ہے قرآن میں اور ہم انہیں (نافرمانی کے انجام سے) ڈراتے رہتے ہیں۔ پس نہ بڑھایا اس ڈرانے نے انہیں مگر یہ کہ وہ زیادہ سرکشی کرنے لگے"۔

امام احمد، نسائی، البزار، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں اور الضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ صفا کی پہاڑی کو سونا بنا دیں اور ان سے یہ پہاڑ دور کر دیں کہ وہ کھیتی باڑی کر سکیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کی طرف وحی فرمائی کہ اگر آپ چاہیں تو میں ان کو مہلت دے دوں اور اگر آپ چاہیں تو ان کا مطالبہ پورا کر دوں۔ لیکن اگر یہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو میں ان کو ہلاک کر دوں گا جیسے میں نے ان سے پہلے منکروں کو ہلاک کیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے عرض کی: یا اللہ! انہیں مہلت عطا فرما دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(3)

امام احمد اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قریش نے نبی کریم ﷺ سے کہا آپ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 123، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 124 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 125

ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لیے صفا کو سونا بنادے ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: واقعی تم ایسا کرو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو جبرئیل امین حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ تمہارا رب تمہیں سلام کہتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لیے صفا کو سونا بنادوں (لیکن) پھر جس نے اس کے بعد انکار کیا تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ جیسا میں نے تمام جہان میں کسی کو نہ دیا ہوگا اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کے دروازے کھول دوں۔ نبی کریم ﷺ نے عرض کی: توبہ اور رحمت کا دروازہ ہی کھول دے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ کاش! آپ کوئی ایسی نشانی لے آئیں جیسے صالح علیہ السلام اور دوسرے انبیاء لے کر آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں اور وہ تم پر نشانی نازل فرمادے۔ اگر تم نے پھر بھی نافرمانی کی تو ہلاک ہو جاؤ گے، لوگوں نے کہا ہم نشانی نہیں چاہتے۔

امام ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل مکہ نے نبی کرم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اگر جو آپ کہتے ہیں اور وہ حق ہے اور آپ کو ہمارا ایمان لانا پسند ہے تو ہمارے لیے صفا پہاڑی کو سونا بنادیں، جبرئیل امین حاضر ہوئے اور کہا اگر آپ وہ چاہیں جو آپ کی قوم نے مطالبہ کیا ہے (تو وہ بھی ہو جائے گا) لیکن اگر اس کے بعد بھی یہ ایمان نہ لائے تو پھر انہیں مہلت نہیں دی جائے گی اور اگر چاہیں تو میں تیری قوم کو مہلت دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری قوم کو مہلت دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ** الخ اور یہ ارشاد نازل فرمایا **مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ** الخ (الانبیاء: 6)(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے **وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ** کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اے امت! تمہارے لیے نشانیوں کا نہ اتارنا رحمت ہے۔ فرمایا اگر ہم نشانیاں اتارتے پھر تم انہیں جھٹلاتے تو تمہیں وہی عذاب پہنچتا جو تم سے پہلے لوگوں کو پہنچا تھا۔(2)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کسی بستی پر کوئی نشانی نہیں اتری مگر پھر جب انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں عذاب دیا گیا(3)۔ اور مجاہد نے **وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً** کے تحت فرمایا ہے کہ ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی بطور آیت (نشانی) عطا فرمائی۔

امام ابن المنذر اور ابو الشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس سے **تَخْوِيْفًا** کا معنی موت روایت کیا ہے۔

امام سعید بن منصور، احمد نے الزہد میں، ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ **تَخْوِيْفًا** سے مراد پھیلنے والی موت ہے۔

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات سے لوگوں کو ڈرایا تاکہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 125، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

وہ اس کی رضا چاہیں یا اس کا ذکر کریں یا رجوع کریں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دور میں کوفہ لرزنے لگا تو ابن مسعود نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب تم سے رضا چاہنے کا مطالبہ کرتا ہے، پس تم اس کی رضا چاہو۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے لوگوں سے محفوظ کیا ہے۔ (2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ (3)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے گھیر رکھا ہے، وہ تجھے ان سے بچانے اور محفوظ کرنے والا ہے حتی کہ آپ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہدایت پہنچا دیں۔ (4)

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس رؤیا سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے۔ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس دکھایا یہ خواب نہیں تھا اور الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ سے مراد زقوم کا درخت ہے۔ (5)

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الرُّءْيَا سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو بیت المقدس کے راستہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائی تھیں۔

امام ابن سعد، ابو یعلی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ نے اپنا سفر معراج قریش کے افراد کے سامنے پیش کیا تو وہ آپ سے استہزاء کرنے لگے۔ انہوں نے آپ سے نشانی طلب کی، تو ان کے لیے بیت المقدس کا وصف بیان فرمایا اور ان کے سامنے ان کے قافلہ کا واقعہ ذکر کیا۔ ولید بن مغیرہ نے کہا: یہ جادوگر ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت نازل فرمائی وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الخ۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے سفر معراج بیان کیا تو کئی لوگوں نے جھٹلایا۔ پس مرتدین کے بارے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ سب کچھ ہے جو معراج کی رات آپ نے بیت المقدس میں دیکھا تھا۔ (6)

ابن جریر نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے سفر میں مختلف نشانیاں اور عبرت انگیز چیزیں دکھائیں، ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیر کے حالات بیان فرمائے تو کچھ لوگوں نے اس کا انکار کیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گئے، انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور تعجب کا اظہار کیا،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 126	2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 127	3۔ ایضاً	4۔ ایضاً
5۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 686، وزارت تعلیم اسلام آباد	6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 127، دار احیاء التراث العربی بیروت

لوگوں نے کہا: کیا تم ہمیں یہ بتاتے ہو کہ تم نے دو ماہ کی مسافت ایک رات میں طے کر لی ہے (بڑی تعجب کی بات ہے)۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سہل بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ بنی فلاں آپ ﷺ کے منبر پر اس طرح کود رہے ہیں جس طرح بندر کودتے ہیں۔ آپ ﷺ کو یہ منظر بڑا ناگوار گزرا اور پھر وصال تک کبھی کھل کر نہ ہنسے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَاجَعَلْنَاالرُّءْيَا الخ۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے حکم بن ابی العاص کی اولاد کو منبروں پر بندروں کی (طرح کودتے ہوئے) دیکھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی: الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ سے مراد حکم اور اس کی اولاد تھی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے بنی امیہ زمین کے منبروں پر دکھائے گئے، وہ تمہارے مالک ہوں گے اور تم انہیں ارباب سوء پاؤ گے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس سے بہت رنج ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن مردویہ نے الحسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت ایک دن پریشان تھے۔ وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ بنی امیہ میرے اس منبر پر باری باری آرہے ہیں۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ پریشان نہ ہوں، یہ دنیا ہے جو انہیں مل جائے گی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے خواب میں بنوامیہ کو منبروں پر دیکھا تو آپ کو اس سے بہت پریشانی ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ ان کو یہ دنیا عطا کی گئی ہے۔ پس آپ کی آنکھوں کو سکون مل گیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے مروان بن الحکم سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو تیرے باپ اور دادا کو یہ کہتے سنا ہے کہ تم قرآن میں الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ ہو۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تھے تو آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے ہیں، آپ ﷺ متعین وقت سے پہلے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مشرکین نے آپ ﷺ کو روک لیا، تو کچھ لوگوں نے کہا: آپ کو روک لیا گیا ہے حالانکہ انہوں نے ہمیں کہا تھا کہ وہ عنقریب مکہ میں داخل ہوں گے۔ پس آپ ﷺ کا مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس آنا لوگوں کے لیے فتنہ تھا۔(3)

امام ابن اسحق، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ڈرانے کے لیے زقوم کے درخت کا ذکر کیا تو ابوجہل نے کہا: اے قریشیو! کیا تم جانتے ہو زقوم کیا ہے جس سے محمد (ﷺ) تمہیں ڈراتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا اس سے مراد یثرب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 129، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 130 3۔ ایضاً

کی عجوہ کھجور مکھن کے ساتھ ملا کر کھانا ہے، اللہ کی قسم اگر ہمیں زقوم مل جائے تو ہم اسے ضرور کھائیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۙ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ (الدخان) اور یہ نازل فرمایا الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے ابن ابی کبشہ زقوم کے درخت سے ڈراتا ہے پھر اس نے کھجور اور مکھن منگوایا پھر یہ کہنا شروع کر دیا مجھے زقوم پیش کرو۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝ (الصافات) اور اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا وَ نُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا۔(1)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ کے تحت روایت کیا ہے: اس درخت پر لعنت کی گئی ہے کیونکہ اس کے گابھے شیطان کے سروں کی طرح ہیں اور ان پر لعنت کی گئی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے وَ نُخَوِّفُهُمْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: شجرۃ الزقوم سے مراد ابوجہل ہے، فَمَا يَزِيْدُهُمْ اور ابوجہل میں نہ بڑھایا اس ڈرانے نے مگر یہ کہ وہ زیادہ سرکشی کرنے لگا۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۝ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝ وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَ عِدْهُمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝

"اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اس نے کہا کیا میں سجدہ کروں اس (آدم) کو جس کو تو نے کیچڑ سے پیدا کیا اس نے کہا مجھے بتا یہ (آدم) جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے (اس کی وجہ کیا ہے؟) اگر تو مجھے مہلت دے روز قیامت تک تو جڑ سے اکھیڑ پھینکوں گا اس کی اولاد کو سوائے چند افراد کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا چلا جا (جو مرضی ہو کر) سو جو تیری پیروی کرے گا ان سے تو بے شک جہنم ہی تم سب کی پوری پوری سزا ہے اور گمراہ کرنے کی کوشش کر جن کو تو گمراہ کر سکتا ہے ان میں سے اپنی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 131، دار احیاء التراث العربی بیروت

آواز (کی فسوں کاری) سے اور دھاوا بول دے ان پر اپنے گھوڑ سواروں اور پیادہ دستوں کے ساتھ اور شریک ہو جا ان کے مالوں میں اور اولادوں میں اور ان سے (جھوٹے) وعدہ کرتا رہ۔ اور وعدہ نہیں کرتا ان سے شیطان مگر مکروفریب کا جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہیں ہو سکتا اور (اے محبوب!) کافی ہے تیرا رب اپنے بندوں کی کارسازی کے لیے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس عزت و کرامت کی وجہ سے حسد کیا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی تھی۔ ابلیس نے کہا: میں ناری ہوں اور یہ طینی (مٹی کا بنا ہوا) ہے۔ پس گناہوں کا آغاز کبر سے ہوا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس نے کہا: آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور یہ کمزور پیدا کیا گیا ہے اور میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور آگ ہر چیز کو جلا دیتی ہے، میں اس کی اولاد کو جڑ سے اکھیڑ پھینکوں گا تو اس کا گمان اس پر سچ نکلا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَاَحْتَنِكَنَّ کا معنی اَسْتَوْلِيَنَّ روایت کیا ہے جس کا معنی ہے کہ میں ان پر مکمل غلبہ کروں گا۔(1)

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے مجاہد سے اس کا معنی اَحْتَوِيَنَّهُمْ روایت کیا ہے کہ میں انہیں مکمل طور پر گھیر لوں گا۔(2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں انہیں گمراہ کروں گا۔(3)

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں مَّوْفُوْرًا کا معنی وَافِرًا ہے۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا کے تحت روایت کیا ہے کہ کافر کو پوری پوری سزا دی جائے گی، ان سے کچھ بھی ذخیرہ اور بچا کر نہیں رکھی جائے گی۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ الخ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہر داعی جو اپنی آواز سے اللہ کی نافرمانی کی طرف بلاتا ہے وہ شیطان ہے، ہر وہ شخص جو اللہ کی نافرمانی میں سوار ہوتا ہے وہ شیطان کا سپاہی ہے(5) اور ہر وہ مال جو اللہ تعالیٰ کی معصیت میں صرف ہو وہ شیطان کا مال ہے۔ اور جو انہوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا اور ان میں حرام کا خمیر ملایا یہ سب شیطانوں کی کارگزاری ہے۔

امام الفریابی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہر گھوڑا جو اللہ کی معصیت میں دوڑتا ہے، ہر آدمی جو اللہ کی نافرمانی میں چلتا ہے(6) اور ہر مال جو ناحق حاصل کیا جاتا ہے اور ہر حرامی بچہ یہ سب شیطان کی عمل داری سے ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 135، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 136 5۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 37-136 6۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 137

امام سعید بن منصور، ابن ابی الدنیا نے ذم املاہی میں، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ یعنی غنا، مزامیر اور باطل کے ذریعے تو انہیں راہ راست سے بھٹکانے اور شاہراہ ہدایت سے اتارنے کی کوشش کر (1)۔ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ یعنی ہر سوار جو معصیت کی نیت سے گھوڑا دوڑاتا ہے اور ہر وہ پیدل چلنے والا جس کے قدم نافرمانی کی طرف اٹھتے ہیں ان میں اپنے لشکریوں کے ساتھ دھاوا بول دے اور ناحق مال کے ذریعے اور حرامی اولاد پیدا کرنے کے لیے ان میں شریک ہو جا۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ان اموال سے مراد وہ مال ہے جو وہ اپنے جانوروں میں سے حرام کرتے تھے اور اولاد سے مراد حرامی اولاد ہے۔ (2)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مال میں اس کی شرکت یہ ہے کہ انہوں نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اونٹنیاں غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دی تھیں اور اولاد میں اس کی ان کے ساتھ شرکت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں کے نام عبد الحارث اور عبد شمس رکھ دیئے۔ (3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس نے کہا یا رب! تو نے مجھ پر لعنت کی ہے اور آدم کی وجہ سے تو نے مجھے جنت سے نکالا ہے اور میں طاقت نہیں رکھتا مگر تیری وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ان پر مسلط کیا گیا ہے۔ اس نے کہا یا رب! مزید اضافہ فرما۔ فرمایا وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ الخ۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے ابلیس نے کہا: یا رب! تو نے آدم کو پیدا کیا اور میرے اور اس کے درمیان عداوت بنا دی، پس تو مجھے اس پر غلبہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے سینے تیرے لیے مسکن ہیں، اس نے کہا: یا رب! مزید اضافہ فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آدم کا ایک بچہ پیدا ہوگا تو تیرے دس بچے پیدا ہوں گے۔ اس نے کہا یا اللہ! اور اضافہ فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ان میں اس طرح چلے گا جیسے خون ان کی رگوں میں چلتا ہے۔ شیطان نے کہا: یا رب اور اضافہ کر۔ فرمایا وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ، یعنی دھاوا بول دے ان پر اپنے گھوڑ سواروں اور پیادہ دستوں کے ساتھ شریک ہو جا ان کے مالوں میں اور ان کی اولاد میں۔ آدم علیہ السلام نے ابلیس کی اللہ کی بارگاہ میں شکایت کی، عرض کی: یا رب! تو نے ابلیس کو پیدا کیا اور میرے اور اس کے درمیان بغض و عداوت رکھ دی اور تو نے اسے مجھ پر مسلط کر دیا ہے اور میں تیری توفیق کے بغیر کچھ طاقت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرا جو بچہ پیدا ہوگا میں اس پر دو فرشتے مقرر کروں گا جو اس کی برے ساتھیوں سے حفاظت کریں گے۔ حضرت آدم نے عرض کی: یا رب! اپنی کرم نوازی میں اضافہ فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تیری اولاد میں سے کسی کو بھی توبہ سے محروم نہیں کروں گا جب تک کہ اس کا سانس حلق تک نہیں پہنچ جاتا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی: میرے لیے اور اضافہ فرما۔ فرمایا: ایک نیکی کے بدلہ میں دس نیکیاں عطا کروں گا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 136، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 138 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 140

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ فرمایا: میرے وہ بندے جن کا میں نے جنت کے لیے فیصلہ فرمادیا ہے ان پر تجھے کوئی غلبہ اور تسلط نہیں ہے، وہ گناہ کریں گے تو میں انہیں بخشش دوں گا۔

رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ۝ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰی فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ۝

''تمہارا رب وہ ہے جو چلاتا ہے تمہارے لیے کشتیوں کو سمندر میں تاکہ تم تلاش کرو (بحری سفر کے ذریعہ) اس کا فضل۔ بے شک وہ تمہارے ساتھ ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے اور جب پہنچتی ہے تمہیں تکلیف سمندر میں تو گم ہو جاتے ہیں وہ (معبود) جن کو تم پکارا کرتے ہو سوائے اللہ تعالیٰ کے پس جب وہ خیر و عافیت سے تمہیں ساحل پر پہنچا دیتا ہے (تو) تم روگردانی کرنے لگتے ہو اور انسان (واقعی) بڑا ناشکرا ہے۔ کیا تم بے خوف ہو گئے ہو اس سے کہ اللہ تعالیٰ دھنسا دے تمہارے ساتھ خشکی کے کنارہ کو یا بھیج دے تم پر اولے برسانے والا بادل پھر اس وقت تم نہیں پاؤ گے اپنے لیے کوئی کارساز۔ کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں لے جائے سمندر میں دوسری مرتبہ اور بھیجے تم پر سخت آندھی جو کشتیوں کو توڑنے والی ہو پھر غرق کر دے تمہیں بوجہ کفر کے جو تم نے کیا پھر تم نہیں پاؤ گے اپنے لیے ہم سے اس ڈبونے پر کوئی انتقام لینے والا''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے یُزْجِیْ کا معنی یَجْرِیْ (چلاتا ہے) روایت کیا ہے۔(1)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ سے یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کشتیوں کو تمہارے لیے سمندر میں چلاتا ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الاوزاعی رحمہ اللہ سے اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حَاصِبًا سے مراد پتھروں والی بارش ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 142، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے اور وَكِيلًا کا معنی حفاظت کرنے والا اور مدد کرنے والا روایت کیا ہے اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى یعنی کیا تم بے وقوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ سمندر میں لے جائے۔(1)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ سے مراد ایسی سخت آندھی ہے جو کشتیوں کو غرق کر دے۔(2)

امام ابو عبید اور ابن المنذر نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ قاصف اور عاصف، سمندر میں چلنے والی ہوائیں ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قَاصِفًا کا معنی عاصفاً اور تَبِيْعًا کا معنی نصیراً (مدد کرنے والا) روایت کیا ہے۔(3)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے تَبِيْعًا کا معنی انتقام لینے والا روایت کیا ہے۔(4)

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے تَبِيْعًا کا معنی یہ کیا ہے کہ کوئی بھی ہمارے پیچھے آنے والا نہیں ہے۔(5)

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾

"اور بے شک ہم نے بڑی عزت بخشی اولاد آدم کو اور ہم نے سوار کیا انہیں (مختلف سواریوں پر) خشکی میں اور سمندر میں اور رزق دیا انہیں پاکیزہ چیزوں سے اور ہم نے فضیلت دی انہیں بہت سی چیزوں پر جن کو ہم نے پیدا فرمایا نمایاں فضیلت۔ وہ دن جب ہم بلائیں گے تمام انسانوں کو ان کے پیشوا کے ساتھ، پس وہ شخص جس کو دیا گیا اس کا نامہ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں تو یہ لوگ (خوشی خوشی) پڑھیں گیا اپنا نامہ عمل اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور جو شخص بنا رہا اس دنیا میں اندھا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور بڑا گم کردہ راہ ہوگا"۔

امام طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور خطیب نے تاریخ میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز بنی آدم سے زیادہ مکرم اللہ کی بارگاہ میں کوئی چیز نہیں ہوگی، عرض کی گئی: یارسول اللہ! ﷺ مقربین فرشتے بھی؟ فرمایا: فرشتے بھی انسان سے معزز نہ ہوں گے۔ فرمایا: فرشتے تو چاند اور سورج کی طرح مجبور ہیں۔(6)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 44-143، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 144
3۔ ایضاً 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً
6۔ کنز العمال، جلد 12، صفحہ 192 (34622)، موسسۃ الرسالۃ بیروت

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت ابن عمر سے موقوف روایت کی ہے اور یہی صحیح ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرشتوں سے زیادہ معزز ہے۔(1)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ نے عرض کی: یا رب! تو نے بنی آدم کو دنیا عطا کی، وہ اس میں سے کھاتے ہیں، پیتے ہیں اور لباس پہنتے ہیں اور ہم فقط تیری تسبیح بیان کرتے ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ غافل ہوتے ہیں۔ جس طرح تو نے ان کے لیے دنیا بنائی ہے۔ اس طرح ہمارے لیے آخرت بنادے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے جس کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اس کی نیک اولاد کو میں ان کی طرح نہیں کروں گا جن کو میں نے کن (ہوجا) فرمایا تو وہ ہوگئے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عروہ بن رویم رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: انس بن مالک نے مجھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ ملائکہ نے ہمیں بھی پیدا کیا اور بنی آدم کو بھی پیدا کیا تو نے انہیں ایسا بنایا ہے کہ وہ کھانا کھاتے ہیں، پانی پیتے ہیں، لباس پہنتے ہیں، عورتوں کے پاس جاتے ہیں، سواریوں پر سوار ہوتے ہیں، نیند کرتے ہیں، آرام کرتے ہیں جب کہ ہمارے لیے ان چیزوں میں سے تو نے کچھ بھی نہیں بنایا، پس ان کے لیے دنیا کر دے اور ہمارے لیے آخرت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے جس کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی، میں اسے اس مخلوق کی طرح نہیں بناؤں گا جنہیں میں نے کہا ہوجا تو وہ ہوگی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں ایک دوسرے طریق سے حضرت عروہ بن رویم اللخمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگے سابق حدیث کی عبارت ہے، لیکن اس میں یہ ہے کہ وہ گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں یہ لفظ نہیں ہیں کہ میں نے اس میں اپنی روح پھونکی۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نے انسان کو یہ شرف بخشا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کھاتا ہے جب کہ باقی تمام مخلوق اپنے مونہوں سے کھاتی ہے۔(2)

امام حاکم نے التاریخ میں اور دیلمی رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آیت میں کرامت سے مراد انگلیوں کے ساتھ کھانا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو شخص کسی مصیبت میں مبتلا آدمی کو دیکھے اور یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰى كَثِیْرٍ مِّنْ خَلْقِهٖ تَفْضِیْلًا تو

1۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 174، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 77 (5841)

[illegible] اس مصیبت سے عافیت بخشے گا خواہ وہ کوئی بھی مصیبت ہو۔

امام [illegible] اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کیے پھر ان میں سے بلند ترین کو منتخب فرمایا پھر اپنی مخلوق میں سے جسے چاہا اسے مسکن بنایا پھر مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق میں سے بنی آدم کو منتخب فرمایا اور بنی آدم سے عرب کو چنا اور عربوں سے مضر کو چنا اور مضر سے قریش کا انتخاب کیا اور قریش سے بنی ہاشم کو پسند فرمایا اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا اور میں سب بہتر لوگوں میں سے بہتر چنا ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم بلائیں گے تمام انسانوں کو اپنے امام کے ساتھ۔ یعنی ہدایت کے پیشوا اور گمراہی کے پیشوا کے ساتھ۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور خطیب رحمہم اللہ نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں امام سے مراد ان کا نبی ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہی مطلب روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے اعمال کی کتاب کے ساتھ تمام لوگوں کو بلائیں گے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر قوم کو اپنے زمانے کے امام اور ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی کی سنت کے ساتھ بلایا جائے گا۔

امام ترمذی (انہوں نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)، البزار، ابن ابی حاتم، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر شخص کو بلایا جائے گا اور اسے اپنے اعمال کی کتاب دائیں ہاتھ میں دی جائے گی اور اس کے لیے اس کے جسم میں اس کے چہرے کی چمک ساٹھ ہاتھ بڑھا دی جائے گی اور اس کے سر پر نور کا جھلملاتا ہوا تاج رکھا جائے گا۔ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف جائے گا تو وہ اسے دور سے دیکھیں گے اور کہیں گے اے اللہ ہمیں بھی یہ عطا فرما اور ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما، حتی کہ وہ ان کے پاس پہنچ جائے گا، پھر ارشاد ہوگا تم میں سے ہر شخص کو خوش خبری ہو جو اس جیسا ہے لیکن جو کافر ہوگا اس کا چہرہ سیاہ ہوگا اور اس کے لیے اس کے جسم میں آدم علیہ السلام کی صورت پر ساٹھ ہاتھ (تاریکی) بڑھائی جائے گی اور اسے آگ کا تاج پہنایا جائے گا۔ پس اس کے ساتھی اسے (دور سے) دیکھیں گے اور کہیں گے: ہم اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، اے اللہ! ہم کو یہ نہ عطا فرما، (فرمایا) وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس آئے گا، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اسے دور کر دے۔ ارشاد ہوگا اللہ تم کو دور کرے، تم میں سے ہر شخص کے لیے اس کی مثل (عذاب) ہے۔(1)

امام الفریابی اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یمن سے ایک گروہ

1۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 2، صفحہ 141، وزارت تعلیم اسلام آباد

حضرت ابن عباس کے پاس آیا۔ ان میں سے ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى الخ آیت کا مطلب ہے۔ ابن عباس نے فرمایا تمہیں اس مسئلہ کا علم نہیں ہے۔ اس آیت سے پہلے والی آیت پڑھ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ الخ۔ اس نے یہ آیت پڑھی تو ابن عباس نے فرمایا جو ان نعمتوں سے اندھا ہے جو اس نے دیکھی ہیں وہ آخرت کے امر میں بھی اندھا ہے جو دیکھی نہیں گئی ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو دنیا میں اللہ کی قدرت (کا نظارہ کرنے) سے اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔(1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو سورج، چاند، رات اور دن اور دوسری مختلف نشانیوں کو دیکھنے سے اندھا ہے اور ان کو دیکھ کر قدرت الہیہ کی تصدیق نہیں کرتا ہے، جو آیات الہیہ ان سے غائب ہیں ان سے تو یہ زیادہ اندھا ہوگا۔

وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾

''اور انہوں نے پختہ ارادہ کیا کہ وہ آپ کو برگشتہ کر دیں اس (کتاب) سے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے تاکہ آپ بہتان باندھ کر (منسوب کریں) ہماری طرف اس کے علاوہ۔ تو اس صورت میں وہ آپ کو اپنا گہرا دوست بنا لیں گے۔ اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ ضرور مائل ہو جاتے ان کی طرف کچھ نہ کچھ۔ (بفرض محال اگر آپ ایسا کرتے) تو اس وقت ہم آپ کو چکھاتے دوگنا عذاب دنیا میں اور دوگنا عذاب موت کے بعد پھر آپ نہ پاتے اپنے لیے ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار''۔

امام ابن اسحٰق، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: امیہ بن خلف، ابوجہل بن ہشام اور دوسرے قریش کے چند افراد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ آئیں اور ہمارے معبودوں کے سامنے جھکیں تو ہم آپ کے ساتھ آپ کے دین میں داخل ہو جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ پر قوم کی جدائی بہت شاق تھی اور آپ ان کے اسلام لانے کو پسند فرماتے تھے، آپ کے دل میں ان کے لیے کچھ نرمی پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ الخ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 150، (مفہوم) دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت کلبی عن باذان عن جابر بن عبداللہ کے طریق سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کو استسلام کیا تو کفار نے آپ سے کہا: ہم آپ کو حجر اسود کو استسلام کی اجازت نہ دیں گے حتی کہ آپ ہمارے خداؤں کی طرف جھکیں، رسول اللہ ﷺ نے سوچا اگر میں ایسا کردوں تو کیا حرج ہے جب کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں ان کا سخت مخالف ہوں، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی، وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ الخ۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب (کعبہ) کا طواف کرتے تو مشرکین کہتے کہ ہمارے خداؤں کو بھی استسلام کرو تا کہ تجھے کچھ نقصان نہ پہنچائیں، اس سے پہلے کہ آپ ایسا کر لیتے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ الآیہ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن جبیر بن نفیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قریش نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اگر آپ ہماری طرف مبعوث کیے گئے ہیں تو ان گھٹیا اور غلام لوگوں کو اپنی جماعت سے نکال دیں ہم آپ کے اصحاب بن جائیں گے۔ آپ کا کچھ میلان ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ الخ۔

امام ابن ابی حاتم نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى سورت نازل فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو پڑھا اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ (النجم) تو شیطان نے آپ کی کلام میں یہ دو کلمے داخل کرنے کی کوشش کی تلك العرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى۔ نبی کریم ﷺ نے باقی سورت پڑھی اور سجدہ تلاوت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ الخ۔ آپ ﷺ ہمیشہ پریشان رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى (الحج:52) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی مگر اسکے ساتھ یہ ہوا کہ جب اس نے کچھ پڑھا تو ڈال دیئے شیطان نے اس کے پڑھنے میں (شکوک)۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قبیلہ ثقیف نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ ہمیں ایک سال مہلت دیں حتی کہ ہمارے بتوں کے لیے نذرانے اور ہدیے آجائیں۔ جب ہم اپنے بتوں کے نذرانوں اور ہدیوں پر قبضہ کرلیں گے تو ہم اسلام قبول کرلیں گے اور اپنے بتوں کو توڑ دیں گے، آپ ﷺ نے انہیں مہلت دینے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ...... الآیہ۔(2)

ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ سے مراد دنیا اور آخرت کا دوگنا عذاب ہے۔(3)

امام بیہقی نے کتاب عذاب القبر میں حضرت الحسن سے روایت کیا ہے کہ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ سے مراد عذاب قبر ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ضِعْفَ الْمَمَاتِ سے مراد عذاب القبر ہے۔

وَ اِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَ اِذًا لَّا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 148، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 150 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 151

يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

''اورانہوں نے ارادہ کرلیا ہے کہ پریشان ومضطرب کردیں آپ کواس علاقہ سے تا کہ نکال دیں آپ کو یہاں سے اور (اگر انہوں نے یہ حماقت کی) تب وہ نہیں ٹھہریں گے (یہاں) آپ کے بعد مگر تھوڑا عرصہ۔ (یہی ہمارا) دستور ہے ان کے بارے میں جنہیں ہم نے بھیجا آپ سے پہلے رسول بنا کر اور آپ نہیں پائیں گے ہمارے اس دستور میں کوئی ردو بدل۔ نماز ادا کیا کریں سورج ڈھلنے کے بعد رات کے تاریک ہونے تک (نیز ادا کیجئے) نماز صبح بلاشبہ نماز صبح۔ کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور رات کے بعض حصہ میں (اٹھو) اور نماز تہجد ادا کرو (تلاوت قرآن کے ساتھ) (یہ نماز) زائد ہے آپ کے لیے، یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ پہلے انبیائے کرام شام میں رہتے تھے، آپ مدینہ (طیبہ) میں کیوں رہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ سے روانگی کا ارادہ فرمایا تو یہ آیات نازل ہوئیں وَ اِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ الخ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حضرمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی کہ بعض یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: انبیاء کی زمین تو شام کی زمین ہے۔ یہ (مدینہ) تو انبیاء کی جگہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ الخ۔(1)

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو شام چلے جائیے کیونکہ شام محشر کی زمین ہے اور انبیاء کی زمین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات مان لی۔ آپ نے غزوۂ تبوک پر شام کے ارادہ سے تشریف لے گئے۔ جب آپ تبوک کے مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آیات نازل فرمائیں: وَ اِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ الخ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ لوٹنے کا حکم ملا اور فرمایا: اس میں آپ کی زندگی، موت ہے اور اسی جگہ سے دوبارہ اٹھنا ہے۔ جبرئیل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے رب سے سوال کریں۔ کیونکہ ہر نبی کے لیے ایک مخصوص سوال کی اجازت ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جبرئیل! میں اپنے رب سے کیا سوال کروں، جبرئیل نے کہا یہ دعا کیجئے رب ادخلنی الخ اے میرے رب! جہاں کہیں تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 153، دار احیاء التراث العربی بیروت

33B

اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہے۔ یہ آیات تبوک سے واپسی پر نازل ہوئیں۔(1)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ کو مکہ سے نکال دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز انہیں ہلاک کر دیا (اور ان کے اس ارادہ کو پورا نہ ہونے دیا)۔ اللہ تعالیٰ کی یہی سنت رہی ہے کہ رسولوں کے ساتھ جب ان کی قوم اس قسم کے کرتوت کرتیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کر دیتا۔(2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا کے تحت روایت کیا ہے کہ قلیل سے مراد ان کا بدر کی جنگ میں پکڑا جانا ہے۔ یہ عرصہ قلیل تھا اور اس کے بعد کا عرصہ کثیر تھا۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قلیل سے مراد اٹھارہ ماہ کا عرصہ ہے۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ سے مراد غروب الشمس ہے۔ عرب کہتے ہیں دَلَكَتِ الشَّمْسُ، جب سورج غروب ہو جائے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ سے مراد غروب الشمس ہے۔

امام ابن مردویہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ سے مراد زوال الشمس ہے۔

امام البزار، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور دیلمی رحمہم اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ سے مراد زوال الشمس ہے۔

عبدالرزاق نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ سے مراد نصف النہار کے بعد سورج کا مائل ہونا ہے۔

امام سعید بن منصور اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ سے مراد زوال الشمس ہے۔(4)

امام ابن ابی شیبہ نے ابن المنذر اور ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد سائے کا مائل ہونا اور لوٹنا ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام دلوک شمس کے وقت جب سورج ڈھل گیا تشریف لائے اور مجھے ظہر کی نماز پڑھائی۔(5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو برزہ اسلمی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔ پھر یہ آیت تلاوت کی اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ۔(6)

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں: میں اپنے سردار قیس بن السائب

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 254، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 153، داراحیاء التراث العربی بیروت

3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 153 4۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 155 5۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 158 6۔ ایضاً

کی قیادت اور رہنمائی کرتا تھا وہ مجھ سے پوچھتے تھے کیا سورج ڈھل چکا ہے؟ میں کہتا ہاں، تو وہ ظہر کی نماز پڑھ لیتے تھے۔

ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سورج ڈھلنے کے وقت ظہر کی نماز ادا فرماتے تھے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد عشاء کی نماز ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ غَسَقِ الَّیْلِ سے مراد رات اور تاریکی کا اجتماع ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غَسَقِ الَّیْلِ کا معنی رات کا ظاہر ہونا ہے۔ (1)

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الارزق رحمہ اللہ نے ابن عباس سے کہا کہ مجھے غَسَقِ الَّیْلِ کا مطلب بتائیں تو آپ نے فرمایا: اس کا مطلب ہے رات کا اپنی تاریکی کے ساتھ داخل ہونا۔ اس کے بارے زہیر بن ابی اسلمی کا شعر ہے:

ظَلَّتْ تَجُوْبُ يَدَاهَا وَهِيَ لَاهِبَةٌ حَتّٰى اِذَا جَنَحَ الْاَظْلَامُ فِي الْغَسَقِ

''اس نے اپنے ہاتھوں کو کاٹا جب کہ وہ پیاسی نہ تھی حتیٰ کہ رات تاریکی میں داخل ہوگئی''۔

ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ لِدُلُوْكِ کا معنی مائل ہونا ہے اور غَسَقِ الَّیْلِ کا مطلب سورج کا غروب ہونا ہے۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ سے مراد آسمان کے بطن سے سورج کا زائل ہونا ہے اور غَسَقِ الَّیْلِ کا مطلب سورج کا غروب ہونا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کا معنی صبح کی نماز روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کا معنی صبح کی نماز روایت کیا ہے۔

امام عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا کے تحت روایت کیا ہے کہ فجر کی نماز کے وقت فرشتے اور جن حاضر ہوتے ہیں۔

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ صبح کی نماز کے وقت رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے نماز میں جمع ہو جاتے ہیں۔ (2)

امام عبد الرزاق، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے صبح کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر حضرت ابو ہریرہ فرماتے تھے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ (3)

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 160، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 141، وزارت تعلیم اسلام آباد
3۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 686، وزارت تعلیم اسلام آباد

فرشتوں میں سے رات اور دن کی نگہبانی کرنے والے فرشتے صبح کی نماز کے وقت ایک دوسرے سے ملتے ہیں اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا پھر فرمایا رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے اترتے ہیں۔(1)

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا: اس وقت رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔(2)

عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ صبح کی نماز کے وقت رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے موجود ہوتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت قاسم رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود صبح کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے، جب لوگ قبلہ کی طرف پیٹھوں سے سہارا لے کر بیٹھے تو انہوں نے فرمایا: قبلہ شریف ہو جاؤ فرشتوں اور ان کی نماز کے درمیان حائل نہ ہو جاؤ کیونکہ یہ دو رکعتیں فرشتوں کی نماز ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور محمد بن نصر رحمہم اللہ نے کتاب الصلوۃ میں حضرت علقمہ اور الاسود رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نماز تہجد سونے کے بعد ہوتی ہے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ رات کا قیام باقی لوگوں سے منسوخ ہو گیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نَافِلَةً لَّكَ کے تحت روایت کیا کہ رات کا قیام کا امر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا اور آپ پر ہی فرض تھا۔(4)

امام طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے سنت ہیں الوتر، مسواک کرنا، اور رات کا قیام۔(5)

امام ابن جریر، ابن المنذر، محمد بن نصر اور بیہقی نے دلائل میں مجاہد سے نَافِلَةً لَّكَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زائد نماز تھی کیونکہ آپ کے پہلے اور پچھلے سب خلاف اولیٰ اعمال بھی مٹا دیئے گئے تھے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضی نماز کے ساتھ جو نفل نماز پڑھی وہ آپ کے لیے نفل تھی، سوائے فرضی نماز کے کیونکہ فرضی نماز کے علاوہ تمام اعمال کفارہ ذنوب کے لیے ہوتے ہیں، آپ کے لیے یہ اعمال نوافل اور زیادتی کے طور پر تھے۔ لوگ فرائض کے علاوہ جو اعمال کرتے ہیں وہ کفارہ ذنوب کے لیے ہوتے ہیں لوگوں کے لیے وہ زائد نہیں ہوتے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔ ابن المنذر نے الحسن سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام محمد بن نصر نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے کہ رات کے نوافل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھے۔

1۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 232، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 161، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 164
4۔ ایضاً
5۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 9، صفحہ 264، دار الفکر بیروت

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور محمد بن نصر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نَافِلَةً لَّكَ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لیے یہ فضیلت اور نفل ہیں۔

امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابو امامہ سے نَافِلَةً لَّكَ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نفل ہے اور تمہارے لیے فضیلت ہے۔ ایک روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نوافل خاص تھے۔(1)

امام طیالسی، ابن نصر، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان اور الخطیب رحمہم اللہ نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو امامہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب مسلمان آدمی وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے۔ پھر بیٹھ جاتا ہے تو اس حالت میں بیٹھتا ہے کہ اس کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔ اگر کھڑے ہو کر نماز شروع کرتا ہے تو یہ اس کے لیے فضیلت ہوتی ہے۔ ان سے پوچھا گیا نافلہ؟ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نافلہ تھی۔ عام آدمی کے لیے نافلہ کیسے ہو سکتی ہے۔ وہ تو ہر لمحہ گناہ اور خطا کے درپے ہوتا ہے۔ لیکن یہ فضیلت ہے۔(2)

امام سعید بن منصور، بخاری، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگ قیامت کے روز گھٹنوں کے بل ہوں گے اور ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی، لوگ اپنے اپنے نبی سے عرض کریں گے اے فلاں! ہماری شفاعت کر (ہر نبی معذرت کرے گا اور کہے گا کسی اور کے دروازے پر جاؤ) حتیٰ کہ لوگ شفاعت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔(3)

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: اس سے مراد وہ مقام ہے جس میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

امام ابن جریر اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَقَامًا مَّحْمُوْدًا شفاعت ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: وہ شفاعت ہے۔(4)

احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ قیامت کے دن اٹھیں گے تو میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوں گے میرا رب مجھے سبز جوڑا پہنائے گا پھر مجھے وہ کلمات کہنے کی اجازت دے گا جو وہ چاہے گا کہ میں کہوں۔ پس وہ مقام محمود ہے۔(5)

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 438 (4856)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 28 (2779)، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ کنز العمال، جلد 4، صفحہ 390، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

4۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 281 (299) 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 168، دار احیاء التراث العربی بیروت

الایمان میں حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے اہل علم میں سے ایک شخص نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز زمین چمڑے کی طرح پھیلائی جائے گی، ہر انسان کے لیے صرف پاؤں رکھنے کی جگہ ہوگی۔ سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا، میں سجدہ میں گر جاؤں گا پھر مجھے اذن ہوگا۔ پس میں عرض کروں گا: یا رب! اس جبرئیل نے مجھے بتایا اور جبرئیل رحمٰن کے دائیں جانب ہوگا۔ اللہ کی قسم! تو نے اسے میری طرف بھیجا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام خاموش کھڑے ہوں گے کلام نہیں کریں گے حتی کہ رب تعالیٰ فرمائے گا تو نے سچ کہا پھر مجھے اذن شفاعت ہوگا میں عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! تیرے بندوں نے اطراف ارض میں تیری عبادت کی۔ یہ مقام محمود ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، نسائی، البزار، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے صحیح کہا ہے)، ابونعیم نے الحلیہ میں ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث میں اور خطیب رحمہم اللہ نے المتفق والمفترق میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگ ایک زمین میں جمع کیے جائیں گے، داعی ان کو آواز سنائے گا سب سے نظر گزر جائے گی۔ لوگ برہنہ پا اور لباس سے عاری ہوں گے جیسے کہ وہ پیدا کیے گئے ہیں، سب ساکت کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی زبان نہیں کھولے گا، ندا آئے گی یا محمد! حضور عرض کریں گے لَبَّیْكَ وَ سَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْكَ، اَلْمَهْدِیُّ مَنْ هَدَیْتَ وَعَبْدُكَ بَیْنَ یَدَیْكَ وَبِكَ وَاِلَیْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ تَبَارَكْتَ وَ تَعَالَیْتَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَیْتِ۔ یہ مقام محمود ہے۔

امام بخاری، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ سورج قریب ہو جائے گا حتی کہ پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا۔ لوگ اسی کیفیت میں ہوں گے کہ وہ آدم علیہ السلام سے استغاثہ کریں گے۔ وہ فرمائیں گے کہ میں تو اس کے قابل نہیں ہوں، پھر لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے وہ بھی معذرت کریں گے۔ پھر محمد ﷺ کے پاس حاضر ہوں گے پس آپ شفاعت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کا فیصلہ فرمائے گا پس آپ چلیں گے حتی کہ جنت کے دروازے کو پکڑیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ تمام لوگ اس دن آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہوں گے۔(1)

امام احمد، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں مقام محمود پر کھڑا ہوں، پوچھا گیا مقام محمود کیا ہے؟ فرمایا: جب تمہیں لایا جائے گا جب کہ تم برہنہ پا ہوگے، لباس سے عاری ہوگے، بغیر ختنہ کے ہوگے۔ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ ارشاد ہوگا: میرے خلیل کو لباس پہناؤ، پس دو سفید چادریں لائی جائیں گے۔ حضرت ابراہیم انہیں پہن لیں گے پھر عرش کے سامنے بیٹھ جائیں گے پھر ایک لباس لایا جائے گا جسے میں پہنوں گا۔ میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا۔ جہاں کوئی کھڑا نہیں ہوگا، پہلے اور پچھلے (میرے اس مقام کو دیکھ کر) رشک کریں گے پھر کوثر سے ایک نہر حوض کی طرف کھولی جائے گی۔(2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 168، دار احیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً

امام ابن مردویہ نے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وہ مقام محمود کیا ہے جس کا ذکر تمہارے رب نے فرمایا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو برہنہ اور بغیر ختنہ کیے ہوئے اٹھائے گا جیسا کہ جس دن تم پیدا ہوئے تھے۔ بڑی گھبراہٹ سے دوچار ہوں گے اور بڑی مصیبت انہیں انتہائی پریشان کرے گی اور پسینہ ان کے مونہوں تک پہنچ رہا ہوگا اور انتہائی شدت اور تکلیف میں ہوں گے۔ مجھے ہی سب سے پہلے بلایا جائے گا اور مجھے ہی سب سے پہلے لباس عطا کیا جائے گا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ انہیں جنت کے دو سفید کپڑے پہنائے جائیں گے، پھر انہیں کرسی کے سامنے بیٹھنے کا حکم ہوگا پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا، میرے سوا مخلوق میں سے (وہاں) کوئی کھڑا نہیں ہوگا، میں کلام کروں گا تو سب سنیں گے اور میں شہادت دوں گا تو سب لوگ تصدیق کریں گے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے **عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا** کی آیت تلاوت فرمائی۔ فرمایا پھر اللہ تعالیٰ آپ کو تخت پر بٹھائے گا۔

امام ترمذی (انہوں نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا، یہ فخر نہیں (حقیقت کا اظہار ہے) لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا، یہ بطور فخر نہیں (بلکہ اظہار حقیقت کہہ رہا ہوں)۔ اس دن آدم علیہ اور آپ کی ساری اولاد میرے جھنڈے کے نیچے ہوگی، سب سے پہلے زمین میرے اوپر سے کھلے گی۔ یہ فخر نہیں (اظہار حقیقت ہے) لوگوں کو تین گھبراہٹیں اور پریشانیاں لاحق ہوں گی، لوگ آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ عرض کریں گے آپ ہمارے باپ ہیں اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرمائیں، آدم علیہ السلام فرمائیں گے مجھ سے (نسیانا) ایک لغزش ہوئی تھی جس کی وجہ سے میں زمین پر اتارا گیا، لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ آپ فرمائیں گے میں نے اہل زمین کے خلاف دعا کی تھی پس وہ سب ہلاک ہوگئے تھے (اس لیے میں تو اس بارگاہ صمدیت میں کچھ عرض نہیں کرسکتا) لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ فرمائیں گے تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے: میں نے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے: اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری عبادت کی گئی لیکن تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ لوگ میرے پاس حاضر ہوں گے میں لوگوں کے ساتھ چل پڑوں گا۔ میں جنت کے حلقہ کو پکڑوں گا اور اسے کھٹکھٹاؤں گا، پوچھا جائے گا کون ہے، میں کہوں گا محمد (ﷺ) فرشتے میرے لیے جنت کا دروازہ کھول دیں گے اور خوش آمدید کہیں گے۔ میں سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی حمد و ثناء اور بزرگی بیان کرنے کے لیے الفاظ الہام فرمائیں گے۔ پھر ارشاد ہوگا سر اٹھاؤ سوال کرو عطا کیا جائے گا، سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی، کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ یہ مقام محمود ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا **عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا**۔(1)

1۔ سنن ترمذی، جلد 2، صفحہ 143، وزارت تعلیم اسلام آباد

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید رحمہ اللہ سے اسی آیت کے تحت روایت فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل قبلہ اور اہل ایمان میں سے ایک قوم کو دوزخ سے محمد ﷺ کی شفاعت سے نکالے گا۔ یہی مقام محمود ہے

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: انہوں نے جہنمیین کی حدیث کا ذکر کیا۔ ان سے پوچھا گیا یہ تم کیا بیان کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ (آل عمران: 192) ”بے شک تو نے جسے داخل کر دیا آگ میں تو رسوا کر دیا تو نے اسے“۔ ایک اور مقام پر فرمایا كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا (السجدہ: 20) ”جب بھی وہ اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے انہیں اس میں لوٹا دیا جائے گا“۔ حضرت جابر نے فرمایا کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ سائل نے کہا ہاں۔ فرمایا کیا تو نے مقام محمود سنا ہے؟ سائل نے کہا ہاں۔ فرمایا یہ مقام محمد ﷺ ہے۔ اس کے ذریعے اور وسیلہ سے اللہ تعالیٰ جس کو نکالنا چاہے گا دوزخ سے نکالے گا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اذن شفاعت عطا فرمائے گا، روح القدس جبرئیل امین کھڑے ہوں گے پھر ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کھڑے ہوں گے پھر عیسیٰ یا موسیٰ علیہما السلام کھڑے ہوں گے پھر تمہارا نبی ﷺ شفاعت کے لیے کھڑا ہوگا، آپ ﷺ کے بعد آپ سے زیادہ کسی کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی، یہی مقام محمود ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی اس آیت میں فرمایا ہے: عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔(1)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اس سے میرے اس مقام محمود پر فائز کرنے کا سوال کرو جس کا اس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سن کر یہ دعا مانگی اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَهٗ، تو قیامت کے روز اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آپ ﷺ سے کہا جائے گا سوال کرو، تمہیں عطا کیا جائے گا۔ سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی، مانگو، قبول کی جائے گی۔ آپ ﷺ سجدہ سے سر اٹھائیں گے اور عرض کریں گے۔ امتی: دو یا تین مرتبہ یہ کلمہ کہیں گے (یعنی یا رب! میری امت کی خیر!) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ ہر اس شخص کی شفاعت کریں گے جس کی دل میں گندم کے دانہ کے برابر یا جو کے دانہ یا رائی کے برابر ایمان ہوگا حضرت سلمان نے فرمایا: یہی مقام محمود ہے۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ﷺ مقام محمود کیا ہے؟ فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے لائق) عرش سے نزول فرمائے گا اور عرش اس طرح چر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 166، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 686، قدیمی کتب خانہ کراچی

چرچر کرے گا جس طرح نیا کجاوہ تنگی کی وجہ سے چرچر کرتا ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اپنے اور جبرئیل کے درمیان بٹھائے گا۔ آپ ﷺ اپنی امت کی شفاعت کریں گے۔ یہی مقام محمود ہے۔(1)

دیلمی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ مجھے تخت پر بٹھائے گا۔(2)

امام ابن جریر نے قتادہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے نبی (ﷺ) کو نبی عبد اور نبی ملک (بادشاہ) بننے میں اختیار دیا گیا تو جبرئیل نے آپ ﷺ کو تواضع کرنے کا اشارہ کیا، آپ ﷺ نے نبی عبد بننے کو اختیار فرمایا: پس اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دو چیزیں عطا فرمائیں: سب سے پہلے آپ کی زمین کھلے گی (یعنی سب سے پہلے آپ کی قبر کھلے گی) اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والے آپ ہوں گے، اہل علم اسے مقام محمد خیال کرتے ہیں۔(3)

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔(4)

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝۸۰

”اور دعا مانگا کیجئے اے میرے رب! جہاں کہیں تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو“۔

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، حاکم (انہوں نے بھی اسے صحیح کہا ہے) ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی (ان دونوں نے دلائل میں یہ حدیث نقل کی ہے اور الضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے تو آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ مذکورہ آیت نازل فرمائی۔(5)

امام حاکم (انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکہ سے ہجرت کرنے اور مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا مُخْرَجَ صِدْقٍ سے مراد مکہ مکرمہ اور مُدْخَلَ صِدْقٍ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم ﷺ نے جان لیا کہ انہیں توفیق الٰہی کے بغیر اس خروج و دخول کی طاقت نہیں ہے، اس لیے سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا کا سوال کیا تا کہ کتاب اللہ کی حفاظت، حدود الٰہیہ اور اقامت دین کا فریضہ بحسن و خوبی ادا ہو سکے کیونکہ سلطان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک غلبہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان قائم فرماتا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو لوگ ایک دوسرے پے غارت گری کرتے اور طاقتور ضعیف کو کھا جاتا۔

1۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 62 (12474)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد　2۔ الفردوس بماثور الخطاب، جلد 3، صفحہ 58 (4159)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 167، دار احیاء التراث العربی بیروت

4۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 168　5۔ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 142، وزارت تعلیم اسلام آباد

امام الخطیب رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ جتنا قرآن کے ذریعے روکتا ہے اس سے کہیں زیادہ سلطان (عزت وغلبہ) کے ذریعے روکتا ہے۔

امام الزبیر بن بکار رحمہ اللہ نے اخبار مدینہ میں حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مُدْخَلَ صِدْقٍ مدینہ طیبہ کو بنایا اور مُخْرَجَ صِدْقٍ مکہ مکرمہ کو اور سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا انصار کو بنایا۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ الخ کی آیت تلاوت فرمائی تو مُدْخَلَ کو میم کے فتح کے ساتھ پڑھا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: مُدْخَلَ صِدْقٍ سے مراد موت ہے اور مُخْرَجَ صِدْقٍ سے مراد موت کے بعد حیات ہے۔(1)

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿٨١﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿٨٢﴾

''اور آپ (اعلان) فرمادیجئے آگیا ہے حق اور مٹ گیا ہے باطل، بے شک باطل تھا ہی مٹنے والا۔ اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن میں وہ چیزیں جو (باعث) شفا ہیں اور سراپا رحمت ہیں اہل ایمان کے لیے اور قرآن نہیں بڑھاتا ظالموں کے لیے مگر خسارہ کو''۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔ آپ کے ہاتھ میں لکڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس لکڑی کے ساتھ چبھونا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ یہ آیت کریمہ پڑھتے گئے: جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ اور یہ آیت بھی پڑھتے تھے: جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿٤٩﴾ (سبا)(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابو یعلی اور ابن المنذر نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا تو وہ اپنے مونہوں کے بل گر پڑے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔(3)

امام طبرانی نے الصغیر میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے، ابلیس نے ان کے پاؤں تانبے کے ساتھ باندھ رکھے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ چھڑی جس بت کی طرف جھکاتے۔ وہ منہ کے بل گر پڑتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے: جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 172، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 142، وزارت تعلیم اسلام آباد

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، جلد 7، صفحہ 403 (36905)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

الْبَاطِلُ الخ۔ آپ تمام بتوں کے پاس سے گزرے (اور سب کو زمین بوس کر دیا)۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے زَهُوْقًا کا معنی جانے والا روایت کیا ہے۔(2)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: الْحَقُّ سے مراد قرآن ہے اور الْبَاطِلُ سے مراد شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو مومنین کے لیے رحمت اور باعث شفا بنایا، مومن اسے سنتا ہے تو اس سے نفع حاصل کرتا ہے اسے یاد کرتا ہے اور اسے دل میں محفوظ کرتا ہے جب کہ ظالم لوگ نہ اس سے نفع اٹھاتے ہیں، نہ اس کو یاد کرتے ہیں اور نہ اس کو دل میں جگہ دیتے ہیں۔(3)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ادلیس قرنی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس قرآن کے ساتھ جو بیٹھتا ہے اور پھر کھڑا ہوتا ہے تو اس میں کچھ زیادتی یا کمی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو ہو چکا ہے کہ یہ قرآن مومنین کے لیے باعث شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے لیے بجز خسارہ کے کچھ اضافہ نہیں کرتا۔

وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾

"اور جب ہم کوئی انعام فرماتے ہیں انسان پر تو وہ (بجائے شکر کے) منہ پھیر لیتا ہے، پہلو تہی کرنے لگتا ہے اور جب پہنچتی ہے اسے کوئی تکلیف تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہر شخص عمل پیرا ہے اپنی فطرت کے مطابق پس تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ کون زیادہ سیدھی راہ پر (گامزن) ہے"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ کا معنی تَبَاعَدَ مِنَّا (ہم سے دور ہو گیا) روایت کیا ہے۔(4)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے يَـُٔوْسًا کا معنی قَنُوطًا (مایوس) روایت کیا ہے۔ اور عَلٰى شَاكِلَتِهٖ کا معنی یہ روایت کیا ہے کہ ہر شخص اپنے ارادہ کے مطابق عمل کرتا ہے۔(5)

ہناد اور ابن المنذر نے الحسن سے اس کا معنی علی نِيَّتِهٖ روایت کیا ہے۔ یعنی ہر شخص اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 72 (مفہوم)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 175، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 177 5۔ ایضاً

''اور یہ دریافت کرتے ہیں آپ سے روح کی حقیقت کے متعلق (انہیں) بتائیے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور نہیں دیا گیا تمہیں علم مگر تھوڑا سا''۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ روح کے متعلق سوال کرنے والے یہود تھے۔(1)

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن حبان، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ کے ویران علاقہ میں چل رہا تھا جب کہ آپ ﷺ کھجور کی ایک چھڑی کے سہارے چل رہے تھے۔ آپ ﷺ کا گزر یہود کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا۔ وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ ان سے روح کے متعلق پوچھو، بعض نے کہا: یہ نہ پوچھو کہ کہیں کوئی ایسا جواب نہ دے دیں جو تمہیں پسند نہ ہو بعض نے کہا: ہم ضرور پوچھیں گے۔ پس ایک شخص اٹھا اور کہا اے ابوالقاسم! روح کی حقیقت کیا ہے؟ (آپ خاموش ہو گئے) آپ اسی طرح لاٹھی پر سہارا لیے ہوئے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ وحی کا نزول ہو رہا ہے (پس میں ٹھہر گیا) پھر جب وحی کی کیفیت دور ہوئی تو آپ ﷺ نے یہ مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔(2)

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن المنذر، ابن حبان، ابوالشیخ نے العظمہ میں حاکم، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی نے (ان دونوں نے دلائل میں) ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قریش نے یہود سے کہا: تم ہمیں کوئی سوالات بتاؤ جو ہم اس شخص (محمد ﷺ) سے پوچھیں، یہودیوں نے کہا: تم اس سے روح کے متعلق پوچھو، قریش نے سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ الخ، یہود نے کہا: ہمیں علم کثیر عطا کیا گیا ہے، ہمیں تورات عطا کی گئی ہے اور جسے تورات عطا کی گئی اسے خیر کثیر عطا کیا گیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ الخ (الکہف: 109)(3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے العوفی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہود نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟ جو روح جسم میں ہوتی ہے اسے کیسے عذاب دیا جاتا ہے؟ روح اللہ کی طرف سے ہے اور اس کے متعلق آپ ﷺ پر کچھ نازل ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ پس جبرئیل امین آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور یہ ارشاد سنایا: قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ الخ۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں یہ ارشاد سنایا تو کہنے لگے: یہ پیغام تمہارے پاس کون لائے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل۔ انہوں نے کہا: یہ تو تمہیں ہمارے دشمن نے بتایا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ (البقرہ: 97)

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے کتاب الاضداد میں، ابوالشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی نے الاسماء

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 179، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 2، صفحہ 142، وزارت تعلیم اسلام آباد

3۔ ایضاً

والصفات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: روح فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں، ہر زبان کی ستر ہزار لغتیں ہیں۔ وہ ان تمام لغات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو قیامت تک ملائکہ کے ساتھ اڑتا رہے گا۔ (1)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ روح ایک فرشتہ ہے جس کے دس ہزار پر ہیں۔ ان میں سے دو پر مشرق و مغرب کے درمیان ہیں۔ اس کے ہزار منہ ہیں اور ہر منہ کی ایک زبان، دو آنکھیں اور دو ہونٹ ہیں۔ وہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہیں گے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: روح اللہ کے امر میں سے ایک امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی صورت پر ان کی تصویریں بنائی ہے۔ کوئی فرشتہ آسمان سے نازل نہیں ہوتا مگر اس کے ساتھ روح میں سے ایک ہوتا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا (النباء: 38) جس روز روح اور فرشتے پرے باندھ کر کھڑے ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس سے اس آیت کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا: یہ مقام و مرتبہ پایا نہیں جا سکتا اور اس پر تمام زائد (اپنی علمی تشریحات) نہ کرو، بس اتنا کہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا ہے، وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن بریدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا جب کہ آپ کو روح کی حقیقت کا علم نہ تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت یزید بن زیاد سے روایت کیا ہے: انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ دو شخصوں کا وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا کے متعلق اختلاف ہوا تو ایک نے کہا: اس سے مراد اہل کتاب ہیں۔ دوسرے نے کہا: بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان میں سے ایک حضرت عبد اللہ بن مسعود کے پاس گیا اور آپ سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: کیا تو نے سورۂ بقرہ پڑھی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ فرمایا: جو علم سورۂ بقرہ میں نہیں ہے اس کے علاوہ سورتوں میں ہے، اس سے مراد یہود ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ روح سے مراد فرشتہ ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن ام الحکم الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کی ایک گلی میں تھے کہ یہود آئے اور کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) روح کی حقیقت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ پھر فرمایا يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ الخ۔

امام ابن الانباری نے کتاب الاضداد میں مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: روح فرشتوں کے ساتھ ایک مخلوق ہے۔ جنہیں فرشتے بھی نہیں دیکھ سکتے جس طرح تم فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ روح ایک ایسی چیز ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 180، دار احیاء التراث العربی بیروت

ساتھ مخصوص رکھا ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو اس کا علم عطا نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ الخ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: انس و جن دس اجزاء ہیں۔ انس ایک جزء ہیں اور جن نو اجزاء ہیں، ملائکہ اور جن دس اجزاء ہیں جن اس میں سے ایک جز ہیں اور ملائکہ نو اجزاء ہیں، ملائکہ اور روح دس اجزاء ہیں، اس میں سے روح ایک جزء اور کروبیان نو اجزاء ہیں۔

امام ابن اسحق اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا کی آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو یہود کے علماء آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد! ﷺ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ تم کہتے ہو کہ وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ اس سے آپ نے ہماری ذات مراد لی ہے یا آپ نے اپنی قوم مراد لی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہاری قوم مراد لی ہے۔ یہود نے کہا تم پڑھتے ہو کہ ہمیں تورات عطا کی گئی ہے اور اسی میں ہر چیز کا بیان ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کے علم میں قلیل ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ عطا فرمایا ہے جس پر تم نے عمل کیا اور نفع اٹھایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ (لقمان) (1)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس کے مخاطب محمد ﷺ اور تمام لوگ ہیں۔ (2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس آیت کے مخاطب یہود ہیں۔ (3)

وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا ۝

"اور اگر ہم چاہتے تو سلب کر لیتے وہ وحی جو ہم نے آپ کی طرف کی ہے پھر آپ کوئی ایسا وکیل نہ پاتے جو آپ کے لیے اس کے متعلق ہماری بارگاہ میں وکالت کرتا۔ سوائے اپنے رب کی رحمت کے (کہ وہ ہمہ وقت آپ کے شامل حال ہے) یقیناً اس کا فضل (وکرم) آپ پر بہت بڑا ہے"۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یمن کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو کہا اَبَیْتَ اللَّعْنَ یعنی آپ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی وجہ سے لوگ آپ پر لعنت کریں (یہ بادشاہوں کو سلام کرنے کا طریقہ تھا)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ۔ یہ طرز سلام تو بادشاہ کے لیے اختیار کیا جاتا ہے، میں تو بادشاہ نہیں ہوں۔ میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ انہوں نے کہا: ہم تجھے تیرے نام سے نہیں بلائیں گے۔ آپ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 81-180، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 181 3۔ ایضاً

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ابوالقاسم ہوں، انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! ہم نے (اپنے دلوں میں) ایک بات چھپائی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ۔ اس طرح کے سوالات تو کاہن سے کیے جاتے ہیں۔ کاہن، متکہن اور کہانت آگ میں ہیں، یمنیوں میں سے ایک نے کہا: کون گواہی دیتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور فرمایا: یہ گواہی دیتی ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ کنکریوں نے آپ کی مٹھی میں ہی کہا: ہم گواہی دیتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، یمنیوں نے کہا: ہمیں بھی وہ قرآن سناؤ جو آپ پر نازل ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ۙ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ (الصافات) تلاوت فرمائی۔ آپ کی ہر حرکت کرنے والی نس ساکن ہوگئی اور آپ کے آنسو داڑھی مبارک تک پہنچ گئے۔ یمنیوں نے کہا: ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ رو رہے ہیں، کیا آپ اس کے خوف سے رو رہے ہیں جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے؟ فرمایا: بلکہ اس کے خوف سے رو رہا ہوں جس نے مجھے مبعوث کیا ہے۔ اس نے مجھے ایسے راستہ پر مبعوث کیا ہے جو تلوار کی مثل ہے، اگر اس سے ادھر ادھر ہوا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ الخ۔(1)

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ قرآن اٹھالیا جائے گا، پوچھا گیا کیسے اٹھا لیا جائے گا جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں ثبت کر دیا ہے اور ہم نے مصاحف میں لکھ دیا ہے؟ فرمایا: قرآن رات میں اٹھالیا جائے گا کوئی ایک آیت بھی کسی دل اور مصحف میں باقی نہ رہے گی۔ لوگ صبح کریں گے تو ان میں قرآن کا کوئی حصہ بھی موجود نہ ہوگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ۔(2)

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قرآن پر ایک رات ایسی آئے گی کہ قرآن اٹھالیا جائے گا، کسی کے مصحف میں جو آیت ہوگی اٹھالی جائے گی۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: قرآن ایک رات میں اٹھالیا جائے، لوگوں کے سینوں میں جو کچھ ہوگا اٹھالیا جائے گا، زمین پر قرآن کا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔(3)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قرآن پڑھو اس سے پہلے کہ قرآن اٹھالیا

1۔ نوادر الاصول، باب قولہ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعون الآیۃ، جلد 1، صفحہ 200، دار صادر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 181 (مفہوم)، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 143 (مفہوم)، دار الفکر بیروت

جائے اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتی کہ قرآن اٹھالیا جائے گا۔ لوگوں نے کہا: یہ مصاحف تو اٹھالیے جائیں گے اور لوگوں کے سینوں سے بھی قرآن اٹھالیا جائے گا۔ لوگ صبح کریں گے تو کہیں گے: ہم کچھ جانتے تو تھے۔ پھر وہ اشعار پڑھنے میں مشغول ہوجائیں گے۔ حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حذیفہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کو اس طرح مٹا دیا جائے گا جس طرح کپڑے کو مٹایا جاتا ہے حتی کہ روزہ، صدقہ اور قربانی کا علم ہی نہ ہوگا اور ایک رات کتاب اللہ پر ایسی آئے گی کہ سب اٹھالی جائے گی زمین میں اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں باقی رہ جائیں گی۔ وہ کہیں گے ہم نے اپنے آباءواجداد کو اسی کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر پایا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔(1)

امام خطیب رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قریب ہے کہ اسلام مٹا دیا جائے گا جیسے کپڑے کا رنگ مٹایا جاتا ہے۔ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن اس کی حلاوت نہ پائیں گے۔ رات گزاریں گے پھر صبح کریں گے تو قرآن اور اس سے پہلے والی کتب اٹھالی گئی ہوں گی حتی کہ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتوں کے دلوں سے قرآن سلب ہوجائے گا۔ وہ نماز، روزے اور قربانی کا وقت بھی نہ پہچانیں گے حتی کہ لوگوں میں سے ایک کہنے والا کہے گا: ہم لوگوں کو سنتے تھے کہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے تھے اور ہم بھی کہتے ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

امام ابن ابی داؤد اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت شمر بن عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک رات میں قرآن اٹھالیا جائے گا۔ پس مجتہدین اپنے اوقات میں کھڑے ہوں گے تو کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے۔ وہ دوڑ کر اپنے مصاحف کی طرف جائیں گے تو ان پر بھی قادر نہ ہوں گے۔ وہ ایک دوسرے کے پاس جائیں گے، ملاقات کریں گے اور ایک دوسرے کو وہ کیفیت بتائیں گے جس سے وہ دوچار ہوں گے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ قرآن کی طرف پیغام بھیجا جائے گا اور زمین سے اٹھالیا جائے گا۔

امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے کتاب الصلوٰۃ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ قرآن جہاں سے نازل ہوا تھا وہاں واپس چلا جائے گا۔ عرش کے اردگرد شہد کی مکھیوں کی طرح اس کی آواز ہوگی۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے تجھے کیا ہوا؟ قرآن عرض کرے گا یارب؟ مجھے پڑھا تو گیا لیکن مجھ پر عمل نہیں کیا گیا۔

امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے اللیث حضرت بن سعد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب لوگ دوسری کتب کی طرف متوجہ ہوں گے تو قرآن اٹھالیا جائے گا، لوگ دوسری کتب پر اوندھے گرے ہوں گے اور قرآن کو چھوڑ دیں گے۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے مسند الفردوس میں حضرت معاذ بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: جب تک میں تمہارے درمیان ہوں تم میری اطاعت کرو۔ پس جب میں چلا جاؤں

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 520 (8460)، دارالکتب العلمیہ بیروت

تو تم پر کتاب پر عمل کرنا لازم ہے۔ اس کے حلال کو حلال کرو اور اس کے حرام کو حرام کرو کیونکہ لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ ایک رات میں قرآن کو لے جایا جائے گا دلوں اور مصاحف سے محو کر دیا جائے گا۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہما اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کتاب اللہ پر ایک ایسی رات گزرے گی کہ یہ آسمان کی طرف اٹھالیا جائے گا۔ زمین پر نہ قرآن باقی رہے گا نہ تورات، نہ انجیل اور نہ زبور۔ لوگوں کے دلوں سے بھی سلب کرلیا جائے گا۔ صبح وہ نماز میں ہوں گے تو انہیں اپنی کیفیت کا علم نہ ہوگا۔(1)

امام ابوالشیخ، ابن مردویہ اور دیلمی رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتاب اللہ پر ایک رات ایسی گزرے گی کہ وہ اٹھالیا جائے گا۔ لوگ صبح کریں گے تو کسی مسلمان کے دل میں اور زمین میں قرآن کی کوئی آیت بھی نہ ہوگی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ ذکر اور قرآن اٹھالیا جائے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! یہ کیا کتابیں ہیں جن کے متعلق مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم انہیں کتاب اللہ کے ساتھ لکھتے ہو، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی وجہ سے ناراض ہو جائے۔ اس پر ایک ایسی رات آئے گی کہ وہ اٹھالیا جائے کسی دل اور کسی کاغذ پر کوئی ایک حرف بھی باقی نہ رہے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! ﷺ مومن مردوں اور مومن عورتوں کی کیا کیفیت ہوگی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے گا اس کے دل میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو باقی رکھے گا۔

امام ابن ابی حاتم نے قاسم بن عبدالرحمٰن عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ رات کے نصف میں قرآن اٹھا لیا جائے گا۔ جبرئیل امین آئیں گے اور اسے لے جائیں گے۔ پھر یہ آیت پڑھی وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ ... الآیہ۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

"(بطور چیلنج) کہہ دو کہ اگر اکٹھے ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن اس پر کہ لے آئیں اس قرآن کی مثل تو ہرگز نہیں لاسکیں گے اس کی مثل اگرچہ وہ ہو جائیں ایک دوسرے کے مددگار۔ اور بلاشبہ ہم نے طرح طرح سے (بار بار) بیان کی ہیں لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں (تاکہ وہ ہدایت پائیں) پس انکار کر دیا اکثر لوگوں نے سوائے اس کے کہ وہ ناشکری کریں گے"۔

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الفتن، جلد 4، صفحہ 552 (8544)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن اسحٰق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس محمود بن سبحان، نعیمان بن اضی اور مجری بن عمر اور سلام بن مشکم آئے اور کہا اے محمد! (ﷺ) یہ جو آپ لے آئے ہیں واقعی یہ اللہ کی طرف سے ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ جو آپ کتاب لائے ہیں اس میں تورات کی طرح نظم ونسق نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، انہوں نے کہا: جیسا کلام آپ لائے ہیں ایسا ہم بھی پیش کر سکتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ الخ۔(1)

امام ابن جریر نے ابن جریج سے قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الخ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر جن مقابلہ میں آ جائیں اور انسان ان کی معاونت کریں پھر ایک دوسرے کی خوب مدد کریں تو بھی اس قرآن کی مثل پیش نہیں کرسکیں گے۔(2)

وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًاۙ(۹۰) اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًاۙ(۹۱) اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِیْلًاۙ(۹۲) اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِؕ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۠(۹۳) وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا(۹۴) قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓىِٕكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا(۹۵) قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا(۹۶)

"اور کفار نے کہا ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ پر جب تک آپ رواں نہ کردیں ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ۔ یا (لگ کر تیار) ہو جائے آپ کے لیے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا پھر آپ جاری کردیں ندیاں جو اس باغ میں (ہر طرف) بہ رہی ہوں یا آپ گرادیں آسمان کو جیسے آپ کا خیال ہے، ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے یا آپ اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو (بے نقاب کر کے) ہمارے سامنے لے آئیں یا (تعمیر) ہو جائے آپ کے لیے ایک گھر سونے کا یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں بلکہ ہم تو اس پر بھی ایمان نہ لائیں گے کہ آپ آسمان پر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 182، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 183

چڑھیں یہاں تک کہ آپ اتار لائیں ہم پر ایک کتاب جسے ہم پڑھیں۔ آپ (ان سب خرافات کے جواب میں اتنا) فرما دیں میرا رب (ہر عیب سے) پاک ہے، میں کون ہوں مگر آدمی (اللہ کا) بھیجا ہوا۔ اور نہیں روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جب آئی ان کے پاس ہدایت مگر اس چیز نے کہ انہوں نے کہا کہ کیا بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر (ایسا نہیں ہوسکتا) فرمایئے اگر ہوتے زمین میں (انسانوں کی بجائے) فرشتے جو اس پر چلتے (اور اس میں) سکونت اختیار کرتے تو ہم (ان کی ہدایت کے لیے) ان پر اتارتے آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بنا کر۔ فرمایئے کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان، بے شک وہ اپنے بندوں (کے احوال) کو خوب جاننے والا اور ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن اسحٰق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عتبہ، شیبہ جو ربیعہ کے بیٹے تھے، ابوسفیان بن حرب، بنی عبدالدار کا ایک شخص (بغوی نے اس کا نام نضر بن حارث لکھا ہے)، ابو البختری، اسود بن مطلب، زمعہ بن اسود، ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن ابی امیہ، امیہ بن خلف، عاص بن وائل، نبیہ اور منبہ جو حجاج کے بیٹے تھے، یہ سب اور کچھ اور بدبخت سورج کے غروب ہونے کے بعد کعبہ کے قریب جمع ہوئے۔ بعض نے کہا: محمد (ﷺ) کی طرف چند لوگوں کو بھیجو جو ان سے بات کریں اور جھگڑا طے کریں تا کہ بعد میں جو کچھ بھی ہو تو ہم معذور سمجھے جائیں۔ انہوں نے مشورہ سے آپ ﷺ کی طرف ایک شخص کے ذریعے پیغام بھیجا کہ تمہاری قوم کے اشراف تمہارے ساتھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ اسلام کی قبولیت کی حرص میں جلدی جلدی تشریف لے آئے۔ آپ کا گمان تھا کہ کوئی خوشگوار تبدیلی آچکی ہوگی۔ آپ ﷺ ان کی ہدایت کے انتہائی خواہاں تھے۔ جب آپ مجلس میں پہنچے تو وہ کہنے لگے: اے محمد! ﷺ ہم نے اتمام حجت کے لیے آپ کے پاس پیغام بھیجا ہے، ہم قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ جیسے آپ نے اپنی قوم کو مصیبت میں گرفتار کیا ہے ایسا کسی عرب نے پہلے نہیں کیا۔ آپ نے ہمارے آباء کو برا بھلا کہا، ہمارے دین کو معیوب کیا، ہمارے دانش مندوں کو بے وقوف کہا، ہمارے خداؤں کو جھٹلایا اور ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کیا، کوئی ایسی قباحت باقی نہیں رہی جو آپ ہمارے اور ان کے درمیان نہ لے آئے ہوں۔ اگر آپ نئے دین، نئے کلام سے مال اکٹھا کرنے کے خواہش مند ہیں تو ہم آپ کے لیے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ مال دار ہو جائیں گے۔ اگر کسی شرف وحشمت کے متلاشی ہیں تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم تجھے اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اگر کوئی جن تمہارے پاس یہ کلام لے کر آتا ہے اور تم پر اس طرح غالب ہے کہ تم اسے خود دور نہیں کر سکتے تو ہم مال جمع کر کے آپ کا علاج کر دیتے ہیں (کفار تابع جن کو رئی کہتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ تم نے میرے بارے گھٹیا تصور کیا ہے اس سے میرا نظریہ بالکل بلند اور مختلف ہے۔ میں یہ کلام الٰہی نہ تو مال کی طلب، نہ شرف کے حصول اور نہ تمہارے اوپر حکومت کرنے کے لیے لایا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر روشن دلائل سے بھرپور کتاب نازل فرمائی ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں نیک اعمال پر بشارت اور انکار و بداعمالیوں پر وعید سناؤں۔ میں نے

اس احکم الحٰکمین کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اور میں نے تمہیں پورے خلوص اور دلسوزی کے ساتھ نصیحت کی ہے۔ اگر تم میرے احکام کو قبول کرو گے تو دنیا و آخرت میں تمہیں سرفرازی اور نعمتوں سے مالا مال کیا جائے گا اور اگر تم میری تبلیغ کو قبول نہیں کرو گے تو میں امر الٰہی پر صبر کروں گا حتی کہ وہ ہمارے اور تمہارے درمیان اپنا حتمی فیصلہ فرما دے۔ کفار نے کہا: اے محمد! (ﷺ) جو تجاویز ہم نے پیش کی ہیں وہ اگر تمہیں قبول نہیں ہیں تو تجھے معلوم ہے کہ اس پورے علاقہ میں ہم سے زیادہ تنگ دست، سخت زندگی اور تنگ مکان کوئی نہیں ہے ہمارے لیے اپنے رب سے استدعا کیجئے جس نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ ان پہاڑوں نے ہماری وادی کو تنگ کر رکھا ہے ان کو کہیں دور ہٹا دے اور ہمارے علاقہ کو وسیع میدانی علاقہ بنا دے اور اس میں اسی طرح کی نہریں جاری کر دے جیسے شام اور عراق میں ہیں اور یہ دعا بھی کرو کہ وہ ہمارے مردہ آباء و اجداد کو زندہ کر دے اور ان میں قصی بن کلاب بھی ہو کیونکہ وہ ایک سچا اور راست باز شخص تھا۔ ہم (اپنے بزرگوں) سے پوچھیں گے کہ جو تو کہتا ہے وہ حق ہے یا باطل ہے۔ اگر انہوں نے تیری تصدیق کر دی تو ہم بھی تصدیق کر دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری بعثت کا مقصد یہ تو نہیں ہے۔ جو پیغام دے کر مجھے مبعوث کیا گیا وہ میں نے بحسن وخوبی پہنچا دیا ہے۔ اگر تم اسے قبول کرو تو دنیا و آخرت میں تمہارا حصہ ہے اور اگر تم رد کرو تو میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہوں گا۔ کفار نے کہا اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو اپنے رب سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہیں باغات، محلات اور سونے، چاندی کے خزانے عطا کرے تا کہ آپ کی یہ مفلسی کی کیفیت دور ہو جائے جو ہم دیکھتے ہیں۔ آپ ہماری طرح بازاروں میں کھڑے ہوتے ہیں، رزق کی تلاش میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری بعثت کی یہ بھی غرض وغایت نہیں۔ کفار نے پھر کہا: ہم پر آسمان گرا دو جیسا کہ آپ کہتے ہیں کہ میرا رب ایسا کر سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کام بھی میرے رب کے سپرد ہے، اگر وہ اس طرح تمہاری درگت بنانا چاہے گا تو ضرور ایسا کر دے گا۔ انہوں نے کہا: اے محمد! ﷺ تمہارا رب جانتا ہے کہ ہم آپ کے پاس بیٹھتے ہیں اور ہم جو آپ سے سوال کرتے ہیں اور جو ہم آپ سے طلب کرتے ہیں، پس وہ آپ کی طرف بڑھے اور آپ کو سکھائے وہ چیزیں جس کے ذریعے ہم تمہارے دین کی طرف لوٹ آئیں اور وہ تجھے بتائے جو وہ ہمارے ساتھ کرنے والا ہے ورنہ جو آپ ہمارے پاس لائے ہیں ہم اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اور ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ کو یمامہ کا ایک شخص سکھاتا ہے جس کو رحمٰن کہا جاتا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم رحمٰن پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اے محمد! (ﷺ) ہم نے اپنا عذر آپ کو پیش کر دیا ہے، اللہ کی قسم! ہم آپ کو اور جو آپ نے ہمارے ساتھ کیا اس کو نہیں چھوڑیں گے حتی کہ ہم تجھے ہلاک کر دیں یا آپ ہمیں ہلاک کر دیں۔ ایک کہنے والے نے کہا: ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔ جب انہوں نے یہ مطالبہ کیا تو رسول اللہ ﷺ ان کی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کے ساتھ عبداللہ بن ابی امیہ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا: اے محمد! (ﷺ) تمہاری قوم نے آپ کے سامنے چند مطالبات رکھے تھے جو آپ نے قبول نہیں کیے پھر انہوں نے آپ سے اپنے متعلق چند سوالات کیے تا کہ وہ جان لیں کہ آپ کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کتنا مرتبہ ہے، آپ نے وہ بھی نہ کیا۔ پھر انہوں نے سوال کیا کہ جس عذاب سے آپ انہیں ڈراتے ہیں وہ جلدی لے آئیں۔ اللہ کی قسم! میں آپ پر ہرگز ایمان نہیں لاؤں گا حتی

کہ تو اپنے ساتھ ایک کھلی کتاب لائے اور آپ کے ساتھ چار فرشتے ہوں جو آپ کی گواہی دیں کہ جو آپ کہتے ہیں ویسا ہی ہے۔ اللہ کی قسم! اگر آپ ایسا کر دکھائیں تو میں یقیناً آپ کی تصدیق کر دوں گا پھر وہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی خواہش اور امید نہ پانے کی وجہ سے غمگین وحزین گھر لوٹ آئے (1)۔ عبداللہ بن ابی امیہ نے جو آپ سے کہا تھا اس کے متعلق اللہ نے قرآن نازل کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کے متعلق بھی آیت نازل فرمادی کہ ہم رحمٰن پر ایمان نہیں لاتے: كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ (الرعد: 30) ''اسی طرح ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ایک قوم میں جو اس سے پہلے گزر چکی ہیں''۔ جو اپنے بارے مطالبات کیے تھے کہ پہاڑ چلائے جائیں، پہاڑ یہاں سے ہٹائے جائیں اس کے متعلق بھی قرآن نازل فرمایا۔ اور جو انہوں نے مردوں کے زندہ کرنے کا مطالبہ کیا تھا اس کے متعلق بھی قرآن نازل فرمایا: وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ (الرعد: 31)

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت حضرت ام سلمہ کے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ کے بارے نازل ہوئی۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم النخعی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تَفْجُرَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: الْاَرْضِ سے مراد اپنا علاقہ ہے۔(4)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ يَنْۢبُوْعًا کا معنی چشمے ہیں۔(5)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی سے روایت کیا ہے کہ يَنْۢبُوْعًا سے مراد وہ پانی ہے جو چشمے سے جاری ہوتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ سے مراد زمین ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ كِسَفًا سے مراد ٹکڑے ہیں۔(6)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قبیلاً کا معنی عیاناً (سامنے) روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: زُخْرُفٍ سے مراد سونا ہے۔(7)

امام ابوعبید نے فضائل میں عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے المصاحف میں اور ابونعیم رحمہم اللہ نے الحلیۃ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا تھا کہ زُخْرُفٍ کیا ہے حتیٰ کہ میں نے عبداللہ کی قرأت میں یہ لفظ سنا۔ پھر انہوں نے فرمایا: اس سے مراد سونا ہے۔(8)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی زُخْرُفٍ کا مطلب سونا روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ان کا مطلب یہ تھا کہ ہر شخص کی طرف رب العالمین کی طرف سے صحیفے آئیں، ہم میں سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 91-189، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 191
3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 184
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 186
7۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 187
8۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 188

ہر شخص کے سر پر صبح کے وقت صحیفہ رکھا ہوا ہو جس کی وہ تلاوت کرے۔(1)

وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَ نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿٩٧﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٩٨﴾ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَ جَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٩٩﴾

"اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو آپ نہیں پائیں گے ان (گمراہوں) کے لیے کوئی مددگار اس کے سوا اور ہم اٹھائیں گے انہیں قیامت کے روز منہ کے بل اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، جب بھی سرد ہونے لگے گی (جہنم کی آگ) تو ہم ان کے لیے اس کی آنچ کو بڑھا دیں گے یہ سزا ہے ان کی کیونکہ انہوں نے انکار کیا ہماری آیتوں کا اور انہوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائے گے تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے از سر نو پیدا کر کے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جس نے پیدا فرمایا ہے آسمانوں اور زمین کو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ پیدا فرما دے ان کی مثل اور اس نے مقرر فرما دی ہے ان کے لیے ایک میعاد جس میں ذرا شک نہیں۔ پس انکار کر دیا ظالموں نے (اللہ تعالیٰ کی قدرت کا) سوائے اس کے کہ وہ ناشکری کریں"۔

امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم، ابونعیم (المعرفہ میں) ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ان کے مونہوں کے بل کیسے اٹھایا جائے گا؟ فرمایا جس ذات نے انہیں ٹانگوں پر چلایا وہ انہیں مونہوں کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی: اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ (الفرقان: 34)۔ لوگوں نے عرض کی: یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم لوگ اپنے چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا مجھے بتاؤ کیا جس نے انہیں قدموں پر چلایا کیا وہ انہیں چہروں کے بل چلانے پر قادر نہیں ہے؟(3)

امام ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)، ابن جریر، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 188، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 437، دارالکتب العلمیہ بیروت 3۔ تفسیر طبری، سورۂ فرقان، جلد 19، صفحہ 18

ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز لوگوں کو تین گروہوں میں اٹھایا جائے گا، ایک گروہ پیدل ہوگا، ایک گروہ سوار ہوگا اور ایک گروہ اپنے مونہوں کے بل ہوگا۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! ﷺ لوگ اپنے چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا: جس ذات نے انہیں ان کے قدموں پر چلایا وہ انہیں ان کے مونہوں کے بل چلانے پر بھی قادر ہے، بے شک وہ مونہوں کے ساتھ ہر پست جگہ اور کانٹے سے اجتناب کریں گے۔ (1)

امام احمد، نسائی، حاکم (انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث میں ابوذر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: وَ نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا۔ پھر فرمایا: مجھے صادق و مصدوق ذات نے بتایا کہ لوگ قیامت کے روز تین گروہوں میں اٹھائے جائیں گے، ایک گروہ کھا رہا ہوگا، لباس پہنے ہوئے ہوگا اور سوار ہوگا، دوسرا گروہ پیدل ہوگا اور دوڑ رہا ہوگا اور تیسرا گروہ اسے ملائکہ مونہوں کے بل گھسیٹ رہے ہوں گے۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، نسائی، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں پیدل اور سوار اٹھایا جائے گا اور تمہارے مونہوں کے بل تمہیں کھینچا جائے گا، ادھر شام کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ (3)

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے عُمْيًا کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں دیکھیں گے جو ان کے لیے باعث مسرت ہو، بُكْمًا وہ کوئی دلیل پیش نہیں کر سکیں گے، وَّ صُمًّا وہ کوئی ایسی بات نہیں سنیں گے جو انہیں خوش کرے۔ (4)

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی فاجر پر نعمت کی وجہ سے رشک نہ کرو (5) کیونکہ اس کے پیچھے ایک تیز طلب کرنے والا موجود ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا سرسبز اور میٹھی ہے، جو اس میں حرام طریقہ سے مال کمائے گا اور غلط راستے پر خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ذلت کے گھر میں اتارے گا، بہت سے لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کے مال میں تصرف کرتے ہیں (یعنی اسے فضول کاموں میں اڑتے ہیں) ان کے لیے قیامت کے روز آگ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا۔ (6)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہی لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ (7)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن ابی المنذر رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ سے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ

1۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 318 (مفہوم)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 399، دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، کتاب الاہوال، جلد 4، صفحہ 608 (8686)
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 193
5۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 129 (4542)
6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 97-396
7۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 193، داراحیاء التراث العربی بیروت

عنہما سے روایت کیا ہے کہ خَبَتۡ کا معنی سَکَنَتۡ ہے یعنی جب آگ بجھنے لگے گی۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے كُلَّمَا خَبَتۡ زِدۡنٰهُمۡ سَعِيۡرًا کے تحت روایت کیا ہے: جب آگ بجھے گی تو وہ پھر بھڑکا دی جائے گی۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری نے کتاب الاضداد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس مذکورہ ارشاد کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں آگ جب ان بدبختوں کو جلا دے گی تو پھر ان کو بطور ایندھن جلایا جائے گا۔ جب ان کو پوری طرح جلا دے گی اور ان میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا تو آگ سرخ اور چمک دار ہو جائے گی، آگ کی خباء ت سے یہی مراد ہے پھر جب ان کے جسم دوبارہ تیار ہو جائیں گے تو آگ پھر سے انہیں جلانا شروع کر دے گی۔(2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن ابی الانباری رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آگ انکی کھالوں کو جلا دے گی تو ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیا جائے گا تا کہ وہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔(3)

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ كُلَّمَا خَبَتۡ کا کیا مطلب ہے؟ ابن عباس نے فرمایا: الخبأ سے مراد اس کا ایک مرتبہ بجھنا اور پھر بھڑکنا ہے۔ نافع نے کہا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا: ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ شعر نہیں سنا:

وَتَخۡبُوالنَّارُ عَنۡ اَدۡنٰی اَذَاهُمۡ وَاَضۡرَ مَهَا إِذَا ابۡتَرَدُوۡا سَعِيۡرًا

''آگ بجھتی اور بھڑکتی ہے ان کو اذیت دینے کی خاطر اور جب وہ ٹھنڈی ہوتی ہے تو دوبارہ بھڑکائی جاتی ہے''۔

امام ابن الانباری نے ابوصالح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: كُلَّمَا خَبَتۡ کا معنی كُلَّمَا حَمِيَتۡ ہے (جب گرم ہوگئی)۔

قُلۡ لَّوۡ اَنۡتُمۡ تَمۡلِكُوۡنَ خَزَآئِنَ رَحۡمَةِ رَبِّیۡۤ اِذًا لَّاَمۡسَكۡتُمۡ خَشۡيَةَ الۡاِنۡفَاقِ ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ قَتُوۡرًا ﴿۱۰۰﴾

''فرمائیے اگر تم مالک ہوتے میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے تو اس وقت ضرور ہاتھ روک لیتے اس خوف سے کہ کہیں (سارے خزانے) ختم ہی نہ ہو جائیں۔ واقعی انسان بڑا تنگ دل ہے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں خَزَآئِنَ رَحۡمَةِ رَبِّیۡ سے مراد رزق ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اِذًا لَّاَمۡسَكۡتُمۡ خَشۡيَةَ الۡاِنۡفَاقِ، یعنی اگر رزق کے خزانے تمہارے ملکیت ہوتے تو تم کسی کو کچھ بھی نہ کھلاتے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خَشۡيَةَ الۡاِنۡفَاقِ کا معنی فقر روایت کیا ہے اور قَتُوۡرًا کا معنی بخیلاً روایت کیا ہے۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 194، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً جلد 15، صفحہ 196

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ کا معنی بھوک کا اندیشہ ہے اور قَتُورًا کا معنی بخیل اور کنجوس ہے۔(1)

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝١٠١ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝١٠٢ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۝١٠٣ وَّ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝١٠٤ وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝١٠٥

"اور ہم نے عطا فرمائی تھیں موسیٰ (علیہ السلام) کو نو روشن نشانیاں، آپ خود پوچھ لیں بنی اسرائیل سے جب موسیٰ آئے تھے ان کے پاس۔ پس فرعون نے آپ کو کہا: اے موسیٰ! میں تمہارے متعلق خیال کرتا ہوں کہ تم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ کلیم نے جواباً فرمایا: (اے فرعون!) تو خوب جانتا ہے کہ نہیں اتارا ان نشانیوں کو مگر آسمانوں اور زمین کے رب نے، یہ بصیرت افروز ہیں اور اے فرعون! میں تیرے متعلق یہ خیال کرتا ہوں کہ تو ہلاک کر دیا جائے گا پس اس نے ارادہ کر لیا کہ بنی اسرائیل کو ملک سے اکھاڑ کر پھینک دے۔ سو ہم نے غرق کر دیا اسے اور اس کے سارے ساتھیوں کو اور ہم نے حکم دیا فرعون کو غرق کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو کہ تم آباد ہو جاؤ اس سرزمین میں، پس جب آئے گا آخرت کا وعدہ تو ہم لے آئیں گے تمہیں سمیٹ کر اور حق کے ساتھ ہی ہم نے اسے اتارا ہے اور حق کے ساتھ ہی وہ اترا ہے اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر (رحمت الٰہی کا) مژدہ سنانے والا اور (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا"۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے کئی طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ سے مراد یہ نشانیاں ہیں: ید بیضا، عصا، طوفان، ٹکڑی، جوئیں، مینڈک، خون، قحط سالی اور پھلوں کی کمی۔(2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نو نشانیوں سے مراد یہ ہیں: موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ، آپ کا عصا، آپ کی زبان، سمندر، طوفان، ٹکڑی، جوئیں، مینڈک اور خون۔(3)

امام طیالسی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 196، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 318 (مفہوم)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 197

طبرانی، ابن قانع، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ایک دوست سے کہا: چلو اس نبی کے پاس چلیں۔ اس کے دوست نے کہا: تم اپنی زبان سے اسے نبی نہ کہو: اگر اس نے یہ بات سن لی تو بڑا خوش ہوگا۔ پس وہ دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی نو آیات بینات کے متعلق سوال کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب میں فرمایا: وہ نو آیتیں یہ ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) کسی کو بے گناہ قتل نہ کرو (۵) کسی بے گناہ کو حاکم کے پاس نہ لے جاؤ تاکہ وہ اسے قتل کرے (۶) جادو نہ کرو (۷) سود نہ کھاؤ (۸) کسی پاک دامن پر تہمت نہ لگاؤ (۹) میدان جنگ کے دن بھاگو نہیں اور اے یہودیو! تمہارے لیے خاص حکم یہ ہے کہ تم ہفتہ کے دن نافرمانی سے باز رہو۔ صفوان کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ جامع جواب سن کر انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں اور قدموں کو بوسہ دیا اور کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ فرمایا: تم کو اسلام قبول کرنے سے کون سی چیز مانع ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ ہمیشہ ان کی اولاد سے نبی ہو، ہمیں یہ ڈر ہے کہ اگر ہم نے اسلام قبول کرلیا تو یہود ہمیں قتل کردیں گے۔(1)

امام ابن ابی الدنیا نے ذم الغضب میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ ان سے مَثْبُوْرًا کا معنی پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: مُخَالِفًا (مخالفت کرنے والا)، فرمایا: انبیائے کرام اس بات سے بہت بلند ہوتے ہیں کہ انہیں برا بھلا کہا جائے۔

امام سعید بن منصور، احمد (نے الزہد میں)، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ فَسَئَلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے بنی اسرائیل کا مطالبہ کیا کہ انہیں ان کے ساتھ بھیج دے۔(2)

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انہوں نے فَسَلْ بغیر الف کے لکھا جس طرح انہوں قَالَ کو قَلْ لکھا۔

امام سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ کو لَقَدْ عَلِمْتُ یعنی رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اللہ کی قسم! اللہ کے دشمن نے نہیں جانا تھا لیکن موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لَقَدْ عَلِمْتَ (بالنصب) پڑھتے تھے۔ یعنی فرعون کو خطاب ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ (النمل: 14)(3)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ سے مَثْبُوْرًا کا معنی مَلْعُوْنًا (لعنت کیا گیا) روایت کیا ہے۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت علی کے طریق سے حضرت ابن عباس سے اسی طرح روایت کیا ہے۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 199، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 200 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 201
4۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 202 5۔ ایضاً

امام الشیرازی نے الالقاب میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت میمونہ بن مہران رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: مَثْبُوْرًا کا معنی کم عقل ہے۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے مَثْبُوْرًا کا معنی پوچھا تو ابن عباس نے فرمایا اس کا معنی ملعون اور خیر سے محروم ہے۔ اس نے پوچھا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں کیا تو نے عبداللہ بن الزبعری کا یہ شعر نہیں سنا:

اِذَا اَتَانِی الشَّیْطَانَ فِیْ سِنَةِ النَّوْمِ وَمَنْ مَالَ مَیْلَهٗ مَثْبُوْرًا

''اونگھ میں شیطان میرے پاس آیا اور جو مائل ہو گیا لعنت کیا گیا''۔

امام ابن جریر نے حضرت العوفی کے طریق سے حضرت ابن عباس سے لَفِيْفًا کا معنی جمیعاً (تمام) روایت کیا ہے۔(1)

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾

''اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے۔ آپ (کفار کو) کہیے خواہ تم ایمان لاؤ اس پر یا نہ ایمان لاؤ، بے شک وہ لوگ جنہیں دیا گیا علم اس سے پہلے جب اسے پڑھا جاتا ہے ان کے سامنے تو وہ گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے۔ اور کہتے ہیں (ہر عیب اور نقص سے) پاک ہے ہمارا رب بلاشبہ ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے اور گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل گریہ وزاری کرتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے (خضوع و) خشوع کو بڑھا دیتا ہے''۔

امام نسائی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ فرقناہ کو فرقناہ (یعنی شد کے ساتھ) پڑھتے تھے۔ فرماتے تھے: قرآن حکیم آسمان دنیا پر رمضان شریف کی لیلۃ القدر میں یک بارگی نازل ہوا۔ جب مشرکین کوئی نیا سوال کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں آیات نازل فرماتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بیس سال میں قرآن کو جدا جدا اتارا۔(2)

امام ابن ابی حاتم، محمد بن نصر اور ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت الضحاک کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قرآن لوح محفوظ سے اذن الٰہی کے ساتھ کراماً کاتبین سفیروں کے ذریعے آسمان دنیا پر یک

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 204، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 205 (مختصراً)

بارگی نازل ہوا پھر ان فرشتوں نے جبرئیل پر بیس راتوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا۔ پھر جبرئیل نے اسے نبی کریم ﷺ پر بیس سالوں میں اتارا مشرکین نے کہا قرآن ان پر یک بارگی نازل کیوں نہیں ہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ (الفرقان:32) یعنی ہم نے تجھ پر اس لیے جدا جدا کر کے اتارا تا کہ آپ ان کے ہر سوال کا جواب دے سکیں۔ اگر ہم اسے یک بارگی نازل کرتے پھر یہ آپ سے سوال کرتے تو آپ کے پاس ان کے سوال کا جواب نہ ہوتا۔

امام البزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قرآن یک بارگی نازل کیا گیا حتی کہ وہ آسمان دنیا میں بیت العزۃ میں رکھا گیا۔ پھر وہاں سے جبرئیل نے محمد ﷺ کے قلب پر بندوں کے کلام اور اعمال کے جواب کے مطابق نازل کیا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اسے فرقنا (یعنی شد کے ساتھ) پڑھتے تھے یعنی ایک ایک آیت کر کے نازل کیا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قرآن کی پانچ پانچ آیت سیکھو کیونکہ جبرئیل نبی کریم ﷺ پر پانچ پانچ آیات قرانیہ لے کر آتے تھے۔

امام ابن عساکر نے حضرت ابونضرہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابوسعید الخذری ہمیں پانچ آیات صبح اور پانچ آیات شام کو سکھاتے تھے اور ہمیں بتاتے تھے کہ جبرئیل امین بھی قرآن کی پانچ پانچ آیتوں کے ساتھ آتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فَرَقْنٰهُ کو تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے یعنی ہم نے اسے بیان کر دیا۔(2)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فَرَقْنٰهُ کا معنی فَصَّلْنٰهُ ہے۔ مُكْثٍ کا معنی مدت ہے، اذقان سے مراد چہرے ہیں۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد مُكْثٍ کا معنی ٹھہر ٹھہر کر روایت کیا ہے۔

امام ابن الضریس نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: قرآن، ایک دو راتوں میں یا ایک دو مہینوں میں یا ایک دو سالوں میں نازل نہیں ہوا بلکہ اس کی ابتدا اور انتہا کے درمیان بیس سال کا فاصلہ ہے یا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

امام ابن الضریس رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ قرآن نبی کریم ﷺ پر آٹھ سال تک مکہ میں اور دس سال ہجرت کے بعد نازل ہوتا رہا۔ حضرت قتادہ فرماتے تھے: دس سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں نازل ہوتا رہا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس سے مراد اہل کتاب کے لوگ ہیں۔ جب انہوں نے وہ کلام سنا جو محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 205 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 08-205 4۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 208

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: قَبْلِهٖ کی ضمیر کا مرجع نبی کریم ﷺ ہیں، اِذَا یُتْلٰی جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا۔(1)

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے: اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ سے مراد ان کی اپنی کتاب ہے۔

امام ابن المبارک، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عبدالاعلیٰ التیمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جسے ایسا علم دیا گیا جو اسے خالق کی (یاد اور خوف) کے لیے نہیں رلاتا اسے ایسا علم دیا گیا ہے جو غیر نافع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل علم کی تعریف اس طرح بیان کی ہے وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ ''اور وہ گر پڑتے ہیں تھوڑیوں کے بل گریہ وزاری کرتے ہوئے''۔(2)

امام احمد نے الزہد میں ابو الجراح سے اور انہوں نے ابو حازم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جبرئیل آئے تو آپ ﷺ کے پاس ایک شخص رو رہا تھا۔ جبرئیل نے پوچھا: یہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فلاں ہے۔ جبرئیل نے کہا ہم بنی آدم کے تمام اعمال کا وزن کرتے ہیں سوائے رونے کے۔ اللہ تعالیٰ ایک آنسو کے ساتھ جہنم کی آگ کی نہروں کو بجھا دیتا ہے۔(3)

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت نضر بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی امت کا ایک شخص روئے تو اللہ تعالیٰ اس ایک شخص کے رونے کی وجہ سے اس پوری امت کو آگ سے نجات عطا فرما دے۔ ہر عمل کا وزن اور ثواب ہوگا سوائے آنسو کے، ایک آنسو آگ کے سمندروں کو بجھا دیتا ہے۔ جو آنکھ خشیت الٰہی کی وجہ سے اپنے آنسوؤں کے ساتھ ڈبڈبا گئی اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم پر آگ کو حرام کر دیا۔ اگر آنسو رخسار پر بہہ پڑا تو اس چہرے پر کالک اور ذلت نہ چھائے گی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت الحمید ابو عثمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ داؤد علیہ السلام نے عرض کی الٰہی! جس شخص کی آنکھ سے آنسو تیری خشیت کی وجہ سے بہہ پڑیں اس کی کیا جزا ہے؟ فرمایا: اس کی جزا یہ ہے کہ میں اسے بڑی گھبراہٹ والے دن امن عطا فرماؤں گا۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۱۰﴾

''آپ فرمائیے یا اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، جس نام سے اسے پکارو اس کے سارے نام (ہی) اچھے ہیں اور نہ تو بلند آواز سے نماز پڑھو اور نہ بالکل آہستہ پڑھو اسے اور تلاش کرو ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ بلند آواز

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 209، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 209

3۔ کتاب الزہد، صفحہ 35، دار الکتب العلمیہ بیروت

سے دعا مانگتے تھے، آپ کہتے یا اللہ...... یا رحمٰن...... اہل مکہ نے جب آپ سے یہ کلمات سنے تو وہ آپ کی طرف متوجہ ہوئے (اور کہا کہ ہمیں تو دو خداؤں کے پکارنے سے منع کرتا ہے اور خود دو خداؤں کو پکارتا ہے) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں نماز پڑھی پھر دعا کی تو دعا میں کہا یا اللہ ... یارحمٰن... مشرکین نے کہا: اس صابی (دین سے پھرنے والا) کو دیکھو، ہمیں تو دو خداؤں کو پکارنے سے منع کرتا ہے اور خود دو خداؤں کو پکارتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ کھیت میں تھے اور آپ کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی تھی۔ یہود نے آپ ﷺ سے رحمٰن کے متعلق پوچھا۔ یمامہ میں ایک کاہن تھا جس کا نام رحمٰن تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن جریر نے حضرت مکحول سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک رات نماز تہجد پڑھ رہے تھے تو آپ ﷺ نے سجدہ میں کہا یارحمٰن یارحیم ایک مشرک نے آپ کی آواز سن لی تو صبح اس نے ساتھیوں سے کہا: دیکھو، ابن ابی کبشہ اس رحمٰن کو پکار رہا تھا جو یمن میں ہے۔ یمن میں ایک شیخ تھا جس کو رحمٰن کہا جاتا تھا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت نہشل بن سعید عن الضحاک عن ابن عباس کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کریمہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: یہ چوری سے امان ہے۔

مہاجرین میں سے ایک صحابی نے یہ آیت تلاوت فرمائی، جہاں وہ سویا تھا وہاں ایک چور داخل ہوا۔ اس نے گھر کا سارا سامان جمع کیا اور اٹھالیا۔ وہ گھر کا مالک سویا ہوا نہیں تھا۔ جب چور دروازے پر پہنچا تو اس نے دروازہ بند پایا۔ اس نے سامان کی گٹھڑی رکھ دی۔ اس نے تین مرتبہ کوشش کی (لیکن دروازہ بند پایا) گھر کا مالک ہنسا اور کہا میں نے اپنے گھر کو محفوظ کر رکھا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اَيًّا مَّا تَدْعُوْا یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے جس نام سے پکارو۔ (3)

امام سعید بن منصور، احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ اپنے صحابہ کرام کو نماز پڑھاتے تو قرآن کو بلند آواز سے پڑھتے، جب مشرکین آپ کی آواز سنتے تو قرآن کی نازل کرنے والے کی اور قرآن کو لانے والے کی گستاخی کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو فرمایا: وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ یعنی آواز سے قرأت نہ کیا کرو تا کہ مشرکین قرآن کو سن کر اس کی توہین اور گستاخی نہ کریں، وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا اور آواز کو اتنا پست بھی نہ کرو کہ صحابہ کرام کو بھی نہ سنا سکیں۔ وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اور تلاش کرو ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ۔ (4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 210، (مفہوم) دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

4۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 686، وزارت تعلیم اسلام آباد

امام ابن اسحاق، ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نماز میں جب جہری قرأت کرتے تو مشرکین تتر بتر ہو جاتے اور آپ کا قرآن سننے سے انکار کرتے۔ جب ان میں سے کوئی نماز کی حالت میں آپ ﷺ سے کلام سننا چاہتا تو وہ دوسرے مشرکین سے ڈر کی وجہ سے چوری چھپے سنتا۔ اگر وہ دیکھتا کہ مشرکین نے اسے قرآن سنتے ہوئے پہچان لیا ہے تو ان کی اذیت کے خوف سے چلا جاتا اور قرآن نہ سنتا۔ اگر رسول اللہ ﷺ پست آواز میں تلاوت کرتے تو جو آپ کی قرأت کو سنتے تھے وہ بھی نہیں سن سکتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ اپنی آواز کو قرأت کے ساتھ بلند نہ کرو تا کہ مشرکین آپ سے بھاگ جائیں۔ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا اور اتنا پست بھی آواز کو نہ کرو کہ جو چوری چھپے سننا چاہتا ہے وہ بھی نہ سن سکے ہوسکتا ہے۔ قرآن سن کر وہ اپنی جہالت سے باز آجائے اور اس سے نفع اٹھائے۔ وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا (اور تلاش کرو ان دونوں کے درمیان معتدل راستہ)۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ مکہ میں جہری قرأت کرتے تھے تو آپ کو اذیت دی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھتے تو جہراً قرأت کرتے، مشرکین آپ کو تکلیف دیتے تو یہ ارشاد نازل ہوا۔(2)

امام ابوداؤد نے ناسخ میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو جہری قرأت کرتے تھے، اس قرأت نے مشرکین کو اذیت دی، پھر آپ ﷺ اور صحابہ کرام نے انتہائی مخفی انداز میں قرأت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا اور سورۂ اعراف میں فرمایا وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ (الاعراف: 205)

امام طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کے تحت روایت کیا ہے: جب کوئی شخص نماز میں دعا مانگتا تھا تو وہ آواز کو بلند کرتا تھا۔(3)

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مسیلمہ کذاب کو رحمٰن کہا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے تو جہراً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے۔ مشرکین نے کہا: یہ یمامہ کے الٰہ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ کا ارشاد نازل فرمادیا۔(4)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت سعید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتے تھے۔ مسیلمہ کو رحمٰن کہا جاتا تھا۔ پس مشرکین نے جب نبی کریم ﷺ سے یہ الفاظ سنے تو کہنے لگے:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 213، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 198 (8093)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 273 (11710)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 185 (11442)

انہوں نے مسیلمہ الہ الیمامہ کا ذکر کیا ہے۔ پھر وہ تالیوں اور سیٹیوں کے ساتھ آپ کی نماز میں خرابی پیدا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ۔ (1)

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ جب قرآن بلند آواز سے پڑھتے تو مشرکین کو بڑا دکھ ہوتا۔ وہ نبی کریم ﷺ کو گستاخانہ کلمات سے اذیت پہنچاتے، یہ مکہ کا واقعہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا: وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا۔ اے پیارے محمد! اپنی آواز کو اتنا پست نہ کرو کہ آپ کے کان بھی نہ سن سکیں وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا بلکہ اعلان اور اخفاء کے درمیان معتدل راستہ اختیار کرو۔ نہ زیادہ آواز بلند ہو اور نہ بالکل پست ہو حتیٰ کہ آپ کے کان بھی نہ سن سکیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو یہ سب کچھ ترک کر دیا۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب قرأت کرتے تو آہستہ قرأت کرتے۔ حضرت عمر جب قرأت کرتے تو بلند آواز سے کرتے۔ حضرت ابوبکر سے کہا گیا تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنے رب سے مناجات کرتا ہوں، اسے میری حاجت کا علم ہے۔ حضرت عمر سے پوچھا گیا: تم اتنی بلند آواز میں قرأت کیوں کرتے ہو؟ فرمایا شیطان کو بھگاتا ہوں اور سونے والوں کو جگاتا ہوں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر سے کہا گیا تم تھوڑا بلند آواز سے پڑھو اور حضرت عمر سے کہا گیا تم تھوڑا پست آواز میں پڑھا کرو۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب ابوبکر رات گئے نماز پڑھتے تو آواز کو انتہائی پست رکھتے اور حضرت عمر جب نماز پڑھتے تو آواز کو انتہائی اونچا رکھتے۔ حضرت عمر نے کہا: اے ابوبکر! اگر آپ آواز کو کچھ بلند کرتے (تو بہتر ہوتا) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر آپ آواز کو تھوڑا پست رکھتے (تو بہتر ہوتا)۔ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اپنا اپنا معاملہ پیش کیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں یاروں کو بلا بھیجا، وہ آئے تو ابوبکر کو فرمایا: اپنی آواز کو کچھ بلند کرو اور حضرت عمر سے فرمایا: تم اپنی آواز کو تھوڑا پست کرو۔

سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، بخاری، مسلم، ابوداؤد نے الناسخ میں البزار، النحاس، ابن نصر، ابن مردویہ، اور بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: یہ آیت دعا کے متعلق نازل ہوئی۔ (3)

امام ابن جریر اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت تشہد کے بارے نازل ہوئی۔ (4)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت سوال اور دعا کے بارے نازل ہوئی۔ (5)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 199 (8100) 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 214

3۔ معرفۃ السنن والآثار از بیہقی، جلد 3، صفحہ 108 (3901) 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 215 5۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 211

امام محمد بن نصر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب بیت اللہ کے پاس نماز پڑھتے تو دعا میں آواز کو بلند کرتے۔ مشرکین نے آپ کو اذیت دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امام سعید بن منصور، بخاری (نے تاریخ میں)، ابن المنذر، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت دراج ابو السمح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہیں ایک بوڑھے انصاری صحابی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ آیت وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ الخ دعا کے بارے میں نازل ہوئی (یعنی) اپنی دعا میں اپنی آواز کو بلند نہ کرو کیونکہ تم اپنے گناہوں کو ذکر کرو گے تو لوگ سنیں گے اور ان کی وجہ سے تمہیں عار دلائی جائے گی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منیع، ابن جریر، محمد بن نصر، ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ دعا کے بارے نازل ہوئی۔ لوگ دعا میں بلند آواز کرتے تھے اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ۔ یہ آیت نازل ہوئی، تو انہیں درمیانی راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن شداد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بنی تمیم کے اعراب جب نبی کریم ﷺ پر سلام پیش کرتے تو اس طرح کہتے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِبِلًا وَّ وَلَدًا اے اللہ! ہمیں اونٹ اور اولاد عطا فرما۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔(2)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت دعا اور سوال کے متعلق نازل ہوئی۔(3)

امام ابن ابی حاتم اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ یعنی لوگوں کے دکھاوے کے لیے نماز نہ پڑھو، وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا اور لوگوں کے خوف سے نماز کو چھوڑ نہ دو۔(4)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ریا کاری کے ساتھ نماز نہ پڑھو اور حیاء کی وجہ سے نماز کو چھوڑ دو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ یعنی نماز کو کلیۃً جہری نہ بناؤ، وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا اور نہ کلیۃً سری بناؤ۔

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت ابی رزین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عبداللہ بن عمر کی قرأت میں وَ لَا تُخَافِتْ بِصَوْتِكَ وَلَا تَعَالَ بِهٖ تھا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس نے اخفا نہیں کیا جس نے اپنے کانوں کو سنایا۔(5)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 198 (8095)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 199 (8097)
3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 196 (29763)
4۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 256 (13029)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 198 (8091)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: علم عمل سے بہتر ہے اور بہتر امر درمیانہ ہے اور نیکی دو برائیوں کے درمیان ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ امور میں سے بہتر امر معتدل ہے۔

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

”اور آپ فرمائیے سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے نہیں بنایا (کسی کو اپنا) بیٹا اور نہیں ہے جس کا کوئی شریک حکومت و فرمانروائی میں اور نہیں ہے اس کا کوئی مددگار درماندگی میں اور اس کی بڑائی بیان کرو کمال درجہ کی بڑائی“۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہود اور نصاریٰ کہتے تھے کہ اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنایا) عرب کہتے تھے لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ (یہ عرب تلبیہ پڑھتے تھے) (میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، مگر جو شریک ہے وہ تیرے لیے ہے اس کا بھی مالک ہے اور جس کا وہ مالک ہے اس کا بھی تو مالک ہے) صابیوں اور مجوس نے کہا: اگر اللہ کے اولیاء نہ ہوتے تو وہ درماندہ ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نہ وہ کسی سے ڈرا اور نہ اس نے کسی کی مدد طلب کی۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا کے تحت روایت کیا ہے کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم جو وہ کہتے ہیں اس سے بڑھ کر تم اس کی بڑائی بیان کرو۔

احمد اور طبرانی نے معاذ بن انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آیۃ العز یہ آیت ہے: وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۔(3)

امام ابو یعلی اور ابن السنی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے جب کہ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا، آپ ایک بوسیدہ حالت شخص کے پاس آئے اور فرمایا: اے فلاں! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا بیماری اور تکلیف سے دوچار ہوں۔ فرمایا: کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھا دوں کہ جو تجھ سے بیماری

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 218، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 217

3۔ معجم کبیر، جلد 20، صفحہ 192 (30-429)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

اور تکلیف دور کر دیں؟ فرمایا یہ پڑھ تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۔ پھر دوبارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو اس کی حالت بہت اچھی تھی، پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں ہمیشہ وہ کلمات پڑھتا ہوں جو آپ نے مجھے سکھائے تھے۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب الفرج میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں اسماعیل بن ابی فدیک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جب بھی کوئی مصیبت لاحق ہوئی تو جبرئیل انسانی شکل میں میرے پاس آئے اور کہا یہ پڑھو۔ تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ، الآیہ۔

امام ابن جریر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں بتایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو یہ آیت سکھاتے تھے الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا (الآیہ)۔ ہر چھوٹے، بڑے کو سکھاتے تھے۔(1)

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت عبدالکریم بن ابی امیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب بنی ہاشم کا کوئی بچہ بولنے لگتا تو آپ اسے یہ آیت سات بار سکھاتے تھے: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا (الآیہ)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت عبدالکریم عن عمرو بن شعیب کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ بنی عبد المطلب کا کوئی بچہ بولنے لگتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے یہ آیت سات بار سکھاتے: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا (الآیہ)

امام ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

امام ابن السنی اور دیلمی رحمہما اللہ نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: جب تو بستر پر جائے تو یہ پڑھا کر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْكَافِيْ ... سُبْحَانَ اللّٰهِ الْاَعْلٰى ... حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى مَا شَاءَ اللّٰهُ ... قُضِيَ، سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا، لَيْسَ مِنَ اللّٰهِ مَلْجَاً وَّلَا وَرَاءَ اللّٰهِ مُلْتَجَاً ... تَوَكَّلْتُ عَلٰى رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ... مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا ... (الآیۃ) جو شخص نیند کے وقت یہ پڑھے گا۔ پھر شیاطین اور کیڑے مکوڑے کے درمیان بھی سو جائے گا تو اسے وہ کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تورات تمام کی تمام بنی اسرائیل کی پندرہ آیتوں میں ہے، پھر یہ تلاوت فرمائی لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۔(2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 217، داراحیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً

النحاس نے الناسخ میں اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سورۂ کہف مکہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۂ الکہف مکہ میں نازل ہوئی۔

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن الضریس، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیات یاد کیں وہ دجال کے فتنہ سے بچ گیا۔(1)

امام احمد، مسلم، نسائی اور ابوعبید رحمہم اللہ نے فضائل میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۂ الکہف کی پہلی دس آیات تلاوت کیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہو گیا۔(2)

امام ابوعبید اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیات حفظ کیں پھر دجال نے اسے پالیا تو وہ اسے کچھ نقصان نہ دے گا اور جس نے سورۂ کہف کی آخری آیات حفظ کر لیں قیامت کے روز وہ اس کے لیے نور ہوں گی۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابن الضریس، نسائی، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے سورۂ کہف تلاوت کی اور اس کے گھر میں ایک جانور تھا، وہ بدکنے لگا، پس اس شخص نے دیکھا کہ کہر یا بادل اس پر چھا رہا ہے۔ اس نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فلاں! پڑھ یہ سکینت تھی جو قرآن کی وجہ سے نازل ہو رہی تھی۔(3)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت اسید بن حضیر سے روایت کیا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں گزشتہ رات سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ اچانک کوئی چیز آئی، اس نے میرے منہ کو ڈھانپ لیا...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکو...... وہ سکینت تھی جو اس وقت آئی جب تم قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔(4)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۂ کہف کی پہلی تین آیات پڑھیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہو گیا۔(5)

امام ابن الضریس، نسائی، ابویعلی اور الرویانی رحمہم اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے سورۂ کہف کی آخری دس آیات پڑھیں وہ اس کے لیے دجال سے بچاؤ (کا باعث) ہوں گی۔

امام ابن امردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 399 (3391)، دارالکتب العلمیہ، بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 446، دار صادر بیروت
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 281
4۔ معجم کبیر، جلد 1، صفحہ 208 (564)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
5۔ جامع ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 2، صفحہ 112، وزارت تعلیم اسلام آباد

جس نے سوتے وقت سورۂ کہف کی دس آیات پڑھیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہے اور جس نے سوتے وقت اس کی آخری آیات پڑھیں وہ اس کے سر سے قدم تک قیامت کے روز نور (کا باعث) ہوں گی۔

امام ابن مردویہ اور الضیاء رحمہما اللہ نے المختارہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھی وہ ہر قسم کا فتنہ جو آئندہ آٹھ دنوں میں ہوگا، اس سے محفوظ رہے گا اگر دجال نکل آئے گا تو اس سے بھی محفوظ رہے گا۔

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، بیہقی نے سنن میں، طبرانی نے الاوسط میں، ابن مردویہ اور الضیاء رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۂ کہف تلاوت کی وہ اس کے لیے اس کی جگہ سے لے کر مکہ تک نور ہوگی اور جس نے اس کی آخری دس آیات پڑھیں پھر دجال نکل آیا تو وہ اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔(1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۂ کہف اسی طرح تلاوت کی جس طرح نازل ہوئی ہے تو وہ اس کے لیے قیامت کے روز نور ہوگی۔(2)

امام الحاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا) اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے روز سورۂ کہف کی تلاوت کی تو وہ اس کے لیے دو جمعوں کے درمیان عرصہ میں نور ہوگی۔(3)

ابوعبید، سعید بن منصور، دارمی، ابن الضریس، الحاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے سورۂ کہف جمعہ کے روز تلاوت کی تو وہ اس کے لیے اس کے اور بیت اللہ العتیق کے درمیان نور ہوگی۔(4)

امام حاکم رحمہ اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اسی طرح سورۂ کہف تلاوت کرے گا جیسے نازل ہوئی ہے پھر دجال نکل آئے تو وہ اس پر مسلط نہ ہوگا اور اس کے لیے اس شخص پر غلبہ کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔(5)

امام احمد، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۂ کہف مکمل پڑھی وہ اس کے لیے زمین سے لے کر آسمان تک نور کا باعث ہوگی۔(6)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ نے فرمایا: جو جمعہ کے روز سورۃ الکہف تلاوت کرے گا اس کے قدموں کے نیچے سے لے کر آسمان تک اس کے لیے نور پھیل جائے گا وہ قیامت کے روز اس کے لیے روشنی کرے گا اور دو جمعوں کے درمیان جتنے (صغیرہ) گناہ ہوں گے سب معاف کر دیئے جائیں گے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 752 (2072)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 475 (2446)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ معرفۃ السنن والآثار، جلد 4، صفحہ 422 (6686)، دار الوفاء منصورہ
4۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 474 (2444)
5۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 557 (8562)
6۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 439، دار صادر بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ سورت نہ بتاؤں جس کی عظمت نے آسمان اور زمین کے درمیانی حصہ کو بھر دیا ہے اور اس سورت کے کاتب کے لیے اس کی مثل اجر؟ جس نے جمعہ کے روز یہ سورت تلاوت کی تو اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ بخشش دیئے جائیں گے۔ اور جس نے سوتے وقت اس سورت کی آخری دس آیات تلاوت کیں اللہ تعالیٰ اسے (اللہ بیدار کرے گا وہ رات کے جس حصہ میں چاہے)۔ صحابہ کرام نے کہا: حضور ضرور بتائیے فرمایا وہ سورۂ اصحاب کہف ہے۔

امام سعید بن منصور نے حضرت خالد بن معدان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے سورۂ الکہف امام کے نکلنے سے پہلے ہر جمعہ کو تلاوت کی وہ اس کے اور جمعہ کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہوگی اور اس کا نور بیت اللہ تک پہنچے گا۔

امام ابن الضریس رحمہ اللہ نے حضرت ابوالمہلب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے جمعہ کے روز سورۂ کہف تلاوت کی وہ اس کے لیے آئندہ جمعہ تک (گناہوں) کا کفارہ ہوگی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سورۂ کہف کو التوراۃ میں الحائلۃ کہا جاتا ہے، یہ اپنے قاری اور آگ کے درمیان حائل ہوگی۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں سورۂ کہف تلاوت کی جاتی ہے اس گھر میں اس رات شیطان داخل نہیں ہوتا۔

امام ابوعبید اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ام موسیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما ہر رات سورۂ کہف تلاوت کرتے تھے وہ سورت آپ کے پاس ایک تختی پر لکھی ہوئی تھی، ہر رات آپ جس جس بیوی کے پاس جاتے وہ تختی آپ کے ساتھ رہتی تھی۔(2)

امام ابن ابی شیبہ نے زید بن وہب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں سورۂ کہف پڑھتے تھے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت صفیہ بن ابی عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فجر کی نماز میں سورۂ اصحاب کہف تلاوت کرتے ہوئے سنا۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے مسند الفردوس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سورۂ کہف مکمل نازل ہوئی اور اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے۔(3)

امام ابن اسحق، ابن جریر، ابن المنذر، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ (ان دونوں نے دلائل میں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قریش نے نضر بن الحارث اور عقبہ بن ابی معیط کو یہود کے علماء کی طرف مدینہ طیبہ بھیجا تا کہ وہ ان سے محمد (ﷺ) کے متعلق دریافت کریں اور ان کی صفات پوچھیں کیونکہ وہ پہلے اہل کتاب ہیں، ان کے پاس جو

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 475 (2448)، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ ایضاً
3۔ مسند الفردوس، جلد 4، صفحہ 275 (6812)، دار الکتب العلمیہ بیروت

انبیاء کا علم ہے وہ ہمارے پاس نہیں ہے پس وہ دونوں مدینہ طیبہ پہنچے اور یہود کے علماء سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھا، پہلے ان دونوں نے نبی کریم ﷺ کے معاملہ کے متعلق خود بتایا اور کہا کہ تم اہل تورات ہو ہم تمہارے پاس آئے ہیں تا کہ تم ہمیں اس کی نبوت کے معاملہ میں بتاؤ، یہودی علماء نے کہا: تم اس سے تین سوال کرو اگر وہ تینوں سوالوں کے جواب دے دے تو وہ واقعی نبی مرسل ہے۔ اگر وہ جواب نہ دے سکے تو وہ جھوٹا شخص ہے۔ پھر اس کے متعلق تم خود فیصلہ کرو۔ تم اس سے ان جوانوں کے متعلق پوچھو جو پہلے زمانہ میں اپنی بستی چھوڑ کر چلے گئے ان کا معاملہ کیا تھا کیوں کہ عربوں کے نزدیک ان جوانوں کا قصہ بڑا عجیب وغریب تھا۔ دوسرا سوال اس شخص کے متعلق پوچھے جس نے زمین کے مشرق ومغرب کا سفر کیا تھا اس کا واقعہ کیا ہے؟ تیسرا سوال اس سے روح کی حقیقت کے متعلق کرو، اگر وہ ان تینوں سوالوں کا جواب دے دے تو وہ نبی ہے تم اس کی اتباع کرو ورنہ اس کا دعویٰ نبوت من گھڑت اور افتراء عظیم ہے، نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط قریش کے پاس آئے تو انہیں بتایا کہ ہم ایسے تین سوال لائے ہیں جو محمد ﷺ اور ہمارے درمیان تنازعہ اور جھگڑے کو ختم کر دیں گے۔ یہود نے ہمیں چند امور کے متعلق پوچھنے کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں قریش کو سوالات بتائے قریش رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد! (ﷺ) ہمیں ان تین سوالوں کے جواب دو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں ان کا جوابات کل دوں گا۔ آپ ﷺ نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ وہ واپس چلے گئے۔ قدرت کی حکمت کا تقاضا تھا کہ پندرہ روز تک وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا نہ کوئی پیام آیا اور نہ کوئی پیامبر۔ اہل مکہ کو زبان طعن دراز کرنے کا موقع مل گیا۔ وحی کے انقطاع سے آپ کو بے حد پریشانی ہوئی اور اہل مکہ کی اذیت امیز گفتگو سے آپ کا دل مضطرب مزید تکلیف میں مبتلا ہو گیا پندرہ دن کے بعد جبرئیل امین سورۂ کہف کی یہ پہلی آیات لے کر تشریف لائے ان آیات میں ان کی تکلیف دہ باتوں پر پریشانی کا اظہار کرنے پر عتاب بھی تھا اور جو انہوں نے تین سوالات پوچھے تھے ان کے جوابات بھی تھے۔(1)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت السدی الصغیر عن الکلبی عن ابی صالح کے سلسلہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قریش نے پانچ افراد مدینہ طیبہ یہود کے پاس بھیجے جن میں عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث بھی تھے۔ انہوں نے یہود سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھا اور انہوں نے آپ کے طرز زندگی اور پیغام اور خصائل وغیرہ بیان کیے۔ یہود نے انہیں بتایا کہ ہم آپ کی صفات، مبعث اور خصائل وغیرہ تورات میں پڑھتے ہیں۔ جس طرح تم ان کی صفات خود بیان کر رہے ہو ان کے مطابق تو وہ نبی مرسل ہی لگتا ہے اور اس کا امر حق ہے۔ پس تم اس کی اتباع کرو، لیکن اس سے تین سوال کرو۔ اگر وہ نبی ہو گا تو دو کے جواب دے گا اور تیرے سوال کا جواب نہ دے گا۔ ہم نے یہی سوال مسیلمہ کذاب سے کیے تھے تو اسے ان کی کوئی خبر نہ تھی۔ نضر بن حارث وغیرہ قریش کے پاس یہود کا پیغام لے کر واپس آئے، تو قریش رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد! ﷺ ہمیں ذوالقرنین کے متعلق بتاؤ جو مشرق ومغرب تک پہنچا تھا۔ ہمیں روح کی حقیقت سے آگاہ کرو، ہمیں اصحاب کہف کے واقعہ کے متعلق خبر دو آپ ﷺ نے فرمایا ان سوالوں کے جوابات کل بتاؤں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 21-220، دار احیاء التراث العربی بیروت

گا۔ آپ ﷺ نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ جبرئیل امین پندرہ روز تک وحی لے کر نہ آئے کیونکہ آپ ﷺ نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی تاخیر انتہائی شاق گزری پندرہ روز کے بعد جبرئیل امین قریش کے سوالوں کے جوابات لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: جبرئیل بہت دیر لگادی، جبرئیل نے کہا کیونکہ آپ نے ان شاء اللہ چھوڑ دی تھی۔ کیا تم ان شاء اللہ نہیں کہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۙ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (الکہف: 24) پھر جبرئیل امین نے ذوالقرنین، روح اور اصحاب کہف کی اخبار آپ ﷺ کو بتائیں، آپ ﷺ نے قریش کو بلایا اور انہیں ذی القرنین کا واقعہ بتایا اور روح کے متعلق فرمایا روح میرے رب کا امر ہے۔ فرمایا میرے رب کو علم ہے مجھے اس کا علم نہیں جب آپ ﷺ نے یہودیوں کے قول کے متعلق تیرے سوال کا جواب نہ دیا تو قریش نے کہا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا (القصص: 48) یعنی تورات اور فرقان نے ایک دوسرے کی مدد کی ہے اور کہا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ (القصص) ہم ہر ایک کا انکار کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے انہیں اصحاب کہف کا واقعہ بتایا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس خطبہ کا اکثر حصہ دجال کے متعلق تھا۔ آپ ﷺ نے اس دن ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا ہے اس نے اپنی امت کو (دجال سے) ڈرایا ہے، میں انبیاء میں سے آخری نبی ہوں اور تم امتوں میں سے آخری امت ہو، وہ یقیناً تم میں ظاہر ہوگا، اگر وہ میری موجودگی میں ظاہر ہوا تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس کا مقابل ہوں گا اور اگر وہ میرے بعد نکلے تو ہر مسلمان خود اس کا مقابل ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ ہے۔ وہ عراق یا شام کے درمیان سے نکلے گا اور دائیں بائیں فساد کو برپا کرے گا اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا کیونکہ وہ پہلے کہے گا میں نبی ہوں جب کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اس کی آنکھوں کے درمیان (کافر) لکھا ہوا ہے، ہر مومن اس کو پڑھ لے گا تم میں سے جو اسے ملے اس کے چہرے پر تھوک دے اور سورۂ کہف کی درمیانی آیات پڑھے۔ دجال صرف ایک شخص پر غالب آئے گا پھر اسے قتل کرے گا پھر اسے دوبارہ زندہ کرے گا، وہ اس سے آگے تجاوز نہیں کرے گا اور اس شخص کے علاوہ کسی پر غالب نہیں آئے گا۔ اس کے فتنہ میں سے یہ ہے کہ اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی۔ اس کی آگ جنت ہوگی اور اس کی جنت آگ ہوگی جو اس کی آگ میں مبتلا کیا جائے گا تو اسے چاہیے کہ اپنی آنکھ بند کرلے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے، وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی جیسا کہ حضرت ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوئی تھی، اس کے ایام چالیس ہوں گے اس کا ایک دن سال کی طرح ہوگا، ایک دن مہینہ کی طرح ہوگا، ایک دن جمعہ کی طرح ہوگا اور ایک دن کئی ایام کی طرح ہوگا اور اس کے ایام کا آخری یوم سراب کی طرح ہوگا۔ ایک شخص مدینہ کے ایک دروازہ پر صبح کرے گا تو دوسرے دروازہ تک پہنچنے سے پہلے اسے شام ہو جائے گی۔ صحابہ کرام نے پوچھا: یارسول اللہ! ﷺ اتنے چھوٹے دنوں میں ہم نمازیں کیسے پڑھیں گے؟ فرمایا تم نمازوں پر اسی طرح قادر ہوگے جیسے تم لمبے ایام میں قادر ہوتے ہو۔ (1) واللہ اعلم۔

1۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 146 (7644)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؕ﴿۱﴾ قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَ یُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ﴿۲﴾ مَّاکِثِیۡنَ فِیۡہِ اَبَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّ یُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ٭﴿۴﴾ مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ وَّ لَا لِاٰبَآئِہِمۡ ؕ کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاہِہِمۡ ؕ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا کَذِبًا ﴿۵﴾

”سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے نازل فرمائی اپنے (محبوب) بندے پر کتاب اور نہیں پیدا ہونے دی اس میں ذرا کجی۔ (اور معاش و معاد کو) درست کرنے والی ہے تاکہ ڈرائے سخت گرفت سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور یہ مژدہ سنائے ان اہل ایمان کو جو کرتے ہیں نیک اعمال کہ بے شک ان کے لیے بہت عمدہ جزا ہے۔ وہ ٹھہریں گے اس (جنت) میں تا ابد اور تاکہ ڈرائے ان (نادانوں) کو جو یہ کہتے ہیں کہ بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے (فلاں کو اپنا) بیٹا۔ نہ انہیں اللہ تعالیٰ (کی ذات و صفات) کا کچھ علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو، کتنی بڑی ہے وہ بات جو نکلتی ہے ان کے مونہوں سے، وہ نہیں کہتے ہیں مگر (سرتاسر) جھوٹ“۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت علی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؕ قَیِّمًا کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کو عدل والا اور معاش و معاد کو درست کرنے والی بنایا ہے، اس میں کسی قسم کی کجی اور ٹیڑھے پن کا دخل نہیں۔ (1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے بندے پر اس کتاب کو نازل کیا جو معاش و معاد کو درست کرنے والی ہے اور اس نے اس میں کسی قسم کی کجی نہیں رکھی۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: قَیِّمًا کا معنی مُسْتَقِیْمًا (سیدھا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بَاۡسًا شَدِیۡدًا کا معنی عَذَابًا شَدِیْدًا روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مِّنۡ لَّدُنۡہُ کا معنی مِنْ عِنْدِہٖ (اپنے پاس سے) روایت کیا ہے۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِہِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا ﴿۶﴾

”تو کیا آپ (فرط غم سے) تلف کر دیں گے اپنی جان کو ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائے اس قرآن کریم پر،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 219، دار احیاء التراث العربی بیروت

افسوس کرتے ہوئے"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عتبہ، شیبہ، ابوجہل بن ہشام، نضر بن الحارث، عاص بن وائل، اسود بن مطلب اور ابوالبختری قریش کی ایک مجلس میں جمع تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے پوری دل سوزی اور اخلاص کے ساتھ کفار کو دعوت توحید دی تو انہوں نے اس پیکر خلوص کی دعوت حق کو قبول کرنے کی بجائے اس کا مذاق اڑانا شروع کر دیا اور صبح و شام طعن و تنقید ان کا مشغلہ بن گیا اس غیر منصفانہ طرز عمل پر آپ ﷺ کے شفیق و رحیم دل کو بہت تکلیف ہوئی خلوص آمیز تبلیغ کی تضحیک و انکار آپ کے لیے نہایت پریشانی اور قلق کا باعث تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کا معنی قَاتِلٌ نَفْسَكَ (اپنے نفس کو قتل کرنے والا) روایت کیا ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر سے اور عبد بن حمید نے حضرت مجاہد سے یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے، بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سے مراد قرآن ہے اور اَسَفًا کا معنی حَزِيْنًا (افسوس کرتے ہوئے) روایت کیا ہے، یعنی آپ اپنے نفس کو تلف کر دیں گے افسوس کرتے ہوئے اگر یہ ایمان نہ لائے۔

عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے اَسَفًا کا معنی جَزَعًا (غم و اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے) روایت کیا ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو اس آیت میں منع فرمایا ہے وہ لوگوں پر ان کے گناہوں کے سبب افسوس کریں۔(2)

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا قَاتِلٌ نَفْسَكَ۔

لبید بن ربیعہ نے اس معنی میں یہ لفظ استعمال کیے ہے۔

لَعَلَّكَ يَوْمًا ان فَقَدْتَ مَزَارَهَا عَلٰى بُعْدِهٖ يَوْمًا لِنَفْسِكَ بَاخِعُ

"اگر تو نے اس کے مزار کو اس کے بعد کی وجہ سے نہ پایا تو تم اپنے نفس کو قتل کر دو گے"۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝

"بے شک ہم نے بنایا ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں اس کے لیے باعث زینت و آرائش تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے اور ہم ہی بنانے والے ہیں ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں (ویران

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 224 2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 325 (1652)، دار الکتب العلمیہ بیروت

ئر کے) چٹیل میدان، غیر آباد"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا کے تحت روایت کیا ہے کہ جو کچھ زمین پر ہے اس کو زمین کے لیے باعث زینت بنایا۔(1)

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ مَا سے مراد مرد ہیں۔ یعنی ہم نے زمین پر مردوں کو زمین کی زینت بنایا۔

امام ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام ابونصر السجزی نے الابانۃ میں ابن عباس سے اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ ہم نے علماء کو زمین کی زینت بنایا۔

ابن ابی حاتم نے الحسن سے یہ روایت کیا ہے کہ نیک صالح بندوں کو اور اطاعت شعار لوگوں کو ہم نے زمین کی زینت بنایا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کیا معنی ہے؟ فرمایا تا کہ وہ آزمائے کہ تم میں سے کون از روئے عمل بہتر ہے اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے کون زیادہ پرہیز کرنے والا ہے اور اطاعت الٰہی میں کون تیزی دکھانے والا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے لِنَبْلُوَهُمْ کا معنی لِنَخْتَبِرَهُمْ (تا کہ ہم آزمالیں) روایت کیا ہے اور اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا کا معنی اَيُّهُمْ اَتَمُّ عَقْلًا (یعنی کون از روئے عقل کے کامل ہے) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن سے اس کا معنی روایت کیا ہے: تم میں سے کون زیادہ دنیا کو ترک کرنے والا ہے۔

امام سفیان ثوری سے ابن ابی حاتم نے یہ معنی روایت کیا ہے کہ دنیا سے کون زیادہ عدم دلچسپی کا اظہار کرنے والا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم زمین کے اوپر کی ہر چیز کو تباہ و برباد کرنے والے ہیں۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ صَعِيْدًا سے مراد مٹی ہے اور جُرُزًا سے مراد وہ میدان ہے جس میں کھیتی نہ ہو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جُرُزًا سے مراد بنجر اور غیر آباد ہے۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 226، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 226

"کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے ہماری ان نشانیوں میں سے ہیں جو تعجب خیز ہیں (یاد کرو) جب پناہ لی ان جوانوں نے غار میں پھر انہوں نے دعا مانگی اے ہمارے رب! ہمیں مرحمت فرما اپنی جناب سے رحمت اور مہیا فرما ہمارے اس کام میں ہدایت۔ پس ہم نے بند کر دیئے ان کے کان (سننے سے) اس غار میں کئی سال تک جو گنے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے انہیں بیدار کر دیا تا کہ ہم دیکھیں کہ ان دو گروہوں میں سے کون صحیح شمار کر سکتا ہے اس مدت کا جو وہ (غار میں) ٹھہرے تھے"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الضحاک سے روایت کیا ہے کہ **الْكَهْفِ** اس غار کو کہتے ہیں جو وادی میں ہوتی ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے علی کے طریق سے حضرت ابن عباس سے **الرَّقِيْمِ** کا معنی الکتاب روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت العوفی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے **الرَّقِيْمِ** کا معنی وادی روایت کیا ہے جو فلسطین اور ایلہ کے قریب ہے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ **الرَّقِيْمِ** کیا ہے کتاب ہے یا کوئی عمارت ہے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **الرَّقِيْمِ** کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں: یہ وہ کتاب ہے جس میں ان کا واقعہ بیان ہوا ہے اور بعض فرماتے ہیں: اس سے مراد وادی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: **الرَّقِيْمِ** سے مراد لکھی ہوئی تختی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **الرَّقِيْمِ** سے مراد پتھر کی وہ تختی ہے جس پر اصحاب کہف کا واقعہ اور ان کا معاملہ لکھا ہوا تھا پھر وہ غار کے دروازے پر رکھی گئی تھی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی سے روایت کیا ہے کہ جب اصحاب کہف کے اسماء ایک پتھر پر لکھے گئے، بادشاہ نے وہ اسماء لکھوائے تھے۔ اس نے یہ بھی لکھوایا کہ یہ ملک ریوس کے دور میں فوت ہوئے تھے پھر اس نے شہر کی دیوار کے دروازے پر اس تختی کو لگا دیا۔ پس جو شہر میں داخل ہوتا یا باہر نکلتا تو وہ اس تختی کو پڑھتا۔ **اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ** سے یہی مراد ہے۔

امام سعید بن منصور، عبد الرزاق، الفریابی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الزجاجی نے امالی میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ **الرَّقِيْمِ** کیا ہے۔ میں نے کعب سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ اس بستی کا نام ہے جس سے وہ لوگ نکلے تھے۔(3)

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سارے قرآن کا مفہوم جانتا ہوں سوائے چار کلمات کے (۱) غسلین (۲) حنانًا (۳) الاواہ (۴) **الرَّقِيْمِ**۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 229 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 230

3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 325 (1654)، دار الکتب العلمیہ بیروت 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 326 (1655)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الرَّقِیْمِ سے مراد کتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِیْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ میں نے آپ کو علم، سنت اور کتاب کی نعمت عطا کی ہے وہ اصحاب کہف ورقیم کی شان سے افضل ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے وہ ان کو نشانیوں میں سے تعجب خیز نشانی سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ہماری تعجب خیز نشانیوں میں سے نہیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ ہماری تعجب خیز نشانیوں سے نہیں ہیں وہ تو بادشاہوں کے بیٹے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوجعفر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اصحاب کہف نقدی کی تجارت کرنے والے تھے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اصحاب الرقیم کے متعلق سوال کرتے ہوئے سنا" تین افراد ایک غار میں داخل ہوئے تو ایک پتھر پہاڑ سے لڑھک کر ان کی غار کے منہ پر آ گیا اور ان پر نکلنے کا راستہ بند کر دیا، ان میں سے ایک نے کہا تم اپنے اپنے اچھے عمل کا ذکر کرو شاید اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ ان میں سے ایک نے کہا ہاں، میں نے ایک مرتبہ اچھا عمل کیا تھا۔ میرے بہت سے مزدور تھے جنہیں میں نے اپنے کام کے لیے اجرت پر حاصل کیا تھا۔ ہر ایک کے لیے ایک مخصوص اجر تھا۔ ایک دن میرے پاس ایک شخص آیا۔ اس وقت تقریباً نصف دن گزر چکا تھا۔ میں نے اس کو بقیہ دن کام کرنے کے لیے اجرت پر لگا دیا اور بقیہ دن کی جو مزدوری دوسرے کام کرنے والوں کو ملے گی اس کو بھی اتنی ہی ملے گی۔ باقی افراد کو پورا دن کام کرنا تھا۔ میں نے سوچا کہ میں جتنی اجرت دوسرے پورا دن کام کرنے والوں کو دوں گا اس کے لیے میں اس میں سے کمی نہیں کروں گا۔ پورا دن کام کرنے والوں میں سے ایک نے کہا تو اس کو بھی میری مثل اجرت دے رہا ہے جب کہ اس نے صرف آدھا دن کام کیا ہے۔ میں نے اسے کہا: میں نے جو تیرے ساتھ شرط رکھی تھی اس میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔ میرا اپنا مال ہے اس میں جیسے چاہوں تصرف کروں۔ وہ شخص ناراض ہو گیا اور اپنی اجرت کو چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کا حق گھر میں علیحدہ کر کے رکھ دیا، جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر میرے پاس سے ایک گائے کا ریوڑ گزرا۔ میں نے اس شخص (مزدور) کے لیے چھوٹے چھوٹے گائیوں کے بچے خریدے۔ وہ بڑھتے رہے وہ بڑھ گئے جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر بہت عرصہ بعد وہ شخص میرے پاس سے گزرا جب کہ وہ بوڑھا ضعیف ہو چکا تھا۔ میں اسے نہیں پہنچانتا تھا۔ اس نے مجھے کہا میرا تیرے پاس حق ہے، مجھے یاد نہ آیا حتی کہ اس نے مجھے یاد دلایا۔ میں نے کہا ہاں ہے۔ میں تو تیری تلاش میں تھا۔ میں نے اس کو وہ سارا مال پیش کیا جو اللہ تعالیٰ نے ان گائیوں میں سے پیدا کیا تھا۔ میں نے کہا یہ گائیں تیرا حق ہیں۔ اس نے کہا اللہ کے بندے! تو میرے ساتھ مزاح نہ کر، تو مجھ پر صدقہ نہ کر، تو مجھے میرا حق ادا کر دے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں تجھ سے مزاح نہیں کر رہا یہ تیرا ہی

حق ہے۔ میں نے وہ مال اسے پیش کر دیا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے اگر میں سچا ہوں اور میں نے یہ سب کچھ تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہم سے یہ پتھر ہٹا دے۔ پس پتھر تھوڑا سا کھل گیا حتیٰ کہ انہوں نے کچھ روشنی دیکھ لی۔

دوسرے نے کہا میں نے بھی ایک مرتبہ ایک نیکی کی تھی۔ وہ اس طرح کہ میرے پاس اضافی مال تھا۔ لوگوں کو شدت اور سختی کا سامنا ہوا۔ ایک عورت میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے نیکی اور خیر کا سوال کیا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! تم اپنا آپ میرے حوالے کر دو تو میں تجھ سے نیکی کروں گا۔ اس نے انکار کر دیا پھر دوبارہ آئی۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا۔ میں نے کہا تم اپنا آپ میرے حوالے کر دو تو مال ملے گا ورنہ نہیں۔ اس نے انکار کر دیا۔ پھر وہ تیسری مرتبہ آئی مجھے خدا کا واسطہ دیا۔ میں نے انکار کر دیا میں نے کہا تم اپنا آپ میرے حوالے کر دو تو مال ملے گا ورنہ نہیں۔ اس نے میری خواہش پوری کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے یہ صورت حال اپنے خاوند سے گوش گزار کی۔ خاوند نے کہا اس کی بات مان لے اور اپنے بچوں کی مدد کر، جب اس نے سخت حالات دیکھے تو اس نے اپنا آپ اس کے حوالے کر دیا، جب میں نے اس کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کیا تو اس عورت نے کہا میں اللہ رب العالمین سے ڈرتی ہوں۔ میں نے کہا تو اس بھوک اور شدت کے عالم میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے جب کہ میں خوشحالی میں اس سے نہیں ڈرتا؟ میں نے اس عورت کو اتنا مال دیا جو اسے اور اس کی اولاد کے لیے کافی تھا (اور میں بدکاری سے باز آ گیا)۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے (بدکاری کے ترک کرنے) کا عمل تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہم سے یہ پتھر ہٹا دے۔ پتھر تھوڑا سا مزید ہٹ گیا حتیٰ کہ انہوں نے مزید روشنی دیکھی اور انہیں راستہ کے کھل جانے کا یقین ہو گیا۔

تیسرے نے کہا: میں نے بھی ایک دفعہ نیکی کی تھی۔ میرے دو بوڑھے والدین تھے۔ وہ بڑھاپے کو پہنچ چکے تھے۔ میرا بکریوں کا ریوڑ تھا جنہیں میں چراتا تھا۔ میں اپنی بکریوں اور اپنے والدین کے درمیان آتا جاتا رہتا تھا۔ میں انہیں دودھ پلاتا اور سیر کرتا تھا۔ پھر اپنی بکریوں کی طرف لوٹ جاتا تھا۔ ایک دن سخت بارش آئی جس کی وجہ سے میں رک گیا۔ میں اپنے والدین کے پاس دیر سے پہنچا، میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا، میں اپنے کمرے میں داخل نہ ہوا حتیٰ کہ میں نے بکریوں کو دوہ لیا۔ پھر میں اپنے والدین کے پاس گیا تاکہ انہیں دودھ پلاؤں تو وہ سوئے ہوئے تھے۔ مجھے ان کو بیدار کرنا بھی اچھا نہ لگا اور اپنی بکریوں کو اکیلے چھوڑنا بھی میرے لیے باعث پریشانی تھا۔ میں والدین کے سرہانے بیٹھا رہا اور دودھ کا برتن میرے ہاتھ پر تھا حتیٰ کہ وہ صبح کے وقت بیدار ہوئے۔ میں نے انہیں اس وقت دودھ پیش کیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہم سے یہ پتھر ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ پتھر ان سے ہٹا دیا اور وہ تمام اپنے اپنے گھر والوں کے پاس چلے گئے۔

امام احمد اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلے لوگوں میں تین افراد تھے جو اپنے گھر والوں کے لیے خوراک طلب کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ باہر تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ وہ دوڑ کر ایک غار میں چلے گئے۔ اچانک ایک چٹان گری جس کے ساتھ غار کا منہ بند ہو گیا حتیٰ کہ انہیں کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا پتھر گرا ہے اور اثر مٹ چکا ہے ہمارے اس جگہ ہونے کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ

سے اپنے کسی اچھے عمل کا واسطہ دے کر دعا کرو۔ ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میرے والدین تھے میں ان کے لیے برتن میں دودھ دوھ کر ان کے پاس لاتا تھا۔ جب میں انہیں سویا ہوا پاتا تھا تو میں ان کے سرہانے کھڑا رہتا تھا۔ میں ان کو جگانا پسند نہیں کرتا تھا حتی کہ وہ خود جب چاہتے بیدار ہوتے تھے، اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رحمت کی امید اور تیرے عذاب کے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو ہم سے یہ مصیبت دور فرما۔ پس پتھر کا تیسرا حصہ زائل ہو گیا۔

دوسرے نے کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور اس کام پر لیا تھا جو وہ کام کرتا تھا۔ وہ میرے پاس اجرت لینے کے لیے آیا تو میں اس پر ناراض ہوا اور اسے جھڑکا وہ اجرت چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کو جمع رکھا پھر اس کی تجارت کی حتی کہ وہ بہت سا مال بن گیا۔ پھر عرصہ دراز گزر گیا میں چاہتا تو اسے اپنا پہلا مال دیتا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رحمت کی امید اور تیرے عذاب کے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو ہم سے یہ مصیبت دور فرما۔ پس پتھر کا دو ثلث ہٹ گیا۔

تیسرے نے کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ ایک عورت مجھے پسند آئی تھی پس اس کے لیے میں نے پیسے مقرر کیے تھے۔ جب میں اس کے ساتھ بدکاری پر قادر ہوا (تو بدکاری نہ کی) اسے چھوڑ دیا اور اس کے مقرر کردہ پیسے بھی دے دیے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رحمت کی امید اور تیرے عذاب کے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو ہم سے یہ مصیبت دور کر دے۔ پس وہ پتھر ہٹ گیا اور وہ باہر نکل آئے۔ (1)

امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن المنذر نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں سے تین افراد جا رہے تھے کہ اچانک بارش آ گئی۔ انہوں نے (بچاؤ کے لیے) ایک غار میں پناہ لی۔ (تقدیر الٰہی سے) غار کا منہ بند ہو گیا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں کوئی چیز نجات نہیں دے سکتی سوائے سچائی کے۔ پس ہر شخص اس عمل کے واسطہ سے دعا مانگے جس کے متعلق اسے یقین ہے کہ وہ اس میں سچا ہے۔ پس ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میرا ایک مزدور تھا جو ایک فرق چاول کے عوض مزدوری کرتا تھا۔ وہ اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ میں نے اس فرق چاول کو کاشت کیا۔ وہ اتنے ہو گئے کہ میں نے ان سے ایک گائے خریدی (پھر عرصہ دراز کے بعد)۔ وہ شخص اپنی اجرت طلب کرنے کے لیے میرے پاس آیا۔ میں نے اسے کہا کہ یہ تمام گائیں لے جا، اس نے کہا: میرا تو فقط تیرے پاس ایک فرق چاول تھا۔ میں نے اسے کہا یہ تمام گائیں لے جا کیونکہ یہ تمام اس ایک فرق کی وجہ سے بڑھی ہیں۔ پس وہ تمام لے گیا۔ اگر تو جانتا ہے کہ یہ سب عمل میں نے تیرے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو ہم سے یہ پتھر ہٹا دے۔ پس ان سے تھوڑا سا پتھر سرک گیا۔

دوسرے نے کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میرے دو بوڑھے والدین تھے، میں ہر رات ان کے پاس اپنی بکریوں کا دودھ لے کر آتا تھا۔ میں نے ایک رات دیر لگا دی میں پہنچا تو وہ دونوں سو چکے تھے۔ میرے بچے بھوک کی وجہ سے بلکتے رہتے تھے لیکن میں انہیں دودھ نہیں پلاتا تھا جب تک کہ میرے والدین نہیں پی لیتے تھے۔ میں نے انہیں بیدار کرنا ناپسند کیا اور میں نے یہ بھی ناپسند کیا کہ میں ان کو چھوڑ کر (چلا جاؤں) اور وہ دودھ پینے سے عاجز و محروم رہیں، میں انتظار کرتا رہا حتی کہ فجر طلوع

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 143، دار صادر بیروت

ہو گئی۔ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری خشیت کی وجہ سے کیا تھا تو ہم سے یہ پتھر دور فرما دے، پتھر تھوڑا اور ہٹ گیا حتی کہ انہوں نے آسمان دیکھ لیا۔

تیسرے نے کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میری ایک چچا کی بیٹی تھی۔ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے اس سے مطلب برآری کے لیے کہا تو اس نے انکار کیا مگر یہ کہ میں اسے سو دینار عطا کروں۔ میں نے اسے طلب کیا حتی کہ میں نے وہ دینار جمع کر لیے) پھر میں وہ دینار اس کے پاس لے آیا اور میں نے اسے پیش کر دیئے۔ اس نے مجھے اپنے نفس پر قدرت دے دی۔ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ سے ڈر اور انگوٹھی کو نہ توڑ مگر حق کے ساتھ۔ میں کھڑا ہو گیا اور اپنا سو دینار بھی چھوڑ دیا۔ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیرے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو ہم سے یہ پتھر دور فرما دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راستہ کھول دیا اور باہر نکل آئے۔(1)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نے حضرت امیر معاویہ کی معیت میں شام کی طرف مضیق کے غزوہ میں شریک ہوئے۔ ہم اس غار کے پاس سے گزرے جس میں اصحاب کہف تھے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ حضرت امیر معاویہ نے کہا کاش ہمارے لیے ان کا انکشاف ہو جاتا تو ہم دیکھ لیتے۔ ابن عباس نے انہیں فرمایا: تیرے لیے ایسا نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی روک دیا تھا جو تجھ سے بہتر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (الکہف:18) ''اگر تو جھانک کر انہیں دیکھے تو ان سے منہ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو اور تو بھر جائے ان کے (منظر) کو دیکھ کر ہیبت سے''۔ حضرت امیر معاویہ نے کہا میں نہیں باز آؤں گا حتی کہ ان کے متعلق جان لوں، انہوں نے چند افراد بھیجے اور انہیں کہا کہ جاؤ اور غار کے اندر داخل ہو کر دیکھو۔ وہ گئے۔ جب غار کے اندر داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی ہوا چلا دی جس نے انہیں باہر نکال دیا۔ ابن عباس کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے متعلق بیان فرمایا، فرمایا وہ ایک جابر بادشاہ کی مملکت میں رہتے تھے جو بتوں کی پوجا کرتا تھا۔ اس نے لوگوں کو بھی بتوں کی پوجا کرنے پر مجبور کیا۔ یہ نوجوان شہر میں رہتے تھے، جب انہوں نے بادشاہ کی طرف سے سختی دیکھی تو وہ اس شہر سے نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک غیر مقرر جگہ پر اکٹھا کر دیا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: تم کہاں جا رہے ہو، کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے بات ایک دوسرے سے چھپانی چاہی کیونکہ ہر ایک یہ نہیں جانتا تھا کہ دوسرا کس مقصد کے لیے باہر نکلا ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے عہد لیا کہ ایک دوسرے کو سچی بات بتائیں گے۔ اگر تو وہ ایک بات پر جمع ہوئے تو بہتر ورنہ دوسرے کی بات کو چھپا کر رکھیں گے۔ پس وہ ایک بات پر جمع ہوئے۔ فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا۝ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۝ وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ

1۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 493، وزارت تعلیم اسلام آباد

رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا (الکہف) وہ بیٹھ گئے اور ان کے گھر والے انہیں تلاش کر رہے تھے کہ وہ کہاں چلے گئے۔ معاملہ بادشاہ کے پاس لایا گیا۔ اس نے کہا آج کے دن ان لوگوں کی ایک شان ہوگی، لوگ نکلے وہ بادشاہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں چلے گئے، اس نے تانبے کی ایک تختی منگوائی اور اس میں ان نوجوانوں کے نام لکھ کر اپنی الماری میں رکھ دی۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ۔ رقیم سے مراد وہ تختی ہے جس پر ان کے نام لکھے گئے تھے۔ وہ نوجوان چلتے چلتے ایک غار میں داخل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کان غار میں کچھ سننے سے بند کر دیئے اگر سورج ان پر طلوع ہوتا یعنی ان پر دھوپ پڑتی تو وہ انہیں جلا دیتا اور اگر وہ کروٹیں نہ بدلتے تو زمین ان کے جسموں کو کھا جاتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ تَرَى الشَّمْسَ الآیہ (تو دیکھے گا سورج کو جب وہ ابھرتا ہے تو وہ ہٹ کر گزرتا ہے) پھر وہ بادشاہ چلا گیا اور دوسرا بادشاہ آ گیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور بتوں کی عبادت ترک کر دی، اس نے لوگوں میں عدل کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ سے انہیں بیدار کر دیا۔ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ، ان میں ایک کہنے والے نے کہا تم یہاں کتنی مدت ٹھہرے، بعض نے کہا ہم ٹھہرے ہوں گے ایک دن، بعض نے کہا دو دن، بعض نے زیادہ مدت کا ذکر کیا۔ ان میں سے جو عمر میں بڑا تھا۔ اس نے کہا اختلاف نہ کرو کیونکہ جس قوم نے بھی اختلاف کیا وہ ہلاک ہوگئی، تم ایک ساتھی کو سکہ دے کر اس شہر کی بھیجو، وہ گیا تو اس نے ہر چیز عجیب وانوکھی دیکھی۔ وہ ایک نان بائی کے پاس گیا۔ اس کی طرف اس نے درہم پھینکا اور ان کے دراہم اونٹنی کے بچے کی شکل کے بنے ہوئے تھے۔ نان بائی نے درہم کو عجیب خیال کیا اور پوچھا یہ درہم تمہیں کہاں سے ملا ہے؟ تو نے کوئی خزانہ پایا ہے مجھے وہ بتا دے ورنہ میں تمہارا معاملہ بادشاہ کے پاس پہنچاتا ہوں، اس شخص نے کہا کیا تو مجھے امیر سے ڈراتا ہے۔ وہ نان بائی امیر کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا فلاں، وہ اسے نہ پہچان سکا۔ امیر نے پوچھا کس بادشاہ کے دور کا ہے۔ اس نے کہا فلاں۔ وہ بادشاہ کو بھی نہ پہچان سکا۔ لوگ جمع ہو گئے اور ان کا معاملہ ایک عالم کے پاس لے گئے۔ اس نے اس سے پوچھا تو اس نے اسے بھی وہی جواب دیئے (لیکن کوئی پہچان نہ ہو سکی) امیر نے کہا میرے پاس ایک تختی ہے وہ لے آؤ۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے نم بتائے تو وہ اس تختی پر لکھے ہوئے تھے۔ اس نے لوگوں سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری تمہارے بھائیوں پر رہنمائی کی ہے۔ وہ تمام سوار ہو کر چل پڑے حتیٰ کہ غار تک پہنچ گئے۔ جب غار کے قریب پہنچے تو نوجوان نے کہا تم یہاں ٹھہرو میں اپنے ساتھیوں کے پاس جاتا ہوں، تم ہجوم نہ کرو ورنہ وہ تم سے ڈر جائیں گے۔ وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی ہے۔ لوگوں نے کہا تم ہمارے پاس باہر آ جاؤ گے۔ اس نے کہا ہاں ان شاء اللہ میں باہر آؤں گا۔ وہ اندر داخل ہوا تو لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں چلا گیا۔ وہ ان سے گم ہو گیا۔ لوگوں نے اسے تلاش کرنے کی پوری کوشش کی لیکن وہ ان جوانوں تک پہنچنے پر قادر نہ ہوئے۔ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا (کہف: 21) لوگوں نے کہا ہم ان پر ایک مسجد تعمیر کریں گے، پس لوگوں نے وہاں ایک مسجد تعمیر کی۔ لوگ ان کے لیے دعا اور استغفار کرتے تھے۔

امام عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اصحاب کہف بادشاہوں کے بیٹے تھے۔ اللہ

B

تعالیٰ نے انہیں اسلام کی دولت سے نوازا تھا۔ پس انہوں نے اپنے دین کے ساتھ پناہ لی۔ وہ لوگوں سے جدا ہو گئے حتی کہ وہ ایک غار میں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کان سننے سے بند کر دیئے۔ وہ ایک طویل مدت غار میں ٹھہرے رہے حتی کہ ان کی امت ہلاک ہو گئی اور دوسری امت آ گئی، اس کا بادشاہ مسلمان تھا، ان کا روح اور جسم میں اختلاف ہوا۔ ایک کہنے والے نے کہا روح اور جسم دونوں اٹھائے جائیں گے، کسی دوسرے نے کہا روح کو اٹھایا جائے گا جسم کو تو مٹی کھا جاتی ہے۔ وہ کچھ بھی نہیں ہوتا ان کے بادشاہ پر یہ اختلاف شاق گزرا۔ اس نے ٹاٹ کا لباس پہن لیا اور راکھ پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اے میرے پروردگار! ان لوگوں کا اختلاف تو دیکھ رہا ہے، ان کے لیے کوئی نشانی بھیج دے جو ان کے اختلاف کو ختم کر دے اور مسئلہ کو واضح کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اصحاب کہف کو اٹھایا، اصحاب کہف نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا تا کہ وہ کھانا خرید لائے، وہ بازار میں داخل ہوا۔ جب اس نے اجنبی چہرے دیکھے، راستے پہچانے اور ایمان کو شہر میں غالب دیکھا تو وہ چھپ کر چلنے لگا حتی کہ وہ ایک شخص کے پاس آیا اور اس سے کھانا خریدنا چاہا، جب اس شخص نے وہ سکہ دیکھا تو اسے بڑا عجیب لگا۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا وہ چھوٹے اونٹ کی طرح ہے۔ نوجوان نے پوچھا کیا تمہارا بادشاہ فلاں نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا نہیں ہمارا بادشاہ تو فلاں ہے، معاملہ پھیلتے پھیلتے بادشاہ تک پہنچ گیا۔ اس نے لوگوں کو بلایا اور اکٹھا کیا۔ اس نے کہا تم نے روح اور جسم کے متعلق اختلاف کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نشانی بھیج دی۔ یہ شخص فلاں قوم سے ہے یعنی ان کا بادشاہ وہ تھا جو پہلے گزر چکا ہے۔ نوجوان نے کہا تم لوگ میرے ساتھیوں کے پاس چلو، بادشاہ سوار ہوا اور لوگ بھی اپنی سواریوں پر سوار ہو گئے حتی کہ وہ غار کے دہانے پر پہنچ گئے۔ نوجوان نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس جاتا ہوں۔ انہوں نے اس کو دیکھا اور اس نے انہیں دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے کان سننے سے بند کر دیئے۔ جب انہوں نے باہر آنے میں دیر لگا دی تو بادشاہ غار میں داخل ہوا اور لوگ بھی اس کے ساتھ داخل ہوئے، وہاں جسم بالکل تروتازہ پڑے تھے لیکن ان میں روح نہیں تھی۔ بادشاہ نے کہا یہ نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھیجی ہے۔ ابن عباس نے حبیب بن مسلمہ کے ساتھ ایک جنگ میں شرکت کی تو وہ اس غار کے پاس سے گزرے۔ پس اس میں صرف ہڈیاں پڑی تھیں، ایک شخص نے کہا یہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ہیں، ابن عباس نے فرمایا ان کی ہڈیوں کو تین سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔(1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اصحاب کہف اپنے شہر کے بڑے اور رئیس لوگوں کے بیٹے تھے۔ وہ باہر نکلے اور ایک غیر مقرر جگہ پر شہر سے دور جمع ہو گئے۔ ایک نے کہا جوان سے زیرک تھا۔ میرے دل میں ایک خیال آیا ہے شاید وہ اور کسی کے دل میں نہیں آیا ہو گا، دوسرے ساتھیوں نے کہا تو کیا سوچتا ہے؟ اس نے کہا میں سوچتا ہوں کہ میرا رب، آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ وہ تمام کھڑے ہوئے اور کہا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا تو انہوں نے (برملا) کہہ دیا ہمارا پروردگار وہ ہے جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا ہم ہرگز نہیں پکاریں گے اس کے سوا کسی معبود کو (اگر ہم ایسا کریں) تو گویا ہم نے ایسی بات کہی جو حق سے

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 323 (1649)، دار الکتب العلمیہ بیروت

دور ہے)ان نوجوانوں کا واقعہ قرآن نے ذکر کیا ہے، ان سب نے اتفاق کیا تھا کہ وہ غار میں داخل ہوں گے۔ اس وقت ان کے شہر کا حکمران ایک جابر وظالم شخص تھا جس کو دقیوس کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا عرصہ چاہا وہ غار میں سوئے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں بیدار کیا تو انہوں نے ایک جوان کو بھیجا تا کہ وہ ان کے لیے کھانا لائے۔ جب وہ باہر نکلا تو غار کے دروازے پر ایک باڑ تھی۔ اس نے کہا یہ تو کل شام کے وقت یہاں نہیں تھی۔ اس نے مسلمانوں کی کلام میں ذکر الٰہی سنا، لوگ ان نوجوانوں کے جانے کے بعد مسلمان ہو چکے تھے۔ ان کا اب بادشاہ ایک نیک شخص تھا۔ اس نوجوان نے سوچا کہ شاید وہ راستہ بھول گیا ہے، اس نے اپنے اس شہر کو دیکھا جس سے وہ نکلا تھا اور ان دو شہروں کو دیکھا جو اس کے سامنے تھے ان شہروں کے اسماء یہ تھے افسوس، ایدیوس اور شاموس اس نے کہا میں راستہ تو نہیں بھولا یہ شہر تو وہی ہیں افسوس، ایدیوس اور شاموس۔ اس نے اس شہر کا رخ کیا جس سے نکلا تھا۔ پھر وہ بازار میں آیا اس نے اپنا سکہ ایک شخص کے ہاتھ پر رکھا۔ اس شخص نے وہ سکہ دیکھا تو وہ لوگوں کے درمیان مروج سکہ نہ تھا۔ وہ شخص اسے بادشاہ کے پاس لے گیا جب کہ نوجوان خوف زدہ تھا، اس بادشاہ نے نوجوان سے سوال کیے۔ پھر بادشاہ نے کہا شاید یہ نوجوان ان افراد میں سے ہے جو دقیوس بادشاہ کے عہد میں نکل گئے تھے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتا تھا کہ وہ مجھے ان نوجوانوں کی زیارت کرائے اور مجھے ان کی جگہ کا علم عطا فرمائے۔ بادشاہ نے اس شہر کے بزرگ لوگوں کو بلایا۔ تو ان میں سے ایک شخص کے پاس نوجوانوں کے نام اور نسب لکھے ہوئے تھے۔ بادشاہ نے ان سے وہ نام اور نسب پوچھے تو انہوں نے بتا دیئے پھر نوجوان کے ساتھ چلے تا کہ اپنے ساتھیوں پر ان کی رہنمائی کرے۔ حتی کہ جب وہ غار کے قریب پہنچے تو غار میں موجود نوجوانوں نے لوگوں کی آواز اور آہٹ سنی اور کہا لوگ آ رہے ہیں اور ہمارے ساتھی کو شاید پکڑ لیا گیا ہے۔ وہ نوجوان ایک دوسرے کے گلے ملے اور ایک دوسرے کو اپنے دین پر پختہ رہنے کی وصیت کرنے لگے، جب وہ نوجوان غار کے قریب پہنچا تو لوگوں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو سب حق کی موت کا جام شیریں نوش کر چکے تھے، جب بادشاہ نے انہیں مردہ حالت میں دیکھا تو اسے بہت افسوس ہوا کہ وہ ان نوجوانوں کو زندہ حالت میں نہ دیکھ سکا۔ بادشاہ نے کہا میں انہیں دفن نہیں کروں گا، میرے پاس سونے کا صندوق لے آؤ۔ ان نوجوانوں میں سے ایک بادشاہ کے خواب میں آیا اور کہا تو ہمیں سونے کے صندوق میں بند کرنا چاہتا ہے، ایسا نہ کر ہمیں اپنی غار میں ہی رہنے دے، ہم مٹی سے تخلیق کیے گئے ہیں اور مٹی میں ہی ہم نے لوٹنا ہے۔ پس بادشاہ نے ان کو غار میں ہی رہنے دیا اور ان کی غار کے اوپر ایک مسجد تعمیر کر دی۔

امام عبدالرزاق اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک شخص اصحاب کہف کے شہر میں آیا اور اس نے شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اسے کہا گیا کہ شہر کے دروازے پر ایک بت ہے جو بھی اس شہر میں داخل ہوتا ہے وہ اسے سجدہ کرتا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے حواری نے اس شہر میں داخل ہونا ناپسند کیا۔ وہ شہر کے قریب ایک حمام تھا اس میں آیا۔ وہ اس میں محنت مزدوری کرتا تھا اور حمام کے مالک سے اجرت لیتا تھا۔ حمام کے مالک نے بڑی برکت اور رزق میں وسعت محسوس کی۔ اس حواری کے کچھ اور نوجوان دوست بن گئے۔ حواری انہیں زمین وآسمان کی خبریں سناتا تھا حتی کہ وہ بھی مومن بن گئے اور اس کی تصدیق کی، حواری نے حمام کے مالک

سے یہ شرط لگائی کہ رات کو میری اپنی مصروفیت ہوگی۔ رات کے وقت میرے اور میری نماز کے درمیان کوئی حائل نہ ہوگا۔ حالات اسی طرح گزرتے گئے، ایک دن بادشاہ کا بڑا ایک عورت کو لے کر حمام میں آیا۔ حمامی نے اسے شرم دلائی اور کہا تو شہزادہ ہے اور اس عورت کے ساتھ حمام میں داخل ہو رہا ہے۔ شہزادہ کو شرم محسوس ہوئی تو وہ واپس لوٹ گیا۔ ایک مرتبہ پھر شہزادہ ایک عورت کو لے کر آیا۔ حمامی نے پھر اسی طرح کہا تو شہزادے نے اسے گالیاں دیں اور اسے ڈانٹ دیا اور حمامی کی بات کی طرف کچھ توجہ نہ دی اور حمام کے اندر داخل ہوگیا۔ وہ شہزادہ اور وہ عورت حمام کے اندر ہی مر گئے۔ بادشاہ آیا تو اسے خبر دی گئی کہ حمام والے نے تیرے بیٹے کو قتل کر دیا ہے بادشاہ نے حمامی کو تلاش کیا لیکن وہ نہ مل سکا۔ وہ کہیں بھاگ کر چلا گیا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا اس کے ساتھ کون رہتے تھے؟ ان نوجوانوں کے نام بتائے گئے، ان نوجوانوں کو بھی تلاش کیا گیا لیکن وہ بھی شہر سے باہر نکل گئے تھے، راستہ میں وہ نوجوان ایک شخص کے پاس سے گزرے جوان کی طرح ایمان لا چکا تھا۔ وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ اس کے ساتھ ایک کتا تھا۔ وہ بھی ساتھ چل نکلا۔ رات کے وقت وہ سب غار میں داخل ہو گئے۔ آپس میں کہنے لگے ہم رات یہاں گزاریں گے، صبح ہوگی تو آئندہ کا پروگرام سوچیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر غنودگی طاری فرمادی۔ بادشاہ اپنے ساتھیوں کی مدد سے ان کی تلاش میں نکلا۔ اسے پتہ چلا کہ وہ اس غار میں داخل ہوئے ہیں۔ بادشاہ کے اہلکاروں میں سے ایک نے غار کے اندر داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اس پر ایسی دہشت اور رعب طاری ہوا کہ اس کی حالت دیکھ کر کوئی دوسرا غار میں داخل نہ ہوا۔ بادشاہ کو ایک ساتھی نے کہا آپ انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا ہاں۔ اس نے کہا پھر غار کے دروازے پر دیوار بنادو اور انہیں یہیں چھوڑ دو، خود بخود بھوکے پیاسے مر جائیں گے۔ بادشاہ نے اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے غار کا منہ بند کروادیا۔ وہب فرماتے ہیں: غار کا منہ بند ہوئے زمانہ بیت گیا۔ ایک دفعہ ایک چرواہے کو غار کے قریب بارش آگئی۔ اس نے سوچا اگر میں اس غار کا منہ کھول دوں اور اپنی بکریاں اس میں داخل کر دوں تو بارش سے بچ جائیں گی۔ اس نے کوشش سے غار کا منہ کھول دیا۔ اللہ تعالیٰ نے صبح کے وقت دوسرے دن اصحاب کہف کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دیں۔ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو سکہ دے کر بھیجا تا کہ وہ ان کے لیے کھانا خرید لائے۔ جب وہ اپنے شہر کے دروازے پر آیا تو جوان کے سکے کو دیکھتا عجیب ہی دیکھتا حتیٰ کہ وہ ایک شخص کے پاس آیا اور اسے کہا مجھے ان دراہم کے عوض کھانا دے۔ اس شخص نے کہا تجھے یہ دراہم کہاں سے ملے ہیں؟ اس نے کہا میں اور میرے ساتھی کل یہاں سے گئے تھے حتیٰ کہ ہمیں رات فلاں غار میں آگئی، پھر میرے ساتھیوں نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے لیے کھانا خرید لاؤں، اس شخص نے پوچھا تیرے ساتھی کہاں ہیں؟ اس نے کہا غار میں ہیں۔ وہ شخص اس کے پیچھے چل پڑا حتیٰ کہ وہ غار کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اس نے کہا تم یہاں ٹھہرو، پہلے میں خود اپنے ساتھیوں کے پاس جاتا ہوں۔ جب انہوں نے اسے دیکھا اور وہ ان کے قریب پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام کے کان سننے سے بند کر دیئے، پس دوسرے لوگوں نے غار میں جانے کا ارادہ کیا تو جو اندر داخل ہوتا اس پر رعب اور دہشت طاری ہو جاتی وہ اندر نہ جاسکے، انہوں نے ان کے قریب ایک مسجد بنادی، جس میں لوگ نماز پڑھتے تھے۔ (1)

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 326 (1656)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام الزجاجی رحمہ اللہ نے امالی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نوجوان جب اپنے دین کے ضیاع کے خوف سے اپنے گھر والوں سے بھاگ گئے تو لوگوں نے ان کے مفقود ہونے کی خبر بادشاہ کو پہنچادی۔ اس نے رصاص کی تختی منگوائی اور اس میں ان نوجوانوں کے نام لکھ دیئے اور اس تختی کو ایک الماری میں محفوظ کر دیا اور اس نے کہا ان کی ایک بہت بڑی شان ہوگی یہی تختی ہی الرقیم ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اسے سلا دیا ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ پھر ہم نے انہیں نیند سے بیدار کیا تا کہ ہم دیکھیں ان دو گروہوں میں سے ''یعنی ان نوجوانوں کی قوم میں سے اہل ہدایت اور اہل ضلالت میں سے''۔ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا انہوں نے اس دن مہینہ اور سال کو لکھ لیا جس میں وہ نوجوان نکلے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ الخ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ ان دو فریقوں میں سے کسی کے پاس علم نہ تھا، نہ ان کے مومنین کے پاس اور نہ ان کے کفار کے پاس۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ۖ﴿۱۳﴾ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ﴿۱۵﴾

''(اے حبیب) ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ان کی خبر ٹھیک ٹھیک بے شک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے (نور) ہدایت میں اضافہ کر دیا اور ہم نے مضبوط کر دیا ان کے دلوں کو جب وہ راہ حق میں کھڑے ہو گئے تو انہوں نے (برملا) کہہ دیا ہمارا پروردگار وہ ہے جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا، ہم ہرگز نہیں پکاریں گے اس کے سوا کسی معبود کو (اگر ہم ایسا کریں) تو گویا ہم نے ایسی بات کہی جو حق سے دور ہے یہ ہماری قوم ہے، جنہوں نے بنالیا ہے اس کے سوا غیروں کو (اپنے) خدا۔ کیوں نہیں پیش کرتے ان (کی خدائی) پر کوئی ایسی دلیل جو روشن ہو ورنہ پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے''۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا تو وہ نوجوان تھا اور کسی بھی عالم کو علم کی نعمت ملی تو وہ نوجوان تھا پھر بطور دلیل یہ آیت پڑھی قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ﴿﴾ (الانبیاء) اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ (الکہف: 60) اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے ھُدًى کا معنی اخلاص نقل کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کا یہ مطلب نقل کیا ہے کہ ہم نے ان کے دلوں کو ایمان کے ساتھ مضبوط کر دیا۔ اور شَطَطًا کا مطلب کذباً (جھوٹ) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے شَطَطًا کا معنی ظلم روایت کا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے شَطَطًا کا مطلب قول میں خطا روایت کیا ہے۔

وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یُهَیِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

''اور جب تم الگ ہو گئے ان (کفار) سے اور ان معبودوں سے جن کی یہ پوجا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا۔ تو اب پناہ لو غار میں پھیلا دے گا تمہارے لیے تمہارا رب اپنی رحمت (کا دامن) اور مہیا کر دے گا تمہارے لیے تمہارے اس کام میں آسانیاں''۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحہم اللہ نے حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ نوجوانوں کی قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی تھی اور اس کے ساتھ مختلف خداؤں کی عبادت بھی کرتی تھی۔ پس وہ نوجوان ان بتوں کی عبادت سے جدا ہو گئے لیکن عبادت الٰہی سے جدا نہ ہوئے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے مصحف میں یہ عبارت اس طرح تھی وَمَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ۔ گویا یہ قرأت اس آیت کی تفسیر ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان کی غار دو پہاڑوں کے درمیان تھی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں مِّرْفَقًا کا معنی غذاء ہے۔

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَ تَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْهِمْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 244، داراحیاء التراث العربی بیروت

لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَ لَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾

’’اور تو دیکھے گا سورج جب وہ ابھرتا ہے تو وہ ہٹ کر گزرتا ہے ان کی غار سے دائیں جانب اور جب وہ ڈوبتا ہے تو بائیں طرف کتراتا ہوا ڈوبتا ہے اور وہ (سورہے) ہیں ایک کشادہ جگہ غار میں۔ (سورج کا) یوں (طلوع و غروب) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ (حقیقت یہ ہے) کہ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کردے تو تو نہیں پائے گا اس کے لیے کوئی مددگار (اور) راہنما (اور اگر تو دیکھے تو) تو انہیں بیدار خیال کرے گا حالانکہ وہ سورہے ہیں اور ہم ان کی کروٹ بدلتے رہتے ہیں (کبھی) دائیں جانب اور (کبھی) بائیں جانب اور ان کا کتا پھیلائے بیٹھا ہے اپنے دونوں بازو ان کی دہلیز پر۔ اگر تو جھانک کر انہیں دیکھے تو ان سے منہ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو اور تو بھر جائے ان کے (منظر) کو دیکھ کر ہیبت سے۔ اور اسی طرح ہم نے بیدار کردیا تاکہ وہ ایک دوسرے سے آپس میں پوچھیں۔ کہنے لگا ایک کہنے والا ان سے کہ تم یہاں کتنی مدت ٹھہرے ہو؟ بعض نے کہا ہم ٹھہرے ہوں گے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ دوسروں نے کہا تمہارا رب بہتر جانتا ہے جتنی مدت تم ٹھہرے ہو، پس بھیجو کسی کو اپنے ساتھیوں سے اپنے ایک سکہ کے ساتھ شہر کی طرف۔ پس وہ دیکھے کہ کس کے ہاں عمدہ پاکیزہ کھانا ملتا ہے۔ پس وہ لے آئے تمہارے پاس کھانا وہاں سے۔ اسے چاہیے کہ وہ خوش خلقی سے کام لے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے وہ لوگ اگر آگاہ ہو گئے تم پر تو وہ تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کردیں گے یا تمہیں (جبراً) لوٹا دیں گے اپنے (جھوٹے) مذہب میں اور (اگر تم نے ایسا کیا) تو تم کبھی بھی فلاح نہیں پاسکو گے‘‘۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تَّزٰوَرُ کا معنی تَمِیْلُ اور تَقْرِضُ کا معنی تَذَرُ (چھوڑ کر) روایت کیا ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے تَقْرِضُ کا معنی تَتْرُكُ (چھوڑ کر)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 45-244

روایت کیا ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں فَجْوَةٍ کا معنی اندر کی جگہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے فَجْوَةٍ کا معنی زمین کی علیحدہ اور تنہا جگہ روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے فَجْوَةٍ کا مطلب ناحیہ (کنارہ) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے تحسب کا فاعل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی اے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں بیدار خیال کریں گے۔ حالانکہ وہ سورہے ہیں۔ فرماتے ہیں: وہ پہلی نیند میں ہیں یعنی وہ اپنی نیند میں ایک سال میں ایک مرتبہ کروٹ بدلتے تھے۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ چھ ماہ ایک پہلو پر اور چھ ماہ دوسرے پہلو پر سوتے تھے۔

ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن عیاض سے روایت کیا ہے کہ وہ ہر سال میں دو مرتبہ کروٹ بدلتے تھے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ہم ان کی نو سال کروٹ بدلتے رہے۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہم ان کی کروٹیں بدلتے رہے تاکہ زمین ان کے گوشت نہ کھائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد اور الحسن رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ اصحاب کہف کے کتے کا نام قطمیر تھا۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے ایک عالم آدمی سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں: اصحاب کہف کا کتا شیر تھا۔ اس عالم نے کہا: اللہ کی قسم! وہ شیر نہیں تھا بلکہ وہ سرخ رنگ کا کتا تھا، وہ اس کے ساتھ گھر سے نکلے تھے۔ اس کتے کو قطمور کہا جاتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کثیر النواء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اصحاب کہف کا کتا زرد رنگ کا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سفیان کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کوفہ میں ایک شخص تھا جسے عبید کہا جاتا تھا، اسے جھوٹ سے متہم نہیں کیا جاتا تھا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اصحاب کہف کا کتا دیکھا، وہ موٹی چادر کی طرح سرخ تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت جویبر عن عبید السواق رحمہ اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں: میں نے اصحاب کہف کا کتا دیکھا جو چھوٹا سا تھا۔ غار کے دروازے پر ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔ عبید السواق اشارہ کر کے بتاتے تھے کہ وہ اس طرح کانوں کو حرکت دیتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن حمید المکی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتے کا رزق اس کے بازوؤں کے چاٹنے کو بنا دیا تھا۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے کئی طرق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الوصید سے مراد فناء ہے۔(1)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس سے بِالْوَصِيْدِ کا معنی دروازہ روایت کیا ہے۔(2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 247 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 248

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے اس کا معنی غار کے دروازے کا فناء روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بِالْوَصِيْدِ کا معنی اَلصَّعِيْد (مٹی) روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر رنے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ وہ کتا غار کے دروازے کو ان نوجوان کے اوپر بند کیے ہوئے تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میرا ایک ساتھی تھا وہ بڑا سخت مزاج تھا۔ وہ اس غار کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا: میں اس غار کو اندر سے دیکھ کر ہی جاؤں گا۔ اسے کہا گیا ایسا نہ کر، کیا تو نے یہ ارشاد نہیں پڑھا لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا ''اگر تو جھانک کر دیکھے ان پر تو تو ان سے منہ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو''۔ اس نے کہا میں ضرور دیکھوں گا۔ پس اس نے جھانک کر دیکھا تو اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور اس کے بال تبدیل ہو گئے۔ اس کے بعد وہ لوگوں کو بتاتا تھا کہ اصحاب کہف کی تعداد نو تھی۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اَزْكٰى طَعَامًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص سے کھانا لے آئے جس کا ذبیحہ حلال ہو۔ اس وقت لوگ بتوں کے لیے جانور ذبح کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ کھانا پاک ہو کیونکہ اس وقت کے لوگ خنزیر ذبح کرتے تھے۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾

''اور بستی والوں کو ہم نے اچانک آگاہ کر دیا ان (اصحاب کہف) پر تاکہ وہ جان لیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بلاشبہ قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں جب وہ بستی والے جھگڑ رہے تھے آپس میں ان کے معاملہ میں تو بعض نے کہا کہ (بطور یادگار) تعمیر کرو ان کی غار پر کوئی عمارت۔ ان کا رب ان کے احوال سے خوب واقف ہے۔ کہنے لگے وہ لوگ جو غالب تھے اپنے کام پر کہ بخدا! ہم تو ضرور ان پر ایک مسجد بنائیں گے''۔

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بادشاہ نے اپنی قوم کے شیوخ کو بلایا اور اصحاب کہف کے معاملہ میں ان سے مشورہ کیا۔ شیوخ نے کہا ملک کو دقیوس کہا جاتا تھا۔ نوجوان اس کے زمانہ میں ہی گم ہوئے تھے۔ اس نے ان کے اسماء ایک تختی پر لکھ لیے تھے اور اسے شہر کے دروازہ پر لگا دیا تھا۔ بادشاہ نے وہ تختی منگوائی اور اسے پڑھا تو اس میں ان کے نام کندہ تھے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور کہا یہ وہ لوگ ہیں جو مر چکے تھے پھر زندہ کیے گئے ہیں۔ پس ان کے درمیان یہ بات عام

ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کیا وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ الخ کے ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اس وقت کے بادشاہ نے کہا میں ان نیک لوگوں کے پاس ایک مسجد تعمیر کروں گا اور مرتے دم تک اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں گا۔

امام عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد امراء یا سلاطین ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بادشاہ نے ان کے اوپر گرجا بنایا اور اس کے اوپر لکھا ابناء الا راکنہ، ابناء الدھاقین۔

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۠ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾

''کچھ لوگ کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا، کچھ کہیں گے وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا۔ یہ سب تخمینے ہیں بن دیکھے اور کچھ کہیں گے وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ آپ فرمائیے (اس بحث کو رہنے دو) میرا رب بہتر جانتا ہے ان کی تعداد کو (اور) نہیں جانتے ان (کی صحیح تعداد) کو مگر چند آدمی۔ سو بحث نہ کرو ان کے بارے میں بجز اس کے کہ سرسری سی گفتگو ہو جائے اور نہ دریافت کرو ان کے متعلق (اہل کتاب) میں سے کسی اور سے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے روایت کیا ہے کہ یہود کہتے تھے کہ وہ تین تھے اور نصاریٰ کہتے تھے کہ وہ پانچ تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور عبدالرزاق رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ گمان کے ساتھ بات کرتے ہیں محض قیاس آرائیاں اور تخمینے لگا رہے ہیں۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ان کی صحیح تعداد بہت کم لوگ جانتے ہیں اور میں ان قلیل میں سے ہوں وہ سات تھے۔

امام عبدالرزاق، الفریابی، ابن سعد، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی قول روایت کیا ہے کہ میں ان تھوڑے لوگوں میں سے ہوں جو ان کی صحیح تعداد جانتے ہیں۔ اور وہ سات تھے۔(2)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ان صحیح تعداد جاننے والے تھوڑے لوگوں میں سے میں بھی ہوں۔ فرماتے ہیں: وہ مکسلمینا اور تملیخا، مرطوس، نینونس، دردوتس،

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 329 (1664)، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (1665)

کفاشطہو اس، منطفو اسیسوس تھے اور تملیخا کو سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجا گیا تھا۔ منطفو اسیسوس چرواہا تھا اور کتا اس کا نام قطمیر تھا یہ کردی کتے سے چھوٹا اور قبطی کتے سے بڑا تھا۔ الالطم، قبطی سے بڑا ہوتا ہے۔ ابوعبدالرحمن نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جس نے ان اسماء کو کسی چیز پر لکھا اور پھر اسے آگ میں پھینکا تو آگ بجھ گئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قرآن میں قلیل جہاں بھی استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد دس سے کم ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ان کے متعلق بحث نہ کر د اے محبوب! جو میں نے تجھے بتا دیا ہے وہ تمہارے لیے کافی ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! ان کے متعلق بحث کرو مگر صرف اتنی جتنی کہ ہم نے تجھ پر بیان کی ہے۔ وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا اور اصحاب کہف کے بارے میں یہود سے نہ پوچھو، ہم نے تمہیں ان کے معاملہ پر آگاہ کر دیا ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ اے محبوب! جو ہم نے آپ پر بیان کیا ہے وہ آپ کے لیے کافی ہے (مزید بحث کی ضرورت نہیں)۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا کے تحت روایت کیا ہے کہ اے محبوب! یہود سے اصحاب کہف کے بارے میں نہ پوچھو۔(3)

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾

''ہرگز نہ کہنا کسی چیز کے متعلق کہ میں اسے کرنے والا ہوں کل مگر (یہ کہ ساتھ یہ بھی کہو) اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جائے (یہ بھی) کہو کہ مجھے امید ہے کہ دکھا دے گا مجھے میرا رب اس سے بھی قریب تر ہدایت کی راہ''۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قریش اکٹھے ہوئے اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو نے ہمارے دین سے اور ہمارے آباء کے دین سے انحراف کیا ہے جو دین آپ لے کر آئے ہیں وہ کہاں سے لے کر آئے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ دین میں رحمٰن سے لے کر آیا ہوں۔ قریش نے کہا ہم تو صرف رحمٰن یمامہ کو جانتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 262، دار احیاء التراث العربی بیروت	2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 330 (1666)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 263

ہیں۔اس سے ان کی مراد مسیلمہ کذاب تھا۔ پھر قریش نے یہود کو خط لکھا کہ ہمارے درمیان ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اس نے ہمارے اور ہمارے آباء کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ وہ رحمٰن سے دین لے کر آیا ہے۔ ہم نے اسے کہا کہ ہم تو صرف رحمٰن یمامہ کو جانتے ہیں وہ نبی امین (امانت دار) ہے اور خیانت بھی نہیں کرتا ہے نہ دھوکا دیتا ہے، انتہائی سچا ہے، جھوٹ کبھی نہیں بولتا ہے وہ اپنی قوم میں حسب والا اور صاحب ثروت ہے۔ تم ہماری طرف کوئی ایسے سوال لکھ کر بھیجو جو ہم اس سے پوچھیں (تاکہ حقیقت کا رخ زیبا عیاں ہو جائے) یہود جمع ہوئے اور کہا (جس نبی کی آمد کا ذکر ہماری کتب میں ہے) اس کا وصف اور اس کا زمانہ تو یہی ہے جس میں اس کا ظہور ہونا ہے، یہود نے قریش کو لکھا کہ تم اس سے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق سوالات کرو۔ اگر وہ تمہارے پاس رحمٰن سے آیا ہے اور رحمٰن اللہ عزوجل ہے (تو وہ ان سوالوں کے جواب تمہیں دے دے گا) اور اگر وہ رحمان یمامہ سے ہے تو جواب نہیں دے سکے گا۔ قریش کے پاس خط پہنچا تو اندر اندر سے بڑے خوش ہوئے۔ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو نے ہمارے اور ہمارے آباء کے دین کو چھوڑ دیا ہے، ہمیں اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق بتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میرے پاس آنا (میں کل تمہیں ان کے جوابات دوں گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ پھر جبرئیل (پندرہ دن کے بعد) آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش نے مجھ سے کچھ چیزوں کے متعلق سوالات کیے اور مجھے ان کے متعلق علم نہ تھا تاکہ میں جواب دیتا حتی کہ مجھ پر یہ حالت بہت شاق گزری۔ جبرئیل نے کہا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا اور تصویر ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک کتے کا بچہ تھا۔ پھر یہ آیات نازل ہوئیں **وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۙ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا**۔ یعنی مجھے توقع ہے کہ کل آنے سے پہلے جو تم نے مجھ سے پوچھا ہے اس کا علم میرے پاس آجائے۔ پھر اصحاب کہف کا ذکر نازل ہوا اور **یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ** (الاسراء:85) کا ارشاد بھی نازل ہوا۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر قسم اٹھائی پھر آپ کو چالیس راتیں گزر گئیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں تو چالیس راتوں کے گزرنے کے بعد ان شاء اللہ کہا۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ استثناء میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے اگرچہ سال بعد بھی ہو۔ پھر بطور دلیل یہ آیت پڑھتے تھے: **وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ**۔(1)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تم کسی چیز کے متعلق کہو کہ میں ایسا کروں گا پھر ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آجائے ان شاء اللہ کہہ دو۔(2)

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے حضرت ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ جب تجھے یاد آئے ان شاء اللہ کہہ دو۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے روایت کیا ہے جو قسم اٹھائے اور ان

1۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 68 (11069)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ معجم اوسط، جلد 1، صفحہ 507 (934)، مکتبۃ المعارف

شاء اللہ کہنا بھول جائے۔ فرمایا وہ ایک مہینہ تک ان شاء اللہ کہہ سکتا ہے اور بطور دلیل وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ تلاوت کی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن دینار عن عطاء کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے کسی کام پر قسم اٹھائی تو اس کے لیے اونٹنی دوہنے کی مقدار تک استثناء (ان شاء اللہ کہنا) جائز ہے۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اس وقت تک استثناء کر سکتا ہے جب تک کہ اسی مجلس میں موجود ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب تک اسی کلام میں ہے استثناء کر سکتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تو استثناء بھول جائے تو جب یاد آئے استثناء کرو۔ فرماتے ہیں: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، ہم میں سے ہر شخص کو متصل استثناء کرنی جائز ہے (بعد میں نہیں)۔(1)

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو استثناء متصل ہو اس کی وجہ سے قسم توڑنے والا حانث نہیں ہوگا اور جو استثناء غیر متصل ہو اس کی وجہ سے قسم توڑنے والا حانث ہوگا۔

امام بیہقی نے الصفات والاسماء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قسم اٹھائی پھر کہا ان شاء اللہ۔ اگر چاہے تو اپنی قسم پر قائم رہے، اگر چاہے تو رجوع کرے وہ حانث نہیں ہوگا۔

امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما اسلام نے کہا: آج رات میں اپنی ننانوے عورتوں کے پاس جاؤں گا، ہر عورت ایک بچہ جنم دے گی جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرے گا، فرشتے نے آپ کو کہا ان شاء اللہ کہو۔ لیکن آپ یہ نہ کہہ سکے، آپ نے تمام عورتوں سے حقوق زوجیت ادا کیے لیکن ایک عورت کے سوا کسی نے بچہ جنم نہ دیا اور جس عورت نے جنم دیا تھا وہ بھی ادھورا انسان تھا(2)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہتے تو حانث نہ ہوتے اور اپنی حاجت کو بھی پا لیتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب تمہیں غصہ آئے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔(3)

بیہقی نے الاسماء والصفات میں الحسن سے روایت کیا ہے کہ جب تم ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو یاد آنے پر ان شاء اللہ کہو۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت معتمر بن سلیمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے ابو الحارث کو ایک کوفی شخص سے روایت کرتے ہوئے سنا ہے وہ آیت پڑھتے تو کہتے جب انسان ان شاء اللہ کہنا بھول جائے تو اس کی توبہ یہ ہے کہ وہ کہے عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا۔

1۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 90 (11143)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 2۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 275، دار صادر بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 216 (35465)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ۝ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۫ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ۝

"اور (اہل کتاب کہتے ہیں کہ) وہ ٹھہرے رہے اپنی غار میں تین سو سال اور زیادہ کیے انہوں نے (اس پر) نو سال۔ آپ فرمائیے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جتنی مدت وہ ٹھہرے، اسی کے لیے (علم) غیب ہے آسمانوں اور زمین کا۔ وہ بڑا دیکھنے والا ہے اور سب باتیں سننے والا ہے۔ نہیں ان کا اس کے سوا کوئی دوست اور وہ نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو"۔

امام الخطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں خضوت حکیم بن عقال رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ کو تنوین کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص آیت کی تفسیر کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کی یہی تفسیر ہے جب کہ وہ آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ سے بھی دور جا گرتا ہے پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ۔ پھر فرمایا وہ لوگ کتنے سال غار میں ٹھہرے؟ علماء فرماتے ہیں: تین سو نو سال ٹھہرے۔ فرماتے ہیں: اگر یہی مقدار ہوتی تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا" آپ فرمائیے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جتنی مدت وہ ٹھہرے"۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اقوال ذکر فرمائے کہ بعض کہتے ہیں وہ تین تھے، بعض کہتے ہیں چار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ یہ سب حقیقت حال نہیں جانتے، صرف ظن وتخمین سے کام لے رہے ہیں۔ وہ اپنی غار میں تین سو سال اور زیادہ کیے انہوں (اس پر) نو سال۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن مسعود کی قرأت اس طرح تھی قالوا وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ (الآیہ) یعنی لوگوں نے کہا کہ وہ ٹھہرے رہے اپنی غار میں۔ پھر فرماتے ہیں: کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا۔ فرمائیے اللہ بہتر جانتا ہے جتنی مدت وہ ٹھہرے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قالو وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ الخ یہ اہل کتاب کا قول ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو رد فرماتے ہوئے فرمایا: قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت قالوا لَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ نازل ہوئی تو عرض کی گئی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ تین سو دن یا مہینے یا سال ٹھہرے رہے؟ اللہ تعالیٰ نے سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا کا ارشاد نازل فرمایا۔(2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 226، دار احیاء التراث العربی 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 267

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت ضحاک عن ابن عباس سے موصولاً روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا کے تحت روایت کیا ہے کہ عدد مالبثوا۔ یعنی جتنی مقدار ٹھہرے رہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ سے زیادہ نہ کوئی دیکھنے والا ہے اور نہ کوئی سننے والا ہے۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

''اور پڑھ سنایئے (انہیں) جو وحی کیا جاتا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی کتاب سے، کوئی بدلنے والا نہیں اس کے ارشادات کا اور نہیں پائیں گے آپ اس کے سوا کوئی پناہ گاہ۔ اور روکے رکھیے اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، طلب گار ہیں اس کی رضا کے اور نہ ہٹیں آپ کی نگاہیں ان سے۔ کیا آپ چاہتے ہیں دنیوی زندگی کی زینت اور نہ پیروی کیجئے اس (بدنصیب) کی غافل کر دیا ہم نے جس کے دل کو اپنی یاد سے اور وہ اتباع کرتا ہے اپنی خواہش کی اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔ اور فرمایئے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پس جس کا جی چاہے وہ ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر کرتا رہے۔ بے شک ہم نے تیار کر رکھی ہے ظالموں کے لیے آگ۔ گھیر لیا ہے انہیں اس آگ کی دیوار نے اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی کی جائے گی ایسے پانی کے ساتھ جو پیپ کی طرح (غلیظ) ہے (اور اتنا گرم کہ) بھون ڈالتا ہے چہروں کو، یہ مشروب بڑا ناگوار ہے اور یہ قرار گاہ بڑی تکلیف دہ ہے''۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے مُلْتَحَدًا کا معنی مَلْجَأ (پناہ گاہ) روایت کیا ہے۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے حضرت نافع بن الازرق نے کہا کہ مجھے بتائیے کہ مُلْتَحَدًا کیا ہے؟ ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی زمین میں داخل ہونے کی جگہ ہے۔

نصیب الضمری نے اسی معنی میں یہ لفظ استعمال کیا ہے:

یَا لَهْفَ نَفْسِیْ وَلَهْفَ غَیْرُ مُجْدِیَۃٍ عَلَیَّ وَمَا عَنْ قَضَاءِ اللّٰہِ مُلْتَحَدٗ

''ہائے میرے نفس پر افسوس اور مجھ پر افسوس کچھ نہیں ہے قضاء الٰہی سے بچنے کے لیے زمین میں کوئی جگہ نہیں''۔

امام ابن مردویہ، ابونعیم نے الحلیہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سلمان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مؤلفۃ القلوب رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے، عیینہ بن بدر اور الاقرع بن حابس وغیرہ نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ صدر مجلس میں بیٹھیں اور ان فقیروں اور بدبودار لوگوں سے علیحدہ ہوں (ان کی مراد حضرت سلمان فارسی اور ابوذر اور دوسرے مسلمان فقراء تھے) تو ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے، آپ سے گفتگو کریں گے اور آپ کی باتیں قبول کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۚ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ کے عذاب کی دھمکی دی ہے۔ (1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ آیت کے نزول کے بعد ان فقراء صحابہ کی تلاش کے لیے کھڑے ہوئے حتیٰ کہ انہیں مسجد کے آخری حصہ میں جا پایا۔ وہ وہاں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یُمِتْنِیْ حَتّٰی اَمَرَنِیْ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَ رِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِیْ مَعَكُمُ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتُ ''سب تعریف اس ذات کے لیے جس نے میری امت میں ایسے پاک باز اور حسین سیرت لوگ پیدا فرمائے جن کی ہم نشینی کا میرے رب نے مجھے وصال سے پہلے حکم دیا ہے۔ اے اللہ کے ذاکرو! میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے''۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سلمان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت میرے بارے نازل ہوئی اور اس شخص کے بارے نازل ہوئی جو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ میرے پاس کھجور کی پتوں کی ایک ٹوکری تھی، اس شخص نے میرے سینے پر اپنی کہنی رکھی اور کہا پیچھے ہو جا حتیٰ کہ اس نے مجھے پیچھے دری پر ڈال دیا۔ پھر وہ کہنے لگا اے محمد! (ﷺ) ہمیں آپ کی بارگاہ میں آنے سے یہ اور اس جیسے دوسرے فقراء مانع ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ میں ایک سردار اور رئیس آدمی ہوں، اگر آپ ان فقیروں کو اپنی بارگاہ سے اٹھا دیں تو پھر ہم آپ کے پاس آئیں گے۔ جب ہم چلے جائیں تو پھر آپ کی مرضی ہو تو انہیں اپنے

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 336 (1094)، دار الکتب العلمیہ بیروت

پاس آنے کی اجازت دے دیں۔ جب وہ شخص اٹھ کر چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ الخ۔

امام ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بن حنیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ ﷺ اپنے کسی مکان میں تھے۔ آپ ﷺ ان فقراء صحابہ کی تلاش میں نکلے تو آپ ﷺ نے انہیں ذکر الٰہی میں مصروف پایا ان میں پراگندہ بال بھی تھے، خشک جلد والے بھی تھے، ایک کپڑے میں ملبوس بھی تھے۔ جب آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ ﷺ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یُمِتْنِیْ حَتّٰی اَنْ اَمَرَنِیْ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَهُمْ۔ "سب تعریف اللہ کے لیے جس نے میری امت میں ایسے (نیک سیرت اور صالح کردار) افراد بنائے جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم فرمایا"۔(1)

امام البزار رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص سورۂ حجر اور سورۂ کہف پڑھتے ہوئے آیا تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر وہ شخص خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسی مجلس میں قائم رہنے کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عمر بن ذر رضی اللہ عنہ کے طریق سے ان کے باپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے ایک گروہ کے پاس پہنچے جن میں عبداللہ بن رواحہ بھی تھے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے۔ جب حضرت عبداللہ آپ ﷺ کو دیکھ کر خاموش ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ کو فرمایا: اپنے ساتھیوں کو ذکر کراؤ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ آپ ذکر کرانے کے زیادہ حق دار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا وہ گروہ ہے جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ الآیہ۔

امام طبرانی نے الصغیر میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمر بن ذر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کر کے بتایا ہے کہ نبی کریم ﷺ عبداللہ بن رواحہ کے پاس سے گزرے جب کہ وہ اپنے ساتھیوں کو ذکر کروا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا وہ گروہ ہے جس کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ الآیۃ۔ فرمایا: جتنی تعداد تم ذاکرین کی ہوتی ہے اتنی ہی تعداد تمہارے فرشتوں کی ہوتی ہے۔ لوگ اگر اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں تو فرشتے بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ تو فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اگر انسان اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں تو فرشتے بھی اس کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔ پھر فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہیں۔ اللہ کے سب کچھ جاننے کے باوجود وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! جب تیرے بندوں نے تسبیح کی تو ہم نے بھی تسبیح بیان کی، انہوں نے تیری بڑائی بیان کی، تو ہم نے بھی تیری بڑائی بیان کی انہوں نے تیری حمد کی۔ تو ہم نے بھی تیری حمد کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو! میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان تمام حاضرین مجلس ذکر کو بخش دیا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں ان میں فلاں گنہگار

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 271، دار احیاء التراث العربی بیروت

37B

شخص بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے ذاکرین کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک ذکر کرنے والے کے پاس تشریف لائے جو ذکر کر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر وہ رک گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ذکر کیجئے کیونکہ صبح سے لے کر سورج کے روشن ہونے تک (ذکر الٰہی کی خاطر) بیٹھنا میرے نزدیک چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔(1)

امام ابو یعلی، ابن مردویہ، بیہقی (دلائل میں) اور ابونصر السجزی رحمہم اللہ نے الابانۃ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ضعیف و نادار لوگ بیٹھے تھے اور ایک شخص ہم پر قرآن پڑھ رہا تھا اور ہمارے لیے دعا کر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے میری امت میں ایسے نیک سیرت افراد پیدا فرمائے جن کے ساتھ مجھے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر فرمایا فقراء مسلمین کو قیامت کے روز کامل نور کی بشارت ہو وہ غنی لوگوں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے (یعنی) پانچ سو سال کی مقدار (پہلے داخل ہوں گے) یہ فقراء جنت میں نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اور غنی لوگوں کا محاسبہ کیا جا رہا ہوگا۔(2)

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک جماعت میں تھے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی تھی، نبی کریم ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو وہ رک گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم کیا کہہ رہے تھے؟ عرض کی ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ رحمت الٰہی تم پر نازل ہو رہی ہے۔ میں نے بھی تمہارے ساتھ اس رحمت میں شریک ہونے کو پسند کیا۔ پھر فرمایا سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے میری امت میں ایسے (بختاور) لوگ پیدا فرمائے جن کے ساتھ مجھے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے جمع ہوتی ہے اور اس کا مقصود صرف اور صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے تو آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا دیتا ہے کہ تم کھڑے ہو جاؤ تمہاری بخشش کر دی گئی ہے، تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا گیا ہے۔(3)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن عمر نے اس آیت کے بارے میں بتایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرضی نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ (الآیہ) کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ آیت صبح اور عصر کی نماز کے بارے نازل ہوئی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عدی بن الخیار سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے

1۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 261، دار صادر بیروت 2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 351، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 142

فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جویبر عن الضحاک کے سلسلہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ آیت امیہ بن خلف کے بارے نازل ہوئی کیونکہ اس نے نبی کریم ﷺ سے ایسا مطالبہ کیا تھا جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھا۔ اس نے کہا تھا کہ آپ ان درویشوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں اور اہل مکہ کے سرداروں کو اپنا ہم نشین بنائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ہم نے اس کے دل پر مہر لگا دی ہے یعنی توحید قبول کرنے سے ہم نے اس کے دل پر مہر لگا دی ہے وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ اس نے شرک کی پیروی کی ہے وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں اور اللہ کی معرفت سے جہالت کے سلسلہ سے حد سے بڑھا ہوا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عیینہ بن حصن گرمی کے دن نبی کریم ﷺ کے پاس آیا جب کہ آپ ﷺ کے پاس حضرت سلمان فارسی موجود تھے۔ انہوں نے اون کا جبہ پہنا ہوا تھا جس سے پسینہ کی بو آرہی تھی، عیینہ نے کہا اے محمد! جب ہم آپ کے پاس آتے ہیں تو اسے اور اس جیسے فقراء کو اپنے پاس سے اٹھا دیا کرو تا کہ یہ ہمیں اذیت نہ دیں اور جب ہم نکل جائیں تو تم ان کے ساتھ اپنا معاملہ بہتر جانتے ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا (الآیہ)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو امیہ بن خلف کی پیروی سے روکا گیا ہے کیونکہ امیہ بھی ہر اس بات کو بھولنے والا تھا جو اسے کہی جاتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ (الآیہ) آپ ﷺ امیہ کو چھوڑ کر اپنے اصحاب کی طرف لوٹ آئے۔ آپ ﷺ نے حضرت سلمان کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو ذکر کروا رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے کہ میں دنیا سے جدا نہیں ہوا اور اس نے مجھے اپنی امت سے ایسے فرد دکھائے جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے مغیرہ عن ابراہیم کے طریق سے روایت کیا ہے کہ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ سے مراد اہل ذکر ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت منصور کے طریق سے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ انہیں ذکر سے دور نہ کرو۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابوجعفر رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو اپنے اصحاب کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا (تا کہ) آپ انہیں قرآن پڑھائیں۔

امام ابن ابی حاتم نے رحمہ اللہ سے مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد يَعْبُدُوْنَ رَبَّهُمْ ہے یعنی جو اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی نگاہیں ان کے علاوہ کسی دوسرے (مادیت پرست) کی طرف نہ اٹھیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہاشم سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حلال وحرام میں تمیز کرتے ہیں۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ (الآیہ) کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد حلال اور حرام میں فرق کرنا ہے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں ابراہیم اور مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد پانچ وقت کی نماز ادا کرنے والے ہیں۔(1)

امام ابن المنذر نے حضرت ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا عیینہ بن حصن کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے سلمان فارسی کی بدبو اذیت دیتی ہے۔ آپ ہمارے لیے علیحدہ محفل کا انتظام کیا کریں جہاں یہ لوگ نہ ہوں اور ان کے لیے آپ جدا مجلس کا اہتمام کیا کریں جہاں ہم نہ ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: فُرُطًا کا معنی ضیاعاً ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ حق سے مراد قرآن ہے۔

امام حنیش نے الاستقامہ میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے ایمان چاہتا ہے وہ ایمان لے آتا ہے اور جس کے لیے کفر چاہتا ہے وہ کفر کرتا ہے۔ اس کی تائید اس ارشاد سے ہوتی ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (التکویر) "اور تم نہیں چاہتے مگر جو اللہ رب العالمین چاہتا ہے"۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ تہدید اور وعید ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت رباح بن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے عمر بن حبیب سے فَمَنْ شَآءَ الخ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے داؤد بن رافع نے بتایا کہ مجاہد فرماتے تھے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے عاجز کرنے والا نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے۔

ابن جریر نے ابن عباس سے اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا کے تحت روایت کیا ہے کہ سرادق سے مراد آگ کی دیواریں ہیں۔(3)

احمد، ترمذی، ابن ابی الدنیا (صفۃ النار میں)، ابن جریر، ابویعلی، ابن ابی حاتم، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ نے ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سرادق چار ہیں یعنی دوزخ کی چار دیواریں ہیں، ہر دیوار کی موٹائی اتنی ہے کہ اسے طے کرنے کے لیے چالیس سال درکار ہوں گے۔(4)

امام احمد، بخاری (نے تاریخ میں)، ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کا ایک سمندر ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا۔(5)

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 331 (1631)، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 274، داراحیاء التراث العربی بیروت 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 275

4۔ جامع ترمذی، ابواب صفۃ جہنم، جلد 2، صفحہ 82، وزارت تعلیم اسلام آباد 5۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 638 (8762)، بیروت

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت الاحنف بن قیس رحمہ اللہ سرادق میں نہیں سوتے تھے اور فرماتے تھے کہ سرادق کا ذکر دوزخیوں کے لیے کیا گیا ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی، ابویعلی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مھل سے مراد وہ تلچھٹ ہے جب وہ انسان کے قریب کیا جائے تو اس کے چہرے کی کھال (گل کر) اس میں گر جائے۔(1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ کَالْمُهْلِ سے مراد سیاہ تلچھٹ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ہناد، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس سے کَالْمُهْلِ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: وہ غلیظ پانی ہے جو تیل کے تلچھٹ کی مانند ہوگا۔(2)

امام ہناد، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر سے کَالْمُهْلِ کا یہ معنی روایت کیا ہے تیل کا تلچھٹ۔(3)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے اور ابو مالک رحمہما اللہ سے یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام ہناد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے کَالْمُهْلِ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے سونا اور چاندی منگوایا پھر انہیں آگ پر گرم کیا۔ جب وہ دونوں پگھل گئے تو فرمایا المھل اس کے مشابہ چیز ہے۔ یہ دوزخیوں کا مشروب ہوگا۔ اس کا رنگ آسمان جیسا ہوگا لیکن دوزخیوں کا شراب اس پگھلے ہوئے سونے اور چاندی سے بھی زیادہ گرم ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سیاہ پیپ اور خون مراد ہے جیسے تیل کا تلچھٹ ہوتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کَالْمُهْلِ سے مراد سیاہ مشروب ہے۔ یہ بھی سیاہ ہوگا اور اس کے پینے والے بھی سیاہ ہوں گے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت خصیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کَالْمُهْلِ سے مراد پگھلا ہوا تانبا ہے لیکن مھل اس تانبے سے بہت زیادہ گرم ہوگا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الحکم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: مھل پگھلی ہوئی چاندی کی مثل ہوگا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مھل انتہائی گرم ہوگا۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کیا تم جانتے ہو کہ مھل کیا ہے؟ فرمایا تیل کا تلچھٹ۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے مُرْتَفَقًا کا معنی مجتمعًا روایت کیا ہے یعنی مجمع (قرار گاہ)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس کا معنی منزل روایت کیا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 276 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 277 3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ دوزخی گرم پانی پینے کے لیے جمع ہوں گے اور الارتفاق کا معنی المتکا (ٹھکانا) ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

"بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے (تو ہمارا یہ دستور ہے کہ) ہم ضائع نہیں کرتے کسی کا اجر جو عمدہ اور (مفید) کام کرتا ہے۔ یہی وہ (خوش نصیب) ہیں جن کے لیے ہمیشگی کے لیے جنت ہیں رواں ہیں جن کے نیچے ندیاں، انہیں پہنائے جائیں گے ان جنتوں میں کنگن سونے کے اور پہنیں گے سبز رنگ کا لباس جو باریک ریشمی کپڑے اور موٹے ریشمی کپڑے کا بنا ہوا ہوگا، تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے وہاں مرصع پلنگوں پر، کتنا اچھا ہے یہ اجر اور کتنی عمدہ ہے یہ آرام گاہ"۔

امام ابن المبارک اور ابن ابی حاتم نے المقبری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم فرماتے تھے اے ابن آدم! جب تو نیکی کرے تو اس سے غافل ہو جا کیونکہ وہ اس ذات کے پاس پہنچ چکی ہے جو اسے ضائع نہیں کرے گا پھر یہ آیت اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا۔ اور جب تو برائی کر بیٹھے تو اسے ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی جنتی جھانکے اور اس کا کنگن ظاہر ہو جائے تو اس کی روشنی سورج کی روشنی کو بھی مٹا دے جیسے سورج ستاروں کی روشنی کو مٹا دیتا ہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اہل جنت میں سے از روئے زیورات کے ادنیٰ شخص کے زیور کا اہل دنیا کے تمام زیورات کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ جو آخرت میں اسے زیور پہنائے گا وہ اہل دنیا کے تمام زیورات سے افضل ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے العظمہ میں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جنت میں ایک فرشتہ ہے اگر تو چاہے کہ میں اس کا نام لوں تو میں اس کا نام لے لوں گا وہ پیدائش سے لے کر قیامت تک اہل جنت کے زیور تیار کرتا رہے گا۔ اگر ان میں سے ایک زیور بھی وہ باہر نکال دے تو سورج کی شعاع کو ختم کر دے۔ اہل جنت کے تاج موتیوں سے بنے ہوئے ہوں گے۔ اگر ایک تاج بھی

ان میں سے آسمان دنیا سے لڑھک آئے تو سورج کی روشنی کو ختم کر دے گا جس طرح سورج چاندکی روشنی کو ختم کر دیتا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل جنت کو سونے، موتیوں اور چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ یہ ان پر ہر چیز سے ہلکے پھلکے ہوں گے یہ نور ہوں گے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَسَاوِرَ (سے) کستوری (کی مہک آئے گی)۔

بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔(1)

امام نسائی اور حاکم نے عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر والے مردوں کو زیور اور ریشم پہننے سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر تم جنت کے زیور اور ریشم پسند کرتے ہو تو دنیا میں ان دونوں چیزوں کو نہ پہنو۔(2)

امام طیاسی، بخاری (تاریخ میں)، نسائی، بزار، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث میں ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ! ﷺ ہمیں اہل جنت کے کپڑوں کے متعلق بتائیں کیا بنے بنائے پیدا ہوں گے یا بنے ہوئے نہ ہوں گے جنہیں بعد میں بنایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ جنت کے پھل ان کپڑوں سے پھٹیں گے (یعنی جنتیوں کے لباس درختوں کے پھلوں سے پیدا ہوں گے)۔ ابن مردویہ نے حدیث جابر سے سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوالخیر مرثد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنت میں ایک درخت ہے جو ریشم پیدا کرتا ہے اہل جنت کا لباس اسی سے ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اِسْتَبْرَقٍ موٹے ریشم کو کہتے ہیں۔ عجمی زبان میں اسے استبرہ کہتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اِسْتَبْرَقٍ موٹا ریشم ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اِسْتَبْرَقٍ، موٹا ریشم ہے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمن بن سابط رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ایک جنتی بندے کی طرف لباس بھیجے گا تو وہ بندہ اسے بہت پسند کرے گا اور کہے گا میں نے باغات دیکھے ہیں لیکن میں نے ایسا لباس کبھی نہیں دیکھا۔ پس وہ فرشتہ جو لباس لے کر آیا ہوگا۔ وہ کہے گا (کہ تمہارا رب ان باغات کو حکم دیتا ہے کہ اس بندے کے لیے اس قسم کا لباس تیار کرو جو وہ چاہتا ہے)

ابن ابی حاتم نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل جنت کے کپڑوں میں سے اگر آج دنیا میں ایک کپڑا پھیلا دیا جائے تو جو دیکھے اس پر غشی طاری ہو جائے اور لوگوں کی آنکھیں اس کی چمک اور خوب صورتی برداشت ہی نہ کر سکیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سلیم بن عامر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنتیوں میں سے ایک شخص

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 127، وزارت تعلیم اسلام آباد
2۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 212 (7403)، دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 281

اہل جنت کے لباسوں میں سے ایک لباس پہنے گا پھر وہ اسے اپنی انگلیوں کے درمیان رکھے تو اس کی انگلیوں میں کچھ نظر نہیں آئے گا۔ وہ اسے پہنے گا تو وہ لمبا ہو جائے گا حتی کہ وہ اس کے قدموں کو ڈھانپ دے گا۔ جنتی ایک گھڑی میں ستر کپڑے پہنے گا، اس میں سے ادنیٰ کپڑا شقیق النعمان گل لالہ کی مثل ہوگا۔ وہ ستر کپڑے پہنے گا، قریب ہے کہ وہ چھپ جائے۔ دنیا میں کوئی شخص طاقت نہیں رکھتا کہ وہ سات کپڑے پہنے جس کی اس کی گردن میں وسعت ہو۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابو رافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی میت کو کفن پہنائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے موٹے اور باریک ریشم سے (لباس) پہنائے گا۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الہیثم بن مالک الطائی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص اپنے صوفے پر چالیس سال (جنت میں) بیٹھے گا نہ اس سے ادھر ادھر ہوگا اور نہ اس سے اکتائے گا۔ پس اس کے پاس ہر چیز پہنچ جائے گی جو اس کے دل میں آئے گی اور جو اس کی آنکھیں پسند کریں گی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ثابت سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ پہنچی ہے کہ ایک شخص جنت میں ستر سال اپنی آرام گاہ پر بیٹھے گا۔ اس کے پاس (وہاں ہی) اس کی ازواج، خدام اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دوسری نعمتیں اور نوازشات ہوں گی اور تھوڑی دیر کے لیے اس کی نظر غافل ہوگی تو اس کی بیویاں اس کے لیے ایسی ہوں گی کہ اس نے (گویا) اس سے پہلے دیکھی ہی نہیں ہیں وہ بیویاں اس سے کہیں گی تیرے لیے وقت آچکا ہے تو ہمارے لیے اپنی ذات سے حصہ بنائے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الْاَرَآىِٕكِ ان پلنگوں کو کہتے ہیں جو حجلۂ عروسی کے درمیان میں لگے ہوتے ہیں (2) ان پر ایسے قالین ہوں گے جو آسمان میں ایک فرسخ بلند ہوں گے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اریکہ وہ تخت ہوتا ہے جو حجلۂ عروسی میں سجایا گیا ہو۔ اگر تخت بغیر حجلۂ عروسی کے ہو تو اسے اریکہ نہیں کہتے اور اگر حجلۂ عروسی بغیر تخت کے ہو تو اسے اریکہ نہیں کہا جاتا۔ جب دونوں چیزیں جمع ہوں تو اس مجموعہ کو اریکہ کہتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ہناد، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الْاَرَآىِٕكِ وہ تخت جن کے اوپر حجلۂ عروسی بنایا جاتا ہے۔(3)

امام عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ارائك موتیوں اور یاقوت سے بنے ہوئے ہوں گے۔

امام عبد بن حمید اور ابن الانباری رحمہما اللہ نے الوقف والابتداء میں حضرت الحسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نہیں جانتے تھے کہ الْاَرَآىِٕكِ کیا چیز ہیں حتی کہ ہم ایک یمنی شخص سے ملے۔ پس اس نے ہمیں بتایا کہ اریکہ ان کے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 6-505 (1307)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 281 — 3۔ ایضاً

نزدیک اس حجلہ عروسی کو کہتے ہیں جس میں تخت بھی سجایا گیا ہو۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو رجاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا گیا الْاَرَآئِكِ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اس سے مراد حجلۂ عروسی ہے۔ اہل یمن کہتے ہیں اَرِیْكَةُ فُلَانٍ۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے الْاَرَآئِكِ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: یہ تختوں پر حجلہ ہائے عروسی ہیں۔(1)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الْاَرَآئِكِ اس حجلہ عروسی کو کہتے ہیں جس میں تخت موجود ہوں۔(2)

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَ لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْــًٔا ۙ وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾

"اور بیان فرمائیے ان کے لیے مثال دو آدمیوں کی ہم نے دیئے تھے ان دونوں میں سے ایک کو دو باغ انگوروں کے اور ہم نے باڑ بنادی ان دونوں کے اردگرد کھجور (کے درختوں) کی اور اگادی ان دونوں کے درمیان کھیتی یہ دونوں باغ اپنے اپنے پھل لائے اور نہ کم ہوئی ان سے کوئی چیز اور ہم نے جاری کردیں ان کے درمیان نہریں۔ اور (باغوں کے علاوہ) اور بھی اس کے اموال تھے تو (ایک روز) اس نے اپنے ساتھی سے بحث مباحثہ کے دوران کہا کہ میں دولت کے لحاظ سے بھی تم سے زیادہ ہوں اور نفری کے لحاظ سے بھی تم سے طاقتور ہوں۔ اور (ایک دن) وہ اپنے باغ میں گیا درانحالیکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا، کہنے لگا میں نہیں خیال کرتا کہ یہ (سر سبز و شاداب) باغ کبھی برباد ہوگا۔ اور میں یہ خیال بھی نہیں کرتا کہ کبھی قیامت بھی برپا ہوگی اور بفرض محال اگر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 281 2۔ ایضاً

مجھے لوٹایا گیا اپنے رب کی طرف تو یقیناً میں پاؤں گا اس (نزہت گاہ) سے بہتر پلٹنے کی جگہ۔ اس کے ساتھی نے اس بحث ومباحثہ کے درمیان کہا کیا تو انکار کرتا ہے اس ذات کا جس نے تجھے پیدا فرمایا مٹی سے، پھر نطفہ سے پھر بنا سنوار کر تجھے مرد بنایا"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ جنت سے مراد باغ ہے۔ اس کا باغ ایک تھا اور دیوار بھی ایک تھی لیکن درمیان میں نہر تھی۔ اس وجہ سے دو باغ فرمایا اور دیوار کے ایک ہونے کی وجہ سے (جنة) ایک باغ فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن ابوعمرو الشیبانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابوفرطس کی نہر، ان دو باغوں کی نہر تھی۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: وہ رملہ کی مشہور نہر ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا پھل کبھی کم نہیں ہوتا تھا۔ باغ کے ہر درخت کا پھل کھایا جاتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خِلٰلَهُمَا سے مراد وَسْطَهُمَا (ان کا درمیان) ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے علی کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ میں ثَمَرٌ سے مراد مال ہے۔

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس نے ثَمَرٌ کو ثاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اس کے پاس کئی قسم کے اموال تھے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ثَمَرٌ سے مراد سونا اور چاندی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت بشیر بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ثَمَرٌ کو ثاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اور فرماتے ثَمَرٌ سے مراد مال، اولاد اور غلام ہیں اور ثمر سے مراد پھل ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو یزید المدنی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وہ اسے كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ پڑھتے تھے۔ فرماتے: اس کا مطلب اصل، مال اور پھل ہے۔

ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ سے مراد اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے اَنْ تَبِيْدَ کا معنی تهلك روایت کیا ہے یعنی میں تو تصور بھی نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی ہلاک ہوگا اور قیامت کے قائم ہونے کا بھی گمان نہیں کرتا۔ اگر قائم ہو بھی گئی اور بفرض محال مجھے لوٹایا بھی گیا اپنے رب کی طرف تو یقیناً میں اس نزہت گاہ میں بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا۔

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 283، دار احیاء التراث العربی بیروت

قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۳۹﴾

''لیکن میں (تو) وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں شریک نہیں ٹھہراتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو اور کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب تو باغ میں داخل ہوا تو تو کہتا ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ (وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کسی میں کوئی طاقت نہیں) اگر تو نے مجھے دیکھا کہ میں کم ہوں تجھ سے مال اور اولاد میں''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایسے کلمات سکھائے جو میں تکلیف اور مصیبت کے وقت کہتی ہوں (وہ کلمات یہ ہیں) اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا۔ اللہ ہی میرا رب ہے، میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب اپنے مال میں سے کوئی ایسی چیز دیکھتے جو انہیں پسند ہوتی یا اپنے کسی باغ میں داخل ہوتے تو مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہتے۔ یہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ الخ سے استدلال کرتے تھے۔ (1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت زیاد بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابن شہاب جب اپنے مال میں داخل ہوتے تو مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہتے اور اس کی سند وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ (الآیہ) کو بناتے۔

ابن ابی حاتم نے مطرف سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مالک جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو ماشاء اللہ کہتے۔ میں نے مالک سے کہا تم یہ کیوں کہتے ہو؟ انہوں نے فرمایا: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ (الآیہ)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حفص بن میسرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے وہب بن منبہ کے دروازے پر ماشاء اللہ لکھا ہوا دیکھا۔ اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ۔ الآیہ

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن مرۃ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ افضل دعا انسان کا قول ماشاء اللہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو شخص سوال کرتا ہے وہ ماشاء اللہ کہنے کی وجہ سے جلدی کامیاب ہونے والا ہوتا ہے۔

امام عبد اللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں حضرت یحییٰ بن سلیم الطائفی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے ایک حاجت کا سوال کیا لیکن اس کے پورا ہونے میں تاخیر ہوگئی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے ماشاء اللہ کہا تو حاجت پوری ہو کر سامنے آ گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب میں تجھ سے فلاں وقت سے اپنی حاجت طلب کر رہا تھا۔ اب تو نے مجھے وہ عطا فرمائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اور فرمایا: اے موسیٰ! کیا تجھے علم نہیں کہ تیرا قول ماشاء اللہ زیادہ جلدی پورا کرنے والا ہے ان حوائج کو جو تو اس کے ذریعے طلب کرے گا۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 90 (4370)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور نسائی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تیری جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر رہنمائی نہ کروں؟ انہوں نے عرض کیا: وہ کیا ہے؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔(1)

امام ابن سعد، احمد، ترمذی، انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں: ان کے باپ انہیں نبی کریم ﷺ کی خدمت کرنے کے لیے آپ کے پاس چھوڑ آئے۔ فرماتے ہیں: میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ میں دو رکعت نماز پڑھ کر لیٹ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے پاؤں سے مارا اور فرمایا: کیا میں تیری جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر راہنمائی نہ کروں؟ میں نے کہا: ضرور کرم فرمایئے۔ فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔(2)

امام احمد نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوذر سے فرمایا: اے ابوذر! میں تجھے ایسا کلمہ نہ سکھاؤں جو جنت کے خزانہ سے ہے؟ ابوذر نے عرض کی: حضور! ﷺ ضرور کرم کیجئے۔ فرمایا تم کہو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد رحمہما اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ پر نہ کروں؟ فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کثرت سے پڑھنے کا حکم دیا کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ میں تمہاری جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ پر رہنمائی نہ کروں، تم کثرت سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا کرو۔(4)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

ابویعلی، ابن مردویہ اور بیہقی نے الشعب میں حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بندے پر جو اہل یا مال یا اولاد کی صورت میں نعمت عطا فرمائی ہو پھر وہ (اسے دیکھ کر) مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت سے ہر آفت دور فرما دیتا ہے حتی کہ اس پر موت آجائے۔ پھر یہ آیت پڑھی وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ الخ۔(5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو کوئی اپنے مال میں کوئی چیز دیکھے جو اسے اچھی لگے تو مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے تو اس مال کو کبھی کوئی آفت لاحق نہیں ہوگی پھر یہ آیت پڑھی وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ الخ۔ یہ حدیث بیہقی نے الشعب میں حضرت انس سے روایت کی ہے۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 228، 242، دار صادر بیروت بحوالہ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 118، دار الفکر بیروت

2۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 198، وزارت تعلیم اسلام آباد

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 13، صفحہ 517، بحوالہ الزوائد، جلد 10، صفحہ 120 (16902)، دار الفکر بیروت

4۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 20-119 (16902)، دار الفکر بیروت

5۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 90 (4369)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے کوئی انعام فرمایا ہو اور وہ اس کو باقی رکھنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی کثرت کرے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ الخ۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تیری جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ پر راہنمائی نہ کروں جو عرش کے نیچے ہے؟ میں نے کہا ضرور کرم فرمایئے فرمایا تو یہ کہہ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ عمرو بن میمون نے فرمایا: میں نے ابو ہریرہ سے کہا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا کلمہ مراد ہے۔ فرمایا نہیں۔ یہ سورۂ کہف میں ہے وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔(1)

امام ابن مندہ رحمہ اللہ نے الصحابہ میں حماد بن سلمہ عن سماک عن جریر کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں فارس کی طرف نکلا تو میں نے کہا مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، مجھے ایک شخص نے یہ کہتے ہوئے سن لیا۔ اس نے کہا کیا میں وہی کلام آج سن رہا ہوں جو میں نے آسمان سے سننے کے بعد کسی سے نہیں سنا تھا؟ میں نے کہا تو اور آسمان کی خبر (یہ کیسے ہو سکتا ہے؟) اس نے کہا میں کسریٰ کے ساتھ تھا اس نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا میں گیا پھر واپس آیا تو شیطان میرے گھر میں میری شکل میں موجود تھا۔ وہ میرے سامنے آیا اور یہ شرط رکھی کہ ایک دن میرے لیے ہوگا اور ایک دن تیرے لیے ہوگا ورنہ میں تجھے ہلاک کر دوں گا۔ میں اس پر راضی ہوگیا۔ وہ میرے ساتھ بیٹھتا، میں اس سے باتیں کرتا، وہ مجھ سے باتیں کرتا۔ ایک دن اس نے مجھے کہا میں ان شیطانوں میں ہوں جو چوری چھپے آسمان کی باتیں سنتے ہیں اور آج رات میری باری ہے۔ میں نے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ میں بھی تیرے ساتھ چھپ جاؤں؟ اس نے کہا ہاں۔ وہ تیار ہوا اور میرے پاس آیا اور کہا میری معرفت سیکھ لے، اس کو نہ چھوڑنا ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ میں نے اس کی معرفت حاصل کی۔ مجھے وہ اوپر لے گیا حتیٰ کہ میں نے آسمان کو چھو لیا وہاں ایک کہنے والا کہہ رہا تھا مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ پس یہ سنتے ہی سارے شیطان مونہوں کے بل گر پڑے اور میں بھی گر پڑا۔ میں اپنے گھر والوں کے پاس واپس آیا، کچھ دنوں کے بعد وہ بھی آ گیا۔ میں نے مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہنا شروع کر دیا تو وہ پگھلنے لگا حتیٰ کہ مکھی کی طرح ہوگیا۔ پھر اس نے کہا تو نے اپنی اس کلمہ سے حفاظت کر لی ہے پس وہ ہمیں چھوڑ کر چلا گیا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت یحییٰ بن سلیم الطائفی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے شیخ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ کلمہ جس کے ساتھ فرشتے شیطانوں کو جھڑکتے ہیں جب وہ چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں، ماشاء اللہ ہے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیہ میں حضرت صفوان بن سلیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کوئی بھی فرشتہ زمین سے نہیں اتر سکتا ہے حتیٰ کہ وہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہہ لے۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 335، دار صادر بیروت
2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 161

حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے اور کم از کم بیماری دل کی بیماری ہے۔

امام ابن مردویہ، الخطیب اور دیلمی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبرئیل نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی یہ تفسیر بتائی ہے کہ اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی کوئی طاقت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی قوت سے اور اللہ کی اطاعت کی بھی کوئی طاقت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے تحت روایت یہ ہے فرماتے ہیں: توفیق الٰہی کے بغیر ہمیں اطاعت کی طاقت نہیں اور توفیق الٰہی کے بغیر ہمیں گناہ کو چھوڑنے کی طاقت نہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے زہیر بن محمد سے روایت کیا ہے ان سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی تفسیر پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر اپنی تمنا پوری نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کسی مصیبت سے بچ نہیں سکتا۔

فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾

"پس عجب نہیں کہ میرا رب مجھے عطا فرما دے کوئی بہتر چیز تیرے (اس) باغ سے اور اتارے اس باغ پر کوئی آسمانی عذاب تو ہو جائے یہ (سرسبز) باغ ایک چٹیل میدان۔ یا یوں جذب ہو جائے اس کا پانی زمین کی گہرائی میں کہ پھر تو اس کو تلاش کے باوجود نہ پا سکے اور اس کے (باغ) کا پھل برباد ہو گیا۔ پس وہ کف افسوس ملنے لگا اس مال کے نقصان پر جو اس نے باغ پر خرچ کیا تھا اور (اب) وہ گر پڑا تھا اپنے چھپروں پر اور (بصد حسرت) کہنے لگا کاش! میں نے کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنایا ہوتا اور نہ رہی تھی اس کے پاس کوئی جماعت جو اس کی مدد کرتی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اور نہ وہ بدلہ لینے کے قابل تھا۔ یہاں سے ثابت ہو گیا کہ سارا اختیار اللہ سچے کے لیے ہے۔ وہی بہتر ثواب دینے والا ہے اور اس کے ہاتھ میں بہتر انجام ہے۔ بیان فرمایئے ان سے دنیوی

زندگی کی (ایک اور) مثال، یہ پانی کی طرح ہے جسے ہم نے اتارا ہے آسمان سے، پس گنجان ہو کر اگتی ہیں اس پانی سے زمین کی انگوریاں پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ خشک بوسیدہ گھاس ہو جاتی ہے، اڑائے پھرتی ہیں اسے ہوائیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حُسْبَانًا کا مطلب عذاب ہے۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ کے بارے مجھے بتایئے ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد آگ ہے۔ نافع نے کہا: عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے حضرت حسان بن ثابت کا قول نہیں سنا:

بَقِيَّةُ مَعْشَرٍ صُبَّتْ عَلَيْهِمْ　　　شَآبِيبُ مِنَ الْحُسْبَانِ شُهُبُ

"باقی خاندان پر آگ کے شعلے برسائے گئے"۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے حُسْبَانًا کا مطلب آگ روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے صَعِيْدًا زَلَقًا کا مطلب چٹیل میدان ہے۔(1)

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: حُسْبَانًا کا مطلب عذاب ہے۔ صَعِيْدًا زَلَقًا یعنی اس طرح وہ باغ کاٹا جائے کہ اس زمین میں کوئی چیز نہ چھوڑی گئی ہو۔ غَوْرًا یعنی اس کا پانی زمین کی گہرائی میں چلا جائے يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے افسوس کرتے ہوئے اپنے ضائع شدہ باغ پر۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: صَعِيْدًا زَلَقًا سے مراد پھسلنی زمین ہے جس میں کوئی پودا نہیں اگتا ہے۔ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فرماتے ہیں دونوں باغوں کا پھل تباہ و برباد ہو گیا۔ وہ اس پر ندامت و شرمندگی سے ہاتھ ملنے لگا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وہ گر پڑا تھا اپنے چھپروں پر یعنی اس کا نیچے والا حصہ اوپر کر دیا گیا تھا۔

امام ابن المنذر نے الضحاک سے وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ کے تحت روایت کیا ہے کہ امر الٰہی نے اسے گھیر لیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

امام ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ کے تحت روایت کیا ہے: عشیرۃ یعنی اس کا کوئی خاندان نہ تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہی معنی روایت کیا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کوئی ایسا لشکر نہ تھا جو اس کی مدد کرتا۔ مُنْتَصِرًا کا معنی مُمْتَعِنًا (حفاظت کرنے والا) کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے مبشر بن عبید سے روایت کیا ہے کہ الْوَلَايَةُ سے مراد دین ہے اور الْوَلَايَةُ کا مطلب امارت بھی ہے۔

امام حاکم نے حضرت صہیب سے روایت کیا ہے: جب کسی بستی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہونا چاہتے تو اسے دیکھتے ہی یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ فَاِنَّا نَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 288　2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 335 (1684)، دار الکتب العلمیہ بیروت

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ۝ وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۚ۝ وَ عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ؗ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ۝۴۸

''مال اور فرزند (تو صرف) دنیوی زندگی کی زیب و زینت ہیں (درحقیقت) باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تیرے رب کی ہاں ثواب کے اعتبار سے اور بہتر ہیں جن سے امید وابستہ کی جاتی ہے اور (غور کرو) جس روز ہم مٹا دیں گے پہاڑوں کو (ان کی جگہ سے) اور تم دیکھو گے زمین کو کہ کھلا میدان ہے اور ہم جمع کریں گے انہیں پس نہیں پیچھے رہنے دیں گے ان میں سے کسی کو۔ اور پیش کیے جائیں گے آپ کے رب کی بارگاہ میں صفیں باندھے ہوئے (پھر ہم انہیں کہیں گے کہ) آج تم آگئے ہو ہمارے پاس جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں پہلی بار، ہاں تم تو یہ خیال کیے ہوئے تھے کہ ہم نہیں مقرر کریں گے تمہارے لیے وعدہ کا وقت''۔

امام ابن ابی حاتم اور الخطیب رحمہما اللہ نے حضرت سفیان الثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مال کو مال اس لیے کہا جاتا ہے کہ لوگ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ دنیا کو دنیا اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ قریب ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عیاض بن عقبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے بیٹے یحییٰ کا وصال ہوا، جب اسے قبر میں اتارا گیا تو ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم! اگر یہ لشکر کا سردار ہوتا تو اسے روک لیتا۔ اس نے کہا مجھے اس کے روکنے سے کیا چیز مانع ہے؟ کل یہ دنیا کی زینت تھا اور آج اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مال اور بیٹے یہ دنیا کی کھیتی ہیں اور عمل صالح آخرت کی کھیتی ہے۔ اللہ لوگوں کے لیے ان دونوں کو جمع فرمائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے مراد یہ کلمات ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

امام سعید بن منصور، احمد، ابویعلی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ کثرت سے کرو، پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا تکبیر، تہلیل، تسبیح، تحمید اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (1)

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 694 (1889)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام سعید بن منصور، احمد اور ابن مردویہ نے حضرت النعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار (غور سے سنو) سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے ہیں۔(1)

امام نسائی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی رحمہم اللہ نے الصغیر میں حاکم رحمہ اللہ اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اپنی ڈھال پکڑو۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ کیا دشمن کے خلاف جو پہنچ چکا ہے؟ فرمایا: نہیں بلکہ دوزخ کی آگ سے بچاؤ کے لیے اپنی اپنی ڈھال پکڑو اور وہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ یہ قیامت کے روز آئیں گے۔ یہ مقدمات، معقبات اور محسنات اور اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔(2)

امام طبرانی، ابن شاہین نے الترغیب فی الذکر میں اور ابن مردویہ نے ابوالدرداء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یہ باقیات صالحات ہیں۔ یہ خطاؤں کو اس طرح گرا دیتی ہیں جیسے درخت اپنے پتے گرا دیتا ہے اور یہ جنت کے خزانوں سے ہیں۔

ابن مردویہ نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک خشک درخت کے پاس سے گزرے تو آپ نے اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کو پکڑ کر حرکت دی تو اس کے تمام پتے گر گئے۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی کہنے والا کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے جھڑ گئے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جیسے درخت اپنے پتے جھاڑ دیتا ہے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، نسائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی کلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ یہ چار کلمات ہیں پس تو مجھ سے زیادہ سوال نہ کر، تجھے کوئی ضرر نہیں جس کلمہ سے چاہے شروع کر دے۔(4)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم رات کے مجاہدہ سے عاجز آجاؤ اور دشمن کا مقابلہ سے عاجز آجاؤ تو اس قول سے عاجز نہ ہو جاؤ سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ یہ اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ سے بچاؤ کے لیے ڈھال لے لو، تم کہو سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 68-267، دار صادر بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 725 (1985)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 152
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 109 (29896)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

اِلاَّ بِاللّٰہِ یہ مقدمات ہیں۔ مؤخرات ہیں یہ منجیات ہیں اور یہی الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے دو یا تین مرتبہ فرمایا کہ اپنی اپنی ڈھال لے لو۔ صحابہ نے عرض کی دشمن سے جو پہنچ چکا ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ آگ سے بچاؤ کے لیے تم کہو سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ یہ قیامت کے دن آئیں گے۔ یہ مقدمات، محسنات، معقبات اور الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے ہے جو یہ کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر رات تمہیں قیام سے روک دے اور تم قیام نہ کر سکو اور دن سے تم عاجز آ جاؤ اور تم روزہ نہ رکھ سکو اور تم مال پر بخیل بن جاؤ اور مال خرچ نہ کرو اور دشمن کے مقابلہ سے تم بزدل پڑ جاؤ اور جہاد نہ کر سکو تو سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کی کثرت کرو کیونکہ یہ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔

امام طبرانی نے حضرت سعد بن جنادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسلام قبول کیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ نے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، اِذَا زُلْزِلَتْ۔ قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ سورتیں سکھائیں اور مجھے یہ کلمات سکھائے سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اور فرمایا یہ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔ (2)

امام احمد، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت عثمان بن عفان سے روایت کیا ہے کہ ان سے الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا وہ یہ ہیں لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ۔ (3)

امام بخاری نے تاریخ میں اور ابن جریر نے ابن عمر سے روایت کیا ہے: ان سے الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ۔ (4)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے: ان سے الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے مراد اللہ کا یہ ذکر ہے، لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ تَبَارَکَ اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ و استغفر اللہ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ، نماز، روزہ، حج، صدقہ، غلام آزاد کرنا، جہاد، صلہ رحمی تمام نیکیاں۔ یہ سب الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں، جنت میں اپنے کرنے والوں کے لیے باقی رہیں گے۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 92، (29729) 2۔ معجم کبیر، جلد 6، صفحہ 51 (5482)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 294، دار احیاء التراث العربی بیروت 4۔ ایضاً

ابن ابی شیبہ اور احمد نے الزہد میں سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم سعد بن ابی وقاص کے پاس تھے کہ ان پر سکتہ طاری ہو گیا۔ فرمایا میں نے اس خاموشی کے دوران ایسی بات کہی ہے جو دریائے نیل اور فرات کی سیرابی سے بھی بہتر ہے۔ ہم نے پوچھا تم نے کیا کہا ہے؟ فرمایا میں نے کہا سُبۡحَانَ اللّٰهِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ، لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اَلۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے مراد اچھا اور پاکیزہ کلام ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ اللہ کے جلال کی وجہ سے اس کی تسبیح، تحمید، تکبیر اور تہلیل کرتے ہیں تو وہ کلمات عرش کے اردگرد چکر لگاتے ہیں، ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی طرح ہوتی ہے، یہ اپنا ذکر کرنے والوں کو یاد کرتے ہیں۔ کیا تم میں کوئی یہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کوئی ایسی چیز ہو جو اس کا ذکر کرتی ہو۔(2)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور بیان کیا کہ وہ قرآن یاد نہیں کر سکتا، اس نے کوئی ایسا وظیفہ پوچھا جو قرآن کی تلاوت کے قائم مقام ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم یہ کہو سُبۡحَانَ اللّٰهِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ، وَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔(3)

امام ابن ابی شیبہ اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چند کلمات ایسے ہیں جنہیں جب بندہ کہتا ہے تو فرشتہ انہیں اپنے پروں پر رکھتا ہے: پھر انہیں اوپر لے جاتا ہے، فرشتوں کے کسی مجمع سے گزرتا ہے تو وہ فرشتے ان کلمات پر اور ان کلمات کے کہنے والوں پر صلاۃ بھیجتے ہیں حتیٰ کہ وہ کلمات رحمٰن کے سامنے رکھے جاتے ہیں (وہ کلمات یہ ہیں) سُبۡحَانَ اللّٰهِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ، وَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے ہر برائی اور مصیبت سے بچا لیتا ہے۔(4)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن البصری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک ندا کرنے والا آسمان میں ندا کر رہا ہے: اے لوگو! اپنی گھبراہٹ کے ہتھیار لے لو۔ لوگوں نے ہتھیار لے لیے ایک شخص آیا۔ اس کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔ آسمان کے منادی نے ندا دی یہ تمہاری گھبراہٹ کا ہتھیار نہیں ہے، اس زمین والے شخص نے کہا پھر ہماری گھبراہٹ کے کون سے ہتھیار ہیں؟ فرمایا سُبۡحَانَ اللّٰهِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ، وَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ۔(5)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سُبۡحَانَ اللّٰهِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ، وَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ کہنا مجھے اتنی تعداد میں دنانیر صدقہ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میرے نزدیک سُبۡحَانَ اللّٰهِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ، وَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اتنی مقدار میں گھوڑوں پر رسیوں سمیت (مجاہدین کو) سوار کروں۔(6)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 56 (29434)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 54 (29415)
3۔ ایضاً (29419)
4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 74 (29578)
5۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 75 (29580)
6۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 54 (29423)

امام عبد اللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے اپنی طرف سے الحمد للہ رب العالمین کہا اللہ تعالیٰ اس کے لیے تیس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس سے تیس گناہ مٹا دیتا ہے اور جو اللہ اکبر کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے بیس نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے بیس گناہ مٹا دیتا ہے اور جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے بیس نیکیاں لکھتا ہے اور بیس برائیاں مٹاتا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ، اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (ہود: 114) سے مراد پانچویں نمازیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم، ابن المنذر اور ابن ابی شیبہ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ میں سے ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہر وہ عمل جس سے رضا الٰہی مقصود ہو وہ اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ میں سے ہے۔

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے: خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا فرماتے ہیں مشرکین کی جزاء سے بہتر جزاء۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے خَيْرٌ اَمَلًا کے تحت روایت کیا ہے کہ ہر کام کرنے والے کی ایک امید ہوتی ہے جو وہ رکھتا ہے اور مومن از روئے امید کے سب لوگوں سے بہتر ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً کے تحت روایت کیا ہے: اس سے مراد ایسی زمین ہے جس میں نہ کوئی آبادی ہو اور نہ کوئی علامت ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ایسی زمین ہے جس میں نہ کوئی عمارت ہو اور نہ کوئی درخت ہو۔

امام ابن مندہ رحمہ اللہ نے التوحید میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ندا دے گا اے میرے بندو! میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں سوائے میرے (میں) ارحم الراحمین، احکم الحاکمین، اسرع الحاسبین ہوں، اپنی حجت پیش کرو اور آسان کرو جواب، بے شک تم سے باز پرس ہوگی تمہارا محاسبہ ہوگا، اے میرے فرشتو! میرے بندوں کو حساب کے لیے قدموں کے پوروں کے اطراف پر صفوں میں سیدھا کھڑا کرو۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾

"اور رکھ دیا جائے گا (ان کے سامنے) نامۂ عمل پس تو دیکھے گا مجرموں کو کہ وہ ڈر رہے ہوں گے اس سے جو اس

میں ہے اور کہیں گے صد حیف! اس نوشتہ کو کیا ہو گیا ہے کہ نہیں چھوڑا اس نے کسی چھوٹے گناہ کو اور نہ کسی بڑے گناہ کو مگر اس نے اس کا شمار کر لیا ہے اور (اس دن) وہ پائیں گے جو عمل انہوں نے کیے تھے اپنے سامنے اور آپ کا رب تو (اے حبیب!) کسی پر زیادتی نہیں کرتا''۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز ابن آدم کے لیے تین دفتر نکالے جائیں گے ایک دفتر میں اس کے نیک اعمال ہوں گے، دوسرے میں اس کے گناہ ہوں گے اور تیسرے میں اس پر اللہ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کا ذکر ہوگا۔

امام طبرانی نے سعد بن جنادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہوئے تو ہم ایک چٹیل میدان میں اترے جہاں کچھ بھی نہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو کچھ کسی کے پاس ہے جمع کرو، جس کے پاس لکڑی ہے وہ لے آئے، جس کے پاس ہڈی یا کوئی اور چیز ہے وہ لے آئے۔ راوی فرماتے ہیں: تھوڑی دیر میں ہم نے مال کا ڈھیر لگا دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ ڈھیر دیکھ رہے ہو؟ بلکہ اسی طرح تم میں سے ہر شخص کے گناہ جمع ہوں گے جیسے تم نے یہ ڈھیر جمع کیا ہے۔ پس ہر شخص کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے، نہ چھوٹا گناہ کرے نہ بڑا کیونکہ یہ سب شمار کیے جائیں گے۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوٹے گناہوں سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے (جواب کا) مطالبہ ہوگا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً کے تحت روایت کیا ہے کہ صَغِيرَةً سے مراد بغیر وجہ کے مسکرانا ہے اور کبیرہ سے مراد قہقہہ لگانا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ صَغِيرَةً سے مراد مومنین سے استہزاء کرتے ہوئے مسکرانا ہے اور کبیرہ سے مراد قہقہہ لگانا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: يَقُولُونَ يٰوَيْلَتَنَا، فرمایا لوگ شمار کی شکایت کریں گے جیسا کہ تم سنتے ہو اور کوئی شخص ظلم کی شکایت نہیں کرے گا، پس تم چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچو کیونکہ یہ بھی گناہ گار پر جمع ہوں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگوں سے سوال ہوگا حتی کہ مسکرانے کا بھی سوال ہوگا۔ پوچھا جائے گا فلاں فلاں دن کیوں مسکرایا تھا۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ

1۔ معجم کبیر، جلد 6، صفحہ 52 (5485)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

دُوْنِیْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ۝

''اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو پس سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ قوم جن سے تھا، سواس نے نافرمانی کی اپنے رب کے حکم کی۔ (اے اولاد آدم!) کیا تم بناتے ہو اسے اور اس کی ذریت کو اپنا دوست مجھے چھوڑ کر حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں، ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابو الشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ملائکہ کا ایک قبیلہ ہے جنہیں جن کہا جاتا ہے، ابلیس ان میں سے تھا، وہ آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اس میں وسوسہ اندازی کرتا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی پس اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شیطان مردود بنا دیا۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنتوں کے خازن کو بھی جان کہا جاتا ہے۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابو الشیخ نے العظمہ میں حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس اور ابن مسعود کا ابلیس کے بارے میں اختلاف ہوا۔ ایک نے کہا وہ ان ملائکہ میں سے تھا جنہیں جن کہا جاتا ہے۔(3)

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس معزز اور مکرم فرشتوں کے قبیلہ سے تھا اور جنتوں کا خازن تھا، اس کو آسمان دنیا کی سلطانی حاصل تھی، اس کو مجمع البحرین پر تسلط حاصل تھا یعنی بحر روم اور بحر فارس۔ ایک مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی طرف ہے۔ اسے زمین کی سلطانی بھی حاصل تھی۔ یہ وہ تھا جس کے نفس نے اس کو قضاء الٰہی کے ساتھ مزین کر کے دکھایا کہ اسے اہل آسمان پر شرف اور عظمت حاصل ہے۔ اس کے دل میں تکبر پیدا ہوا جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا تکبر ظاہر کر دیا۔ پس اس پر قیامت تک لعنت ہے كَانَ مِنَ الْجِنِّ ابن عباس فرماتے ہیں چونکہ وہ جنتوں پر خازن تھا اس لیے اس کو جنان بھی کہا گیا۔(4)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابلیس ملائکہ کے اس قبیلہ سے تھا جسے جن کہا جاتا ہے۔ ابن عباس فرماتے تھے کہ اگر وہ ملائکہ میں سے نہ ہوتا تو اسے سجدہ کا حکم نہ دیا جاتا۔ وہ آسمان دنیا کے خزانہ پر متعین تھا۔(5)

امام ابن جریر، ابن الانباری، کتاب الاضداد میں اور ابو الشیخ نے العظمہ میں حضرت الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس آنکھ جھپکنے کی دیر بھی فرشتوں سے نہ تھا۔ وہ جنوں کی اصل ہے جس طرح آدم علیہ السلام انسانوں کی اصل ہیں۔(6)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو غارت کرے جو کہتے ہیں کہ ابلیس اللہ کے ملائکہ میں سے تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَانَ مِنَ الْجِنِّ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 300　2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 301　3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 300
4۔ ایضاً　5۔ ایضاً　6۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 301

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے كَانَ مِنَ الْجِنِّ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ جنتوں کے خازنوں میں سے تھا۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن الانباری نے الاضداد میں ایک دوسرے طریق سے حضرت سعید بن جبیر سے كَانَ مِنَ الْجِنِّ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ جن ملائکہ کا ایک قبیلہ ہے جو قیامت تک اہل جنت کے زیورات تیار کرتے رہیں گے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے كَانَ مِنَ الْجِنِّ کے تحت روایت کیا ہے: یہ ان جنوں میں سے تھا جو جنت میں کام کرتے ہیں۔(1)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس جنوں کا باپ ہے جس طرح آدم انسانوں کا باپ ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ فرمایا تو لوگوں پر یہ معاملہ واضح ہو گیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن منصور رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ملائکہ نے جنوں سے جنگ کی تو ابلیس قیدی بن گیا۔ یہ چھوٹا بچہ تھا۔ یہ ملائکہ کے ساتھ رہا اور ان کے ساتھ مکلف رہا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس ان جنوں میں سے تھا جنہیں فرشتوں نے بھگایا تھا۔ ابلیس کو بعض ملائکہ نے قیدی بنالیا تھا اور اسے آسمان پر لے گئے تھے۔(2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے چھپ گیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب ابلیس پر لعنت کی گئی تو اس کی صورت ملائکہ کی صورت سے جدا ہو گئی اس نے زور سے جزع فزع کی اور زور سے چیخ ماری۔ قیامت تک دنیا میں ہر چیخ اس کی چیخ سے ہوگی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت نوف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس آسمان دنیا کے فرشتوں کا رئیس تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کر کے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا ابلیس کی بیوی ہے، تو انہوں نے کہا اس شادی کے متعلق میں نے نہیں سنا۔

امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس کے پانچ بچے ہیں: ثبر، اعور، زلنبور، مسوط اور داسم۔ مسوط یہ چلانے والا ہے (یہ ایسا شیطان ہے جو لوگوں کے مونہوں میں ایسی باتیں ڈالتا ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہوتی یعنی جھوٹی افواہیں پھیلاتا ہے اعور اور داسم کو میں نہیں جانتا کہ یہ کیا کرتے ہیں، الثبر مصائب لاتا ہے، زلنبور لوگوں کے درمیان تفریق اور جدائی ڈالتا ہے اور

1۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 170 (148)، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 301

انسان کو اپنے گھر والوں کے عیوب دکھاتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗ کے تحت روایت کیا ہے: ابلیس نے پانچ انڈے دیئے زلنبور، داثم، ثبر، مسوط، الاعور۔ الاعور، زنا پر اکساتا ہے۔ ثبر، یہ مصائب لاتا ہے۔ مسوط، جھوٹی افواہیں پھیلاتا ہے اور یہ افواہیں لوگوں کے مونہوں میں ڈالتا ہے جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔ داثم، یہ اس شخص کے ساتھ گھر میں داخل ہوتا ہے جو سلام نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا، جب آدمی کھانا کھاتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ کھاتا ہے، یہ شیطان اسے دکھاتا ہے کہ سامان نہیں اٹھایا گیا یا سامان کو حسن ترتیب سے نہیں رکھا گیا۔ زلنبور یہ بازاروں میں گھومتا ہے۔ زمین اور آسمان کے درمیان ہر بازار میں یہ اپنا سر رکھتا ہے۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہ سے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗ کے تحت روایت کیا ہے۔: شیطان کی اولاد ہے اور وہ اس طرح بچے جنم دیتے ہیں جس طرح بنو آدم بچے جنم دیتے ہیں اور شیطان کی اولاد تعداد کے اعتبار سے انسانوں سے زیادہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس نے پانچ انڈے دیئے ان سے اس کی اولاد پیدا ہوئی۔ فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ ایک مومن پر ربیعہ اور مضر قبیلہ سے بھی زیادہ جمع ہوتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا فرمایا: انہوں نے عبادت الٰہی چھوڑ کر شیطان کی پیروی کی تو انہوں نے کتنی بری تبدیلی کی۔

مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَ مَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَ يَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَ جَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾

''میں نے ان سے مدد نہیں لی تھی جب آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور نہ (اس وقت ان سے مدد لی) جب خود انہیں پیدا کیا اور میں نہیں بنایا کرتا گمراہ کرنے والوں کو اپنا دست و بازو۔ اور اس روز اللہ تعالیٰ (کفار کو) فرمائے گا بلاؤ میرے شریکوں کو جنہیں تم (میرا شریک) خیال کیا کرتے تھے تو وہ انہیں پکاریں گے پس وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے اور ہم حائل کر دیں گے ان کے درمیان ایک آڑ''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے شیاطین سے مدد نہیں لی تھی جن کو تم نے میرا شریک بنا رکھا ہے اور میں شیطانوں کو اپنا دست و بازو بنانے والا نہیں۔ تاکہ وہ میری معاونت کریں۔

عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ عَضُدًا کا معنی اَعْوَانًا (مدد کرنا) ہے۔(1)

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 336 (1689)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔

ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے علی کے طریق سے ابن عباس سے مَّوْبِقًا کا معنی مھلکا (ہلاکت کی جگہ) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد جہنم کی ایک وادی ہے۔

امام عبداللہ بن احمد (نے زوائد الزہد میں) ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ موبق جہنم میں پیپ اور خون کی ایک وادی ہے۔(1)

امام احمد نے الزہد میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ موبق دوزخ میں ایک گہری وادی ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہدایت یافتہ اور گمراہوں کے درمیان فرق کرے گا۔(2)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عمرو البکالی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الموبق جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے دوزخ کی بہت گہری وادی ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اہل اسلام اور دوسرے لوگوں کے درمیان فرق کرے گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ موبق ایک دوزخ میں نہر ہے جس میں آگ بھی بہتی ہے، اس کے کناروں پر کالے خچروں کی مثل سانپ ہیں۔ جب وہ سانپ ان کو پکڑنے کے لیے ان کی طرف بڑھیں گے تو لوگ ان سے بچنے کے لیے آگ میں گھس جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آگ کے اندر چار وادیاں ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو عذاب دے گا: (۱) غلیظ (۲) موبق (۳) آثام (۴) غی۔

وَ رَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَ لَمْ یَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا۟ ﴿۵۳﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾

"اور دیکھیں گے مجرم (جہنم کی) آگ کو اور وہ خیال کریں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور نہ پائیں گے اس سے نجات پانے کی کوئی جگہ۔ اور بے شک ہم نے طرح طرح سے بار بار بیان کی ہیں اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے"۔

عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ فَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا میں فَظَنُّوْۤا بمعنی عَلِمُوْا ہے۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 306 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 305

3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 336 (1690)

امام احمد، ابویعلی، ابن جریر، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر کو پچاس ہزار سال کھڑا کیا جائے گا جیسا کہ اس نے دنیا میں کوئی عمل نہیں کیا، کافر جہنم کو دیکھے گا تو چالیس سال کی مسافت سے بھی یوں محسوس کرے گا کہ وہ اس میں ابھی گرا۔(1)

امام بخاری، مسلم، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ میرے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات کو تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم نماز تہجد نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہماری روحیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں، اگر وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھ پڑتے ہیں۔ جب میں نے یہ جواب دیا تو آپ واپس تشریف لے گئے اور مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ پھر میں نے سنا کہ آپ اپنی ران پر ہاتھ مار کر کہہ رہے تھے وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جَدَلًا کا معنی خصومت ہے۔ قوموں کا اپنے انبیائے کرام سے جھگڑنا اور ان کے پیغام کو ان کا واپس کرنا۔ قرآن حکیم میں جَدَلًا کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہ اس معنی کے اعتبار سے ہے یعنی وہ انبیائے کرام سے ان کے دین کے بارے جھگڑتے تھے اور جو وہ پیغام اللہ کی طرف سے لائے تھے وہ لوٹا دیتے تھے۔

وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ یَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ ۚ وَ یُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ مَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَ جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 336 (8766)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ کتاب التہجد، جلد 1، صفحہ 152، وزارت تعلیم اسلام آباد

''اور کس چیز نے روکا ہے لوگوں کو اس بات سے کہ وہ ایمان لے آئیں جب آ گئی ان کے پاس ہدایت (کی روشنی) اور مغفرت طلب کریں اپنے رب سے مگر یہ (کہ وہ منتظر ہیں) کہ آئے ان کے پاس اگلوں کا دستور یا آئے ان کے پاس طرح طرح کا عذاب۔ اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر مژدہ سنانے والے اور ڈرانے والے اور جھگڑتے ہیں کافر بے سروپا دلیلوں کی آڑ لے کر تا کہ وہ مٹا دیں اس سے حق کو اور بنا لیا ہے انہوں نے میری آیتوں کو اور جن سے وہ ڈرائے گئے ایک مذاق۔ اور اس شخص نے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے نصیحت کی گئی اس کے رب کی آیتوں سے پس اس نے روگردانی کر لی ان سے اور فراموش کر دیا اس نے ان (اعمال بدکو) جو آگے بھیجے تھے اس کے دونوں ہاتھوں نے، ہم نے ڈال دیئے ان کے دلوں پر پردے تا کہ وہ قرآن کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی اور اگر تم بلاؤ انہیں ہدایت کی طرف تو جب بھی وہ ہدایت قبول نہیں کریں گے۔ اور آپ کا پروردگار تو بہت بخشنے والا بڑا ہی رحمت والا ہے۔ اگر وہ پکڑ لیتا انہیں ان کے کیے پر تو جلد ان پر عذاب بھیجتا (وہ ایسا نہیں کرتا) بلکہ ان کو سزا دینے کا ایک وقت مقرر ہے۔ نہیں پائیں گے اس وقت اس کے بغیر کوئی پناہ کی جگہ۔ اور یہ بستیاں ہیں، ہم نے تباہ کر دیا اس کے باشندوں کو جب وہ ستم شعار بن گئے اور ہم نے مقرر کر دی تھی ان کی ہلاکت کے لیے ایک میعاد''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ سے مراد پہلے لوگوں کی سزا ہے۔

امام ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قُبُلًا سے مراد قبائل ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے قُبُلًا کا معنی اچانک روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے قُبُلًا کا معنی عیاناً (روبرو آمنے سامنے) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قُبُلًا کا معنی جھاراً (اعلانیہ) ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے سامنے عذاب کو دیکھ رہے ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس نے جو کثیر تعداد میں پہلے گناہ کیے وہ بھول گیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ بِمَا كَسَبُوْا کا معنی بِمَا عَمِلُوْا (جو انہوں نے عمل کیے) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَّوْعِدٌ سے مراد قیامت کا دن ہے۔

امام ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے علی کے طریق سے حضرت ابن عباس مَوْىِٕلًا کا معنی ملجا (پناہ گاہ) روایت کیا ہے۔

ابن ابی شیبہ، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے مَوْىِٕلًا کا معنی محوزاً اور مَّوْعِدًا کا معنی اجلًا (موت) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت العباس بن عزوان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا کا فیصلہ فرمایا: جب انہوں نے نافرمانی کی پھر اس سزا کو مؤخر فرمایا یہاں تک کہ ان کی سزا کا وقت گیا پھر ان پر سزا کا کوڑا برسایا۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ
حُقُبًا ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ
سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ٞ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا
هٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ
الْحُوْتَ ٞ وَ مَاۤ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَ اتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي
الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا
قَصَصًا ﴿٦٤﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ
مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ
رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا
لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعْصِيْ لَكَ
اَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ
ذِكْرًا ﴿٧٠﴾ فَانْطَلَقَا ٞ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۗ قَالَ اَخَرَقْتَهَا
لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿٧١﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ
اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿٧٣﴾ فَانْطَلَقَا ٞ حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ
نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ
اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا
فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾ فَانْطَلَقَا ٞ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ
اَهْلَ قَرْيَةِ اِۨسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا

يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَاۤ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾

’’اور یاد کرو جب کہا موسیٰ نے اپنے نوجوان (ساتھی) کو کہ میں چلتا رہوں گا یہاں تک کہ پہنچوں جہاں دو دریا ملتے ہیں یا (چلتے چلتے) گزار دوں گا مدت دراز۔ پھر جب وہ دونوں پہنچے جہاں آپس میں دو دریا ملتے ہیں دونوں بھول گئے اپنی مچھلی کو تو بنالیا اس نے اپنا راستہ دریا میں سرنگ کی طرح۔ پس جب وہاں سے آگے بڑھ گئے آپ نے اپنے جوان ساتھی سے کہا لے آؤ ہمارا صبح کا کھانا، بے شک ہمیں برداشت کرنی پڑی ہے اپنے اس سفر میں بڑی مشقت۔ اس ساتھی نے کہا (اے کلیم!) آپ نے ملاحظہ فرمایا جب ہم (ستانے کے لیے) اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو میں بھول گیا مچھلی کو اور نہیں فراموش کرائی مجھے وہ مچھلی مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کروں اور اس نے بنالیا تھا اپنا راستہ دریا میں، بڑے تعجب کی بات ہے۔ آپ نے فرمایا: یہی تو وہ ہے جس کی ہم جستجو کر رہے تھے۔ پس وہ دونوں لوٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے۔ تو پایا انہوں نے ایک بندے کو ہمارے بندوں میں سے جسے ہم نے عطا فرمائی تھی رحمت اپنی جناب سے اور ہم نے سکھایا تھا اسے اپنے پاس سے (خاص) علم۔ کہا اس بندے کو موسیٰ نے کہ میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں بشرطیکہ آپ سکھائیں مجھے رشد و ہدایت کا خصوصی علم جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ اس بندے نے کہا (اے موسیٰ!) آپ میرے ساتھ صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں اس بات پر جس کی آپ کو پوری طرح خبر نہیں۔ آپ نے کہا

آپ مجھے پائیں گے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا صبر کرنے والا اور میں نافرمانی نہیں کروں گا آپ کے کسی حکم کی۔ اس بندے نے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھئے یہاں تک کہ میں آپ سے اس کا خود ذکر کروں۔ پس وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ سوار ہوئے کشتی میں تو اس بندے نے اس میں شگاف کر دیا۔ موسیٰ بول اٹھے کیا تم نے اس لیے شگاف کیا ہے کہ اس کی سواریوں کو ڈبو دو، یقیناً تم نے بہت برا کام کیا ہے۔ اس بندے نے کہا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میں وہ طاقت نہیں کہ میری سنگت پر صبر کرسکیں۔ آپ نے (عذر خواہی کرتے ہوئے) کہا کہ نہ گرفت کرو مجھ پر میری بھول کی وجہ سے اور نہ سختی کرو مجھ پر میرے اس معاملہ میں بہت زیادہ۔ پھر دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ ملے ایک لڑکے کو تو اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ موسیٰ (غضب ناک ہوکر) کہنے لگے کیا مار ڈالا آپ نے ایک معصوم جان کو کسی نفس کے بدلہ کے بغیر؟ بے شک آپ نے ایسا کام کیا ہے جو بہت ہی نازیبا ہے۔ اس نے کہا کیا (پہلے ہی) میں نے کہہ نہ دیا تھا آپ کو کہ آپ میری معیت میں صبر نہیں کرسکیں گے۔ آپ نے کہا اگر میں پوچھوں آپ سے کسی چیز کے بارے میں اس کے بعد تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، آپ میری طرف سے معذور ہوں گے۔ پھر وہ چل پڑے یہاں تک کہ جب ان کا گزر ہوا گاؤں والوں کے پاس سے تو انہوں نے ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے (صاف) انکار کر دیا ان کی میزبانی کرنے سے۔ پھر ان دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی تو اس بندے نے اسے درست کر دیا۔ موسیٰ کہنے لگے اگر آپ چاہتے تو اس محنت پر مزدوری ہی لے لیتے۔ اس نے کہا (بس سنگت ختم) اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آگیا۔ میں آگاہ کرتا ہوں آپ کو ان باتوں کی حقیقت پر جن کے متعلق آپ صبر نہ کرسکے۔ وہ جو کشتی تھی وہ چند غریبوں کی تھی جو (ملاحی کا) کام کرتے تھے دریا میں سو میں نے ارادہ کیا کہ اسے عیب دار بنادوں اور (اس کی وجہ یہ تھی کہ) ان کے آگے (جابر) بادشاہ تھا جو پکڑ لیا کرتا تھا ہر کشتی کو زبردستی سے۔ اور وہ جو لڑکا تھا تو (اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اس کے والدین مومن تھے۔ پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (اگر زندہ رہا تو) مجبور کر دے گا انہیں سرکشی اور کفر پر۔ پس ہم نے چاہا کہ بدلہ دے انہیں ان کا رب (ایسا بیٹا) جو بہتر ہو اس سے پاکیزگی میں اور (ان پر) زیادہ مہربان ہو۔ باقی رہی دیوار (تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ) وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ (دفن) تھا اور ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا۔ پس آپ کے رب نے ارادہ فرمایا کہ وہ دونوں بچے اپنی جوانی کو پہنچیں اور نکالیں اپنا دفینہ۔ یہ (ان پر) ان کے رب کی خاص رحمت تھی اور (جو کچھ میں نے کیا) میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا، یہ حقیقت ہے ان امور کی جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا"۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن سمعان کے طریق سے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت بن عباس اس آیت کے متعلق یہ فرماتے ہیں: لَآ اَبْرَحُ میں ہمیشہ رہوں گا، مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ، حُقُبًا

ستر سال، بَيْنِهِمَا یعنی دو دریاؤں کے درمیان، نَسِيَا حُوْتَهُمَا یعنی ان سے مچھلی نکل گئی اور گم ہو گئی۔ نمکین مچھلی تھی جو انہوں نے اپنے ساتھ اٹھائی ہوئی تھی۔ وہ ٹوکرے سے اچھل کر پانی میں جا پڑی، شیطان نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی سے نوجوان کو شیطان نے اس کا ذکر بھلا دیا۔ وہ نوجوان یوشع بن نون تھا۔ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا موسیٰ علیہ السلام کو مچھلی کے اثر اور سمندر میں اس کے چلنے نے تعجب میں ڈالا۔ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ یہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جہاں مچھلی جدا ہوئی ہے وہاں ہی مجھے خضر علیہ السلام کی ملاقات کی خبر دی گئی ہے۔ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا یعنی موسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام سمندر میں مچھلی کے اثر کے پیچھے چلے۔ وہ دونوں ساحل سمندر پر لوٹ آئے۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ پس ان دونوں نے خضر علیہ السلام کو پالیا۔ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا یعنی ہم نے اسے عطا فرمائی تھی رحمت اپنی جناب سے اور ہم نے سکھایا تھا اسے اپنے پاس سے (خاص) علم۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۝ (یوسف) موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی سنگت اختیار کی۔ ان کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا۔(1)

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں سعید بن جبیر کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ نوف البکالی کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کا ساتھی موسیٰ وہ نہیں تھا جو بنی اسرائیل کا نبی تھا۔ ابن عباس نے کہا: اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے، ہمیں ابی بن کعب نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو ان سے پوچھا گیا لوگوں میں زیادہ عالم کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ میں میرا ایک بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: یا رب میں اس تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے ساتھ ایک مچھلی ٹوکری میں رکھ لو۔ جہاں وہ مچھلی تم سے گم ہو جائے وہی میرے بندے کی قیام گاہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام حکم الٰہی کے مطابق مچھلی ٹوکری میں لے کر چل پڑے اور آپ کے ساتھ نوجوان یوشع بن نون بھی چل پڑے۔ چلتے چلتے دونوں ایک چٹان تک پہنچے۔ اس پر دونوں سر رکھ کر سو گئے۔ مچھلی نے ٹوکری میں حرکت کی اور اس سے باہر نکلی۔ پھر سمندر میں گر گئی اور درمیان میں سرنگ کی طرح راستہ بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر پانی کا چلنا روک لیا اور وہ اس پر محراب کی طرح ہو گیا۔ جب دونوں بیدار ہوئے تو یوشع جو مچھلی کا نکلنا اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس کی خبر دینا بھول گئے۔ دن کا بقیہ حصہ بھی وہ چلتے رہے اور رات کو بھی سفر جاری رکھا حتی کہ جب دوسرا دن آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: صبح کا کھانا لاؤ، ہمیں اس سفر میں بہت بڑی مشقت برداشت کرنی پڑی ہے۔ فرمایا: موسیٰ علیہ السلام کو تھکاوٹ محسوس نہ ہوئی حتی کہ وہ اس جگہ سے آگے گزر گئے جہاں پہنچنے کا اللہ نے حکم دیا تھا۔ یوشع نے کہا اے موسیٰ کلیم! آپ نے ملاحظہ فرمایا جب ہم ستانے کے لیے اس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں بھول گیا مچھلی کو اور نہیں فراموش کرائی مجھے وہ مچھلی مگر شیطان نے

1۔ تاریخ مدینہ دمشق الکبیر از ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 413، دارالفکر بیروت

کہ میں اس کا ذکر کروں۔ اس نے سمندر میں اپنا راستہ بنالیا تھا۔ بڑی تعجب کی بات ہے۔ فرمایا مچھلی کے لیے سرنگ کی صورت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام اور نوجوان کے لیے تعجب کی بات تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: وہی تو جگہ تھی جس کی ہم تلاش میں تھے۔ وہ ہماری منزل مراد تھی۔ وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات پر واپس لوٹے حتی کہ اس چٹان تک پہنچ گئے۔ سفیان نے فرمایا: لوگ کہتے ہیں اس چٹان کے پاس چشمۂ حیات ہے۔ اس کا پانی جس مردہ کو پہنچتا ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اس مچھلی کا کچھ حصہ کھایا گیا تھا لیکن چشمۂ حیات کے اس پر قطرے پڑے تو وہ زندہ ہوگئی۔ فرمایا وہ دونوں چٹان تک پہنچے تو وہاں ایک شخص کپڑا لپیٹے سویا ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس پر سلام کیا تو خضر علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری زمین کا یہ سلام کہاں؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا موسیٰ ہوں۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا: موسیٰ بنی اسرائیل؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہاں میں آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے رشد و ہدایت کے علم سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اے موسیٰ کلیم! تم میرے ساتھ صبر کی طاقت نہیں رکھ سکو گے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا علم عطا فرمایا ہے جو تم نہیں جانتے اور آپ کو ایسا علم عطا فرمایا ہے جس کو میں نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ مجھے ان شاء اللہ صابر پائیں گے اور میں تمہارے کسی امر کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: اگر تم نے میرے ساتھ چلنا ہے تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کرنا یہاں تک کہ میں خود تمہیں اس کے متعلق بتاؤں۔ وہ دونوں ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چل پڑے۔ ایک کشتی پاس سے گزری تو خضر علیہ السلام نے انہیں سوار کرنے کو کہا۔ انہوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کر لیا۔ جب وہ دونوں سوار ہو گئے تو تھوڑی دیر بعد حضرت خضر ہتھوڑے کے ساتھ کشتی کا ایک پھٹہ اکھیڑنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: جناب انہوں نے ہمیں بغیر کرایہ کے کشتی پر سوار کیا ہے اور آپ ان کی کشتی کا تختہ نکال رہے ہیں تاکہ سب غرق ہو جائیں۔ یہ آپ نے بڑا برا کام کیا ہے۔ حضرت خضر نے فرمایا: میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ موسیٰ کلیم نے عرض کی: حضور! میری بھول پر میرا مؤاخذہ نہ فرمائیں اور میرے اس معاملہ میں مجھ سے سختی نہ کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام سے پہلا سوال بھول کر ہوا تھا (دوسرا شرط کی بنا پر اور تیسرا جان بوجھ کر کیا تھا) ایک چڑیا آئی اور کشتی کے ایک طرف بیٹھ گئی۔ پھر اس نے دریا سے پانی کی چونچ بھری۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: میرا اور تیرا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے سمندر سے چڑیا نے پانی پی لیا ہو پھر وہ کشتی سے نکل کر ساحل سمندر پر چل پڑے۔ راستہ میں حضرت خضر علیہ السلام نے بچوں میں کھیلتے ہوئے ایک بچہ دیکھا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو پکڑا اور ہاتھ سے ہی اس کا سر تن سے جدا کر کے قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام (تڑپ گئے) اور فرمایا بغیر کسی حق کے ایک معصوم نفس کو قتل کر دیا۔ آپ نے بڑا ناز یبا کام کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ فرمایا یہ پہلے سے زیادہ سخت کام کیا ہے۔ پھر کہا اگر میں آپ سے اس کے بعد کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو مجھے آپ ساتھ نہ رکھیں اور آپ میری طرف سے معذور ہوں گے۔ پھر وہ چل پڑے حتی کہ ان کا گزر ایک گاؤں سے ہوا۔ گاؤں والوں سے انہوں نے کھانا مانگا تو انہوں نے ان کی میزبانی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی تو خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اسے درست فرما دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے بھائی! یہ ایسی قوم تھی جنہوں نے ہمیں کھانا کھلانے اور میزبانی کرنے سے انکار کر دیا۔ اگر آپ چاہتے تو کم از کم ان سے مزدوری ہی لے لیتے۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا بس سنگت ختم۔ اب میرے اور تیرے درمیان جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا تک حضرت خضر علیہ السلام نے کلام فرمائی۔ راوی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری خواہش ہے کہ موسیٰ کلیم صبر کرتے تاکہ ہم پر ان کے مزید واقعات بیان کیے جاتے۔ (1)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ پڑھتے تھے اور اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ كَافِرًا وَّكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ پڑھتے تھے۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت سعید بن جبیر سے ایک دوسرے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں ابن عباس کے گھر میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ نے فرمایا: مجھ سے جو چاہو پوچھو: میں نے عرض کی اے ابن عباس! اللہ تعالیٰ مجھے تجھ پر فدا کرے، کوفہ میں ایک شخص ہے جسے نوف کہا جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ خضر علیہ السلام کے ساتھ جس موسیٰ کا ذکر ہے وہ موسیٰ بنی اسرائیل نہیں تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے۔ مجھے ابی بن کعب نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن موسیٰ علیہ السلام لوگوں کو وعظ فرما رہے تھے حتیٰ کہ لوگوں کی آنکھیں بہہ رہی تھیں اور دل نرم ہو گئے تھے۔ آپ واپس آئے تو ایک شخص ملا اور کہا اے اللہ کے رسول! کیا زمین میں کوئی تجھ سے زیادہ علم والا بھی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عتاب کیا کیونکہ آپ نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کیوں نہیں، تجھ سے زیادہ علم والے موجود ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے رب! وہ کہاں ہے؟ فرمایا مجمع البحرین کے پاس ہے، عرض کیا اے میرے پروردگار! میرے لیے ایک علامت بنا دے جس کے ذریعے میں اس شخص کو جان لوں۔ فرمایا ایک مچھلی ٹوکری میں رکھ لو جہاں اس کی روح چھوٹ جائے۔ حضرت کلیم نے مچھلی پکڑی پھر اسے ٹوکری میں رکھا اور اپنے نوجوان ساتھی سے کہا میں تجھے تکلیف نہیں دوں گا مگر یہ کہ آپ مجھے اس جگہ کے متعلق خبر دینا جہاں مچھلی تم سے جدا ہو جائے۔ فرماتے ہیں مجھے زیادہ تکلیف نہ دی گئی۔ فرماتے ہیں میں ایک سیلابی چٹان کے سایہ میں تھا کہ مچھلی اچھل پڑی جب کہ موسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے۔ نوجوان نے کہا میں نے موسیٰ علیہ السلام کو نہ جگایا حتیٰ کہ وہ خود بیدار ہوں میں ان کو بتانا بھول گیا کہ مچھلی سمندر میں چلی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کا بہاؤ روک لیا تھا حتیٰ کہ اس کا نشان پتھر میں بھی تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہمیں اس سفر میں بڑی مشقت برداشت کرنا پڑی ہے۔ نوجوان نے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہاری مشقت ختم کر دی ہے، پس وہ دونوں واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ایک سبز جائے نماز پر سمندر کے وسط میں چٹان پر کپڑا لپیٹے سوئے ہوئے تھے۔ کپڑے کی ایک طرف قدموں کے نیچے اور دوسری طرف سر کے نیچے رکھی ہوئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان پر سلام کیا تو خضر علیہ السلام نے منہ سے

1۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 482، وزارت تعلیم اسلام آباد

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اور آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں اس بات پر جس کی آپ کو پوری طرح خبر نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: مجھے آپ کی سنگت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھیے نہیں یہاں تک کہ میں آپ سے اس کا خود ذکر کروں۔ وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ سوار ہوئے پھر جو لوگ کشتی میں سوار تھے باہر نکل آئے۔ حضرت خضر علیہ السلام پیچھے رہ گئے تاکہ کشتی کو پھاڑ دیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ نے کشتی کو پھاڑ دیا ہے تاکہ اس کی سواریوں کو ڈبو دے، یقیناً تو نے بہت برا کام کیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میری بھول پر میری گرفت نہ فرمائیں اور میرے معاملہ میں مجھ پر زیادہ سختی نہ کرو۔ پھر دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ بچوں کے پاس آئے جو ساحل سمندر پر کھیل رہے تھے ان میں ایک بچہ ایسا تھا کہ اس جیسا حسین اور لطیف اور کوئی نہ تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے پکڑا اور قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام اس وقت دور ہو گئے اور کہا آپ نے ایک معصوم جان کو بغیر کسی نفس کے بدلہ کے مار ڈالا، بے شک آپ نے ایک ناز یبا کام کیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: میں نے پہلے کہہ نہیں دیا تھا کہ آپ میری معیت میں صبر نہیں کر سکیں گے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مذمت و ملامت کے اندیشہ نے آلیا اور آپ نے حیا فرمایا اور کہا اگر اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، آپ میری طرف سے معذور ہوں گے۔ پھر دونوں چل پڑے حتیٰ کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان سے کھانا طلب کیا لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا ان کی میزبانی کرنے سے۔ موسیٰ علیہ السلام انتہائی تھک چکے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی حضرت خضر علیہ السلام نے اسے درست کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بھوک اور تھکاوٹ تھی اس سے تنگ آکر آپ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس محنت پر مزدوری ہی لے لیتے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا (بس سنگت ختم) اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آگیا۔ میں آگاہ کرتا ہوں آپ کو ان باتوں کی حقیقت پر جن کے متعلق آپ صبر نہ کر سکے۔ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کا دامن پکڑا اور کہا قبلہ! جدا کرنے سے پہلے مجھے اپنے کاموں کی حقیقت تو بتا دو۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: وہ جو کشتی تھی وہ چند غریبوں کی تھی جو (ملاحی کا) کام کرتے تھے دریا میں، ان کے آگے (جابر) بادشاہ تھا جو پکڑ لیا کرتا تھا ہر کشتی کو زبردستی سے۔ جب کشتی پھٹی ہوئی اس کے پاس سے گزرے گی تو وہ اسے چھوڑ دے گا، پھر اس کے مالک لکڑی کا ٹکڑا لگا کر اسے جوڑ دیں گے اور اس سے نفع اٹھا لیں گے۔ رہا وہ بچہ تو وہ طبعاً کافر تھا، اس کی محبت والدین کے دلوں میں گھر کر چکی تھی۔ اگر وہ اس کی کسی بات کو نہ مانتے تو وہ انہیں سرکشی اور کفر پر مجبور کرتا۔ تمہارے رب نے انہیں نعم البدل دینے کا ارادہ کیا ہے، پس میاں بیوی نے حقوق زوجیت ادا کیے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پاکیزہ اور زیادہ رحیم بچہ عطا فرمایا ایک دوسرے طریق سے سعید بن جبیر سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں ابن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس چند اہل کتاب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا نوف، ابی بن کعب سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ موسیٰ نبی جس نے علم طلب کیا تھا وہ موسیٰ بن میشا تھا۔ ابن عباس نے

فرمایا نوف نے جھوٹ بولا ہے، مجھے ابی بن کعب نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کر کے بتایا ہے کہ موسیٰ بنی اسرائیل نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ اگر تیرے بندوں میں کوئی مجھ سے زیادہ علم والا موجود ہے تو میری اس پر راہنمائی فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں میرے بندوں میں سے زیادہ علم والا موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی جگہ کی علامات بیان فرمائیں اور اس کی ملاقات کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے نوجوان ساتھی کو ساتھ لے کر نکل پڑے۔ ان کے پاس ایک نمکین مچھلی بھی تھی۔ کہا گیا کہ جب یہ مچھلی کسی جگہ زندہ ہو جائے تو وہاں تمہارا ساتھی ہوگا اور تم اپنی ضرورت وہاں پالو گے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھی کی معیت میں نکلے، ساتھ انہوں نے مچھلی بھی اٹھائی ہوئی تھی، موسیٰ علیہ السلام چلے حتی کہ انتہائی تھک گئے۔ ایک چٹان اور اس پانی تک پہنچے جو حیات بخش پانی ہے، جو اسے پیتا ہے ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ کوئی مردہ چیز اس کے قریب نہیں جاتی مگر وہ زندہ ہو جاتی ہے۔ جب وہ دونوں وہاں اترے اور مچھلی کو پانی نے مس کیا تو وہ زندہ ہوگئی، اس نے دریا میں راستہ بنایا سرنگ کی طرح۔ پھر وہ دونوں چلتے رہے، راستہ میں موسیٰ علیہ السلام نے نوجوان ساتھی کو کہا ہمارا صبح کا کھانا لے آؤ ہمیں اس سفر میں بہت مشقت برداشت کرنا پڑی ہے۔ نوجوان نے کہا: کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جب ہم چٹان کے پاس (ستانے کے لیے) ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے وہ شیطان نے فراموش کرائی تھی کہ میں اس کا ذکر کروں اس نے راستہ بنالیا تھا دریا میں، بڑے تعجب کی بات ہے۔ ابن عباس نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام چٹان پر چڑھے۔ جب اس کے پاس پہنچ گئے، وہاں ایک شخص چادر اوڑھے سویا ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس پر سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا پھر پوچھا کیسے تشریف لائے؟ آپ کو تو اپنی قوم میں (تبلیغ کی) مشغولیت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں آپ سے وہ علم خاص سیکھنے آیا ہوں جو آپ کو بخشا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے، یہ اللہ کا بندہ (خضر علیہ السلام) علم غیب جانتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیوں نہیں (میں صبر کروں گا)۔ اس بندے نے کہا تو کیسے صبر کرے گا اس پر جس کی حقیقت کی تمہیں خبر ہی نہیں ہے یعنی آپ ظاہر کو دیکھتے ہیں اور جو امور کی حقیقتیں ہیں وہ آپ جانتے ہی نہیں ہے، جو علم غیب میں جانتا ہوں وہ آپ جانتے نہیں ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کی کسی امر میں نافرمانی نہیں کروں گا۔ اگرچہ میں کوئی ایسا امر دیکھوں گا جو میری ظاہر شریعت میں مخالف ہوگا۔ اس بندے نے کہا اگر تو نے میرے ساتھ رہنا ہے تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرنا حتی کہ میں خود اس کے متعلق بیان کروں۔ وہ دونوں ساحل سمندر پر چل پڑے۔ لوگوں سے ملے اور اس کی تلاش میں تھے، جو انہیں ایک ساحل سے دوسرے ساحل پر لیجائے حتی کہ ایک نئی مضبوط کشتی ان کے پاس سے گزری۔ اس سے خوبصورت، عمدہ اور مضبوط کوئی کشتی ان کے پاس سے نہیں گزری تھی۔ دونوں نے ملاحوں سے سوار کرنے کو کہا تو انہوں نے انہیں سوار کر لیا۔ جب اطمینان سے کشتی میں بیٹھ گئے اور کشتی ان دونوں سمیت اپنے مسافروں کو لے کر چلی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اپنی زنبور اور ہتھوڑا نکالا اور اس کشتی کی ایک طرف سے زنبور اور ہتھوڑے کی مدد سے توڑ پھوڑ کر دی، پھر ایک تختہ لیا اور اس کے اوپر لگا دیا پھر اس پر بیٹھ کر اسے درست کرنے لگ گئے، موسیٰ علیہ السلام یہ عجیب معاملہ دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کیا آپ نے کشتی کا شگاف کر دیا ہے تا کہ وہ سواریوں کو

غرق کردے، آپ نے انتہائی برا کام کیا ہے۔ اس بندے نے کہا میں نے کہا نہیں تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میری بھول پر میرا مواخذہ نہ فرمائیں اور میرے معاملہ میں مجھ پر سختی نہ کریں۔ پھر دونوں کشتی سے نکلے تو چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچے، وہاں بچے کھیل رہے تھے، ان بچوں میں ایک بچہ ایسا تھا جس سے زیادہ خوش شکل اور روشن چہرے والا اور کوئی نہیں تھا۔ اس بندے نے اسے پکڑا، ایک پتھر اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا حتیٰ کہ اسے چوٹ لگا کر قتل کر دیا جس کا کوئی گناہ ہی نہیں تھا۔ فرمایا کیا آپ نے ایک معصوم جان کو بغیر کسی نفس کے بدلے قتل کر دیا ہے، آپ نے بہت نازیبا کام کیا ہے۔ اس بندے نے کہا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اس کے بعد اگر میں کسی چیز کے بارے سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، آپ میری طرف سے معذور ہوں گے۔ پھر دونوں چل پڑے حتیٰ کہ ایک گاؤں والوں کے پاس آئے، ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے میزبانی کرنے سے صاف انکار کر دیا، دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار کو دیکھا جو گرنے کے قریب تھی، اللہ کے اس بندے نے پہلے اسے گرایا پھر اس کو بنانے لگ گئے موسیٰ علیہ السلام نے مشقت اور تکلیف دیکھی تھی اس کی وجہ سے اکتا چکے تھے اور آپ نے وہ کچھ دیکھا تھا جس کی وجہ سے آپ کو صبر نہ تھا۔ آپ نے فرمایا اگر آپ چاہتے تو اس محنت پر اجر ہی لے لیتے یعنی ہم نے ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ہمیں کھانا نہیں کھلایا، ہم نے ان سے مہمانی طلب کی تو انہوں نے مہمان نوازی نہیں کی۔ پھر آپ بغیر اجرت کے یہ عمل کر رہے ہیں؟ اگر آپ چاہتے تو اپنے کام کی اجرت ہی لے لیتے، اللہ کے اس بندے نے کہا (بس سنگت ختم) میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں ان باتوں کی حقیقت سے جن کے متعلق آپ صبر نہ کر سکے۔ رہی کشتی تو وہ چند مساکین کی تھی جو دریا میں (ملاحی کا) کام کرتے تھے۔ میں نے اس کو عیب دار کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ آگے ایک (جابر) بادشاہ تھا جو ہر (نئی) کشتی کو چھین لیتا تھا۔ ابی بن کعب کی قرأت میں کل سفينة صالحة ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے بچانے کے لیے ایسا کیا تھا۔ پس اس نے اس کے عیب کو دیکھا تو وہ کشتی اس ظالم بادشاہ سے بچ گئی۔ رہا وہ بچہ تو اس کی والدین مومن تھے، ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ انہیں سرکشی اور کفر پر مجبور کرے گا۔ پس ہم نے ارادہ کیا کہ ان کا پروردگار انہیں (ایسا بیٹا) عطا کرے جو بہتر ہو اس سے پاکیزگی میں اور (ان پر) زیادہ مہربان ہو۔ رہی وہ دیوار تو وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کا خزانہ دفن تھا۔ ان کا باپ ایک نیک شخص تھا۔ پس آپ کے رب نے ارادہ فرمایا کہ وہ دونوں بچے اپنی جوانی کو پہنچیں اور نکال لیں اپنا دفینہ۔ یہ (ان پر) ان کے رب کی خاص رحمت تھی اور (جو کچھ میں نے کیا) میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ یہ حقیقت ہے ان امور کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ ابن عباس نے فرمایا وہ خزانہ علم تھا۔ (1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے ایک اور طریق سے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور انتہائی بلیغ خطبہ دیا اور دل میں یہ خیال کیا کہ جو علم کی نعمت مجھے بخشی گئی ہے اور کسی کو عطا نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے دل کا خیال جان لیا اور فرمایا اے

1۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 269، قدیمی کتب خانہ کراچی

موسیٰ! میرے بندوں میں ایسے ہیں جنہیں میں نے ایسا علم عطا فرمایا ہے جو تجھے عطا نہیں فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: میری راہنمائی فرما تا کہ میں اس سے علم حاصل کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرا زادسفر اس پر تیری راہنمائی کرے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے اپنے نوجوان یوشع سے کہا کہ میں چلتا رہوں گا یہاں تک کہ پہنچوں جہاں دو دریا ملتے ہیں یا چلتے چلتے گزار دوں مدت دراز۔ موسیٰ علیہ السلام اور یوشع کا زادراہ ایک نمکین مچھلی تھی وہ اس سے صبح وشام کھاتے تھے۔ جب وہ چٹان تک پہنچے جو دریا کے کنارے پر تھی تو نوجوان نے دریا کے کنارے پر (مچھلی والی) ٹوکری رکھ دی، مچھلی پر پانی کے قطرے پڑے تو اس نے ٹوکری میں حرکت کی تو ٹوکری الٹی ہوگئی اور وہ دریا میں سرنگ کی طرح راستہ بناتے ہوئے چلی گئی۔ جب وہ وہاں سے آگے گزر گئے تو صبح کے کھانے کا وقت ہوگیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہمارا صبح کا کھانا لے آؤ، بے شک ہمیں برداشت کرنی پڑی تھی اپنے اس سفر میں بڑی مشقت، نوجوان نے کہا کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جب ہم ستانے کے لیے چٹان کے پاس ٹھہرے تھے میں مچھلی بھول گیا اور مجھے فراموش نہیں کرائی مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کروں۔ اس نے دریا میں راستہ بنایا، بڑے تعجب کی بات ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو یاد آیا، جوان سے کہا گیا تھا کہ تمہارا زادراہ تمہاری راہنمائی کرے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تو وہ ہے جس کی ہم جستجو کر رہے تھے۔ پس وہ دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے واپس لوٹے حتی کہ اس چٹان تک پہچان گئے جس میں مچھلی کود کر دریا میں چلی گئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی کا نشان دیکھا اور پانی پر اس کا نشان دیکھتے ہوئے چل پڑے حتی کہ وہ عرب کے جزائر میں سے ایک جزیرہ پر پہنچے۔ وہاں دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے عطا فرمائی تھی رحمت اپنی جناب سے اور ہم نے سکھایا تھا اسے اپنے پاس سے (خاص) علم۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ صبر کربھی کیسے سکتے ہیں اس بات پر جس کی آپ کو پوری طرح خبر نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ مجھے ان شاء اللہ صابر پائیں گے۔ میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس بندے نے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھیے نہیں یہاں تک کہ میں آپ سے اس کا خود ذکر کروں۔ پس وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ سوار ہوئے کشتی میں تو اس بندے نے اس میں شگاف کر دیا۔ موسیٰ بول اٹھے کیا تم نے اس لیے شگاف کیا ہے کہ اس کے سواروں کو ڈبو دو، یقیناً تم نے بہت برا کام کیا ہے۔ اس بندے نے کہا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میں یہ طاقت نہیں کہ میری سنگت پر صبر کریں۔ آپ نے عذرخواہی کرتے ہوئے کہا کہ نہ گرفت کرو مجھ پر میری بھول کی وجہ سے اور نہ سختی کرو میرے اس معاملہ میں بہت زیادہ۔ پھر دونوں چل پڑے حتی کہ جب وہ ملے ایک لڑکے کو جو ساحل دریا پر بچوں کے ساتھ تھا۔ پس اس بندے نے ان بچوں میں سے جو خوب صورت اور ملیح تھا اس کو پکڑا اور اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام (غضب ناک ہوکر) کہنے لگے کیا مار ڈالا آپ نے ایک معصوم جان کو کسی نفس کے بدلہ کے بغیر، بے شک آپ نے ایسا کام کیا ہے جو بہت نازیبا ہے۔ اس نے کہا (پہلے ہی) میں نے کہہ نہ دیا تھا آپ کو کہ آپ میری معیت میں صبر نہیں کر سکیں گے۔ ابن عباس فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت حیا کیا اور کہا اگر میں اس کے بعد آپ سے کسی چیز کے بارے پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں، آپ میری طرف سے معذور ہوں گے۔ پھر دونوں چل

پھر چلے یہاں تک کہ وہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے۔ انہوں نے ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے صاف انکار کردیا میز بانی کرنے سے۔ پھر ان دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی تو اس بندے نے اس درست کردیا۔ موسیٰ کہنے لگے اگر آپ چاہتے تو اس محنت پر مزدوری ہی لے لیتے۔ اس نے کہا (بس سنگت ختم) اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا، میں آگاہ کرتا ہوں آپ کو ان باتوں کی حقیقت پر جن کے متعلق آپ صبر نہ کرسکے، رہی کشتی تو وہ چند مساکین کی تھی جو دریا میں ملاحی کا کام کرتے تھے۔ میں نے اس کو عیب دار کرنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ ان کے آگے (جابر) بادشاہ تھا جو ہر (نئی) کشتی زبردستی لے لیتا تھا۔ ابی بن کعب کی قرأت میں سفینہ صالحۃ ہے۔ میں نے اس کو عیب دار کرنے کا ارادہ کیا تاکہ بادشاہ نہ لے لے۔ جب وہ بادشاہ سے گزر جائیں گے تو اسے درست کر کے نفع اٹھائیں گے اور وہ ان کے پاس رہے گی۔ (آگے آپ نے بچے کے قتل اور دیوار بنانے کی حقیقت بیان فرماتے جو متن قرآن میں موجود ہے) فرماتے ہیں پھر چھوٹا سا سرخ پرندہ آیا اس نے دریا میں اپنی چونچ ڈبوئی۔ تو اس بندے نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ! یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں نہیں جانتا۔ اس بندے نے کہا یہ کہہ رہا ہے کہ تم دونوں کا علم جو تم اللہ کے علم کے سمندر سے جانتے ہو وہ نہیں ہے مگر اس طرح کہ جیسے میں نے اپنی چونچ کے ساتھ اس دریا کے تمام پانی سے کمی کی ہے۔

الرویانی اور ابن عساکر نے ایک اور سند سے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو وعظ کر رہے تھے کہ ان کے دل میں خیال آیا کہ لوگوں میں کوئی ان سے زیادہ علم والا نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے جان لیا ہے جو تیرے دل میں آیا ہے بے شک میرا ایک بندہ تجھ سے زیادہ عالم ہے وہ دریا کے کنارے پر رہتا ہے اس کے پاس جاؤ اور علم سیکھو اور اس کی جگہ پر تیری راہنمائی کرنے والی علامت تیرا زادراہ ہے، جہاں تیرا زادراہ گم ہو جائے وہی اس کا مکان ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کا ساتھی نوجوان ایک ٹوکری میں نمکین مچھلی اٹھائے ہوئے نکلے وہ چل رہے تھے تو انہوں نے نہ کوئی تھکن اور نہ کوئی مشقت پائی حتی کہ وہ اس چشمہ پر پہنچ گئے جس سے خضر علیہ السلام پانی پیتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام گزر گئے اور ان کا ساتھی نوجوان بیٹھ گیا اس نے پانی پیا، مچھلی ٹوکری میں اچھلی حتی کہ مٹی میں گری پھر اس میں مل کر دریا میں جا گری۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا کا یہی مطلب ہے یوشع چلتے چلتے موسیٰ علیہ السلام سے جا ملے۔ جب ملاقات ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام تھک چکے تھے آپ بیٹھ گئے اور اپنے ساتھی سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لے آؤ ہمیں اس سفر میں بہت مشقت برداشت کرنا پڑی ہے۔ پس مچھلی گم ہوگئی۔ نوجوان نے کہا میں مچھلی بھول گیا۔ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَاۤ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا۔ جب واپس چٹان تک پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام نے اس چٹان کے اردگرد چکر لگایا لیکن کچھ نظر نہ آیا پھر آپ چٹان کے اوپر چڑھ گئے تو ایک شخص چادر میں ملبوس سویا ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس پر سلام کیا تو انہوں نے سر اٹھایا اور فرمایا اس جگہ یہ سلام کیسے آیا۔ فرمایا تو کون ہے انہوں نے کہا میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں کیا تیری قوم میں تبلیغ کی مشغولیت نے مجھ سے تجھے بے پروا نہیں کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے تیری جناب میں حاضری کا حکم ملا ہے، حضرت خضر

علیہ السلام نے کہا اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا (الآیت)

وہ چلتے چلتے دونوں ساحل دریا پر پہنچے تو وہاں ایک قوم کشتی پر سوار تھی جو دریا کو عبور کرنا چاہتی تھی یہ دونوں بھی ان کے ساتھ سوار ہو گئے جب کہ وہ ابھی دریا کے کنارے پر ہی تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کلہاڑا نکالا جو ان کے پاس تھا اور اس سے کشتی میں شگاف کر دیا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ الآیۃ۔ پھر وہ چلتے چلتے ایک دیہات والوں کے پاس آئے وہاں بچے کھیل رہے تھے۔ خضر علیہ السلام نے ایک خوب صورت اور خوش اندام بچے کو قتل کر دیا۔ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ الآیہ۔ پھر وہ دونوں چلے اور کمینے لوگوں کے گاؤں میں پہنچے انہیں سخت بھوک لگی تھی، ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے کھانا نہ دیا پھر ایک جھکی ہوئی دیوار دیکھی تو خضر علیہ السلام نے ہاتھ سے اسے مسح کیا تو وہ سیدھی ہو گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کو علم ہے کہ ہمیں سخت بھوک لگی ہے۔ اور ہمیں کھانے کی ضرورت ہے اگر آپ ان سے دیوار کے بنانے پر اجر طلب کرتے اور وہ دے دیتے تو ہم شام کا کھانا ہی اس سے خرید لیتے۔ حضرت خضر نے فرمایا بس سنگت ختم اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر کا دامن پکڑا اور کہا حضور! میں آپ کو اس سنگت کا واسطہ دیتا ہوں آپ نے جو حقیقت دیکھی آپ مجھے اس کے بارے میں آگاہ تو فرمائیں۔ فرمایا: اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۝ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَاۤ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۝ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ الآیہ۔(1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت العوفی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم مصر پر غالب آئے تو آپ نے اپنی قوم کو مصر میں اتارا۔ جب (ان کا غلبہ) پوری طرح قرار پذیر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ (ابراہیم:5)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب فرمایا اور انہیں یاد دلائیں وہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کی تھی آپ نے انہیں یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعونیوں سے نجات دی اور انہیں یاد دلایا کہ ان کے دشمن کو ہلاک کیا۔ اور اللہ نے مصر میں ان کو خلیفہ بنایا اور فرمایا اللہ نے موسیٰ تمہارے نبی سے کلام فرمائی اور اس نے مجھے اپنی ذات کے لیے چن لیا اور مجھ پر اپنی خاص محبت اتاری اور اس نے تمہیں ہر وہ چیز عطا فرمائی جو تم نے طلب کی تمہارا نبی اہل زمین سے افضل ہے اور تم آج قرار پذیر ہو۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے کسی ایسی نعمت کا ذکر نہ چھوڑا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی تھی، سب کی سب نعمتیں انہیں یاد دلائیں، بنی اسرائیل کے ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبی! کیا زمین پر تجھ سے زیادہ کوئی علم والا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 09-208، دارالفکر بیروت

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا اور فرمایا: اللہ فرماتا ہے تجھے کیا معلوم کہ میں نے اپنے علم کو کہاں رکھا ہے؟ ہاں ساحل سمندر پر ایک شخص (تجھ سے) زیادہ جاننے والا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں: وہ شخص خضر علیہ السلام تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کریم سے سوال کیا کہ وہ شخص انہیں دکھادے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: دریا کے کنارے آؤ وہاں ساحل دریا پر تم ایک مچھلی پاؤ گے، وہ مچھلی اپنے ساتھی نوجوان کو دے دو پھر دریا کے کنارے کو لازم پکڑو۔ جب تم مچھلی بھول جاؤ اور وہ تم سے گم ہو جائے تو اسی جگہ تم اس نیک بندے کو پالو گے جس کے تم متلاشی ہو۔ جب موسیٰ علیہ السلام کا چڑھنا طویل ہو گیا اور سفر میں تھکن زیادہ ہو گئی تو موسیٰ علیہ السلام نے جوان سے مچھلی طلب کی قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَآ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ الآیہ نوجوان نے کہا مچھلی تو سرنگ کی طرح راستہ بناتے ہوئے دریا میں چلی گئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس پر بہت تعجب ہوا۔ آپ چٹان کے پاس پھر واپس آئے اور مچھلی کو پایا، مچھلی دریا میں چلی گئی تو موسیٰ علیہ السلام بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے اپنے آگے اپنا عصا رکھا جس کے ساتھ پانی کو ادھر ادھر کرتے گئے اور مچھلی کے پیچھے چلتے گئے۔ مچھلی دریا کے جس حصہ سے گزرتی گئی۔ وہ خشک ہوتا گیا حتی کہ ایک چٹان آ گئی۔ اللہ کے نبی نے تعجب فرمایا حتی کہ مچھلی دریا کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ میں پہنچ گئی۔ وہاں موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ نے حضرت خضر علیہ السلام پر سلام کیا تو خضر علیہ السلام نے فرمایا وعلیک السلام، اس زمین میں یہ سلام کیسے آیا؟ تو کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں موسیٰ ہوں، حضرت خضر نے کہا بنی اسرائیل والا؟ پھر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو خوش آمدید کہا اور پوچھا جناب! کیسے آنا ہوا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ الآیہ خضر علیہ السلام نے کہا تم میرے ساتھ رہنے کی طاقت نہیں رکھو گے موسیٰ علیہ السلام نے کہا سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا۝ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْــَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا۝ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْــًٔا اِمْرًا (الآیہ) حضرت خضر نے فرمایا: تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرنا خواہ میں کچھ بھی کروں حتی کہ میں اس کی حقیقت خود بیان کروں۔ (1)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الخطیب اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ہارون بن عنترہ عن ابیہ عن ابن عباس کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا اے رب! تیرے بندوں سے کون سا بندہ تیرا محبوب ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو ہمیشہ مجھے یاد کرتا ہے اور مجھے بھلاتا نہیں ہے اور تیرا کون سا بندہ زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے؟ فرمایا جو حق کا فیصلہ کرتا ہے اور خواہش نفس کی پیروی نہیں کرتا پھر پوچھا تیرا کون سا بندہ زیادہ عالم ہے فرمایا وہ جو لوگوں کے علم کو اپنے علم کے ساتھ ملاتا ہے (یعنی لوگوں سے علم حاصل کرتا ہے) ہوسکتا ہے کوئی کلمہ اس کی ہدایت کی طرف راہنمائی کرے یا اسے ہلاکت میں گرنے سے بچالے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خیال آیا کہ ان سے زیادہ کوئی عالم نہیں ہے۔ پوچھا یا رب! مجھ سے زیادہ کوئی عالم ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں، پوچھا کہاں ہے؟ فرمایا اس چٹان کے پاس جس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 324، دار احیاء التراث العربی بیروت

کے پاس چشمہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اس کی طلب کے لیے نکل پڑے۔ وہ سب کچھ ہوا جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام چٹان کے پاس اس بندے کو جا ملے، ہر ایک نے دوسرے کو سلام کیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، اس بندے نے کہا تو میری صحبت کی طاقت نہیں رکھتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں۔ اس بندے نے کہا: سنگت اختیار کرنی ہے تو مجھ سے کوئی سوال نہیں کرنا یہاں تک کہ کسی راز کو میں خود منکشف کروں۔ وہ چل پڑے مجمع البحرین تک پہنچے۔ وہ اس جگہ پہنچے جہاں سب جگہوں سے زیادہ پانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خطاف (پرندہ) کو بھیجا۔ اس نے دریا سے اپنی چونچ بھری، اس بندے نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اس پرندے نے اس پانی سے کتنی کمی کی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا بہت تھوڑی کمی کی ہے۔ اس بندے نے کہا بے شک میرا علم اور آپ کا علم علم الٰہی میں اس مقدار میں ہے جتنا کہ اس پرندے نے اس پانی سے پیا ہے۔ آگے مکمل حدیث بیان فرمائی جس میں کشتی میں شگاف کرنے، بچے کو قتل کرنے اور دیوار کو درست کرنے کا ذکر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا قول دیوار کے بارے میں اپنی ذات کے لیے دنیا کی ایک چیز طلب کرنے کے لیے تھا اور کشتی اور غلام کے متعلق سوال اللہ کے لیے تھا۔ (1)

امام دارقطنی نے الافراد میں ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت مقاتل بن سلیمان عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے: حضرت خضر علیہ السلام آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، ان کی عمر میں تاخیر کی گئی ہے حتیٰ کہ وہ دجال کی تکذیب کریں گے (یعنی وہ قرب قیامت تک زندہ رہیں گے)۔ (2)

بخاری، احمد، ترمذی اور ابن ابی حاتم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خضر علیہ السلام کو خضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ سفید زمین پر تشریف فرما ہوتے تو وہ آپ کی برکت سے آپ کے پیچھے سرسبز کھیتی لہلہانے لگتی۔ (3)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خضر کو خضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ سفید زمین پر نماز پڑھتے تو وہاں سرسبز کھیتی لہلہانے لگتی۔ (4)

امام سعید بن منصور، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت خضر کو خضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ جہاں نماز پڑھتے اردگرد کا علاقہ سرسبز وشاداب ہو جاتا۔ (5)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن اسحٰق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے ہمیں بتایا کہ آدم علیہ السلام پر جب موت کا وقت آیا تو آپ نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا اور فرمایا: اے بیٹو! اللہ تعالیٰ اہل زمین پر عذاب نازل کرے گا۔ پس میرا جسم تمام غار میں ہونا چاہیے حتیٰ کہ جب تم اترو (کشتی سے) تو مجھے شام کی زمین کی طرف بھیج دینا، پس آدم علیہ السلام کا جسم اپنے بیٹوں کے ساتھ رہا، جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر طوفان بھیجا، تو کچھ عرصہ زمین پانی میں غرق رہی۔ پھر نوح علیہ السلام آئے حتیٰ کہ آپ کشتی سے اترے اور اپنے تینوں بیٹوں سام، حام اور یافث کو وصیت فرمائی کہ آدم علیہ

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 412، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 400
3۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 483، وزارت تعلیم اسلام آباد 4۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 402، دار الفکر بیروت 5۔ ایضاً

سلام کا جسم اس غار کی طرف لے جاؤ جس میں انہیں دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بیٹوں نے کہا زمین وحشت والی ہے یہاں کوئی انس والا نہیں ہے اور ہم راستہ نہیں جانتے ہیں لیکن کچھ دیر ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ لوگ زیادہ ہو جائیں۔ نوح علیہ السلام نے انہیں فرمایا: آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ اس کی عمر قیامت تک طویل ہو جو انہیں دفن کرے۔ پس آدم علیہ السلام کا جسم اسی طرح رہا حتی کہ خضر علیہ السلام کو آپ کے دفن کا فریضہ سونپا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے جو وعدہ فرمایا تھا۔ وہ پورا فرمایا پس وہ زندہ رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ ان کا زندہ رہنا چاہے گا۔(1)

ابن عساکر نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی والدہ رومیہ تھی اور والد فارسی تھی۔(2)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے ملے تو ایک پرندہ آیا، اس نے اپنی چونچ پانی میں ڈالی، حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کیا تجھے معلوم ہے یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟ پوچھا کیا کہہ رہا ہے، حضرت خضر نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ آپ کا علم اور موسیٰ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم میں نہیں ہے مگر اس طرح جیسے میری چونچ نے اس پانی سے لیا ہے۔(3)

امام بخاری نے تاریخ میں، ترمذی، البزار (انہوں نے اسے حسن کہا ہے)، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابودرداء سے وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں:۔ ان کے لیے خزانے حلال کیے گئے تھے اور غنائم حرام کی گئی تھیں، ہمارے لیے غنائم حلال ہیں اور کنوز (خزانے) حرام ہیں۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور البزار رحمہم اللہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ کنز جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے وہ سونے کی تختی تھی جس پر لکھا تھا کہ تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے تو تھکاوٹ کیسے برداشت کرتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو آگ کا ذکر کرتا ہے پھر ہنستا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو یاد کرتا ہے پھر غفلت کرتا ہے (اور اس تختی پر یہ بھی لکھا تھا) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

امام الشیرازی رحمہ اللہ نے الالقاب میں حضرت عطاء بن ابی رباح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ وہ تختی جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے: وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وہ پتھر کی تھی اور اس میں کندہ کیا ہوا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تعجب ہے اس شخص پر جو جانتا ہے کہ تقدیر حق ہے پھر کیسے پریشان ہوتا ہے اور تعجب ہے اس شخص پر جو جانتا ہے کہ موت برحق ہے پھر کیسے پریشان ہوتا ہے اور تعجب ہے اس شخص پر جو جانتا ہے کہ موت حق ہے وہ کیسے خوش ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا کی زوال پذیری کو دیکھتا ہے پھر اس دنیا پر کیسے مطمئن ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

امام الخرائطی نے قمع الحرص میں اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابوحازم کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ تختی سونے کی تھی اور اس میں یہ لکھا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو جانتا

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 400، دارالفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 401

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 400 (3394)، دارالکتب العلمیہ بیروت

ہے پھر وہ کیسے خوش ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو آگ کو جانتا ہے پھر وہ کیسے ہنستا ہے؟ تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور اس کا اپنے دنیا والوں کے ساتھ الٹ پلٹ ہونا جانتا ہے پھر وہ اس پر کیسے مطمئن ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو قضا و قدر پر یقین رکھتا ہے پھر کیسے رزق کی تلاش میں تھکاوٹ برداشت کرتا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو حساب کا یقین رکھتا ہے پھر کیسے برائی کا عمل کرتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا کے تحت فرمایا: وہ تختی سونے کی تھی، اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے پھر کیسے غمگین ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو موت پر ایمان رکھتا ہے پھر کیسے خوش ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو رات اور دن کی تبدیلی پر ایمان رکھتا ہے اور پھر وہ ان کے کبھی ایک حالت اور کبھی دوسری حالت کے لانے سے امن میں ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ تختی سونے کی تھی نہ کہ چاندی کی تھی اس پر لکھا ہوا تھا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ تختی سونے کی تھی، اس میں یہ لکھا ہوا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تعجب ہے اس شخص کے لیے جو یاد کرتا ہے کہ موت حق ہے پھر کیسے خوش ہوتا ہے۔ تعجب ہے اس پر جو دوزخ کو حق یاد کرتا ہے پھر ہنستا ہے، تعجب ہے اس پر جو تقدیر کو حق جانتا ہے پھر کیسے غمگین ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص کے لیے جو دنیا اور دنیا والوں کی حالت کی تبدیلی کو دیکھتا ہے پھر وہ کیسے اس دنیا میں مطمئن ہے۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ شخص امانات اور ودیعتوں کو ان کے مالکوں کے سپرد کرتا ہے۔

امام ابن المبارک، سعید بن منصور، احمد نے الزہد میں، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ان کے باپ کے تقویٰ اور صلاح کی وجہ سے ان کے مال کی حفاظت کی گئی تھی، نہ کہ ان کی اصلاح کی وجہ سے حفاظت کی گئی تھی۔ (3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ایک شخص کی نیکی اور صالحیت کی وجہ سے اس کی اولاد، اولاد کی اولاد اور ان کی اولاد کی اصلاح فرماتا ہے۔ اس کی اولاد اور اس کے اردگرد کے گھروں کی حفاظت فرماتا ہے، اس کی اولاد ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے پردے اور عافیت میں رہتی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 415، دارالفکر بیروت 2۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 223 (213)، دارالکتب العلمیہ بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 400 (3395)، دارالکتب العلمیہ بیروت

ہے پھر وہ کیسے خوش ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو آگ کو جانتا ہے پھر وہ کیسے ہنستا ہے؟ تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور اس کا اپنے دنیا والوں کے ساتھ الٹ پلٹ ہونا جانتا ہے پھر وہ اس پر کیسے مطمئن ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو قضا وقدر پر یقین رکھتا ہے پھر کیسے رزق کی تلاش میں تھکاوٹ برداشت کرتا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو حساب کا یقین رکھتا ہے پھر کیسے برائی کا عمل کرتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا کے تحت فرمایا: وہ تختی سونے کی تھی، اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے پھر کیسے غمگین ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو موت پر ایمان رکھتا ہے پھر کیسے خوش ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو رات اور دن کی تبدیلی پر ایمان رکھتا ہے اور پھر وہ ان کے کبھی ایک حالت اور کبھی دوسری حالت کے لانے سے امن میں ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ تختی سونے کی تھی نہ کہ چاندی کی تھی اس پر لکھا ہوا تھا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ تختی سونے کی تھی، اس میں یہ لکھا ہوا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تعجب ہے اس شخص کے لیے جو یاد کرتا ہے کہ موت حق ہے پھر کیسے خوش ہوتا ہے۔ تعجب ہے اس پر جو دوزخ کو حق یاد کرتا ہے پھر ہنستا ہے، تعجب ہے اس پر جو تقدیر کو حق جانتا ہے پھر کیسے غمگین ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص کے لیے جو دنیا اور دنیا والوں کی حالت کی تبدیلی کو دیکھتا ہے پھر وہ کیسے اس دنیا میں مطمئن ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ شخص امانات اور ودیعتوں کو ان کے مالکوں کے سپرد کرتا ہے۔

امام ابن المبارک، سعید بن منصور، احمد نے الزہد میں، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ان کے باپ کے تقویٰ اور صلاح کی وجہ سے ان کے مال کی حفاظت کی گئی تھی، نہ کہ ان کی اصلاح کی وجہ سے حفاظت کی گئی تھی۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ایک شخص کی نیکی اور صالحیت کی وجہ سے اس کی اولاد، اولاد کی اولاد اور ان کی اولاد کی اصلاح فرماتا ہے۔ اس کی اولاد اور اس کے اردگرد کے گھروں کی حفاظت فرماتا ہے، اس کی اولاد ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے پردے اور عافیت میں رہتی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 415، دار الفکر بیروت 2۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 223 (213)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 400 (3395)، دار الکتب العلمیہ بیروت

تعالیٰ ایک نیک اور صالح آدمی کی صالحیت کی وجہ سے اس کی اولاد، اولاد کی اولاد اور اس کے اردگرد کے گھروں کی اصلاح فرماتا ہے، جب تک وہ نیک بندہ ان میں باقی رہتا ہے یہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔

امام ابن المبارک، ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن المنکدر رحمہ اللہ سے موقوفاً یہ روایت نقل کی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی طرف سے اس کی اولاد میں اسی سال تک نگرانی فرماتا رہتا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جب موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کیا تو بنی اسرائیل کا نبی نہیں ہے جو تمہیں علم عطا کیا گیا ہے وہ تیرے لیے کافی نہیں ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ اس گفتگو کے دوران ایک چڑیا آئی اور دریا کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ اس نے پانی کی ایک چونچ بھری پھر اڑ کر چلی گئی، حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ کیا تو نے دیکھا جو پرندے نے پانی حاصل کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں، میرا اور تمہارا علم، اللہ تعالیٰ کے علم میں بالکل ایسا ہے جیسے اس پرندے نے اس دریا سے پانی لیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے حَتّٰۤى اَبْلُغَ کا معنی حَتّٰى اَنْتَهِىَ (یہاں تک کہ میں پہنچ جاؤں) روایت کیا ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ سے مراد فارس اور روم کے دریا ہیں، یہ دونوں مشرق ومغرب کے دریا ہیں۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الربیع بن انس رحمہ اللہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ سے مراد افریقیہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد طنجہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ سے مراد الکر اور الرس ہے جہاں سے وہ دونوں دریا سمندر میں گرتے ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حُقُبًا سے مراد زمانہ ہے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حُقُبًا سے مراد ستر سال ہیں۔ نَسِيَا حُوْتَهُمَا یعنی مچھلی کو گم کر بیٹھے۔ عَجَبًا مچھلی کے اثر اور اس کے چکر جن میں وہ گم ہوگئی، موسیٰ علیہ السلام کو اس پر بہت تعجب ہوا فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام اور ان کے نوجوان ساتھی نے لوٹتے ہوئے مچھلی کے اثر اور نشانات کا پیچھا کیا جہاں سے دریا پھٹ چکا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مچھلی

1۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 337 (1693)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 314

نمکین تھی اور اس کا پیٹ بھی چاک کیا گیا تھا۔

ابن المنذر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ مچھلی جہاں سے گزری وہ جگہ دریا میں خشک تھی گویا کہ وہ پتھر میں ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سے لوگ پانی کے گھر سے باہر موجود تھے پانی کبھی بھی نہیں پھٹا اور رکا تھا۔ مچھلی اس میں داخل ہوئی تو پانی کرہ کی طرح پھٹ گیا حتی کہ موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف لوٹ آئے اور آپ نے اس کا کنارہ دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تو ہے جس کی ہمیں جستجو تھی۔ پس وہ اپنے آثار دیکھتے ہوئے لوٹ آئے حتی کہ وہ مچھلی کے داخل ہونے کی جگہ تک پہنچ گئے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ مچھلی کے پر مٹی میں ہیں جب کہ وہ دریا میں گری تھی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مچھلی کے مردہ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جب اسے زندہ کیا تو پہلے وہ کنکریوں والی زمین میں داخل ہوئی پھر اس میں سرنگ کی طرح راستہ بنایا حتی کہ وہ دریا میں پہنچ گئی السرب راستہ کو کہتے ہیں۔ پھر وہ پانی میں پہنچ گئی اور یہ پتھریلی خشکی تھی۔ مچھلی کو ایک لمبا زمانہ کھایا گیا تھا اور یہ موسیٰ علیہ السلام کا زادراہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی کو چیرا تھا، اسے نمک لگایا تھا اور اس سے صبح وشام کھایا بھی تھا۔ جب دوسرا دن ہوا تو کہا اپنے نوجوان ساتھی کو کہ لے آؤ ہمارا صبح کا کھانا، ہمیں اس سفر میں بہت مشقت برداشت کرنی پڑی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ابی کی قرأت اس طرح تھی وَمَآ اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَ لَهٗ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مچھلی سمندر میں ایک چشمہ پر آئی جسے عین الحیاۃ کہا جاتا ہے۔ جب اس چشمہ کا پانی اسے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی روح لوٹادی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے **فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ** وہ دونوں ایک عالم آدمی سے ملے جنہیں خضر کہا جاتا تھا۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ معراج کی رات میں نے بڑی پاکیزہ خوشبو سونگھی۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل! یہ پاکیزہ خوشبو کیسی ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ کنگھی کرنے والی، اس کے دو بیٹوں اور اس کے خاوند کی قبر کی خوشبو ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ خضر علیہ السلام بنی اسرائیل کے اشراف لوگوں میں سے تھے۔ ان کا گزر ایک راہب کے پاس سے ہوا جو اپنے گرجا میں رہتا تھا، راہب ان کے پاس آیا اور انہیں اسلام سکھایا اور ان سے یہ عہد لیا کہ وہ کسی کو یہ نہیں سکھائے گا، پھر اس کے باپ نے ایک عورت سے ان کی شادی کر دی، حضرت خضر علیہ السلام نے بیوی کو اسلام سکھا دیا اور اس سے یہ عہد لیا کہ وہ کسی اور کو نہیں سکھائے گی۔ پھر

حضرت خضر علیہ السلام عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے پھر آپ نے ایک اور عورت سے نکاح کر لیا اسے بھی آپ نے اسلام سکھایا اور اس سے بھی یہ عہد لیا کہ وہ کسی اور کو یہ نہیں سکھائے گی پھر اس نے اسے طلاق دے دی، ایک نے اس کا معاملہ ظاہر کیا اور دوسری نے اس کو چھپائے رکھا۔ حضرت خضر علیہ السلام بھاگ گئے حتی کہ دریا کے جزیرہ میں آ گئے، آپ کو دو آدمیوں نے دیکھا۔ ایک نے اس کا معاملہ ظاہر کیا اور دوسرے نے چھپائے رکھا۔ پھر پوچھا گیا جس نے تیرے ساتھ اسے دیکھا تھا وہ کون تھا؟ اس نے کہا فلاں۔ ان کے دین میں تھا کہ جو جھوٹ بولتا اسے قتل کر دیا جاتا۔ اس سے پوچھا گیا تو اس نے بات کو چھپایا۔ پس جب راز کو افشاء کیا تھا تو وہ قتل کیا گیا پھر معاملہ کو چھپانے والے نے کنگھی کرنے والی عورت سے نکاح کر لیا تھا۔ وہ فرعون کی بیٹی کو کنگھی کر رہی تھی تو کنگھی اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ اس نے کہا تباہ ہو جائے فرعون۔ فرعون کی لڑکی نے یہ بات اپنے باپ کو بتائی تو اس فرعون نے اس عورت، اس کے بچے اور اس کے خاوند کو بلا بھیجا، فرعون نے انہیں کہا کہ اپنے دین سے برگشتہ ہو جاؤ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ فرعون نے کہا میں تمہیں قتل کرنے والا ہوں۔ انہوں نے کہا اگر تو ہمیں قتل کرے تو ہماری ایک بات قبول کرلے کہ ہمیں ایک قبر میں دفن کرنا۔ فرعون نے انہیں قتل کر دیا اور انہیں ایک قبر میں دفن کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس سے زیادہ پاکیزہ خوشبو کبھی نہیں سونگھی حالانکہ میں جنت میں داخل ہوا تھا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: حضرت خضر علیہ السلام کو خضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب وہ کسی جگہ پر بیٹھتے تھے تو آپ کا اردگرد سرسبز و شاداب ہو جاتا تھا اور آپ کا لباس سبز تھا۔

ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے: اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا۔ یعنی ہم نے انہیں ہدایت اور نبوت عطا فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: خضر علیہ السلام کو خضر کہنے کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ کسی جگہ کھڑے ہوتے تو آپ کے قدموں کے نیچے سے گھاس اگ آتی تھی حتی کہ وہ آپ کے قدموں کو ڈھانپ لیتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ فرماتے ہیں وہ کشتی کنویں کے پانی میں چلتی تھی جو ایک فرسخ لمبی اور ایک فرسخ چوڑی تھی۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیغرق کو یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام عبدالرزاق اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امرا کا معنی منکراً (برا کام) روایت کیا ہے۔ (2)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس کا معنی عجباً روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو صخر رحمہ اللہ سے اس کا معنی عظیماً روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 418، دارالفکر بیروت

2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 338 (1697)، دارالکتب العلمیہ بیروت

ہیں: موسیٰ علیہ السلام بھولے نہیں تھے لیکن یہ معاریض کلام سے ہے (یعنی توریہ کیا ہے)۔(1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے اور حماد بن زید عن شعیب بن الحجاب کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ خضر علیہ السلام ایسے بندے تھے کہ آنکھیں انہیں نہیں دیکھتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ جنہیں دکھانا چاہتا ہے وہ انہیں نظر آجاتے ہیں پس موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ انہیں قوم نے نہ دیکھا۔ اگر لوگ انہیں دیکھتے تو وہ انہیں نہ تو کشتی پھاڑنے دیتے اور نہ بچے کو قتل کرنے دیتے۔ حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ یہ دیکھتے رہے کہ اچانک اس پر موت آگئی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن عبد العزیز سے لَقِيَا غُلٰمًا کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ غلام بیس سال کا تھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب خضر علیہ السلام نے غلام کو قتل کیا تو موسیٰ علیہ السلام انتہائی حیرت زدہ اور پریشان ہوگئے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس سے زَكِيَّةً کا معنی تائبۃً (توبہ کرنے والا) روایت کیا ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً پڑھتے تھے سعید نے فرمایا: اس سے مراد مسلمان نفس ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: زَكِيَّةً کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کی حد کو نہیں پہنچا تھا۔

امام عبد الرزاق اور ابن المنذر نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی تائبۃً ہے یعنی ایسا بچہ جو بالغ نہ ہوا ہو۔(3)

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے شَيْئًا نُّكْرًا یعنی بڑا عجیب کام کیا ہے۔ النکر کا مطلب تعجب کی وجہ سے انکار کرنا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نجدہ الحروری نے ابن عباس کی طرف بچوں کے قتل کے متعلق لکھا تو آپ نے جواباً فرمایا اگر تو خضر علیہ السلام ہے، کافر اور مومن کی تمیز کر سکتا ہے تو پھر انہیں قتل کر۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن جریر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نجدہ نے ابن عباس کی طرف خط لکھا اور بچوں کو قتل کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ اور اس نے اپنے خط میں لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ عالم (خضر علیہ السلام) نے بچے کو قتل کیا تھا۔ یزید فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس کے خط میں اپنے ہاتھ سے لکھا کہ تو نے بچوں کو قتل کے بارے میں لکھا ہے اور تو نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی عالم کا حوالہ دیا ہے کہ اس نے بچے کو قتل کیا تھا۔ اگر تو بچوں کے متعلق ویسا ہی علم رکھتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا عالم ساتھی رکھتا تھا تو پھر تو بچوں کو قتل کر دے لیکن یقیناً تو ایسا علم نہیں رکھتا...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، پس اس سے علیحدہ رہ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 329 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 330

3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 339 (1697)

امام ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن ملیکہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس سے جنت میں بچوں کے جانے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: تمہارے لیے بچے کے متعلق موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا جھگڑا کافی ہے۔(1)

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، عبداللہ بن احمد (زوائد المسند میں) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بچہ جسے خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ تخلیق کے دن سے ہی کافر پیدا کیا گیا تھا۔ اگر وہ بڑا ہوتا تو اپنے والدین کو سرکشی اور کفر پر مجبور کرتا۔(2)

امام سعید بن منصور اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بچہ جسے خضر علیہ السلام نے قتل کیا وہ کافر پیدا کیا گیا تھا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بچہ جسے خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ طبعاً کافر پیدا کیا گیا تھا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے والدین کو سرکشی اور کفر پر مجبور کرتا۔(3)

امام ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے وایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سَاَلْتُكَ اور شَیْءٍ میں دونوں جگہ ہمزہ پڑھا ہے۔(4)

امام ابوداؤد، ترمذی، عبداللہ بن احمد، البزار، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مِنْ لَّدُنِّیْ کو شد کے ساتھ پڑھا ہے۔(5)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ کہ جس گاؤں میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام آئے تھے اس کا نام باجروان تھا اور اس کی باشندے بڑے کمینے تھے۔

ابن ابی حاتم نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ وہ گاؤں الابلۃ تھا اور یہ اللہ کی زمین کا آسمان سے دور ترین قطعہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ گاؤں ابرقہ تھا۔ فرماتے ہیں: مجھے ایک شخص نے بتایا کہ وہ انطاکیہ تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ایوب بن موسیٰ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ محتاج شخص کے لیے سوال کرنا اچھا ہے، کیا آپ نے سنا نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی نے گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا تھا۔

امام نسائی اور ابن مردویہ نے حضرت ابی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یُّضَیِّفُوْهُمَا کو شد کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: وہ گاؤں والے کمینے لوگ تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یَّنْقَضَّ کا معنی یَسْقُطَ (گرنا) ہے۔

امام ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فَوَجَدَا فِیْهَا

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 401 (3398)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ سنن ابوداؤد، باب السنۃ، جلد 2، صفحہ 291 3۔ ایضاً
4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 266 (2957) 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 331

جِدَارًا يُرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ تلاوت کی۔ پھر فرمایا: حضرت خضر نے پہلے دیوار کو مکمل گرایا پھر اسے نئے سرے سے تعمیر فرمایا۔

امام ابو عبید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے دیوار کو اٹھایا تو وہ سیدھی ہو گئی۔

امام ابو عبید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ہارون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عبداللہ کی قرأت اس طرح تھی لَوْ شِئْتَ لَتَخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا۔

امام بغوی نے معجم میں، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لَوْ شِئْتَ لَتَخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا کو مخففہ پڑھا ہے۔(1)

امام بن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ کے بیان سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، ہماری خواہش تھی کہ کاش وہ صبر کرتے حتیٰ کہ ان کے مزید واقعات ہم پر بیان کیے جاتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلٰى مُوْسٰى، آپ نے پہلے اپنا ذکر کیا۔ اگر آپ صبر کرتے تو ہم پر ان کی مزید خبریں بیان کی جاتیں لیکن انہوں نے کہا اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اَعِيْبَهَا کا معنی اَخْرِقَهَا (پھاڑنا) روایت کیا ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَّلِكٌ پڑھتے تھے۔

امام ابن الانباری نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ وہ يَاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ پہلی قرأت میں كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ بادشاہ عمدہ اور اچھی کشتیاں لے لیتا تھا۔

امام ابو عبید اور ابن المنذر نے ابو الزاہریہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بچہ جسے حضرت خضر نے قتل کیا تھا اس کا نام جیسور تھا۔

امام ابو عبید، سعید بن منصور، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ وہ اس طرح پڑھتے تھے وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَّكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ۔

امام عبد الرزاق اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قرأت میں روایت کیا ہے: وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَّكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے فَخَشِيْنَآ کا معنی اَشْفَقْنَا (ڈرنا) روایت کیا ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 266 (2958)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ کے مصحف میں اس طرح تھا مَخَافَ رَبُّكَ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا۔ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں اندیشہ ہوا کہ اس کی محبت انہیں اس کے دین کے اتباع کرنے پر برانگیختہ کرے گی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مطر رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت فرمایا ہے کہ اگر وہ بچہ باقی رہتا تو والدین کی بربادی اور استیصال اس کے ہاتھوں ہوتا۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الشعب میں قتادہ سے روایت کیا ہے: مطرف بن الشخیر نے فرمایا: ہم جانتے ہیں کہ والدین اس کی پیدائش کے دن خوش ہوئے اور اس کے قتل کے دن غمگین ہوئے۔ اگر وہ زندہ رہتا تو والدین کی ہلاکت اس کی وجہ سے ہوتی پس ایک شخص تقسیم الٰہی پر راضی ہوا کیونکہ اللہ کا فیصلہ مومن کے لیے بہتر ہے بنسبت اس کے اپنے فیصلے کے اور تیرے لیے اللہ کا فیصلہ ناپسندیدہ امر میں بہتر ہے۔ بنسبت اس فیصلہ کے جو وہ تیرے لیے تیری محبوب چیز کے متعلق فرمائے۔

امام ابوعبید اور ابن المنذر نے ابن جریج سے خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً کے تحت روایت کیا ہے کہ از روئے اسلام کے بہتر ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً کے تحت روایت کیا ہے کہ زَكٰوةً سے مراد دنیا ہے یعنی دین کے اعتبار سے بہتر ہو۔ اور رحما سے مراد مودت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان والدین کو بچے کے بدلہ میں بچی عطا فرمائی۔ جس نے نبی کو جنم دیا۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت بسطام بن جمیل عن عمر بن یوسف کے سلسلہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقتول بچے کے بدلے میں ایسی بچی عطا فرمائی جس نے بعد میں دو نبیوں کو جنم دیا تھا۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم سے پہلے لوگوں کے لیے کنز حلال تھا اور ہم پر حرام ہے۔ ہم سے پہلے لوگوں پر مال غنیمت حرام تھا اور ہمارے لیے حلال ہے تو اس شخص کے لیے تعجب نہ کر جو کہتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ کنز ہم سے پہلے لوگوں کے لیے حلال تھا اور ہمارے لیے حرام ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اپنے حکم سے حلال کرتا ہے جو چاہتا ہے حرام کرتا ہے۔ یہ سنن اور فرائض ایک امت کے لیے حلال ہوتے ہیں دوسری کے لیے حرام ہوتے ہیں۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، احمد (نے الزہد میں) اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت خیثمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا: مومن کی اولاد کے لیے مبارک ہو پھر ان کے لیے مبارک ہو کہ کیسے مومن کے جانے کے بعد بھی ان کی حفاظت کی جاتی ہے۔ پھر خیثمہ رحمہ اللہ نے یہ تلاوت کی وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا۔(2)

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے ایک نیک بندے کی صالحیت کی وجہ سے لوگوں کے کئی قبائل کی اصلاح و خیر فرماتا ہے۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 340 (1700)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ کتاب الزہد، جلد 1، صفحہ 72، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شیبہ رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت سلیمان بن سلیم بن سلمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تورات میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ (ایک مومن بندہ کی وجہ سے) اس کی سات نسلوں تک حفاظت فرماتا ہے اور ایک بدکار کی وجہ سے سات نسلوں کو ہلاک کرتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں وہب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رب تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ بنی اسرائیل کو فرمایا اس میں یہ بھی ہے کہ جب تو میری اطاعت کرتا ہے تو میں راضی ہوتا ہوں اور جب میں راضی ہوتا ہوں تو برکت دیتا ہوں، میری برکت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور جب تو نافرمانی کرتا ہے تو میں ناراض ہوتا ہے اور میری لعنت ساتوں نسل تک پہنچتی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے غضب سے ڈرو کیونکہ میرا غضب تین آباء (تین نسلوں) تک پہنچتا ہے اور میری رضا سے پیار کرو کیونکہ میری رضا ایک امت کو پہنچتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے **وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ** کے تحت روایت کیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام عبد مامور تھے انہوں نے امر الٰہی کو پورا کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون سے کہا **لَآ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ**۔ پس انہوں نے ایک مچھلی شکار کی اور اسے زادراہ بنا کر چل پڑے حتی کہ اس چٹان تک پہنچ گئے جس کا انہوں نے ارادہ فرمایا تھا۔ تیز ہوا چلی اور ان پر جگہ مشتبہ ہوگئی اور اس چٹان پر مچھلی بھول گئے۔ پھر وہ چل پڑے چلتے چلتے انہیں کھانے کا اشتیاق ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے یوشع سے کہا **اٰتِنَا غَدَآءَنَا٘ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا**۔ نوجوان نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا **اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَاۤ** الخ فرماتے ہیں: ہم نے ابن عباس کے حوالہ سے سنا کہ وہ اہل کتاب کے علماء سے روایت فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی اور سوال کیا جب کہ آپ کے پاس مشکیزہ میں میٹھا پانی تھا، پس آپ نے پانی دریا میں ڈال دیا، وہ پانی اس کے نشان پر پڑا تو وہ ایک سفید کھوکھلا پتھر بن گیا۔ آپ نے اس پر چلنا شروع کیا حتی کہ آپ اس چٹان تک پہنچ گئے جس کا آپ نے ارادہ کیا تھا۔ پس آپ اس چٹان پر چڑھے، درآں حالیکہ آپ کو بڑا اشتیاق تھا، کیا وہ آدمی نظر آتا ہے؟ حتی کہ آپ کا گمان کچھ درست نہ رہا پھر آپ نے اس شخص کو دیکھ لیا اور کہا السلام علیک یا خضر۔ انہوں نے فرمایا: علیک السلام یا موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہیں کس نے بتایا کہ میں موسیٰ ہوں میں تمہارے ساتھ چلنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ مجھے وہ علم سکھائیں جو تمہیں عطا کیا گیا ہے۔ حضرت خضر آگے بڑھے اور نصیحت فرمائی کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے، بھلا تم کیسے صبر کر سکتے ہو اس بات پر جس کی تمہیں خبر نہیں ہے۔ یعنی جس نے ایک چیز دیکھی ہو۔ دوسرے نے وہ چیز نہ دیکھی ہو تو وہ پوچھے بغیر کیسے صبر کر سکتا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے ساتھ دینے کا اصرار کیا تو آپ نے فرمایا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے سوال نہ کرنا حتی کہ میں خود تجھے اس کے بارے نہ بتاؤں۔ اگر تو نے تین مرتبہ جلدی کی تو وہ تیسرا مقام میری اور تمہاری جدائی کا ہوگا۔ وہ کھڑے دیکھ رہے تھے ایک کشتی گزری جو الابلہ شہر کی طرف جارہی تھی۔ خضر علیہ السلام نے انہیں بلایا اے کشتی

والو! ہماری طرف آؤ اور ہمیں اپنی کشتی میں سوار کرلو کشتی والوں نے ملاح سے کہا ہمیں تو یہ لوگ ڈرے ہوئے لگتے ہیں، یہ لوگ چور ہیں، انہیں سوار نہ کر، کشتی کے مالک نے کہا میں ان لوگوں کے چہروں پر نور دیکھ رہا ہوں، میں انہیں ضرور سوار کروں گا۔ حضرت خضر نے فرمایا ان سواروں سے تو نے کتنا کرایہ لیا ہے جتنا کرایہ تو نے ان میں سے ہر شخص کا لیا ہے اس کا دوگنا ہم سے لے لے، پس ملاح نے انہیں سوار کرلیا اور وہ کشتی روانہ ہوگئی۔ جب وہ زمین کے قریب ہوئے تو گاؤں کے سربراہ نے حکم دے رکھا تھا ایسی کشتی دیکھو جس میں عیب نہ ہو تو میرے پاس لے آؤ۔ خضر علیہ السلام کو حکم تھا کہ اس کشتی میں عیب لگا دے تاکہ ظالم لوگ چھین نہ لیں۔ آپ نے اس میں شگاف کر دیا تو اس میں پانی ابلنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام غصہ سے بھر گئے اور فرمایا اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے کپڑوں کو سختی سے پکڑا اور انہیں دریا میں ڈالنے کا ارادہ فرمایا اور کہا تو نے انہیں ہلاک کرنے کا ارادہ کیا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ پہلے تو ہی ہلاک ہو گا۔ موسیٰ علیہ السلام کا غصہ جب زیادہ ہوتا تو دریا ٹھہر جاتا۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوتا تو دریا زمانہ کی طرح چلتا۔ یوشع بن نون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کیا آپ کو وہ عہد اور میثاق یاد نہیں جو آپ نے اپنے بارے کیا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر حلم طاری ہوگیا اور کہنے لگے لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا جب گاؤں میں پہنچے تو خضر علیہ السلام نے کہا وہ تمہاری طرف متوجہ نہ ہوئے حتی کہ انہیں غرق ہونے کا خدشہ ہوا۔ خضر علیہ السلام ملاح کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا میں نے تجھ سے خیر کا ارادہ کیا تھا، پس لوگوں نے آپ کی رائے کی تعریف کی اللہ تعالیٰ نے پھر اس کشتی کو پہلے کی طرح درست فرما دیا۔ پھر کشتی سے نکلے تو ایک نوجوان غلام تک پہنچے حضرت خضر علیہ السلام نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا پھر اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا آپ نے بغیر کسی نفس کے بدلہ کے ایک معصوم جان کو قتل کر دیا ہے۔ الیٰ قولہ۔ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا۔ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اب میری اور تمہاری جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ وہ بچہ کسی سے ناراض ہوتا تو وہ ناراض شخص اس کے لیے اور اس کے والدین کے لیے بددعا کرتا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کے والدین کو ان بددعاؤں سے پاک کرلیا اور انہیں اس کی جگہ دوسرا بچہ عطا فرمایا جو اس سے بہتر تھا اور زیادہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا تھا اور زیادہ مہربان تھا۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ الخ۔

ہم نے سنا ہے کہ وہ کنز علم تھا انہوں نے اس علم کی وراثت پائی تھی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے الحسن بن عمارہ عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس سے کہا گیا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے نوجوان کی بات کرتے ہوئے نہیں سنا حالانکہ وہ بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ابن عباس نے فرمایا: نوجوان کی بات جو انہوں نے ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ اس نوجوان نے پانی پیا۔ پس وہ بھی ہمیشہ کے لیے زندہ ہوگیا۔ عالم نے اس کو پکڑ کر ایک کشتی کے ساتھ ملا دیا تھا پھر اسے دریا میں بھیج دیا تھا۔ پس قیامت تک اس کے ساتھ وہ کشتی چلتی رہے گی۔ اس سزا کی وجہ یہ

ہے کہ اس کے لیے اس پانی سے پینا جائز نہیں تھا۔ ابن کثیر فرماتے ہیں: الحسن متروک ہے اور اس کا باپ غیر معروف ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت یوسف بن اسباط رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو جدائی کے وقت کہا اے موسیٰ! علم حاصل کرو اس پر عمل کرنے کے لیے۔ لوگوں سے بحث کرنے کے لیے علم حاصل نہ کرو۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا میرے لیے دعا فرمائیے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنی اطاعت آسان فرمائے۔ (1)

امام احمد نے الزہد میں وہب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے وقت کہا۔ اے موسیٰ! لجاجت سے دور رہو، بغیر ضرورت کے نہ چلو بغیر عجب کے نہ ہنسو، اپنے گھر کو لازم پکڑو اور اپنی خطا پر روؤ۔ (2)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوعبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میرا خیال ہے یہ ابوعبداللہ الملطی ہے۔ فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے جدائی کا ارادہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا جناب مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: نفع بخش بن جاؤ، تکلیف دینے والے نہ بنو، خوش رہو، (ہر وقت) غصہ میں نہ رہو، لجاجت سے پھر جاؤ، بغیر حاجت کے نہ چل، کسی شخص کو اس کی غلطی پر عار نہ دلاؤ۔ اے ابن عمران! اپنی خطا پر آنسو بہاؤ۔ (3)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ! لوگ دنیا میں اپنے ارادوں کے مطابق عذاب دیئے جاتے ہیں۔ (4)

امام العقیلی رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام بحر اعلیٰ اور بحر اسفل کے درمیان ایک منبر پر تشریف فرما ہیں، سمندر کے تمام جانوروں کو حکم دیا گیا کہ وہ آپ کی بات سنیں اور آپ کی اطاعت کریں۔ صبح و شام آپ پر روحیں پیش کی جاتی ہیں۔

امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے حضرت نصیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: چار انبیاء زندہ ہیں، دو آسمان میں ہیں، وہ عیسیٰ اور ادریس علیہما السلام ہیں اور دو زمین میں ہیں، وہ خضر اور الیاس علیہما السلام ہیں۔ خضر علیہ السلام دریا میں ہیں اور الیاس علیہ السلام خشکی میں ہیں۔

امام خطیب اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں طواف کر رہا تھا کہ ایک شخص کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر یہ کہہ رہا تھا، اے وہ ذات جس کو کوئی آواز دوسری آواز سے مشغول نہیں کرتی، اے وہ ذات جس کو مسائل غلط نہیں کرتے، اے وہ ذات جس کو اصرار کرنے والوں کا اصرار زچ نہیں کرتا، مجھے اپنے عفو کی ٹھنڈک اور اپنی رحمت کی حلاوت چکھا دے۔ میں نے کہا اے اللہ کے بندے! اپنی کلام کو دوہرا۔ اس نے کہا (کیا) تو نے وہ کلام سن لی ہے؟

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 416، دار الفکر بیروت	2۔ کتاب الزہد، جلد 1، صفحہ 79
3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 416، دار الفکر بیروت	4۔ ایضاً

میں نے کہاہاں۔ اس شخص نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں خضر کی جان ہے!(وہ خضر علیہ السلام تھے) جو بندہ ان کلمات کو فرضوں کی نماز کے بعد کہے گا اس کے (سارے) گناہ معاف ہو جائیں گے اگر چہ وہ ریت کے ٹیلے کے زروں کے برابر ہوں، بارش کے قطروں کے برابر ہوں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہوں۔(1)

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں ابونعیم نے الحلیۃ میں کعب الاحبار سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت خضر بن عامیل اپنے چند ساتھیوں کی معیت میں سوار ہوئے حتی کہ ہند میں پہنچے۔ یہ چین کا سمندر ہے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا اے میرے ساتھیوں! مجھے لڑھکا دو، انہوں نے اسے دریا میں لڑھکا دیا کچھ دنوں اور کچھ راتوں کے بعد اوپر تشریف لائے۔ ساتھیوں نے پوچھا اے خضر! تو نے کیا دیکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تجھے بہت عزت دی ہے اور سمندر کی گہرائی میں بھی تمہاری حفاظت فرمائی ہے۔ فرمایا مجھے ایک فرشتہ ملا۔ اس نے مجھے کہا اے خطا کار! آدمی کہاں جارہے ہو اور کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا میں نے اس سمندر کی گہرائی دیکھنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس نے مجھے کہا حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص سمندر میں گرا تھا۔ وہ ابھی تک اس کی گہرائی کے تیسرے حصے کو بھی نہیں پہنچا۔ اس وقت تین سو سال گزر چکے تھے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت بقیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے ابوسعید نے بتایا۔ فرماتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے جدائی کے وقت جو آخری بات کی تھی وہ یہ تھی کسی گناہ گار کو اس کے گناہ پر عار اور شرمندگی دلانے سے بچ ورنہ تو خود اس میں مبتلا ہو جائے گا۔

امام طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تمہیں خضر علیہ السلام کے متعلق نہ بتاؤں، صحابہ نے عرض کی: ضرور کرم فرمائیے یا رسول اللہ! فرمایا ایک دن وہ بنی اسرائیل کے بازار میں جارہے تھے تو انہیں ایک (مسکین) مکاتب شخص نے دیکھ لیا۔ اس نے کہا مجھ پر صدقہ کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے۔ حضرت خضر نے فرمایا میں اللہ پر ایمان لایا، جو امر اللہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے، میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو میں تجھے عطا کروں، مسکین نے کہا میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھ پر صدقہ کریں، میں تمہارے چہرے میں سخاوت کے آثار دیکھتا ہوں۔ میں نے تیرے پاس برکت پائی ہے۔ حضرت خضر نے کہا میں اللہ پر ایمان لایا، میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو میں تجھے عطا کروں مگر یہ کہ تو میرے پیچھے پیچھے آجا۔ مسکین نے کہا کیا یہ درست ہے؟ فرمایا ہاں میں حق ہی کہتا ہوں، تو نے مجھ سے ایک بہت بڑے واسطہ سے سوال کیا ہے۔ میں تجھے رب تعالیٰ کی وجہ سے نامراد نہیں لوٹاتا، اس نے حضرت خضر علیہ السلام کو بازار میں پیش کیا اور چار سو دراہم کے عوض فروخت کر دیا، آپ مشتری کے پاس ایک زمانہ ٹھہرے رہے لیکن اس نے آپ کو کام پر نہ لگایا۔ آپ نے مشتری سے کہا تو نے مجھے خریدا ہے، مجھ سے خیر تلاش کر، مجھے کسی عمل کا حکم دے، مشتری نے کہا میں تجھے تکلیف دینا ناپسند کرتا ہوں کیونکہ آپ ایک بوڑھے کمزور آدمی ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ مشتری نے کہا اٹھو اور یہ پتھر یہاں سے وہاں نقل کر دو۔ وہ پتھر اتنے زیادہ تھے کہ چھ

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 425، دارالفکر بیروت 2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 6، صفحہ 7

آدمی بھی ایک دن میں انہیں منتقل نہیں کر سکتے تھے، وہ شخص آپ کو حکم دے کر کسی کام کے لیے باہر گیا پھر واپس آیا تو تمام پتھر اسی وقت منتقل ہو چکے تھے۔ مشتری نے کہا تو نے بڑا اچھا کام کیا ہے، تو بہت طاقتور ہے، میں تو تجھے ایسا طاقت ور نہ سمجھتا تھا، پھر اس شخص کو سفر کی مہم پیش آ گئی۔ اس نے کہا میں تجھے امین گمان کرتا ہوں تم میرے گھر والوں میں میرے قائم مقام ہو کر ان سے، بھلائی کرنا۔ حضرت خضر نے فرمایا تم مجھے کسی کام کی وصیت کرو۔ اس نے کہا: میں تجھے تکلیف دینا پسند نہیں کرتا، حضرت خضر نے فرمایا: مجھ پر کوئی امر گراں نہیں۔ مشتری نے کہا تم اینٹیں بناؤ تا کہ ہم مکان بنائیں حتیٰ کہ میں سفر سے واپس آ جاؤں۔ وہ آدمی سفر پر گیا، واپس آیا تو آپ تعمیر مکمل کر چکے تھے۔ اس شخص نے کہا میں خدا کے واسطہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں تمہارا راستہ کیا ہے اور تمہارا معاملہ کیا ہے؟ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تو نے مجھ سے خدا کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے اور اسی خدا کے واسطہ نے ہی مجھے غلامی میں ڈالا تھا۔ میں خضر ہوں جس کے متعلق تو نے سنا ہے۔ مجھ سے ایک مسکین نے صدقہ مانگا اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو میں اسے پیش کرتا۔ اس نے مجھے خدا کا واسطہ دیا تو میں نے اپنا آپ ہی اس کے حوالہ کر دیا۔ اس نے مجھے بیچ ڈالا۔ اور میں تجھے بتاتا ہوں کہ جس سے خدا کے واسطہ سے مانگا گیا اور اس نے سائل کو رد کر دیا جب کہ وہ عطا کرنے پر قادر تھا تو وہ قیامت کے روز اس طرح کھڑا ہو گا کہ اس کی جلد ہو گی نہ اس کا گوشت ہو گا اور نہ اس کی ہڈیاں ہوں گی تا کہ وہ وہاں ہی ٹھہرا رہے۔ اس شخص نے کہا میں اللہ پر ایمان لایا۔ اے اللہ کے نبی! میں نے تجھے تکلیف دی جب کہ مجھے علم نہیں تھا۔ حضرت خضر نے فرمایا کوئی حرج نہیں تو نے بہت اچھا کیا اور پختہ کیا۔ اس شخص نے کہا اے اللہ کے نبی! میرے ماں، باپ آپ پر قربان ہو جائیں، آپ میرے گھر والوں اور میرے مال کے متعلق حکم فرمائیں، اس کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ہے یا میں تجھے اختیار دیتا ہوں، میں تمہارا راستہ کھلا چھوڑتا ہوں۔ حضرت خضر نے فرمایا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تو میرا راستہ چھوڑ دے تا کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں، پس اس شخص نے آپ کا راستہ چھوڑ دیا۔ حضرت خضر نے کہا: سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے پہلے غلامی میں ڈالا پھر مجھے اس سے نجات عطا فرمائی۔ (1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت حجاج بن فرافصہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ دو آدمی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گھر بیع کر رہے تھے۔ ایک شخص زیادہ قسمیں اٹھا رہا تھا، وہ اسی سودے میں مصروف تھے کہ ایک شخص ان کے پاس سے گزرا اور ان کے قریب آ کر ٹھہر گیا۔ اس نے زیادہ قسمیں اٹھانے والے سے کہا اے اللہ کے بندے! رک جا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور زیادہ قسمیں نہ اٹھا۔ یہ تیرے رزق میں کچھ اضافہ کا باعث نہ ہو گا اور اگر تو قسمیں نہیں اٹھائے گا تو تیرا رزق کم نہ ہو گا۔ وہ کام کر جو تیرا معین و مددگار ہو۔ اس نے کہا کون سا کام میرا مددگار ہو گا؟ اس نے تین مرتبہ پوچھا اور اپنی بات کو دوہرایا۔ جب وہ شخص واپس جانے لگا تو اس نے کہا جان لے ایمان کی علامت یہ ہے کہ تو سچائی کو اس وقت جھوٹ پر ترجیح دے جب کہ سچائی تیرے لیے نقصان کا باعث ہو اور جھوٹ تیرے لیے نفع بخش ہو۔ اور تیرے قول کو تیری ذات پر فضیلت نہ ہو پھر وہ شخص مڑا تو عبد اللہ بن عمر نے کہا اس شخص سے ملو اور یہ کلمات لکھوا لو۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندے! مجھے یہ کلمات

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 417، دار الفکر بیروت

لکھوا، ے۔ اس شخص نے کہا اللہ تعالیٰ جس امر کا فیصلہ فرماتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ اس نے وہ کلمات دوہرائے حتیٰ کہ سننے والے نے یاد کر لیے پھر اس شخص نے دیکھا کہ اس اللہ کے بندے نے ایک قدم مسجد میں رکھا پھر معلوم نہیں زمین نے اسے نگل لیا یا آسمان نے اٹھالیا۔ فرماتے ہیں وہ انہیں خضر علیہ السلام یا الیاس علیہ السلام سمجھتے تھے۔ (1)

امام الحارث بن اسامہ رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں ایک کمزور سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت خضر علیہ السلام دریا میں ہیں اور حضرت الیسع علیہ السلام خشکی پر ہیں۔ وہ ہر رات اس دیوار کے پاس جمع ہوتے ہیں جو لوگوں اور یاجوج و ماجوج کے درمیان ذوالقرنین نے بنائی تھی۔ وہ دونوں ہر سال حج اور عمرہ کرتے ہیں۔ زمزم سے اتنا پانی پیتے ہیں کہ آئندہ سال تک ان کی کفایت کرتا ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام بیت المقدس میں ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں، ہر سال حج کرتے ہیں اور آب زمزم سے اتنا پانی پی لیتے ہیں جو ان کے لیے آئندہ سال تک کافی ہوتا ہے۔ (2)

امام العقیلی، دارقطنی نے الافراد میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر سال حج کے موسم میں حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام ملتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا حلق کرتا ہے اور یہ کلمات کہہ کر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا يَسُوْقُ الْخَيْرَ اِلَّا اللّٰهُ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا يَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰهُ مَاشَاءَ اللّٰهُ مَا كَانَ مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں ماشاء اللہ، بھلائی اور خیر صرف اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے ماشاء اللہ، برائی اور مصیبت کو صرف اللہ ہی دور فرماتا ہے ماشاء اللہ، ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ برائی سے بچنے کی طاقت ہے''۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: جس نے یہ کلمات تین مرتبہ صبح اور تین مرتبہ شام کے وقت کہے اللہ تعالیٰ اسے غرق ہونے، جلنے، چوری ہونے سے محفوظ فرمائے گا اور شیاطین، سلطان، سانپ اور بچھو سے بھی مامون و محفوظ فرمائے گا۔ (3)

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۭ﴿۸۳﴾

''اور دریافت کرتے ہیں آپ سے ذی القرنین کے متعلق۔ فرمائیے میں ابھی بیان کرتا ہوں تمہارے سامنے اس کا حال''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہود نے نبی کریم ﷺ سے کہا: اے محمد! (ﷺ) تم ابراہیم، موسیٰ اور دوسرے انبیائے کرام کا ذکر کرتے ہو ان کا ذکر تو آپ نے ہم سے سنا ہے تم ہمیں اس نبی کے متعلق بتاؤ جس

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 221 (4856)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 428، دار الفکر بیروت
3۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 427

کا ذکر تورات میں بھی صرف ایک جگہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ کون سا نبی ہے؟ انہوں نے کہا ذوالقرنین۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کے متعلق مجھے کوئی خبر نہیں پہنچی، یہود خوش ہو کر باہر نکلے کہ وہ آپ پر غالب آ گئے ہیں۔ وہ ابھی دروازے تک نہ پہنچے تھے کہ جبرئیل امین یہ آیات لے کر نازل ہو گئے: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ الخ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمر مولیٰ غفرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کچھ اہل کتاب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے ابوالقاسم! تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو ساری زمین کا سیاح تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ ابھی وہ وہاں ہی بیٹھے تھے کہ انہوں نے چھت سے ٹوٹنے کی آواز سنی۔ نبی کریم ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے یہ آیات پڑھیں۔ جب آپ ﷺ نے دیوار کا ذکر فرمایا تو اہل کتاب نے کہا اے ابوالقاسم تیرے پاس اس کی خبر آ چکی ہے تیرے لیے کافی ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کیا تبع لعین تھا یا نہیں۔ مجھے معلوم نہیں ذوالقرنین نبی تھا یا نہیں اور مجھے معلوم نہیں حدود، حدود والوں کے لیے کفارہ ہیں یا نہیں۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ نبی تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تمہارے نبی (ﷺ) کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا بندہ تھا کہ جو پیکر اخلاص تھا اور اللہ تعالیٰ اس کے اخلاص کی قدر فرماتا تھا۔

امام عبد الحکیم نے فتوح مصر میں، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے المصاحف میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوالطفیل رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابن الکواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ نبی تھا یا بادشاہ تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ نہ نبی تھا اور نہ بادشاہ تھا لیکن وہ پیکر اخلاص تھا اور اللہ تعالیٰ اس کے اخلاص کی قدر فرماتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک قوم کے پاس بھیجا تو انہوں نے اس کے سر پر چوٹیں لگائیں تو وہ فوت ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے کے لیے اسے پھر زندہ فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی قوم کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اسے سر کی دوسری طرف چوٹیں لگائیں تو وہ فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے پھر زندہ کیا۔ اسی وجہ سے انہیں ذوالقرنین کہا جاتا ہے، تم میں بھی اس کی مثل ہو۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین نبی تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے الاحوص بن حکیم عن ابیہ عن النبی ﷺ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین کے متعلق پوچھا گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ بادشاہ تھا، اس نے زمین پر احسان پھیلایا تھا۔

امام ابن عبد الحکیم نے فتوح مصر میں، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے العظمہ میں حضرت خالد بن

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 17 (2175)، دارالکتب العلمیہ بیروت

معدان الکلاعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین کے متعلق کے دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بادشاہ تھا جس نے زمین کے نیچے سے اسباب کے ذریعے برکت حاصل کی تھی۔

امام ابن عبدالحکیم، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری نے کتاب الاضداد میں اور ابوالشیخ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو منیٰ میں یاذاالقرنین کہتے ہوئے سنا۔ حضرت عمر نے فرمایا پہلے تم نے انبیائے کرام کے اسماء کے ساتھ اپنے نام رکھے اس پر اکتفا نہ کیا حتیٰ کہ تم نے فرشتوں کے اسماء سے نام رکھنے شروع کر دیئے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت جبیر بن نفیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا تھا اور اسے ہر چیز کا سبب عطا فرمایا تھا۔

امام الشیرازی رحمہ اللہ الالقاب میں حضرت جبیر بن نفیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہودی علماء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہمیں ذوالقرنین کے متعلق بتائیں کیا وہ نبی تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بادشاہ تھا۔ اس نے زمین سے اسباب کے ذریعے برکت حاصل کی تھی۔

ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ ایک نذیر ایسا تھا کہ مشرق ومغرب کے درمیان جو کچھ ہے اسے اس نے پایا تھا ذوالقرنین دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تھا اور وہ نذیر (ڈرانے والا) تھا۔ میں نے یقین کے ساتھ نہیں سنا کہ وہ نبی تھا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت ابوالورقاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا ذوالقرنین کے سینگ کس چیز کے بنے ہوئے تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید تیرا خیال ہے کہ وہ سونے یا چاندی کے تھے۔ وہ نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کی طرف بھیجا، انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تو ایک شخص اٹھا اور اس نے آپ کے سر کی بائیں جانب چوٹ لگائی جس سے آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا، پھر لوگوں کی طرف تبلیغ حق کے لیے بھیجا تو ایک اور شخص اٹھا اور اس نے آپ کی دائیں جانب چوٹ لگائی، آپ کا پھر وصال ہو گیا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام ذوالقرنین رکھا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم بن علی بن عبداللہ بن جعفر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ذوالقرنین کے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ انہیں رضائے الٰہی میں سر پر دو زخم آئے تھے اور آپ سیاہ رنگ والے تھے۔

امام ابوالشیخ نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے ذوالقرنین نے عمامہ باندھا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے سر پر دو سینگ تھے جو حرکت کرتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے آپ نے عمامہ باندھا۔ وہ حمام میں داخل ہوئے اور آپ کا کاتب بھی آپ کے ساتھ داخل ہوا۔ آپ نے عمامہ اتار کر رکھا اور کاتب سے فرمایا یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر تیرے سوا کوئی بھی مطلع نہیں۔ اگر میں نے کسی سے اس کے متعلق کوئی بات سنی تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ کاتب حمام سے باہر نکل آیا اور اس پر موت کی ہیبت طاری ہو گئی۔ وہ صحرا میں آیا، اپنا منہ زمین پر رکھا اور ندا دی غور سے سنو! بادشاہ کے دو سینگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بات سے دو بانس پیدا فرمائے، ایک چرواہا ان دو بانسوں کے پاس سے گزرا تو وہ اسے بہت اچھے لگے۔ اس نے انہیں

کاٹا اور ان سے بانسری بنائی۔ پس جب بھی وہ اسے بجاتا تو ان سے یہ آواز نکلتی بادشاہ کے دو سینگ ہیں۔ پس بات شہر کے اندر پھیل گئی۔ ذوالقرنین نے کاتب کو بلایا اور کہا مجھ سے سچی بات کہنا ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ کاتب نے اپنا واقعہ بیان فرمایا، ذوالقرنین نے کہا یہی امر ہے جس کے ظہور کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ پس آپ نے اپنے سر سے عمامہ اتار دیا۔

امام ابن عبد الحکیم نے فتوح مصر میں، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں باہر نکلا تو دروازے پر اہل کتاب کے چند مرد موجود تھے جن کے پاس مصاحف بھی تھے۔ انہوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہماری حاضری کی اجازت کون طلب کرے گا؟ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور اہل کتاب کی آمد بتائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں میرے ساتھ کیا غرض ہے، وہ مجھ سے ایسی باتیں پوچھتے ہیں جو میں نہیں جانتا؟ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ میں صرف وہی جانتا ہوں جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔ پھر فرمایا میرے لیے پانی تلاش کرو۔ میں پانی لے آیا۔ آپ نے وضو فرمایا۔ دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیرا تو فرمایا لوگوں کو میرے پاس بلاؤ۔ حضرت عقبہ فرماتے ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی اور بشاشت دیکھی تھی۔ اور جو میرے اصحاب موجود ہیں انہیں میرے پاس بلاؤ۔ میں نے انہیں اجازت دی تو وہ اندر آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں ہی تمہیں تمہاری گفتگو سے پہلے بتا دوں کہ تم مجھ سے کیا پوچھنے آئے ہو اور اگر تم چاہو تو میرے کہنے سے پہلے تم خود اپنا مدعا بیان کرو۔ اہل کتاب نے کہا آپ ہی بتا دیں۔ فرمایا تم مجھ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھنے آئے ہو۔ وہ ابتداء میں رومی غلام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بادشاہی عطا فرمائی۔ وہ چلا حتی کہ مصر کی زمین کے ساحل پر آیا۔ اس نے وہاں ایک شہر بنایا جسے اسکندریہ کہا جاتا ہے۔ جب وہ اس شہر کی تعمیر سے فارغ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ وہ اسے اوپر لے آیا۔ وہ آسمان کے درمیان تک بلند ہوا پھر اس نے کہا نیچے دیکھ۔ ذوالقرنین نے کہا: میں نے اپنا شہر اور اس کے ساتھ دوسرے شہر دیکھے ہیں۔ پھر وہ فرشتہ اسے مزید اوپر لے گیا اور کہا اب نیچے دیکھ۔ ذوالقرنین نے کہا میرا شہر دوسرے شہروں کے ساتھ خلط ہو گیا ہے۔ میں اس کی پہچان نہیں کر سکتا۔ فرشتہ اسے مزید اوپر لے گیا اور کہا اب نیچے دیکھ۔ تو ذوالقرنین نے کہا میں صرف اپنا شہر دیکھ رہا ہوں اور مجھے کوئی شہر نظر نہیں آ رہا ہے، فرشتے نے ذوالقرنین سے کہا یہ ساری زمین ہے اور جو تجھے دکھائی دے رہا ہے کہ اس نے زمین کو گھیرا ہوا ہے۔ وہ سمندر ہے۔ تیرے رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ تجھے ساری زمین دکھائے جب کہ اس نے تجھے اس میں بادشاہ بنایا ہے۔ تو اس میں چل اور جاہل کو تعلیم دے اور عالم کو علم پر مضبوط کر وہ چلا حتی کہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ تک پہنچا پھر وہ چلا تو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ تک پہنچا پھر وہ ان دونوں نرم و ملائم پہاڑوں کے پاس آیا جن سے ہر چیز پھسل جاتی ہے، اس نے ایک دیوار بنائی پھر وہ یاجوج ماجوج کی طرف چلا۔ اس نے ایک قوم کو پایا جن کے چہرے کتوں کے چہروں کی طرح تھے۔ وہ یاجوج ماجوج سے قتال کرتے تھے پھر اس نے انہیں علیحدہ کر دیا پھر اس نے ایک چھوٹی قوم پائی جو اس قوم سے جنگ کرتی تھی جن کے چہرے کتوں کی طرح تھے پھر اس نے ایک آبی پرندوں کی مثل ایک قوم دیکھی جو اس چھوٹی قوم سے لڑتی تھی۔ پھر وہ چلا اس نے سانپوں کی امت دیکھی جن میں ایک

سانپ بڑی چٹان کو نگل جاتا تھا۔ پھر وہ سمندر کی طرف چلا جو زمین کے اردگرد تھا۔ اہل کتاب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ معاملہ ان طرح ہے جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے۔ ہم اپنی کتاب میں اس کا ذکر اسی طرح پاتے ہیں۔ (1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان بن الاشج صاحب کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین ایک نیک اور چکر لگانے والا شخص تھا۔ جب وہ اس پہاڑ پر کھڑا ہوا جس پر آدم علیہ السلام اتارے گئے تھے تو اس نے آپ کے اثر اور نشانات کو دیکھا تو پریشان ہو گیا۔ خضر علیہ السلام نے اس کو کہا اے بڑے جھنڈے والے اے بادشاہ! تجھے کیا ہے؟ اس نے کہا یہ انسانوں کے نشانات ہیں، میں ہاتھوں اور قدموں کے نشان دیکھ رہا ہوں۔ یہ سفید زمین ہے، میں اس کے اردگرد خشک کھڑے درخت دیکھ رہا ہوں جن سے سرخ پانی بہہ رہا ہے، اس کی کوئی بڑی شان ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے کہا آپ کو علم اور فہم عطا کیا گیا تھا۔ اے بادشاہ! کیا تو نہیں دیکھتا کہ ایک پتا بڑی کھجور کے ساتھ لٹکا ہوا ہے۔ ذوالقرنین بادشاہ نے کہا وہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ تجھے اس کی شان کی خبر دے رہا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام ہر کتاب پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے بادشاہ! میں ایک کتاب دکھاتا ہوں جس میں یہ لکھا ہوا ہے" اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ یہ کتاب ابوالبشر آدم کی طرف سے ہے۔ میں اپنی اولاد اور اپنی بیٹیوں کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ابلیس کو میرا اور اپنا دشمن بناؤ جو اپنی کلام اور غلط خواہشات کو بڑے نرم لہجہ میں پیش کرتا ہے۔ اس نے مجھے جنت الفردوس سے دنیا کی مٹی کی طرف اتارا۔ اور مجھے اس جگہ پر ڈال دیا کہ میری ایک خطا کی وجہ سے دو سو سال میری طرف توجہ تک نہیں کی گئی حتی کہ میں نے زمین کو روندا اور یہ میرا نشان ہے اور یہ درخت میرے آنسوؤں کے پانی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسی مٹی پر میری توبہ نازل ہوئی۔ پس تم شرمندہ ہونے سے پہلے توبہ کرو اور جلدی کرو اس سے پہلے کہ تمہارے لیے جلدی کی جائے اور اعمال پیش کرو اس سے پہلے کہ تمہیں پیش کیا جائے۔ ذوالقرنین اترے۔ انہوں نے آدم علیہ السلام کے بیٹھنے کی جگہ کو چھوا۔ وہ ایک سو اسی میل تھی۔ پھر درخت شمار کیے تو وہ نو سو درخت تھے۔ تمام کے تمام آدم علیہ السلام کے آنسوؤں سے اگے تھے۔ جب ہابیل کو قابیل نے قتل کیا تو یہ سب درخت خشک ہو گئے اور یہ سرخ خون رونے لگے، ذوالقرنین نے حضرت خضر سے کہا ہمارے پاس لوٹ آؤ۔ اس کے بعد دنیا طلب نہیں کی جائے گی۔ (2)

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے فتوح مصر میں حضرت سدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الاسکندر کی ناک تین ہاتھ تھی۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن عبد الحکم اور ابن ابی حاتم اور الشیرازی نے الالقاب میں حضرت عبید بن یعلی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ذوالقرنین کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ اس کے سر پر دو چھوٹے سینگ تھے جنہیں وہ عمامہ کے ساتھ چھپائے رکھتے تھے۔

احمد نے الزہد، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے: ان سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا اس کی طرف وحی نہیں کی گئی۔ وہ بادشاہ تھا۔ پوچھا گیا کہ انہیں ذوالقرنین کیوں کہا جاتا ہے؟

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 6، صفحہ 296، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 17، صفحہ 355، دار الفکر بیروت

انہوں نے فرمایا: اس کے بارے میں اہل کتاب کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں وہ روم اور فارس کا بادشاہ تھا۔ اس لیے اسے ذوالقرنین کہا جاتا تھا اور بعض کہتے ہیں اس کے سر پر دو سینگوں کی طرح نشان تھے اس لیے اسے ذوالقرنین کہا جاتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت بکر بن مصر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہشام بن عبد الملک نے اس سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا کیا وہ نبی تھا؟ بکر نے کہا نہیں لیکن اسے چار خصائل کی وجہ سے عطا کیا گیا تھا جو کچھ عطا کیا گیا تھا۔ جب وہ قادر ہوتا تو معاف کر دیتا، جب وہ وعدہ کرتا تو وفا کرتا، جب بولتا تو سچ بولتا اور آج کل کے لیے جمع نہیں کرتا تھا۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے حضرت یونس بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اسے ذوالقرنین اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے سر پر بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔

امام ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ان کو ذوالقرنین اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس نے سورج کے طلوع اور غروب کے درمیان جو جگہ ہے اس کو اس نے ملایا تھا۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے فتوح مصر میں حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس نام سے ملقب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ سورج غروب اور طلوع ہونے کے قرن تک پہنچا تھا۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الاسکندر ہی ذوالقرنین تھا۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن اسحٰق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین اہل مصر کا ایک نیک صالح شخص تھا۔ اس کا نام مرزیا بن مرزیہ الیونانی تھا اور یہ یونن بن یافث بن نوح کی اولاد سے تھا۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین نے پیدل حج کیا تھا۔ ابراہیم نے اس سے سنا اور اس سے ملاقات کی۔

امام الشیرازی رحمہ اللہ نے القاب میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اسے ذوالقرنین اس لیے کہتے تھے کہ اس کے سر پر دو بالوں کے جوڑے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: ذوالقرنین روم کے سیاستدانوں میں سے تھا اور رومیوں کے امور کا بندوبست کرتا تھا۔ اس کو بادل کی اطاعت اور اس کے غیر مطیع ہونے میں اختیار دیا گیا تو اس نے بادل کے اطاعت کرنے کو پسند فرمایا پس وہ بادل پر سوار ہوتا تھا۔

امام ابن اسحاق، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الشیرازی نے الالقاب میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ ان کو پہلے لوگوں کی باتوں کا علم تھا۔ وہ فرماتے ہیں ذوالقرنین رومی شخص تھا اور رومیوں کی بوڑھی عورتوں میں سے ایک کا بیٹا تھا۔ اس کا یہ اکلوتا بیٹا تھا اور اس کا نام اسکندر تھا۔ اس کو ذوالقرنین اس لیے کہا جاتا تھا کیونکہ اس کے سر کے دونوں اطراف تانبے کی تھیں۔ جب یہ بالغ ہوا تو ایک نیک شخص تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا: اے ذوالقرنین! میں تجھے زمین کی امتوں کی طرف بھیجنے والا ہوں۔ دو امتیں ایسی ہیں جن کے درمیان پوری زمین کا طول فاصلہ

ہے۔ اور دو امتیں ایسی ہیں جن کے درمیان پوری زمین کا عرض فاصلہ ہے۔ اور زمین کے واسطہ میں انسان، جن اور یاجوج ماجوج ہیں۔ وہ دو امتیں جن کے درمیان زمین کے طول کا فاصلہ ہے ان میں سے ایک امت سورج کے غروب ہونے کی جگہ رہتی ہے جسے فاسک کہا جاتا ہے اور دوسری امت سورج کے طلوع ہونے کی جگہ رہتی ہے جسے منسک کہا جاتا ہے اور وہ دو امتیں جن کے درمیان زمین کے عرض کا فاصلہ ہے ان میں سے ایک زمین کے دائیں قطر میں رہتی ہے، اس کو ہاویل کہا جاتا ہے اور دوسری زمین کے بائیں قطر میں رہتی ہے جسے تاویل کہا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا تو ذوالقرنین نے عرض کی یا الٰہی! تو نے میرے سپرد ایک اہم کام لگایا ہے جو صرف اور صرف تیری قدرت سے حل ہو سکتا ہے، مجھے ان امتوں کے بارے بتا جن کی طرف تو مجھے بھیج رہا ہے میں کس قوت کے ساتھ ان کا مقابلہ کر سکتا ہوں اور کتنی نفری کے ساتھ میں ان سے زیادہ ہو سکتا ہوں اور کس حیلہ کے ساتھ میں ان کی تدبیر کر سکتا ہوں اور کس زبان کے ساتھ ان سے بات کروں؟ میرے لیے کیسے ممکن ہے کہ میں ان سے جنگ کروں، کون سے کان ان کی بات کو زیادہ یاد رکھنے والے ہیں، کون سی آنکھیں انہیں دیکھنے والی ہیں، کون سی حجت کے ساتھ میں ان کا مقابلہ کر سکتا ہوں، کون سا دل ان کی بات کو زیادہ سمجھ سکتا ہے، کون سی حکمت کے استعمال سے میں ان کی تدبیر کر سکتا ہوں، کون سے عدل کے ساتھ میں ان کے درمیان عدل کروں، کس حلم کے ساتھ میں ان کے قول و عمل پر صبر کروں، کس معرفت کے ساتھ میں ان کے درمیان فیصلہ کروں کس علم کے ساتھ میں ان کے معاملہ کو پختہ کروں، کس طاقت کے ساتھ میں ان کے درمیان فیصلہ کروں، کس علم کے ساتھ میں ان کے معاملہ کو پختہ کروں، کس طاقت کے ساتھ میں ان پر چھا جاؤں، کس قدم کے ساتھ میں ان کو روند ڈالوں، کس نرمی کے ساتھ میں ان کی الفت حاصل کروں؟ یا الٰہی: میرے پاس ان چیزوں میں سے کوئی بھی نہیں تاکہ ان پر غلبہ حاصل کیا جائے اور ان کو مطیع کیا جائے۔ تو رب رحیم ہے، کسی نفس کو تکلیف مالا یطاق نہیں دیتا۔ تو کسی نفس پر سختی اور شدت نہیں کرتا بلکہ تو راحت و رحمت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے جس کام پر مامور کیا ہے میں تجھے اس کی طاقت بھی عطا کروں گا۔ میں تیرا سینہ کھول دوں گا جس میں ہر چیز کی گنجائش ہوگی اور میں تیرے لیے تیرے فہم کو کھول دوں گا۔ پس تو ہر چیز سمجھ لے گا اور میں تیرے لیے تیری زبان کو کشادہ کر دوں گا، ہر چیز کے ساتھ تو کلام کرے گا، میں تیرے لیے تیرے کانوں کو کھول دوں گا، وہ ہر چیز کو یاد رکھیں گے۔ میں تیرے لیے تیری نظر کو بڑھا دوں گا پس وہ ہر چیز سے گزر جائے گی۔ میں خود ہی تیرے لیے تیرے معاملات کی تدبیر کروں گا۔ میں تیرے لیے ایسا شمار کروں گا کہ کوئی چیز تجھ سے فوت نہ ہوگی، میں تجھے ایسا یاد کراؤں گا کہ کوئی چیز تجھ سے غائب نہ ہوگی، میں تیری پیٹھ کو ایسا مضبوط کر دوں گا کہ کوئی چیز تیرے قدموں میں لڑکھڑاہٹ پیدا نہیں کر سکے گی، میں تجھے ایسا مضبوط سوار بنا دوں گا کہ کوئی چیز تجھ پر غالب نہیں آئے گی، میں تیرے دل کو ایسا مضبوط کر دوں گا کہ کوئی چیز تجھے خوف زدہ نہیں کر سکے گی، میں تیری عقل کو ایسا پختہ کر دوں گا کہ کوئی چیز تجھے ڈرا نہیں سکے گی، میں تیرے ہاتھوں کو اتنا کشادہ کر دوں گا کہ وہ ہر چیز سے بلند ہوں گے، میں تجھے ایسی ہیبت عطا کروں گا کہ کوئی چیز تجھے خوف زدہ نہیں کرے گی، میں تیرے لیے نور اور تاریکی کو مسخر کر دوں گا اور میں انہیں تیرے لشکروں میں سے ایک لشکر بنا دوں گا۔ نور تیری

41A

آگے راہنمائی کرے گا اور ظلمت پیچھے سے تجھے گھیرے میں لیے ہوئے ہوگی۔

جب ذوالقرنین کو یہ کہا تو سب سے پہلے اس نے اس قوم کا ارادہ کیا جو سورج کے غروب ہونے کی جگہ رہتی تھی۔ جب وہ ان کے پاس پہنچا تو اس نے ایک جم غفیر پایا جن کا شمار صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے اور ان کے پاس ایسی قوت اور شدت تھی کہ اس کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ کو ہی تھی۔ ان کی زبانیں مختلف تھیں اور امور مشتبہ اور خواہشات مختلف اور دل جدا جدا تھے۔ جب ذوالقرنین نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو ان کا مقابلہ اس نے تاریکی کے ساتھ کیا۔ ان کے اردگرد تین لشکر تاریکی کے دیئے جنہوں نے ان کا ہر طرف سے احاطہ کر لیا اور انہیں ایک مکان میں اکٹھا کر دیا۔ پھر ان پر نور کو داخل کیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور عبادت کی طرف بلایا۔ ان میں سے بعض ایمان لائے اور بعض ایمان لانے سے رک گئے۔ جنہوں نے اعراض کیا آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے، ان پر تاریکی کو داخل کیا، وہ ان کے مونہوں، ناکوں، کانوں اور پیٹوں میں داخل ہوگئی۔ اور وہ تاریکی ان کی گھروں اور کمروں میں داخل ہوگئی اور ان پر اوپر نیچے اور ہر طرف سے چھا گئی، وہ اس میں چلنے لگے اور حیران تھے۔ جب انہیں اندیشہ ہوا کہ وہ اس تاریکی میں ہلاک ہو جائیں گے تو وہ ایک آواز کے ساتھ ذوالقرنین کی طرف چلائے، اس نے ان سے تاریکی کو دور کر دیا اور سختی سے انہیں پکڑ لیا۔ وہ اس کی دعوت میں داخل ہو گئے۔ پھر اس نے اہل مغرب سے ایک بڑی امت کو لشکر بنایا اور سب کو ایک ہی لشکر کر دیا، پھر اس نے اہل مغرب سے ایک بڑی امت کو لشکر بنایا اور سب کو ایک ہی لشکر کر دیا پھر وہ ان کو لے کر چلا تاریکی انہیں پیچھے سے ہانک رہی تھی اور ادھر ادھر سے ان کی حفاظت کر رہی تھی، نور ان کی آگے آگے قیادت کر رہا تھا اور راہنمائی کر رہا تھا۔ وہ ذوالقرنین کی دائیں جانب میں چلا۔ اب وہ اس سفر میں زمین کے دائیں قطر میں رہنے والی امت کا ارادہ کیے ہوئے تھا جسے ہاویل کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے ہاتھ، دل، رائے، نظر کو مسخر کر دیا تھا۔ وہ حکم دیتا تو غلط نہ ہوتا۔ جب وہ کوئی عمل کرتا تو وہ اسے پختہ کرتا، وہ ان امتوں کے آگے آگے تھا اور امتیں اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔ جب ذوالقرنین سمندر یا اس کی گہرائی تک پہنچا تو اس نے خچروں کی مثل چھوٹی چھوٹی کشتیاں بنائیں اور انہیں ایک ہی ساعت میں منظم کر دیا پھر اس نے تمام قوموں اور لشکروں کو اس پر سوار کیا۔ جب اس نے دریاؤں اور نہروں کو عبور کیا تو ان کشتیوں کو توڑ دیا پھر ہر ایک انسان کو ایک تختی دے دی جس کا اٹھانا اسے مشکل نہ تھا۔ اس کا سفر جاری رہا حتی کہ وہ قوم ہاویل تک پہنچا۔ اس نے اس پر بھی اسی طرح حملہ کیا جس طرح ناسک قوم پر حملہ کیا تھا۔ جب وہ ان سے فارغ ہوا تو وہ سیدھا زمین کی دائیں جانب چلا حتی کہ منسک قوم کے پاس پہنچا جو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ رہتی تھی۔ اس پر بھی اس نے لشکر کشی کی اور اس کے ساتھ بھی پہلی دو امتوں جیسا سلوک کیا پھر وہ زمین کی بائیں جانب تاویل قوم کے ارادہ سے چلا۔ یہ وہ امت ہے جو ہاویل کے مقابل تھی۔ دونوں کے درمیان پوری زمین کے عرض کا فاصلہ تھا۔ جب ذوالقرنین وہاں پہنچا تو اس نے ان پر بھی لشکر کشی کی اور ایسا ہی کیا جیسا پہلی قوموں کے ساتھ کیا تھا، جب وہ وہاں سے فارغ ہوا تو ان امتوں کی طرف لوٹا جو زمین کے وسط میں رہتی تھیں یعنی جن، انس اور یاجوج، ماجوج۔ جب وہ راستہ پر تھا جہاں مشرق کی جانب ترکوں کی زمین ختم ہوتی ہے تو ذوالقرنین کو

انسانوں کی ایک نیک جماعت نے مشورہ دیا کہ اے ذوالقرنین! ان دو پہاڑوں کے درمیان ایک مخلوق خدا ہے جو بہت زیادہ ہے اور انسانوں کے مشابہ ہے اور کچھ جانوروں کے بھی مشابہ ہیں، گھاس کھاتے ہیں جانوروں کو چیرتے پھاڑتے ہیں جس طرح درندے پھاڑتے ہیں۔ زمین کے تمام حشرات مثلاً سانپ بچھو اور ہر ذی روح کو کھاتے ہیں جو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق ان کی طرح نہیں بڑھتی اور نہ ان کی طرح زیادہ اور کثیر ہوتی ہے۔ اگر ان کی کثرت اور زیادتی اسی طرح ہوتی رہی تو بلاشبہ وہ زمین کو بھر دیں گے اور اہل زمین پر غالب آجائیں گے اور زمین میں فساد برپا کریں گے، جب سے ہمیں ان کا پڑوس حاصل ہے اور ہم نے انہیں دیکھا ہے، کوئی سال ایسا نہیں گزرتا مگر ہم اسی انتظار میں رہتے ہیں کہ ان کے اگلے لوگ ان پہاڑوں پر ہم پر ظاہر ہوں گے۔ کیا ہم آپ کو خراج پیش کریں تا کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار بنا دیں؟ ذوالقرنین نے کہا: وہ دولت جس میں میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے وہ بہتر ہے۔ پس تم میری مدد کرو جسمانی مشقت سے، میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ بنا دوں گا۔ تم چٹانیں، لوہا اور تانبا لے آؤ حتی کہ میں ان کے شہروں کو مطیع کرلوں، ان کے علم پر فوقیت حاصل کرلوں اور ان کے پہاڑوں کے درمیانی فاصلہ کا اندازہ کرلوں۔ پھر وہ ان کے قصد سے چلا حتی کہ اس نے انہیں دھکیل کر ان کے شہروں کے درمیان پہنچ گیا۔ وہ تمام لوگ مذکر، مؤنث ایک جیسے قد کے تھے اور ان کا قد ہمارے درمیانی قد کے آدمی کے نصف کے برابر تھا۔ ہمارے ہاتھوں پر جہاں ناخن ہیں وہاں ان کے پنجے تھے، ان کی لمبی داڑھیں اور کچلیاں تھیں جس طرح درندوں کی داڑھیں اور کچلیاں ہوتی ہیں۔ ان کے جبڑے قوت میں اونٹوں کے جبڑوں کی طرح تھے۔ وہ جب کھاتے تھے تو حرکت سنائی دیتی تھی جس طرح اونٹ جو گالی کرتا ہے اور یا طاقت ور نر یا طاقتور گھوڑے کی طرح کاٹنے کی حرکت سنائی دیتی ہے۔ وہ بہت سخت ہیں۔ ان کے جسموں پر بال ہیں جو انہیں چھپاتے ہیں۔ ان بالوں کے ساتھ اپنے آپ کو گرمی اور سردی سے بچاتے ہیں۔ ایک کے لمبے کان ہیں، ان کا ایک کان وبرہ اور دوسرا زغبہ ہے۔ یعنی وہ کان اتنے بڑے ہیں کہ وہ ایک کو بچھونا بناتے ہیں اور دوسرے کو اوپر اوڑھ لیتے ہیں۔ ایک میں گرمی کا موسم گزارتے ہیں اور دوسری میں سردی کا موسم گزارتے ہیں۔ ان میں کوئی مذکر اور مؤنث شامل نہیں مگر اس کی وہ عمر جس میں مرتا ہے وہ معلوم ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کے مذکروں میں سے کوئی مذکر نہیں ہوتا حتی کہ اس کی صلب سے ہزار بچے پیدا ہو جائیں اور کوئی مؤنث نہیں ہوتا حتی کہ اس کے رحم سے ہزار بچے پیدا ہو جائیں۔ جب یہ تعداد پوری ہو جاتی ہے تو اسے موت کا یقین ہو جاتا ہے اور موت کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ انہیں موسم بہار میں مچھلی کا رزق دیا جاتا ہے۔ جب وہ وقت آتا ہے تو بارش کی طرح اسے طلب کرتے ہیں۔ ہر سال انہیں اتنی خوراک دی جاتی ہے کہ وہ ان کے آئندہ سال تک کافی ہوتی ہے اور ان کی کثیر تعداد کے لیے بھی کافی اور معاون ہوتی ہے۔ جب ان پر بارش ہوتی ہے تو وہ سرسبز شاداب ہو جاتے ہیں اور بے خوف زندگی گزارتے ہیں اور اس شادابی کا اثر ان پر ظاہر ہوتا ہے۔ ان کی عورتیں تروتازہ ہو جاتی ہیں اور ان کے مردوں کی شہوت بڑھ جاتی ہے اور جب ان پر بارش نہیں ہوتی تو وہ کمزور ہو جاتے ہیں، ان کے مرد خالی ہو جاتے ہیں عورتیں بدل جاتی ہیں اور اس صورت حال کا اثر ان پر ظاہر ہوتا ہے۔ وہ کبوتروں کی طرح ایک دوسرے کو

بلاتے ہیں، بھیڑیوں کی طرح غراتے ہیں اور جب آپس میں ملتے ہیں تو جانوروں کی طرح جماع کرتے ہیں۔ جب ذوالقرنین نے اس صورت حال کا جائزہ لیا تو وہ دونوں پہاڑوں کے درمیان میں آیا اور ان کا اندازہ کیا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں مشرق کی جانب ترکوں کا علاقہ ختم ہوتا ہے۔ اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان سوفرسخ کا فاصلہ پایا۔ جب اس نے دیوار کا کام شروع کیا تو پہلے اس نے اس کی پانی تک گہری بنیاد کھدوائی پھر اس نے اس دیوار کی چوڑائی پچاس فرسخ بنائی اور اس کے اندر پتھر ڈلوائے اور تانبے سے مصالحہ تیار کیا اور وہ ان پتھروں کے اوپر ڈال دیا وہ اس طرح ہو گیا گویا زمین کے نیچے سے پہاڑ نکل آیا ہے پھر اس نے اس کے اوپر لوہے کی چادریں اور پگھلا ہوا تانبا ڈالا، اس کے اندر اس نے زرد رنگ کا تانبا ڈالا۔ وہ اس طرح ہو گیا گویا دھاری دار چادر ہے جس میں تانبے کی زردی اور سرخی اور لوہے کی سیاہی نظر آتی تھی۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہوا اور اسے پختہ کر لیا تو وہ انسانوں اور جنوں کی ایک جماعت کے قصد سے نکلا۔ راستہ پر اسے ایک نیک امت سے ملنے کا اتفاق ہوا جو حق کی طرف راہنمائی کرتے تھے اور حق کے ساتھ فیصلہ کرتے تھے۔ اس نے ایک عادل امت پائی جو برابر تقسیم کرتی تھی اور عدل کے ساتھ فیصلے کرتے تھے اور ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ ان کی حالت ایک تھی، ان کی بات ایک تھی، ان کے اخلاق ایک دوسرے کے مشابہ تھے، ان کا طریق سیدھا تھا، ان کے دل متحد تھے، ان کی سیرت بالکل مستوی تھی، ان کی قبور ان کے گھروں کے دروازوں پر تھیں، ان کے گھروں کے دروازے نہیں تھے۔ اس کے امراء نہیں تھے، ان کے نہ تو قاضی تھے نہ غنی، نہ بادشاہ اور رئیس تھے۔ نہ وہ اختلاف کرتے نہ ایک دوسرے پر بڑائی جتلاتے، نہ جھگڑا کرتے نہ گالی گلوچ کرتے، نہ جنگ کرتے نہ ان کو قحط میں مبتلا کیا جاتا، نہ ان پر ناراضگی کا اظہار کیا جاتا نہ انہیں ایسی آفات لاحق ہوتی تھیں جو عام لوگوں کو لاحق ہوتی تھیں، ان کی عمریں تمام لوگوں سے لمبی تھیں، نہ ان میں کوئی مسکین تھا اور نہ فقیر، نہ کوئی بداخلاق تھا اور نہ کوئی بدخو۔

جب ذوالقرنین نے ان کے یہ حالات دیکھے تو بڑا تعجب کیا۔ اس نے انہیں کہا اے قوم تم مجھے اپنی بات بتاؤ میں نے ساری زمین چھانی ہے، زمین کا بحر و بر شرق و غرب، نور و ظلمت سب دیکھا ہے۔ لیکن مجھے تمہاری مثل کوئی قوم نظر نہیں آئی۔ تم مجھے اپنی حقیقت سے آگاہ کرو۔ انہوں نے کہا ہاں تو جو چاہتا ہے ہم سے پوچھ اس نے کہا، کیا وجہ ہے کہ تمہاری قبور تمہارے دروازوں پر ہیں، انہوں نے کہا یہ ہم نے عمداً کیا ہے تا کہ ہم کبھی موت کو نہ بھولیں اور اس کا ذکر ہمارے دلوں سے کبھی دور نہ ہو۔ ذوالقرنین نے پوچھا تمہارے دروازے کیوں نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ہم میں کوئی متہم نہیں ہے، ہم میں صرف امین لوگ ہیں۔ ذوالقرنین نے پوچھا تمہارے امراء کیوں نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہم میں مظالم ہی نہیں تا کہ امراء کی ضرورت پڑے۔ ذوالقرنین نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تمہارے درمیان حکام نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہم آپس میں لڑتے ہی نہیں ہیں۔ اس نے پوچھا تمہارے اندر اغنیاء کیوں نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہم زیادہ مال جمع کرتے ہی نہیں۔ اس نے پوچھا تم میں اشراف کیوں نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہم آگے بڑھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ اس نے پوچھا تم میں تفاوت نہیں ہے اور ایک دوسرے پر فضیلت نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ہم ایک دوسرے سے صلہ رحمی کرتے ہیں اور رافت و رحمت کا سلوک

کرتے ہیں، اس نے پوچھا تم آپس میں لڑتے کیوں نہیں ہو اور اختلاف کیوں نہیں کرتے، انہوں نے کہا ہمارے دلوں میں جو الفت ہے اور آپس میں جو اصلاح کا عنصر ہے۔ اس کی وجہ سے لڑتے نہیں ہیں۔ اس نے کہا تم جنگ کیوں نہیں کرتے اور ایک دوسرے کو گالی کیوں نہیں دیتے۔ انہوں نے کہا ہم عزم کے ساتھ اپنی طبائع پر غالب ہیں اور ہم نے اپنے آپ کو حلم کے ساتھ چلایا ہے۔ اس نے کہا کیا وجہ ہے کہ تمہاری بات ایک ہے اور تمہارا راستہ سیدھا ہے؟ انہوں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم جھوٹ نہیں بولتے، ایک دوسرے کو دھوکہ نہیں دیتے ایک دوسرے کی غیبت نہیں کرتے۔ اس نے پوچھا بتاؤ تمہارے دل مشابہ کیوں ہیں اور تمہاری سیرت معتدل کیوں ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے سینے درست ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں سے حسد اور کینہ نکال لیا ہے۔ ذوالقرنین نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تم میں مسکین اور فقیر نہیں ہے؟ انہوں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم برابر تقسیم کرتے ہیں۔ ذوالقرنین نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تم میں کوئی ترش خو اور سخت مزاج نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ہماری تواضع اور انکساری کی وجہ سے۔ ذوالقرنین نے پوچھا کیا وجہ ہے تمہاری عمریں تمام لوگوں سے زیادہ ہیں؟ انہوں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم حق کو ادا کرتے ہیں اور عدل سے فیصلہ کرتے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تم قحط میں مبتلا نہیں ہوتے؟ انہوں نے کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم استغفار سے غافل نہیں ہوتے۔ ذوالقرنین نے کہا تم پر ناراضگی کا اظہار کیوں نہیں کیا جاتا؟ انہوں نے کہا ہم جب سے ہیں ہم نے اپنے نفوس کو مصیبت کے لیے تیار کر رکھا ہے، ہم مصیبت کو پسند کرتے ہیں اور ہم اس کے حریص ہیں۔ اس لیے ہم اس سے محفوظ ہیں۔ ذوالقرنین نے کہا کیا وجہ ہے کہ تمہیں آفات لاحق نہیں ہوتیں جیسا کہ دوسرے لوگوں کو لاحق ہوتی ہیں؟ انہوں نے کہا ہم غیر اللہ پر بھروسہ نہیں کرتے اور ہم ستاروں کے طلوع وغروب پر عمل نہیں کرتے۔ ذوالقرنین نے کہا مجھے بتاؤ کیا تمہارے آباء بھی اسی طرح کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم نے اپنے آباء کو ان صفات کا حامل پایا کہ وہ اپنے مساکین پر رحم کرتے تھے، فقراء پر ہمدردی کرتے تھے، انہیں معاف کر دیتے تھے، جو ان پر ظلم کرتا تھا اور جو ان سے برائی کرتا تھا اس کے ساتھ احسان کرتے تھے، جو ان سے جہالت کا مظاہرہ کرتا وہ اس کے ساتھ بھی حلیمانہ سلوک کرتے تھے، جو انہیں برا بھلا کہتا وہ اس کے لیے استغفار کرتے تھے، صلہ رحمی ان کا وطیرہ تھا، لوگوں کی امانات واپس کرتے تھے اور اپنی نماز کے وقت کی حفاظت کرتے تھے، اپنے عہد کو پورا کرتے تھے، اپنے وعدوں میں وہ سچے تھے، وہ اپنے ہم پلہ لوگوں سے انحراف نہیں کرتے تھے اور اپنے قریبی رشتہ داروں سے ملنا اپنے لیے عار نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح فرمائی تھی اور جب تک وہ زندہ رہے اللہ تعالیٰ ان امور خیر کی وجہ سے ان کی حفاظت فرماتا رہا، اللہ پر حق تھا کہ وہ ان کے ترکہ میں بہتر خلیفہ چھوڑے۔ ذوالقرنین نے انہیں کہا اگر میں ٹھہرتا تو تم میں ٹھہرتا لیکن مجھے اقامت کا حکم نہیں دیا گیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ذوالقرنین کا ملائکہ میں سے ایک دوست تھا جس کو زرافیل کہا جاتا تھا۔ وہ ہمیشہ آپ سے سلام کے ساتھ ملاقات کرتا تھا۔ ایک دن ذوالقرنین نے کہا اے زرافیل! کیا تم کوئی ایسی چیز جانتے ہو جو عمر کو زیادہ کرتی ہے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر کریں اور

زیادہ عبادت کریں؟ ذرافیل نے کہا مجھے اس کا علم نہیں لیکن آپ کی خاطر اس کے متعلق آسمان (والے) سے پوچھوں گا
زرافیل آسمان پر گیا۔ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں ٹھہرا پھر نیچے آیا اور کہا میں نے وہ سوال کیا جو آپ نے مجھ سے کیا تھا۔ مجھے
بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تاریکی میں ایک چشمہ ہے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جس نے اس سے ایک
گھونٹ پانی پی لیا وہ فوت نہیں ہوگا حتی کہ وہ خود اللہ تعالیٰ سے موت کا سوال کرے گا۔ فرماتے ہیں ذوالقرنین نے زمین کے
علماء کو جمع کیا اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے تاریکی میں ایک چشمہ ہے؟ علماء نے کہا ہم تو اس کے متعلق نہیں جانتے۔ پھر
ایک نوجوان اٹھا اور کہا اے بادشاہ! تجھے اس سے کیا غرض ہے؟ اس نے کہا مجھے اس کی حاجت ہے اس نے کہا میں نے آدم
علیہ السلام کی وصیت پڑھی تو اس میں یہ لکھا تھا اللہ تعالیٰ کا سورج کے مطلع کے پیچھے تاریکی میں ایک چشمہ ہے، اس کا پانی دودھ
سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جو اس سے پانی پیئے گا وہ فوت نہیں ہوگا حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے موت کا خود سوال
کرے۔ ذوالقرنین اپنی جگہ سے روانہ ہوگیا جہاں اس نے بارہ سال گزارے تھے حتی کہ وہ سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچا،
اس نے علماء کو جمع کیا اور کہا میں اس تاریکی میں تمہارے ساتھ چلنا چاہتا ہوں، علماء نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ تو ایسے
راستہ پر چلے جس پر تجھ سے پہلے کوئی ابن آدم نہیں چلا۔ اس نے کہا میں ضرور جاؤں گا۔ علماء نے کہا ہم تجھے اللہ کی پناہ میں
دیتے ہیں کہ تو ہمیں اس ظلمت میں لے جائے ہمیں اس بات سے امن نہیں ہیں کہ ہم پر کوئی ایسا معاملہ کھل جائے جس
میں زمین کا فساد ہو۔ اس نے کہا میں اس راستہ پر ضرور چلوں گا، علماء نے کہا تیری مرضی! اس نے پوچھا سب سے تیز نگاہ کس
جانور کی ہے؟ علماء نے کہا گھوڑا۔ اس نے کہا گھوڑوں میں تیز نگاہ کون سی صنف ہے۔ علماء نے کہا مادہ۔ پھر ان میں سے کون سی
صنف تیز نگاہ ہے۔ انہوں نے کہا جوان جس سے ابھی جفتی نہ ہوئی ہو۔ اس نے چھ ہزار جوان گھوڑیاں تیار کیں پھر اپنے لشکر
سے چھ ہزار نوجوان تیار کیے۔ ہر آدمی کو ایک گھوڑی دے دی، اس نے خضر کو دو ہزار گھوڑیوں پر مقرر کیا اور اسے اپنے اس لشکر کا
مقدمہ بنایا۔ پھر اسے کہا تو میرے آگے چل۔ خضر نے اسے کہا اے بادشاہ! میں اس امت کی گمراہی سے مامون نہیں ہوں۔
لوگ مجھ سے بکھر جائیں گے، اس نے اسے ایک سرخ موتی دیا اور کہا جب لوگ ادھر ادھر ہوں تو تو یہ موتی پھینکنا۔ یہ تیرے
لیے روشنی کرے گا اور آواز دے گا حتی کہ یہ تیرے پاس گمراہوں کو جمع کردے گا۔ ذوالقرنین نے لوگوں پر ایک خلیفہ بنایا اور
اسے حکم دیا کہ وہ اس لشکر میں بارہ سال رہے۔ اگر بادشاہ لوٹ آیا تو فبہا ورنہ لوگوں کو اپنے شہروں کی طرف جانے کا حکم دے
دینا۔ پھر اس نے خضر کو چلنے کا حکم دیا تو خضر اس کے آگے چلا جس منزل پر ذوالقرنین پہنچتا وہاں سے خضر کوچ کر جاتا،
ذوالقرنین خضر کی جگہ پر ہی پڑاؤ کرتا، خضر اس تاریکی میں چل رہا تھا کہ لوگ ادھر ادھر ہونے لگے۔ خضر نے وہ موتی پھینکا تو وہ
اسی چشمہ کے کنارہ پر گرا اور چشمہ ایک وادی میں تھا، پس اس موتی نے کنویں کا اردگرد روشن کردیا، خضر اترے اپنے کپڑے
اتارے اور چشمہ میں داخل ہوا۔ اس نے اس کا پانی پیا اور غسل کیا پھر باہر تشریف لائے اس نے اپنے کپڑے سمیٹے پھر موتی
اٹھایا اور سوار ہوگیا۔ ذوالقرنین دوسرے راستہ پر پڑ گیا جو خضر کے راستے سے مختلف تھا۔ پس ذوالقرنین اور اس کے ساتھ اس
تاریکی میں چھ راتیں اور چھ دنوں کی مقدار چلتے رہے، وہ تاریکی رات کی تاریکی کی طرح نہیں تھی وہ تاریکی کہر کی مانند تھی حتی

کہ ذوالقرنین ایک نور والی زمین پر جا نکلا جہاں نہ سورج تھا نہ چاند اور نہ ستارہ، اس نے لشکر کو ٹھہرایا۔ لوگ اتر پڑے اور ذوالقرنین خود سوار ہو کر چلا گیا حتی کہ وہ ایک محل تک پہنچا جس کا طول (وعرض) فرسخ، فرسخ تھا وہ اس محل میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ محل کے دونوں کناروں پر مینار ہیں وہاں ایک مذموم پرندہ ہے۔ اس کی ناک میں ایک زنجیر ہے جو اس مینار سے معلق ہے۔ وہ پرندہ خطاف کے مشابہ تھا یا اس کے قریب قریب تھا۔ پرندے نے ذوالقرنین سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ذوالقرنین ہوں۔ پرندے نے کہا اے ذوالقرنین! کیا تیرے لیے وہ کافی نہ تھا جو تیرے پیچھے تھا حتی کہ تو نے تاریکی کا بھی سفر کیا ہے، اے ذوالقرنین! مجھے بتا۔ اس نے کہا پوچھ پرندے نے پوچھا کیا پکی اینٹوں اور شیشہ سے بنائی گئی عمارتیں کثیر ہوگئی ہیں؟ ذوالقرنین نے کہا ہاں۔ پرندے نے پر پھیلائے حتی کہ دونوں دیواروں کے درمیان کا تیسرا حصہ ڈھک گیا، پھر اس نے کہا اے ذوالقرنین! مجھے بتا۔ اس نے کہا پوچھ۔ اس نے پوچھا کیا لوگوں میں آلات ملاہی زیادہ ہو گئے ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر اس نے پر کھولے حتی کہ دو دیواروں کے درمیان کا دو ثلث بھر گیا، پھر اس نے کہا اے ذوالقرنین! مجھے بتا، ذوالقرنین نے کہا پوچھ۔ اس نے پوچھا کیا لوگوں میں جھوٹ کی گواہی زیادہ ہوگئی ہے؟ ذوالقرنین نے کہا ہاں۔ اس نے پھر پر پھیلائے تو دیواروں کے درمیان کا سارا حصہ ڈھک گیا۔ ذوالقرنین اس سے خوف زدہ ہوگیا۔ پرندے نے کہا اے ذوالقرنین! خوف زدہ نہ ہو۔ اس نے کہا مجھے بتا۔ ذوالقرنین نے کہا پوچھ۔ اس نے کہا کیا لوگوں نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت چھوڑ دی ہے ذوالقرنین نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا لوگوں نے جنابت کا غسل ترک کر دیا ہے؟ ذوالقرنین نے کہا نہیں۔ اس پر پرندے نے اپنے پر دو ثلث ملا لیے۔ اس نے کہا اے ذوالقرنین! مجھے بتا، ذوالقرنین نے کہا پوچھ، اس نے پوچھا کیا لوگوں نے فرضی نماز چھوڑ دی ہے؟ ذوالقرنین نے کہا نہیں، پرندے نے پر ملا لیے حتی کہ وہ اس طرح ہوگیا جس طرح پہلے تھا۔ پھر پرندے نے کہا اے ذوالقرنین! اس درجہ کی طرف جا اور اس پر چڑھ جا تو اس کو پالے گا جس سے تو سوال کرے گا اور وہ تجھے جواب دے گا۔ ذوالقرنین چلا حتی کہ وہ اس درجہ پر چڑھ گیا۔ وہ ایک لمبی سطح تھی۔ اس کے کنارے نظر نہیں آتے تھے۔ وہاں ایک نوجوان شخص آسمان کی طرف آنکھیں کھولے، اپنے منہ پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا، اس کا ایک قدم آگے تھا اور دوسرا پیچھے تھا۔ ذوالقرنین نے اسے سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا اس نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ذوالقرنین ہوں نوجوان نے کہا اے ذوالقرنین تیرے لیے وہ کافی نہ تھا جو تو پیچھے چھوڑ کر آیا ہے حتی کہ تو نے تاریکی کو طے کیا ہے اور مجھ تک پہنچا ہے۔ ذوالقرنین نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں صور پھونکنے والا ہوں میں نے ایک قدم آگے اور ایک پیچھے رکھا ہوا ہے اور صور میں نے اپنے منہ پر رکھا ہوا ہے میں آسمان کی طرف دیکھ کر اپنے رب کے امر کا انتظار کر رہا ہوں پھر اس نے ایک پتھر اٹھایا اور ذوالقرنین کو دیا اور کہا واپس جاؤ یہ پتھر تمہیں بتائے گا۔ اس بات کی تاویل جس کا میں نے ارادہ کیا ہے۔ ذوالقرنین واپس آیا حتی کہ اپنے لشکر کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے تمام علماء کو جمع کیا اور انہیں محل مینار اور پرندے کی بات بتائی جو اس نے کہا اور جو اس کو جواب دیا گیا، صور والے کی بات اور اس کا پتھر عطا کرنا اور اس کا یہ کہنا کہ جو میں نے کہا ہے۔ اس کی تاویل تجھے یہ پتھر بتائے گا، یہ تمام باتیں ان کے گوش گزار کیں اور کہا کہ مجھے اس پتھر کے متعلق بتاؤ یہ کیا ہے اور اس سے اس

نے کس چیز کا ارادہ کیا ہے؟ علماء نے میزان منگوایا۔ ایک طرف وہ پتھر رکھا گیا اور دوسری طرف اس کی مثل پتھر رکھا گیا تو صاحب صور کا پتھر بھاری ہوگیا پھر اس کے ساتھ دوسرا پتھر رکھا پھر صاحب صور کا پتھر بھاری نکلا۔ پھر اس کے مقابلے میں سو پتھر رکھے تو پھر بھی وہ بھاری نکلا۔ پھر اس کے مقابلہ پر پتھر رکھے گئے پھر بھی وہ بھاری نکلا، ذوالقرنین نے کہا کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جسے اس پتھر کے بارے کچھ علم ہو۔ خضر اپنی حالت پر بیٹھے تھے اور بات نہیں کر رہے تھے۔ ذوالقرنین نے کہا اے خضر! کیا آپ کو اس کے بارے کچھ علم ہے؟ خضر نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا کیا ہے؟ خضر نے کہا اے بادشاہ! اللہ تعالیٰ عالم کو عالم کے ساتھ آزماتا ہے اور عام لوگوں کو دوسرے لوگوں سے آزماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے میری وجہ سے آزمایا ہے اور مجھے تیری وجہ سے ابتلا میں ڈالا ہے۔ ذوالقرنین نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تو ہی میرا مطلوب بیان کرے گا، خضر نے کہا اسی طرح ہی ہے۔ اس نے کہا تو میرے پاس آ۔ انہوں نے میزان پکڑا۔ ایک طرف صاحب صور کا پتھر رکھا اور دوسری طرف ایک اور پتھر رکھا پھر خضر نے ایک مٹھی مٹی کی اٹھائی اور دوسرے پتھر کے ساتھ رکھ دی پھر میزان اٹھایا تو وہ پتھر جس کے ساتھ خضر نے مٹی کی مٹھی ڈالی تھی۔ وہ صاحب صور کے پتھر سے بھاری ہوگیا۔ علماء نے کہا سبحان اللہ ربنا! ہم نے ہزار پتھر اس کے ساتھ رکھے لیکن وہ بھاری نہ ہوا۔ خضر نے ایک پتھر اور مٹی کی مٹھی رکھی اور وہ بھاری ہوگیا۔ ذوالقرنین نے کہا مجھے اس بات کی تاویل بتا۔ خضر نے کہا میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو مشرق و مغرب پر غالب آیا۔ اس نے بھی تجھے کفایت نہ کی حتیٰ کہ تو ظلمت میں داخل ہوا پھر صاحب صور تک پہنچا تیری آنکھ کو صرف مٹی ہی بھرے گی۔ ذوالقرنین نے کہا تو نے سچ کہا ہے۔ ذوالقرنین چل پڑا اور تاریکی میں لوٹ آیا۔ لوگ اپنے گھوڑوں کے اگلے حصے کے نیچے آواز سن رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا اے بادشاہ! ہم اپنے گھوڑوں کے اگلے حصہ کے نیچے یہ کیسی آواز سن رہے ہیں اس نے کہا جس نے اس کو پکڑا وہ بھی شرمندہ ہوا جس نے اس کو چھوڑا وہ بھی شرمندہ ہوا۔ ایک گروہ نے اسے پکڑا اور ایک گروہ نے اسے چھوڑا۔ جب وہ روشنی میں پہنچے تو وہ زبرجد تھا جس نے اسے اٹھایا تھا۔ وہ اس بات پر شرمندہ ہوا کہ زیادہ نہ اٹھایا اور تارک اس پر شرمندہ ہو کہ اس نے حاصل نہیں کیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی ذوالقرنین پر رحم فرمائے، وہ ظلمت میں داخل ہوئے اور اس سے عدم دلچسپی کے ساتھ باہر نکلے، وہ اگر اس سے رغبت کرتے ہوئے باہر آتے تو اس کا کوئی پتھر بھی نہ چھوڑتے مگر باہر لے آتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ دومۃ الجندل ٹھہرے، اس میں اللہ کی عبادت کرتے رہے حتیٰ کہ وصال کر گئے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوجعفر رحمہ اللہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی ذوالقرنین پر رحم فرمائے۔ اگر وہ زبرجد کو ابتداء میں پا لیتے تو کوئی چیز بھی اس میں نہ چھوڑتے حتیٰ کہ وہ لوگوں کی طرف نکال کر لاتے کیونکہ ابتداء میں وہ دنیا کی طرف راغب تھے لیکن وہ اس کے پانے پر اس وقت کامیاب ہوئے جب کہ ان کی دنیا سے دلچسپی ختم ہو چکی تھی اور انہیں دنیا کی کوئی حاجت نہ تھی۔

امام ابن اسحق، الفریابی، ابن ابی الدنیا نے "من عاش بعد الموت" کتاب میں روایت کیا ہے اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ ایک ایسا

بندہ تھا جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتا تھا اور اللہ کی بارگاہ میں اپنا اخلاص پیش کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ اس کے اخلاص کی قدر روانی فرماتا تھا: اللہ تعالیٰ نے اسے ایک قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلایا اور اسلام کی دعوت دی لیکن قوم نے انہیں سر کی دائیں جانب چوٹ لگائی، جس سے ان کا وصال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا عرصہ چاہا انہیں روکے رکھا پھر انہیں زندہ کیا اور ایک دوسری امت کی طرف بھیجا۔ انہوں نے انہیں بھی اللہ تعالیٰ اور اسلام کی طرف بلایا، انہوں نے انہیں سر کی بائیں جانب چوٹ لگائی، جس سے ان کا وصال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا عرصہ چاہا انہیں روکے رکھا پھر انہیں زندہ فرمایا پھر ان کے لیے بادل کو مسخر فرمایا اور انہیں اس میں اختیار دیا۔ انہوں نے اس کے صعب کو اس کے مطیع ہونے پر ترجیح دی بادل کا صعب یہ ہے کہ وہ بارش نہیں برساتا۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے لیے نور کو پھیلایا۔ اس کے لیے اسباب کو لمبا کیا اس کے لیے دن اور رات کو برابر رکھا اسی وجہ سے وہ زمین کے مشرق و مغرب تک پہنچے۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین جب جبل قاف پر پہنچا تو پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اے خطا کرنے والے کے بیٹے! جہاں تو آیا ہے اس جگہ نہ تجھ سے پہلے کوئی آیا ہے اور نہ تیرے بعد کوئی آئے گا، ذوالقرنین نے اسے جواب دیا، میں کہاں ہوں؟ فرشتے نے کہا تو ساتویں زمین میں ہے۔ ذوالقرنین نے کہا: کون سی چیز مجھے نجات دے گی۔ فرشتے نے کہا یقین۔ ذوالقرنین نے کہا: اے اللہ! مجھے یقین عطا فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے نجات عطا فرمائی۔ فرشتے نے کہا تو ایک قوم کے پاس جائے گا اور ان کے لیے ایک بلند دیوار بنائے گا۔ جب تو اسے بنالے تو یہ کبھی نہ خیال کرنا کہ میں نے اپنی قوت و طاقت سے یہ تعمیر کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ تیری اس تعمیر پر ایک کمزور ترین مخلوق کو مسلط کرے گا اور وہ اسے گرا دے گی۔ پھر ذوالقرنین نے فرشتے سے پوچھا یہ کون سا پہاڑ ہے؟ فرشتے نے کہا: اس پہاڑ کو قاف کہا جاتا ہے۔ یہ سبز ہے اور آسمان سفید ہے اور آسمان کی سبزی اس کی وجہ سے ہے۔ یہ پہاڑ تمام پہاڑوں کی اصل ہے اور تمام اس کے اجزاء ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بستی کو لرزانا چاہتا ہے تو اس کی اصل کو حرکت دیتا ہے۔ پھر اس فرشتے نے انگوروں کا ایک گچھا لیا اور کہا یہ ایک دانہ تجھے سیر کرے گا اور ایک دانہ سیراب کرے گا۔ جب تو اس سے ایک دانہ کھائے گا تو اس کی جگہ دوسرا دانہ پیدا ہو جائے گا۔ پھر ذوالقرنین وہاں سے نکلا تو وہ اس بنیاد کے پاس آیا جس کے بنانے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا تھا۔ لوگوں نے کہا اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ قومیں جن کے پاس ذوالقرنین پہنچے وہ منسک، ناسک، تاویل اور راحیل تھیں۔ ابو سعید فرماتے ہیں وہ یاجوج ماجوج کے علاوہ پندرہ قبائل تھے۔

حاکم نے معاویہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پوری زمین کے چار بادشاہ گزرے ہیں (۱) سلیمان (۲) ذوالقرنین (۳) اہل حلوان کا ایک شخص (۴) اور ایک دوسرا شخص۔ معاویہ سے پوچھا گیا کیا وہ شخص خضر تھا؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ذوالقرنین ساری

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 645 (4143)، دارالکتب العلمیہ بیروت

زمین کا بادشاہ تھا سوائے بلقیس کے جو مآرب والی تھی۔ ذوالقرنین مساکین کا لباس پہنتا تھا پھر شہروں میں داخل ہو جاتا تھا اور ان سے جنگ کرنے سے پہلے ان کے عیوب دیکھتا تھا۔ بلقیس کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے اپنا ایک ایلچی بھیجا تا کہ وہ اس کی ایک تصویر بنا لائے۔ جب وہ اپنے ملک میں بیٹھا ہو۔ اور ایک اس کی تصویر مساکین کے کپڑوں میں بنا لائے۔ پھر بلقیس ہر روز مساکین کو کھانا کھلاتی اور انہیں جمع کرتی تھیں، اس کا ایلچی تصویر لے کر آیا تو اس نے ایک تصویر اپنے قریب رکھی اور ایک تصویر باب الاسطوانہ پر رکھی۔ اس نے ہر روز مساکین کو کھانا کھلانا شروع کیا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے ایک ایک کو دیکھا اور پھر وہ باہر نکلتے گئے حتی کہ ذوالقرنین مساکین کے لباس میں آ گیا۔ وہ ان کے شہر میں داخل ہوئے تو اس نے ایک ایک مسکین کو باہر نکالا اور وہ اس کی مساکین کے لباس میں بنی ہوئی صورت کو دیکھ رہی تھی حتی کہ ذوالقرنین گزرا تو اس نے اس کی صورت کو دیکھ کر حکم دیا کہ اس کو بیٹھا دو اور باقی مساکین کو نکال دو، بلقیس کو ذوالقرنین نے کہا مجھے کیوں بٹھایا ہے میں بھی تو مساکین سے ہوں! اس نے کہا نہیں تو ذوالقرنین ہے یہ تیری تصویر مساکین کے لباس میں بنی ہوئی ہے اللہ کی قسم! تو مجھ سے جدا نہیں ہوگا حتی کہ تو مجھے میرے ملک کی امان لکھ دے ورنہ میں تیری گردن اتار دوں گی۔ جب ذوالقرنین نے یہ حالات دیکھے تو اس نے اسے امان لکھ دی اور کوئی علاقہ ذوالقرنین کی فتح سے نہ بچا سوائے بلقیس کے علاقہ کے۔

امام ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ذوالقرنین نے بارہ سال بادشاہی کی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں حضرت عبداللہ بن ابی جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ذوالقرنین کسی سفر پر تھا کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرا جن کی قبور ان کے دروازوں پر تھیں اور ان کے کپڑوں کا رنگ ایک تھا۔ وہ سب کے سب مرد تھے۔ ان میں عورت نہیں تھی۔ ایک شخص سے اس نے ملاقات کی اور اس نے کہا میں نے ایک ایسی چیز دیکھی ہے جو اپنے ان سفروں میں پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اس شخص نے کہا وہ کیا ہے؟ ذوالقرنین نے جو کچھ اس قوم میں دیکھا تھا بیان کیا، انہوں نے کہا ہمارے دروازوں پر ہماری قبور کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے انہیں اپنے دلوں کے لیے باعث نصیحت بنایا ہے تا کہ کسی کے دل میں دنیا کا خیال نہ آئے۔ پس جب بھی کوئی گھر سے باہر نکلے تو اپنی قبور کو دیکھ کر اپنی ذات کی طرف رجوع کرے اور کہے اس جگہ کی طرف لوٹنا ہے اور مجھ سے پہلے لوگ بھی اسی جگہ کی طرف لوٹ گئے ہیں۔

رہا ہمارا ایک رنگ لباس تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اعلیٰ لباس پہن کر اپنے ساتھی پر فضیلت نہ جتائے۔ رہی یہ بات کہ تمام کے تمام مرد ہیں کوئی عورت نہیں ہے تو میری عمر کی قسم! ہم مرد اور عورت سے پیدا کیے گئے ہیں لیکن یہ دل کسی چیز کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا مگر وہ اس کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے۔ ہم نے اپنی عورتوں اور بچوں کو ایک قریبی بستی میں بسایا ہوا ہے۔ جب کوئی شخص حقوق زوجیت کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے۔ ایک دو راتیں اس کے ساتھ گزارتا ہے پھر یہاں واپس آ جاتا ہے۔ ہم یہاں عبادت الٰہی کے لیے علیحدہ رہتے ہیں۔ میں تمہیں کسی ایسی بات سے نصیحت نہیں کر سکتا جو تم نے خود اپنے نفسوں کے لیے تجویز کر رکھی ہے تو مجھ سے جو چاہو مانگو، اس نے پوچھا تو کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں ذوالقرنین ہوں اس نے کہا میں تجھ سے کیا سوال کروں جب کہ تو میرے لیے کسی چیز کا مالک ہی نہیں ہے؟ ذوالقرنین نے کہا

وہ کیسے اللہ نے مجھے ہر چیز تک (رسائی حاصل کرنے) کا ساز وسامان دیا ہے؟ اس شخص نے کہا کیا تو مجھے وہ عطا کرسکتا ہے جو میری تقدیر میں نہیں لکھا اور کیا تو مجھ سے وہ دور کرسکتا ہے جو میری تقدیر میں لکھا ہے؟

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب ذوالقرنین سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پہنچا تو فرشتے نے اسے کہا اے ذوالقرنین! تو لوگوں کی میرے سامنے صفات بیان کر۔ ذوالقرنین نے کہا تیرا ایک کم عقل شخص سے بات کرنا اس شخص کی مانند ہے جو اہل قبور کے سامنے کھانا رکھتا ہے اور عقل مند آدمی سے بات کرنا اس طرح ہے جو چٹان کو پانی سے تر کرتا ہے تا کہ وہ گیلی ہوجائے یا جو لوہے کو پکاتا ہے تا کہ سالن حاصل کرے۔ اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے پتھر نقل کرنا اس سے آسان ہے کہ تو ایک بے عقل شخص سے بات کرے۔(1)

إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾

''ہم نے اقتدار بخشا تھا اسے زمین میں اور ہم نے دیا تھا اسے ہر چیز (تک رسائی حاصل کرنے) کا ساز وسامان پس وہ روانہ ہوا ایک راہ پر''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سَبَبًا سے مراد علم ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ فَأَتْبَعَ سَبَبًا میں سَبَبًا سے مراد منزل ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سَبَبًا سے مراد علم ہے اور اسی سے لوگوں کی زبانوں کی تعلیم ہے، ذوالقرنین ہر قوم سے اس کی زبان میں بات کرتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن ابی بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے کعب الاحبار سے کہا تم کہتے ہو کہ ذوالقرنین اپنے گھوڑے کو دانتوں سے باندھتا تھا؟ کعب نے کہا اگر میں نے یہ کہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سَبَبًا سے مراد زمین کی منازل اور اس کے نشانات ہیں۔(3)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: فَأَتْبَعَ سَبَبًا، فرماتے ہیں: سَبَبًا سے مراد مشرق سے مغرب کی طرف منزل ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سَبَبًا سے مراد راستہ ہے جیسا کہ فرعون نے ہامان سے کہا تھا ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ (غافر:36) اسباب السموات سے مراد آسمان کے راستے ہیں۔ فرماتے ہیں: ایک شی کا نام ایک ہوتا ہے لیکن معنی میں وہ متفرق ہوتی ہے اور بطور دلیل یہ آیت پڑھی وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 168 (4692)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 15، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 341 (1701)، دار الکتب العلمیہ بیروت

الْاَسْبَابُ (البقرہ) اس سے مراد اعمال کے اسباب ہیں۔

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۬ؕ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ۟

''یہاں تک کہ جب وہ غروب آفتاب کی جگہ پہنچا تو اس نے اسے یوں پایا گویا وہ ڈوب رہا ہے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمہ میں اور اس نے وہاں ایک قوم پائی۔ ہم نے کہا اے ذوالقرنین (تمہیں اختیار ہے) خواہ تم انہیں سزا دو خواہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو''۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عثمان بن ابی حاضر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس سے ذکر کیا گیا کہ معاویہ بن سفیان اس آیت میں حَمِئَةٍ کو حامیۃ پڑھتے ہیں، ابن عباس فرماتے ہیں: میں نے معاویہ سے کہا ہم تو حمئۃ پڑھتے ہیں۔ معاویہ نے عبداللہ بن عمرو سے پوچھا تم اس لفظ کو کیسے پڑھتے ہو؟ عبداللہ بن عمرو نے کہا جیسے تم پڑھتے ہو۔ ابن عباس فرماتے ہیں: میں نے معاویہ سے کہا میرے گھر میں قرآن نازل ہوا۔ پس حضرت کعب سے دریافت کیا گیا کہ تورات میں تم کیسے پاتے ہو کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ اہل عرب سے پوچھو کیونکہ وہ اس کو زیادہ جانتے ہیں اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تو تورات میں یہ ہے کہ سورج پانی اور مٹی میں غروب ہوتا ہے اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے مغرب کی طرف اشارہ فرمایا۔(1)

حضرت ابن ابی حاضر رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا تو میں کلام کے ذریعے تمہاری تائید کرتا اور حَمِئَةٍ کے متعلق بصیرت زیادہ ہوتی، ابن عباس نے فرمایا وہ کیسے؟ میں نے کہا ہم تبع کی بات کو ترجیح دیتے ہیں جو اس نے ذوالقرنین کے علم اور علم کی اتباع کے بارے میں ذکر کیا ہے۔

ذوالقرنین مسلمان بادشاہ تھا بادشاہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے اور حسد کرتے تھے۔ وہ مشرق و مغرب تک پہنچا۔ اس نے حکیم مرشد سے بادشاہی کے اسباب طلب کیے۔ اس نے سورج کے غروب ہونے کی جگہ کو دیکھا۔ وہ ایک سیاہ بدبودار مٹی کے چشمہ میں غروب ہو رہا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک لڑکے کو بلایا اور کہا یہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس کو لکھ لو۔

ترمذی، ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عَیْنٍ حَمِئَةٍ پڑھا تھا۔(2)

امام حاکم، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عَیْنٍ حَمِئَةٍ پڑھتے تھے۔(3)

امام الحافظ عبدالغنی بن سعید نے ایضاح الاشکال میں مصداع بن یحییٰ کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 16 2۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 18 3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 266 (2960)، بیروت

ہے فرماتے ہیں: مجھے ابی بن کعب نے اسی طرح پڑھایا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے انہیں پڑھایا تھا حَمِئَةٍ۔

ابن جریر نے الاعرج کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس حَمِئَةٍ پڑھتے تھے اور پھر ذات حَمِئَةٍ پڑھتے تھے۔(1)

امام سعید بن منصور، ابن المنذر، اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ عَيْنٍ حَمِئَةٍ پڑھتے تھے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس کے سوا کسی کو اس طرح پڑھتے نہیں سنا جس طرح کتاب اللہ میں ہے۔ ہم تورات میں حمئة سوداء پڑھتے ہیں۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عطاء کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے معاویہ کے پاس حَمِئَةٍ اور حامية پڑھنے کے متعلق عمرو بن العاص سے اختلاف کیا۔ میں نے حَمِئَةٍ پڑھا اور عمرو نے حامية کہا۔ ہم نے کعب سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کتاب اللہ جو منزل ہے اس میں حمئة سوداء ہے۔

امام عبدالرزاق سعید بن منصور، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن حاضر کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم معاویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَامِيَةٍ پڑھا۔ میں نے کہا ہم تو اسے حَمِئَةٍ پڑھتے ہیں۔ معاویہ نے کعب کی طرف لکھا تو انہوں نے پوچھا کہ تم تورات میں کیا پڑھتے ہو کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ کعب نے فرمایا عربی زبان کا تو مجھے علم نہیں لیکن تورات میں پڑھتا ہوں کہ وہ پانی اور مٹی میں غروب ہوتا ہے۔(2)

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ عين حامية پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی عين حامية روایت کیا ہے۔ اس کا مطلب آپ گرم بیان فرماتے۔

امام احمد، ابن ابی شیبہ، ابن منیع، ابو یعلی، ابن جریر، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سورج کو غروب ہوتے وقت دیکھا تو فرمایا نَارُاللهِ الْحَامِيَةُ (پھر فرمایا) اگر اللہ تعالیٰ نے اسے نہ روکا ہوتا تو زمین میں جو کچھ ہے اسے جلا دیتا۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا۔ آپ ﷺ نے سورج کو غروب ہوتے وقت دیکھا تو فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا یہ عَيْنٍ حَمِئَةٍ میں غروب ہوتا ہے یعنی بغیر ہمزہ کے پڑھا۔(4)

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے خبر پہنچی ہے کہ سورج ایک چشمہ میں غروب ہوتا ہے پھر وہ چشمہ اسے مشرق کی طرف پھینکتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 16
2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 345 (1714)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 18
4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 267 (2961)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابو یعلی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے العظمہ میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: **وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا** فرماتے ہیں: ایک شہر تھا جس کے بارہ ہزار دروازے تھے۔ اگر شہر والوں کی آوازیں نہ ہوتیں تو لوگ سورج کی آواز سنتے جب وہ دھاکے سے گرتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن ابی صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ اگر اہل روم کی آوازیں نہ ہوتیں تو لوگ سورج کے گرنے کا دھماکہ سنتے جب وہ گرتا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر مسافروں کی آوازیں نہ ہوتیں تو لوگ سورج کے غروب ہونے کے وقت اس کے دھماکہ کی آواز سنتے۔

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ قَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا ﴿۹۸﴾ وَ تَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِىْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَّ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ

يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾

''ذوالقرنین نے کہا جس نے ظلم (کفر وفسق) کیا تو ہم اسے سزا دیں گے پھر اسے لوٹا دیا جائے گا اس کے رب کی طرف تو وہ اسے عذاب دے گا بڑا ہی سخت عذاب اور جو شخص ایمان لایا اور اچھے عمل کیے تو اس کے لیے اچھا معاوضہ ہے اور ہم اسے حکم دیں گے ایسے احکام بجالانے کا جو آسان ہوں گے۔ پھر وہ روانہ ہوا دوسرے راستہ پر۔ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا طلوع آفتاب کے مقام پر تو اس نے پایا سورج کو کہ وہ طلوع ہو رہا ہے ایسی قوم پر کہ نہیں بنائی ہم نے ان کے لیے سورج (کی گرمی) سے بچنے کی آڑ۔ بات یونہی ہے اور ہم نے احاطہ کر رکھا ہے ہر اس چیز کا جو اس کے پاس تھی اپنے علم سے۔ پھر وہ روانہ ہوا ایک اور راہ پر۔ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا دو پہاڑوں کے درمیان تو پایا اس نے ان پہاڑوں کے پیچھے ایک قوم کو جو نہیں سمجھ سکتے تھے (ان کی) کوئی بات۔ انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج نے بڑا فساد برپا کر رکھا ہے اس علاقہ میں تو کیا ہم مقرر کر دیں آپ کے لیے کچھ خراج تاکہ آپ بنادیں ہمارے درمیان اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار۔ وہ بولا وہ دولت جس میں میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے وہ بہتر ہے، پس تم میری مدد کرو جسمانی مشقت سے، میں بنادوں گا تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ۔ تم لے آؤ میرے پاس لوہے کی چادریں (چنانچہ کام شروع ہوگیا) یہاں تک کہ جب ہموار کر دیا گیا وہ خلا جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا تو اس نے حکم دیا دھونکو یہاں تک کہ جب وہ لوہا آگ بنادیا تو اس نے کہا لے آؤ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا کہ میں اسے اس پگھلے ہوئے لوہے پر انڈیلوں۔ سو یاجوج ماجوج بڑی کوشش کے باوجود اسے سر نہ کر سکے اور نہ ہی اس میں سوراخ کر سکے۔ ذوالقرنین نے کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے (کہ اس نے مجھے یہ توفیق بخشی) اور جب آجائے گا میرے رب کا وعدہ تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ (ہمیشہ) سچا ہوا کرتا ہے۔ اور ہم واگزار کر دیں گے بعض کو اس دن کہ وہ (تند موجوں کی طرح) دوسروں میں گھس جائیں گے اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو اکٹھا کر دیں گے اور ہم ظاہر کر دیں گے جہنم کو اس دن کفار کے لیے بالکل عیاں''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت الضحاک سے **اَمَّا مَنْ ظَلَمَ** کے تحت روایت کیا ہے کہ جس نے شرک کیا۔

عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے **فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ** کے تحت یہ روایت کیا ہے کہ اس سے مراد قتل ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس کا عذاب یہ تھا کہ وہ انہیں جمع کرتا تانبے میں ڈالتا پھر نیچے سے آگ جلائی جاتی حتی کہ وہ اس میں ختم ہو جاتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **فَلَهٗ جَزَآءَ الْحُسْنٰى** سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کے لیے اچھی جزاء ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے يُسْرًا کا معنی معروف روایت کیا ہے۔
امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں ابن جریج رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے حضرت الحسن عن سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَّمْ نَجْعَل لَّهُم مِّن دُونِهَا سِتْرًا اس میں کوئی تعمیر نہیں تھی جب سورج طلوع ہوتا تو وہ اپنی سرنگوں (اور غاروں) میں داخل ہو جاتے حتی کہ سورج ڈھل جاتا۔
امام الطیالسی، البزار نے امالی میں، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس قوم کی زمین بھی ایسی تھی کہ عمارت کو برداشت ہی نہیں کر سکتی تھی۔ جب سورج طلوع ہوتا تو وہ پانیوں میں نیچے چلے جاتے اور جب سورج غائب ہوتا تو باہر نکل آتے تھے۔ وہ اس طرح چرتے تھے۔ جس طرح جانور چرتے ہیں پھر حضرت الحسن فرماتے ہیں: یہ سمرہ کی حدیث ہے۔
امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی زمین پر رہتے تھے کہ جس میں کوئی چیز بھی قائم نہیں رہتی تھی۔ پس جب سورج طلوع ہوتا تو وہ اپنی سرنگوں میں چلے جاتے۔ جب وہ ڈھل جاتا تو اپنے کھیتوں اور معایش کی طرف چلے جاتے۔
امام ابن ابی حاتم نے سلمہ بن کہیل سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس قوم کے لیے مکان وغیرہ نہ تھے جب تو ان پر طلوع ہوتا تو ان میں ہر ایک کے لیے اتنے بڑے بڑے کان تھے کہ ایک کو بچھونا بناتے اور دوسرے کو اوپر اوڑھ لیتے۔
امام عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس قوم کو زنج کہا جاتا ہے۔
امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سورج سرخ چھوٹے قد والی قوم پر طلوع ہوتا ہے۔ ان کے مساکن (رہنے کی جگہیں) غاریں تھیں۔ ان کی معیشت کا دارومدار مچھلیوں پر تھا۔
امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا کے تحت خبر کا معنی علم بیان کیا ہے۔
امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ السَّدَّيْنِ سے مراد دو پہاڑ ہیں: ارمینیہ اور آذربائیجان۔
امام ابن المنذر نے حضرت ابن جریج سے روایت کیا ہے قَوْمًا لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا سے مراد ترک قوم ہے۔
امام سعید بن منصور نے حضرت تمیم بن حذیم سے روایت کیا ہے کہ وہ لَا يَكَادُونَ يُفْقِهُونَ قَوْلًا پڑھتے تھے۔
امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم ایک دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ چمڑے کے ایک قبہ میں تھے۔ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد فرمائی پھر فرمایا کیا تمہیں خوش کرتا ہے کہ تم اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو۔ ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ! ﷺ پھر فرمایا کیا تمہیں یہ خوشی ہے کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہو۔ ہم نے کہا ہاں اے اللہ کے نبی! فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! مجھے یقین ہے کہ تم اہل جنت کا نصف ہو تم تمام امتوں میں اس سفید بال کی مثل ہو جو سیاہ

بیل کے پہلو میں ہوتا ہے یا سیاہ بال ہو جو سفید بیل کے پہلو میں ہوتا ہے، بے شک تمہارے بعد یاجوج ماجوج ہوں گے، ان میں سے ہر شخص اپنے بعد ہزار اور اس سے زائد اولاد چھوڑے گا اور ان کے علاوہ تین قومیں ہیں: منسک، تاویل، تاریس، ان کی تعداد کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابکالی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ملائکہ، انسان اور جن کے دس اجزاء بناتے ہیں ان میں سے نو حصے ملائکہ ہیں اور ایک حصہ جن وانس ہیں۔ پھر ملائکہ کے دس اجزاء بنائے ہیں، نو کروبیون ہیں جو دن رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور کمزور اور سست نہیں ہوتے، ایک جزء اس کے پیغامات، خزائن اور جو اللہ تعالیٰ امر چاہتا ہے ان کے پہنچانے کے لیے ہے، انسان اور جنوں کے دس اجزاء ہیں۔ ان میں سے نو اجزاء جن ہیں اور ایک جزء انسان ہیں۔ ایک انسان پیدا ہوتا ہے تو نو جن پیدا ہوتے ہیں انسان کے پھر دس اجزاء ہیں، ان میں سے نو اجزاء یاجوج وماجوج ہیں اور ایک جزء تمام لوگ ہیں، آسمان راستوں والا ہے۔ ساتواں آسمان اور حرم بالکل عرش کے برابر ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یاجوج وماجوج انسانوں سے دوگنا زیادہ ہیں اور جن بھی انسانوں سے دوگنا زیادہ ہیں اور یاجوج وماجوج دو آدمی ہیں جن کے نام یاجوج وماجوج ہیں۔

امام عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دس اجزاء میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں سے نو اجزاء یاجوج وماجوج ہیں اور ایک جزء باقی تمام لوگ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: دنیا کی پانچ صورتیں بنائی گئیں، پرندے کی صورت پر اس کا سر، سینہ، پر اور دم۔ مدینہ مکہ اور یمن سر ہیں، سینہ مصر اور شام ہیں، دایاں پر عراق ہے۔ عراق کے پیچھے ایک قوم ہے جسے واق کہا جاتا ہے، واق کے پیچھے ایک امت ہے جسے وقواق کہا جاتا ہے، ان کے پیچھے بھی امتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور بایاں پر سندھ ہے اور سندھ کے پیچھے ہند ہے اور ہند کے پیچھے ایک امت ہے جسے ماسک کہا جاتا ہے اور اس کے پیچھے ایک امت ہے جسے منسک کہا جاتا ہے۔ اس کے پیچھے اور بہت سی امتیں ہیں جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور دم سورج کے غروب ہونے کی جگہ ذات الحمام سے ہے اور پرندے میں بری ترین جگہ دم ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت عبدہ بن ابی لبابہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ دنیا کے سات اقالیم ہیں۔ یاجوج وماجوج چھ اقالیم میں رہتے ہیں اور باقی تمام لوگ ایک اقلیم میں رہتے ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن جابر الخیوانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یاجوج وماجوج کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ آدم کی اولاد ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ ان کے بعد تین امتیں ہیں: تاویل، تاریس اور منسک۔ ان کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یاجوج و ماجوج کی نہریں ہیں جب چاہتے ہیں حاصل کر لیتے ہیں، ان کی عورتیں ہیں جب چاہتے ہیں جماع کرتے ہیں ان کے درخت ہیں جب چاہتے ہیں بار بردار کرتے ہیں ان میں سے کوئی شخص فوت نہیں ہوتا مگر اپنی اولاد میں ہزار یا اس سے زائد چھوڑ کر جاتا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج و ماجوج دو امتیں ہیں، ہر امت میں چار لاکھ امتیں ہیں، ان میں کوئی ایک دوسری کے مشابہ نہیں ہے۔ ان میں کوئی شخص اس وقت فوت ہوتا ہے جب کہ وہ اپنی اولاد میں سے سو آنکھیں دیکھ لیتا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج و ماجوج تین اقسام پر پیدا کیے گئے ہیں۔ ایک قسم ایسی ہے کہ ان کے جسم ارز (شام میں ایک درخت ہے) کی مانند ہیں ایک قسم ایسی ہے جو چار ہاتھ لمبے اور چار ہاتھ چوڑے ہیں اور ایک قسم ایسی ہے جو اپنے کانوں میں سے ایک کو بچھونا بناتے ہیں اور دوسرے کو لحاف بناتے ہیں۔ وہ عورتوں کی ان جھلیوں کو کھاتے ہیں جن سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت خالد الاشج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی آدم اور بنی ابلیس تین تہائی ہیں۔ دو تہائی بنو ابلیس ہیں اور ایک تہائی بنو آدم ہیں۔ پھر بنو آدم تین تہائی ہیں، دو تہائی حصے یاجوج و ماجوج ہیں اور ایک تہائی تمام لوگ ہیں۔ لوگ ان کے بعد تین تہائی ہیں۔ ایک تہائی اندلس ایک تہائی حبشہ اور ایک تہائی باقی تمام عرب وعجم ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج و ماجوج بائیس قبائل ہیں۔ ذوالقرنین نے اکیس قبائل کے سامنے دیوار کھڑی کر دی تھی۔ ایک قبیلہ ترک رہ گیا تھا اور یہ ترک ہیں۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے ترکوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: یہ سیارہ ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یاجوج ماجوج سے ہیں لیکن یہ لوگوں پر غارت گری کرتے ہوئے نکلے تو ذوالقرنین نے ان کے اور لوگوں کے درمیان دیوار بنا دی۔ پس یہ زمین میں چلے گئے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج و ماجوج پچیس امتیں ہیں۔ ان میں سے کوئی امت دوسری امت کے مشابہ نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو المثنی الاملوکی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے یاجوج و ماجوج کو پیدا فرمایا۔ ان میں نہ کبھی کوئی صدیق ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج و ماجوج میں سے کوئی شخص فوت نہیں ہوتا مگر وہ ہزار سے زائد اولاد چھوڑ کر جاتا ہے۔ (1)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 18، دار احیاء التراث العربی بیروت

یاجوج وماجوج ایک بالشت اور دو بالشت ہیں۔ ان میں لمبے ترین لوگ تین بالشت ہیں۔ وہ آدم کی اولاد سے ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، طبرانی، بیہقی (نے البعث میں)، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج وماجوج اولاد آدم ہیں۔ اگر وہ چھوڑے گئے تو لوگوں کی معیشتوں کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ ان میں سے ہر شخص ہزار سے زائد اولاد چھوڑ کر مرتا ہے۔ ان کے پیچھے تین امتیں ہیں: تاویل، تاریس اور منسک۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جن اور انسان کے دس اجزاء ہیں، نو اجزاء یاجوج وماجوج ہیں اور ایک جزء باقی تمام لوگ ہیں۔

امام النسائی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن اوس عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج وماجوج کی عورتیں ہیں۔ جب چاہتے ہیں جماع کرتے ہیں اور ان کے درخت ہیں۔ جب چاہتے ہیں انہیں بار بردار کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی شخص نہیں مرتا مگر وہ اپنی اولاد میں سے ہزار سے زائد چھوڑ کر جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن عدی، ابن عساکر، ابن النجار نے حذیفہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاجوج وماجوج کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج ایک امت ہے اور ماجوج بھی ایک امت ہے۔ ہر امت میں چار لاکھ امتیں ہیں۔ ان میں سے کوئی فوت نہیں ہوتا حتی کہ وہ اپنی صلب سے ہزار آدمی ایسے دیکھ لیتا ہے جن میں سے ہر ایک ہتھیار اٹھاتا ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ان کی صفات بیان فرمائیں۔ فرمایا ان کی تین اقسام ہیں ایک ان میں سے ارز کی مانند ہیں۔ میں نے عرض کی الارز کیا ہے؟ فرمایا شام کے علاقہ کا ایک درخت ہے۔ اس درخت کا طول ایک سو بیس ہاتھ آسمان میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ صنف ہے جن کے لیے نہ پہاڑ ٹھہرتا ہے نہ لوہا۔ ان کی ایک قسم ایسی ہے جو ایک کان کو بچھونا اور دوسرے کو لحاف بناتی ہے۔ وہ ہاتھی، وحشی، اونٹ اور خنزیر ہیں جس چیز سے بھی گزرتے ہیں اسے کھا جاتے ہیں۔ ان کا مقدمہ شام میں ہے۔ ان کا ساقہ مشرق کی نہروں اور بحیرہ طبریہ سے پانی پیتا ہے۔

امام نعیم بن حماد نے الفتن میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ایک کمزور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات مجھے اللہ تعالیٰ نے یاجوج وماجوج کی طرف بھیجا، میں نے انہیں اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی عبادت کی طرف بلایا تو انہوں نے جواب دینے سے انکار کر دیا۔ وہ ابلیس کی اولاد اور نافرمان اولاد آدم کے ساتھ دوزخ میں ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو بکرہ الثقفی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے یاجوج وماجوج کی دیوار دیکھی ہے۔ فرمایا اس کی صفت اور کیفیت بیان کرو۔ اس نے کہا وہ دھاری دار چادر کی طرح تھی۔ اس کی ایک دھار سیاہ اور ایک دھار سرخ تھی۔ فرمایا تو نے واقعی دیکھی ہے۔ (2)

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)،

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 2، صفحہ 232، دارالفکر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 30

ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر روز یاجوج و ماجوج دیوار کو کھودتے ہیں۔ جب وہ سورج کی شعاع دیکھنے کے قریب ہوتے ہیں تو ان کا سردار انہیں حکم دیتا ہے کہ واپس چلو باقی کل کھودیں گے اور وہ ان شاء اللہ نہیں کہتا۔ جب وہ صبح کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ دیوار پہلے کی طرح بلند ہو چکی ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے خروج کا ارادہ فرمائے گا تو ان کا سردار انہیں کہے گا واپس چلے جاؤ باقی ان شاء اللہ کل کھودیں گے۔ پس وہ ان شاء اللہ کہے گا تو دوسرے دن وہ آئیں گے تو وہ دیوار اتنی ہی ہوگی جتنی کہ وہ چھوڑ کر گئے ہوں گے۔ وہ اسے کھودیں گے اور لوگوں پر خروج کریں گے، تمام پانی پی جائیں گے۔ ان سے لوگ بچاؤ کے لیے اپنے قلعوں میں پناہ لیں گے۔ یاجوج و ماجوج اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے۔ وہ خون آلود ہو کر واپس آئیں گے اور کہیں گے ہم زمین والوں پر بھی غالب آگئے اور آسمان والوں پر بھی ہم نے سختی سے قابو پالیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرمائے گا تو وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! زمین کے کیڑے موٹے ہو جائیں گے اور خوش ہوں گے اور ان کے گوشت کھانے کی وجہ سے شکر کریں گے۔(1)

امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو آپ کا چہرہ سرخ تھا اور آپ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ عربوں کے لیے ہلاکت ہے اس شر کی وجہ سے جو قریب آچکا ہے۔ آج یاجوج و ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے۔ آپ ﷺ نے (شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے) حلقہ بنایا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جب کہ ہمارے درمیان نیک صالح لوگ بھی موجود ہوں گے۔ فرمایا ہاں جب برائی کثیر ہو جائے گی۔(2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آج یاجوج و ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے اور آپ ﷺ نے نوے کا حلقہ بنایا۔(3)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت حبیب الارجانی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یاجوج و ماجوج کا زمین میں فساد یہ ہوگا کہ وہ لوگوں کو کھا جائیں گے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خَرْجًا سے مراد اجر عظیم ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو رکاوٹ اللہ تعالیٰ کی کرشمہ سازی ہو وہ سد (بضم سین) ہے اور جس کو انسان تعمیر کرے وہ سد (بفتحہ سین) ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 534 (8501)، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ صحیح بخاری، باب قصۃ یاجوج و ماجوج، جلد 1، صفحہ 472، وزارت تعلیم اسلام آباد

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 465 (32270)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ کے تحت روایت کیا ہے: جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم میرے لیے خراج خرچ کرتے ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ رَدْمًا یعنی میں تمہارے اور ان کے درمیان دیوار بنا دیتا ہوں جو سخت حجاب کی طرح ہوگی۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ زُبَرَ الْحَدِیْدِ سے مراد لوہے کے ٹکڑے ہیں۔

امام الطستی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے کہا کہ مجھے زُبَرَ الْحَدِیْدِ کا مطلب بتاؤ۔ تو ابن عباس نے فرمایا: لوہے کے ٹکڑے۔ فرمایا کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے کعب بن مالک کا یہ شعر نہیں سنا:

تَلَظّٰی عَلَیْهِمْ حِیْنَ شَدَّ حَمِیُّهَا بِزُبَرِ الْحَدِیْدِ وَ الْحِجَارَةِ شَاجِرِ

"جب پانی گرم ہوگیا تو ان پر لوہے اور پتھر کے ٹکڑے بھڑک اٹھے"۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الصَّدَفَیْنِ سے مراد دو پہاڑ ہیں۔

سعید بن منصور نے ابراہیم النخعی سے روایت کیا ہے کہ وہ الصَّدَفَیْنِ کو فتحتین کے ساتھ پڑھتے تھے یعنی دو پہاڑوں کے درمیان۔

امام سعید بن منصور نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ وہ الصَّدَفَیْنِ کو صاد اور دال کے ضمہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الصَّدَفَیْنِ سے مراد دونوں پہاڑوں کی چوٹیاں ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے قِطْرًا کا معنی نحاس (تانبا) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے، ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے مجاہد سے قِطْرًا کا معنی نحاس روایت کیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ تانبے کو لوہے پر اس لیے ڈالا تاکہ وہ لوہا ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جائے۔

عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے فَمَا اسْطَاعُوْۤا کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ وہ اس دیوار پر چڑھنے پر قادر نہ ہوئے۔(1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اَنْ یَّظْهَرُوْهُ کا معنی اَنْ یَّعْلُوْهُ کیا ہے یعنی اس پر چڑھ جائے وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا اور نہ نیچے سے اسے نقب لگا سکے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ۔ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ آئے گا تو وہ اسے پہلے کی طرح راستہ بنا دے گا۔

امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا اللہ پہاڑوں یا ان کے درمیان راستہ بنا دے گا۔

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت الربیع بن خثیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ کو ممدود پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یاجوج

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 347 (1722)، دار الکتب العلمیہ بیروت

وماجوج سد سکندری کے پیچھے ہیں، ان میں سے کوئی شخص نہیں مرتا حتی کہ اس کی صلب سے ہزار آدمی پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر روز اس دیوار کی طرف جاتے ہیں۔ اسے چاٹتے رہتے ہیں۔ وہ جب اسے انڈے کے چھلکے کی طرح کر دیتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم کل آئیں گے اور اس کھود یں گے۔ جب وہ صبح آتے ہیں تو وہ اس طرح ہو چکی ہوتی ہے جس طرح وہ ان کے چاٹنے سے پہلے ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کرتے رہیں گے حتی کہ ان میں ایک مسلمان بچہ پیدا ہوگا۔ وہ صبح اسے چاٹیں گے تو وہ انہیں کہے گا بسم اللہ پڑھو۔ جب وہ بسم اللہ پڑھیں گے اور شام کے وقت واپسی کا ارادہ کریں گے تو وہ کہیں گے ہم کل اسے کھود یں گے۔ وہ صبح کے وقت آئیں گے تو وہ پہلے کی طرح مکمل ہوگی، وہ انہیں کہے گا تم ان شاء اللہ کہو۔ وہ ان شاء اللہ کہیں گے تو وہ صبح کے وقت آئیں گے تو وہ انڈے کے چھلکے کی طرح ہوگی۔ پس ان کو نقب لگائیں گے اور اس سے نکل کر لوگوں پر خروج کریں گے۔ سب سے پہلے جو ستر ہزار نکلیں گے تو ان کے سروں پر تاج ہوں گے۔ پھر ان کے بعد چند گروہ نکلیں گے۔ وہ نہر پر آئیں گے جیسی تمہاری یہ نہر فرات ہے۔ اس کا پانی پی جائیں گے حتی کہ کچھ بھی نہیں بچے گا۔ پھر ایک گروہ آئے گا وہ نہر پر پہنچے گا تو کہے گا یہاں تو کبھی پانی ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا یہی مطلب ہے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ۔ الدك کا معنی مٹی ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج و ماجوج اپنے پنجوں کے ساتھ دیوار کو کریدتے ہیں حتی کہ وہ اسے پھاڑنے کے قریب پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں ہم کل پھر آئیں گے اور اس کی کھدائی سے فارغ ہو جائیں گے۔ پس وہ اس کی طرف لوٹ کر آئیں گے تو وہ پہلے کی طرح مکمل ہوگی۔ وہ اسی طرح بار بار آتے رہیں گے جب معاملہ اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا تو بعض کی زبانوں پر یہ جاری کر دیا جائے گا ناتی ان شاء اللہ غداً یعنی ان شاء اللہ ہم کل آئیں گے اور اس سے فارغ ہو جائیں گے۔ وہ دوسرے دن آئیں گے تو وہ اسی طرح تھوڑی سی باقی ہوگی۔ وہ اسے پھاڑیں گے اور باہر نکل آئیں گے۔ ان کا پہلا گروہ بحیرہ پر آئے گا تو اس کا سارا پانی پی جائے گا۔ پھر اس کا درمیانہ گروپ آئے گا تو تمام مٹی چاٹ جائے گا اور ان کا آخری گروہ آئے گا تو وہ کہیں گے کبھی تو یہاں پانی ہوا کرتا تھا۔ پس یاجوج وماجوج آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے۔ وہ خون آلود ہو کر واپس آئیں گے اور کہیں گے ہم زمین والوں پر غالب آگئے اور آسمان والوں پر بھی ہم نے غلبہ حاصل کر لیا۔ پھر عیسیٰ بن مریم ان کے لیے بددعا کریں گے۔ عرض کریں گے اے اللہ! ہم میں ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے تو خود ہی ہماری طرف سے ان کی کفایت فرما جیسے تو چاہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان پر ایک کیڑا مسلط کر دے گا جس کو نغف کہا جاتا ہے۔ وہ ان کی گردنوں کو پکڑے گا اور انہیں قتل کر دے گا حتی کہ ان کی بدبو سے ساری زمین بدبو اور تعفن آلود ہو جائے گی پھر اللہ تعالیٰ ان پر پرندے بھیجے گا جو ان کے بدنوں کو سمندر کی طرف اٹھا کر لے جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ چالیس دن آسمان سے بارش برسائے گا تو زمین سے اناج پیدا ہوگا حتی کہ ایک انار سے پورا گھر سیر ہوگا۔

ابن المنذر نے کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج وماجوج کی دیوار کی دہلیز جو ان کے لیے کھلے گی چوبیس ہاتھ ہے اسے ان کے گھوڑوں کے سم کریدیں گے اور اس دیوار کی بلندی بارہ ہاتھ ہے۔ اسے ان کے نیزوں کی انیاں کریدیں گی۔

امام ابن المنذر نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یاجوج وماجوج نکلیں گے اس وقت عیسیٰ

علیہ السلام تین سو مسلمانوں کے ساتھ شام کے محل میں ہوں گے۔ ان پر معاملہ بہت سخت ہو جائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے یاجوج و ماجوج کی ہلاکت کی دعا کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج پر ایک کیڑا مسلط فرمائے گا، ان کی وجہ سے ساری زمین تعفن سے بھر جائے گی پھر مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ زمین کو ان سے پاک کردے۔ اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو انہیں بہا کر سمندر میں لے جائے گی پھر لوگ شاداب ہو جائیں گے حتیٰ کہ انگور کے ایک گچھے سے پورا گھر سیر ہو گا۔

امام ابن جریر اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یاجوج و ماجوج کا پہلا گروہ دجلہ دریا کی مثل نہر سے گزرے گا۔ پھر جب ان کا آخری گروہ گزرے گا تو وہ کہے گا کبھی اس نہر میں پانی ہوا کرتا تھا۔ ان میں سے کوئی شخص نہیں مرے گا مگر اپنی اولاد میں سے ہزار افراد سے زائد چھوڑ کر جائے گا۔ یاجوج و ماجوج کے بعد ایسی تین امتیں ہیں جن کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ تاریس، تادیل، ناسک یا منسک۔ (1)

امام ابو یعلی، حاکم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار کے متعلق بتایا کہ ہر روز یاجوج و ماجوج اسے کھودیں گے حتیٰ کہ وہ اسے پھاڑنے کے قریب پہنچ جائیں گے تو ان کا سردار کہے گا واپس چلے جاؤ (باقی) کل پھاڑیں گے۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس دیوار کو پہلی کیفیت سے زیادہ سخت کر کے لوٹا دے گا حتیٰ کہ وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا تو ان کا سردار انہیں کہے گا واپس چلے جاؤ کل ان شاء اللہ اس کو مزید پھاڑیں گے، وہ ان شاء اللہ کہے گا تو وہ دوسرے دن آئیں گے تو وہ اسی کیفیت میں ہو گی جیسے وہ پہلے دن چھوڑ کر جائیں گے۔ وہ اسے پھاڑیں گے اور لوگوں پر نکل آئیں گے۔ وہ تمام پانی پی جائیں گے اور لوگ ان سے بھاگ جائیں گے وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے پس وہ خون آلود ہو کر واپس آئیں گے۔ وہ کہیں گے ہم اہل زمین پر غالب آگئے اور آسمان پر بھی سختی سے ہم نے غلبہ پالیا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں میں ایک کیڑا پیدا فرمائے گا جو انہیں ہلاک کردے گا۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! زمین کے جانور ان کے گوشت کھانے کی وجہ سے موٹے ہو جائیں گے اور خوش ہوں گے اور شکر ادا کریں گے۔ (2)

امام حاکم نے حذیفہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں زیادہ جانتا ہوں جو کچھ دجال کے ساتھ ہو گا، اس کے ساتھ دو نہریں ہوں گی، ایک آگ کی نہر ہو گی جو اس کو دیکھے گا۔ اس کی آنکھ میں وہ بھڑکے گی اور دوسری میں سفید پانی ہو گا جو تم میں سے اس کو پائے اس کو آنکھ بند کر لینی چاہیے اور اس سے پیئے جس کو وہ آگ دیکھ رہا ہو کیونکہ وہ حقیقت میں ٹھنڈا پانی ہو گا۔ اس دوسری نہر سے بچو کیونکہ وہ فتنہ ہے اور جان لو کہ دجال کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے۔ اس کو ہر شخص پڑھ لے گا خواہ وہ لکھتا ہو گا یا نہیں لکھتا ہو گا۔ اس کی ایک آنکھ ممسوح (مٹی ہوئی) ہو گی۔ اس کی آنکھ پر گوشت چڑھا ہو گا وہ آخر میں بطن اردن پر وادی افیق پر ظاہر ہو گا۔ بطن اردن میں ہر شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 537 (8507)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 2، صفحہ 233، دار الفکر، بیروت مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 534، دار الکتب العلمیہ بیروت

ایمان رکھتا ہے۔ وہ مسلمانوں کے ثلث کو قتل کرے گا، ثلث کو شکست دے گا اور ایک حصہ باقی رہ جائے گا۔ ان پر رات تاریک ہو جائے گی۔ مومنین ایک دوسرے سے کہیں گے: تم کیا انتظار کر رہے ہو کہ تم بھی اپنے رب کی رضا میں اپنے بھائیوں سے مل جاؤ؟ جس کے پاس بچا ہوا کھانا ہوا سے وہ اپنے بھائی کے پاس لے جانا چاہیے اور تم نماز پڑھو حتی کہ فجر طلوع ہو جائے اور نماز میں جلدی کرو پھر اپنے دشمن کی طرف توجہ کرو۔ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوں گے تو عیسیٰ بن مریم ان کے سامنے اتریں گے اور انہیں نماز پڑھائیں گے۔ جب وہ سلام پھیریں گے تو فرمائیں گے اس طرح کشادگی کرو میرے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کے درمیان۔ پس وہ پگھل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان پر مسلمانوں کو مسلط فرمائے گا۔ وہ انہیں قتل کریں گے حتی کہ درخت اور پتھر ندا دیں گے اے اللہ کے بندے! اے رحمٰن کے بندے...... اے مسلم! یہ ہے یہودی اس کو قتل کر۔ پس اللہ تعالیٰ یہود کو قتل کر دے گا اور مسلمانوں کو غلبہ دیا جائے گا، وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے۔ اسی کیفیت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو نکالیں گے ان کا پہلا گروہ بحیرہ کا سارا پانی پی جائے گا۔ ان کا آخری گروہ آئے گا تو وہ پہلا گروہ سب کچھ صاف کر گیا ہوگا۔ ایک قطرہ پانی بھی نہ چھوڑا ہوگا۔ وہ کہیں گے ہم اپنے دشمنوں پر غالب آ گئے۔ کبھی یہاں پانی کا اثر تھا۔ پھر اللہ کے نبی تشریف لائیں گے اور اس کے ساتھی اس کے پیچھے ہوں گے حتی کہ وہ فلسطین کے شہروں میں سے ایک شہر میں داخل ہوں گے جس کو لد کہا جاتا ہے۔ وہ کہیں گے ہم نے زمین والوں پر غلبہ حاصل کر لیا۔ پس آئے ہم اس سے جنگ کریں جو آسمان میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے اس کے نبی (عیسیٰ علیہ السلام) دعا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کے گلوں میں ایک پھوڑا پیدا فرمائے گا جس کی وجہ سے ان میں سے ایک بھی نہیں بچے گا پھر ان کی بدبو مسلمانوں کو اذیت دے گی عیسیٰ علیہ السلام پھر دعا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ ان پر ایک آندھی چلائے گا جو ان تمام کو سمندر میں پھینک دے گی۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو الزاہریہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنگوں سے مسلمانوں کی واپسی کی جگہ دمشق ہے اور دجال سے واپسی کی جگہ بیت المقدس ہے اور یاجوج و ماجوج سے واپسی کی جگہ بیت الطور ہے جب وہ لوگوں پر نکلیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ یعنی ماجوج و ماجوج لوگوں پر نکلیں گے تو تند موجود کی طرح ایک دوسرے میں گھس جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ کا مظاہرہ قیامت کے دن ہوگا پھر اس کے بعد صور پھونکا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ہارون بن عنترہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: ابن عباس نے فرمایا: جن و انس ایک دوسرے میں موجوں کی طرح گھس جائیں گے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ہارون عنترہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شیخ بنی فزارہ نے کہا کہ جب جن و

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 537 (8507)، دار الکتب العلمیہ بیروت

انس ایک دوسرے میں گھس جائیں گے تو ابلیس کہے گا: میں اس امر کا علم تم سے زیادہ جانتا ہوں، پس ابلیس مشرق کی طرف جائے گا تو فرشتے زمین کو گھیرے ہوئے ہوں گے۔ پھر وہ مغرب کی طرف سفر کرے گا تو وہ پائے گا کہ فرشتوں نے زمین کو گھیرے میں لے رکھا ہے پھر وہ دائیں بائیں سفر کرے گا حتی کہ زمین کے آخری کنارہ تک جائے گا۔ وہ پائے گا کہ فرشتوں نے زمین کو گھیرے میں لے رکھا ہے، ابلیس کہے گا اب تو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں ہے۔ وہ ایسی کیفیت میں ہو گا کہ اس کے سامنے ایک راستہ آئے گا گویا کہ وہ شعلہ ہے۔ وہ اور اس کی اولاد اس پر چلیں گے تو وہ اس طرح اچانک آگ پر داخل ہو جائیں گے، اس کے پاس آگ کا داروغہ آئے گا اور کہے گا اے ابلیس! کیا تیری اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مقام ومنزلت نہ تھی کیا تو جنتوں میں نہ تھا۔ ابلیس کہے گا آج عتاب کا دن نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر کوئی عبادت فرض کرے تو میں ایسی عبادت کروں گا کہ اس کی مخلوق میں سے کسی نے ایسی عبادت نہ کی ہوگی۔ فرشتہ جہنم کہے گا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر ایک فریضہ عائد کیا ہے۔ ابلیس کہے گا وہ کیا ہے؟ فرشتہ کہے گا اس نے تجھے آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے۔ وہ فرشتہ اسے اور اس کی اولاد کو پر مار کر دوزخ میں پھینک دے گا پھر جہنم چنگھاڑ رہی ہوگی۔ ہر مقرب فرشتہ اور نبی مرسل اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوگا۔

الَّذِیْنَ كَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَ كَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾

”وہ کافر جن کی آنکھوں پر پردے پڑے تھے میری یاد سے اور جو (کلمہ حق) سن بھی نہیں سکتے تھے“۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ حق کا رخ زیبا دیکھنے سے اندھے ہیں، انہیں حق نظر ہی نہیں آتا۔ وہ حق کا پیغام ہدایت سننے سے بہرے ہیں، انہیں آواز حق سنائی ہی نہیں دیتی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے یہ مطلب روایت کیا ہے کہ وہ حق کی آواز سمجھتے ہی نہیں۔

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْۤ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

”کیا گمان کرتے ہیں کفار کہ وہ بنالیں گے میرے بندوں کو میرے بغیر حمایتی؟ (یہ ناممکن ہے) بے شک ہم نے تیار کر رکھا ہے جہنم کو کفار کی رہائش کے لیے“۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ کفار نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ ملائکہ کو اپنا حمایتی بنالیں گے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر۔

امام ابو عبید، سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حسب کو سین کی جزم اور باء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابوعبید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا تلاوت کی اور فرمایا کیا انہوں نے یہ گمان کیا ہے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ رُسُلِیْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾

"فرمائیے (اے لوگو!) کیا ہم مطلع کریں تمہیں ان لوگوں پر جو اعمال کے لحاظ سے گھاٹے میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیوی زندگی کی آرائش میں کھو کر رہ گئی ہے اور وہ یہ خیال کررہے ہیں کہ وہ کوئی بڑا عمدہ کام کررہے ہیں۔ یہی وہ (بدنصیب) ہیں جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا اور اس کی ملاقات کا تو ضائع ہوگئے ان کے اعمال تو ہم ان (کے اعمال تولنے) کے لیے روز قیامت کوئی ترازو نصب نہیں کریں گے۔ یہ ہے ان کی جزا جہنم اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور رسولوں کو مذاق بنالیا۔ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل (بھی) کرتے رہے تو فردوس کے باغات ان کی رہائش گاہ ہوں گے۔ وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں (اور) نہیں چاہیں گے کہ وہ اس جگہ کو بدل لیں"۔

امام عبدالرزاق، بخاری، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت مصعب بن سعد رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ سے پوچھا: بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا سے مراد کیا حروریہ (خوارج) ہیں؟ فرمایا نہیں، اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ رہے یہود تو انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور نصاریٰ نے جنت کو جھٹلایا۔ انہوں نے کہا اس میں نہ کوئی طعام ہے اور نہ کوئی شراب ہے۔ حروریہ تو وہ ہے جو عہد کرنے کے بعد اپنے عہد کو توڑتے ہیں۔ حضرت سعد انہیں فاسقین کہتے تھے۔ (1)

امام عبدالرزاق، الفریابی، سعد بن منصور، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ نے مصعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ سے پوچھا بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا سے مراد حروریہ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں لیکن اس سے مراد گرجوں والے ہیں۔ حروریہ تو وہ قوم ہیں کہ جو ٹیڑھے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کردیئے۔ (2)

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 1، صفحہ 91-690، وزارت تعلیم اسلام آباد 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 401 (3400) بیروت

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابوخمیصہ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے علی بن ابی طالب کو اس آیت قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا کی تفسیر کرتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد وہ راہب ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ روک رکھا تھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالطفیل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ اس سے مراد قریش کے فاجر لوگ ہیں۔ یہ آپ نے ابن الکواء کے سوال کے جواب میں فرمایا۔

امام عبدالرزاق، الفریابی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: میں تو اس سے مراد خوارج ہی سمجھتا ہوں۔

امام بخاری، مسلم، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز ایک موٹے بھاری بھرکم شخص کو لایا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مچھر کے پر کے برابر بھی اس کا وزن نہ ہوگا اور فرمایا یہ آیت پڑھو فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔(1)

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز ایک بہت بڑے شخص کو لایا جائے جو بہت زیادہ کھانے پینے والا ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا وزن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔(2)

امام ابن ابی شیبہ اور ابن الضریس نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو شخص دنیا میں قرآن پر عمل کرتا ہے اس کے لیے قیامت کے روز قرآن کو بہت خوبصورت شکل میں بنا دیا جائے گا۔ اس کا چہرہ خوب صورت اور اس کی خوشبو پاکیزہ ہوگی۔ وہ اس شخص کے پہلو میں کھڑا ہوگا۔ جب وہ گھبرائے گا تو یہ اس کی گھبراہٹ دور کرے گا اور اسے سکون دے گا اور اس کے لیے امید کو کشادہ کرے گا اور وہ شخص اسے کہے گا: اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ساتھی کی طرف سے بہتر جزاء عطا فرمائے، تیرا چہرہ کتنا حسین ہے تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے! (تو کون ہے) وہ کہے گا کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ آجا مجھ پر سوار ہو جا بہت لمبا عرصہ میں دنیا میں تجھ پر سوار رہا میں تیرا عمل ہوں۔ تیرا عمل حسین تھا۔ پس تو نے میری صورت حسین دیکھی تیرے عمل کی خوشبو پاکیزہ تھی بس تو نے میری خوشبو حسین دیکھی وہ عمل اسے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچا دے گا۔ وہ عمل عرض کرے گا یا رب! یہ فلاں ہے۔ (اللہ تعالیٰ حالانکہ اس عمل کی بنسبت بندے کو زیادہ جانتا ہے) میں نے اسے زندگی کے ایام میں مشغول رکھا کبھی میں نے اسے دن کے وقت پیاسا رکھا اور میں نے اس کو راتوں کو جگائے رکھا پھر تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ اس شخص کو بادشاہ والا تاج پہنایا جائے گا اور اسے شاہی لباس دیا جائے گا وہ عرض کرے گا یا رب! میں اس کی خاطر دنیا کی چیزوں سے منہ موڑے رہا اور میں تجھ سے اس کے لیے اس سے افضل کی امید رکھتا ہوں۔ پس اس کے دائیں جانب سے جنت

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 1، صفحہ 691، وزارت تعلیم اسلام آباد

2۔ شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب، جلد 5، صفحہ 34 (5670)، دار الکتب العلمیہ بیروت

اور بائیں جانب سے نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ وہ عرض کرے گا یارب! ہر تاجر اپنی تجارت کے ساتھ اپنے گھروں کے پاس داخل ہوتا ہے۔ پس اس کے رشتہ داروں کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اور جو کافر ہوگا اس کا عمل ایک قبیح شکل میں بنا دیا جائے گا۔ وہ اسے دیکھے گا اور اس کی بدبو محسوس کرے گا۔ جب کافر کو خوف لاحق ہوگا تو وہ اس کے خوف میں اضافہ کرے گا اور وہ کہے گا اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ساتھی کی طرف سے برا بدلہ دے۔ تیری صورت بڑی کو قبیح ہے اور تیری بدبو بڑی پریشان کن ہے۔ کافر کہے گا تو کون ہے؟ عمل کہے گا کیا تو مجھے نہیں جانتا میں تیرا عمل ہوں، تیرا عمل قبیح تھا تو نے میری صورت قبیح دیکھی اور تیرا عمل بدبودار تھا تو تو نے میری بدبو محسوس کی۔ وہ عمل کہے گا آجا تاکہ میں تجھے سوار کرلوں، دنیا میں میں تجھ پر سوار رہا۔ پس وہ اسے سوار کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے میزان قائم نہیں فرمائے گا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت عمیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز ایک بڑے طویل آدمی کو لایا جائے گا اور اسے میزان میں رکھا جائے گا تو اللہ کی بارگاہ میں اس کا مچھر کے پر کے برابر وزن نہ ہوگا۔ پھر یہ آیت پڑھی فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔(2)

امام ہناد رحمہ اللہ نے حضرت کعب بن عجرہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص کو لایا جائے گا پھر اس کا وزن کیا جائے گا تو وہ گندم کے دانہ کے برابر بھی نہ ہوگا۔ پھر اس کا وزن کیا جائے گا تو وہ جو کے دانہ کے برابر نہ ہوگا۔ پھر اس کا وزن کیا جائے گا تو وہ مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا۔ پھر یہ آیت پڑھی فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے فردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا اعلیٰ مقام ہے، اہل فردوس عرش کی چرچراہٹ کو سنتے ہیں۔(3)

امام بخاری، مسلم اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو، جنت کا وسط ہے، جنت کا اعلیٰ مقام ہے، اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے، اس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔(4)

امام احمد، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے البعث میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجات ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ فردوس جنت کا اعلیٰ درجہ ہے، اس کے اوپر عرش ہے، اس سے جنت کی چار نہریں نکلتی ہیں۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔(5)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 129 (30046)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 55 (34174)
3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 402 (3402)، دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ صحیح بخاری باب الجہاد، جلد 3، صفحہ 1027 (2637)، دار ابن کثیر دمشق
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 45

امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جنت کے سو درجات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے اور بلند ترین درجہ فردوس ہے اور اس کے اوپر عرش ہے۔ یہ جنت میں اعلیٰ مقام ہے۔ اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فردوس جنت میں اعلیٰ درجہ ہے۔ اس میں رحمٰن کا عرش ہے۔ اس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔ جنت عدن جنت کا وسط ہے۔ اس میں رحمٰن کا وسیع مکان ہے۔ اس سے عرش کی چرچراہٹ سنی جاسکتی ہے۔ پس جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فردوس رحمٰن کا مقصورہ (محفوظ جگہ) ہے۔ اس میں بہترین نہریں اور پھل ہیں۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: فردوس رومی زبان میں باغ کو کہتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: فردوس نبطی زبان میں انگوروں کو کہتے ہیں، اس کی اصل فرداس ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن الحارث سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت کعب سے جنت کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ سریانی زبان میں انگوروں کے باغات کو کہتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ فردوس جنت ہے اور جنت رومی لغت میں فردوس کو کہتے ہیں۔

امام نجار رحمہ اللہ نے جزءالتراجم میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے سو درجات ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ فردوس جنت کا اعلیٰ مقام ہے۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے حِوَلًا کا معنی مُتَحَوَّلًا روایت کیا ہے۔ (3)

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

"(اے حبیب) آپ فرمائیے کہ اگر ہو جائے سمندر روشنائی میرے رب کے کلمات (لکھنے) کے لیے تو ختم ہو جائے گا سمندر اس سے پیشتر کہ ختم ہوں میرے رب کے کلمات اور اگر ہم لے آئیں اتنی اور روشنائی اس کی مدد کو (تب بھی ختم نہ ہوں گے)"۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ سے مراد علم ربی ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 45 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 47

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کی حکمت کے ختم ہونے سے پہلے سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابو البختری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سلمان سے ایک شخص ملا تا کہ ان سے علم حاصل کرے، سلمان اسے دریائے دجلہ پر لے گئے جب کہ دجلہ بھرا ہوا تھا۔ سلمان نے فرمایا: اترو اور پیو۔ اس نے پیا تو آپ نے فرمایا اور پیو اور پیو پھر فرمایا تو نے دریائے دجلہ سے کتنا پانی کم کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے تو کچھ بھی کم نہیں کیا؟ سلمان نے فرمایا اسی طرح علم (کا سمندر ہے) تو اس سے جتنا بھی حاصل کرے گا تو اس میں کچھ کمی نہیں کرے گا۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

"(اے پیکر رعنائی وزیبائی) آپ فرمائیے کہ میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح، وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا خدا صرف اللہ وحدہٗ ہے۔ پس جو شخص امید رکھتا ہے اپنے رب سے ملنے کی تو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو"۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ان مشرکین کے بارے نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی بھی عبادت کرتے تھے۔ یہ مومنین کے بارے میں نہیں ہے۔(1)

امام عبد الرزاق، ابن ابی الدنیا نے الاخلاص میں، ابن ابی حاتم، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں موقف حج میں کھڑا ہوتا ہوں اور مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے اور میری یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ میرا یہاں کھڑا ہونا دیکھا جائے (یعنی لوگ مجھے دیکھ لیں)۔ آپ ﷺ نے اس شخص کی بات سن کر کوئی جواب نہ دیا حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ ۔(2)

حاکم (انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے طاؤس عن ابن عباس کے سلسلہ سے موصولاً روایت کی ہے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مسلمانوں میں سے ایک شخص جہاد کرتا ہے اور وہ یہ بھی پسند کرتا تھا کہ اس کے جہاد کو دیکھا جائے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔

امام ابن مندہ، ابو نعیم (نے الصحابہ میں) اور ابن عساکر نے حضرت السدی الصغیر عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس

1۔ شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل للہ وترک الریاء، جلد 5، صفحہ 340 (6853)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 366 (7939)، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ ایضاً

کے طریق سے روایت کیا ہے کہ جندب بن زہیر جب نماز پڑھتے یا روزہ رکھتے یا صدقہ کرتے اور لوگوں میں اپنے عمل کا تذکرہ سنتے تو خوش ہوتے اور اس خوشی میں نیکی میں اور اضافہ کرتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔(1)

امام ہناد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں صدقہ کرتا ہوں اور اس سے میرا مقصود رضائے الٰہی بھی ہوتا ہے اور میں یہ بھی پسند کرتا ہوں کہ میرے بارے میں نیکی کا ذکر کیا جائے تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔

امام ہناد، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سعید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لِقَآءَ رَبِّهٖ سے مراد ثواب ربہ ہے فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ یعنی ریا کاری نہیں کرتا۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ۔ کے تحت روایت کیا ہے کہ جو شخص آخرت میں اٹھنے سے ڈرتا ہے اور اپنا عمل کسی کو دکھاتا نہیں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب فرماتا ہے میں شریک سے بہتر ہوں، ہر وہ عمل جس میں میرے ساتھ میری مخلوق میں سے کسی کو شریک کیا گیا ہو تو میں اس عمل کو اس شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہوں اور میں کوئی عمل قبول نہیں کرتا مگر جو خالصا میری رضا کے لیے کیا گیا ہو۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ تلاوت فرمائی۔

ابن ابی حاتم نے کثیر بن زیاد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حسن سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ مومن کے بارے میں نازل ہوئی۔ میں نے کہا کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں لیکن عمل کے لیے شرک کرتا ہے کیونکہ وہ اس عمل سے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی رضا چاہتا ہے۔ اس وجہ سے وہ عمل قبول نہیں ہوتا۔

امام ابن ابی حاتم نے عبدالوحد بن زید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے الحسن سے کہا: مجھے ریاء کے متعلق بتاؤ کیا وہ شرک ہے؟ انہوں نے فرمایا بیٹا! ہاں وہ شرک ہے۔ تو یہ آیت نہیں پڑھتا فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ پہلے اور پچھلے لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا۔ ایک آنکھ ان کو دیکھے گی اور ایک داعی ان کو (اپنی بات) سنائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں شریک سے بہتر ہوں ہر وہ عمل جو دنیا میں میرے لیے کیا گیا اور اس میں غیر کو بھی شریک کیا گیا تو میں آج اس کو چھوڑتا ہوں آج میں اس عمل کو قبول کروں گا جو خالصا میری رضا کے لیے ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ۝ (الصافات) فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔(3)

امام ابن سعد، احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعد بن ابی فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کو جمع فرمائے گا جس دن کے

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 11، صفحہ 304، دارالفکر بیروت　　2۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 341 (6855)، دارالکتب العلمیہ بیروت (مختصرا)
3۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 290، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

آنے میں کوئی شک نہیں ہے تو ایک ندا کرنے والا ندا دے گا جس نے کسی نیک عمل میں کسی غیر اللہ کو شریک کیا آج اسے چاہیے کہ غیر اللہ سے ثواب طلب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ شرکاء کے شرک سے مستغنی ہے۔(1)

حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے اور وہ دنیا کی عزت کا بھی متلاشی ہے (کیا اسے کچھ اجر ملے گا؟) فرمایا: اسے کچھ اجر نہیں ملے گا، لوگوں کو یہ جواب بہت عجیب لگا۔ اس شخص نے پھر اپنا سوال دہرایا تو فرمایا اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔(2)

امام ابن ابی الدنیا نے الاخلاص میں، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ریا کاری کو شرک اصغر شمار کرتے تھے۔(3)

امام احمد، ابن ابی الدنیا، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے ریا کاری سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے ریا کاری سے صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔(4)

امام الطیالسی، احمد اور ابن مردویہ نے حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بہتر تقسیم کرنے والا ہوں اس کے لیے جس نے میرے ساتھ شریک ٹھہرایا، جس نے کسی کو میرا شریک ٹھہرایا اس کا عمل قلیل اور کثیر اس شریک کے لیے ہے جس کو اس نے شریک ٹھہرایا میں اس سے بے نیاز ہوں۔

امام البزار، ابن مندہ، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے ریا کاری سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے ریا کاری سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے ریا کاری سے صدقہ کیا اس نے شرک کیا؟ عبدالرحمٰن نے کہا میں نے سنا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت بھی تلاوت فرمائی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔ لوگوں پر یہ قول شاق گزرا اور انہیں سخت پریشانی ہوئی، فرمایا کیا میں تمہارے لیے اس کی وضاحت نہ کردوں۔ عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کرم فرمایئے فرمایا یہ اس آیت کی مثل ہے جو سورۂ روم میں ہے وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ (الروم:39) ''جو روپیہ تم دیتے ہو بیاج پر تاکہ وہ بڑھتا رہے لوگوں کے مالوں میں (سن لو!) اللہ کے نزدیک یہ نہیں بڑھتا''۔ پس جس نے ریا کاری سے عمل کیا نہ وہ اس کے حق میں لکھا جائے گا اور نہ اس کے خلاف لکھا جائے گا۔(5)

امام احمد، حکیم، ترمذی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شرک خفی یہ ہے کہ انسان کسی کے دکھانے کی خاطر نماز پڑھتا ہے۔(6)

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 215، دار صادر بیروت 3۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 403 (3404) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 337 (6843) دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 365 (7938) 5۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 340 (6852) 6۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 334 (6832)

امام احمد، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مجھے اپنی امت پر شرک اور شہوت خفیہ کا خدشہ ہے۔ میں نے عرض کی: آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ فرمایا ہاں، لیکن وہ سورج، چاند، پتھر اور بتوں کی عبادت نہیں کریں گے لیکن وہ لوگوں کے دکھاوے کے لیے عمل کریں گے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! شہوت خفیہ سے کیا مراد ہیں؟ فرمایا ایک شخص صبح روزہ رکھے گا، اس کی کوئی خواہش ابھرے گی تو وہ روزہ چھوڑ کر اپنی خواہش پوری کرے گا۔(1)

امام احمد، مسلم، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کریم سے روایت کیا ہے کہ میں شرکاء سے بہتر ہوں، جس نے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے غیر کو بھی شریک کیا تو میں اس سے اور جس کو اس نے شریک ٹھہرایا (دونوں سے) بری ہوں۔(2)

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت محمود بن لبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف شرک اصغر کا ہے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا ریا کاری۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب وہ لوگوں کو اعمال کی جزا دے گا: (ریا کارو!) تم اپنے اعمال کا اجر طلب کرنے کے لیے ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو تم دکھانے کے لیے دنیا میں عمل کرتے تھے اور دیکھو کیا تم ان کے پاس جزاء پاتے ہو؟(3)

امام البزار اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز سربمہر صحیفوں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بنی آدم کے اعمال پیش کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان صحیفوں کو پھینک دو اور ان کو قبول کرلو، ملائکہ عرض کریں گے: یارب! اللہ کی قسم! ہم نے اس سے نہیں دیکھا مگر خیر کو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کا عمل میری رضا کے لیے نہ تھا میں آج صرف وہ عمل قبول کروں گا جو میری رضا کے لیے ہوگا۔(4)

امام البزار، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے ایک ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی جرح نہیں ہے۔ حضرت الضحاک بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بہتر شریک ہوں جو میرے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے وہ شریک کے لیے ہے، اے لوگو! خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اعمال کرو لیکن اللہ تعالیٰ وہ اعمال قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لیے ہوں۔ یہ نہ کہو کہ یہ اللہ کے لیے اور یہ رحم کے لیے ہے کیونکہ وہ صرف رحم کے لیے ہوگا۔ اللہ کے لیے اس عمل میں سے کچھ نہیں ہوگا۔(5)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ مجھے جہاد اور جنگ کے متعلق بتائیں۔ فرمایا اے عبداللہ! اگر تو صابر رہے اور ثواب کی نیت سے جہاد کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ تجھے

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 124، دار صادر بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 329 (6815)
3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 333 (6831)
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 335 (6836)
5۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 336 (6836)

صبر کرنے والا اور ثواب کی نیت سے عمل کرنے والا اٹھائے گا، اگر تو دکھاوے اور مال کی کثرت کے لیے جہاد کرتا رہے گا تو جس حال پر بھی تو قتل کرے گا یا قتل کیا جائے گا اللہ تعالیٰ تجھے اس حال پر اٹھائے گا۔(1)

امام احمد، دارمی، نسائی، رویانی، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے یحییٰ بن ولید بن عبادہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جہاد کیا اور اس کی نیت صرف اسی کا حصول تھا تو اس کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔(2)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت یعلیٰ بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جنگی مہموں پر بھیجا کرتے تھے۔ ایک دن مجھے روانہ کیا تو ایک شخص (جنگ کی خاطر) سواری پر سوار تھا۔ میں نے اسے کہا چلو۔ اس نے کہا میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا۔ میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا تم میرے لیے تین دنانیر مقرر کرو۔ میں نے کہا ابھی جب کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو الوداع کہا ہے، میں آپ کی طرف لوٹنے والا نہیں ہوں، تم چلو۔ آپ کو تین دینار ملیں گے۔ جب میں جنگ سے واپس آیا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا واقعہ عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تین دنانیر اسے دے دو کیونکہ جنگ سے اس کا یہی حصہ ہے۔(3)

امام ابوداؤد، نسائی اور طبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: اس شخص کے بارے بتایئے جو جنگ سے اجر اور شہرت دونوں کا متمنی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ اس نے یہ سوال تین مرتبہ دہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ فرماتے رہے اس کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ صرف وہ عمل قبول فرماتا ہے جو خالصاً اس کی رضا کے لیے ہو اور اس کی خوشنودی مطلوب ہو۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابودرداء سے ایک ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔ سوائے اس عمل کے جس میں مقصود رضائے الٰہی ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں کے سنانے کے لیے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سنانے کی جزا دے گا اور جو ریاکاری کا عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ریاکاری کی سزا دے گا۔(4)

امام ابن ابی شیبہ اور احمد نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو خطبہ صرف اس غرض کے لیے دیتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور شہرت ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے ریا اور شہرت کی جگہ میں ٹھہرائے گا (اور لوگوں کے سامنے اس کو رسوا کرے گا کہ اس نے دکھانے کی خاطر اور شہرت کی غرض سے عمل کیا تھا)۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ریاکاری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ریاکاری کی سزا دے گا اور جو شہرت کی خاطر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے شہرت کی سزا دے گا۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 95 (2437)، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 120 (2522)　3۔ ایضاً، (2523)

4۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 330 (6818)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت محمود بن لبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شرک السرائر سے بچو، صحابہ نے پوچھا شرک السرائر کیا ہے؟ فرمایا ایک شخص تم میں سے کھڑا ہوتا ہے، وہ اپنی نماز پوری کوشش سے ادا کرتا ہے تا کہ لوگ اسے دیکھیں تو یہ شرک السرائر ہے۔

ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے نماز پڑھی جب کہ لوگ اسے دیکھ رہے ہوں تو وہ اسی طرح نماز پڑھے جس طرح وہ تنہائی میں پڑھتا ہے ورنہ یہ استہانت ہوگی جس کے ساتھ وہ اپنے رب کی استہانت کر رہا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے عمرو بن عبسہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب قیامت کا دن ہوگا تو دنیا کو لایا جائے گا اور جو عمل اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگا اور جو غیر اللہ کے لیے ہوگا ان میں تفریق کی جائے گی اور جو غیر اللہ کے لیے ہوگا اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا۔ فرمایا اے لوگو! شرک سے بچو کیونکہ یہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے۔ صحابہ نے عرض کی: ہم اس سے کیسے بچیں جب کہ یہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے؟ فرمایا تم اس طرح کہو اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهٗ وَنَسْتَغْفِرُ لِمَا لَا نَعْلَمُ (اے اللہ! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ہم تیرا شریک ٹھہرائیں کسی چیز کو جسے ہم جانتے ہیں اور ہم استغفار کرتے ہیں جسے ہم نہیں جانتے)۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز دنیا کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے لیے تھا اسے علیحدہ کر دو، اسے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ پھر ارشاد ہوگا باقی تمام کو آگ میں ڈال دو۔

امام حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ تھوڑی سی ریاکاری شرک ہے اور جس نے اللہ کے دوستوں سے دشمنی کی اس نے اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کیا اور اللہ تعالیٰ ابرار، اخفیاء، اتقیاء سے محبت کرتا ہے جو غائب ہو جاتے ہیں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا۔ اگر (معاشرہ) میں موجود ہوتے ہیں تو انہیں بلایا نہیں جاتا اور وہ معروف شخصیات میں سے نہیں ہوتے۔ ان کے دل تاریکی کے چراغ ہوتے ہیں، وہ ہر خاک آلود تاریک جگہ سے نکلیں گے۔(4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمل کے ضیاع سے بچنا عمل کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ ایک شخص عمل کرتا ہے پس اس کے لیے وہ عمل صالح لکھا جاتا ہے، جس کو پوشیدہ کیا گیا ہے اس کا اجر اسے ستر گناہ دیا جاتا ہے۔ شیطان ہمیشہ اس کو اکساتا رہتا ہے کہ وہ اپنے عمل کو لوگوں کے سامنے ذکر کرے تو وہ لوگوں

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 339 (6849)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 70 (29547)، مدینہ منورہ
3۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 342 (10515)
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 328 (6812)

کے سامنے اسے ذکر کر دیتا ہے پس وہ عمل علانیہ لکھا جاتا ہے اس کو پہلے جو پوشیدہ عمل کی وجہ سے ستر گناہ اجر دیا تھا وہ مٹا دیا جاتا ہے پھر شیطان اس کے ساتھ رہتا ہے حتیٰ کہ وہ شخص دوبارہ اپنے عمل کو لوگوں کے سامنے ذکر کرتا ہے اور وہ پسند کرتا ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے اور اس کی تعریف کی جائے تو وہ عمل علانیہ سے بھی مٹا کر ریاء کا عمل لکھ دیا جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا وہ شخص ہے جس نے اپنے دین کو بچا لیا کیونکہ ریاء شرک ہے۔(1)

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری بارگاہ میں از روئے مقام کے اچھا ولی وہ شخص ہے جو نماز پڑھنے والا ہو اور خفیہ طور پر اللہ تعالیٰ کی عمدہ طریقہ سے عبادت کرنے والا وہ ہے جو لوگوں سے چھپ کر عبادت کرتا ہے، انگلیوں کے ساتھ اس کی اشارے نہیں کیے جاتے۔ اس کو موت جلدی آجاتی ہے تو اس کی میراث کم ہوتی ہے اور اس پر رونے والیاں بھی کم ہوتی ہیں۔(2)

امام ابن سعد، احمد اور بیہقی نے حضرت ابوہند داری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو ریاکاری اور شہرت کی خاطر کھڑا ہوتا ہے یوم قیامت اللہ تعالیٰ اس کے دکھلاوے اور شہرت کا اظہار کرے گا۔(3)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن النضر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے خبر پہنچی ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے ہر روز جہنم بھی چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے اور وہ وادی ریاکاریوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

امام بیہقی نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: جب الحزن سے اللہ کی پناہ مانگو، پوچھا گیا یارسول اللہ! ﷺ اس میں کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: جو اپنے اعمال میں ریاکاری کرتے ہیں۔(4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے کوئی عمل کیا اور اس نے میرے غیر کا ارادہ کیا تو میں اس سے بری ہوں۔(5)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شرک اصغر سے بچو۔ صحابہ کرام نے پوچھا شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا ریاکاری۔ جس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا تو ریاکاروں کو حکم ہوگا تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے دکھاوے کے لیے تم عمل کرتے تھے پھر دیکھو کیا تم ان کے پاس جزا پاتے ہو۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیہ میں حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہر وہ عمل جس سے رضائے الٰہی مقصود نہیں ہوتی وہ کمزور ہوتا ہے۔(6)

امام ابن ابی شیبہ اور احمد نے الزہد میں حضرت ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے محمد ﷺ کے اصحاب نے کہا اے ابوالعالیہ! تو غیر اللہ کے لیے عمل نہ کیا کر ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے اس کے سپرد کر دے گا جس کے لیے تو عمل کرے گا۔(7)

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 328 (6813) 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 329 (6814) 3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 331 (6823)
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 339 (6851) 5۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 355 (6923)
6۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 176، دار السعادۃ مصر 7۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 207 (35384)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

ابن ابی شیبہ نے ربیع بن خثیم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس عمل سے رضائے الٰہی مراد نہ ہو وہ کمزور ہوتا ہے۔(1)

امام ابن الضریس رحمہ اللہ نے فضائل قرآن میں حضرت اسماعیل بن ابی رافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سورت کے متعلق نہ بتاؤں جس کی عظمت نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو بھر دیا ہے اور ستر ہزار فرشتوں نے اس کی پیروی کی ہے؟ وہ سورۂ کہف ہے جو اسے جمعہ کے دن پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے آئندہ جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ معاف فرما دے گا اور اس کو ایک نور عطا کیا جائے گا جو آسمان تک پہنچے گا اور اللہ تعالیٰ اسے دجال کے فتنہ سے بچالے گا اور جس نے اپنے بستر پر لیٹنے کے وقت اس کی آخری پانچ آیات پڑھیں وہ محفوظ ہے اور رات کے جس وقت چاہے اٹھے۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت کی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا الخ۔ یہ آخری آیت ہے جو قرآن سے نازل ہوئی۔(2)

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوحکیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری امت پر سورۂ کہف کی آخری آیات کے علاوہ کچھ بھی نہ نازل ہوتا تو ان کے لیے یہی آیات کافی ہوتیں۔

امام ابن راہویہ، البزار، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور الشیرازی رحمہم اللہ نے الالقاب میں حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رات کو فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ الخ کی آیت تلاوت فرمائی تو اس کے لیے عدن سے مکہ تک نور ہوگا جس میں فرشتے بھرے ہوئے ہوں گے۔(3)

امام ابن الضریس رحمہ اللہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے سورۂ کہف کی آخری آیات کی حفاظت کی اس کے لیے سر سے قدم تک نور ہوگا۔ واللہ اعلم۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 230(35577)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 49، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 402(3403)، دار الکتب العلمیہ بیروت

آیاتہا ۹۸ ﴿ سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ ۱۹ ﴾ رکوعاتہا ٦

امام النحاس اور ابن مردویہ نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۂ مریم مکہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سورۂ مریم مکہ میں نازل ہوئی۔

امام طبرانی، ابونعیم اور دیلمی رحمہم اللہ نے حضرت ابوبکر بن عبد اللہ بن ابی مریم الغسانی عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کی: اس رات میری بچی پیدا ہوئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس رات مجھ پر سورۂ مریم نازل ہوئی ہے تو اس بچی کا نام مریم رکھ دے۔

امام احمد، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نجاشی نے جعفر بن ابی طالب سے پوچھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لائے ہیں اس میں سے کچھ تیرے پاس ہے؟ حضرت جعفر نے فرمایا ہاں۔ حضرت جعفر نے كٓهٰيٰعٓصٓ کی ابتدائی آیات پڑھیں تو نجاشی رونے لگا حتی کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی اور اس کے پادری بھی رونے لگے حتی کہ آیات کی تلاوت سن کر اس کے مصاحف ان کے آنسوؤں کی وجہ سے تر ہو گئے۔ پھر نجاشی نے کہا: یہ کلام اور جو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے ایک مشکاۃ سے نکلے ہیں۔(1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مورق العجلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی تو آپ نے سورۂ مریم تلاوت فرمائی۔(2)

ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے عبد اللہ بن عمر کو ظہر کی نماز میں كٓهٰيٰعٓصٓ پڑھتے ہوئے سنا۔(3)

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ہاشم بن عاصم الاسلمی عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی، غمیم پہنچے تو بریدہ بن الحصیب آئے اور اسلام قبول کیا۔ ہاشم فرماتے ہیں: مجھے منذر بن جہضم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ کو اس رات سورۂ مریم کی پہلی آیات سکھائیں۔(4)

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں مدینہ طیبہ پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے۔ میں نے بنی غفار کے ایک شخص کو پایا کہ وہ لوگوں کو صبح کی نماز پڑھا رہا تھا۔ میں نے اسے پہلی رکعت میں سورۂ مریم اور دوسری میں ویل للمطففین پڑھتے ہوئے سنا۔(5)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 303، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 313 (3576)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ ایضاً (3577)

4۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 4، صفحہ 242، دار صادر بیروت

5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 28-327

نِدَآءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝

”کاف، ہا، یا، عین، ص۔ یہ ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر فرمائی۔ جب اس نے پکارا اپنے رب کو چپکے چپکے۔ عرض کی اے میرے رب میری حالت یہ ہے کہ کمزور و بوسیدہ ہوگئی ہیں میری ہڈیاں اور بالکل سفید ہوگیا ہے (میرا) سر بڑھاپے کی وجہ سے اور اب تک ایسا نہیں ہوا کہ میں نے تجھے پکارا ہو اے میرے رب اور میں نامراد رہا ہوں۔ اور میں ڈرتا ہوں (اپنے بے دین) رشتہ داروں سے (کہ وہ) میرے بعد (دین ضائع نہ کردیں) اور میری بیوی بانجھ ہے پس بخش دے مجھے اپنے پاس سے ایک وارث۔ جو وارث بنے میرا اور وارث بنے یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا اور بنا دے اسے اے رب! پسندیدہ (سیرت والا)۔ اے زکریا! ہم مژدہ دیتے ہیں تجھے ایک بچے (کی ولادت)، کا اس کا نام یحییٰ ہوگا، ہم نے نہیں بنایا اس کا کوئی ہم نام اس سے پہلے۔ زکریا نے عرض کی میرے رب! کیسے ہوسکتا ہے میرے ہاں لڑکا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں خود پہنچ گیا ہوں بڑھاپے کی انتہا کو۔ فرمایا یونہی ہوگا، تیرے رب نے فرمایا ہے کہ اس کبرسنی میں بچہ دینا آسان بات ہے اور (دیکھو!) میں نے تمہیں بھی تو پیدا کیا تھا اس سے پیشتر حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔ زکریا نے عرض کی: اے میرے رب! ٹھہراؤ میرے لیے کوئی علامت جواب ملا تیری علامت یہ ہے کہ تو بات نہیں کر سکے گا لوگوں سے تین رات تک حالانکہ تو بالکل تندرست ہوگا۔ پھر آپ نکل کر آئے اپنی قوم کے پاس (اپنے) عبادت خانہ سے تو اشارہ سے انہیں سمجھایا کہ تم پاکی بیان کرو (اپنے رب کی) صبح وشام“۔

امام الفریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کٓھٰیٰعٓصٓ سے مراد یہ ہے: کبیر، ہاد، امین، عزیز، صادق (1) ایک روایت میں ہے: کاف کبیر کا بدل ہے۔

امام عبد الرزاق، آدم بن ایاس، عثمان بن سعید، الدارمی نے التوحید میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کاف، کریم سے ہے، ھا، ہاد سے ہے، یا حکیم سے ہے، عین علیم سے ہے اور صاد صادق سے ہے۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود اور کئی صحابہ سے روایت کیا ہے: کٓھٰیٰعٓصٓ یہ حروف ہجاء ہیں جو مختلف اسماء سے علیحدہ کے گئے ہیں۔ کاف، الملک سے ہے، ہا، اللہ سے ہے، یا اور عین العزیز سے ہیں اور صاد، المصور سے ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت الکلبی سے روایت کیا ہے کہ ان سے کٓھٰیٰعٓصٓ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: ابو صالح عن ام ہانی عن رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ کٓھٰیٰعٓصٓ سے مراد کاف، ھاد، عالم اور صادق ہیں۔

امام عثمان بن سعید الدارمی، ابن ماجہ، ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: ابن عباس فرماتے تھے کہ کٓھٰیٰعٓصٓ، حم، یسین اور اس جیسے دوسرے کلمات اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہیں۔ (3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کٓھٰیٰعٓصٓ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ قسم ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھائی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں بڑا ہوں، ہدایت دینے والا ہوں، بلند مرتبہ ہوں، امین ہوں، سچا ہوں (انا الکبیر الھادی، علی، امین، صادق)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کاف، الملک سے ہے۔ الھاء اللہ سے ہے۔ عین، العزیز سے ہے اور الصاد الصمد سے ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الربیع بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الکاف چابی ہے، اس کا اسم کافی ہے، الھاء چابی ہے، اس کا اسم ہادی ہے عین، چابی ہے، اس کا علم عالم ہے، الصاد چابی ہے، اس کا اسم صادق ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کٓھٰیٰعٓصٓ کا مطلب یہ ہے کہ اے وہ ذات جو پناہ دیتی ہے اور جس کے خلاف پناہ نہیں دی جاتی۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ یہ قرآن کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ واللہ اعلم۔ (4)

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 403 (3406)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، (3405)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 54، دار احیاء التراث العربی بیروت

4۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 350 (1729)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت زکریا علیہ السلام محراب میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس داخل ہوتے تو ان کے پاس گرمیوں میں سردیوں کے پھل اور سردیوں میں گرمیوں کے پھل پاتے تھے، فرمایا ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ۔

امام احمد، ابو یعلی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت زکریا علیہ السلام نجار (لکڑی کا کام کرنے والا) تھے۔(1)

امام اسحق بن بشر اور ابن عامر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے فرماتے ہیں: زکریا بن دان ابا یحییٰ ان انبیاء کے بیٹوں میں سے تھے جو بیت المقدس میں وحی لکھتے تھے۔(2)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا کے تحت روایت کیا ہے کہ آپ نے آہستہ سے دعا کی کیونکہ آپ ریا کاری نہیں کرنا چاہتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے کہ آپ نے آہستہ سے دل میں دعا کی۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ خفی آواز اور صاف دل کو پسند فرماتا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کے انبیاء میں آخری نبی زکریا بن ادریس تھے جو یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور انہوں نے اپنے رب سے آہستہ دعا کی تھی رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا۝ وَ اِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ۔ وہ عصبہ تھے يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ یعنی نبوت کا وارث بنے۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یعنی جبرئیل نے ندا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک بچے کی خوش خبری دیتا ہے جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ جب اس نے ندا سنی تو شیطان آپ کے پاس آیا اور کہا اے زکریا! جو آواز آپ نے سنی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہے۔ وہ شیطان ہے جو تجھ سے تمسخر کر رہا ہے۔ حضرت زکریا کو شک ہوا تو کہا میرے لیے بچہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْـًٔا۔ میں نے تجھے اس سے پیشتر پیدا کیا اور تم کچھ بھی نہ تھے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے وَهَنَ کا معنی ضعف (یعنی کمزور ہونا) روایت کیا ہے۔

امام عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ معنی روایت کیا ہے کہ ہڈیاں ضعیف ہوگئی ہیں۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا ہمیشہ سے تو نے میری دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہمیں ہمیشہ تیری بارگاہ میں التجا کرنے کی

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 645 (4145) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 19، صفحہ 49، دار الفکر بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 645 (4144)

4۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 352 (1739)، دار الکتب العلمیہ بیروت

سعادت کے گوہر نایاب حاصل کرتا رہا اگرچہ تو نے مجھے عطا نہ بھی کیا۔

ابو عبید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن العاص سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ مجھے عثمان عفان نے خود اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ لکھوایا یعنی خاء اور فاء کے نصب کے ساتھ اور ت کے کسرہ کے ساتھ۔ فرماتے اس کا مطلب یہ ہے رشتہ دار کم ہو گئے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الْمَوَالِیَ سے مراد ورثاء ہیں جو میت کے عصبہ ہوتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْمَوَالِیَ سے مراد آل یعقوب میں سے عصبہ ہیں اور آپ کے پیچھے ایک نوجوان تھا اور زکریا علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور ایک روایت میں ایوب ہے۔

امام الفریابی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد نہ تھی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ...... الآیہ، فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے مال کا وارث بنے اور آل یعقوب سے نبوت کا وارث بنے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بچہ نبوت اور علم کا وارث بنے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی زکریا پر رحم فرمائے کہ انہوں نے وارث کا سوال کیا۔ اور اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے انہوں نے قوی سہارا کی طرف پناہ لینے کا اظہار کیا۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ یعنی میری موت کا اور آل یعقوب کی نبوت کا وارث بنے۔

امام ابن ابی حاتم نے صالح سے روایت کیا ہے وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ یعنی آل یعقوب سے سنت اور علم کا وارث بنے۔

امام سعید بن منصور اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ خِفْتُ کو خاء کے نصب اور تاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے تھے اور یَرِثُنِیْ وَ یَرِثُ کو جزم کے ساتھ پڑھتے تھے

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ یَرِثُنِیْ وَ یَرِثُ پڑھتے تھے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی یَرِثُنِیْ اور یَرِثُ کو مرفوع پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: داؤد علیہ السلام نے عرض کی (یا رب هب لی ابنا) یا رب! مجھے بیٹا عطا فرما، ان کا بچہ پیدا ہوا تو بڑا ہو کر اس نے داؤد علیہ السلام پر خروج کیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی طرف ایک لشکر بھیجا اور کہا کہ اگر تم اسے صحیح سلامت پکڑ لو تو تم میری طرف ایک ایسا شخص بھیجنا جس کے چہرہ کو دیکھ کر میں خوشی پہچان لوں۔ اور اگر تم اسے قتل کر دو تو میری طرف ایسا شخص بھیجنا جس کے چہرے میں میں برائی پہچان لوں۔ لشکر نے داؤد علیہ السلام کے بیٹے کو قتل کر دیا تو انہوں نے آپ کی طرف ایک کالے رنگ کا آدمی بھیجا، جب حضرت داؤد

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 58، دار احیاء التراث العربی بیروت

علیہ السلام نے اسے دیکھا تو پہچان گئے کہ بیٹا قتل ہو گیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: یا رب! تو نے مجھے بیٹا عطا فرمایا۔ اس نے مجھ پر خروج کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے میرا ذکر نہیں کیا تھا، محمد بن کعب نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام نے اس طرح دعا نہیں مانگی تھی جس طرح حضرت زکریا نے مانگی تھی وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے بیٹا عطا فرما تو جبرائیل امین آئے اور یحییٰ علیہ السلام کو خوش خبری سنائی، اس وقت زکریا علیہ السلام نے کہا میرے لیے بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے، جبرائیل امین نے ایک سوکھی لکڑی اٹھائی اور اسے حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاتھوں کے درمیان رکھا اور فرمایا: اسے اپنی ہتھیلیوں کے درمیان داخل کر لے، حضرت زکریا نے ایسا کیا تو آپ کے سر میں ایک لکڑی تھی جو دو پتوں کے درمیان تھی جن سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جبرائیل نے کہا: وہ ذات جس نے اس لکڑی سے اس پتے کو نکالا وہ آپ کی صلب اور آپ کی بانجھ بیوی سے بچہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

امام الفریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا کے تحت روایت کیا ہے: یحییٰ علیہ السلام سے پہلے کسی کا نام یحییٰ نہیں تھا۔(1)

امام عبد الرزاق، احمد نے الزہد میں اور عبد بن حمید رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے(2) احمد نے الزہد میں عکرمہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے، بانجھ عورتوں میں سے کسی نے آپ کی مثل بچہ جنم نہ دیا۔

امام احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے سَمِيًّا کا معنی مثلاً روایت کیا ہے اور سعید بن جبیر سے اس کا معنی شبیہاً روایت کیا ہے۔(3)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت یحییٰ بن خلاد الزرقی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب ان کی پیدائش ہوئی تو انہیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اسے گھٹی دی اور فرمایا میں اس کا ایسا نام رکھتا ہوں جو یحییٰ بن زکریا کے بعد کسی کا نہیں رکھا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام یحییٰ رکھا۔

امام سعید بن منصور، احمد، عبد بن حمید، ابو داؤد، ابن جریر، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ عتیا پڑھتے تھے یا عسیا پڑھتے تھے۔(4)

امام ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں اور حاکم نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 403 (3407)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 352 (1737)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 59، دار احیاء التراث العربی بیروت 4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 267 (2962)

نافع بن الازرق نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ العتی کیا ہے؟ فرمایا بڑھاپے کی وجہ سے کمزوری۔ شاعر نے کہا ہے۔

اِنَّمَا يَعْذِرُ الْوَلِيْدُ وَلَا يَعْذِرُ مَنْ كَانَ فِي الزَّمَانِ عِتِيًّا

''ولید نے عذر پیش کیا ہے حالانکہ زمانہ میں کسی نے کمزوری کا عذر پیش نہیں کیا''۔(1)

عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا یعنی ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اس جملہ کا مطلب یہ لکھا ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ العتی وہ ہوتا ہے جو بچے پیدا کرنے سے عاجز ہوتا ہے، وہ سوچتا ہے کہ اس کی اولاد نہ ہوگی۔

امام عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ زکریا علیہ السلام ستر سال کے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ساٹھ سال کے تھے جب آپ نے کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ الرامہرمزی نے الاسناد میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے یہ اس وقت کہا تھا جب آپ ساٹھ یا پینسٹھ سال کے تھے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عامر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عُتِيًّا کو عین کے ضمہ کے ساتھ پڑھا۔

عبد بن حمید نے یحیٰی بن وثاب سے روایت کیا ہے کہ وہ عِتِيًّا اور صلیا کو عین اور صاد کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عقیل سے روایت کیا ہے کہ وہ عسیا یعنی سین اور عین کے رفع کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور الحاکم رحمہم اللہ نے حضرت نوف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً یا رب مجھے ایسی نشانی عطا فرما جس سے مجھے پتہ چل جائے کہ تو نے میری دعا قبول فرمالی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا کی زبان پر مہر لگادی حالانکہ آپ بالکل صحیح سلامت تھے۔ کوئی تکلیف اور مرض نہ تھی آپ نے تین دن گفتگو نہ کی۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ بغیر مرض کے اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان بند کردی۔(2)

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ بغیر گونگے پن کے آپ نے تین دن متواتر بات نہ کی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ اور ضحاک رحمہما اللہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

عبد بن حمید نے مجاہد سے ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا کے تحت روایت کیا ہے کہ آپ بالکل صحیح تھے اور کوئی مرض کلام سے مانع نہیں تھی۔

ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آپ کی زبان روک لی گئی تھی۔ آپ کسی سے کلام نہیں کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تورات کی تلاوت کر لیتے تھے۔ جب لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ کرتے تو بات نہ کر سکتے تھے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد2، صفحہ 404 (3408)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد16، صفحہ 62، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے الْمِحْرَابِ کا معنی مصلّٰی (نماز کی جگہ) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ کا معنی كَتَبَ لَهُمْ (یعنی ان کے لیے لکھا) روایت کیا ہے۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے الْحُكْمَ سے یہی معنی روایت کیا ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس کا یہ مطلب روایت کیا ہے کہ حضرت زکریا نے ان کی طرف اشارہ کیا۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کی طرف اشارہ کیا۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بھی یہی مفہوم روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے انہیں نماز پڑھنے کا اشارہ کیا۔(2)

ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ سے بُكْرَةً وَعَشِيًّا کے تحت روایت کیا ہے کہ حضرت زکریا نے انہیں صبح وشام نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا کے تحت روایت کیا ہے کہ بُكْرَةً سے مراد صبح کی نماز ہے اور عَشِيًّا سے مراد عصر کی نماز ہے۔

يَٰيَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَٰبَ بِقُوَّةٍ ۖ وَءَاتَيْنَٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾ وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَوٰةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿١٣﴾ وَبَرًّا بِوَٰلِدَيْهِ وَلَمْ يَكُن جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلَٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾

”اے یحییٰ پکڑلو اس کتاب کو مضبوطی سے اور ہم نے عطا فرمادی ان کو دانائی جب کہ وہ بچے تھے۔ اور وہ خدمت گزار تھے اپنے والدین کے اور وہ جابر اور سرکش نہ تھے۔ اور سلامتی ہو ان پر جس روز پیدا ہوئے اور جس روز وہ انتقال کریں گے اور جس روز انہیں اٹھایا جائے گا زندہ کر کے“۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے الْحُكْمَ کا معنی اَلْفَهْمُ روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے خُذِ الْكِتَٰبَ بِقُوَّةٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں: اس کتاب میں جو فرائض ہیں ان پر عمل کرو۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نے عکرمہ سے الْحُكْمَ کا معنی پوچھا تو انہوں نے فرمایا اللب (ذہانت اور دانائی)۔

امام ابونعیم، ابن مردویہ اور دیلمی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 355 (1749)، دار الکتب العلمیہ بیروت   2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 404 (3409)

فرمایا: حضرت یحییٰ علیہ السلام کو فہم اور عبادت اس وقت عطا کی گئی تھی جب کہ آپ سات سال کے تھے۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کو دانائی عطا کی گئی جب کہ آپ تین سال کے تھے۔

امام احمد نے الزہد میں، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الخرائطی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت معمر بن راشد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے خبر پہنچی ہے کہ بچوں نے یحییٰ بن زکریا سے کہا ہمارے ساتھ چلو ہم مل کر کھیلیں۔ حضرت یحییٰ نے فرمایا میں کھیلنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔(1)

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت معمر رحمہ اللہ کے واسطہ سے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یحییٰ بن زکریا کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: میں کھیلنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا(2)۔ اس کو ابن عساکر نے معاذ بن جبل سے مرفوع نقل کیا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت سہل بن سعید عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچوں نے یحییٰ بن زکریا سے کہا چلو ہمارے ساتھ کھیلو۔ حضرت یحییٰ نے فرمایا: ہم کھیلنے کے لیے پیدا نہیں کے گئے۔ تم چلو ہم نماز پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس کی راہنمائی کرتا ہے وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بالغ ہونے سے پہلے قرآن پڑھ لیا اسے بچپن میں ہی دانائی عطا کی گئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوف روایت کی ہے۔

عبد الرزاق، الفریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الزجاجی (نے امالی میں)، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں عکرمہ کے طریق سے ابن عباس سے حَنَانًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے مگر یہ میرا گمان ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمانا ہے۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس سے وَّحَنَانًا کا مطلب پوچھا تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت علی بن ابی طلحہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا کا مطلب ہے رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا یعنی ہماری طرف سے رحمت۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا کا مطلب پوچھا تو ابن عباس نے فرمایا رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا (ہماری طرف سے رحمت)۔ نافع نے پوچھا کیا عرب یہ

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 64، صفحہ 183، دار الفکر بیروت 2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 4، صفحہ 353 (1743)

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 354 (1747)

معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا: ہاں تو نے طرفہ بن العبد البکری کا قول نہیں سنا:

اَبَا مُنْذِرٍ اَفْنَيْتَ فَاسْتَبْقِ بَعْضَنَا حَنَانَيْكَ بَعْضُ الشَّرِّ اَهْوَنُ مِنْ بَعْضٍ

''اے ابومنذر تو نے فنا کیا، ہمارے بعض افراد نے تیری رحمت کی طرف جلدی کی بعض شر بعض سے آسان ہوتے ہیں''۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا کا معنی تَعَطُّفًا مِّنْ رَّبِّهٖ عَلَيْهِ ''یعنی رب کریم کی طرف سے ان پر مہربانی'' روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس کا معنی رحمت روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الربیع رحمہ اللہ سے اس کا معنی رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا روایت کیا ہے یعنی ہمارے علاوہ رحمت کی بخشش کا کوئی مالک نہیں ہے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت سعید الجہنی رحمہ اللہ سے اس کا معنی بہت زیادہ محبت کرنے والا روایت کیا ہے۔

عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے قتادہ سے اس کا معنی رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا اور زَكٰوةً کا مطلب صدقہ روایت کیا ہے۔(1)

ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے زَكٰوةً کا معنی برکہ روایت کیا ہے۔ وَكَانَ تَقِيًّا معنی وہ پاک ہے اس نے کبھی گناہ نہیں کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: ان سے وَكَانَ تَقِيًّا کا معنی پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی اور نہ اس کا کبھی ارادہ کیا۔

امام عبد الرزاق، احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سعید بن المسیب فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کسی شخص سے ملاقات نہیں کرے گا مگر جس سے غلطی ہوئی ہوگی سوائے یحییٰ بن زکریا کے۔ قتادہ فرماتے ہیں: الحسن نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت یحییٰ بن زکریا نے کبھی گناہ نہیں کیا اور نہ کبھی آپ نے کسی عورت کا ارادہ کیا۔(2)

امام اسحٰق بن بشر اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان آیات کا یہ ترجمہ روایت کیا ہے۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا۝ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے رحمت کا ذکر کیا ہے۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا۝ یعنی حضرت زکریا نے اپنے رب سے رات کے وقت دعا کی جب کہ کوئی اور سننے والا نہیں تھا یا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کانوں کو بھی نہ سنائی رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ یعنی میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا یعنی سیاہی پر سفیدی غالب آگئی ہے وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا۝ اے میرے پروردگار! میں نے جب بھی تیری بارگاہ میں دست سوال اٹھایا تو نے کبھی میری استدعا کو رد نہیں فرمایا تو نے کبھی مجھے نامراد نہیں لوٹایا جس طرح میں کبھی زمانہ ماضی میں نامراد نہیں لوٹا اسی طرح آئندہ بھی ناکامی و نامرادی نہیں دیکھنا چاہتا۔ تو نے مجھے اپنی دعا کی قبولیت کا عادی بنا دیا ہے وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ میرا کوئی وارث نہیں بچا میرے عصبہ نہیں رہے تو فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا۝ مجھے اپنی

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 354 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 355

جناب خاص سے بچہ عطا فرما جو میرے محراب، میرے عصا، ٹوپی اور میری قلم کا وارث ہو جس کے ساتھ میں لکھتا ہوں وَّ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ اور آل یعقوب کی طرف سے نبوت کا وارث ہو وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا۝ اور وہ بچہ ایسا ہو کہ تیری بارگاہ میں پاکیزہ ہو اچھے اعمال کا خوگر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ اس وقت آپ اور آپ کی بیوی بڑھاپے کو پہنچ چکے تھے، آپ اپنی عبادت گاہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جہاں آپ قربانیاں ذبح کرتے تھے۔ ایک شخص آیا جس نے سفید لباس پہنا ہوا تھا اور وہ جبرئیل تھا اس نے کہا یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ یَحْیٰى) یحییٰ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، یہ حی سے مشتق کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کے اوپر ان کا یہ نام رکھا لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا یعنی یحییٰ کی پیدائش سے پہلے زکریا کے لیے کسی بچے کا نام یحییٰ نہ رکھا هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا کیا تم ان کا کوئی بیٹا جانتے ہو۔ اور زکریا علیہ السلام کا کوئی بیٹا نہ تھا اور کسی کا نام یحییٰ نہ تھا۔ فرماتے ہیں: حضرت یحییٰ کا نام حیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ علیہا السلام کو اسحٰق علیہ السلام عطا فرمائے تو ان کا نام پہلے یسارہ تھا۔ یسارہ اس عورت کو کہتے ہیں جو بچے نہیں جنتی اور سارہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کا رحم بچے پیدا کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا نام سارہ رکھ دیا اور سارہ سے یاء کو منتقل کر کے حی کے ساتھ لگا دیا اور حضرت زکریا کے بیٹے کا نام یحییٰ رکھ دیا۔ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا آپ کو اندیشہ تھا کہ میری بیوی بچہ جنم نہیں دے گی فرمایا كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ یٰزَكَرِیَّا هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَیْـًٔا۝ جس طرح تو کچھ بھی نہ تھا تو میں نے تجھے پیدا کیا تو اسی طرح میں بوڑھے اور بانجھ عورت سے بچہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہوں، ابلیس آپ کے پاس آیا اور کہا اے زکریا! تمہاری دعا آہستہ تھی اور تیری دعا بلند آواز کے ساتھ قبول کی گئی اور بلند آواز کے ساتھ تجھے بشارت دی گئی۔ یہ آواز شیطان کی طرف سے تھی نہ یہ جبرئیل کی آواز تھی اور نہ تمہارے رب کی طرف سے تھی قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ میری اس بشارت کے لیے کوئی علامت بنا دیں تاکہ میں اسے پہچان لوں قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا۝ یعنی آپ بالکل صحیح سلامت سے کوئی گونگا پن نہ تھا۔ آپ کی بیوی کو حیض شروع ہو گیا۔ جب وہ پاک ہوئی تو زکریا علیہ السلام ان کے پاس گئے تو وہ حاملہ ہوئی، حضرت زکریا علیہ السلام کا بولنا بند ہو گیا۔ جب آپ تسبیح اور نماز کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ آپ کی زبان کھول دیتا۔ جب لوگوں سے کلام کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ آپ کی زبان بند کر دیتا۔ یہ بطور عقوبت تھا کیونکہ انہیں بچے کی بشارت دی گئی تو انہوں نے کہا اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ میرے لیے بچہ کیسے ہوگا، آپ کو اندیشہ ہوا کہ ہو سکتا ہے یہ آواز اللہ کی طرف نہ ہو فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ آپ اپنی عبادت گاہ سے باہر آئے تو انہوں نے لوگوں کو لکھ کر دیا کہ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا۝ صبح اور عصر کی نماز پڑھو آپ کو بشارت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے نبی تقی صالح بچہ عطا فرمایا یٰیَحْیٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ اے یحییٰ! کتاب کو کوشش اور اطاعت کے اجتہاد اور شکر کے ساتھ پکڑو اور جو کچھ اس میں احکام ہیں ان پر عمل کر کے اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔ وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ یعنی ہم نے یحییٰ کو فہم عطا فرمایا صَبِیًّا جب کہ ابھی آپ بچے تھے، یہ اس طرح ہو کہ ایک دفعہ آپ ہم عمر بچوں کے پاس سے گزرے جو دریا کی مٹی اور پانی سے کھیل رہے تھے۔ انہوں نے کہا اے یحییٰ! ادھر آؤ ہم کھیلیں، حضرت یحییٰ نے فرمایا سبحان اللہ کیا ہم کھیلنے کے لیے پیدا کیے

گئے ہیں؟ وَّحَنَانًا یعنی رَحمَةً وَّعَطفاً۔ زَكٰوةً یعنی حضرت زکریا پر صدقہ۔ وَكَانَ تَقِيًّا یعنی پاک اور اللہ کا اطاعت گزار تھا۔ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کرتا تھا وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا یعنی وہ کسی ایسے نفس کو قتل نہیں کرتے تھے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ عَصِيًّا یعنی اپنے رب کا نافرمان نہیں تھا۔ سَلٰمٌ عَلَيْهِ یعنی اللہ سلامتی بھیجے اس پر جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن ان کا وصال ہوا اور جس دن زندہ کر کے انہیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مالک نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہما السلام آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ ان کا حمل اکٹھا ہوا تھا۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت یحییٰ کی والدہ نے مریم سے کہا میں دیکھتی ہوں کہ جو میرے پیٹ میں ہے وہ اس کو سجدہ کرتا ہے جو آپ کے پیٹ میں ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو فضیلت دی۔ اس کی وجہ تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ معجزہ بخشا تھا کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے اور اکمہ وابرص کو ٹھیک کرتے۔ اور یحییٰ علیہ السلام کی زندگی نہ تھی مگر زمین کی گھاس، وہ خشیت الٰہی کی وجہ سے روتے رہتے تھے حتی کہ اگر آپ کے رخسار پر تارکول ہوتا تو آنسوؤں کی وجہ سے وہ بھی پگھل جاتا، آپ کے آنسوؤں نے آپ کے چہرے پر گزرگاہ بنالی تھی۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن خزیمہ، دارقطنی (الافراد میں)، ابونصر السجزی (الابانہ میں) اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم مسجد نبوی میں ایک حلقہ میں بیٹھے تھے اور انبیاء کے فضائل بیان کر رہے تھے۔ ہم نے نوح علیہ السلام اور آپ کی طویل عبادت کا ذکر کیا۔ ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم آپس میں کیا بیان کر رہے ہو۔ ہم نے آپ کو بتایا (کہ ہم انبیائے کرام کے فضائل بیان کر رہے ہیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت یحییٰ بن زکریا سے بہتر کوئی نہیں ہونا چاہیے کیا تم نے سنا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کا کیا وصف بیان فرمایا ہے يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا یعنی کبھی آپ نے برائی نہیں کی اور کبھی برائی کا ارادہ نہیں فرمایا۔ (2)

امام ابن عساکر نے حضرت ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کے پاس ایک دن تشریف لائے۔ وہ انبیاء کی فضیلتوں کا ذکر فرما رہے تھے۔ ایک کہنے والے نے کہا: موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمائی۔ ایک کہنے والے نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور روح ہیں، ایک اور کہنے والے نے کہا ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شہید ابن شہید جو گناہ کے خوف سے اون پہنتا تھا اور پتے کھاتا تھا (یعنی) یحییٰ بن زکریا اس کا کہاں مقام ہے؟ (3)

امام احمد، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آدم علیہ السلام کی اولاد میں کوئی نہیں ہے مگر اس نے خطا کی یا خطا کا ارادہ کیا سوائے یحییٰ

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 64، صفحہ 73-69-168، دار الفکر بیروت
2۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 218 (12938)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 64، صفحہ 190، دار الفکر بیروت

بن زکریا کے۔ انہوں نے خطاء کا نہ ارادہ کیا اور نہ خطا کا عمل کیا۔ (1)

امام ابن اسحٰق، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عمرو بن العاص رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر انسان قیامت کے دن آئے گا تو اس کا کوئی نہ کوئی گناہ ہوگا سوائے یحیٰی بن زکریا کے۔ (2)

امام احمد نے الزہد میں اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت یحیٰی بن جعدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کے لیے یہ کہنا مناسب نہیں کہ میں یحیٰی بن زکریا سے بہتر ہوں۔ انہوں نے گناہ کا ارادہ ہی نہیں کیا اور نہ کبھی کسی عورت کا تصور ان کے دل میں کھٹکا۔ (3)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ضمرہ بن حبیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورتیں جن بچوں سے حاملہ ہوئیں۔ ان میں سے کسی کے لیے یہ کہنا مناسب نہیں کہ میں یحیٰی بن زکریا سے افضل ہوں۔ ان کے دل میں کبھی خطا کا تصور ہی نہیں آیا تھا اور نہ انہوں نے اس کا ارادہ کیا تھا۔ (4)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عورتوں کے پیٹ میں جس بچے نے حرکت کی اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کہے میں یحیٰی بن زکریا سے افضل ہوں کیونکہ ان کے دل میں کبھی خطا کا خیال تک نہیں آیا اور نہ اس نے خطا کا ارادہ کیا۔ (5)

امام عبدالرزاق، احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عیسیٰ اور یحیٰی علیہما السلام آپس میں ملے تو یحیٰی علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تم میرے لیے استغفار کرو تم مجھ سے بہتر ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا بلکہ تم مجھ سے بہتر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر سلام بھیجا ہے اور میں نے خود اپنے اوپر سلام بھیجا ہے۔ پس آپ اپنی فضیلت کو پہچان گئے۔ (6)

احمد، ابویعلی، ابن حبان، طبرانی، حاکم اور الضیاء نے ابوسعید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الحسن اور الحسین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں سوائے خالہ زاد بھائیوں عیسیٰ بن مریم اور یحیٰی بن زکریا کے۔ (7)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت سمرہ رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یحیٰی علیہ السلام عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے اور نہ ان کی خواہش کرتے تھے۔ آپ نوجوان اور خوبصورت چہرے والے تھے۔ آپ کے پہلو نرم تھے، بال قلیل تھے، انگلیاں چھوٹی تھیں، ناک لمبی تھی، ابرو ملے ہوئے تھے، آواز باریک تھی، بہت زیادہ عبادت گزار تھے اور اطاعت الٰہی پر بہت زیادہ قوت رکھتے تھے۔ (8)

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 647 (4149)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 404 (3411)
3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 64، صفحہ 191، دارالفکر بیروت
4۔ ایضاً، جلد 64، صفحہ 195
5۔ ایضاً، جلد 64، صفحہ 195
6۔ کتاب الزہد، صفحہ 96، دارالکتب العلمیہ بیروت
7۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 182 (4778)
8۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 647 (4150)

امام بیہقی نے الشعب میں (انہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے) اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اللہ کے نزدیک دنیا کی ذلت میں سے یہ ہے کہ یحییٰ بن زکریا کو ایک عورت نے قتل کر دیا۔(1)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کون مصیبت کا انکار کرتا ہے، میں تو مصیبت کا انکار نہیں کرتا، مجھے بتایا گیا ہے کہ یحییٰ بن زکریا ایک زانیہ کے سبب شہید کیے گئے تھے۔(2)

امام اسحق بن بشر اور ابن عساکر نے اپنے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات زکریا علیہ السلام کو آسمان میں دیکھا اور ان پر سلام کیا اور کہا اے ابو یحییٰ! مجھے بتاؤ تم کیسے قتل ہوئے اور آپ کو بنو اسرائیل نے کیوں قتل کیا؟ حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا اے محمد ﷺ، یحییٰ اپنے زمانہ کے لوگوں سے بہتر تھا، خوب صورت بھی تھا اور ملیح بھی تھا۔ وہ ایسا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (سیدا و حصورا) اسے عورتوں کی احتیاج نہ تھی، بنی اسرائیل کے بادشاہ کی ایک عورت یحییٰ کی محبت میں گرفتار ہوگئی۔ وہ عورت بدکار تھی، اس نے یحییٰ کو بلایا، اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کو محفوظ رکھا اور اس نے اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے یحییٰ کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا، بنی اسرائیل کی ایک عید تھی جس میں وہ ہر سال جمع ہوتے تھے اور بادشاہ ایسا تھا کہ وعدہ کرتا تو وعدہ شکنی نہ کرتا اور نہ جھوٹ بولتا تھا۔ بادشاہ عید کے لیے نکلا تو اس کی بیوی نے اسے الوداع کہا، بادشاہ اپنی بیوی سے محبت کرتا تھا۔ پہلے اس کی بیوی نے کبھی اس سے سوال نہ کیا تھا۔ جب آج بیوی نے الوداع کہا تو بادشاہ نے کہا آج تو مجھ سے مانگے گی میں تجھے عطا کروں گا، اس نے کہا میں یحییٰ بن زکریا کا خون چاہتی ہوں۔ بادشاہ نے کہا کوئی اور چیز مانگ بیوی نے کہا مجھے تو فقط وہی مطلوب ہے۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے، تیری یہ خواہش پوری کر دی جائے گی۔ اس عورت نے اپنے سپاہیوں کو یحییٰ کی طرف بھیجا جب کہ وہ اپنی عبادت گاہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور میں (زکریا) ان کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ ان کو ایک تھال میں ذبح کیا گیا اور ان کا سر اور خون اس عورت کو پیش کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا پھر صبر کہاں تک پہنچا؟ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی نماز کو نہ چھوڑا، جب یحییٰ کا سر لے جایا گیا اور اس عورت کے سامنے رکھا گیا۔ جب شام ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو اس کے گھر والوں اور خادموں کو زمین میں دھنسا دیا، جب صبح ہوئی تو بنو اسرائیل نے کہا زکریا کا خدا زکریا کے سبب ناراض ہوا ہے۔ آؤ ہم بھی اپنے بادشاہ کے لیے ناراضگی کا اظہار کریں اور زکریا کو قتل کر دیں۔ پس بنو اسرائیل مجھے قتل کرنے کے لیے میرے پیچھے نکلے، مجھے ایک ڈرانے والے نے آ کر بتایا (کہ وہ ایسی سازش کر رہے ہیں) تو میں ان سے بھاگ گیا، ابلیس ان اسرائیلیوں کے آگے آگے تھا جو میرے متعلق ان کی راہنمائی کر رہا تھا، جب مجھے خدشہ ہوا کہ میں انہیں عاجز نہیں کر سکتا تو میرے سامنے ایک درخت آیا، اس نے مجھے ندا دی میری طرف آجا میری طرف آجا، وہ درخت میرے لیے پھٹ گیا میں اس کے تنے میں داخل ہو گیا۔ ابلیس آیا تو اس نے میری چادر کی طرف پکڑ لی۔ درخت مل گیا لیکن میری چادر کا پلو باہر رہ گیا، بنو اسرائیل آئے تو

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 64، صفحہ 206، دارالفکر بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 640 (6348)، دارالکتب العلمیہ بیروت

ابلیس نے کہا کیا تم نے دیکھا کہ وہ اس درخت میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ اس کی چادر کا پلو ہے۔ وہ اس چادر کے ساتھ درخت میں داخل ہوا ہے، اسرائیلیوں نے کہا ہم اس درخت کو جلاتے ہیں۔ ابلیس نے کہا اس کو آری کے ساتھ چیر دو۔ حضرت زکریا نے فرمایا: آری کے ساتھ درخت سمیت مجھے چیر دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زکریا! کیا آپ نے کوئی تکلیف یا درد محسوس کیا تھا؟ حضرت زکریا نے کہا نہیں مجھے تو محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح اس درخت میں ڈال دی ہے۔ (1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ زکریا علیہ السلام بھاگ گئے اور درخت کے خول میں داخل ہو گئے۔ درخت پر آری رکھی گئی اور دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ جب آری حضرت زکریا کی پیٹھ پر پہنچی تو آپ رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اے زکریا! اپنا رونا بند کرو ورنہ میں زمین اور اس پر جو کچھ ہے سب الٹ دوں گا، پس آپ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ دو ٹکڑوں میں کاٹ دیئے گئے۔ (2)

امام احمد نے الزہد میں اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت یزید بن میسرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یحییٰ بن زکریا کا کھانا مکڑی اور درختوں کے تنوں کا نرم اندرونی حصہ تھا۔ فرماتے تھے یحییٰ تجھ سے زیادہ نعمتوں والا ہوگا، تیرا کھانا مکڑی (ٹڈی) اور درختوں کے تنوں کا اندرونی نرم حصہ ہے۔ (3)

امام ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، ابن عساکر نے ابوادریس الخولانی، ابن المبارک، ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: یحییٰ بن زکریا کا کھانا گھاس تھا اور وہ خشیت الٰہی کی وجہ سے روتے تھے حتیٰ کہ اگر ان کی آنکھوں پر تارکول بھی ہوتا تو وہ اسے جلا دیتا اور آنسوؤں نے آپ کے چہرے پر گزرگاہیں بنالی تھیں۔ (4)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت یونس بن میسرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ایک دینار سے گزرے تو فرمایا اے دینار، اے عبدالعبید، اے معبدالاحرار، کتنا قبیح ہے یہ چہرہ۔ (5)

امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یحییٰ بن زکریا علیہما السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا اے میرے رب! مجھے ایسا بنا دے کہ میں لوگوں کی زبانوں پر سلامت ہو جاؤں۔ لوگ میرے متعلق صرف خیر کے کلمات ہی کہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی اے یحییٰ! یہ تو میں نے اپنے لیے بھی نہیں کیا، تیرے لیے کیسے کر دوں؟

امام احمد، بیہقی (شعب میں) اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ثابت البنانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ابلیس حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے سامنے آیا تو حضرت یحییٰ نے اس پر ہر چیز کی محبت کی جانے والی چیزیں دیکھیں، یحییٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا یہ کیا ہیں؟ اس نے کہا یہ وہ شہوات ہیں جس کے ذریعے آدم علیہ السلام کی اولاد پھنسائی جاتی ہے۔ یحییٰ علیہ السلام نے پوچھا کیا ان میں میرے لیے بھی کچھ ہے؟ ابلیس نے کہا نہیں۔ یحییٰ علیہ السلام نے پوچھا کیا تو مجھ سے بھی کچھ لے لیتا ہے؟ ابلیس نے کہا: جب تو سیر ہو کر کھاتا ہے تو ہم تجھے نماز اور ذکر سے بوجھل کر دیتے ہیں۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 19، صفحہ 56-55، دارالفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 19، صفحہ 55 3۔ ایضاً، جلد 64، صفحہ 198
4۔ ایضاً، جلد 64، صفحہ 201 5۔ ایضاً، جلد 64، صفحہ 199

حضرت یحییٰ نے کہا اور بھی کچھ ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ یحییٰ علیہ السلام نے کہا یقیناً میں کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھاؤں گا۔ (1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت علی بن جدعان عن علی بن الحسین عن الحسین بن علی (رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا ہے: بادشاہ مر گیا تو اس نے پیچھے بیوی اور بیٹی چھوڑی۔ اس بادشاہ کی بادشاہی کا وارث اس کا بھائی بن گیا۔ اس نے اپنے بھائی کی بیوی سے نکاح کا ارادہ کیا۔ اس نے یحییٰ علیہ السلام سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا۔ اس زمانہ میں بادشاہ انبیاء علیہم السلام کے حکم پر عمل کرتے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بادشاہ سے کہا تو اس عورت سے نکاح نہ کر کیونکہ وہ بدکارہ عورت ہے۔ یہی خبر اس عورت تک پہنچ گئی۔ اس نے کہا یحییٰ کو قتل کیا جائے یا ملک بدر کیا جائے گا۔ اس نے اپنی بیٹی کو میک اپ کیا پھر کہا تم بھرے مجمع میں اپنے چچا کے پاس جاؤ۔ جب وہ تجھے دیکھے گا تو تجھے بلائے گا اور تجھے اپنی گود میں بیٹھائے گا اور کہے گا بیٹی جو چاہتی ہے مانگ! جو تو کہے گی میں تجھے پیش کر دوں گا۔ جب وہ ایسا کہے گا تو کہنا کہ میں تو صرف یحییٰ کے سر کا مطالبہ کرتی ہوں۔ اس زمانہ میں بادشاہ اگر کسی سے بھرے مجمع کے سامنے کسی سے کوئی بات کرتا تھا اور پھر اسے پورا نہیں کرتا تھا تو اس سے بادشاہی چھین لی جاتی تھی۔ بچی نے ماں کے پڑھائے ہوئے سبق پر عمل کیا۔ بادشاہ کو یحییٰ کے قتل سے بھی موت نظر آ رہی تھی اور بادشاہی کے چھن جانے سے بھی موت نظر آ رہی تھی تو اس نے اپنی بادشاہی کو اختیار کیا اور یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ وہ لڑکی اپنی ماں کے ساتھ زمین میں دھنس گئی۔ ابن جدعان نے بتایا کہ مجھے یہ حدیث ابن المسیب نے بتائی۔ انہوں نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کیسے قتل ہوئے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا: جب ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے تو زکریا علیہ السلام اسرائیلیوں سے بھاگ گئے، لوگوں نے ان کا پیچھا کیا تو آپ ایک تنے دار درخت کے پاس آئے۔ اس درخت نے اسے بلایا پھر وہ ان کے اوپر لپٹ گیا۔ کپڑے کا پلو باہر رہ گیا جس کو ہوا حرکت دے رہی تھی، وہ لوگ درخت کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ کی کوئی علامت نہ دیکھی، انہوں نے اس کپڑے کے پلو کو دیکھ لیا۔ انہوں نے آری منگوائی اور درخت کو کاٹ دیا اور انہوں نے اس درخت کے اندر ہی آپ کو بھی کاٹ دیا۔ (2)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ عورت جس نے یحییٰ بن زکریا کو قتل کیا تھا وہ بادشاہت کی اپنے آباء سے وارث ہوئی تھی، اس کے پاس یحییٰ علیہ السلام کا سر لایا گیا تو وہ اپنے شاہی تخت پر بیٹھی تھی، آپ کے سر سے آواز آئی اے زمین! اس عورت کو نگل جا پس زمین اس عورت کو اس کے شاہی تخت سمیت نگل گئی۔ (3)

امام اسحٰق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے اپنے بھائی کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے یحییٰ بن زکریا سے فتویٰ طلب کیا؟ حضرت یحییٰ نے فرمایا یہ تیرے لیے حلال نہیں ہے۔ اس عورت نے حضرت یحییٰ کے قتل کا مطالبہ کیا۔ بادشاہ نے آپ کی طرف اپنے سپاہی بھیجے۔ آپ اپنی عبادت گاہ میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ ان سپاہیوں نے آپ کو قتل کر دیا پھر انہوں نے آپ کا سر تن سے جدا کیا اور اسے

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 64، صفحہ 203، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 64، صفحہ 206 3۔ ایضاً، جلد 64، صفحہ 208

بادشاہ کے پاس لے آئے، سر کہہ رہا تھا جو تو چاہتا ہے وہ تیرے لیے حلال نہیں ہے۔(1)

امام ابن عساکر نے حضرت ابن شوذب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس شخص سے کہا تھا جو آپ کا سر قلم کرنے آیا تھا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں نبی ہوں۔ اس نے کہا مجھے علم ہے لیکن مجھے حکم دیا گیا ہے۔(2)

امام حاکم اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلہ میں ستر ہزار کو قتل کیا تھا اور آپ کی بیٹی کے بیٹے کے بدلہ میں ہزار اور ستر ہزار اور ستر ہزار کو قتل کروں گا۔(3)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت شمر بن عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ چٹان جو بیت المقدس میں ہے اس پر ستر انبیاء شہید کیے گئے تھے۔ ان میں یحییٰ بن زکریا بھی تھے۔(4)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت قرۃ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آسمان حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی پر نہیں رویا اور اس کی سرخی اس کا رونا ہے۔(5)

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت خالد بن ثابت الربعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب بنی اسرائیل کے فاجروں نے یحییٰ بن زکریا کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انبیاء میں سے کسی کی طرف وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کو کہو کہ تم کب تک میرے احکام کی نافرمانی کی جرأت کرتے رہو گے اور کب تک میرے رسولوں کو قتل کرتے رہو گے۔ کب سے میں نے تجھے اپنی رحمت کے پردوں میں چھپائے رکھا جس طرح مرغی اپنے بچوں کو اپنے پروں کے نیچے چھپائے رکھتی ہے لیکن تم نے مجھ پر جرأت کی مجھ سے ڈرو! میں نے تم سے ہر اس خون کا مؤاخذہ نہیں کیا جو آدم علیہ السلام کے بیٹوں اور یحییٰ بن زکریا کے درمیان ہوئے۔ مجھ سے ڈرو کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تم سے اپنی توجہ ہٹا لوں۔ اگر میں نے اپنی توجہ ہٹا لی تو قیامت تک پھر تمہاری طرف نظر کرم نہیں کروں گا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا تو ان لوگوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا میری طرف اللہ کے نبی کی قمیص بھیجو تاکہ میں اسے سونگھ لوں، اس نے بھیجی تو اس قمیص کا تانا بانا کھجور کے پتوں کا تھا۔(6)

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت یونس بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے ایک بادشاہ اپنی رعیت پر ظلم و ستم کرتا تھا۔ لوگوں نے اس کے قتل کا مشورہ کیا انہوں نے کہا اللہ کے نبی زکریا علیہ السلام ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اگر ہم ان کے پاس جا کر مشورہ کریں (تو بہتر ہوگا)۔ وہ آپ کے مکان پر آئے۔ وہاں ایک خوب صورت نفیس لڑکی موجود تھی جس نے گھر کے در و دیوار کو اپنے حسن کی جھلک سے روشن کر رکھا تھا۔ لوگوں نے اس عورت

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 64، صفحہ 215، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 64، صفحہ 211
3۔ ایضاً، جلد 64، صفحہ 216
4۔ ایضاً، جلد 64، صفحہ 217
5۔ ایضاً
6۔ کتاب الزہد، صفحہ 97، دار الکتب العلمیہ بیروت

سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں زکریا کی بیوی ہوں۔ لوگوں نے آپس میں تبصرہ کیا کہ ہم تو سوچتے تھے کہ اللہ کا نبی دنیا کا ارادہ نہیں فرماتا۔ ان کے پاس تو ایک ایسی عورت ہے جو انتہائی خوبصورت ہے۔ پھر انہوں نے آپ کو ایک قوم کے پاس کام کرتے ہوئے دیکھا۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس صبح کا کھانا لایا گیا، دو روٹیاں پیش کی گئیں، تو آپ دونوں کھا گئے اور ان کے لیے کچھ نہ چھوڑا پھر آپ اٹھے اور اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ پھر آپ نے اپنی خفین، کمبل اور چادر اپنی گردن میں لٹکائی۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا تم کیسے آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہم ایک مسئلہ کے حل کے لیے آئے تھے لیکن آپ کے حالات ہم پر غالب آ گئے۔ اس لیے ہم آپ پر مسئلہ پیش نہیں کرتے، حضرت زکریا نے فرمایا بولو! (کیا چاہتے ہو تمہیں کون سی ایسی چیز نظر آئی ہے کہ تم مجھ سے دور ہو رہے ہو) انہوں نے کہا ہم آپ کے مکان پر آئے تو ایک خوب صورت نفیس عورت دیکھی! جب کہ ہمارا گمان تھا کہ اللہ کا نبی دنیا کی خواہش نہیں رکھتا، حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا: میں نے خوب صورت نفیس عورت سے شادی کی ہے تا کہ اس کی وجہ سے کسی غیر محرم پر نظر نہ ڈالوں اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کروں، پس اللہ کے نبی ان کے اعتراض سے بری ہو گئے۔ پھر انہوں نے کہا ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ کو دو روٹیاں پیش کی گئیں، آپ نے وہ دونوں کھا لیں اور ہمارے لیے کچھ نہیں چھوڑا؟ حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا میں ایک قوم کا مزدور ہوں، مجھے اندیشہ ہوا کہ میں نے اگر روٹی نہ کھائی تو میں کام سے کمزور پڑ جاؤں گا اور اگر آپ میرے ساتھ کھاتے تو نہ میں سیر ہوتا اور نہ تم سیر ہوتے، پس اللہ کے نبی ان کے اس اعتراض سے بھی بری ہو گئے، لوگوں نے کہا ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنی خفین اور اپنا کمبل اور چادر اپنی گردن پر رکھے۔ حضرت زکریا نے فرمایا یہ زمین نئی تھی (یعنی اس پر مٹی تازہ ڈالی گئی تھی) میں نے اس کی مٹی کو ان چیزوں کے ذریعے منتقل کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اللہ کے نبی اس اعتراض سے بھی بری ہو گئے، لوگوں نے عرض کی جناب ہمارا بادشاہ ہم پر ظلم و ستم روا رکھتا ہے، ہم نے اس کے قتل کا مشورہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! ایسا نہ کرو ایک پہاڑ کو اپنی جگہ سے زائل کرنا آسان ہے بنسبت اس کے کہ ایک پرانے بادشاہ کو معزول کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾

''اور (اے حبیب!) بیان کیجئے کتاب میں مریم (کا حال) جب وہ الگ ہوگئی اپنے گھر والوں سے ایک مکان میں جو مشرق کی جانب تھا۔ پس بنالیا اس نے لوگوں کی طرف سے ایک پردہ۔ پھر ہم نے بھیجا اس کی طرف اپنے جبرئیل کو پس وہ ظاہر ہوا اس کے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میں۔ مریم بولیں میں پناہ مانگتی ہوں رحمٰن کی تجھ سے اگر تو پرہیزگار ہے۔ جبرئیل نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں عطا کروں تجھے ایک پاکیزہ فرزند۔ مریم (حیرت سے) بولیں (اے بندۂ خدا) کیونکر ہوسکتا ہے میرے ہاں بچہ حالانکہ نہیں چھوا مجھے کسی بشر نے اور نہ میں بدچلن ہوں۔ جبرئیل نے کہا یہ درست ہے (لیکن) تیرے رب نے فرمایا یوں بچہ دینا میرے لیے معمولی بات ہے اور (مقصد یہ ہے کہ) ہم بنائیں اسے اپنی (قدرت کی) نشانی لوگوں کے لیے اور سراپا رحمت اپنی طرف سے اور یہ ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ پس وہ حاملہ ہوگئیں اس (بچہ) سے پھر وہ چلی گئیں اسے (شکم میں) لیے کسی دور جگہ۔ پس لے آیا انہیں دردزہ ایک کھجور کے تنے کے پاس (بصد حسرت و یاس) کہنے لگیں کاش! میں مرگئی ہوتی اس سے پہلے اور بالکل فراموش کردی گئی ہوتی۔ پس پکارا اسے ایک فرشتہ نے اس کے نیچے سے (اے مریم!) غم زدہ نہ ہو، جاری کردی ہے تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ندی''۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اِنْتَبَذَتْ کا معنی اِنْفَرَدَتْ (علیحدہ ہوگئی) روایت کیا ہے مَكَانًا شَرْقِيًّا یعنی مشرق کی طرف دور علیحدہ جگہ۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِنْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ ایسی جگہ آپ چلی گئی تھیں کہ سورج کی دھوپ پڑ رہی تھی تاکہ لوگوں میں سے کوئی اسے نہ دیکھے۔

امام الفریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نصاریٰ نے مشرق کو اس لیے قبلہ بنایا کیونکہ حضرت مریم اپنے گھر والوں سے دور مشرقی مکان میں چلی گئی تھیں۔ پس انہوں نے حضرت عیسیٰ کے میلاد کو قبلہ بنایا۔ (2)

یہود نے پیشانی کی ایک طرف پر سجدہ کیا جب ان کے اوپر پہاڑ بلند کیا گیا تو خوف کی وجہ سے اس پہاڑ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں ان کے اوپر گر نہ جائے۔ پس انہوں نے سجدہ کیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہوگیا۔ اس لیے انہوں نے اس طرح سجدہ کرنا سنت بنالیا۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 355 (1753)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 71، بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل کتاب پر نماز اور حج بیت اللہ فرض کیا گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اِنْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا کی وجہ سے مشرق کی جانب پھر گئے۔ پس انہوں نے سورج کے طلوع ہونے کی طرف منہ کر کے نماز شروع کردی۔

امام ابن عساکر نے داؤد بن ہند عن سعید بن جبیر عن ابن عباس کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب حضرت مریم علیہا السلام بالغ ہوئیں تو وہ علیحدہ اپنے کمرے میں تھیں۔ اچانک ان کے پاس بغیر اجازت کے ایک شخص آگیا۔ آپ ڈر گئیں کہ شاید یہ کسی دھوکہ کے لیے آیا ہے۔ آپ نے فرمایا اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ الخ۔ حضرت جبرئیل نے کہا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ الخ۔ حضرت مریم نے کہا اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ الخ۔ جبرئیل نے کہا كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ الخ۔ حضرت جبرئیل بار بار یہ کہتے رہے اور آپ یہ کہتی رہیں اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ۔ جبرئیل نے انہیں بے دھیان کر کے ان کی قمیض کے گریبان میں پھونک مار دی اور حضرت مریم کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے، آپ کو حمل ٹھہر گیا تو آپ نے سوچا اگر میں مغرب کی طرف جاؤں تو لوگ مغرب کی طرف نماز پڑھتے ہیں لیکن میں مشرق کی طرف نکلوں گی جہاں مجھے کوئی نہیں دیکھے گا۔ پس مشرق کی طرف نکلیں، آپ جب جارہی تھیں تو آپ کو دردزہ شروع ہو گیا۔ آپ نے دیکھا کیا کوئی چیز ہے جس کی اوٹ میں چلی جاؤں۔ تو آپ کو کھجور کا ایک تنا نظر آیا۔ آپ نے کہا میں اس تنے کی اوٹ میں لوگوں سے چھپ جاتی ہوں۔ اس تنے کے نیچے نہر جاری تھی، آپ کھجور کے درخت کے ساتھ چمٹ گئیں۔ جب آپ نے بچہ جنم دیا تو ہر چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ زمین کے مشرق ومغرب میں عبادت کی جاتی تھی وہ آپ کی وجہ سے سجدہ میں گر گئی، ابلیس گھبرا گیا۔ وہ نکلا اوپر گیا۔ کوئی عجیب امر اسے نظر نہ آیا۔ وہ مشرق کی طرف گیا ادھر بھی اسے کوئی انوکھا معاملہ نظر نہ آیا۔ وہ اضطراب میں مغرب کی طرف آیا تا کہ حالات کا جائزہ لے تو ادھر بھی اسے کوئی عجب معاملہ نظر نہ آیا۔ وہ ادھر ادھر بھاگ رہا تھا کہ وہ کھجور کے درخت سے گزرا۔ وہاں ایک عورت تھی جس کے ساتھ بچہ تھا جسے اس نے جنم دیا تھا۔ جب کہ ملائکہ نے اس عورت اور اس کے بچے کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ ابلیس نے کہا یہاں کوئی حادثہ ہوا ہے۔ وہ ان کی طرف گیا اور پوچھا یہ کیا ہوا ہے؟ فرشتوں نے کہا ایک نبی بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے۔ ابلیس نے کہا اللہ کی قسم! میں اس کے ذریعے اکثر لوگوں کو گمراہ کروں گا۔ پس انہوں نے یہود کو گمراہ کیا تو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کردیا اور نصاریٰ کو اسطرح گمراہ کیا کہ انہوں نے اسے خدا کا بیٹا کہا۔ ابن عباس فرماتے ہیں: ایک فرشتے نے حضرت مریم کو نیچے سے آواز دی قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا۔ ابلیس نے کہا اس بچے کے علاوہ جو عورت بچہ جنم دیتی ہے اس کا مجھے علم ہوتا ہے اور میری ہتھیلی پر ہی جنم دیتی ہے۔ مجھے اس کا علم نہ ہوا جب یہ حاملہ ہوئی اور مجھے اس کا علم نہ ہوا جب اس نے بچہ جنم دیا۔ (1)

امام حاکم (انہوں نے اس کے صحیح کہا ہے)، بیہقی (نے الاسماء والصفات میں) اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت سدی عن ابی مالک عن ابن عباس وعن مرۃ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت مریم علیہ السلام عبادت گاہ کی طرف نکلیں اس حیض کی وجہ سے جو آپ کو لاحق ہوا تھا پھر جب حیض سے پاک ہوئیں تو اپنے ساتھ ایک مرد

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 70، صفحہ 83، دار الفکر بیروت

دیکھا۔ وہ حقیقت میں فرشتہ تھا جو انسانی شکل میں آیا تھا۔ آپ گھبرا گئیں اور کہا اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا آپ نکلیں تو آپ پر بڑی چادر تھی، جبرئیل نے آپ کی آستین کو پکڑا اور آپ کی قمیص کے گریبان میں پھونک ماردی۔ وہ آگے سے پھٹی ہوئی تھی پس وہ پھونک آپ کے سینہ تک پہنچ گئی، حضرت مریم علیہا السلام حاملہ ہوگئیں، آپ کے پاس ایک رات آپ کی بہن زکریا علیہ السلام کی بیوی زیارت کے لیے آئی، جب اس کے لیے دروازہ کھولا تو انہیں چمٹ گئیں اور زکریا کی بیوی نے کہا اے مریم! میرا شعور کہتا ہے کہ میں حاملہ ہوگئیں ہوں۔ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا میرا بھی شعور کہتا ہے کہ میں بھی حاملہ ہو گئیں ہوں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی نے کہا میں محسوس کرتی ہوں کہ جو میرے بطن میں ہے وہ اسے سجدہ کرتا ہے جو تمہارے بطن میں ہے مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ (آل عمران:39) سے یہی مراد ہے۔ حضرت زکریا کی بیوی نے حضرت یحییٰ کو جنم دیا۔ جب حضرت مریم کے بچہ پیدا ہونے کا وقت قریب آیا تو آپ عبادت گاہ کی طرف چلی گئیں۔ آپ کو دردزہ کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔ آپ نے کہا کاش! میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی۔ جبرئیل نے آپ کو نیچے سے آواز دی کہ تم گھبراؤ نہیں۔ جب آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا تو شیطان بنی اسرائیل کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ مریم نے بچہ جنم دیا ہے۔ جب انہوں نے آپ سے کلام کرنا چاہا تو آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کردیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ ...... الآیات (مریم:30) جس روز آپ پیدا ہوئے ہر بت آپ کی وجہ سے زمین پر جھک گیا۔(1)

امام اسحٰق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت جویبر عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے ان آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْیَمَ یعنی یہود، نصاریٰ اور مشرکین عرب کے سامنے حضرت مریم کا واقعہ بیان کرو۔ اِذِ انْتَبَذَتْ جب وہ نکل گئیں مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِیًّا آپ بیت المقدس سے نکلی تھیں جو مشرقی جانب تھی فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت بخشنے اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دینے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپ نے حیض سے غسل کیا اور دھوپ لینے کے لیے بیٹھ گئیں۔ اپنے درمیان اور اپنی قوم کے درمیان ایک پہاڑ کردیا وہ پہاڑ آپ کی نشست گاہ اور بیت المقدس کے درمیان تھا۔ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهَا رُوْحَنَا پس ہم نے اس کی طرف جبرئیل کو بھیجا۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا وہ انسانوں کی صورت میں تھا۔ سَوِیًّا یعنی معتدل، نوجوان، سفید چہرہ، گھنگھریالے بال، ابھی ابھی مسیں ابھر رہی تھیں۔ جب حضرت مریم نے آپ کو اپنے سامنے دیکھا تو کہا اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا۔ آپ کو بیت المقدس کے خادم یوسف من بنی اسرائیل کا شبہ ہوا جو آپ کی دیکھ بھال کرتا تھا اور آپ کے ساتھ چلتا تھا۔ آپ کو اندیشہ ہوا کہ شیطان نے اس کو پھسلا دیا ہو۔ اسی وجہ سے آپ نے کہا اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ ...... الآیہ۔ یعنی اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ جبرئیل نے مسکراتے ہوئے کہا اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖۗ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا میں تو اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہوں اس لیے آیا ہوں تاکہ تجھے بغیر باپ کے ایک اللہ تعالیٰ کا اطاعت شعار بیٹا دوں۔ حضرت مریم نے کہا: میرا بیٹا کیسے ہوگا جب خاوند نے مجھے چھوا ہی نہیں اور نہ میں بدکارہ ہوں۔ جبرئیل نے کہا اسی

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 70، صفحہ 87-86، دارالفکر بیروت

طرح تمہارے رب نے کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے یعنی بغیر باپ کے تخلیق کرنا میرے لیے کوئی مشکل نہیں ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اس بچے کو لوگوں کے لیے عبرت بنا دوں یہاں الناس سے خاص مومنین مراد ہیں۔ آپ ان لوگوں کے لیے رحمت تھے جنہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ بچہ بغیر باپ کے پیدا کیا جائے گا، جبرئیل آپ کے قریب ہوئے اور آپ کے گریبان میں پھونک ماردی۔ وہ پھونک آپ کے پیٹ میں داخل ہوگئی اور آپ اسی طرح حاملہ ہوگئیں جیسے دوسری عورتیں رحم اور بچے دانی میں حاملہ ہوتی ہیں۔ آپ نے دوسری عورتوں کی طرح بچہ جنم دیا۔ آپ کو پیاس محسوس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اردن سے ایک نہر جاری کردی۔ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا کا یہی مطلب ہے۔ السری نہر کو کہتے ہیں (رُطَبًا جَنِيًّا) وہ کھجور کا تنا اسی وقت پھل دار ہوگیا، جبرئیل نے آپ کو نیچے سے آواز دی وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (مریم:25) کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، اس تنے پر کوئی پتے وغیرہ نہ تھے اور مدت دراز سے خشک ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت مریم کے لیے ہرا کردیا اور پھل دار بنا دیا فرمایا تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۟ (مریم) تو گرنے لگیں گی تم پر پکی ہوئی کھجوریں فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ (مریم:26) پس تم تر کھجور کھاؤ اور نہر سے پانی پیو وَقَرِّيْ عَيْنًا (مریم:26) اور اپنے فرزند دلبند کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرو، حضرت مریم نے کہا میں کیا جواب دوں جب لوگ پوچھیں گے کہ یہ کہاں سے لائی ہو؟ جبرئیل نے کہا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا (مریم:26) پھر اگر تم دیکھو کسی آدمی کو میں تمہاری اس معاملہ میں مدد کروں گا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (مریم:26) یعنی تم اشارہ سے اسے کہو کہ میں نے رحمٰن کے لیے عیسیٰ کے بارے خاموشی کے روزہ کی نذر مانی ہے فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۟ (مریم) پس میں آج کسی انسان سے بات نہیں کروں گی حتیٰ کہ وہ خود ہی میرے اور اپنے بارے بتائے گا۔ راوی فرماتے ہیں: لوگوں نے حضرت مریم کو عبادگاہ سے مفقود پایا تو انہوں نے یوسف سے پوچھا جو بیت المقدس کا خادم تھا۔ اس نے کہا مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ اس کی عبادت گاہ کی چابی زکریا علیہ السلام کے پاس تھی۔ لوگوں نے حضرت زکریا کو تلاش کیا، دروازہ کھولا، آپ وہاں موجود نہیں تھیں۔ لوگوں نے حضرت زکریا علیہ السلام پر تہمت لگائی، انہیں پکڑ کر (زدوکوب کیا) اور برا بھلا کہا۔ ایک شخص نے کہا میں نے مریم کو فلاں جگہ دیکھا ہے۔ وہ مریم کی تلاش میں نکلے تو انہوں نے اس کھجور کے تنے پر کوے کی آواز سنی جس کے نیچے حضرت مریم موجود تھی۔ وہ اس تنے کی طرف گئے فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ (مریم:27) اس ارشاد سے یہی مراد ہے۔ ابن عباس نے فرمایا: جب مریم نے دیکھا کہ ان کی قوم آگئی ہے تو آپ نے بچے کو اٹھایا اور ان کے سامنے لے آئیں۔ آپ کو شک اور تہمت کا کوئی خوف نہ تھا، جب انہوں نے مریم کو اس کیفیت میں دیکھا تو اس کے باپ نے اپنی قمیض پھاڑ دی اور اپنے سر پر مٹی ڈالنی شروع کردی، آپ کے بھائیوں اور آل زکریا نے کہا اے مریم! تو نے بہت بڑا جرم کیا ہے، اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدچلن تھی، تو نے یہ کیسے کرلیا نیک بھائی، نیک باپ اور نیک والدہ کے ہوتے ہوئے۔ آپ نے بچے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اگر تم بات کرنا چاہتے ہو یہ بچہ تمہیں حقیقت سے آگاہ کرے گا۔ میں نے رحمٰن کے لیے خاموشی کے روزہ کی نذر مانی ہے، میں اس کے معاملہ میں بات نہیں کروں گی۔ میرے معاملہ کو بھی یہی اپنی عبارت سے تعبیر

کرے گا ہیں وہ تمہارے لیے عبرت و آیت ہوگا۔ لوگ کہنے لگے ہم کیسے بات کریں اس سے جو گہوارہ میں (کمسن) بچہ ہے جو ابھی چیتھڑوں میں لپٹا ہے اور بول نہیں سکتا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو بولنے کی توفیق بخشی تو آپ نے اپنی والدہ کی پاک دامنی اور عفت وشہادت دی اور لوگوں کے لیے یہ بات باعث عبرت تھی۔ آپ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ جب یحییٰ پیدا ہوئے تھے تو اس وقت آپ تین سال کے تھے اور جس نے آپ کی سب سے پہلے تصدیق کی تھی اس نے کہا تھا (اَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ) اللہ تعالیٰ کے قول مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ (آل عمران:39) کی تصدیق کے لیے یہ کہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اس نے مجھے (تمہاری طرف) نبی بنا کر بھیجا ہے اور اسی نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں بھی ہوں۔ ابن عباس فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ برکت جو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بنائی تھی وہ یہ تھی کہ آپ معلّم (خیر) تھے اور ادب سکھانے والے تھے جہاں بھی ہوں اور اس نے مجھے نماز ادا کرنے کا اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں اور مجھے خدمت گزار بنایا ہے اپنی والدہ کا میں نے اس کی کبھی نافرمانی نہیں کی۔ ابن عباس فرماتے ہیں: جب آپ نے کہا کہ مجھے اللہ نے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے تو حضرت زکریا نے کہا: اللہ اکبر اور عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا دیا۔ پس لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ بغیر باپ پیدا کیا گیا ہے اور اس نے مجھے جابر اور بدبخت نہیں بنایا۔ ''اور سلامتی ہو مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''یہ ہے عیسیٰ بن مریم (اور یہ ہے وہ) سچی بات جس میں لوگ جھگڑ رہے ہیں'' یعنی یہود آپ کی بات پر شک کرتے ہیں پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاموش رہے حتیٰ کہ بولنے والوں کی عمر کو پہنچ گئے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت مریم نے کہا جب میں خلوت میں ہوتی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام میرے پیٹ میں تھے تو وہ مجھ سے کلام کرتے تھے اور جب میں لوگوں کے ساتھ ہوتی تھی اور آپ میرے پیٹ میں اللہ کی تسبیح وتکبیر بیان کرتے تھے اور میں سنتی تھی۔(1)

امام عبدالرزاق، الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جونہی آپ حاملہ ہوئیں اسی وقت جنم دیا۔(2)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت مریم سات گھڑیوں یا نو گھڑیوں کے لیے حاملہ ہوئیں تھیں پھر اسی دن بچہ جنم دیا تھا۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت مریم علیہا السلام نے آٹھ ماہ میں بچہ جنم دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جو بچہ آٹھ ماہ میں پیدا ہوتا ہے وہ مرجاتا ہے تاکہ حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی وجہ سے کوئی ایسی ویسی بات نہ کہی جائے۔(3)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 339، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 357 (1759)، بیروت

3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 70، صفحہ 92، دارالفکر بیروت

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت زید العمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یوم عاشورہ کو پیدا ہوئے۔(1)

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں حضرت نوف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مریم الگ تھلگ رہنے والی لڑکی تھی۔ حضرت زکریا جو آپ کی بہن کے خاوند تھے وہ آپ کی کفالت کرتے تھے۔ آپ ان کے ساتھ رہتی تھیں۔ حضرت زکریا حضرت مریم کے پاس آتے اور سلام کرتے۔ حضرت مریم حضرت زکریا کے سامنے موسم گرما میں سردیوں کے پھل رکھتیں اور موسم سرما میں گرمیوں کے پھل رکھتیں، ایک دفعہ حضرت زکریا ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے پھل پیش کیے۔ حضرت زکریا نے کہا اے مریم! انی لک هذا قالت مومن عند الله ان الله یرزق من یشاء بغیر حساب (آل عمران:42) (اے مریم! کہاں سے تمہارے لیے آتا ہے یہ (رزق)۔ مریم بولیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب...... الخ۔ حضرت زکریا عبادت گاہ سے اپنی قوم کے پاس تشریف لائے اور ان کے لیے لکھا کہ تم صبح اور عصر کی نماز ادا کرو۔ اسی اثناء میں حضرت مریم اپنے گھر میں بیٹھی تھیں کہ اچانک آپ کے سامنے ایک آدمی کھڑا تھا جس نے پردوں کو پھاڑ دیا تھا۔ جب حضرت مریم نے اسے دیکھا تو کہا اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا۔ جب حضرت مریم نے رحمٰن کا ذکر کیا تو جبرئیل ڈر گئے اور کہا اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖۗ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا۝ قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِیًّا۝ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔ پس جبرئیل نے آپ کے گریبان میں پھونک دیا۔ آپ حاملہ ہوگئیں حتی کہ جب آپ کا پیٹ بھاری ہوگیا تو آپ کو اسی طرح درد محسوس ہوئی جیسی دوسری عورتوں کو ہوتی ہے اور بیت میں تھیں، آپ کو حیا آئی اور حیا کی وجہ سے اپنی قوم کو چھوڑ کر بھاگ گئیں، آپ مشرق کی طرف گئی تھیں، آپ کی قوم نے آپ کو تلاش کرنا شروع کیا۔ وہ لوگوں سے پوچھتے کیا تم نے ایسی ایسی لڑکی دیکھی ہے؟ لیکن کوئی بھی انہیں بتاتا نہیں تھا۔ آپ کو دردزہ کھجور کے تنے کے پاس لے آیا۔ آپ نے کھجور کے تنے سے ٹیک لگائی اور کہا یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا۔ جبرئیل آپ کے نیچے سے ندا دی اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا۝ وَ هُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا۝ جب جبرئیل نے یہ کہا تو آپ کا حوصلہ مضبوط ہوگیا اور آپ خوش ہوگئیں، آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ناف کاٹی اور کپڑے میں لپیٹ دیا اور اسے اٹھالیا۔ آپ کی قوم جو آپ کی تلاش میں تھی، گائیوں کے چرواہے سے ملی، انہوں نے پوچھا اے چرواہا! کیا تو نے ایسی ایسی لڑکی دیکھی ہے۔ اس نے کہا نہیں لیکن گزشتہ رات میں نے اپنی گائیوں میں ایک عجیب کیفیت دیکھی ہے جو پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ تمام گائیوں نے اس وادی کی طرف سجدہ کرتے ہوئے رات گزار دی ہے۔ لوگ اس طرف گئے جہاں کی نشاندہی چرواہے نے کی تھی۔ جب مریم نے لوگوں کو دیکھا تو آپ بیٹھ کر عیسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے لگیں۔ لوگ آئے اور آپ کے پاس کھڑے ہوگئے اور کہا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا۝ تو حضرت مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے بات کرو لوگوں نے کہا ہم بچے سے کیسے بات کریں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کا دودھ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 648 (4155)، دارالکتب العلمیہ بیروت

پی رہے تھے تو آپ نے دودھ چھوڑ دیا اور اپنی بائیں طرف سہارا لے کر کہا قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۝ (مریم)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر سے پوچھا کہ نصاریٰ اپنی مذابح پر پردے ڈالنا کیوں پسند کرتے ہیں؟ حضرت عمر نے فرمایا اس ارشاد کی وجہ سے فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا۔

امام عبد اللہ بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهَا رُوْحَنَا کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے آپ کے گریبان میں پھونک ماری تو وہ آپ کے اندر داخل ہوگئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رُوْحَنَا سے مراد جبرئیل ہے۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جبرئیل نے آپ کی قمیص میں پھونک ماری تو وہاں تک پہنچ گئی جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ جبرئیل امین انسانی شکل میں آپ کے پاس آئے اور پردہ اٹھایا۔ حضرت مریم نے آپ کو دیکھ کر پناہ مانگی۔ پھر حضرت جبرئیل نے ان کی قمیص کے گریبان میں پھونک ماری تو وہ پہنچ گئی۔ جب یہ بات شہر میں پھیل گئی تو حضرت زکریا سے لوگوں سے بائیکاٹ کر دیا اور آپ کو بالکل چھوڑ دیا گیا۔ اس سے پہلے لوگ آپ سے مسائل پوچھتے تھے۔ یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ آپ کسی شخص کو سلام دیتے تو وہ اس کا جواب بھی نہیں دیتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضرت عیسیٰ کی روح انسانی صورت میں ظاہر ہوئی۔ پس آپ اس سے حاملہ ہوئیں۔ فرماتے ہیں آپ اس سے حاملہ ہوئیں جس نے آپ سے کلام کیا تھا وہ حضرت مریم کے منہ میں داخل ہوا تھا۔ (1)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابو وائل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا کہ حضرت مریم نے جان لیا تھا کہ تقویٰ ہی انسان کو برائی سے بچانے والا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت مریم نے اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ ..... الآیہ یہ اس لیے کہا کیونکہ آپ کو اندیشہ ہوا کہ آنے والا شاید آپ کی ذات کے ارادہ سے آیا ہے، تو فرشتے نے کہا اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ...... الآیہ۔ علماء فرماتے ہیں جبرئیل نے آپ کی قمیص کے گریبان اور آستین میں پھونک ماری تھی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لِاَهَبَ واحد متکلم کا صیغہ پڑھا ہے اور عبد اللہ کی قرات میں لیھب (یعنی واحد مذکر غائب کا صیغہ) ہے۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے زَكِیًّا کا معنی صَالِحًا روایت کیا ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 405 (3412)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بَغِيًّا کا معنی زانیہ روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قَصِيًّا کا معنی نائیا (دور) روایت کیا ہے۔(1)

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے قَصِيًّا کا معنی قاصیا (دور) روایت کیا ہے اور فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ کا معنی (دردزہ نے اسے مجبور کر دیا) روایت کیا ہے۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ کا کیا مطلب ہے تو ابن عباس نے فرمایا اَلْجَاَهَا (یعنی دردزہ نے اسے مجبور کیا) نافع نے پوچھا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا ہاں کیا تو نے حسان بن ثابت کا یہ شعر نہیں سنا:

اِذَا شَدَدْنَا شِدَّةً صَادِقَةً　　فَاَجَاْنَا كُمْ اِلٰى سَفْحِ الْجَبَلِ

"جب ہم نے سچی سختی کی تو ہم نے تمہیں پہاڑ کے دامن کی طرف مجبور کر دیا"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فَاَجَآءَهَا کا مطلب اِضْطَرَّهَا (مجبور کرنا) ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے الضحاک سے فَاَجَآءَهَا کا مطلب فَاَدَّاهَا (پہنچا دیا) روایت کیا ہے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جس کھجور کے تنے کے پاس حضرت مریم گئی تھیں وہ خشک تھا۔

امام عبد بن حمید نے ہلال بن خباب عن ابی عبید کے طریق سے بیان کیا ہے کہ وہ خشک تنا تھا وہ اس لیے لایا گیا تھا تاکہ اس کے ساتھ کمرہ بنایا جائے۔ ایسے کمرے کو بیت لحم کہتے ہیں۔ حضرت مریم نے اسے حرکت دی تو وہ ہرا کھجور کا درخت بن گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو قدامہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت مریم کے لیے کھجور نے پھل اگا دیئے اور وہ اس طرح آپ کے ساتھ چمٹی رہی جس طرح ولادت کے وقت ایک عورت دوسری عورت سے چمٹی رہتی ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا کے تحت روایت کیا ہے کہ میں پیدا ہی نہ کی گئی ہوتی اور میں کچھ بھی نہ ہوتی۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اس کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ میں حیض کا پھینک دیا گیا چیتھڑا ہوتی۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں: غیر معروف ہوتی، معلوم نہ ہوتا کہ میں کون ہوں۔(3)

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا یعنی میں گری ہوئی پھینکی ہوئی چیز ہوتی۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 75، داراحیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 79

3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 357 (1755)، دارالکتب العلمیہ بیروت

ابوعبید بن حمید، ابن المنذ ر اور ابن ابی حاتم نے علقمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فَخَاطَبَهَامِنْ تَحْتِهَا پڑھا ہے۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جبرئیل نے آپ کو ندادی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بات نہ کی حتی کہ آپ اسے اپنی قوم کے پاس لے آئیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے ندادی وہ جبرئیل تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت براء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرشتہ تھا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک اور عمرو بن میمون رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ جبرئیل تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: جبرئیل نے وادی کی نچلی طرف ندادی۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ندادی۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ندادی۔(1)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے حضرت مریم سے خطاب کیا تھا وہ وہ تھا جسے آپ پیٹ میں اٹھائے ہوئے تھیں اور آپ کے منہ میں داخل ہوا تھا۔

امام ابوعبید اور ابن المنذر نے حضرت زر بن حبیش سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فَنَادٰىهَامَنْ تَحْتَهَآ پڑھا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ فرشتے نے کھجور کے نیچے سے ندادی تھی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے مَنْ تَحْتَهَآ پڑھا ہے اس کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام تھے اور جس نے من تحتھا پڑھا ہے ان کے نزدیک آواز دینے والے جبرئیل تھے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عاصم بن ابی النجود نے مِنْ تَحْتِهَآ یعنی نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ فرماتے ہیں: عاصم نے فرمایا جس نے نصب کے ساتھ پڑھا اس کے نزدیک آواز دینے والے عیسیٰ ہیں اور جنہوں نے جر کے ساتھ پڑھا ان کے نزدیک آواز دینے والے جبرئیل تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن سے سَرِيًّا کا مطلب نَبِيًّا بیان کیا ہے اور مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت جریر بن حازم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن عباد بن جعفر نے پوچھا کہ تمہارے ساتھی قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں۔ میں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا ہے کہ انہوں نے سَرِيًّا کا مطلب جدول (نہر) بیان کیا ہے۔ فرمایا قتادہ نے میری طرف سے بیان کیا ہے کہ قرآن ہماری لغت کے مطابق نازل ہوا ہے اور اس سے مراد الرجل السری یعنی سردار آدمی ہے۔

ابن ابی حاتم نے ابن زید سے قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا اس سے مراد ان کی اپنی ذات ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ جو السری کا معنی النحر کرتے ہیں درست نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو الی جنبھا ہوتا (یعنی پہلو میں ہوتی) نہر نیچے نہیں ہوتی۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 356 (1756)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام طبرانی، ابن مردویہ اور ابن النجار رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ السری وہ ہے جس نے مریم کو کہا تھا قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا یعنی نہر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پانی پینے کے لیے نہر نکالی تھی۔(1)

امام طبرانی نے الصغیر میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: نبی کریم ﷺ نے السری کا معنی نہر بیان فرمایا۔

امام عبد الرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سَرِيًّا سے مراد جدول (چھوٹی نہر) ہے۔(2)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: سَرِيًّا سے مراد عیسیٰ کی نہر ہے۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت عثمان بن محصن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس نے سَرِيًّا کا مطلب الجدول (چھوٹی نہر) بیان کیا اور فرمایا: کیا تم نے شاعر کا قول نہیں سنا۔

سَلْمٌ تَرَى الدَّالِيَ مِنْهُ ازورا إِذَا يَعِجّ فِي السَّرِيِّ هَرْهَرَا

''تسلیم کر اس سے پانی نکالنے والے کا سینہ تجھے ٹیڑھا نظر آئے گا جب نہر میں تیز پانی آواز دیتا ہے''۔

امام ابن الانباری نے الوقف میں اور الطستی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ السری کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا چھوٹی نہر۔ نافع نے کہا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا قول نہیں سنا:

سَهْلَ الْخَلِيفَةُ مَا جِدٌ ذُوْ نَائِلٍ مِثْلُ السَّرِيِّ تَمُدُّهُ الْأَنْهَارُ

''خلیفہ، نرم خو، خوبیوں والا اور نوازشات کرنے والا ہے، چھوٹی نہر کی مثل دوسری نہریں اسے لمبا کرتی ہیں''۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ السری کا معنی چھوٹی نہر ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن میمون اور ابراہیم النخعی رحمہما اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت الحسن رحمہ اللہ نے یہ آیت تلاوت کی اور ان کے پہلو میں حمید بن عبد الرحمٰن الحمیری بیٹھے تھے۔ اگر وہ سردار تھا تو کریم بھی تھا۔ حمید نے کہا اے ابو سعید! اس سے مراد چھوٹی نہر ہے۔ حضرت الحسن نے فرمایا تمہاری مجالس ہمیں اچھی لگتی ہیں لیکن ہماری بنسبت تم پر امراء کا غلبہ ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ السری سے مراد پانی ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سَرِيًّا سریانی زبان میں نہر کو کہتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قبطی زبان میں سَرِيًّا نہر کو کہتے ہیں۔

1۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 346 (13303)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 357 (1758)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن حسین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ یہ آیت تلاوت فرمائی تو فرمایا اللہ کی قسم! سَرِیًّا سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ خالد بن صفوان نے کہا اے ابوسعید! عرب چھوٹی نہر کو السری کہتے ہیں، انہوں نے فرمایا تو نے سچ کہا۔

وَهُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ﴿۲۵﴾

''اور ہلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرنے لگیں گی تم پر پکی ہوئی کھجوریں''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ هُزِّیْۤ کا معنی ''تو حرکت دے'' ہے۔

ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری نے المصاحف میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ وہ عجوہ کھجور تھی۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے البراء سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یساقط یعنی یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یساقط یعنی یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں اس کا فاعل الجذع ہوگا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تُسْقِطْ تا کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عاصم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تاء کے ساتھ اور سین کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں طلحہ الایامی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سین کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابونہیک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تاء کے ساتھ تُسْقِطْ پڑھا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جَنِیًّا کا معنی تروتازہ کیا ہے۔

امام الخطیب رحمہ اللہ نے تالی التلخیص میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رُطَبًا جَنِیًّا کا معنی غبار والی کھجور کیا ہے۔

امام ابن الانباری اور الخطیب رحمہما اللہ نے حضرت ابی حباب رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت مریم علیہ السلام اس کھجور کے مڈھ کے پاس پہنچیں جس کا سر ہی نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کا سر پیدا فرما دیا اور اس میں پکی، کچی، آدھی کچی آدھی پکی کھجوریں پیدا فرما دیں۔ جب آپ نے اس درخت کو حرکت دی تو ہر قسم کی کھجوریں نیچے گر پڑیں۔

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں حضرت ابوقدام سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت مریم کے لیے کھجور پیدا ہوئی اور وہ اس کے ساتھ اسی طرح رہی جس طرح ولادت کے وقت ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ ہوتی ہے۔

امام ابویعلی، ابن ابی حاتم، ابن السنی، ابونعیم (ان دونوں نے الطب النبوی میں)، العقیلی، ابن عدی، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی پھوپھی کھجور کا احترام کرو۔ یہ اسی مٹی سے پیدا کی گئی ہے جس سے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تھا اور درختوں میں کوئی درخت ایسا نہیں ہے جو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 87، داراحیاء التراث العربی بیروت

دوسرے کو باردار کرے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی عورتوں کو تازہ کھجوریں کھلاؤ۔ اگر یہ میسر نہ ہوں تو چھوارے کھلاؤ۔ کوئی درخت اس درخت سے معزز نہیں ہے جس کے نیچے مریم بنت عمران ٹھہری تھیں۔ (1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کھجور کس سے پیدا کی گئی ہے۔ فرمایا کھجور، انار اور انگور یہ آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (2)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سلمہ بن قیس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی عورتوں کو نفاس میں چھوارے کھلاؤ، جس عورت کا کھانا نفاس میں چھوارے ہوں گے اس کا بچہ حلیم پیدا ہوگا۔ حضرت مریم کا بھی یہی کھانا تھا۔ جب آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے کوئی بہتر کھانا ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت مریم کو وہ عطا فرماتا۔ (3)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت شقیق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نفاس والی عورتوں کے لیے کوئی بہتر کھانا جانتا جو کھجور سے بہتر ہوتا تو حضرت مریم کے لیے اس کا حکم دیتا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: نفاس والی عورتوں کے لیے کھجور یا چھواروں سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ الخ۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میرے نزدیک نفاس والی عورتوں کے لیے تر کھجور جیسی کوئی دوا نہیں ہے اور مریض کے لیے شہد کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

امام ابن عساکر نے الشعبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیصر نے حضرت عمر بن الخطاب کو لکھا کہ میرے پاس آپ کی طرف سے پیغام رساں آئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ تمہارے پاس ایک درخت ہے کسی خیر کے لیے پیدا نہیں کیا گیا گدھے کے کانوں کی مثل نکلتا ہے۔ پھر سفید موتیوں کی طرح پھٹ جاتا ہے پھر سبز زمرد کی طرح ہو جاتا ہے پھر سرخ یاقوت کی طرح ہو جاتا ہے پھر پک جاتا ہے عمدہ فالودہ کی طرح ہو جاتا ہے تو کھایا جاتا ہے پھر خشک ہو جاتا ہے۔ پس وہ مقیم کے لیے عصمت کا باعث ہوتا ہے اور مسافر کے لیے زادِ راہ ہوتا ہے اگرچہ میرے پیغام رساؤں نے سچ کہا ہے تو میرے خیال میں یہ جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے۔ حضرت عمر نے اس کو لکھا کہ تیرے پیغام رساؤں نے تجھے سچ بتایا ہے۔ یہ درخت ہمارے علاقہ میں ہے۔ یہ وہ درخت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام پر اگایا تھا جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا تھا۔ (4)

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾

" (میٹھے میٹھے خرمے) کھاؤ اور (ٹھنڈا پانی) پیو اور (اپنے فرزند دلبند کو دیکھ کر) آنکھیں ٹھنڈی کرو پھر اگر تم دیکھو

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 70، صفحہ 92، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 70، صفحہ 93 4۔ ایضاً

کسی آدمی کو تو (اشارہ سے اسے) کہو کہ میں نے نذر مانی ہوئی ہے رحمٰن کے لیے (خاموشی کے) روزہ کی پس میں آج کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی"۔

امام ابن مردویہ، ابن المنذر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں روزہ سے مراد خاموشی کا روزہ ہے۔(1)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے المصاحف میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں روزہ سے مراد خاموشی کا روزہ ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن الانباری رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: روزے سے مراد خاموشی ہے اور آپ جونہی حاملہ ہوئیں اسی وقت جنم دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص مجاہدہ کرتا تو وہ کلام کا روزہ رکھتا جس طرح کھانے کا روزہ رکھا جاتا ہے لیکن ذکر الٰہی کرتا رہتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حارثہ بن مضرب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ دو شخص آئے، ایک نے سلام کیا اور دوسرے نے سلام نہ کیا پھر دونوں بیٹھ گئے۔ لوگوں نے کہا تمہارے ساتھی کو کیا ہے کہ اس نے سلام نہیں کیا۔ اس نے کہا اس نے آج کسی سے کلام نہ کرنے کے روزہ کی نذر مانی ہے، عبد اللہ نے کہا تو نے بہت بری بات کی ہے۔ یہ تو فقط اس عورت کے لیے تھا، اس نے یہ اس لیے کہا تھا تاکہ جب ان سے پوچھ گچھ کی جائے تو اسکے لیے عذر بن جائے۔ لوگ اعتراض کرتے تھے کہ بغیر خاوند کے بچہ زنا کا ہی ہوسکتا ہے۔ پس تو بات کر، نیکی کا حکم دے برائی سے منع کر یہ تیرے لیے بہتر ہے۔

امام ابن الانباری نے حضرت الشعبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابی بن کعب نے بھی خاموشی کا روزہ مراد لیا ہے۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ۝۲۷ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ۝۲۸

"اس کے بعد وہ لے آئیں بچہ کو اپنی قوم کے پاس (گود میں) اٹھائے ہوئے۔ انہوں نے کہا: اے مریم! تم نے بہت ہی برا کام کیا ہے۔ اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی"۔

امام سعید بن منصور اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: حضرت مریم علیہ السلام نفاس سے فارغ ہونے کے بعد چالیس دن گزار کر اپنی قوم کے پاس اسے لے آئیں تھیں۔(2)

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 70، صفحہ 91، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 70، صفحہ 96

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے فَرِيًّا کا معنی عظیماً روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن عبد العزیز سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کے زمانہ میں بیت القدس میں سلوان کے چشمہ کے پاس ایک چشمہ تھا، عورت پر جب بدکاری کا الزام ہوتا تو لوگ اسے اس چشمہ پر لے آتے۔ وہ اس کا پانی پیتی، اگر وہ بری ہوتی تو اسے کچھ نقصان نہ ہوتا۔ اگر اس نے واقعی بدکاری کی ہوتی تو وہ مر جاتی۔ حضرت مریم بھی جب حاملہ ہوئی تو لوگ انہیں خچر پر سوار کر کے لے آئے، اس خچر نے ٹھوکر کھائی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اس کے رحم کو بانجھ کر دے۔ پس اس وقت سے مادہ خچر بانجھ ہوگئی، جب آپ اس چشمہ پر پہنچیں اور اس کا پانی استعمال فرمایا تو اس نے آپ میں خیر کا ہی اضافہ کیا پھر آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! اس چشمہ کے ساتھ کسی مومنہ عورت کو رسوا نہ فرما۔ پس وہ چشمہ ختم ہو گیا۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کی طرف بھیجا تو انہوں نے پوچھا بتاؤ تم کیا پڑھتے ہو یا اخت ہارون اور موسیٰ ..... سے پہلے اتنا عرصہ دراز گزر چکے ہیں۔ فرماتے ہیں (میں انہیں کوئی جواب نہ دے سکا) لیکن جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لوٹ کر آیا تو نے یہی سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے انہیں نہیں بتایا کہ بنی اسرائیل کا معمول تھا کہ وہ اپنے بچوں کے نام انبیائے کرام اور پہلے نیک لوگوں کے ناموں پر رکھتے تھے۔(1)

امام الخطیب اور ابن عساکر نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت مریم ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں جو نیکی میں معروف تھا۔ لوگ ان کے متعلق برائی کا تصور نہیں رکھتے تھے، اور لوگوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو نیکی کے ساتھ مصروف تھے اور وہ نیک بچے جنم دیتے تھے اور دوسرے فساد کے ساتھ مشہور تھے وہ فسادی بچے جنم دیتے تھے اور حضرت ہارون نیک اور معاشرہ کے محبوب فرد تھے۔ یہ ہارون، موسیٰ علیہ السلام کے بھائی نہیں ہیں۔ یہ دوسرے ہارون ہیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ جس دن ان کا وصال ہوا تو ان کے جنازے میں چالیس ہزار بنی اسرائیل کے افراد شامل ہوئے، تمام کے نام ہارون تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نے سنا کہ یہ اسم ہے جو دوسرے اسم کے موافق تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت کعب نے فرمایا: یہ ہارون، موسیٰ کے بھائی ہارون نہیں ہیں، حضرت عائشہ نے کہا تو نے جھوٹ بولا ہے۔ انہوں نے کہا اے ام المومنین! اگر یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہو، آپ تو زیادہ جانتے تھے ورنہ میں تو جانتا ہوں کہ ان دونوں ہارونوں کے درمیان چھ سو سال کا عرصہ ہے پھر حضرت عائشہ خاموش ہو گئیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کو ہارون بن عمران کی طرف اس

1۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 5، صفحہ 295 (3155)، دار الحدیث قاہرہ

لیے منسوب کیا گیا کیونکہ آپ ان کی اولاد سے تھیں جیسے تو کہتا ہے اے انصار کے بھائی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت مریم حضرت ہارون کی اولاد سے تھیں۔ اسی وجہ سے یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ کہا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص دوسرے کو کہتا ہے یا احا بنی لیث یا احا بنی فلاں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہارون زانی قوم کا فرد تھا اس لیے اس کی طرف آپ کو لوگوں نے منسوب کیا (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ)

امام ابن ابی حاتم نے ابوبکر بن عیش سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابی کی قرأت میں تھا کہ لوگوں نے کہا یٰذَا الْمَهْدِ۔

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۖ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾

”اس پر مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا۔ لوگ کہنے لگے ہم کیسے بات کریں اس سے جو گہوارہ میں (کم سن) بچہ ہے“۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ کے تحت روایت کیا ہے کہ حضرت مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے بات کرو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ کے تحت روایت کیا ہے کہ حضرت مریم نے لوگوں کو بچے سے کلام کا حکم دیا فِي الْمَهْدِ جب کہ بچہ گود میں تھا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب مریم کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو آپ اسے اپنی قوم کے پاس اٹھا کر لے آئیں لوگوں نے آپ کو مارنے کے لیے پتھر اٹھائے تو حضرت مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا، پس بچہ بولنے لگا تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الْمَهْدِ سے مراد تربیت گاہ ہے، ابراہیم نے فرمایا: اس سے مراد جھولا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ہلال بن یساف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ صرف تین بچے پنگھوڑے میں بولے: صاحب جریج، عیسیٰ علیہ السلام اور صاحب الجشیہ۔ (1)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: چار بچے پنگھوڑے میں بولے: عیسیٰ علیہ السلام، صاحب یوسف، صاحب جریج اور فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرنے والی عورت کا بچہ۔

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۫ وَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 339 (31879)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

يَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

"(اچانک) وہ بچہ بول پڑا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔ اور اسی نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں بھی میں ہوں اور اسی نے مجھے حکم دیا ہے نماز ادا کرنے کا اور زکوۃ دینے کا جب تک میں زندہ رہوں۔ اور مجھے خدمت گزار بنایا ہے اپنی والدہ کا اور اس نے نہیں بنایا مجھے جابر (اور) بدبخت۔ اور سلامتی ہو مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے اٹھایا جائے گا زندہ کر کے"۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس نے فیصلہ فرمایا ہے کہ میں اس طرح ہوں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے الانجیل پڑھی اور اسے اپنی والدہ کے بطن میں ہی یاد کر لیا تھا۔ اسی لیے فرمایا قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۟ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ الخ۔

امام الاسماعیلی نے معجم میں، ابونعیم نے الحلیہ میں، ابن لال نے مکارم الاخلاق میں، ابن مردویہ اور ابن النجار نے تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مجھے لوگوں کے لیے نفع دینے والا بنایا ہے میں جہاں بھی ہوں۔

ابن عدی اور ابن عساکر نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مُبٰرَكًا کا معنی معلم اور مؤدب فرمایا ہے۔(1)

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مُبٰرَكًا کا معنی خیر کا معلم روایت کیا ہے۔ ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ شخص جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا ہے اس کے لیے ہر جانور استغفار کرتا ہے حتیٰ کہ سمندر میں مچھلیاں بھی اسکے لیے استغفار کرتی ہیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد سے مُبٰرَكًا کا معنی ہادیا مھدیا (ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ) روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے الشعب میں اور ابن عساکر نے حضرت مجاہد سے مُبٰرَكًا کا معنی لوگوں کو نفع دینے والا روایت کیا ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت نوف سے روایت کیا ہے کہ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ فرما کر ظاہر فرمایا کہ میرا باپ نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے شَقِیًّا کا معنی نافرمان روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جَبَّارًا شَقِیًّا وہ ہوتا ہے جو غضب کی طرف متوجہ رہتا ہے (یعنی جس پر ہر وقت غصہ سوار رہتا ہے)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت العوام بن حوشب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جسے تم نافرمان پاؤ گے اسے تم جابر بھی پاؤ گے پھر یہ آیت پڑھی وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 47، صفحہ 360، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن آدم کے احتیاج کے اوقات تین ہیں، جس دن پیدا ہوتا ہے، جس دن فوت ہوتا ہے، جس دن دوبارہ اٹھایا جائے گا، ان تینوں اوقات کا عیسیٰ علیہ السلام نے ذکر کیا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان تین آیات کے ساتھ بولنے کے بعد نہ بولے حتی کہ اس عمر کو پہنچ گئے جب بچے عام طور پر بولنا شروع کر دیتے ہیں۔(1)

امام ابن عساکر نے حضرت ابوسعید الخدری ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی زبان کو بچپن میں بولنے کی توفیق بخشی۔ پس آپ نے تین مرتبہ کلام کیا حتی کہ آپ اس عمر کو پہنچ گئے جب بچے بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد فرمائی جس کی مثال کانوں نے سنی بھی نہ تھی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بولنے کی توفیق مرحمت فرمائی تھی۔ آپ نے ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان فرمائی تھی: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْقَرِیْبُ فِیْ عُلُوِّكَ، الْمُتَعَالِیْ فِیْ دُنُوِّكَ، الرَّفِیْعُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مِّنْ خَلْقِكَ اَنْتَ الَّذِیْ نَفَذَ بَصَرُكَ فِیْ خَلْقِكَ وَحَارَتِ الْاَبْصَارُ دُوْنَ النَّظْرِ اِلَیْكَ، اَنْتَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ بِضَوْءِ نُوْرِكَ دُجَی الظَّلَامِ وَ تَلَأْلَأَتْ بِعَظْمَتِكَ اَرْكَانُ الْعَرْشِ نُوْرًا فَلَمْ یَبْلُغْ اَحَدٌ بِصِفَتِهٖ صِفَتَكَ فَتَبَارَكْتَ اَللّٰھُمَّ خَالِقَ الْخَلْقِ بِعِزَّتِكَ مُقَدِّرَ الْاُمُوْرِ بِحِكْمَتِكَ مُبْتَدِئَ الْخَلْقِ بِعَظْمَتِكَ۔ اے اللہ تو اپنے مقام رفیع کے باوجود قریب ہے، اپنے قرب کے باوجود بلند ہے، اپنی مخلوق سے تو بلند ہے، تو وہ ہے جس کی نظر اپنی تمام مخلوق پر ہے، اور تیرے دیکھے بغیر آنکھیں حیران ہیں، تو وہ ہے جس نے اپنے نور سے تاریکیوں کو منور کیا، تو نے اپنی عظمت کے عرش کے ارکان کو روشن کیا، کوئی بھی اپنی صفت کے ساتھ تیری صفت تک نہ پہنچ سکا، تو بابرکت ہے، اے اللہ! اے اپنی عزت کے سبب مخلوق کے خالق! اے اپنی حکمت کے سبب امور کا اندازہ فرمان والے، اے اپنی عظمت کے ساتھ مخلوق کو پیدا فرمانے والے!۔

اس حمد کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان کو روک لیا حتی کہ آپ اس عمر کو پہنچ گئے جب بچے گفتگو کرتے ہیں۔(2)

ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۳۷﴾

''یہ ہے عیسیٰ بن مریم (اور یہ ہے وہ) سچی بات جس میں لوگ جھگڑ رہے ہیں۔ یہ زیبا ہی نہیں اللہ تعالیٰ کو کہ وہ کسی

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 47، صفحہ 361، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 47، صفحہ 362

کو اپنا بیٹا بنائے۔ وہ پاک ہے۔ جب وہ فیصلہ فرما دیتا ہے کسی کام کا تو بس صرف اتنا حکم دیتا ہے اس کے لیے ہو جا تو وہ کام ہو جاتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی سو اسی کی عبادت کیا کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ پھر کئی گروہ آپس میں اختلاف کرنے لگے پس ہلاکت ہے کفار کے لیے اس دن کی حاضری سے جو بہت بڑا ہے''۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ کے تحت روایت کیا ہے: اَلْحَقِّ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

امام عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ کے تحت روایت کیا ہیں فرماتے ہیں: بنو اسرائیل جمع ہوئے اور انہوں نے اپنے سے چار آدمی نکالے، ہر گروہ کا عالم نکالا گیا۔ پس انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے وقت مشورہ کیا۔ ایک گروہ نے کہا وہ اللہ ہے زمین پر اترا تھا۔ اس نے زندہ کیا جس کو زندہ کیا اور موت دی جس کو موت دی پھر وہ آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ یہ یعقوبیہ فرقہ ہے۔ باقی تینوں افراد نے کہا انہوں نے جھوٹ بولا۔ پھر ان میں سے دو نے تیسرے گروہ سے کہا تم عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرو، اس نے کہا وہ اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ نسطوریہ ہیں۔ دو نے کہا تو نے جھوٹ بولا ہے۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا تم ان کے بارے اپنی رائے پیش کرو۔ اس نے کہا وہ تین میں سے تیسرا ہے۔ اللہ الٰہ ہے عیسیٰ الٰہ ہے اور اس کی والدہ بھی الٰہ ہے۔ یہ اسرائیلیہ ہیں۔ یہ نصاریٰ کے بادشاہ ہیں، چوتھے نے کہا تو نے جھوٹ بولا۔ وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کی روح ہیں۔ اس کے کلمہ سے ہیں۔ یہ مسلمان ہیں، پس ہر طبقہ کے پیروکار ہیں۔ انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا تو وہ مسلمانوں پر غالب آگئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ (آل عمران: 21) ''وہ قتل کرتے ہیں انہیں جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتے ہیں''۔ قتادہ فرماتے ہیں: یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ۔ فرماتے ہیں: انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے اختلاف کیا اور وہ گروہوں میں بٹ گئے، لوگوں نے اختلاف کیا۔ ایک مسلمان نے کہا میں تم سے قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کھانا کھاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کھانا نہیں کھاتا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام سوتے تھے اور اللہ نہیں سوتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، پس مسلمان ان سے جھگڑے، پس قوم چلی گئی، ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ اس وقت یعقوبیہ غالب آگئے اور مسلمانوں کو مصیبت پہنچی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے قرآن نازل کیا: فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٣٧﴾ (مریم) پس ہلاکت ہے کفار کے لیے ان دن کی حاضری سے جو بہت بڑا ہے۔ (1)

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْأَحْزَابُ سے مراد اہل کتاب ہیں۔

أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَأْتُونَنَا ۖ لَٰكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 359 (1765)، دار الکتب العلمیہ بیروت

مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾

"(اس دن) یہ خوب سننے لگیں گے اور خوب دیکھنے لگیں گے جس دن آئیں گے ہمارے پاس لیکن یہ ظالم آج تو کھلی گمراہی میں ہیں۔ اور اے نبی کریم آپ ڈرایئے انہیں حسرت وندامت کے دن سے جب ہر بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور آج یہ لوگ غفلت میں ہیں اور یہ ایمان نہیں لاتے۔ یقیناً ہم ہی وارث ہوں گے زمین کے اور جو کچھ اس کے اوپر ہے اور ہماری طرف ہی سب لوٹائے جائیں گے"۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ کے تحت روایت کیا ہے کہ کفار آج کچھ سنتے اور دیکھتے نہیں ہیں لیکن قیامت کے دن خوب سنیں گے اور خوب دیکھیں گے۔

امام عبد الرزاق اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی قوم کو سناؤ اور اپنی قوم کو دکھاؤ۔ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا فرماتے ہیں یہاں یوم سے مراد قیامت کا دن ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اس سے مراد قیامت کا دن ہے وہ سنیں گے لیکن اس وقت سننا نفع بخش نہ ہوگا۔ وہ دیکھیں گے لیکن ان کا دیکھنا قابل نفع نہ ہوگا۔

امام سعید بن منصور، احمد، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابویعلی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان اور ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اہل جنت جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوں گے تو موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ اسے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، پھر ارشاد ہوگا اہل جنت! کیا تم اسے جانتے ہو وہ جھانکیں گے اور دیکھیں گے اور کہیں گے ہاں یہ موت ہے، تمام اس کو دیکھ لیں گے۔ پھر ارشاد ہوگا اے دوزخیو! کیا تم اسے پہچانتے ہو وہ جھانک کر دیکھیں گے اور کہیں گے ہاں یہ موت ہے۔ تمام اسے دیکھ لیں گے، پھر موت کو ذبح کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ ارشاد ہوگا اے جنتیو! تمہیں ہمیشہ جنت میں رہنا ہے، موت نہیں ہوگی۔ اے دوزخیو! تم نے دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے، اب تمہیں موت نہیں آئے گی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ الخ ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور فرمایا اہل دنیا غفلت میں ہیں۔(2)

امام نسائی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ کے متعلق فرمایا: اہل جنت کو ندا دی جائے گی۔ پس وہ جھانکنے لگیں گے، دوزخیوں کو ندا دی جائے گی۔ وہ جھانکیں گے اور دیکھیں

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 360 (1766)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد 17، صفحہ 152 (61-60)، دار الکتب العلمیہ بیروت

گے ارشاد ہوگا کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہاں۔ پھر موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور ارشاد ہوگا، یہ موت ہے، اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ارشاد ہوگا اے جنتیو! تمہیں ہمیشہ جنت میں رہنا ہے۔ اب موت نہیں آئے گی۔ اے دوزخیو! تمہیں ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے تمہیں موت نہیں آئے گی۔ پھر یہ آیت پڑھی وَ اَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ الخ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل دے گا پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا دوزخی جو موت کی امید رکھتے ہوں گے۔ وہ اس سے مایوس ہو جائیں گے۔ ہمیشہ دوزخ میں رہنے کیوجہ سے انہیں حسرت لاحق ہوگی۔ (1)

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے وَ اَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت چتکبرے مینڈھے کی شکل میں آئے گی حتی کہ جنت اور دوزخ کے درمیان اسے ٹھہرایا جائے گا۔ پھر ندا کرنے والا ندا دے گا اے اہل جنت! یہ موت ہے جو دنیا میں لوگوں کو مارتی تھی۔ پس جنت میں بلند درجہ والے اور نچلے درجے والے لوگوں میں سے ہر شخص موت کو دیکھ لے گا۔ پھر ندا دے گا اے دوزخیو! یہ موت ہے جو دنیا میں لوگوں کو مارتی تھی۔ پس دوزخ کے گڑھوں میں اور اسفل ترین مقام پر رہنے والے سب اسے دیکھ لیں گے۔ پھر جنت اور دوزخ کے درمیان موت کو ذبح کیا جائے گا۔ پھر اعلان ہوگا اے جنتیو! تمہیں ہمیشہ جنت میں رہنا ہے، اے دوزخیو! تمہیں ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے۔ اہل جنت اتنے خوش ہوں گے کہ اگر کوئی خوشی سے مر جاتا تو وہ بھی مر جاتے اور دوزخی اتنے پریشان ہوں گے کہ اگر کوئی پریشانی سے مرتا تو یہ مر جاتے۔ اس کی طرف یہ ارشاد اشارہ کرتا ہے: وَ اَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِيَ الۡاَمۡرُ فرماتے ہیں: جب موت کو ذبح کیا جائے گا۔

امام ابن جریر نے حضرت علی کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ قیامت کے دن کے اسماء میں سے ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ يّٰحَسۡرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطۡتُّ فِيۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ (الزمر: 56)۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے کوفہ کے عامل کو یہ خط لکھا حمد و ثناء کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو جب پیدا کیا اس وقت سے ان پر موت کو لکھ دیا ہے۔ پس اس کی طرف سب کے لوٹنے کی جگہ ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو اپنے علم سے اپنی سچی کتاب میں نازل کیا اور ملائکہ کو اپنی مخلوق پر گواہ بنایا۔ س میں یہ ہے کہ وہ زمین کا مالک ہے اور جو کچھ اس پر ہے اس کا بھی وہی مالک ہے اور اسی کی طرف لوٹیں گے۔

وَ اذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ اِبۡرٰهِيۡمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا ﴿41﴾ اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا يَسۡمَعُ وَ لَا يُبۡصِرُ وَ لَا يُغۡنِيۡ عَنۡكَ شَيۡـًٔا ﴿42﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيۡ قَدۡ جَآءَنِيۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ يَاۡتِكَ فَاتَّبِعۡنِيۡۤ اَهۡدِكَ صِرَاطًا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 104 2۔ ایضاً

سَوِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ڮ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۝ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۝

''اور ذکر کیجئے آپ کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا وہ بڑا راست باز نبی تھا۔ جب انہوں نے کہا اپنے باپ سے کہ اے میرے باپ! تو کیوں عبادت کرتا ہے اس کی جو نہ کچھ سنتا ہے اور نہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ تجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اے میرے باپ! بے شک آیا ہے میرے پاس وہ علم جو تیرے پاس نہیں آیا اس لیے تو میری پیروی کر میں دکھاؤں گا تجھے سیدھا راستہ۔ اے باپ! شیطان کی پوجا نہ کیا کر، بے شک شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے باپ! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تجھے پہنچے عذاب (خدائے) رحمٰن کی طرف سے تو تو بن جائے شیطان کا ساتھی۔ باپ نے کہا: کیا روگردانی کرنے والا ہے تو میرے خداؤں سے اے ابراہیم؟ اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کردوں گا اور دور ہو جاؤ میرے سامنے سے کچھ عرصہ۔ ابراہیم نے (جواب میں) کہا سلام ہو تم پر، میں مغفرت طلب کروں گا تیرے لیے اپنے رب سے۔ بے شک وہ مجھ پر بے حد مہربان ہے۔ اور میں الگ ہو جاؤں گا تم سے اور (ان سے بھی) جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور میں اپنے رب کی عبادت کروں گا، مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کی برکت سے نامراد نہیں رہوں گا۔ پس جب وہ جدا ہو گیا ان سے اور جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تو عطا فرمایا ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب اور سب کو ہم نے نبی بنایا۔ اور ہم نے عطا فرمائیں انہیں اپنی رحمت سے (طرح طرح کی نعمتیں) اور ہم نے ان کے لیے سچی اور دائمی تعریف کی آواز بلند کر دی''۔

امام ابونعیم اور دیلمی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: والد کا اپنے بچے پر حق ہے کہ وہ اس طرح پکارے جس طرح ابراہیم نے اپنے باپ کو پکارا تھا اے میرے باپ! باپ کا نام لے کر نہ پکارے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَاَرْجُمَنَّكَ کا معنی لَاَشْتُمَنَّكَ (گالی دینا) روایت کیا ہے اور مَلِيًّا کا معنی وقت ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا فرماتے ہیں تو صحیح وسلامت مجھ سے دور ہو جا اس سے پیشتر کہ میری طرف سے تجھے کوئی تکلیف پہنچے۔ (1)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مَلِيًّا کا معنی سَالِمًا روایت کیا ہے۔ (2)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مَلِيًّا کا معنی حِينًا (وقت) روایت کیا ہے۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع رحمہ اللہ نے ان سے کہا الملی کا کیا مطلب ہے؟ ابن عباس نے فرمایا طویل عرصہ، اسی معنی میں یہ لفظ المھلھل نے استعمال کیا ہے۔

وَتَصَدَّعَتْ شُمُّ الْجِبَالِ لِمَوْتِهِ وَبَكَتْ عَلَيْهِ الْمُرْمَلَاتُ مَلِيًّا

''اور اسی موت کی وجہ سے پہاڑوں کے سر پھٹ گئے اور اس پر طویل عرصہ بیوہ عورتیں روتی رہیں''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے حَفِيًّا کا معنی لطیفًا روایت کیا ہے۔ (3)

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حَفِيًّا کا معنی حضرت مجاہد سے یہ روایت کیا ہے: وہ ہمیشہ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم نے اس کو اسحٰق بیٹا اور یعقوب پوتا عطا فرمایا۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لِسَانَ صِدْقٍ سے مراد اچھی ثناء ہے۔ (4)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾

''اور ذکر فرمایئے کتاب میں موسیٰ کا بے شک وہ (اللہ کے) چنے ہوئے تھے اور رسول و نبی تھے۔ اور ہم نے انہیں پکارا طور کی دائیں جانب سے اور ہم نے انہیں قریب کیا راز کی باتیں کرنے کے لیے۔ اور ہم نے بخشا انہیں اپنی خاص رحمت سے ان کا بھائی ہارون جو نبی تھا''۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 108 2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 360 (1768)، دارالکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 108، دار احیاء التراث العربی بیروت 4۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 109

امام عبد بن حمید نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے مُخْلَصًا کولام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا کے تحت روایت کیا ہے: صرف نبی وہ ہوتا ہے جس سے کلام کی جاتی ہے، اس پر کلام کا نزول ہوتا ہے اور اسے کسی قوم کی طرف بھیجا نہیں جاتا۔

ابن ابی حاتم کے الفاظ اس طرح ہیں: نبی وہ ہوتے ہیں جو رسول نہیں ہوتے، ان کی طرف وحی کی جاتی ہے اور انہیں کسی قوم کی طرف بھیجا نہیں جاتا اور رسل وہ انبیاء ہوتے ہیں جن کی طرف وحی کی جاتی ہے اور انہیں کسی قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ کے تحت روایت کیا ہے کہ پہاڑ کی دائیں جانب۔ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا یعنی اس کے صدق اور سچائی کی وجہ سے انہیں یہ قرب بخشا۔(1)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ایسا قرب بخشا کہ آپ قلم کے چلنے کی آواز سنتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، ہناد، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت میسرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اتنا قرب بخشا کہ قلم الٰہی تختیوں پر تورات کو لکھتا تھا تو اس کے چلنے کی آواز سنتے تھے۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جبرئیل نے موسیٰ علیہ السلام کو پیچھے بیٹھایا حتی کہ تورات لکھتے وقت قلم الٰہی کے چلنے کی آواز سنی۔

امام ابن ابی حاتم نے السدی سے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو آسمان میں داخل کیا اور کلام کی۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت مجاہد سے وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا کے تحت روایت کیا ہے کہ ساتویں آسمان اور عرش کے درمیان ستر ہزار حجابات ہیں حجاب نور، حجاب ظلمت، حجاب نور، حجاب ظلمت، حجاب نور، حجاب ظلمت۔ موسیٰ علیہ السلام قریب ہوتے گئے حتی کہ موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صرف ایک حجاب رہ گیا، جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عظمت دیکھی اور قلم کے چلنے کی آواز سنی تو عرض کی: رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ (الاعراف: 143)

امام الفریابی، ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، ہناد نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وہ قرب عطا کیا کہ جب لوح پر قلم لکھتا تھا تو انہوں نے اسکے چلنے کی آواز سنی۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو طور سیناء پر قرب خاص عطا فرمایا تو فرمایا اے موسیٰ! جب میں نے تیرے لیے شکر گزار دل، ذاکر زبان پیدا کی ہے اور تجھے ایسی بیوی عطا کی ہے جو ہر نیکی پر تیری معاون ہے اور میں نے تجھ سے کوئی خیر بھی بچا کر نہیں رکھی اور جس سے یہ چیزیں میں بچالوں تو میں اس کے لیے خیر کا کوئی دروازہ نہیں کھولتا۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 360 (70-1769)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 111

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا کے تحت روایت کیا ہے کہ ہارون علیہ السلام عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے لیکن موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ہارون علیہ السلام کو نبوت بخشی گئی۔ (1)

وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ ؗ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّاۚ﴿۵۴﴾ وَ كَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ۪ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا﴿۵۵﴾

''اور ذکر کیجئے کتاب میں اسماعیل کو، بے شک وہ وعدے کے سچے تھے اور رسول (اور) نبی تھے۔ اور وہ حکم دیا کرتے تھے اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا اور اپنے رب کے نزدیک بڑے پسندیدہ تھے''۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت سمرہ عن کعب رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت اسماعیل اللہ کے نبی تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے صادق الوعد کی صفت سے ذکر فرمایا ہے۔ وہ ایسے شخص تھے جن کی طبیعت میں تیزی تھی۔ اللہ کے دشمنوں سے ہر وقت جہاد میں معروف رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں پر فتح عطا فرمائی تھی، آپ کفار سے سخت جنگ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔ آپ کا سر چھوٹا تھا، گردن موٹی تھی، ہاتھ اور پاؤں لمبے تھے، جب آپ کھڑے ہوتے تھے تو آپ کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچتے تھے، آنکھیں چھوٹی تھیں، ناک لمبی تھی، کندھے چوڑے تھے، انگلیاں لمبی تھیں۔ مخلوق کے سامنے رہتے تھے۔ کفار پر نہایت سخت اور شدید تھے، اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور آپ کی زکوٰۃ، مالوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا تھا۔ آپ کسی سے کوئی وعدہ کرتے تو اسے ضرور پورا کرتے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو صادق الوعد فرمایا۔ (2)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ اپنے رب سے اسماعیل نے جو وعدہ کیا اسے پورا فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان الثوری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آپ کا ایک ساتھی مل کر ایک شہر میں آئے۔ آپ کے ساتھی نے آپ سے کہا یا تو میں بیٹھتا ہوں تم شہر میں جاؤ اور زادِ راہ خرید کر لا ؤ یا میں جاتا ہوں اور میں کھانا وغیرہ خرید کر لاتا ہوں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا تم جاؤ میں یہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کرتا ہوں۔ پس وہ شہر میں داخل ہوا اور بھول گیا اور پھر باہر چلا گیا۔ پورا سال آپ اس کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ سال کے بعد وہ شخص گزرا تو اس نے کہا آپ ابھی تک یہاں ہیں؟ حضرت اسماعیل نے فرمایا: میں نے تجھے کہا تھا کہ میں تیرے آنے تک یہاں رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ الخ۔

امام ابن جریر نے سہل بن سعد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اسماعیل علیہ السلام نے ایک شخص سے آنے کا وعدہ کیا تو وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 111 2۔ مستدرک حاکم، جلد 20، صفحہ 04-603، دار الکتب العلمیہ بیروت

شخص بھول گیا۔ حضرت اسماعیل سارا دن بھی وہاں ٹھہرے رہے اور رات بھی ٹھہرے رہے حتی کہ وہ شخص دوسرے دن آیا۔ اس نے کہا آپ یہاں سے نہیں گئے۔ حضرت اسماعیل نے فرمایا: نہیں۔ اس شخص نے کہا: میں بھول گیا تھا (معذرت!) حضرت اسماعیل نے فرمایا: میں کبھی بھی تیرے آنے سے پہلے یہاں سے نہ جاتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ۔ (1)

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت واثلہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد سے اسماعیل کو چنا اور اسماعیل کی اولاد سے کنانہ کو چنا۔ (2)

امام ابونعیم نے دلائل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے روز بارہ انبیاء میں مخلوق کا سردار ہوں گا۔ ان انبیاء میں سے ابراہیم، اسماعیل، اسحق اور یعقوب بھی ہیں۔

امام حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سب سے پہلے جس نے عربی بولی اور کتاب کو اپنے لفظ اور کلام پر لکھا پھر اسے ایک کتاب بنایا مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حتی کہ اس کی اولاد نے اس کے درمیان جدائی کی، وہ شخص حضرت اسماعیل تھے۔ (3)

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن بشیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے محمد بن علی سے پوچھا کہ سب سے پہلے عربی کس نے بولی، تو محمد بن اسماعیل نے فرمایا: اسماعیل بن ابراہیم نے بولی تھی جب کہ آپ تیرہ سال کے تھے۔ میں نے پوچھا کہ اس سے پہلے لوگ کون سی زبان بولتے تھے؟ انہوں نے فرمایا عبرانی۔ (4)

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت الواقدی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے بہت سے اہل علم سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماعیل کو پیدائش کے دن سے ہی عربی زبان الہام کی گئی تھی۔ ابراہیم کی تمام اولاد ابراہیم علیہ السلام کی لغت پر تھی۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت علی بن رباح اللخمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام عرب حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہیں۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کی قبر میزاب کے نیچے بیت اللہ اور حجر اسود کے درمیان ہے۔

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ٘ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾

''اور ذکر فرمائیے کتاب میں ادریس (علیہ السلام) کا، بے شک وہ بڑے راست باز تھے (اور) نبی تھے۔ اور ہم نے بلند کیا تھا انہیں بڑے اونچے مقام تک''۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 112، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، کتاب الفضائل، جلد 16، صفحہ 29 (2276) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مستدرک حاکم جلد 2، صفحہ 602، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 1، صفحہ 50، دار صادر بیروت

امام الحکم رحمہ اللہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ادریس علیہ السلام طویل القامت، ضخم البطن، عریض الصدر تھے، جسم پر بال قلیل تھے اور سر پر بال کثیر تھے۔ ایک آنکھ دوسری آنکھ سے بڑی تھی۔ آپ کے سینہ پر ایک سفید داغ تھا جو برص کا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب اہل زمین کا ظلم اور احکام الٰہی میں حدود سے تجاوز دیکھا تو ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چھٹے آسمان پر اٹھا لیا۔ قول تعالیٰ مَكَانًا عَلِيًّا سے یہی مراد ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ادریس علیہ السلام نوح علیہ السلام سے پہلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ انہوں نے انہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے اور ان اعمال پر عمل کرنے کو کہا تو انہوں نے انکار کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سیتے تھے اور ہر ٹانک پر سبحان اللہ کہتے تھے۔ اور شام کرتے تو زمین پر کوئی شخص ان سے از روئے عمل افضل نہ ہوتا، ایک دن ایک فرشتہ نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی اور عرض کی یا رب! مجھے حضرت ادریس سے ملنے کی اجازت دی جائے، اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت مرحمت فرما دی، وہ فرشتہ حضرت ادریس کے پاس آیا اور سلام کیا اور کہا: میں تم سے باتیں کرنے آیا ہوں، آپ نے فرمایا تو مجھ سے کیسے باتیں کرے گا۔ تو فرشتہ ہے اور میں انسان ہوں، پھر حضرت ادریس نے اس سے پوچھا کیا تیرا حضرت ملک الموت سے کوئی رشتہ، ناطہ ہے؟ فرشتے نے کہا وہ فرشتوں میں سے میرا بھائی ہے۔ حضرت ادریس نے کہا: کیا تو اس سے میری موت میں تاخیر کرا سکتا ہے؟ اس فرشتے نے کہا موت میں تقدیم و تاخیر تو ممکن نہیں ہے لیکن میں آپ کی خاطر ان سے بات کرتا ہوں، وہ آپ سے موت کے وقت نرمی کرے گا، اس فرشتے نے کہا تو میرے پروں کے درمیان سوار ہو جا، حضرت ادریس سوار ہو گئے، وہ فرشتہ انہیں اوپر والے آسمان پر لے گیا۔ ملک الموت نے حضرت ادریس سے اس فرشتے کے پروں کے درمیان ملاقات کی۔ فرشتے نے کہا اے ملک الموت! مجھے آپ سے ایک گزارش کرنی ہے، ملک الموت نے کہا مجھے آپ کی حاجت معلوم ہے، تم مجھ سے حضرت ادریس کے بارے بات کرنا چاہتے ہو۔ اس کا تو صحیفہ (حیات) سے نام مٹ چکا ہے اور اس کی زندگی تو فقط آنکھ جھپکنے کی دیر رہ گئی ہے، حضرت ادریس فرشتے کے پروں کے درمیان ہی فوت ہو گئے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت کعب سے حضرت ادریس علیہ السلام کے بلند مرتبہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: حضرت ادریس علیہ السلام ایک متقی شخص تھے۔ ان کا اتنا عمل بلند ہوتا جتنا کہ دنیا کے تمام لوگوں کا بلند ہوتا۔ وہ فرشتہ بہت متعجب ہوا جس کے ذریعے آپ کا عمل بلند ہوتا تھا۔ اس فرشتہ نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی اور عرض کی اے رب! مجھے اجازت مرحمت فرما کہ میں تیرے اس بندے کی زیارت کروں اسے اجازت دی گئی۔ وہ فرشتہ نیچے آیا اور کہا اے ادریس! مبارک ہو آپ کا اتنا نیک عمل بلند ہوتا ہے کہ اتنا تو تمام اہل زمین کا بھی بلند نہیں ہوتا۔ حضرت ادریس نے پوچھا تجھے کیسے علم ہے؟ اس نے کہا میں ایک فرشتہ ہوں اور میں اس دروازے پر ہوتا ہوں جس دروازے سے آپ کا عمل بلند ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تو فرشتہ ہے

تو گیا تو میری ملک الموت کے پاس سفارش نہیں کرے گا تا کہ وہ میری مدت حیات میں تاخیر کردے تا کہ میں عبادت الٰہی اور شکر الٰہی زیادہ کرلوں۔ فرشتے نے کہا جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی نفس کو مؤخر نہیں فرماتا، آپ نے فرمایا مجھے معلوم ہے لیکن میں نے اپنے آپ کو تسلی دینے کے لیے ایسا کیا ہے، فرشتے نے آپ کو اپنے پروں پر اٹھایا اور آسمان کی طرف لے گیا، اور اس نے ملک الموت سے کہا یہ ایک متقی شخص ہے، نبی ہے، اس کا اتنا عمل صالح بلند ہوتا ہے کہ اتنا تمام اہل زمین کا بھی بلند نہیں ہوتا۔ ان کی یہ بات مجھے بہت پسند آئی، میں نے اس سے ملاقات کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی۔ جب میں نے اس کو عمل کی بشارت دی تو اس نے مجھ سے سوال کیا کہ میں اس کے لیے آپ سے سفارش کروں کہ تم اس کی مدت حیات میں تاخیر کرو تا کہ یہ شکر اور عبادت زیادہ کرے۔ ملک الموت نے پوچھا یہ کون ہے؟ فرشتے نے کہا وہ ادریس علیہ السلام ہیں۔ ملک الموت نے اپنی کتاب میں دیکھا حتیٰ کہ انکے نام سے گزرے تو کہا اللہ کی قسم! ادریس کی عمر میں سے تو کچھ بھی باقی نہیں ہے، اس نے اسے مٹا دیا اور حضرت ادریس آسمان پر ہی وصال فرما گئے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا کے تحت روایت کیا ہے کہ آپ چھٹے آسمان پر اٹھائے گئے اور وہاں ہی آپ کا وصال ہو گیا۔

امام ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا کے تحت روایت کیا ہے کہ ہمیں حضرت انس بن مالک نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں نے ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔ (2)

ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ وہ چوتھے آسمان میں ہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ربیع نے بھی اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام اسی طرح اٹھائے گئے جس طرح عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے تھے اور وہ فوت نہیں ہوئے۔

امام ابن ابی حاتم نے حسن سند کے ساتھ ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ادریس ہی الیاس علیہ السلام ہیں۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت عمر مولیٰ غفرہ رحمہ اللہ سے اور وہ مرفوعاً بیان کرتے تھے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نبی متقی اور پاک آدمی تھے۔ انہوں نے اپنے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ تین دن لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتے اور چار دن زمین کی سیاحت کرتے اور اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرتے۔ اتنا ان کا نیک عمل بلند ہوتا جتنا کہ تمام انسانوں کا بلند ہوتا تھا۔ ملک الموت آپ سے رضائے الٰہی کے لیے محبت کرتے تھے۔ جب آپ سیاحت کے لیے نکلے تو ملک الموت ان کے پاس آ گیا، اس نے کہا اے اللہ کے نبی! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنی صحبت و معیت کی اجازت عطا فرمائیں، حضرت ادریس علیہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 341 (31883)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ سنن ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، کتاب التفسیر، جلد 8، صفحہ 511، دار الفکر بیروت

السلام آپ کو جانتے نہیں تھے۔ اس لیے فرمایا تو میری سنگت نہیں نبھا سکے گا۔ حضرت ملک الموت نے کہا کیوں نہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی طاقت عطا فرمائے گا، ملک الموت آپ کے ساتھ اسی دن نکلے حتیٰ کہ دن کے آخر میں حضرت ادریس ایک بکریوں کے چرواہے کے پاس سے گزرے، ملک الموت نے کہا اے اللہ کے نبی! ہمیں معلوم نہیں ہے کہ ہماری شام کہاں ہو جائے گی، اگر ہم ان بکریوں میں سے ایک بکری کا بچہ پکڑ لیں، تا کہ ہم اس سے روزہ افطار کریں۔ حضرت ادریس نے کہا۔ پھر اس قسم کی بات نہ کرنا تو مجھے ناجائز مال کی دعوت دے رہا ہے، جہاں ہماری شام ہوگی وہاں اللہ تعالیٰ ہمیں رزق عطا فرمادے گا۔ جب شام ہوئی اللہ تعالیٰ نے وہ رزق بھیج دیا جو پہلے ان کے پاس آتا تھا۔ حضرت ادریس نے ملک الموت سے کہا آؤ اور کھاؤ۔ ملک الموت نے کہا اللہ کی قسم! جس نے آپ کو نبوت سے نوازا ہے مجھے بھوک نہیں ہے، حضرت ادریس نے کھانا کھایا پھر دونوں نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو حضرت ادریس سست پڑ گئے تھک گئے، اکتا گئے اور اونگھنے لگے، لیکن ملک الموت پر اس قسم کی کوئی کیفیت طاری نہ ہوئی، حضرت ادریس کو اس پر بڑا تعجب ہوا۔ فرمایا میرا خیال تھا کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ عبادت کی طاقت رکھتا ہوں لیکن یہ شخص تو مجھ سے بھی زیادہ طاقت ور ہے۔ جب آپ نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو اپنی عبادت کو حقیر سمجھنے لگے۔ پھر صبح ہوئی تو دونوں چلتے رہے، جب دن کا آخر ہوا تو دونوں انگوروں کے باغ سے گزرے۔ ملک الموت نے کہا اے اللہ کے نبی! اگر ہم اس باغ سے کچھ انگور لے لیں (تو بہتر ہوگا) کیونکہ معلوم نہیں شام کہاں ہو جائے۔ حضرت ادریس نے فرمایا میں نے تجھے ایسے عمل سے منع نہیں کیا تھا۔ جہاں ہماری شام ہوگی اللہ تعالیٰ ہمارا رزق بھیج دے گا۔ شام ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رزق بھیج دیا۔ حضرت ادریس نے کھایا ملک الموت سے کہا آؤ، کھاؤ۔ تو انہوں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو شرف نبوت سے نوازا! مجھے اشتیاق نہیں ہے، حضرت ادریس بڑے متعجب ہوئے۔ پھر دونوں رات کو نماز پڑھنے لگے۔ حضرت ادریس پہلے کی طرح تھک گئے، اکتا گئے اور ڈھیلے ہو گئے لیکن ملک الموت پر اس قسم کی کوئی کیفیت طاری نہ ہوئی، اس وقت حضرت ادریس نے ملک الموت سے کہا تم اللہ کی قسم! آدم کی اولاد سے نہیں ہو۔ اس وقت ملک الموت نے کہا ہاں میں آدم کی اولاد سے نہیں ہوں، حضرت ادریس نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ملک الموت ہوں۔ ادریس علیہ السلام نے کہا تجھے میرے بارے حکم دیا گیا ہے؟ حضرت ملک الموت نے کہا اگر مجھے آپ کے متعلق حکم دیا گیا ہوتا تو میں کبھی آپ کو مہلت نہ دیتا، میں فقط اللہ کی رضا کے لیے آپ سے محبت کرتا ہوں، میں نے اسی کی خاطر آپ سے سنگت اختیار کی ہے، حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا اے ملک الموت! تو تین دن اور تین راتوں سے میرے ساتھ ہے، تو نے اس وقت کسی کی روح قبض نہیں کی؟ ملک الموت نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے نبی! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو شرف نبوت سے سرفراز فرمایا! میں آپ کے ساتھ ہوں جب سے آپ نے دیکھا ہے میں ہر نفس کی روح قبض کرتا ہوں جس کا مجھے حکم ملتا ہے، خواہ وہ زمین کے مشرق میں ہو یا مغرب میں ہو اور میرے نزدیک یہ ساری دنیا اس دسترخوان کی مانند ہے جو کسی شخص کے سامنے پڑا ہوتا ہے، وہ اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے جو چاہتا ہے اٹھا لیتا ہے۔ حضرت ادریس نے کہا اے ملک الموت! میں تجھ سے اسی ذات کے واسطہ سے سوال کرتا ہوتا ہوں جس کی وجہ سے تو نے مجھ سے محبت

کی ہے تو میری حاجت کو پورا کرے گا؟ ملک الموت نے کہا اے اللہ کے نبی! جو تو چاہتا ہے مجھ سے سوال کر۔ حضرت ادریس نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے موت کا ذائقہ چکھا دے۔ میری روح اور میرے جسم میں جدائی کر دے تا کہ میں موت کا ذائقہ چکھ لوں پھر تو میری روح لوٹا دے۔ ملک الموت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اجازت طلب کی تو انہیں اجازت مل گئی، ملک الموت نے آپ کی روح قبض کر لی اور آپ کی روح اور جسم کے درمیان جدائی کر دی۔ ملک الموت نے آپ کا چہرہ جھاڑا اور کہا اے اللہ کے نبی! میں یہ تو نہیں چاہتا تھا کہ میری صحبت سے آپ کو ایسا حصہ ملے۔ جب ادریس علیہ السلام کو افاقہ ہوا تو ملک الموت نے پوچھا جناب! موت کا ذائقہ کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا اے ملک الموت! میں موت کے متعلق بات کرتا تھا اور سنتا تھا، یہ تو میرے بیان کرنے اور سننے سے بہت عظیم ہے، پھر کہا اے ملک الموت! مجھے آپ سے ایک اور کام ہے۔ ملک الموت نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تو مجھے دوزخ دکھا تا کہ میں اس کو سرسری نظر دیکھ لوں، ملک الموت نے کہا آپ کو آگ سے کیا غرض، مجھے امید ہے آپ اس کو نہیں دیکھیں گے اور آپ آگ والوں سے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا بالکل درست ہے لیکن میں اس لیے دیکھنا چاہتا ہوں تا کہ اس کا خوف مجھ میں زیادہ ہو جائے۔ پس ملک الموت جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر گئے، کسی داروغے کو بلایا۔ انہوں نے جواب دیا اور پوچھا تو کون ہے؟ آپ نے فرمایا ملک الموت، جہنم کے داروغوں پر کپکپی طاری ہو گئی، پوچھا کیا ہمارے متعلق آپ کو حکم دیا گیا ہے؟ ملک الموت نے کہا اگر مجھے تمہارے متعلق حکم ملا ہوتا تو میں قطعاً تمہیں مہلت نہ دیتا، لیکن اللہ کے نبی حضرت ادریس علیہ السلام نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ تم اسے ایک نظر جہنم دکھاؤ۔ انہوں نے آپ کے لیے سوئی کے ناکے کے برابر کھولا تو اس کی اتنی گرمی اور لو آپ کو لگی کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ ملک الموت نے کہا اس کو بند کر دو۔ انہوں نے دوزخ کو بند کر دیا۔ پھر ملک الموت نے آپ کے چہرہ کو پونچھتے ہوئے کہا میں یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ آپ کو میری سنگت سے ایسا نصیبہ ملے۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو ملک الموت نے کہا اے اللہ کے نبی! کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا اے ملک الموت! میں دوزخ کے متعلق کہتا اور سنتا تھا لیکن یہ میرے کہنے اور سننے سے بہت عظیم ہے۔ پھر حضرت ادریس نے کہا: اے ملک الموت! میری ایک حاجت باقی ہے، ملک الموت نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا تو مجھے سرسری طور پر جنت دکھا دے، ملک الموت نے کہا اے اللہ کے نبی! مبارک ہو ان شاء اللہ آپ اہل جنت کے بہتر لوگوں میں سے ہیں۔ وہ آپ کی آرام گاہ اور لوٹنے کی جگہ ہے، حضرت ادریس نے کہا اے ملک الموت! میں اسے دیکھنا پسند کرتا ہوں تا کہ میرا اشتیاق اور شوق زیادہ ہو جائے۔ حضرت ملک الموت جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر گئے، اس کے نگرانوں کو بلایا۔ انہوں نے پوچھا تو کون ہے؟ فرمایا میں ملک الموت ہوں، فرشتوں پر کپکپی طاری ہو گئی، فرشتوں نے پوچھا کیا تمہیں ہمارا حکم دیا گیا ہے؟ فرمایا اگر مجھے تمہارا حکم ملا ہوتا تو میں کبھی تمہیں مہلت نہ دیتا لیکن اللہ کے نبی حضرت ادریس علیہ السلام نے سوال کیا ہے کہ وہ ایک نظر جنت کو دیکھ لیں، فرشتوں نے جنت کا دروازہ کھولا تو آپ کو اس کی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس ہوئی جو آپ کے دل میں بیٹھ گئی۔ آپ نے کہا اے ملک الموت! میں جنت میں داخل ہوتا اور اس کے پھل کھاتا اور اس کا پانی پینا چاہتا ہوں تا کہ میری رغبت اور طلب مزید بڑھ جائے، ملک الموت نے کہا داخل ہو جاؤ۔ آپ جنت میں گئے، اس

کے پھل کھائے اور اس کا پانی پیا۔ ملک الموت نے کہا اے اللہ کے نبی! اب جنت سے باہر تشریف لائیے آپ کی خواہش پوری ہو گئی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے روز انبیائے کرام کی معیت میں یہاں لوٹائے۔ آپ جنت کے درختوں میں سے ایک درخت کے تنے سے چمٹ گئے اور فرمایا میں تو باہر نہیں جاؤں گا۔ اگر تو چاہے کہ میں اس سلسلہ میں تجھ سے جھگڑا کروں تو میں آپ سے جھگڑا بھی کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی طرف پیغام بھیجا کہ اس سے جھگڑنے کا فیصلہ کر دے۔ ملک الموت نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ کے پاس جھگڑے کی دلیل کیا ہے؟ حضرت ادریس نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کل نفس ذائقة الموت (ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے) میں موت کا ذائقہ چکھ چکا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر ایک مرتبہ لازم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (مریم) ''تم میں سے ہر شخص جہنم پر وارد ہو گا یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے''۔ تو میں اس میں وارد ہو چکا ہوں کیا میں بار بار جہنم پر وارد ہوں گا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر ایک ہی مرتبہ وارد ہونا لازم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اللہ جنت کے متعلق فرمایا وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ (الحجر) جنتی جنت سے نہیں نکالے جائیں گے۔ کیا میں اس جگہ کو چھوڑ کر چلا جاؤں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی طرف وحی فرمائی کہ تیرا خصم میرا بندہ ادریس ہے، میرے عزت و جلال کی قسم! اس کے تخلیق کرنے سے پہلے میرے علم میں تھا کہ موت اس پر صرف ایک مرتبہ آئے گی جو یہ مر چکے ہیں اور یہ جہنم کو نہیں دیکھیں گے مگر ایک ورود جو یہ حاصل کر چکے ہیں اور وہ جنت میں اس گھڑی داخل ہوں گے جس گھڑی کہ یہ داخل ہوئے۔ اور یہ اس سے نکلنے والے نہیں ہیں۔ اے ملک الموت! اسے چھوڑ دے۔ انہوں نے تجھ سے جھگڑا کیا اور تجھ پر قوی دلیل کے ساتھ غالب آ گئے ہیں۔ جب حضرت ادریس علیہ السلام کا جنت میں ٹھہرنا ثابت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے جنت میں آپ کا دخول ساری مخلوق سے پہلے لازم کر دیا تو ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اظہار تعجب کیا، عرض کی اے ہمارے پروردگار! ہم حضرت ادریس سے اتنے ہزار سال پہلے پیدا کیے گئے ہیں اور ہم نے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی تیری نافرمانی نہیں کی تو نے حضرت ادریس کو تھوڑا عرصہ ہوا پیدا فرمایا۔ تو نے اس کو ہم سے پہلے جنت میں بھیج دیا ہے (اس کی کیا وجہ ہے؟) اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی طرف وحی بھیجی اے میرے ملائکہ! میں نے تمہیں اپنی عبادت، تسبیح اور اپنے ذکر کے لیے پیدا کیا ہے اور اسی ذکر و تسبیح میں تمہاری لذت رکھ دی ہے۔ میں نے تمہارے لیے کھانے پینے وغیرہ میں تمہاری لذت کو نہیں رکھا اور میں نے تمہیں ان چیزوں پر خود قوت بھی بخشی ہے اور میں نے زمین میں زینت، شہوت، لذت، گناہ اور محارم رکھ دیئے ہیں اور یہ بندۂ خدا ان تمام چیزوں سے فقط میری وجہ سے اجتناب کرتا رہا۔ اس نے میرے حکم کو اپنی خواہش پر ترجیح دی ہے، اس نے میری رضا اور محبت کو ترجیح دی ہے، تم میں سے جو حضرت ادریس کی جگہ پہنچنا چاہتا ہے وہ زمین پر اتر جائے، وہ حضرت ادریس جیسی میری عبادت کرے اور ادریس جیسے نیک اعمال کرے۔ اگر وہ ادریس جیسا عمل کرے گا تو میں اسے ادریس کی جگہ داخل کروں گا اور اگر وہ ایسا نہ کر سکا تو اس پر ظالمین کا ٹھکانا لازم ہو گا۔ ملائکہ نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہم ثواب کے متلاشی ہیں، ہم سزا نہیں چاہتے، ہم اپنے مکان و مرتبہ پر راضی ہیں جو تو نے ہمیں بخشا ہے اور ہم اس فضیلت پر شاداں و فرحاں ہیں جو تو نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔

تین فرشتے ہاروت و ماروت اور ایک فرشتہ زمین پر آنے کے لیے راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اگر تم اس پر جمع ہو گئے ہو تو اس سے بچو، میں تمہیں، سب سے بڑے گناہ جو میرے نزدیک چار ہیں، ان کے علاوہ جو تم گناہ کرو گے، وہ میں تمہارے معاف کر دوں گا اور اگر تم وہ چار گناہ کرو گے تو میں تمہیں معاف نہیں فرماؤں گا، فرشتوں نے پوچھا وہ گناہ کون سے ہیں؟ فرمایا، کسی بت کی پوجا نہ کرنا، کسی کا ناحق خون نہ بہانا، شراب نہ پینا اور کسی حرام عورت سے بدکاری نہ کرنا پس وہ فرشتے یہ تمام احکامات لے کر زمین پر اتر آئے۔ وہ زمین پر اسی طرح تھے جس طرح ادریس تھے، وہ چار دن سیاحت کرتے اور تین دن لوگوں کو نیکی کی تبلیغ کرتے اور انہیں عبادت الٰہی اور اطاعت الٰہی کی دعوت دیتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زہرہ نامی عورت کے ساتھ مبتلا کر دیا۔ وہ خوبصورت ترین عورت تھی۔ جب فرشتوں نے اسے دیکھا تو فریفتہ ہو گئے۔ چونکہ اس کی رسوائی پہلے ہی علم الٰہی میں موجود تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے اس کا ارادہ کر لیا تھا تو وہ سب احکامات اور اپنا منصب بھول گئے اور زہرہ سے خواہش نفس کا اظہار کر بیٹھے۔ زہرہ نے کہا تمہاری خواہش پوری ہو گی لیکن میرا خاوند ہے، میں تمہاری خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتی جب تک کہ تم میرے خاوند کو قتل نہیں کر دیتے، میں اس طرح تمہارے ساتھ ہو جاؤں گی۔ فرشتے ایک دوسرے سے کہنے لگے ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ ہم نے خون ریزی نہیں کرنی اور کسی حرام عورت سے بدکاری نہیں کرنی۔ لیکن ایسا کرنے کے بعد ان تمام گناہوں سے توبہ کر لیں گے۔ جب تیسرے فرشتے نے فتنہ کو محسوس کیا تو اسے اللہ تعالیٰ نے آسمان کے ذریعے اس سارے عمل سے بچا لیا۔ وہ آسمان میں چلا گیا اور برائی سے بچ گیا۔ ہاروت و ماروت زمین پر ٹھہرے رہے، کیونکہ ان کی تقدیر میں یہ عمل لکھا جا چکا تھا۔ پس ہاروت و ماروت نے زہرہ کے خاوند پر سختی کی اور اسے قتل کر دیا۔ جب انہوں نے زہرہ سے قربت کا ارادہ کیا تو اس نے کہا میرا ایک بت ہے جس کی میں عبادت کرتی ہوں، میں اس کی نافرمانی کو ناپسند کرتی ہوں۔ اگر تمہارا ارادہ ہے تو اس کو ایک سجدہ کرو، فتنہ نے انہیں اس کی طرف بھی دعوت دے دی۔ ایک نے دوسرے سے کہا ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم خون ریزی نہ کریں، کسی حرام عورت سے بدکاری نہ کریں لیکن ہم یہ سارے عمل کرنے کے بعد توبہ کر لیں گے۔ انہوں نے بت کو بھی سجدہ کر لیا۔ جب پھر وہ زہرہ کے قریب جانے لگے تو اس نے کہا میری اب ایک خواہش باقی رہ گئی ہے۔ ہاروت و ماروت نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میرے پاس ایک مشروب ہے، میرے لیے زندگی میں سارا لطف اسی سے ہے۔ فرشتوں نے کہا وہ کیا ہے؟ زہرہ نے کہا وہ شراب ہے۔ فتنہ نے انہیں اس کے ارتکاب پر برانگیختہ کیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم شراب نہ پئیں۔ دوسرے نے کہا ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم خون ریزی نہ کریں، ہم کسی حرام عورت سے بدکاری نہ کریں لیکن ہم یہ سب کچھ کرنے کے بعد توبہ کر لیں گے، پس دونوں نے شراب کے جام بھی چڑھا لیے۔ اب جب انہوں نے زہرہ کی قربت کا ارادہ کیا تو اس نے کہا اب صرف میری ایک خواہش باقی ہے، انہوں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا تم مجھے وہ ذکر سکھا دو جس کے ذریعے تم آسمان پر چڑھتے ہو، فرشتوں نے وہ بھی اسے سکھا دیا، جب زہرہ نے وہ ذکر پڑھا تو وہ آسمان پر چڑھ گئی۔ جب آسمان پر پہنچی تو ستارہ بنا دی گئی۔ جب وہ فرشتے ابتلاء میں ڈالے گئے تو وہ آسمان کی طرف بلند ہوئے تو آسمان کے دروازے ان پر بند کر دیئے گئے تھے۔ انہیں کہا گیا کہ آسمان پر خطا کار داخل

نہیں ہوسکتا۔ جب انہیں آسمان میں داخل ہونے سے روکا گیا تو انہیں پتہ چلا کہ وہ تو آزمائش اور فتنہ میں مبتلا کیے گئے تھے۔ وہ بارگاہ الٰہی میں روئے، گڑگڑائے، تضرع وزاری کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ تم دونوں پر میری ناراضگی اتر چکی ہے اور جو کچھ تم نے کیا ہے اس کی وجہ سے تم میری ناراضگی کے مستحق ہو چکے ہو۔ تم میرے ملائکہ کے ساتھ اطاعت وعبادت میں رہتے تھے حتیٰ کہ تم نے جو کیا ہے۔ اس کی وجہ سے تم میری ناراضگی کے مستحق ہو چکے ہو۔ تم میرے ملائکہ کے ساتھ اطاعت وعبادت میں رہتے تھے حتیٰ کہ تم نے نافرمانی کی اور میری معیت اور حکم عدولی کی وجہ سے اس منزل پر پہنچ گئے ہو۔ اب تم چن لو، چاہو تو دنیا کا عذاب پسند کرلو، چاہو تو آخرت کا عذاب لے لو، فرشتوں نے جان لیا کہ دنیا کا عذاب جتنا بھی طویل ہو بالآخر اس نے ختم ہو جانا ہے لیکن آخرت کے عذاب کے لیے تو زوال وانقطاع ہے ہی نہیں۔ پس انہوں نے دنیا کا عذاب اختیار کر لیا، پس وہ دونوں فرشتے بابل کے کنویں میں زنجیروں سے الٹے لٹکائے گئے ہیں۔ وہ قیامت تک اسی طرح رہیں گے۔

امام بن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت داؤد ابی ہند رحمہ اللہ کے طریق سے بعض صحابہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ملک الموت، حضرت ادریس علیہ السلام کے دوست تھے تو ایک دن انہیں حضرت ادریس علیہ السلام نے کہا اے ملک الموت! تو مجھے مار دے اور مجھے دکھا کہ موت کیسی ہے؟ ملک الموت نے کہا سبحان اللہ! اے ادریس! آسمانوں اور زمین والے موت سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں اور تم مجھ سے سوال کر رہے ہو کہ میں تجھے دکھاؤں کہ موت کیسی ہے؟ حضرت ادریس نے فرمایا: میں وہ دیکھنا چاہتا ہوں، جب حضرت ادریس علیہ السلام نے اصرار کیا تو ملک الموت نے کہا اے ادریس! میں تیری طرح حکم کا پابند عبد ہوں، مجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ راوی فرماتے ہیں: ملک الموت اوپر گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی یارب تیرے بندے نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں اسے موت دکھاؤں کہ وہ کیسی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے موت دے دے، ملک الموت نے کہا اے ادریس! ساری مخلوق موت سے بھاگتی ہے۔ حضرت ادریس نے فرمایا تو مجھے موت دکھا، جب حضرت ادریس کا وصال ہو گیا تو اب ملک الموت ان کی روح لوٹا نہیں سکتے تھے تو پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی یارب! ادریس علیہ السلام جس کیفیت میں ہیں تو دیکھ رہا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کی روح لوٹا دی، پھر جتنا اللہ نے چاہا، آپ زندہ رہے۔ پھر آپ نے ملک الموت سے کہا: مجھے جنت میں لے جا، میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں، ملک الموت نے کہا: ادریس! میں تو تیری طرح عبد مملوک ہوں، مجھے کسی امر کا اختیار نہیں ہے، حضرت ادریس نے اصرار کیا، تو ملک الموت نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گزارش کی یارب! تیرا بندہ ادریس مجھ پر اصرار کر رہا ہے، اس نے مجھ سے جنت دکھانے کا مطالبہ کیا ہے، میں نے اسے عرض کیا ہے کہ میں تو تمہاری طرح حکم کا بندہ ہوں، مجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسے جنت میں داخل کر دے۔ حضرت ملک الموت نے کہا اللہ تعالیٰ جو حضرت ادریس کے متعلق جانتے تھے میں نہیں جانتا تھا۔ پس ملک الموت نے آپ کو اٹھایا اور جنت میں پہنچا دیا۔ آپ وہاں ٹھہرے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ ملک الموت نے کہا: اب باہر چلیے۔ حضرت ادریس نے کہا نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى (الصافات:59) نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ﴿۴۸﴾ (الحجر) پس میں تو نہیں نکلوں گا۔ ملک الموت نے کہا یارب! تو سن رہا ہے جو

تیرا بندہ ادریس کہہ رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا بندہ سچ کہہ رہا ہے وہ تجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ پس تم خود جنت سے باہر چلے جاؤ! رمیرے بندے کو یہاں رہنے دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ادریس پہلے وہ نبی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا، آپ نیک اعمال کرتے تھے تو تمام لوگوں کے اعمال کے نصف کے برابر آپ کا عمل بلند ہوتا تھا پھر ایک فرشتہ آپ سے محبت کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے اس فرشتے نے آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، تو اسے اجازت مل گئی، وہ فرشتہ آپ کے پاس آیا اور آپ کی جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت تھی اس کا تذکرہ کیا، حضرت ادریس نے فرمایا: اے فرشتے! مجھے بتا میری کتنی عمر باقی ہے تا کہ میں عمل اور زیادہ کوشش کروں؟ فرشتے نے کہا اے ادریس! اس کے متعلق تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، حضرت ادریس نے کہا کیا تو یہ قدرت رکھتا ہے کہ تو مجھے آسمان پر لے جائے تا کہ میں اللہ کے ملک میں دیکھ لوں (کہ میری کتنی عمر باقی ہے) تا کہ میں عمل میں مزید کوشش کروں؟ فرشتے نے کہا نہیں۔ مگر یہ کہ میں تیری سفارش کرسکتا ہوں، پس سفارش کی گئی تو اسے حکم مل گیا۔ فرشتے نے آپ کو اپنے پروں کے اوپر اٹھایا اور وہ آپ کو اوپر لے گیا حتی کہ جب چھٹے آسمان پر پہنچے تو ملک الموت نے اللہ کے حکم کے مطابق اترتے ہوئے استقبال کیا، حضرت ادریس نے کہا اے ملک الموت! کہاں کا ارادہ ہے؟ ملک الموت نے کہا میں نے ادریس کی روح قبض کرنی ہے۔ پوچھ، تجھے اس کی روح کہاں قبض کرنے کا حکم ہے؟ ملک الموت نے کہا چھٹے آسمان میں۔ پس وہ فرشتہ حضرت ادریس کو دیکھ رہا تھا کہ آپ اپنے پاؤں کو حرکت دے رہے تھے اور وصال فرما گئے، تو اس فرشتے نے انہیں چھٹے آسمان میں ہی رکھ دیا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾

”یہ وہ (مقدس ہستیاں) ہیں جن پر انعام فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء (کرام کے زمرہ) سے، یہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور بعض ان کی اولاد جن کو ہم نے سوار کیا تھا (کشتی میں) نوح کے ساتھ اور بعض ابراہیم اور یعقوب کی اولاد سے تھے اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت دی اور چن لیا۔ جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے رحمٰن کی آیتیں تو وہ گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور (زار و قطار) روتے ہوئے“۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ انبیائے کرام کے نام ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، آدم علیہ السلام کی اولاد سے ادریس اور نوح علیہما السلام تھے اور نوح علیہ السلام کے ساتھ جو کشتی میں سوار کیے گئے وہ ابراہیم تھے اور ابراہیم کی اولاد اسماعیل، اسحٰق اور یعقوب علیہ السلام ہیں اور اسرائیل کی

اولاد سے موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے وَ اجْتَبَيْنَا کا معنی خَلَصْنَا روایت کیا ہے جس کا مطلب ہے ہم نے چن لیا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس تشریف لائے اور عبید بن عمیر کے پاس کھڑے ہو گئے جب کہ وہ آیات بیان کر رہے تھے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (مریم) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ (مریم:54) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ۔ ابن عباس نے فرمایا وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ (ابراہیم:5) ان کی تعریف کر جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے البکاء میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سورۂ مریم کی تلاوت کی اور سجدۂ تلاوت کیا پھر فرمایا یہ سجدہ تو ہو گیا لیکن رونا کہاں ہے۔(1)

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾ وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَ مَا خَلْفَنَا وَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾

”پس جانشین بنے ان کے بعد وہ ناخلف جنہوں نے ضائع کیا نمازوں کو اور پیروی کی خواہشات (نفسانی) کی سو وہ دوچار ہوں گے اپنی نافرمانی (کی سزا سے)۔ مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا ظلم نہیں کیا جائے گا۔ سدا بہار چمن کا وعدہ (خداوند) رحمٰن نے اپنے بندوں سے غیب میں کیا ہے یقیناً اس کا وعدہ پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ نہیں سنیں گے جنت میں کوئی لغو بات بجز

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 114، دار احیاء التراث العربی بیروت

سلامت رہو کی دعا یہ صدا اور انہیں ان کا رزق ملے گا وہاں ہر صبح وشام۔ یہ وہ جنت ہے جس کا ہم وارث بنا ئیں گے اپنے بندوں سے (صرف) اس کو جو متقی ہوگا۔ اور (جبرائیل! میرے نبی سے کہو) ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم سے، اسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا۔ وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سو اس کی عبادت کرو اور ثابت قدم رہو اس کی عبادت پر، کیا تم جانتے ہو کہ اس کا کوئی ہم مثل ہے"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے روایت کیا ہے کہ فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ سے مراد یہود ونصاری ہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اس امت کے لوگ ہیں جو راستوں پر جانوروں کی طرح سر عام بدکاری کرتے ہیں، نہ لوگوں سے حیا کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ صورت حال قیام قیامت کے قریب واقع ہوگی، زانی لوگ گلیوں میں بدکاری کریں گے۔

ابن ابی حاتم نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ کا مطلب تَرَكُوا الصَّلٰوةَ (نماز چھوڑ دی ہے)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نماز کا ضیاع اس کا ترک کرنا نہیں کیونکہ انسان کسی شے کو ضائع کرتا ہے لیکن اسے چھوڑتا نہیں ہے لیکن اِضَاعَة کا مطلب نماز کو وقت پر ادا نہ کرنا ہے۔

امام سعید بن منصور نے حضرت ابراہیم سے اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ کے تحت روایت کیا ہے کہ انہوں نے وقت پر نماز ادا نہ کی۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قاسم بن مخیمرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا ہے۔ اگر وہ بالکل چھوڑ دیں تو یہ کفر ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور خطیب رحمہما اللہ نے المتفق والمفترق میں حضرت عبد بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نماز کی اضاعۃ نماز کا ترک نہیں ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے نماز کے اوقات کو ضائع کیا۔

ابن ابی حاتم نے کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میں تورات میں منافقین کی یہ صفات پڑھتا ہوں، قہوے پینے والے، شہوات کو بیچنے والے، دوشیزاؤں کو لعنت کرنے والے، عشاء کی نماز سے سونے والے، صبح کے وقت میں کوتاہی کرنے والے، نمازوں کو چھوڑنے والے، جمعوں کو ترک کرنے والے۔ پھر یہ آیت پڑھی: فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ الخ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن الاشعث رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ جو دل دنیا کی شہوات سے معلق ہیں وہ مجھ سے محروم ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے اور ایک دوسرے شخص نے غسل کیا، ہمیں عمر بن خطاب نے دیکھ لیا، ہم میں ہر ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ حضرت عمر نے

فرمایا مجھے اندیشہ ہے، کہ تم ہی وہ ناخلف لوگوں سے ہو جن کا ذکر قرآن نے فرمایا ہے: فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ الخ۔(1)

احمد، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، حاکم، انہوں نے اسے صحیح کہا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ نے یہ آیت فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ الخ تلاوت فرمائی اور فرمایا: ایسے لوگ ساٹھ سال کے بعد ہوں گے پھر ایسے خلف (ظاہراً نیک لوگ) آئیں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے سینوں سے آگے تجاوز نہیں کرے گا۔ قرآن کو تین شخص پڑھتے ہیں: مومن، منافق اور فاجر۔(2)

امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری نسل میں اہل کتاب اور اہل اللبین ہلاک ہوں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اہل اللبین سے کون مراد ہیں؟ فرمایا جو لوگ شہوات کی اتباع کرتے ہیں اور نمازوں کو ضائع کرتے ہیں۔(3)

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ وہ صدقہ کے مستحق لوگوں کو صدقہ بھیجا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں: صدقہ میں سے کسی بربری اور بربریہ کو نہ دو کیونکہ میں خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ وہ خلف ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ الخ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو غصہ کی وجہ سے قتل کریں گے اور فیصلوں میں رشوت لیں گے، نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات کی پیروی کریں گے، ان کے لیے جھنڈا واپس نہیں کیا جائے گا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! ﷺ کیا وہ مومن ہیں؟ فرمایا وہ ایمان کے ساتھ پڑھتے ہوں گے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا کے تحت غَیًّا کا مطلب خسارہ روایت کیا ہے۔

امام الفریابی، سعید بن منصور، ہناد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: الغی جہنم ایک گہری نہر یا وادی ہے جو انتہائی گہری ہے، اس کا ذائقہ بڑا برا ہے، اس میں ان لوگوں کو پھینکا جائے گا جو شہوات کی اتباع کرتے ہیں۔(4)

ابن المنذر اور بیہقی نے البعث میں البراء بن عازب سے روایت کیا ہے کہ الغی جہنم کی ایک گہری اور بدبودار وادی ہے۔

امام ابن جریر، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دس اوقیہ وزن کی کنکری جہنم کی کنارے سے پھینکی جائے تو وہ اس کی گہرائی میں ستر سال میں پہنچے گی پھر وہاں سے غی اور اثام میں پہنچے گی۔ میں نے عرض کی (یارسول اللہ!) غی اور اثام کیا ہیں فرمایا جہنم

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 162 (7789)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 406 (3416)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، (3417)

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16 صفحہ 117

کے نیچے دونہریں ہیں جن میں دوزخیوں کی پیپ بہتی ہے اوران دونوں کا ذکر قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے: فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا (الفرقان) (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت نہشل عن ضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غی جہنم میں ایک وادی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ غی جہنم میں ایک نہر ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت شفی بن ماتع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جہنم میں ایک وادی ہے جسے غی کہا جاتا ہے اس میں خون اور پیپ بہتی ہے۔ یہ ان کے لیے ہے جن کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے غَيًّا کا معنی وادی روایت کیا ہے، اِلَّا مَنْ تَابَ یعنی جس نے گناہوں سے توبہ کرلی، وَاٰمَنَ اور اپنے رب پر ایمان لایا۔ وَعَمِلَ صَالِحًا اس نے وہ عمل صالح کیا جو اس کے اور اللہ کے درمیان تھا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا یعنی وہ جنت میں باطل بات نہیں سنیں گے۔

امام عبد بن حمید، ہناد، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ جنت میں ایک دوسرے کو گالی گلوچ نہیں کریں گے۔ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا فرمایا اس میں انہیں رزق صرف صبح وشام نہیں ملے گا بلکہ صبح وشام کے کھانے کی طرح جس وقت چاہیں گے انہیں رزق ملے گا۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ان نیک بختوں کو آخرت میں اسی مقدار میں صبح وشام کا کھانا دیا جائے گا جتنا کہ انہیں دنیا میں دیا گیا تھا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے الولید بن مسلم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے زہیر بن محمد سے وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: جنت میں نہ رات ہے نہ سورج ہے اور نہ چاند ہے، جنتی ہمیشہ نور میں رہیں گے۔ ان کے لیے دن اور رات کی مقدار ہوگی۔ وہ رات کی مقدار کو پردوں کے لٹکانے اور دروازوں کے بند کرنے کے ساتھ پہچانیں گے اور دن کی مقدار کو پردوں کے اٹھانے اور دروازوں کو کھولنے کے ساتھ پہچانتے ہوں گے۔ (2)

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ابان عن الحسن وابی قلابہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا جنت میں رات ہے؟ فرمایا تجھے کس چیز نے اس سوال پر ابھارا؟ اس نے عرض کی: میں نے اللہ کی کتاب سے سنا ہے وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا میں نے بُكْرَةً وَّعَشِيًّا سے رات مراد لی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں کوئی رات نہیں ہے، وہاں روشنی اور نور ہے۔ صبح کو شام پر اور شام کو صبح پر لوٹایا جائے گا۔ ان (جنتیوں) کے پاس دنیا میں جن نمازوں کے اوقات میں وہ نماز پڑھتے تھے ان اوقات میں اللہ کی طرف سے تحائف آئیں گے اور فرشتے ان پر سلام کریں گے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 117، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 119

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عربوں کے زمانہ میں صرف ایک ہی کھانا ہوتا تھا، جو دو وقت کا کھانا کھاتا تھا اسے کہا جاتا تھا کہ وہ ناعم (نعمتوں والا) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رزق کی رغبت دلانے کے لیے یہ ارشاد فرمایا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو شخص صبح و شام کھانا کھاتا تھا اسے نعمتوں والا کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے متعلق فرمایا: وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت کی صبحوں میں سے کوئی صبح نہیں۔ جب کہ جنت میں ہر لحہ صبح ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ولی کے پاس اس میں آہو چشم حوروں میں سے ایک بیوی بھیجی جائے گی۔ ان میں سے ادنی وہ ہوگی جو زعفران سے پیدا کی گئی ہوگی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُوْرِثُ میں نُوْرِثُ کو نون کے ساتھ اور واؤ کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن شوذب رحمہ اللہ سے تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا کے تحت روایت فرمایا ہے کہ کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا مگر جنت میں اس کے لیے گھر اور بیویاں ہوں گے، جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ مومن کو کفار کی منازل سے اتنی اتنی منزلیں عطا فرمائے گا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے مِنْ عِبَادِنَا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت داؤد بن ابی ہند سے مَنْ كَانَ تَقِيًّا کے تحت روایت کیا ہے کہ جو موحد ہوگا۔

امام احمد، بخاری، مسلم، عبد بن حمید، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل سے فرمایا: تمہیں کون سا امر مانع ہے کہ تو ہماری کثرت سے زیارت نہیں کرتا؟ تو یہ آیت نازل ہوئی وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ الخ(1)۔ ابن المنذر، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے یہ زائد ذکر کیا ہے یہ محمد ﷺ کے لیے جواب تھا۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کون سی جگہیں اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں اور کون سی جگہیں اسے مبغوض ہیں۔ فرمایا میں نہیں جانتا حتی کہ جبرئیل سے پوچھ لوں، اس نے آپ ﷺ کے پاس آنے سے دیر لگا دی۔ فرمایا (اے جبرئیل) تو نے دیر لگا دی حتی کہ میں نے گمان کیا کہ میرا رب مجھ پر ناراض ہو گیا ہے۔ جبرئیل نے کہا وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جبرئیل امین نبی کریم ﷺ کے پاس چالیس دن بعد آئے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا تم تشریف نہیں لائے حتی کہ میں تمہارا انتہائی مشتاق ہو گیا تھا، جبرئیل نے عرض کی مجھے بھی آپ کی ملاقات کا اشتیاق تو تھا لیکن میں حکم الٰہی کا پابند ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل سے

1۔ سنن ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، جلد 8، صفحہ 512 (3158)، دار الفکر بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16 صفحہ 120

فرمایا میرے محبوب سے کہہ دے کہ وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت فرمایا ہے کہ جبرئیل مکہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف نہ لائے حتی کہ آپ پریشان ہو گئے اور آپ پر یہ کیفیت بڑی گراں ہوگئی، آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ کے سامنے اس کا ذکر کیا تو حضرت خدیجہ نے فرمایا شاید تیرے رب نے تجھے چھوڑ دیا ہے یا تجھ سے ناراض ہو گیا ہے، پس اس وقت جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى ﴿۳﴾ (الضحیٰ) فرمایا اے جبرئیل! بڑی دیر لگا دی حتی کہ میرا گمان درست نہ رہا۔ جبرئیل نے کہا وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جبرئیل بارہ راتیں سرکار کے پاس تشریف نہ لائے۔ جب تشریف لائے تو فرمایا جبرئیل تو نے دیر لگا دی حتی کہ مشرکین ہر قسم کا گمان کرنے لگے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔(1)

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پیغامات کے آنے میں رسول اللہ ﷺ پر دیر ہوگئی تو پھر جبرئیل تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل! تجھے کس چیز نے روکا تھا۔ اس نے کہا ہم تمہارے پاس کیسے آتے جب کہ تم اپنے ناخن نہیں کاٹتے اور اپنی انگلیوں کے جوڑ صاف نہیں کرتے اور اپنی مونچھیں نہیں کٹواتے اور مسواک نہیں کرتے اور یہ آیت تلاوت کی وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جبرئیل نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف نہ لائے تو رسول اللہ ﷺ کو اس سے بہت تکلیف اور پریشانی ہوئی پھر جبرئیل آپ کے پاس آئے اور کہا اے محمد! (ﷺ) وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ۔ اس آیت میں مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا سے مراد دنیا ہے اور وَ مَا خَلْفَنَا سے مراد آخرت ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے بھی مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا سے مراد دنیا اور وَ مَا خَلْفَنَا سے مراد آخرت نقل کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا سے مراد امر آخرت ہے اور وَ مَا خَلْفَنَا سے مراد امر دنیا ہے اور وَ مَا بَیْنَ ذٰلِكَ سے مراد دنیا و آخرت کا درمیانی عرصہ ہے۔

ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وَ مَا بَیْنَ ذٰلِكَ سے مراد دونوں صوروں کے درمیان کا عرصہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا یعنی اے محمد! ﷺ تیرے رب کی یہ شان نہیں کہ وہ تجھے فراموش کر دے۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، البزار، طبرانی، ابن مردویہ، بیہقی نے سنن میں اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ مرفوع روایت فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس چیز کو حلال قرار دیا ہے وہ حلال ہے اور جس کو حرام قرار دیا ہے وہ حرام ہے اور جس کے بارے میں کوئی اظہار نہیں فرمایا وہ عافیت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے عافیت کو قبول کرو، اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولا نہیں ہے وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا۔(2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 121
2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 8-407 (3419)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے گھی، پنیر اور پوستین بنانے والوں کے متعلق پوچھا تو فرمایا حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس کے متعلق کچھ اظہار نہیں فرمایا وہ ان چیزوں میں ہے جن کو اس نے معاف فرمایا۔ (1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا کے تحت روایت فرمایا ہے: هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا یعنی کیا تو اپنے رب کی کوئی مثال اور شبیہ جانتا ہے۔ (2)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے جسے رحمٰن کہا جاتا ہو۔ (3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اے محمد! ﷺ کیا آپ اپنے الٰہ کی کوئی اولاد جانتے ہیں؟۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا کا مجھے مطلب بتائیں تو ابن عباس نے فرمایا: کیا تو اس کا کوئی بیٹا جانتا ہے، نافع نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا:

أَمَّا السَّمِيُّ فَأَنْتَ مِنْهُ مُكْثِرٌ وَالْمَالُ مَالٌ يَغْتَدِيْ وَيَرُوْحُ

''اولاد کے اعتبار سے تو اس سے زیادہ ہے مال تو وہ ہے جو صبح وشام کھاتا ہے''۔

وَ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَ اِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا ﴿۶۶﴾ اَوَ لَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ یَكُ شَیْـًٔا ﴿۶۷﴾ فَوَ رَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَ الشَّیٰطِیْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِیًّا ﴿۶۸﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِیْعَةٍ اَیُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا ﴿۶۹﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِیْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِیًّا ﴿۷۰﴾ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا ﴿۷۱﴾ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا ﴿۷۲﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا ۙ اَیُّ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 129 (7115)، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 123

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 407 (3420)

الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ أَحْسَنُ نَدِيًّا ۝ وَ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَّ رِءْيًا ۝ قُلْ مَن كَانَ فِي الضَّلَٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ مَدًّا ۚ حَتَّىٰٓ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَ إِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ أَضْعَفُ جُندًا ۝ وَ يَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَ الْبَٰقِيَٰتُ الصَّٰلِحَٰتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا ۝ أَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِـَٔايَٰتِنَا وَ قَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ۝ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَ نَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝

”اور انسان (از راہ انکار) کہتا ہے کہ کیا جب میں مرجاؤں گا تو مجھے پھر زندہ کر کے نکالا جائے گا۔ کیا یاد نہ رہا انسان کو کہ ہم نے ہی پیدا کیا اسے اس سے پہلے حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ سو (اے محبوب!) تیرے رب کی قسم! ہم جمع کریں گے انہیں بھی اور شیطانوں کو بھی پھر حاضر کریں گے ان سب کو جہنم کے اردگرد کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے۔ پھر ہم (چن چن کر) الگ کر دیں گے ہر گروہ سے ان لوگوں کو جو (خداوند) رحمٰن کے سخت نافرمان تھے۔ پھر ہم ہی خوب جانتے ہیں ان لوگوں کو جو زیادہ مستحق ہیں اس آگ میں تپائے جانے کے۔ اور تم سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کا گزر دوزخ پر ہوگا۔ یہ آپ کے رب پر لازم ہے (اور اس کا) فیصلہ ہو چکا ہے۔ پھر ہم نجات دیں گے پرہیزگاروں کو اور رہنے دیں گے ظالموں کو دوزخ میں کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے۔ اور جب تلاوت کی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں وضاحت سے تو کافر کہتے ہیں ایمان والوں سے (یہ تو بتاؤ) ہم دونوں گروہوں میں سے کس کی رہائش گاہ آرام دہ ہے اور کس کی نشست گاہ خوب صورت ہے۔ اور (ان احمقوں نے یہ نہ سوچا) کہ کتنی قومیں ان سے پہلے تھیں جن کو ہم نے برباد کر دیا وہ ساز و سامان اور ظاہری سج دھج میں (ان سے) بہتر تھیں۔ آپ فرمائیے جو گمراہی میں (مگن) ہو تو ڈھیل دیئے رکھتا ہے اسے رحمٰن لمبی ڈھیل یہاں تک کہ جب دیکھیں گے وہ چیز جس کا وعدہ کیا گیا ہے یعنی عذاب یا قیامت تو اس وقت انہیں پتہ چلے گا کہ کون مکان کے لحاظ سے برا اور لشکر کے اعتبار سے کمزور ہے۔ اور زیادہ کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں (کے نور) ہدایت کو اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے اور انہیں کا انجام اچھا ہے۔ کیا آپ نے دیکھا اس کو جس نے انکار کیا ہماری آیتوں کا اور کہنے لگا کہ مجھے ضرور ضرور

دیا جائے گا مال اور اولاد۔ (اس لاف زنی کی وجہ کیا ہے) کیا وہ آگاہ ہو گیا ہے غیب پر یا لے لیا ہے اس نے (خداوند) رحمٰن سے کوئی وعدہ۔ ہرگز ایسا نہیں ہم لکھ لیں گے جو یہ کہہ رہا ہے اور لمبا کر دیں گے اس کے عذاب کو خوب لمبا کرنا"۔

امام ابن المنذر نے ابن جریج سے وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ کے تحت روایت کیا ہے کہ انسان سے مراد عاص بن وائل ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَسَوْفَ اُخْرَجُ کو الف کے رفع کے ساتھ پڑھتے تھے اور اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ یاء کے نصب اور کاف کے رفع کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جِثِيًّا کا مطلب قُعُوْدًا (بیٹھے ہوئے) روایت کیا ہے اور عِتِيًّا کا معنی معصیت روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس سے عِتِيًّا کا معنی عِصِيًّا (نافرمانی کرنے والا) روایت کیا ہے۔ (1)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے معلوم نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عِتِيًّا اور جِثِيًّا کو کیسے پڑھا۔ اور یہ دونوں عین اور جیم کے ضمہ کے ساتھ ہیں۔ (2)

امام عبد اللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں اور بیہقی نے البعث میں حضرت عبد اللہ بن باباہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گویا تمہیں جہنم کے قریب ایک ٹیلہ نما اونچی جگہ پر گھٹنوں کے بل بیٹھے دیکھ رہا ہوں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عِتِيًّا کو عین کے ضمہ کے ساتھ جِثِيًّا کو جیم کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور صلیا کو صاد کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جِثِيًّا کا مطلب کھڑا ہونا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے لَنَنْزِعَنَّ کا معنی لَنُبْدِيَنَّ روایت کیا ہے (ہم ظاہر کریں گے)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ الآیہ یعنی ہر دین والوں کے قائدین اور شریر سرداروں کو چن چن کر نکال لیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا کے تحت روایت کا ہے کہ ہر گروہ سے ہم الگ کر دیں گے ان لوگوں کو جو دنیا میں خداوند رحمٰن کے سخت نافرمان تھے۔

امام ہناد، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابو الاحوص رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ یعنی یکے بعد دیگرے جرم کے اعتبار سے جو بڑے بڑے ہوں گے انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پہلے اور پچھلے سب جمع کیے جائیں گے۔ جب ان کی تعداد مکمل ہو جائے گی تو پھر جس کا جرم بڑا ہوگا پہلے اسے اٹھایا جائے گا۔ پھر یہ آیت پڑھی فَوَرَبِّكَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 125، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 267 (2962)، دارالکتب العلمیہ بیروت

لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۚ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا۔

امام ابوعبید، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ فرماتے ہیں ہر قوم سے جو رحمٰن کا زیادہ نافرمان اور کفر کرنے والا ہوگا اسے نکالیں گے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا کے تحت روایت فرمایا ہے کہ یہ لوگ جہنم میں ہمیشہ رہنے کے زیادہ مستحق ہیں۔

امام الحرث بن ابی اسامہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین چمڑے کی طرح پھیلا دی جائے گی اور اس کی وسعت میں اتنا اتنا اضافہ کیا جائے گا۔ تمام لوگ ایک ہی میدان میں ہوں گے، جن وانس اکٹھے ہوں گے۔ اس دن آسمان دنیا کو زمین پر اتارا جائے گا اور اہل آسمان، اہل زمین سے کئی گناہ زیادہ ہوں گے۔ وہ زمین پر پھیلیں گے تو اہل زمین ان کے پاس آئیں گے اور پوچھیں گے کیا تم میں ہمارا رب ہے؟ وہ ان کی اس بات سے گھبرا جائیں گے اور کہیں گے ہمارا پروردگار پاک ہے ہر نقص اور عیب سے۔ ہم میں وہ نہیں ہے۔ وہ آنے والا ہے۔ پھر دوسرے آسمان والوں کو زمین پر مسلط کیا جائے گا۔ دوسرے آسمان والے آسمان دنیا والوں اور تمام زمین والوں یعنی جن وانس سے ڈبل ہوں گے۔ جب وہ زمین پر پھیلیں گے تو اہل زمین گھبرائے ہوئے ان کے پاس آئیں گے اور پوچھیں گے جناب کیا تم میں تمہارا رب ہے؟ وہ ان کی اس بات سے گھبرا جائیں گے اور کہیں گے پاک ہے ہمارا پروردگار! وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ آنے والا ہے۔ پھر ہر آسمان والوں کا اسی طرح فیصلہ کیا جائے گا۔ جب تمام آسمان والے نیچے آجائیں گے اور ہر آسمان والوں کی تعداد نیچے والے آسمان والوں سے اور تمام اہل زمین سے ڈبل ہوگی۔ پھر جب زمین پر وہ بکھر جائیں گے تو اہل زمین گھبرائے ہوئے ان کے پاس آئیں گے اور پوچھیں گے جس طرح انہوں نے پہلے آسمان والوں سے پوچھا اور وہ آسمان والے بھی اسی طرح جواب دیں گے جس طرح پہلے آسمان والوں نے دیا تھی کہ ساتویں آسمان والوں کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور ساتویں آسمان والے پہلے آسمان والوں سے زیادہ ہوں گے اور تمام اہل زمین سے بھی ڈبل ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق آئے گا اور امتیں گھٹنوں کے بل صفوں میں ہوں گی۔ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا: اس دن تم جان لو گے کہ ٹیلے والے کون ہیں، اللہ تعالیٰ کی ہر حال میں حمد کرنے والے کھڑے ہو جائیں، پس وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر وہ جنت کی طرف چلے جائیں گے، پھر دوسری ندا دے گا: تم اس دن اصحاب کرم کو جان لو گے۔ کہاں ہیں وہ جن کے پہلو اپنے بستروں سے جدا ہوتے تھے، اپنے رب کو خوف اور امید کی حالت میں پکارتے تھے اور ہم نے جو انہیں رزق دیا تھا اس سے خرچ کرتے تھے (السجدہ: 16) پس وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور جنت میں چلے جائیں گے۔ پھر تیسری مرتبہ ندا آئے گی، لوگ جان لیں گے کہ اصحاب کرم کون ہیں، کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں ان کی تجارت اور بیع اللہ کے ذکر اور نماز کے قائم رکھنے اور زکاۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی تھی وہ ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں دل اور آنکھیں پھر جائیں گے (النور: 37) وہ بھی کھڑے ہوں گے اور جنت میں چلے جائیں گے۔ جب یہ تینوں گروہ نکال لیے جائیں گے تو

آگ سے ایک گردن نکلے گی۔ وہ تمام مخلوق کو دیکھے گی۔ اس کی دو آنکھیں اور ایک فصیح زبان ہوگی، وہ کہے گی مجھے تین شخصوں پر مسلط کیا گیا ہے: ہر جابر انا ڑی پر، پس وہ اسے اس طرح اچک لے گی جیسے پرندہ تل کے دانے کو اچک لیتا ہے پھر وہ انہیں جہنم میں بند کر دے گی۔ پھر وہ دوبارہ نکلے گی اور کہے گی میں ہر اس شخص پر مسلط کی گئی ہوں جس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی۔ پس وہ ایسے لوگوں کو اس طرح صفوں سے اچک لے گی جیسے پرندہ تل کا دانہ اچک لیتا ہے۔ پھر وہ انہیں جہنم میں بند کر دے گی۔ پھر وہ تیسری مرتبہ نکلے گی اور کہے گی مجھے اصحاب تصاویر پر مسلط کیا گیا ہے۔ پھر انہیں صفوں سے اٹھا لے گی اس طرح کہ جس طرح پرندہ تل کا دانہ اٹھا لیتا ہے۔ پھر انہیں بھی جہنم میں قید کر دے گی، جب ان میں سے تین تین پکڑے جائیں گے اور صحیفے پھیلا دیئے جائیں گے، میزان رکھے جائیں گے تو اس کے بعد لوگوں کو حساب کے لیے بلایا جائے گا۔

امام احمد، عبد بن حمید، حکیم ترمذی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابوسمیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمارا اختلاف ہوا جہنم پر وارد ہونے کے متعلق تو بعض نے کہا مومن وارد نہیں ہوگا، بعض نے کہا تمام لوگ وارد ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ متقین کو نجات دے گا، میری ملاقات جابر بن عبد اللہ سے ہوئی۔ میں نے ان کے سامنے یہ مسئلہ ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا میرے یہ کان بہرے ہو جائیں، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنا ہو ہر نیکو کار اور فاجر جہنم پر وارد ہوگا، وہ مومن پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی، جس طرح حضرت ابراہیم پر ہوئی تھی حتی کہ آگ کی ٹھنڈک کی وجہ سے ان کی چیخیں نکل رہی ہوں گی ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا الخ۔(1)

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، ہناد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے البعث میں مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نافع بن الازرق اور ابن عباس کا جھگڑا ہوا۔ ابن عباس نے فرمایا ورود سے مراد دخول ہے۔ نافع نے کہا یہ معنی نہیں ہے۔ ابن عباس نے یہ آیت پڑھی اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝ (الانبیاء) اور فرمایا وہ وارد ہوں گے یا نہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ (ہود:98) پھر فرمایا اس آیت کے مطابق وارد ہوں گے یا نہیں۔ میں اور تم سب داخل ہوں گے پھر دیکھ ہم اس سے نکلتے ہیں یا نہیں۔(2)

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا سے مراد یہ ہے کہ فاسق و فاجر سب داخل ہوں گے کیا تم نے یہ ارشاد سماعت نہیں فرمایا فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ (ہود) اسی طرح ارشاد ہے وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا "اور اس روز ہانک کر لائیں گے مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے جانوروں کی طرح"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کچھ افراد نے عاص بن وائل سے قرضہ لینا تھا، وہ اس سے لینے کے لیے آئے تو اس نے کہا کیا تم کہتے نہیں ہو کہ جنت میں سونا، چاندی، ریشم اور ہر قسم کے پھل ہیں؟ صحابہ کرام نے کہا کیوں نہیں، وہاں تو یہ سب چیزیں ہیں۔ اس نے کہا پس تمہارے قرضے کی ادائیگی کا دن آخرت ہے، اللہ کی قسم! مجھے مال اور اولاد دی جائے گی اور مجھے تمہاری کتاب کی طرح کتاب دی جائے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 630 (8744)، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 126

گی جیسی تم لاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا الآیات۔

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: صحابہ کرام میں کسی آدمی کا ایک مشرک پر قرض تھا۔ وہ اس سے مانگنے کے لیے گیا تو اس نے کہا کیا اس شخص کے ساتھ نہیں ہے؟ صحابی نے کہا کیوں نہیں۔ میں اس (نبی کریم ﷺ) کے ساتھ ہوں۔ اس مشرک (عاص بن وائل) نے کہا کیا وہ تمہارا ساتھی کہتا نہیں ہے کہ تمہارے لیے، جنت، دوزخ، اموال اور بیٹے ہوں گے۔ صحابی نے کہا کیوں نہیں انہوں نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ اس مشرک نے کہا میں تمہیں یہ قرض وہاں (جنت) میں ادا کروں گا۔ پس یہ آیات نازل ہوئیں اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا (الآیات)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اَطَّلَعَ الْغَيْبَ کے تحت روایت کیا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اسے غیب پر مطلع کیا ہے، یہ بھی اس کے لیے نہیں ہے یا کسی عمل صالح کی بنا پر اس نے رحمٰن سے عہد لے لیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا یعنی کیا اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے جس کی بنا پر وہ ایسا ہونے کی امید رکھتا ہے۔

وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَ يَاْتِيْنَا فَرْدًا ۝ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝

"اور ہم ہی وارث ہوں گے جو وہ کہتا ہے (یعنی اس کے مال و اولاد کے) اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔ اور انہوں نے بنا لیے ہیں اللہ کے سوا اور خدا کہ وہ ان کے لیے مددگار بنیں۔ ہرگز نہیں وہ جھوٹے خدا انکار کر دیں گے ان کی عبادت کا اور وہ (الٹے) ان کے دشمن ہو جائیں گے"۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ ہم اس کے مال اور اولاد کے وارث ہوں گے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم اس کے مال اور اولاد کے وارث ہوں گے اور جس شخص نے یہ گستاخی کی تھی وہ عاص بن وائل تھا۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے ہم اس کے وارث ہوں گے اور ابن مسعود کی قرات میں (وَنَرِثُهٗ مَا عِنْدَهٗ) کے الفاظ ہیں۔ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا، نہ اس کے پاس مال ہوگا اور نہ اولاد ہوگی۔ (1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابونہیک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ کو کاف کے ضمہ کے

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 365، دار الکتب العلمیہ بیروت

ساتھ پڑھتے تھے اور بِعِبَادَتِهِمْ میں ضمیر کا مرجع بت ہیں یعنی وہ بت اس مشکل گھڑی میں مشرکین کی عبادت کا انکار کریں گے۔

امام ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ضِدًّا کا معنی اَعْوَاناً (مددگار) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: قیامت کے روز ان کے بت دوزخ میں ہوں گے اور مشرکین پر آگ کو بھڑ کانے میں مددگار ہوں گے یعنی ان کے بت ان سے جھگڑا کریں گے اور روز قیامت ان کی تکذیب کریں گے۔

عبد بن حمید نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ضِدًّا کا مطلب حسرت ہے یعنی وہ ان پر حسرت کا اظہار کریں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کافر اور ان کے بت دوزخ میں اکھٹے ہوں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور ایک دوسرے سے برأت کا اظہار کریں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ ضِدًّا کا مطلب دشمن ہیں یعنی وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے الضد کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے حمزہ بن عبد المطلب کا یہ شعر پڑھا۔

وَاِنْ تَكُوْنُوْالَهُمْ ضِدًّا تَكُنْ لَكُمْ ضِدًّا بِغَلْبَاءَ مِثْلِ اللَّيْلِ مَكْتُوْمِ

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾

"کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ ہم نے مسلط کر دیا ہے شیطانوں کو کفار پر وہ انہیں (اسلام کے خلاف) ہر وقت اکساتے رہتے ہیں۔ پس عجلت نہ کیجئے ان پر (نزول عذاب کے لیے) ہم گن رہے ہیں ان کے ایام زندگی کو اچھی طرح۔ وہ دن جب ہم اکٹھا کریں گے پرہیز گاروں کو رحمٰن کے حضور میں (معزز و مکرم مہمان بنا کر)۔ اور اس روز ہانک کر لائیں گے مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے جانوروں کی طرح۔ انہیں کوئی اختیار نہیں ہوگا شفاعت کا بجز ان کے جنہوں نے (خداوند) رحمٰن سے کوئی وعدہ لے لیا ہے"۔

امام ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ شیطانوں کو کفار پر ہم مسلط کرتے ہیں جو انہیں پوری طرح اغوا کر لیتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تَؤُزُّهُمْ کا مطلب یہ روایت کا ہے کہ وہ شیاطین مشرکوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کرام کے خلاف اکساتے رہتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے تَؤُزُّهُمْ اَزًّا کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ شیاطین انہیں مسلمانوں کے خلاف اس طرح اکساتے ہیں جیسے کتے کو شکار پر اکسایا جاتا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: تَؤُزُّهُمْ اَزًّا یعنی وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر اکساتے رہتے ہیں۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ کا ارشاد اس طرح ہے جیسے یہ آیت کریمہ ہے وَ مَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ (زخرف) ''اور جو شخص (دانستہ) اندھا بنتا ہے رحمٰن کے ذکر سے تو ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کے لیے ایک شیطان پس وہ ہر وقت اس کا رفیق رہتا ہے''۔

امام ابن الانباری نے الوقف میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے ان سے کہا کہ مجھے تَؤُزُّهُمْ اَزًّا کا مطلب بیان فرمائیں تو ابن عباس نے فرمایا وہ انہیں بھڑکاتے رہتے ہیں، اسی معنی میں یہ لفظ ایک شاعر نے استعمال کیا ہے:

حَكِیْمٌ اَمِیْنٌ لَا یُبَالِیْ بِخَبْلَةٍ — اِذَا اَزَّهٗ الْاَقْوَامُ لَمْ یَتَرَمْرَمِ

''وہ حکیم ہے امین ہے بخل کی پرواہ نہیں کرتا۔ جب قومیں اسے اکساتی ہیں تو وہ خاموش نہیں رہتا''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا یعنی دنیا میں جو وہ سانس لے رہے ہیں وہ شمار کیے ہوئے ہیں، ایسے جس طرح ان کے سال اور ان کی عمریں شمار کی ہوئی ہیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی سے روایت کیا ہے کہ ہم ان کی ہر چیز حتیٰ کہ سانس بھی گن رہے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وَفْدًا کا معنی رُكْبَانًا (یعنی سوار ہو کر) روایت کیا ہے۔(2)

امام ابن جریر، ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی بارگاہ میں اونٹوں پر سوار کر کے اکٹھا کریں گے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم انہیں عمدہ اونٹنیوں پر سوار کر کے رحمٰن کے حضور پیش کریں گے اور ان اونٹنیوں کے کجاوے زمرد، یاقوت کے ہوں گے اور جو رنگ چاہیں گے اسی کے ہوں گے۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ الی الرحمٰن سے مراد رحمٰن کی جنت کی طرف ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الربیع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہوں گے تو ان کی عزت کی جائے گی، انہیں نعمتیں بخشی جائیں گی، انہیں سلام پیش کیا جائے گا اور ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 365، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 146، بیروت

امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ تین طریقوں پر جمع ہوں گے راغبین (رغبت کرنے والے) راہبین (خوف زدہ) اور ایک اونٹ پر دو اور ایک اونٹ پر تین، ایک اونٹ پر دس سوار ہوں گے۔ باقی تمام لوگوں کو آگ ہانک کر لے جائے گی۔ جہاں وہ دوپہر کو ٹھہریں گے آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہرے گی اور جہاں وہ رات گزاریں گے آگ بھی ان کے ساتھ رات گزارے گی۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! متقین کو اپنے قدموں پر نہیں لایا جائے گا اور انہیں ہانک کر بھی نہیں لایا جائے گا بلکہ انہیں جنت کی اونٹنیوں پر لایا جائے گا، جن کی مثل مخلوق نے دیکھی ہی نہیں ہوگی، ان کے کجاوے سونے کے ہوں گے، ان کی مہاریں زبرجد کی ہوں گی، متقین ان پر بیٹھیں ہوں گے حتی کہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن احمد نے زوائد المسند میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا اور فرمایا اللہ کی قسم! وہ قدموں پر نہیں آئیں گے اور انہیں ہانک کر بھی نہیں لایا جائے گا بلکہ انہیں جنت کی اونٹنیاں پیش کی جائیں گی۔ وہ اونٹنیاں ایسی ہوں گی کہ اس کی مثل مخلوق نے نہ دیکھی ہوں گی، ان کے اوپر کجاوے سونے کے ہوں گے اور ان کی مہاریں زبرجد کی ہوں گی، وہ ان پر سوار ہوں گے حتی کہ وہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔(2)

امام ابن ابی الدنیا نے صفۃ الجنۃ میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کریمہ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وفد تو سواروں کے قافلہ کو کہتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جب متقین قبور سے نکلیں گے تو ان کو ایسی سفید اونٹنیاں پیش کی جائیں گی جن کے پر ہوں گے اور ان پر سونے کے کجاوے ہوں گے، ان کی جوتیوں کے تسمے نور کے ہوں گے جو چمک رہے ہوں گے ان کا ہر قدم حد نظر تک ہوگا وہ جنت کے دروازہ پر پہنچیں گے، اس کا سرخ یاقوت کا حلقہ ہے سونے کی تختیوں پر، وہاں جنت کے دروازے پر ایک جنت ہے جس کی اصل سے دو چشمے پھوٹتے ہیں۔ جب وہ ایک چشمہ سے پئیں گے تو ان کے پیٹوں میں جو غلاظت ہوگی وہ دھل جائے گی۔ وہ پھر دوسرے چشمے میں غسل کریں گے تو پھر کبھی ان کے بدن اور بال میلے نہ ہوں گے، وہ سونے کے تختے پر حلقہ کو ماریں گے اگر تو اس حلقہ کی آواز سنے۔ اے علی! ہر حور کو خبر پہنچ جائے گی کہ اس کا خاوند آ گیا ہے۔ پس وہ تیزی نہیں کرے گی۔ وہ اپنے نگران کو بھیجے گی وہ اس کے لیے دروازہ کھولے گا۔ جب متقی اسے دیکھے گا تو اس کے لیے سجدہ میں گر جائے گا۔ وہ نگران اسے کہے گا سر اٹھا۔ میں تیرا نگران ہوں، مجھے تیرا معاملہ سپرد کیا گیا ہے، وہ متقی اس نگران کے پیچھے

1۔ صحیح بخاری، جلد 5، صفحہ 2390 (6157)، دار ابن کثیر دمشق 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 146، دار احیاء التراث العربی بیروت

پیچھے چلے گا، پس حوراء جلدی نہیں کرے گی۔ وہ موتیوں اور یاقوت کے خیموں سے باہر آئے گی اور اس متقی کے گلے میں مل جائے گی۔ پھر کہے گی اے میرے محبوب! میں تجھ سے خوش ہوں، میں تجھ سے کبھی ناراض نہیں ہوں گی، میں نرم و نازک ہوں، کبھی سخت نہیں ہوں گی، میں ہمیشہ رہنے والی ہوں، مجھ پر کبھی موت نہیں آئے گی، میں مقیمہ ہوں کبھی سفر نہیں کروں گی، پس وہ متقی ایک ایسے مکان میں داخل ہوگا جس کی اونچائی ایک لاکھ ہاتھ کی ہوگی۔ وہ سرخ، سبز اور زرد موتیوں اور یاقوتوں کی چٹانوں پر بنایا گیا ہوگا، وہ موتی اور یاقوت ایک دوسرے کے مشابہ نہ ہوں گے۔ اس مکان میں ستر پلنگ ہوں گے، ہر پلنگ پر ستر بستر ہوں گے، ان بستروں پر ستر بیویاں ہوں گی، ہر بیوی پر ستر لباس ہوں گے۔ ان لباسوں کے اندر سے اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔ وہ متقی تمہاری ان راتوں کی مقدار ایک رات میں ان سے جماع کرے گا، متقین کے نیچے نہریں رواں ہوں گی، جاری نہریں اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ (محمد:15) یعنی پانی کی ایسی نہریں جو صاف ہوں گی ان میں کسی قسم کا گدلا پن نہ ہو گا۔ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ (محمد:15) یعنی دودھ کی ایسی نہریں ہوں گی جن کا ذائقہ متغیر نہ ہوگا، وہ دودھ جانوروں کی کھیریوں سے نہیں نکالا گیا ہوگا۔ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (محمد:15) وہ ایسی نہریں شراب کی ہیں جن کو مردوں نے اپنی قدموں کے ساتھ نہیں نچوڑا ہوگا۔ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (محمد:15) یعنی وہ ایسی نہریں ہیں جن کا شہد، شہد کی مکھیوں کے پیٹوں سے نہیں نکالا ہوگا۔ پس پھل میٹھے ہوں گے، وہ متقی اگر چاہے تو کھڑے ہو کر کھائے چاہے تو بیٹھ کر کھائے۔ اگر وہ چاہے تو ٹیک لگا کر کھائے، متقی کو کھانے کا اشتیاق ہوگا تو اس کے پاس ایک پرندہ آئے گا جس کے پر سفید ہوں گے۔ وہ اس کے پہلوؤں سے جس رنگ میں چاہے گا کھائے گا پھر وہ پرندہ اڑ کر چلا جائے گا۔ پھر ایک فرشتہ داخل ہوگا اور کہے گا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (الزمر:73) تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ (الاعراف)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مسلم بن جعفر البجلی رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے ابو معاذ البصری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جب متقین اپنی قبور سے باہر آئیں گے تو ان کو سفید اونٹنیاں پیش کی جائیں گی جن کے پر ہوں گے، ان کے اوپر سونے کے کجاوے ہوں گے۔ ان کے جوتوں کا تسمہ نور کا ہوگا جو چمک رہا ہوگا، ان کا ہر قدم حد نظر تک ہو گا۔ وہ اس درخت تک پہنچیں گے جس کی اصل سے دو چشمے نکلتے ہیں، وہ متقین ایک چشمہ سے پانی پئیں گے تو ان کے اندر کی غلاظت دھل جائے گی۔ وہ دوسرے چشمے سے غسل کریں گے تو ان کے بدن کبھی میلے نہ ہوں گے اور اس کے بعد ان کے بال بھی کبھی میلے نہ ہوں گے۔ ان پر نعمتوں کی شادابی جاری ہوگی، وہ جنت کے دروازے پر آئیں گے۔ سونے کے تختوں پر وہاں ایک یاقوت کا حلقہ ہوگا۔ وہ اس حلقہ کو اس تختے پر ماریں گے۔ اس کی آواز سنی جائے گی وہ ہر حوراء کو پہنچ جائے گا۔ (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) اس کا خاوند آچکا ہے۔ وہ حوراء اپنے نگران کو بھیجے گی جو اس متقی کے لیے دروازہ کھولے گا، جب متقی اس نگران کو دیکھے گا تو اس کے لیے سجدہ میں گر جائے گا۔ وہ نگران کہے گا اپنا سر اٹھا میں تیرا نگران ہوں، مجھے تیرا معاملہ سپرد کیا گیا ہے۔ وہ متقی اس کے پیچھے پیچھے چلے گا، حوراء جلدی کو حقیر سمجھے گی، وہ موتیوں اور یاقوت کے خیمے سے نکلے گی حتی کہ اسے گلے لگا

لے گی پھر کہے گی تو میرا محبوب ہے، میں تیری محبوبہ ہوں، میں ایسی ہمیشہ رہنے والی ہوں جسے کبھی موت نہیں آئے گی، میں ایسی نرم و ملائم ہوں کہ کبھی میرا جسم سخت نہ ہوگا، میں ایسی خوش ہوں کہ کبھی ناراض نہ ہوں گی، میں (تیری منزل میں) ایسی ٹھہرنے والی ہوں جو کبھی سفر نہ کروں گی۔ پھر وہ متقی ایسے مکانوں میں داخل ہوگا جو بنیاد سے چھت تک ایک لاکھ ہاتھ ہوگی۔ اس کی بناء مختلف موتیوں کی چٹانوں پر رکھی گئی ہوگی۔ کوئی زرد، کوئی سرخ، کوئی سبز ہوگا۔ وہ ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہوں گی، اس مکان میں ستر پلنگ ہوں گے، ہر پلنگ پر ستر بستر ہوں گے اور ہر اس بستر پر ستر بیویاں ہوں گی، ہر بیوی پر ستر لباس ہوں گے، ان لباسوں کے اندر سے پنڈلی کا گودا نظر آئے گا، وہ ان سے تمہاری اس رات کی مقدار میں جماع کرے گا، ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ (محمد:15) وہ نہریں صاف ہوں گی ان میں گدلا پن نہ ہوگا وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ (محمد:15) فرمایا یہ دودھ جانوروں کی کھیریوں سے نہیں نکالا گیا ہوگا وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (محمد:15) فرمایا اس کو مردوں نے اپنے قدموں سے نہیں نچوڑا ہوگا وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (محمد:15) فرمایا یہ شہد کی مکھیوں کے پیٹوں سے نہیں نکالی گئی ہوگی، پس پھل میٹھے ہوں گے وہ اگر چاہے گا تو کھڑے ہو کر کھائے گا، اگر چاہے گا تو بیٹھ کر کھائے گا، اگر چاہے گا تو ٹیک لگا کر کھائے گا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا (الدھر:14) پس وہ متقی کھانے کا اشتیاق کرے گا تو اس کے پاس سفید پرندہ آجائے گا، بعض اوقات فرماتے سبز پرندہ آجائے گا۔ پس وہ اپنے پروں کو بلند کرے گا اور اس کے پہلوؤں سے جس قسم کھانا چاہے گا کھالے گا۔ پھر وہ پرندہ اڑ کر چلا جائے گا، پھر ایک فرشتہ داخل ہوگا جو کہے گا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (الزمر:73) تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (الاعراف)

ابن ابی حاتم، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے ابن عباس سے وِرْدًا کا معنی عطاشاً (پیاسا ہونا) روایت کیا ہے۔(1)

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ وِرْدًا کا مطلب یہ ہے کہ وہ آگ کے پیاسے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ پیاس کی وجہ سے ان کی گردنیں ٹوٹ رہی ہوں گی۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وِرْدًا کا معنی پیاسا ہونا روایت کیا ہے۔

امام ہناد رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا یعنی اس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دی ہو اور اپنی قوت و طاقت سے برأت کی ہو اور اسے صرف اللہ تعالیٰ سے امید ہو۔(2)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا کے تحت روایت فرمایا ہے: مومنین ایک دوسرے کے شفعاء ہوں گے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عَهْدًا سے الصلاح مراد ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 146 2۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 147

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے تحت روایت کیا ہے کہ جو اس حالت میں مرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہوگا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مومن کو خوشی عطا کی اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے الرحمٰن سے وعدہ لے لیا اور جس نے رحمٰن سے وعدہ لے لیا اسے آگ نہیں چھوئے گی، اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا کی تلاوت کی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا جس کے پاس میرا عہد ہے وہ کھڑا ہو جائے، کوئی شخص کھڑا نہ ہوگا مگر وہ جس نے دنیا میں یہ کہا ہوگا اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اِنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اِنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ تُقَرِّبْنِيْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِيْ مِنَ الْخَيْرِ وَاِنِّيْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْهُ لِيْ عِنْدَكَ عَهْدًا تُؤَدِّيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔(1)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قیامت کے روز پانچ نمازیں لے کر آئے گا اور اس نے ان کے وضو، وقت، رکوع، سجود میں سے کسی چیز میں کمی اور کوتاہی نہیں کی ہوگی، وہ اس حال میں آئے گا کہ اللہ کی بارگاہ میں اس کے لیے عہد ہوگا کہ وہ اسے عذاب نہیں دے گا اور جو اس حال میں آئے گا کہ اس نے ان چیزوں میں سے کسی چیز میں کمی کی ہوگی اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عہد نہیں ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو رحم فرمائے گا اور اگر چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ہر نماز کے بعد یعنی سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات کہے گا فرشتہ اسے ایک کاغذ میں لکھے گا اور اس پر مہر لگا دے گا پھر وہ اسے قیامت تک محفوظ کرلے گا۔ جب اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی قبر سے اٹھائے گا تو وہ فرشتہ آئے گا، اس کے پاس کتاب ہوگی اور اعلان کر رہا ہوگا اہل العہود (عہد کرنے والے) کہاں ہیں؟ حتیٰ کہ وہ عہد نامے ان کے حوالے کر دے گا اور وہ کلمات یہ ہیں: اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنَ الرَّحِيْمَ اِنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ فَاِنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ تُقَرِّبْنِيْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِيْ مِنَ الْخَيْرِ وَاِنِّيْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ لِيْ عَهْدًا عِنْدَكَ تُؤَدِّيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ انہوں نے ان کلمات کو اپنے کفن پر لکھنے کا حکم دیا۔(2)

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 409 (3426)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ نوادر الاصول، صفحہ 217، دار صادر بیروت

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾

''اور کفار کہتے ہیں بنا لیا ہے رحمٰن نے (فلاں کو اپنا) بیٹا۔ (اے کافرو!) یقیناً تم نے ایسی بات کی ہے جو سخت معیوب ہے۔ قریب ہے آسمان شق ہو جائیں اس (خرافات) سے اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ گر پڑیں لرزتے ہوئے۔ کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں کہ رحمٰن کا ایک بیٹا ہے۔ اور نہیں جائز رحمٰن کے لیے کہ وہ بنائے کسی کو (اپنا) فرزند۔ کوئی ایسی چیز نہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہے مگر وہ حاضر ہوگی رحمٰن کی بارگاہ میں بندہ بن کر۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کا شمار کر رکھا ہے اور انہیں گن لیا ہے اچھی طرح۔ اور وہ سب پیش ہوں گے اس کے سامنے قیامت کے دن تنہا۔ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے پیدا فرما دے گا خدائے مہربان ان کے لیے (دلوں میں) محبت۔ صرف اس لیے ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو آپ کی زبان میں اتار کرتا کہ آپ مژدہ سنائیں اس سے پرہیزگاروں کو اور ڈرائیں اس کے ذریعے اس قوم کو جو بڑی جھگڑالو ہے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِدًّا کا معنی قولاً عظیماً (بڑی بات) روایت کیا ہے۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ فرماتے ہیں: شرک ایسی چیز ہے جس سے آسمان، زمین، پہاڑ اور تمام مخلوق گھبراتی اور ڈرتی ہے لیکن جن و انس نہیں ڈرتے، قریب ہے کہ عظمت الٰہی کی وجہ سے اس خرافات سے سب چیزیں زائل ہو جائیں، جس طرح شرک کے ہوتے ہوئے شرک کی نیکی کچھ نفع بخش نہیں۔ اسی طرح ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موحدین کے گناہ معاف فرما دے گا۔ فرماتے ہیں هَدًّا کا معنی ھدماً (توڑنا) ہے۔ (1)

امام ابن المبارک، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ نے العظمہ میں، طبرانی، بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عون کے طریق سے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ پہاڑ، دوسرے پہاڑ کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 50-148

آواز دیتا ہے: اے فلاں! کیا آج تیرے پاس سے کوئی ایسا شخص گزرا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہو؟ جب وہ کہتا ہے ہاں، تو وہ خوش ہوتا ہے۔ عون فرماتے ہیں کیا جب جھوٹی بات کہی جاتی ہے تو وہ سن لیتے ہیں اور نیکی کی بات نہ سنتے ہوں بلکہ وہ اچھی بات زیادہ سنتے ہیں۔ پھر انہوں نے بطور دلیل یہ آیات پڑھیں وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۔ الآیت (1)

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں محمد بن المنکدر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب دو پہاڑ ... تو ایک دوسرے کا نام لے کر آواز دیتا ہے کہتا ہے اے فلاں! کیا تیرے پاس سے کوئی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا گزرا ہے؟ ... ہے ہاں، تو پہلا پہاڑ کہتا ہے، اللہ نے تیری آنکھیں ٹھنڈی کیں لیکن میرے پاس سے آج کوئی اللہ کا ذکر کرنے والا نہیں گزرا۔

امام حاکم رحمہ اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے يَتَفَطَّرْنَ (یعنی یاء اور نون کے ساتھ) پڑھا اور تَخِرُّ کو تاء کے ساتھ پڑھا۔(2)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اَلْاِنْفِطَار کا معنی اَلْاِنْشِقَاق (پھٹنا) روایت کیا ہے۔

ابوالشیخ نے الضحاک سے تَكَادُ السَّمٰوٰتُ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ کی عظمت کی وجہ سے آسمان پھٹنے لگیں۔

امام ابن المنذر نے ہارون سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود کی قرأت میں يَتَفَطَّرْنَ (یعنی یاء کے ساتھ) تھا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو انہوں نے مکہ میں اپنے ساتھیوں شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف کی جدائی محسوس کی اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (3)

امام ابن مردویہ اور دیلمی رحمہما اللہ نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم کہو اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ عِنْدَكَ عَهْدًا وَّاجْعَلْ لِّيْ عِنْدَكَ وُدًّا وَّاجْعَلْ لِّيْ فِيْ صُدُوْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَوَدَّةً۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ فرماتے ہیں: یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔

طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی یعنی مومنین کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دی۔(4)

امام حکیم ترمذی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا کے متعلق پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! یہ مومنین اور ملائکہ مقربین کے دلوں میں محبت پیدا کرنا ہے اللہ تعالیٰ مومنین کو تین چیزیں عطا فرماتا ہے المنة والمحبة والحلاوة اور صالحین

1۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 401 (537)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 267 (2964)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 153
4۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 151 (11162)، دار الفکر بیروت

کے دلوں میں رعب و ہیبت۔(1)

امام عبدالرزاق، الفریابی، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت سے مراد دنیا میں لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کرنا ہے۔(2)

ہناد نے الضحاک سے سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ کے تحت روایت کیا ہے کہ مومنین کے سینوں میں ان کی محبت پیدا کرنا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ہناد، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ ان متقین کے لیے اس طرح محبت پیدا فرماتا ہے کہ وہ لوگوں سے محبت کرتا ہے اور لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔(3)

امام عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ پھر آسمان میں اس کی محبت کی منادی کرائی جاتی ہے پھر اس کے لیے محبت اہل زمین میں اتاری جاتی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ سے یہی مراد ہے، اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر فرماتا ہے۔ میں فلاں شخص کو ناپسند کرتا ہوں، پھر اہل آسمان کے درمیان منادی کی جاتی ہے کہ پھر اس کا بغض اہل زمین میں اتارا جاتا ہے۔(4)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اللہ تعالیٰ کا رضا کی متلاشی رہتا ہے اور ہمیشہ اسی حالت میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبرئیل سے فرماتا ہے میرا فلاں بندہ میری رضا چاہتا ہے، پس میں اس پر راضی ہوں، جبرئیل کہتا ہے اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر، حاملین عرش بھی یہی کہتے ہیں پھر ان کے بعد والے فرشتے بھی یہی کہتے ہیں حتی کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے یہی کہتے ہیں پھر یہی پیغام رحمت اہل زمین پر اتارا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی چیز کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ اور جب کوئی بندہ غضب الٰہی تلاش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبرئیل! فلاں مجھے ناراض کرتا ہے خبردار! میرا اس پر غضب ہے۔ جبرئیل کہتا ہے: اس پر اللہ کا غضب ہو۔ پھر حاملین عرش بھی یہی کہتے ہیں اور پھر ان کے بعد والے فرشتے بھی یہی کہتے ہیں حتی کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے یہی کہتے ہیں پھر اس کی ناراضگی زمین پر اتاری جاتی ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے تورات میں پایا کہ کسی کی محبت زمین والوں میں ہوتی حتی کہ اس کا آغاز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے پھر وہ جنت کو اہل زمین پر اتارتا ہے پھر میں نے قرآن پڑھا تو اس میں یہ آیت پائی: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 202، دار صادر بیروت
2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 367 (1795)
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 137 (34787)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ سنن ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، جلد 8، صفحہ 514 (3161)، دار الفکر بیروت
5۔ نوادر الاصول، صفحہ 202، دار صادر بیروت

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مومن کو تین چیزیں عطا فرماتا ہے محبت، ملاحت اور مومنین کے دلوں میں محبت و مودت، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا (1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابو درداء نے مسلمہ بن مخلد کی طرف خط لکھا تم پر سلام ہو، اس کے بعد یہ کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتا ہے تو وہ اسے اپنے بندوں کا بھی محبوب بنا دیتا ہے اور جب بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مبغوض ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ جب اسے ناپسند فرماتا ہے تو اپنے بندوں کے دلوں میں بھی اسے ناپسند بنا دیتا ہے۔

امام حکیم ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بندے کے لیے شہرت ہوتی ہے اگر وہ نیک ہو تو اس کی محبت زمین میں رکھی جاتی ہے۔ اگر برا ہو تو اس کی برائی زمین میں اتاری جاتی ہے۔(2)

امام احمد اور حکیم ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: محبت اللہ کی طرف سے ہے اور شہرت آسمان سے ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں۔ پس جبرئیل منادی کرتا ہے تمہارا رب فلاں سے محبت کرتا ہے۔ پس تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس اس کی محبت زمین میں اتاری جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ناپسند فرماتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے میں فلاں کو ناپسند کرتا ہوں تو بھی اس سے بغض رکھ پھر جبرئیل منادی کرتا ہے، بے شک تمہارا رب فلاں کو ناپسند کرتا ہے، تم بھی اسے ناپسند کرو۔ پس اس کے لیے زمین میں بغض جاری ہو جاتا ہے۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لُدًّا کا معنی فُجَّارًا ہے۔(4)

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حسن سے لُدًّا کا معنی صُمًّا (بہرے) روایت کیا ہے۔

امام بن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس کا معنی جھگڑالو روایت کیا ہے۔

عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ قَوۡمًا لُّدًّا یعنی ایسی قوم جو باطل کے ذریعہ سے جھگڑتی ہے۔(5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد قریش ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لُدًّا کا مطلب ایسی قوم ہے جو راہ راست پر نہیں چلتی۔

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 202، دار صادر بیروت
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 154
5۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 367 (1749)، دار الکتب العلمیہ بیروت

كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ

تفسیر آیت نمبر 98

اور کتنی ہی قومیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا ان سے پہلے، کیا محسوس کرتے ہو ان میں سے کسی کو یا سنتے ہو ان کی بھنک۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تُحِسُّ کا معنی تری (دیکھنا) ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تُحِسُّ کو تاء کے ضمہ اور حاء کے کسرہ اور سین کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے اور اس میں ادغام نہیں کیا ہے۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے ان میں سے کسی کا وجود دیکھا ہے یا کسی کی آواز سنی ہے۔(1)

امام عبد بن حمید نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قوم چلی گئی نہ اس کی آواز باقی ہے اور کوئی آنکھ۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رِكْزًا کا معنی آواز روایت کیا ہے۔

امام الطستی نے مسائل میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے رِكْزًا کے متعلق پوچھا تو ابن عباس نے فرمایا اس کا معنی حس ہے۔ نافع نے کہا کیا یہ معنی عرب جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

قد توجس ركزاً مقفر ندس | بنبأة الصوت ما في سمعه كذب

یہ شعر میں رِكْزًا معنی حس استعمال ہوا ہے۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 367 (1796)، دار الکتب العلمیہ بیروت

آیاتہا ۱۳۵ سُوْرَۃُ طٰہٰ مَکِّیَّۃٌ ۲۰ رکوعاتہا ۸

امام النحاس اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سورۂ طٰہٰ مکہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سورۂ طٰہٰ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

امام دارمی، ابن خزیمہ (التوحید میں)، العقیلی (الضعفاء میں)، طبرانی (الاوسط میں)، ابن عدی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سورۂ طٰہٰ اور یٰس آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے پڑھیں۔ جب فرشتوں نے قرآن سنا تو کہا: مبارک ہو اس امت کو جس پر یہ نازل ہوگا اور مبارک ہو ان سینوں کو جو انہیں محفوظ کریں گے اور مبارک ہو ان زبانوں کو جو ان کی تلاوت کریں گی۔(1)

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے وہ سورت ذکر اول سے عطا کی گئی جس میں انعام کا ذکر ہے اور طٰہٰ اور حٰم کی سورتیں موسیٰ علیہ السلام کی تختیوں سے عطا کی گئیں اور فواتح القرآن (سورۂ فاتحہ) اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے سے عطا کی گئیں اور مفصل مجھے اضافی دی گئیں۔

امام ابن مردویہ نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت پر قرآن کا پڑھنا ساقط کر دیا جائے گا۔ وہ اس سے سوائے سورۂ طٰہٰ و یٰس کے کچھ بھی نہ پڑھیں گے۔ یہ دونوں سورتیں اہل جنت، جنت میں تلاوت میں کریں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

طٰهٰ ۚ﴿۱﴾ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى ۙ﴿۲﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۙ﴿۳﴾ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلَى ؕ﴿۴﴾ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿۵﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿۶﴾ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴿۷﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿۸﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ﴿۹﴾ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ؕ﴿۱۱﴾

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 477 (2450)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ الفردوس للدیلمی، جلد 1، صفحہ 162 (601)، بیروت

''حاہا۔ نہیں اتارا ہم نے آپ پر یہ قرآن کہ آپ مشقت میں پڑیں۔ بلکہ یہ نصیحت ہے اس کے واسطے جو (اپنے رب سے) ڈرتا ہے۔ یہ اتارا گیا ہے اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا فرمایا زمین کو اور بلند آسمانوں کو۔ وہ بے حد مہربان (کائنات کی فرمانروائی کے) تخت پر متمکن ہوا۔ اسی کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ گیلی مٹی کے نیچے ہے۔ اور اگر تو بلند آواز سے بات کرے (تو تیری مرضی) وہ تو بلاشبہ جانتا ہے رازوں کو بھی اور دل کے بھیدوں کو بھی۔ اللہ (وہ ہے کہ) کوئی عبادت کے لائق نہیں، بغیر اس کے اس کے لیے بڑے خوب صورت نام ہیں۔ اور (اے حبیب!) کیا پہنچی ہے آپ کو اطلاع موسیٰ کے قصہ کی؟۔ جب (مدین سے واپسی پر تاریک رات میں) آپ نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں کو کہا تم (ذرا یہاں) ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے، شاید میں لے آؤں تمہارے لیے اس سے کوئی چنگاری یا مجھے مل جائے آگ کے پاس کوئی راہ دکھانے والا۔ پس جب آپ وہاں پہنچے تو ندا کی گئی اے موسیٰ''۔

ابن المنذر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جب ابتداء میں وحی کا نزول ہوا تو آپ ﷺ نماز میں اپنے قدموں کے اگلے حصے پر کھڑے ہوتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی طٰهٰ ۚ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى۔(1)

امام ابن مردویہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کفار نے کہا: یہ اپنے رب کی طرف سے مشقت میں مبتلا کیے گئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمادیا۔(2)

امام ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام فرماتے تو اپنے آپ کو رسی سے باندھ دیتے تاکہ نیند نہ آجائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: طٰهٰ ۚ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى۔(3)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے آپ کو باندھ دیتے تھے اور ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں کے اوپر رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب يٰۤاَيُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ (مزمل) کا ارشاد نازل ہوا تو سرکار دو عالم ﷺ ساری رات قیام فرماتے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے تھے، آپ کبھی ایک قدم پر کھڑے ہوتے تو کبھی دوسرے قدم پر، اس وقت جبرئیل امین تشریف لائے اور یہ ارشاد سنایا طٰهٰ یعنی (اے محمد ﷺ) اپنے دونوں قدموں کو زمین پر رکھیے۔ ہم نے قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے پھر یہ ارشاد نازل فرمایا: فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ (مزمل:20)۔

امام البزار رحمہ اللہ نے حسن سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ باری باری ہر قدم پر

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 186 (1497)، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 157، داراحیاء التراث العربی بیروت　3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 4، صفحہ 143، دارالفکر بیروت

کھڑے ہوتے تھے حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی: طٰہٰ ﴿مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی﴾۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے تو ایک قدم پر کھڑے ہوتے اور دوسرا قدم اٹھا لیتے تھے اللہ تعالیٰ نے طٰہٰ نازل فرمائی یعنی اے محمد! اپنے دونوں پاؤں زمین پر رکھیے، ہم نے قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں قرآن پڑھتے تو بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پاؤں پر کھڑے ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے دونوں قدم زمین پر رکھو، ہم نے قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے قرآن کے ساتھ قیام کیا۔ کفار قریش نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اس لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ اس کے ساتھ مشقت میں پڑ جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ ارشاد نازل فرمایا:۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے طٰہٰ کا معنی اے شخص! روایت کیا ہے۔(1)

امام الحارث بن ابی اسامہ اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبطی زبان میں اس کا معنی اے شخص! ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبطی زبان میں طٰہٰ کا مطلب اے شخص! ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے ایک قول یہ روایت کیا ہے طٰہٰ یہ تیرے قول یا رجل کی طرح ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبطی زبان میں طٰہٰ کا مطلب اے شخص! ہے۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس کا معنی نبطی زبان کے حوالہ سے اے شخص! روایت کیا ہے۔(2)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سریانی زبان میں اس کا معنی اے شخص! ہے۔(3)

امام حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حبشی زبان کے مطابق یہ تیرے قول یا محمد! کی طرح ہے۔(4)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ طٰہٰ کا معنی حبشی زبان میں یا رجل کی طرح ہے۔ ابن ابی حاتم نے ابو صالح سے روایت کیا ہے کہ طٰہٰ کا کلمہ عربی سے بنایا گیا ہے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے یہ فواتح السور سے ہے۔

حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے فرمایا طاذی الطول سے ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو الطفیل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1۔ مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، جلد 7، صفحہ 152 (11164)، دار الفکر بیروت　　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 157

3۔ ایضاً　　4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 378، مکتبۃ النصر الحدیثہ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے دس اسماء ہیں، ابوالطفیل نے کہا: ان میں سے آٹھ میں نے یاد کر لیے ہیں: محمد، احمد، ابوالقاسم، الفاتح، الخاتم، الماحی، العاقب، الحاشر۔ سیف کا گمان ہے کہ ابوجعفر نے کہا باقی دو اسم طٰہٰ و یٰس ہیں۔

امام ابن مردویہ اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ذر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن مسعود کے سامنے طٰہٰ کو حاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا تو عبداللہ بن مسعود نے اس کی گرفت فرمائی اور کہا طاء مکسورہ ہے۔ اس شخص نے کہا اس کا معنی ہے تم اپنے قدم رکھو۔ عبداللہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پڑھتے تھے اور اسی طرح جبرئیل نے اس کو نازل کیا ہے۔(1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: میں نے سب سے پہلے سورۂ طٰہٰ سیکھی۔ جب میں تلاوت کرتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اے عائشہ! میں نے مشقت نہیں اٹھائی۔

امام بیہقی نے دلائل میں ابوصالح کے واسطہ سے ابن عباس سے روایت کیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدموں پر قیام فرماتے تھے۔ اور طٰہٰ عک قبیلہ کی لغت میں یارجل (اے انسان) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں: میں نے ایک عک قبیلہ کے شخص کو یارجل کہہ کر پکارا تو وہ میری طرف متوجہ نہ ہوا اور جب میں نے طٰہٰ کہا تو وہ میری طرف متوجہ ہوا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عروہ بن خالد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے الضحاک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بنی مازن بن مالک کے ایک شخص نے کہا: قرآن کی کوئی چیز مجھ پر مخفی نہیں ہے۔ وہ قرآن کا قاری اور شاعر تھا۔ ضحاک نے اسے کہا تم یہ دعویٰ کرتے ہو تو طٰہٰ کا مطلب بتاؤ۔ اس نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ سے ہے جیسے طسم، حم، ضحاک نے کہا یہ نبطی زبان میں یارجل کے معنی میں ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: طٰہٰ قسم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ قسم اٹھائی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشقت اٹھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ (مزمل: 20) کے قول کی طرح ہے۔ صحابہ کرام بھی نماز میں اپنے سینوں کو رسیوں سے باندھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے شخص! ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت برداشت کریں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو شقی نہیں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت، نور اور جنت کی طرف راہنمائی کرنے والا بنایا۔ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب نازل فرمائیں اور اپنے رسولوں کو رحمت بنا کر مبعوث فرمایا، اس کے ذریعے بندوں پر رحم فرمایا تا کہ نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کریں اور جو کتاب اللہ سے سنیں اس سے نفع حاصل کریں۔ یہ قرآن تو نصیحت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے، اس میں حلال وحرام کا واضح بیان ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 268 (2965)، مکتبۃ النصر الحدیثۃ

امام ابن ابی حاتم نے محمد بن کعب سے وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی کا مطلب یہ روایت کیا ہے کہ ساتوں زمینوں کے جو نیچے ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الثَّرٰی ہر تر اور گیلی چیز کو کہتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الثَّرٰی سے مراد وہ چٹان ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے، یہ سبز چٹان ہے اور وہ سجین ہے جس میں کفار کے اعمال کے رجسٹر ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الضحاک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الثَّرٰی سے مراد وہ مٹی ہے جو کھودی جائے۔

امام ابویعلی رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا پانی، پھر پوچھا گیا اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا تاریکی۔ پوچھا گیا تاریکی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا ہوا، پوچھا گیا ہوا کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا الثَّرٰی، پوچھا گیا الثَّرٰی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا خالق کے علم کے ہاں مخلوق کا علم ختم ہو گیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: غزوۂ تبوک میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، تو ہمارے سامنے ایک طویل القامۃ شخص آیا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی، اور کہا آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اس شخص نے کہا میں آپ سے ایسے سوال کرنا چاہتا ہوں جنہیں اہل زمین میں سے صرف ایک یا دو شخص ہی جانتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاہتا ہے پوچھ! اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا مخلوق، اس نے پوچھا ان کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا زمین۔ پھر اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا مخلوق، اس نے کہا پھر اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا زمین، یہ سوال و جواب کا سلسلہ چلتا رہا حتی کہ ساتوں زمین کا ذکر آیا، اس شخص نے پوچھا ساتویں زمین کے نیچے کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چٹان، اس نے پوچھا چٹان کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا مچھلی، اس نے پوچھا مچھلی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا پانی، اس نے پوچھا پانی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا تاریکی۔ اس نے پوچھا تاریکی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا ہوا۔ اس نے پوچھا ہوا کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا الثَّرٰی (گیلی مٹی)۔ اس نے پوچھا الثریٰ کے نیچے کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: اے سائل! اللہ کے علم کے پاس مخلوق کا علم ختم ہو گیا۔ جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا آپ نے سچ کہا، اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اگر آپ الثَّرٰی کے نیچے کسی چیز کا ذکر کرتے تو میں جان لیتا کہ آپ جادوگر اور کذاب ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر وہ شخص چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو یہ کون تھا؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ جبرئیل تھے۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰی کے تحت روایت فرمایا ہے کہ السِّرَّ سے مراد وہ بات ہے جو ابن آدم اپنے دل میں چھپاتا ہے وَ اَخْفٰی سے مراد وہ بات ہے جو ابن آدم سے مخفی ہے جس کو وہ زمانہ مستقبل میں کرنے والا ہے جس کا ابھی تک اسے خود علم نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو پہلے ہو چکا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جو ہونے والا ہے اسے بھی جانتا ہے، ایک شخص اور تمام مخلوق اس کی

بارگاہ میں برابر ہیں یعنی ایک نفس کی طرح جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمان:28)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، السِّرَّ وہ ہے جسے تو جانتا ہے اور اَخْفٰی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ تیرے دل میں ڈالے گا جسے تو نہیں جانتا۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابو الشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ وہ بھی جانتا ہے جو تو اپنے نہاں خانہ دل میں چھپائے ہوئے ہے اور وہ اسے بھی جانتا ہے جو تو کل کرنے والا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اَخْفٰی سے مراد وہ پوشیدہ بات ہے جس کا خیال تیرے دل میں آیا ہے اور جس کا خیال تیرے دل میں نہیں آیا جو مستقبل میں ہونے والی ہے۔(1)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَخْفٰی سے مراد وسوسہ ہے اور السِّرَّ سے مراد وہ عمل ہے جو تم لوگوں سے چھپا کر کرتے ہو۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے السِّرَّ وہ راز کی بات جو کسی غیر کے سامنے بیان کی گئی ہو اور اَخْفٰی جو ابھی نہاں خانہ دل میں انگڑائیاں لے رہی ہو۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، السِّرَّ وہ بات ہے جو انسان اپنے گھر والوں سے بیان کر دیتا ہے اور اَخْفٰی جو ابھی تیرے دل میں ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ السِّرَّ وہ بات ہے جو ابھی دل میں ہی ہے اور اَخْفٰی وہ بات جو ابھی تک ہوئی ہی نہیں مستقبل میں ہونے والی ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے السِّرَّ وہ بات ہے جو تو نے دل میں چھپا رکھی ہے اور اَخْفٰی جو ابھی تیرے دل میں بھی نہیں آئی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت کے اسرار کو جانتا ہے اور اس کے رازوں کو ہم نہیں جانتے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اٰنَسْتُ کا معنی اَحْسَسْتُ (محسوس کرنا) روایت کیا ہے، اور هُدًى سے مراد یہ ہے کہ وہ ذات جو مجھے راہ دکھائے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى کہ میں کوئی ایسی ذات پالوں جو میری سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کرے، موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ سردیوں کی رات میں سفر کر رہے تھے تو راستہ بھول گئے تھے۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی هُدًى کا مطلب راستہ کی راہنمائی کرنے والا بیان کیا ہے۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 368 (1798)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 368 (1799)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ھُدًی کا معنی ھادی ہے یعنی میں کوئی راہنما لوں جو پانی کی طرف میری راہنمائی کرے۔

امام احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب موسیٰ علیہ السلام نے آگ دیکھی تو اس کی طرف چل پڑے حتی کہ اس کے قریب جا کر ٹھہر گئے۔ وہ بہت بڑی آگ تھی جو شدید سبز درخت کے پتوں سے نکل رہی تھی۔ اس درخت کو علیق کہا جاتا ہے، آگ تیز سے تیز تر ہو رہی تھی لیکن درخت جل نہیں رہا تھا بلکہ اس کی سبزی اور حسن میں اضافہ ہو رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کھڑے دیکھ رہے تھے اور کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ انہوں نے سمجھا کہ درخت جل رہا ہے اور کسی آگ لگانے والے نے اسے آگ لگائی ہے۔ پس آپ نے دیکھا کہ درخت جل چکا ہے لیکن اس کی شدت کی ہریالی اس کی پانی کی کثرت اور اس کے پتوں کی کثافت نے آگ کو مکمل جلنے سے روکا ہوا ہے۔ آپ نے اس پر یقین کر لیا۔ آپ کھڑے تھے اس امید سے کہ اس درخت سے کوئی چیز گرے گی تو اس کی چنگاری لے جائیں گے۔ جب زیادہ وقت گزر گیا تو آپ نے آگ کی طرف سبز گھاس کو کیا جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ اس آگ کا شعلہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ عمل کیا تو آگ آپ کی طرف مائل ہوئی گویا وہ آپ کا ارادہ رکھتی تھی۔ آپ پیچھے ہٹ گئے اور ڈر گئے۔ پھر دوبارہ لوٹے تو اس کے اردگرد چکر لگایا۔ آگ آپ کی طرف اور آپ آگ کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ وہ آگ بجھنے کا نام نہیں لے رہی تھی، موسیٰ علیہ السلام پر یہ معاملہ بڑا شدید گزرا اور بڑے متعجب ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے متعلق غور و فکر کرنے لگے۔ پھر فرمایا اس آگ سے شعلہ لینا ممکن نہیں ہے، لیکن اسے جلا نہیں رہی۔ پھر اتنی بڑی آگ آنکھ جھپکنے کی دیر میں بجھ گئی، موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا اس آگ کی کوئی شان ہے اور یہ طے کر لیا کہ یہ آگ مامورہ یا مصنوعہ ہے، آپ کو اس آگ کا کوئی پتہ نہ چلا کہ اس کی حقیقت کیا ہے، اس کو کون جلانے والا ہے اور اس کو کیوں جلایا گیا ہے؟ آپ حیران و ششدر کھڑے ہو گئے، سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ لوٹ جائیں یا ٹھہرے رہیں۔ اسی اثناء میں آپ نے اس درخت کی ٹہنیوں کو دیکھا تو وہ آسمان پر چھائی ہوئی سبزی سے بھی زیادہ سبز تھیں۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا کہ وہ تاریکیوں پر چھا رہی ہے۔ پھر وہ سبزی روشن ہوئی، زرد اور سفید ہوئی حتی کہ آسمان اور زمین کے درمیان ستون کی مانند پھیلنے والا نور بن گیا، اس پر نور سورج کی شعاع کی مثل تھا۔ آنکھیں اس نور کو دیکھ نہیں سکتی تھیں۔ جب آپ اس کی طرف دیکھتے تو کیفیت یہ ہو جاتی کہ قریب ہے کہ آنکھیں اچک لے۔ اس وقت آپ کا خوف و ہراس اور زیادہ ہو گیا۔ آپ نے اپنی آنکھوں پر اپنے ہاتھ رکھ لیے اور زمین پر لیٹ گئے۔ آپ نے ایک آواز سنی لیکن آپ نے اس وقت ایسی آواز سنی جو سننے والے نہیں سنتے۔ جب موسیٰ کلیم کا خوف اور ڈر زیادہ ہو گیا تو درخت سے آواز آئی: اے موسیٰ! آپ نے جلدی سے جواب دیا لیکن آپ کو معلوم نہ تھا کہ کون بلا رہا ہے اور آپ کے جلدی جواب دینے کی وجہ انسان سے انس حاصل کرنا تھا۔ آپ نے کئی بار کہا لبیک لبیک، میں تیری آواز سن رہا ہوں اور تیری حس محسوس کر رہا ہوں لیکن تیرا مکان نہیں دیکھتا، تو کہاں ہے؟ فرمایا میں

تیرے اوپر، تیرے ساتھ، تیرے پیچھے اور تیرے نفس سے زیادہ قریب ہوں۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ آواز سنی تو جان گئے کہ یہ شانیں تو میرے رب کو ہی زیبا ہیں۔ آپ کو اس کا یقین ہو گیا۔ آپ نے عرض کی یا الٰہی! تو واقعی اسی شان کے لائق ہے۔ میں تیری کلام سن رہا ہوں یا تیرے پیغام رساں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ہی تجھ سے کلام کر رہا ہوں۔ تو میرے قریب آ جا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ عصا پر رکھے پھر اس پر سہارا لے کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے جسم پر کپکپی طاری تھی، اعضاء ادھر ادھر ہو رہے تھے اور پاؤں لڑکھڑا رہے تھے، زبان بولنے سے رک گئی اور دل ٹوٹ رہا تھا۔ کوئی ہڈی دوسری ہڈی کو برداشت نہیں کر رہی تھی۔ آپ ایک مردہ شخص کی طرح تھے لیکن زندگی کے سانس جاری تھے۔ پھر اسی کیفیت میں رینگتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اس درخت کے قریب کھڑے ہوئے جس سے آپ کو آواز دی گئی تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝ اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے، تو عرض کی هِيَ عَصَايَ یہ میرا ڈنڈا ہے فرمایا اس کے ساتھ تو کیا کرتا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لیے اس سے پتے جھاڑتا ہوں اور میرے لیے اس میں کئی اور فوائد بھی ہیں جنہیں تو جانتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ڈنڈے کے فوائد یہ تھے کہ اس کی دو شاخیں تھیں اور ان شاخوں کے نیچے ایک کھونٹی سی بنی ہوئی تھی۔ جب کوئی ٹہنی لمبی ہوتی تو آپ اس کھونٹی کے ساتھ اسے جھکا لیتے اور جب آپ اس ٹہنی کو توڑنے کا ارادہ کرتے تو شاخوں کے ذریعے سے ٹیڑھا کر دیتے، آپ اس پر سہارا لیتے اور اس کے ساتھ بکریوں کے لیے پتے جھاڑتے، کبھی اسے اپنے کندھے پر رکھتے اور اس کے ساتھ اپنی کمان اپنا ترکش، اپنا لوٹا، اپنا کھیسہ اور اپنے کپڑے لٹکا لیتے، سایہ لینے کی ضرورت ہوتی تو اس پر کپڑا ڈال کر سایہ حاصل کرتے اور جب کبھی کنویں پر جاتے اور اس کی رسی چھوٹی ہوتی تو اس کو ڈنڈے کے ساتھ باندھتے۔ اسی طرح اس کے ساتھ اپنی بکریوں کا درندوں سے دفاع کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اسے زمین پر ڈال دے۔ آپ نے اسے پھینک دیا تو اسی وقت وہ بہت بڑا سانپ بن گیا، دیکھنے والوں نے اسے دیکھا اور یوں چلنے لگا گویا اسے کسی چیز کی تلاش ہے جسے وہ پکڑنا چاہتا ہے، وہ اونٹ کی مانند چٹان کے پاس سے گزرتا تو اسے نگل لیتا۔ وہ اپنے دانت کسی بڑے درخت کے تنے میں مارتا تو اسے جڑوں سمیت اکھیڑ دیتا، اس کی آنکھوں سے آگ نکلتی تھی۔ اس کی نوک بالوں کی کلغی بن گئی جس طرح ٹوٹنے والے ستارے ہوتے ہیں۔ اس کی دو شاخیں ایک وسیع کنویں کی طرح بن گئیں جن میں داڑھیں اور لمبے دانت تھے، اس کے دانتوں کے پسنے کی آواز تھی۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو وَلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ (النمل: 10) آپ پیٹھ پھیر کر وہاں سے چل دیئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ آپ چلے گئے پھر غور سے دیکھا کہ سانپ سے وہ عاجز ہیں پھر اپنے رب کو یاد کیا اور حیا کی کیفیت میں کھڑے ہو گئے۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ! وہاں لوٹ جاؤ جہاں سے آئے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام پر شدید خوف طاری تھا۔ فرمایا اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ، ہم اسے پہلی حالت پر لوٹا دیں گے، موسیٰ علیہ السلام پر ایک قمیص تھی۔ وہ آپ نے اپنے ہاتھ پر لپیٹ لی، موسیٰ علیہ السلام کو ایک فرشتے نے کہا جناب! جس مصیبت سے آپ بچنا چاہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اس کا حکم فرما دیں تو کیا یہ کپڑا تمہیں اس مصیبت سے بچا سکتا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں، لیکن میں ضعیف اور کمزور ہوں اور میری تخلیق میں کمزوری

رکھی گئی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے کپڑا اتار دیا اور (خدا پر توکل کر کے) اپنا ہاتھ سانپ کے منہ پر رکھ دیا پھر آپ نے اس کی داڑھوں اور دانتوں کی آواز سنی، جب آپ نے اسے پکڑا تو وہ پہلے کی طرح ڈنڈا بن گیا اور آپ کا ہاتھ اس جگہ پر تھا جہاں پر سہارا لینے کے وقت دونوں شاخوں کے درمیان رکھا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا قریب ہو جا۔ آپ قریب ہوتے گئے حتیٰ کہ آپ نے درخت کے تنے کے ساتھ اپنی پیٹھ باندھ دی، آپ کا سارا خوف و ہراس ختم ہو گیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ ڈنڈے پر رکھے اور سر اور گردن کو جھکا لیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا میں نے آج تجھے اپنی بارگاہ میں اس جگہ کھڑا کیا ہے جہاں تیرے بعد کسی بشر کے لیے کھڑا ہونا مناسب نہ ہوگا، کیونکہ میں نے تجھے اپنا قرب خاص بخشا ہے کہ تو نے میرا کلام سنا اور تو میرے قریب ترین مکان میں ہے۔ پس تو میرا پیغام لے جا، بے شک تو میری آنکھ اور کان ہے اور تیرے ہاتھ میری قدرت اور نظر ہیں۔ میں نے تجھے اپنی سلطانی کا جبہ پہنایا تاکہ اس کے ذریعے سے میرے معاملے میں قوت مکمل کرے۔ تو میرے لشکروں میں سے ایک عظیم لشکر ہے۔ میں نے تجھے اپنی مخلوق میں سے کمزور ترین مخلوق کی طرف مبعوث کیا ہے جو میری نعمتوں سے اکڑ گیا ہے اور میری تدبیر سے امن میں ہو گیا ہے، اسے دنیا نے دھوکا دیا ہے حتیٰ کہ اس نے میرے حق کا انکار کیا ہے، میری ربوبیت کا بھی منکر ہو گیا ہے اور میرے علاوہ کو شمار کیا ہے۔ اور اس نے کہا ہے کہ وہ مجھے نہیں جانتا، مجھے اپنی عزت کی قسم! اگر وہ عذر اور حجت جو میں نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان رکھا ہے وہ نہ ہوتا تو میں اسے ایک جابر پکڑنے والے کی طرح پکڑتا، اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے سے آسمان، زمین پہاڑ اور سمندر سب ناراض ہو جاتے ہیں، اگر میں آسمان کو حکم دوں تو وہ اس پر کنکر برسا دے، زمین کو حکم کروں تو وہ اسے نگل لے، اگر میں سمندروں کو حکم کروں تو وہ اسے غرق کر دے، اگر میں پہاڑوں کو حکم دوں تو وہ اسے تباہ و برباد کر دے۔ لیکن وہ مجھ پر آسان ہے اور میری نگاہ کرم سے گر چکا ہے اور میرا حکم اس سے وسیع ہے اور میرے پاس جو کچھ ہے اس کی وجہ سے مستغنی ہوں اور میرا یہ حق ہے میں غنی ہوں میرے سوا کوئی غنی نہیں ہے۔ تم میرا اسے پیغام پہنچاؤ اور اسے میری عبادت اور میری توحید اور میرے نام کے اخلاص کی طرف بلاؤ اور اسے میری آیات سے نصیحت کرو اور میری سزا اور سختی سے اسے ڈراؤ اور اسے بتاؤ کہ میرے غضب کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکے گی۔ اور اس سے نرم لہجہ میں بات کرو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے اور اسے بتاؤ کہ میرا عفو اور مغفرت میرے غضب اور عقوبت سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ تجھے خوف میں نہ ڈالے جو میں نے اسے دنیا کا لباس پہنا رکھا ہے کیونکہ اس کی پیشانی میرے ہاتھ میں ہے، اس کی حرکت، اس کا بولنا اور اس کا سانس لینا سب میرے اذن سے ہے اور اسے کہو اپنے رب کی بات قبول کرے، وہ وسیع مغفرت والا ہے، اس نے تجھے چار سو سال سے مہلت دے رکھی ہے اور تو ہر وقت اسے جنگ کی مبارزت دیتا رہا تو اس کی مثل ہونے کا دعویٰ کرتا رہا اور اس کے راستہ میں اس کے بندوں کو روکتا رہا لیکن پھر بھی وہ تم پر بارش برساتا رہا، زمین سے تیرے لیے اناج اگاتا رہا، تجھے نہ بیماری لاحق ہوئی، نہ تو بوڑھا ہوا اور نہ محتاج ہوا اور تجھے مغلوب کیا گیا۔ اگر وہ چاہتا تو یہ سب کچھ وہ کر سکتا تھا اور وہ تجھ سے ساری نعمتیں سلب کر سکتا تھا۔ لیکن وہ بڑے حلم و بردباری والا ہے، خوب کوشش کرو، خود بھی اور اپنے بھائی کے ذریعے، تم دونوں اس سے جہاد کرنے کے پابند ہو۔ اگر میں چاہتا تو اس پر ایسا لشکر بھیجتا جس کے مقابلہ کی اسے

طاقت نہ ہوتی۔ میں ایسا بھی کر سکتا تھا لیکن میں نے اس لیے ایسا نہیں کیا تا کہ بندہ ضعیف جس کو نفس اور ہر نعمت کی کثرت نے مغرور بنا دیا ہے جان لے کہ چھوٹا سا گروہ میرے اذن سے بڑے گروہ پر غالب آ جاتا ہے اور میری طرف سے کوئی گروہ چھوٹا نہیں ہے۔ اور اس کی زیب و زینت اور ہر وہ چیز جس سے وہ لطف اندوز ہو رہا ہے تمہیں تعجب میں نہ ڈالے، تمہاری آنکھیں اس کے مال و زر کی طرف نہ اٹھیں کیونکہ وہ قریبی دنیا کی رونق و بہجت ہے اور وہ مترفین کی زینت ہے۔ اگر میں چاہتا تو تمہیں بھی دنیا کی زینت سے مزین کر دیتا، جسے فرعون بھی دیکھ کر جان لیتا کہ جو تمہیں دولت بخشی گئی ہے وہ اس سے عاجز ہے، میں ایسا کر سکتا تھا لیکن میں تمہیں دنیا کی زیب و زینت سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہوں۔ میں نے جو ان کے لیے جمع کر رکھا ہے وہ بڑھ رہا ہے، میں اپنے دوستوں کو اس دنیا کی نعمتوں اور خوشحالیوں سے دور رکھتا ہوں جس طرح چرواہا جو اپنی بکریوں پر شفیق ہوتا ہے، انہیں ہلاکت کی جگہوں سے دور رکھتا ہے۔ میں انہیں شکوہ اور غیضوں سے دور رکھتا ہوں جیسے شفیق چرواہا اپنے اونٹوں کو خطرناک جگہ پر بیٹھنے سے بچاتا ہے۔ اور یہ سب چیزیں انہیں عطا کرنا میرے لیے کچھ مشکل نہیں ہے لیکن یہ سب کچھ اس لیے ہے تا کہ وہ میری عزت و کرامت کو مکمل طور پر حاصل کر لیں اور اسے دنیا اور خواہش نفس نہ ورغلائے۔ جان لے کہ میری بارگاہ میں بندے دنیا کی زینت سے مزین نہیں ہوتے۔ میری بارگاہ میں دنیا سے عدم دلچسپی ہی بہتر ہے کیونکہ متقین کا لباس وہ ہے جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں مثلاً سکینت، خشوع، سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح: 29) ''ان کا نشان ان کے چہروں میں سجدوں کا اثر ہے''۔ یہ لوگ میرے اولیاء ہیں۔ جب تو ان سے ملے تو ان کے لیے اپنے پر جھکا دئے اور ان کے لیے اپنے دل اور زبان کو نرم کر اور جان لے کہ جس نے میرے ولی کی اہانت کی یا اسے ڈرایا اس نے مجھے اعلان جنگ سنایا، وہ میرے سامنے خود آیا اور اس نے اپنے نفس کو کچلنے کے لیے مجھے دعوت دی۔ میں اپنے دوستوں کی بہت جلد مدد کرتا ہوں، پس وہ گمان کرتا ہے جو مجھے جنگ کی دعوت دیتا ہے یا مجھ سے دشمنی کرتا ہے یا مجھے عاجز کرنے کی کوشش کرتا ہے یا وہ گمان کرتا ہے جو مجھے مبارزت دیتا ہے کہ وہ مجھ سے سبقت لے جائے گا یا مجھ سے فوت ہو جائے گا، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں اپنے دستوں کے لیے دنیا و آخرت میں بدلہ لینے والا ہوں۔ اپنے دوستوں کی مدد کسی غیر کے سپرد نہیں کرتا۔ فرمایا: موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس اس شہر میں گئے جس کے ارد گرد اس نے جنگل میں شیر باندھ رکھے تھے اور ان شیروں کی یہ کیفیت تھی کہ جس پر وہ چھوڑے جاتے۔ اسے کھا جاتے اور شہر کے اس جنگل میں چار دروازے تھے، موسیٰ علیہ السلام اس بڑے راستہ سے فرعون کے پاس گئے جو فرعون نے دیکھا ہوا تھا۔ جب شیروں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ لومڑیوں کی طرح چیخنے لگے، جو منتظم تھے وہ سب یہ عجیب کیفیت دیکھ کر بھاگ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف متوجہ ہوئے حتیٰ کہ اس دروازہ پر پہنچ گئے جس میں فرعون تھا۔ آپ نے اپنے عصا سے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے اون کا جبہ اور شلوار پہنی ہوئی تھی۔ جب دربار کے نگران نے آپ کو دیکھا تو اسے آپ کی جرأت سے بہت تعجب ہوا۔ اس نے آپ کو اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ اس نے مجھے کہا تجھے معلوم ہے کہ تو کس کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے؟ تو اپنے سردار کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو، میں اور فرعون سب میرے رب کے غلام ہیں۔ میں اس کا مددگار ہوں، اس نگران نے

دوسرے نگرانوں اور چوکیداروں کو موسیٰ علیہ السلام کے بارے بتایا۔ سب کو یہ خبر پہنچ گئی اور فرعون سے پہلے ہر نگران تک پہنچ گئی۔ ان میں سے ہر نگران کے تحت حسب ضرورت لشکر تھا، حتی کہ موسیٰ علیہ السلام کی آمد کی خبر فرعون تک پہنچ گئی۔ فرعون نے کہا اسے میرے پاس لے آؤ، جب آپ اس کے پاس گئے تو اس نے کہا کیا تو مجھے جانتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ فرعون نے کہا: اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا (الشعراء: 18) ''کیا ہم نے اپنے پاس بچپن میں تمہیں پالا نہ تھا''۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جواب دیئے فرعون نے کہا اسے پکڑلو، موسیٰ علیہ السلام نے جلدی سے اپنا عصا مبارک پھینکا تو وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا۔ اس نے لوگوں پر حملہ کر دیا، لوگ اس سے شکست کھا گئے، پندرہ ہزار بندے مر گئے، بعض نے بعض کو مار ڈالا، فرعون شکست خوردہ ہو کر کھڑا تھا حتی کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر دو، ہم اس کا انتظار کریں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ مجھے تو تجھ سے مقابلہ کرنے کو کہا گیا ہے، اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا تو میں تجھ پر داخل ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے اور اس کے درمیان میعاد مقرر کر دو اور اسے کہو کہ وہ خود میعاد مقرر کرے۔ فرعون نے کہا میں چالیس دن تک میعاد مقرر کرتا ہوں۔ اس نے ایسا کر دیا، حضرت وہب فرماتے ہیں: ڈر کی وجہ سے فرعون کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ پہلے چالیس دنوں میں ایک مرتبہ بیت الخلاء میں آتا تھا، اب جب کہ ہر روز چالیس مرتبہ آتا تھا۔ فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام شہر سے باہر تشریف لائے، جب آپ شیروں کے پاس سے گزرے تو وہ آپ کے سامنے دم دبا کر جھک گئے اور موسیٰ علیہ السلام کو الوادع کرنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چلے اور انہوں نے آپ پر کوئی حملہ نہ کیا اور نہ کسی اور اسرائیلی پر حملہ کیا۔ (1)

اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾

''بلاشبہ میں تیرا پروردگار ہوں پس تو اتار دے اپنے جوتے، بے شک تو طوی کی مقدس وادی میں ہے۔ اور میں نے پسند کر لیا ہے تجھے (رسالت کے لیے) سو خوب کان لگا کر سن جو وحی کیا جاتا ہے۔ یقیناً میں ہی اللہ ہوں، نہیں ہے کوئی معبود میرے سوا، پس تو میری عبادت کیا کر اور ادا کیا کر نماز مجھے یاد کرنے کے لیے''۔

امام عبد الرزاق، الفریابی، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے جوتے اتار دے کیونکہ وہ مردار گدھے کی جلد سے بنے ہوئے تھے، اس لیے انہیں اتارنے کا حکم دیا گیا۔ (2)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نماز میں نعلین اتارنے کی کیا وجہ ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم اس لیے تھا کیونکہ وہ مردار گدھے کے چمڑے سے بنے ہوئے تھے۔

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 79، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 369 (1800)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے جوتے مردار گدھے کے چمڑے کے بنے ہوئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا: کہ موسیٰ علیہ السلام کے قدم پاک جگہ کو مس کریں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الزہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے **فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ** فرماتے ہیں: آپ کے جوتے گھریلو گدھے کے چمڑے کے بنے ہوئے تھے۔

ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جن جوتوں کے اتارنے کا موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا تھا وہ خنزیر کے چمڑے کے تھے۔

عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ یہ حکم اس لیے ملا تا کہ آپ کے قدم مقدس زمین کو مس کریں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود ابوموسیٰ الاشعری کے گھر میں آئے تو نماز کا وقت ہو گیا۔ ابوموسیٰ نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! آگے بڑھو (اور امامت کراؤ) کیونکہ آپ عمر میں بڑے ہیں اور علم بھی زیادہ رکھتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: نہیں بلکہ آپ امامت کرائیں، ہم آپ کے گھر آئے ہیں۔ ابوموسیٰ آگے بڑھے اور جوتے اتار دیئے۔ جب نماز پڑھ چکے تو ابن مسعود نے کہا آپ نے جوتے کیوں اتارے تھے؟ کیا آپ وادی مقدس میں تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خفین اور نعلین میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (1)

ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے المقدس سے مراد مبارک ہے اور طویٰ ایک وادی کا نام ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **الْمُقَدَّسِ** سے مراد طاہر ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ **بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ** یہ فلسطین میں ایک وادی ہے جو دو دفعہ پاک کی گئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ارض مقدس ہے اور اس کو طُوًى کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس زمین کی وادی سے موسیٰ علیہ السلام رات کو گزرے تھے۔ کہا جاتا ہے طُوِيَتْ وَادِيْ كَذَا وَكَذَا الطَّاوِيْ مِنَ اللَّيْلِ وَارْتَفَعَ اِلَى اَعْلَى الْوَادِيْ۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **الْمُقَدَّسِ** کا مطلب المبارك ہے اور **طُوًى** وادی کا نام ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مبشر بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **طُوًى** اللہ کی ایک وادی ہے اور فرمایا: یہ وادی دو دفعہ برکت کے ساتھ لپیٹی گئی۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے **طُوًى** کے تحت روایت کیا ہے کہ اس وادی میں ننگے پیر چلو۔ (2)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی نجیح رحمہم اللہ نے **طُوًى** کے تحت روایت کیا ہے کہ زمین پر اپنے قدم لگاؤ یعنی ننگے پاؤں چلو جس طرح کعبہ میں ننگے پاؤں داخل ہوتے ہو۔ یہ برکة الوادی سے مشتق ہے۔ یہ سعید بن جبیر کا قول ہے اور مجاہد فرماتے ہیں: کہ **طُوًى** وادی کا نام ہے۔

1۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 255 (9262)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 170، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کیا ہے: طُوًی یہ ایک وادی ہے جو دومرتبہ پاک کی گئی ہے، اس کا نام طُوًی ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے طُوًی کو طاء کے رفع کے ساتھ اور اس کے آخر میں تنوین پڑھتے تھے۔ امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ انا لا اعذاب من قالها۔

امام ابن سعد، ابویعلی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے ہوئے باہر نکلے تو انہیں بنی زہرہ کا ایک شخص ملا، اس نے پوچھا: اے عمر! کہاں جارہا ہے؟ عمر نے کہا میں (نعوذ باللہ!) محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، اس شخص نے کہا تو بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کیسے امن میں ہوگا، عمر نے کہا میں تو تجھے بھی دیکھ رہا ہوں کہ تو اپنا دین چھوڑ چکا ہے۔ اس شخص نے کہا میں تجھے ایک عجیب بات نہ بتاؤں؟ تیری بہن اور تیرے بہنوئی بھی دین چھوڑ چکے ہیں۔ حضرت عمر چنگھاڑتے ہوئے ان کے پاس آئے اور ان کے پاس خباب موجود تھے۔ جب خباب نے عمر کی آمد کی آہٹ سنی تو وہ گھر میں چھپ گئے، حضرت عمر اندر داخل ہوئے، یہ کہا میں تمہارے پاس سے آواز سن رہا تھا۔ وہ سورۂ طٰہٰ کی آیات پڑھ رہے تھے، بہن اور بہنوئی نے کہا تم بات کرو جو کرنا چاہتے ہو، عمر نے کہا: شاید تم اپنے دین سے پھر گئے ہو، بہنوئی نے کہا اے عمر! حق تیرے دین کے علاوہ دین میں ہے، عمر اپنے بہنوئی پر جھپٹ پڑے اور اسے سختی سے روند ڈالا۔ بہن قریب آئی تا کہ اپنے خاوند کو چھڑائے تو عمر نے دھکا دے کر اس کا چہرہ زخمی کر دیا۔ عمر نے کہا مجھے وہ کتاب پیش کرو جو تمہارے پاس ہے میں اس کو پڑھتا ہوں۔ بہن نے کہا تو ابھی ناپاک ہے اور اس پاکیزہ کتاب کو ناپاک لوگ نہیں چھو سکتے، اٹھو وضو کرو۔ عمر اٹھے وضو کیا پھر کتاب کو پکڑا اور سورۂ طٰہٰ کی آیات اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِیۡ تک تلاوت کیں، عمر نے کہا میری محمد کے پاس جانے کے لیے راہنمائی کرو۔ خباب نے عمر کی بات سنی تو کمرے سے نکل آئے اور کہا اے عمر! مبارک ہو، میں امید کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو خمیس کی رات تیرے لیے دعا مانگی تھی وہ پوری ہوگئی ہے۔ سرکار ﷺ نے یہ دعا مانگی تھی اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الۡاِسۡلَامَ بِعُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ اَوۡ بِعَمۡرِو بۡنِ هِشَامٍ۔ حضرت عمر گھر سے باہر نکلے اور سیدھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ (1)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل کے واسطہ سے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری عبادت کرو۔ جو خلوص دل کے ساتھ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دے گا وہ میرے حصن میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے حصن (قلعہ) میں داخل ہوجائے گا وہ میرے عذاب سے بچ جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِیۡ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب بندہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 3، صفحہ 68-267، دار صادر بیروت

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ جب تو میرا ذکر کرے تو نماز پڑھ۔

امام احمد، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کوئی نماز کے وقت سویا رہے یا نماز بھول جائے تو جب اسے یاد آئے نماز پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔(1)

امام ترمذی، ابن ماجہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس آرہے تھے تو رات کا سفر تھا، صحابہ کرام کو نیند آگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ کو بیٹھا دیا اور پڑاؤ کیا۔ پھر فرمایا اے بلال تو رات کو ہمارے اوپر پہرہ دے۔ فرماتے ہیں: پہلے تو بلال نماز پڑھتے رہے پھر اپنے کجاوے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور منہ مشرق کی طرف کر لیا، حضرت بلال کو نیند آگئی اور سو گئے۔ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی بیدار نہ ہوا حتی کہ سورج کی شعاعیں ان پر پڑیں۔ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا: اے بلال! بلال نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان ہو جائے۔ مجھے بھی اس ذات نے پکڑے رکھا جس نے آپ کو پکڑے رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں سے کوچ کرو پھر آگے جا کر آپ نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا، وضو فرمایا پھر نماز کی تکبیر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر نماز پڑھائی جس طرح نماز کے وقت میں پڑھتے تھے۔ پھر فرمایا جو نماز بھول جائے اسے جب نماز یاد آئے تو پڑھ لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ابن شہاب للذکری پڑھتے تھے۔(2)

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں:: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا جو نماز سے غافل رہے حتی کہ سورج طلوع ہو جائے یا سورج غروب ہو جائے، اس کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے، اچھی طرح وضو کرے، اچھے طریقے سے نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، بس اس کا یہی کفارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (3)

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت سمرہ بن یحییٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں عشاء کی نماز بھول گیا حتی کہ صبح ہوگئی۔ میں ابن عباس کے پاس گیا اور انہیں اپنی نماز کے بھولنے کے متعلق بتایا تو انہوں نے فرمایا: اٹھو اور نماز پڑھ لو۔ پھر بطور دلیل یہ آیت پڑھی وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ

امام عبد بن حمید نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تو نماز بھول جائے تو جب یاد آئے قضا کر لے۔

ابن ابی شیبہ نے شعبی اور ابراہیم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تو بھول جائے تو جونہی یاد آئے پڑھ لے۔(4)

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد 6-5، صفحہ 163 (316)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، جلد 8، صفحہ 517 (3163)، دار الفکر بیروت

3۔ مجمع الزوائد، کتاب الصلوٰۃ، جلد 2، صفحہ 76 (1810)، دار الفکر بیروت

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 412 (4746)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو نماز کے وقت سو گیا یا نماز بھول گیا تو سورج کے طلوع اور غروب کے وقت جب اسے یاد آئے پڑھ لے۔ پھر یہ آیت پڑھی وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ فرماتے ہیں: جب تجھے نماز یاد آئے پڑھ لے خواہ کوئی بھی وقت ہو۔(1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ سے پلٹے تو ہم ریتلی زمین پر اترے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہمارا پہرہ دے گا؟ حضرت بلال نے کہا میں۔ تمام صحابہ سو گئے حتی کہ ان پر سورج طلوع ہو گیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایسا ہی کرو جیسا تم پہلے کرتے تھے۔ اسی طرح اس شخص کے لیے حکم ہے جو سو جائے یا بھول جائے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو جحیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اس سفر میں تھے جس میں تمام صحابہ سو گئے تھے اور سورج طلوع ہو گیا تھا، فرمایا تم مردہ تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہاری ارواح کو لوٹا دیا، پس جو نماز کے وقت سویا رہے یا نماز بھول جائے تو جونہی اسے نماز یاد آئے نماز پڑھ لے اور جب بیدار ہو تو نماز پڑھ لے۔(3)

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾ وَ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَ لِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ ٚ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾ وَ اضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾

"بے شک وہ گھڑی (قیامت) آنے والی ہے، میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ بدلہ دیا جائے ہر شخص کو اس کام کا جس کے لیے وہ کوشاں ہے۔ پس ہرگز نہ روکے تجھے اس (کو ماننے) سے وہ شخص جو نہیں ایمان رکھتا اس پر اور پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی ورنہ تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور (ندا آئی) یہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ! عرض کی (میرے رب!) یہ میرا عصا ہے، میں ٹیک لگاتا ہوں اس پر اور میں پتے جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں کے لیے اور میرے لیے اس میں کئی اور فائدے بھی ہیں۔ حکم ہوا ڈال دے اسے زمین پر

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 412 (4743)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 411 (4736)

3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 12-411 (4638)

اے موسیٰ! تو آپ نے اسے زمین پر ڈال دیا پس اچانک وہ سانپ بن کر (ادھر ادھر) دوڑنے لگا۔ حکم ہوا اسے پکڑ لو اور مت ڈرو، ہم لوٹا دیں گے اسے اپنی پہلی حالت پر۔ اور (حکم ملا) دبا لو اپنا ہاتھ اپنے بازو کے نیچے، یہ نکلے گا خوب سپید ہو کر بغیر کسی بیماری کے۔ یہ دوسرا معجزہ (ہم نے تمہیں دیا) ہے۔ تاکہ ہم دکھائیں تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں۔ (اب) جائیے فرعون کے پاس وہ سرکش ہو گیا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا کہ میں قیامت کی گھڑی کا اظہار کسی پر بھی نہیں کروں گا۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَكَادُ اُخْفِيْهَا کے تحت روایت کیا ہے کہ میں نے اسے اپنے آپ سے بھی پوشیدہ رکھا۔

امام عبد بن حمید اور ابن الانباری رحمہما اللہ نے المصاحف میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل سماء اور اہل زمین میں سے ہر شخص پر اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم مخفی رکھا ہے۔ ابن مسعود کی قرأت میں ہے اَكَادُ اُخْفِيْهَا مِنْ نَّفْسِيْ یعنی میں اپنے آپ سے چھپائے رکھتا۔ عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں: میں قیامت کے علم کو مخلوق سے چھپائے رکھتا حتی کہ اگر میں اس کا علم اپنے آپ سے چھپا سکتا تو بھی میں ایسا کر دیتا (عرب جب کسی چیز کے پوشیدہ کرنے میں مبالغہ کا اظہار کرتے ہیں تو کہتے ہیں میں نے تیرے راز کو اپنے آپ سے چھپائے رکھا)۔

عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بعض قراتوں میں اَكَادُ اُخْفِيْهَا مِنْ نَّفْسِيْ ہے فرماتے ہیں: میری عمر کی قسم! اللہ تعالیٰ نے قیامت کی گھڑی کا علم ملائکہ مقربین اور انبیاء و مرسلین سے مخفی رکھا۔ (1)

امام عبد بن حمید نے حضرت ابو صالح سے اَكَادُ اُخْفِيْهَا کا مطلب یہ بیان کیا: وہ اپنے آپ سے پوشیدہ رکھتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن الانباری رحمہما اللہ نے حضرت ورقاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اَكَادُ اُخْفِيْهَا یعنی الف کے نصب، فاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھایا ہے اور اس صورت میں اس کا معنی ظاہر کرنا ہو گا۔ پھر فرماتے ہیں: شاعر نے اس معنی میں یہ لفظ استعمال کیا ہے:

دَاَبَ شَهْرَيْنِ ثُمَّ شَهْرًا دَمِيْكًا   مَادمیکین يُخْفِيَانِ غُمَيْرًا

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے حضرت الفراء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابی بن کعب کی قرأت میں اَكَادُ اُخْفِيْهَا مِنْ نَّفْسِيْ فَكَيْفَ اُطْلِعُكُمْ عَلَيْهَا "میں اسے اپنے آپ پوشیدہ رکھتا ہوں تو تمہیں اس پر کیسے مطلع کرتا ہوں"۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى کے تحت روایت کیا ہے تاکہ ہر شخص کو اپنے عمل کا ثواب دیا جائے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 174، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الشعبی سے اور ابن شرمہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ خواہش کو ھویٰ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ انسان کو آگ میں گرا دیتی ہے (ھویٰ یھوی کا مطلب گرنا ہوتا ہے)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو عصا ایک فرشتے نے دیا تھا جب کہ وہ مدین کی طرف جا رہے تھے، وہ عصا رات کو روشنی دیتا تھا اور آپ اسے زمین پر مارتے تو سبزہ اگ پڑتا اور اس کے ساتھ اپنی بکریوں کے پتے جھاڑتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا کے تحت روایت کیا ہے کہ جب آپ اپنی بکریوں کے ساتھ جاتے تو اس پر سہارا لیتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ أَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کو درخت پر مارتا ہوں تو اس سے پتے میری بکریوں پر گرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ أَهُشُّ کا مطلب انسان کا اپنے ڈنڈے سے درخت کے پتے جھاڑنا اور پھر پتوں کا گر پڑنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: أَهُشُّ کا مطلب ڈنڈے کو حرکت دینا ہے تاکہ پتے گر پڑیں اور الخبط کا مطلب جھاڑنا ہے تاکہ پتے گر پڑیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: أَهُشُّ کا مطلب یہ ہے انسان کا اپنی کھونٹی کو ٹہنی پر رکھنا پھر اسے حرکت دینا ہے تاکہ اس کے پتے اور پھل گر پڑیں اور لکڑی کو توڑنا نہیں ہوتا۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے أَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي کے تحت روایت کیا کہ میں اس کے ساتھ پتے جھاڑتا ہوں۔ وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ اور میری اس میں دوسری حاجات بھی ہیں۔(1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ مَآرِبُ أُخْرَىٰ سے مراد دوسری حوائج ہیں۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے بھی مَآرِبُ کا مطلب حاجات اور منافع روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَآرِبُ سے مراد حوائج ہیں یعنی میں اس پر اپنے زاد راہ کا جھولا اور مشکیزہ اٹھاتا ہوں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ یہ آپ کے لیے رات کو روشنی کرتا تھا اور یہ آدم علیہ السلام کا عصا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ فرماتے ہیں: وہ ڈنڈا پہلے سانپ نہیں تھا پھر سانپ بن گیا، کسی درخت سے گزرتا تو اسے کھا جاتا اور کسی چٹان سے گزرتا تو اسے نگل

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 371 (09-1808)، دار الکتب العلمیہ بیروت

جاتا تو موسیٰ علیہ السلام چٹان کی اس میں گرنے کی آواز سنتے تھے وَّلّٰى مُدْبِرًا (النمل: 10) آپ پیٹھ پھیر کر بھاگے تو آواز دی گئی اے موسیٰ اسے پکڑو آپ نے نہ پکڑا تو دوسری مرتبہ آواز دی پکڑلو اور ڈرو مت۔ پھر تیسری مرتبہ کہا گیا بے شک تم ہر خطرہ سے محفوظ ہو۔ اس کے بعد موسیٰ نے اسے پکڑ لیا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى کا مطلب پہلی حالت روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے پہلی ہیئت کی روایت کیا ہے۔ وَ اضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ یعنی اپنی ہتھیلی اپنے بازو کے نیچے داخل کرو تو وہ نکلے گی سفید بغیر کسی مرض کے یعنی برص کی بیماری کے بغیر۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن عباس سے مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ کا معنی مِنْ غَيْرِ بَرَصٍ روایت کیا ہے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ باہر نکالا تو وہ چراغ کی طرح تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا کہ ان کی اپنے رب سے ملاقات ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى تاکہ ہم دکھائیں تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ وَ يَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾ وَ اجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَ اَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَ اَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ۬ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ ؕ۬ وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۬ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 184، داراحیاء التراث العربی بیروت

اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝۴۲ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝۴۳ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝۴۴ قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۝۴۵ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِيْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ۝۴۶ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝۴۷

’’آپ نے دعا مانگی اے میرے پروردگار! کشادہ فرمادے میرے لیے میرا سینہ۔ اور آسان فرمادے میرے لیے میرا یہ (کٹھن) کام۔ اور کھول دے گرہ میری زبان کی۔ تاکہ اچھی طرح سمجھ سکیں وہ لوگ میری بات۔ اور مقرر فرما میرا وزیر میرے خاندان سے۔ یعنی ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔ مضبوط فرمادے اس سے میری کمر۔ اور شریک کردے اسے میری (اس) مہم میں۔ تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری پاکی بیان کریں۔ اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں۔ بے شک تو ہمارے (ظاہر و باطن کو) خوب دیکھنے والا ہے۔ جواب ملا منظور کرلی گئی ہے آپ کی درخواست اے موسیٰ! اور ہم نے احسان فرمایا تھا تم پر ایک بار پہلے بھی۔ جب ہم نے وہ بات الہام کی تھی تمہاری ماں کو جو الہام ہی کیے جانے کے قابل تھی۔ یہ کہ رکھ دو اس معصوم بچے کو صندوق میں پھر ڈال دو اس صندوق کو دریا میں، پھینک دے گا اسے دریا ساحل پر پھر پکڑے گا اسے وہ شخص جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچے کا بھی دشمن ہے اور (اے موسیٰ!) میں نے پرتو ڈالا تجھ پر محبت کا اپنی جناب سے (تاکہ جو دیکھے فریفتہ ہو جائے) اور (اس تدبیر کا منشا یہ تھا) کہ آپ کی پرورش کی جائے میری چشم (کرم) کے سامنے۔ یاد کرو جب چلتے چلتے آئی آپ کی بہن اور کہنے لگی (فرعون کے اہل خانہ سے) کیا میں بتاؤں تمہیں وہ آدمی جو اس کی پرورش کر سکے پس (یوں) ہم نے آپ کو لوٹا دیا آپ کی ماں کی طرف تاکہ آپ کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرے اور غمناک نہ ہو اور (تمہیں یاد ہے جب) تو نے مار ڈالا تھا ایک شخص کو پس ہم نے نجات دی تھی تمہیں غم و اندوہ سے اور ہم نے تمہیں اچھی طرح جانچ لیا تھا پھر تم ٹھہرے رہے کئی سال اہل مدین میں پھر تم آ گئے ایک مقررہ وعدہ پر اے موسیٰ! اور میں نے مخصوص کرلیا ہے تمہیں اپنی ذات کے لیے۔ اب جائیے آپ اور آپ کا بھائی میری نشانیاں لے کر اور نہ سستی کرنا میری یاد میں۔ آپ دونوں جائیں فرعون کے پاس وہ سرکش بنا بیٹھا ہے۔ اور گفتگو کریں اس کے ساتھ نرم انداز سے شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا (میرے غضب سے) ڈرنے لگے۔ دونوں نے عرض کی اے ہمارے رب! ہمیں یہ خوف ہے کہ وہ دست درازی کرے گا ہم پر یا سرکشی سے پیش آئے گا۔ ارشاد ہوا ڈرو نہیں میں یقیناً

تمہارے ساتھ ہوں (ہر بات) سن رہا ہوں اور (ہر چیز) دیکھ رہا ہوں۔ پس (بے خوف وخطر) اس کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ ہم دونوں تیرے رب کے فرستادہ ہیں پس بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اور انہیں (اب مزید) عذاب نہ دے، ہم لے آئے ہیں تیرے پاس ایک نشانی تیرے رب کے پاس سے اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے''۔

امام ابن مردویہ، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو شبیر پہاڑ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ دعا مانگتے ہوئے دیکھا تھا: اَشْرِقْ ثَبِیْرُ اَشْرِقْ ثَبِیْرُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِمَا سَأَلَكَ اَخِیْ مُوْسٰی اَنْ تَشْرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَاَنْ تُیَسِّرَ لِیْ اَمْرِیْ وَاَنْ تَحُلَّ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ الخ۔

امام السلفی رحمہ اللہ نے الطیوریات میں ایک کمزور سند کے ساتھ حضرت ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ الخ تو رسول اللہ ﷺ ایک پہاڑ کے اوپر تھے۔ آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اَشْدُدْ اَزْرِیْ بِاَخِیْ عَلِیٍّ، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ آپ نے یہ دعا اس لیے فرمائی کہ آگ کا انگارہ منہ میں داخل کرنے کی وجہ سے آپ کی زبان پر گرہ بن گئی تھی۔ جب فرعون کو داڑھی سے آپ نے پکڑا تھا تو اس نے کہا یہ میرا دشمن ہے، اس کی بیوی نے کہا یہ تو بے سمجھ بچہ ہے، وہ فرعون کے تشدد اور عقوبت کو دور کرنے کے لیے دو تھال لے کر آئی، ایک میں انگارے تھے اور دوسرے میں جواہر اور موتی تھے تو موسیٰ علیہ السلام نے انگارہ اٹھا کر منہ میں ڈال دیا تھا'' اس نے کہا دیکھو اگر اسے سمجھ ہوتی تو جواہر اٹھاتا''۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت ہارون عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔

امام ابن المنذر اور ابن حاتم نے حضرت عطیہ سے اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ میری کمر کو مضبوط کردے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ یعنی ہارون کے ساتھ میری اس مہم کو قوت دے اور مضبوط کر کیونکہ ان کے ساتھ مجھے قوت حاصل ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ کے تحت روایت کیا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو اس وقت نبی بنایا گیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنایا گیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں جانتا ہوں کہ دنیا میں کوئی بھی بھائی اپنے بھائی کے لیے نفع بخش ہوتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے بھائی کے لیے نبوت کا سوال کیا تھا (تو وہ بھی ان کے لیے نفع بخش ہوگا) حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ سچ کہہ رہا ہے۔

امام حاکم نے وہب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ہارون بولنے میں فصیح تھے، وہ ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے اور علم اور حلم کے انداز میں گفتگو کرتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وہ قامت کے اعتبار سے لمبے تھے اور عمر میں بڑے تھے، گوشت

بھی ان کا زیادہ تھا، ان کا جسم زیادہ سفید تھا اور ان کی تختیاں بھی زیادہ بڑی تھیں، موسیٰ علیہ السلام کے بال گھنگھریالے تھے، آپ کا رنگ گندمی تھا، آپ بھی لمبے تھے، گویا آپ شنوأہ قبیلہ کے مردوں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا مگر اس کے دائیں ہاتھ میں نبوت کی علامت ہوتی تھی، لیکن ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔(1)

امام عبد بن حمید نے حضرت عاصم بن ابی النجود سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت میں تمام کافات پر نصب پڑھتے تھے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الاعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وہ تمام کافات کو جزم دیتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: الْيَمِّ سے مراد دریائے نیل ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: وَ اَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی محبت کا عکس ڈال دیا تو جو آپ کو دیکھتا آپ کی محبت میں فریفتہ ہو جاتا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سلمہ بن کہیل رحمہ اللہ سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ میں نے تجھے اپنے بندوں کا محبوب بنا دیا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: حضرت آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ کو دیکھا تو اسے بڑا حسین اور ملیح پایا۔ اس وقت اس نے فرعون سے کہا قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوْهُ (القصص:9) "(اے میرے سرتاج!) یہ بچہ تو میری اور تیری آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرنا"۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابورجاء سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں ملاحت اور حلاوت رکھ دی تھی۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس قول کے تحت روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھوں میں ایسی حلاوت رکھ دی تھی کہ جو بھی آپ کو دیکھتا آپ سے محبت کرتا۔(2)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کہ میں عبد اللہ بن عمر کے ساتھ تھا لوگ ان سے ملاقات کرتے تو انہیں سلام کرتے اور آپ کی تعریف کرتے اور آپ کے لیے دعا کرتے ابن عمر ہنستے تھے، جب لوگ چلے گئے تو آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ لوگ آتے ہیں حتیٰ کہ اگر میں انہیں سونا اور چاندی عطا کروں تو پھر بھی اس سے زیادہ میرا احترام نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی وَ اَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابونہیک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: لِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ کا مطلب لِتُعْمَلَ عَلٰی عَیْنِیْ ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابوعمران الجونی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی نظر عنایت کے ساتھ اس کی تربیت کرے۔

عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اس کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ میری آنکھوں کے سامنے اسے غذا دے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے موسیٰ! تم میری

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 631 (14105)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 61، صفحہ 23، دار الفکر بیروت

نظر عنایت کے سامنے تھے جب تیری والدہ تابوت میں رکھ رہی تھی اور تجھے دریا میں ڈال رہی تھی۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن مردویہ اور الخطیب نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے: موسیٰ علیہ السلام نے جو آل فرعون سے ایک شخص کو قتل کیا تھا وہ قتل خطا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ یعنی نفس کو قتل کرنے کے غم سے ہم نے تجھے نجات دی۔ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا اور تجھے پوری طرح بچالیا۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ہم نے تجھے آزمائش میں ڈالا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا یعنی ہم نے آپ کو نعمت کے ذریعہ آزمایا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا یعنی ہم نے تمہیں آزمایا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا اس سے مراد آپ کو تابوت میں ڈالا جانا اور پھر دریا میں ڈالا جانا ہے پھر آل فرعون کا آپ کو اٹھالینا، پھر آپ کا خوف زدہ ہو کر نکل جانا ہے۔

امام ابن ابی عمر العدنی نے اپنی مسند میں، عبد بن حمید، نسائی، ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس سے وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ابن جبیر کل صبح سویرے آنا کیونکہ یہ بڑا طویل واقعہ ہے (اور اس کا بڑا طویل پس منظر ہے) دوسرے دن صبح میں ابن عباس کے پاس گیا تا کہ انہوں نے جو مجھ سے فتون کے بارے میں بتانے کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کرلوں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: فرعون اور اس کے حواریوں نے اس مسئلہ پر بحث کی کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کی اولاد سے انبیاء اور بادشاہ بنائے گا۔ فرعون کے کسی حواری نے کہا کہ بنی اسرائیل اس بات کے منتظر رہتے ہیں اور انہیں اس مسئلہ میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ یوسف بن یعقوب کو اپنا نجات دھندہ سمجھتے تھے پھر جب ان کا وصال ہو گیا تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ فرمایا ہے یہ تو وہ نہیں ہے، فرعون نے کہا تم کیا رائے رکھتے ہو۔ تمام نے مشورہ کیا اور اس بات پر متفق ہوئے کہ بہت سے افراد بھیجے جائیں جن کے ہاتھوں میں چھریاں ہوں۔ وہ بنی اسرائیل میں چکر لگائیں جو بچہ پائیں اسے قتل کردیں، پس انہوں نے ایسا ہی کیا پھر جب انہوں نے دیکھا کہ بڑے تو اپنی عمر پر مر رہے ہیں اور چھوٹوں کو ذبح کیا جا رہا ہے تو انہوں نے کہا ہو سکتا ہے بنی اسرائیل بالکل ختم ہو جائیں، جو خدمت کا فریضہ بنی اسرائیل ادا کرتے ہیں ہمیں وہ خود کرنا پڑے گا۔ پس ایک سال تو ان کا ہر بچہ قتل کردو اور ایک سال ان کا کوئی بچہ قتل نہ کیا جائے۔ اس طرح ان کے بیٹوں کی تعداد کم ہو جائے گی پس جو بڑے مرجائیں گے ان کی جگہ یہ چھوٹے جوان آجائیں گے اس طرح وہ زیادہ بھی نہیں ہوں گے کیونکہ تمہیں ان کی کثرت سے بھی خطرہ ہے، پس وہ قتل ہونے کے ساتھ کم بھی نہ ہوں گے اور تمہاری ضروریات بھی پوری ہو جائیں گی۔ تمام فرعونی اس بات پر جمع ہو گئے، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ، ہارون کے ساتھ اس سال

حاملہ ہوئیں جس سال بچوں کو قتل نہیں کیا جانا تھا۔ اس نے علانیہ بچہ جنم دیا حتی کہ آئندہ سال وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حاملہ ہوئیں، اس لیے ان کے دل میں انتہائی پریشانی اور قلق تھا۔ یہ ایک فتون میں سے فتنہ (آزمائش) ہے۔ جب آپ کو بطن میں بچہ محسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ تم نہ ہراساں ہونا اور نہ غمگین ہونا یقیناً ہم لوٹا دیں گے اسے تیری طرف اور ہم بنانے والے ہیں اسے رسولوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو حکم دیا کہ بچے کی پیدائش کے بعد اسے ایک تابوت میں رکھ کر دریا میں بہا دے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو جنم دیا تو انہوں نے حکم خداوندی پر عمل کیا حتی موسیٰ علیہ السلام دریا میں بہتے بہتے والدہ کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس شیطان آیا اور وسوسہ ڈالا۔ تو وہ اپنے دل میں سوچنے لگیں کہ میں نے خود اپنے بچے سے یہ کیا کیا ہے۔ اگر وہ میرے پاس ذبح ہوتا تو میں اسے کفن دفن دیتی تو عمل میرے نزدیک اس سے بہتر تھا کہ میں نے خود اسے دریا کے جانوروں اور مچھلیوں کے حوالے کر دیا ہے۔ پانی آپ کو بہا کر لے گیا حتی کہ وہ اس جگہ لے گیا جہاں فرعون کی بیوی کی لونڈیاں پانی بھرا کرتی تھیں، انہوں نے تابوت دیکھا تو انہوں نے پکڑ لیا پھر انہوں نے تابوت کا دروازہ کھولنے کا ارادہ کیا لیکن پھر کسی نے کہا اس صندوق میں مال ہے۔ اگر ہم نے اس کا دروازہ کھول دیا تو بادشاہ کی بیوی ہماری تصدیق نہیں کرے گی۔ وہ اس صندوق کو اپنی اصلی حالت میں لے گئیں اور اس میں سے کسی چیز کو ادھر ادھر نہ کیا حتی کہ انہوں نے فرعون کی بیوی کو وہ پیش کر دیا۔ جب اس نے اس صندوق کو کھولا تو اس میں ایک بچہ پایا جس پر محبت الٰہی کا عکس ڈالا گیا تھا جو کسی انسان کو نہیں ملا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا۔ وہ ہر وقت صرف موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتی رہتی تھیں۔ جب بچوں کو ذبح کرنے والوں کو موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ کا پتہ چلا تو وہ چھریاں لے کر، فرعون کے بیوی کے پاس آئے تا کہ اس بچے کو ذبح کر دیں۔ اے ابن جبیر! یہ بھی ایک فتنہ تھا، فرعون کی بیوی نے ذبح کرنے والوں سے کہا یہ ایک بچہ بنی اسرائیل کی نفری میں زیادتی نہیں کرے گا۔ میں اسے فرعون کے پاس لے جاتی ہوں اور اس سے اس کا مطالبہ کرتی ہوں۔ اگر اس نے یہ بچہ مجھے دے دیا تو بہتر، اگر اس نے اس کے ذبح کا حکم دیا تو میں تمہیں نہیں روکوں گی، جب فرعون کی بیوی وہ بچہ فرعون کے پاس لے کر آئی تو اس نے کہا یہ بچہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، تم اس کو قتل نہ کرو فرعون نے کہا، یہ تیرے لیے ہوگا مجھے تو اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے نام کی قسم اٹھائی جاتی ہے! اگر فرعون بھی اس کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کا اقرار کر لیتا جس طرح اس کی بیوی نے کہا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما دیتا۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بیوی کو عطا فرمائی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون پر اس کو حرام قرار دے دیا تھا۔ فرعون کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کو ہر دودھ والی عورت کے پاس بھیجا تا کہ دایہ منتخب کرے لیکن جو عورت آپ کو اٹھاتی آپ اس کا پستان نہ پکڑتے تھے حتی کہ فرعون کی بیوی کو اندیشہ ہوا کہ یہ دودھ نہیں پیئے گا تو فوت ہو جائے گا۔ آپ کو بازار میں لے جایا گیا اسے امید تھی کہ شاید اس کے لیے کوئی دایہ مل جائے لیکن آپ نے کسی عورت کا دودھ قبول نہ کیا۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محبت میں گھائل ہو رہی تھی۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا، اس کے پیچھے جا اور سن کہ کیا تجھے اس کا ذکر سنائی دیتا ہے کیا وہ زندہ ہے یا

اسے جانوروں نے کھالیا ہے؟ آپ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھول گئی تھیں۔ پس آپ کی بہن آپ کو دور سے دیکھتی رہی اور وہ اس حقیقت کو نہ سمجھتے تھے۔ آپ کی بہن نے جب دیکھا کہ تمام دائیں دودھ پلانے سے عاجز آ گئی ہیں تو اس نے کہا کیا میں پتہ دوں تمہیں ایسے گھر والوں کا جو اس کی پرورش کریں تمہاری خاطر، وہ اس بچہ کے خیر خواہ بھی ہوں گے۔ پس فرعونیوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو پکڑ لیا اور کہا تجھے ان کی خیر خواہی کا کیا علم ہے کیا وہ اسے جانتے ہیں، حتی کہ وہ اس بچی کی بات پر شک کرنے لگے۔ اے ابن جبیر! یہ بھی ایک فتنہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا وہ گھر والے اس بچہ سے شفقت اور خلوص کا مظاہرہ اس لیے کریں گے تا کہ بادشاہ ان پر شفقت کرے۔ پس فرعونیوں نے بچی کو چھوڑ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن آپ کی والدہ کی طرف گئی اور اسے معاملہ سے آگاہ کیا تو آپ کی والدہ آئی۔ جب آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو گود میں ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام دودھ پینے لگ گئے حتی کہ آپ سیر ہو گئے بشارت دینے والوں نے فرعون کی بیوی کو موسیٰ علیہ السلام کے دودھ پینے کی خوش خبری دی کہ ہم نے تیرے بچے کے لیے دایہ تلاش کر لی ہے۔ پس فرعون کی بیوی نے موسیٰ کی والدہ کو بلا بھیجا، پس وہ موسیٰ علیہ السلام کو لے کر آ گئیں، فرعون کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کی دایہ سے محبت دیکھی تو اس نے کہا تم میرے پاس رہ کر میرے بچے کو دودھ پلاؤ کیوں کہ میں اس سے جو محبت کرتی ہوں، ایسی محبت کسی اور چیز سے نہیں کرتی ہوں، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا میں اپنے گھر بار کو نہیں چھوڑ سکتی۔ اگر تیرا دل چاہے تو یہ بچہ مجھے عطا کر دے۔ میں اسے اپنے گھر لے جاتی ہوں۔ میں اس سے خیر کا سلوک کروں گی، اگر تو یہ نہ چاہے تو میں اپنے گھر اور بچوں کو نہیں چھوڑ سکتی، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو یاد آ گیا جو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا، فرعون کی بیوی پر اس نے سختی کی اور یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمانے والا ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اسی دن اپنا بچہ واپس لے آئی، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا اور بڑے خوب صورت انداز میں بڑھایا اور اپنے فیصلہ کی حفاظت فرمائی جو ان کے متعلق ہو چکا تھا، بنو اسرائیل ہمیشہ فرعونیوں کے ظلم و ستم سے موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے محفوظ ہو گئے۔ جب سے آپ ان میں تشریف لائے تھے بنی اسرائیل شہر کے قرب میں اکٹھے رہتے تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی تو فرعون کی بیوی نے موسیٰ کی والدہ سے کہا کہ میں اپنا بیٹا دیکھنا چاہتی ہوں، اس نے ایک زیارت کرانے کا وعدہ کیا تو فرعون کی بیوی نے اپنے خازنوں، اپنی خادماؤں اور اپنے خزانچیوں کو کہا کہ تم میں سے ہر شخص آج میرے بیٹے کا ہدیہ اور کرامت سے استقبال کرے۔ میں ایک امین بھیجوں گی جو دیکھے گا کہ تم میں ہر شخص اس سے کتنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ آپ جب اپنی والدہ کے گھر سے نکلے تو وہاں سے شاہی محل پہنچنے تک، ہدایا اور تحائف کے ساتھ آپ کا استقبال کیا گیا۔ جب آپ فرعون کی بیوی کے پاس پہنچے تو اس نے بھی بہت عزت و کرامت کا ثبوت دیا۔ وہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی، آپ کی والدہ کی خدمت کا اثر دیکھ کر اسے بھی تحائف عطا فرمائے۔ پھر فرعون کی بیوی نے کہا میں اسے فرعون کے پاس لے جاؤں گی تا کہ وہ اسے تحائف اور ہدایا دے۔ جب فرعون کی بیوی موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس لے گئی اور انہیں فرعون کی گود میں ڈالا، تو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ لی اور اسے زمین کی طرف کھینچا، گمراہوں نے فرعون سے کہ کیا آپ دیکھتے نہیں جو اللہ نے ابراہیم سے وعدہ کیا ہے؟ یہ آپ کا وارث بنے گا، تجھے پچھاڑ دے گا اور تجھ پر غالب

آ جائے گا۔ فرعون نے ذبح کرنے والوں کو بلایا تا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ذبح کر دیں۔ یہ بھی ایک فتنہ تھا۔ اے ابن جبیر! ہر مصیبت سے آپ کو آزمایا گیا، فرعون کی بیوی دوڑتی ہوئی آئی اور کہا تو نے مجھے یہ بچہ ہبہ نہیں کیا تھا؟ کیا تو نہیں دیکھتی کہ یہ مجھے بچھاڑنا چاہتا ہے اور مجھ پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ فرعون کی بیوی نے کہا تو کوئی میرے اور اپنے درمیان ایسا معاملہ پیش کر جس سے حق ظاہر ہو جائے تم انگارے اور دو موتی لاؤ اور اس کے دونوں چیزیں قریب کر دو۔ اگر یہ موتیوں کو پکڑ لے اور انگاروں سے دور ہو جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ عقل مند ہے اور اگر یہ انگارے اٹھا لے، موتیوں کا ارادہ نہ کرے تو لو کہ جو موتیوں پر انگاروں کو ترجیح نہیں دیتا وہ عقل مند نہیں ہے۔ جب دونوں چیزیں موسیٰ علیہ السلام کے قریب کی گئیں تو آپ نے انگارے اٹھا لیے تو وہ آپ سے فوراً چھین لیے گئے تا کہ آپ کے بدن کو جلا نہ دیں، فرعون نے بیوی سے کہا اسے ذبح نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس سے پھیر دیا جب کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو ذبح کرنے کا ارادہ کر چکا تھا اور اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں انتہا تک پہنچانا چاہتا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام بالغ ہوئے تو یہ وہ دور تھا کہ فرعونی، اسرائیلیوں پر ظلم و ستم روا رکھتے تھے۔ اسی عرصہ میں آپ شہر کی ایک طرف جا رہے تھے کہ دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ ایک اسرائیلی تھا اور دوسرا فرعونی تھا، اسرائیلی نے فرعونی کے خلاف مدد طلب کی تو موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آ گیا اور غصہ انتہا کو پہنچ گیا۔ کیونکہ وہ شخص جانتا تھا موسیٰ علیہ السلام کا مقام جو بنی اسرائیل میں تھا اور وہ بنی اسرائیل کی موسیٰ علیہ السلام کا حفاظت کرنا جانتا تھا۔ یہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دودھ پلانے کی وجہ سے جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان چیزوں پر مطلع کر دیا تھا جن پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں فرمایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی کو گھونسہ مارا اور اسے قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ، موسیٰ اور اسرائیلی کے سوا کسی نے یہ کام ہوتا نہ دیکھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے قتل کر دیا تو کہا کہ یہ شیطان کے عمل سے ہے، وہ گمراہ کرنے والا کھلا دشمن ہے پھر آپ نے عرض کی اے میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا بس تو مجھے بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بخش دیا۔ آپ نے صبح کی اسی شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے، فرعون کو بتایا گیا کہ بنی اسرائیل نے ایک فرعونی شخص کو قتل کر دیا ہے۔ پس تو انہیں ہمارے حق کی خاطر پکڑ لے اور کبھی انہیں آزاد نہ کر، اس نے کہا اسے میرے پاس لاؤ اور گواہ بھی ساتھ لاؤ۔ بادشاہ اگرچہ اپنی قوم سے رغبت رکھتا تھا لیکن اس کے لیے درست نہ تھا کہ وہ بغیر دلیل اور شہادت کے کسی کو قید کر دے۔ پس اس نے سے گواہوں کو طلب کرنے کرنے کا حکم دیا۔ لوگ گواہوں کی تلاش میں گھومتے رہے لیکن کوئی دلیل اور گواہ نہ ملا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دوسرے دن دیکھا کہ وہی اسرائیلی ایک فرعونی سے لڑ رہا ہے پھر اسرائیلی نے آپ سے مدد طلب کی، موسیٰ علیہ السلام اپنے پہلے گھونسے پر پریشان تھے جس سے انہوں نے بندہ مار دیا تھا۔ آپ اسرائیلی پر ناراض ہوئے جو اس نے کل عمل کیا تھا اور جو آج کر رہا تھا اس پر آپ نے اسے جھاڑا اور ڈانٹ ڈپٹ کی فرمایا تو کھلا ہوا گمراہ ہے، اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھا جب آپ نے اسے تنبیہ فرمائی وہ کل کی طرح غصے میں تھے تو آپ نے جب اسے کہا کہ تو کھلا ہوا گمراہ ہے تو اسرائیلی ڈر گیا کہ کہیں آپ اس کا بھی کام تمام نہ کر دیں۔ فرعونی نے کہا اے موسیٰ! کیا تو چاہتا ہے کہ مجھے بھی قتل کر دے، جس طرح تو نے کل ایک شخص کو قتل کا تھا، فرعون ذبح کرنے والوں کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف

بھیجا تا کہ وہ موسیٰ کو ذبح کر دیں، فرعون کے فرستادے شاہراہ عظیم پر آرام سے چل رہے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کو تلاش کر رہے تھے۔ انہیں موسیٰ علیہ السلام کے نکل جانے کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ شہر کے آخری گوشہ سے ایک دوڑتا ہوا آدمی آیا۔ اس نے شارٹ راستہ اختیار کیا تھا حتی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہلے پہنچ گیا۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں کی ساری سازش سے آگاہ کیا۔ اے ابن جبیر! یہ بھی فتنوں میں ایک فتنہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کو اس کی مثل کو مصیبت لاحق نہیں ہوئی تھی۔ آپ کو راستہ کا بالکل علم نہیں تھا۔ پس اپنے رب سے حسن ظن تھا۔ کہنے لگے امید ہے میرا رب میری سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی فرمائے گا۔ جب آپ مدین کے پانی پر پہنچے تو وہاں پر لوگوں کا ایک انبوہ دیکھا جو اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہا تھا اور دیکھیں اس انبوہ سے الگ تھلگ دو عورتیں ہیں جو کہ اپنے ریوڑ کو روکے ہوئے ہیں۔ آپ نے پوچھا تم کیوں اس حال میں کھڑی ہو؟ تم اپنے مویشیوں کو پانی کیوں نہیں پلا رہی ہو؟ انہوں نے کہا ہم قوم سے مزاحم ہونے کی طاقت نہیں رکھیں۔ ہم حوضوں کے خالی ہو جانے کا انتظار کرتی ہیں۔ تو آپ نے ان کے ریوڑوں کو پانی پلا دیا، آپ ڈول میں بہت سا پانی ڈالتے۔ اس لیے وہ عورتیں تمام چرواہوں سے پہلے فارغ ہوگئیں۔ وہ عورتیں اپنی بکریوں کے ساتھ اپنے باپ کے پاس گئیں اور موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لیے چلے گئے۔ اور عرض کرنے لگے میرے مالک! واقعی میں اس خیر و برکت کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف اتاری ہے، ان عورتوں کے باپ کو بڑا عجیب لگا کہ یہ اتنی جلدی بکریوں کو سیراب کر کے آگئی ہیں۔ اس نے اپنی بچیوں سے کہا آج تمہارے ساتھ کوئی خاص معاملہ ہوا ہے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی مہربانی کا ذکر کیا، باپ نے ایک بیٹی کو حکم دیا کہ اس نوجوان کو بلا لاؤ۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور انہیں اپنے باپ کا پیغام سنایا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی آپ بیتی بتائی تو تسلی دیتے ہوئے ان کے باپ نے کہا: تم ڈرو مت، تم ظالموں کے پنجہ سے نکل آئے ہو۔ اب فرعون اور اس کی قوم کو تجھ پر کوئی قدرت نہیں، ہم ان کی ملکیت میں نہیں ہیں، اس کی بیٹی نے کہا میرے (محترم) باپ! اسے نوکر رکھ لیجئے بے شک بہتر آدمی جس کو آپ نوکر رکھیں وہ ہے جو طاقت ور بھی ہو اور دیانت دار بھی ہو، باپ کو غیرت آگئی۔ اس نے کہا تمہیں اس کی قوت و امانت کا کیسے علم ہے، بیٹی نے کہا قوت تو اس کی وہ ہے جو اس نے ہماری بکریوں کو پانی پلایا۔ ہم نے کوئی اس جیسا طاقت ور آدمی نہیں دیکھا۔ جب اس نے ہمارے لیے جانوروں کو پانی پلایا تھا اور اس کی امانت یہ ہے کہ جب میں اس کے پاس گئی اور میں نے اسے دیکھا۔ اس نے ایک عورت کی آمد محسوس کرتے ہوئے سر جھکا لیا اور پھر سر نہ اٹھایا۔ میری طرف متوجہ نہ ہوا حتی کہ میں نے آپ کا پیغام اسے پہنچا دیا، پھر اس نے مجھے کہا کہ میرے پیچھے چل اور مجھے راستہ بتاتی جا۔ یہ باتیں تو فقط کوئی امین شخص ہی کہہ سکتا ہے۔ باپ کا غصہ جاتا رہا اور بیٹی کی تصدیق کر دی اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بچیوں میں سے تمہیں بیاہ دوں بشرطیکہ تو میری آٹھ سال تک خدمت کرے۔ پھر اگر تم دس سال پورے کرو تو یہ تمہاری اپنی مرضی ہے میں تم پر سختی کرنا نہیں چاہا۔ یہ معاملہ طے ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام کا بھی فیصلہ فرما دیا اور دس سال مکمل کر دیئے۔ حضرت سعید فرماتے ہیں: مجھ سے ایک نصرانی عالم نے پوچھا کیا تم جانتے ہو موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی؟ میں نے کہا نہیں۔ میں اس وقت واقعی نہیں جانتا تھا میں ابن

عباس سے ملا ان سے نصرانی عالم کا سوال ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کیا تو نہیں جانتا تھا کہ آٹھ سال واجب تھے، موسیٰ علیہ السلام ان میں کمی نہیں کر سکتے تھے۔ اور تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر وعدہ کو پورا کرنے کا فیصلہ فرما دیا تھا پس موسیٰ علیہ السلام نے دس سال مکمل فرمائے۔ میں نے نصرانی کو بتایا تو اس نے کہا جس نے تمہیں یہ مسئلہ بتایا ہے وہ تجھ سے زیادہ عالم ہے۔ میں نے کہا ہاں، وہ اجل اور اولیٰ ہے، موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ پھر راستہ میں آپ نے آگ دیکھی جس کا تذکرہ قرآن نے بھی کیا ہے۔ آپ کے عصا کا معجزہ اور اپنے ہاتھ کا معجزہ بھی دیکھا۔ آپ نے اپنے رب کے حضور فرعونیوں سے ڈرنے کا اظہار کیا کہ میں نے ان کا ایک آدمی قتل کیا ہوا ہے۔ آپ کی زبان پر گرہ تھی جس کی وجہ سے آپ زیادہ کلام نہیں کر سکتے تھے آپ نے اپنے بھائی ہارون کی مدد کا سوال کیا تھا تا کہ وہ آپ کے لیے سہارا بن جائے اور زیادہ کلام کی جہاں ضرورت ہو وہ کلام کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سوال پورا فرما دیا۔ آپ کی زبان کی گرہ کھل گئی اور ہارون کی طرف بھی وحی کی گئی اور انہیں موسیٰ علیہ السلام سے ملنے کا حکم دیا گیا، موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا لیا اور ہارون سے ملے اور دونوں فرعون کی طرف روانہ ہو گئے۔ دونوں اس کے دروازے پر روک لیے گئے اور اندر جانے کی اجازت نہ ملی۔ پھر انتہائی حجاب کے بعد اجازت ملی۔ دونوں نے کہا ہم تیرے رب کے فرستادہ ہیں۔ فرعون نے پوچھا موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟ آپ نے وہی جواب دیا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ فرعون نے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے مقتول کا ذکر کیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تو اللہ پر ایمان لائے اور میرے ساتھ بنی اسرائیل کو آزاد کر دے، اس نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو۔ آپ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا۔ وہ سانپ بن گیا جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ اور تیزی سے فرعون کی طرف دوڑنے لگا۔ فرعون نے دیکھا کہ سانپ اس کی طرف آ رہا ہے تو وہ ڈر گیا اور اپنے پلنگ میں گھس گیا اور موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی کہ اس کو روک لے، موسیٰ علیہ السلام نے اسے روک لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ بغیر برص کی بیماری کے روشن تھا پھر آپ نے اپنا ہاتھ آستین میں لوٹایا تو وہ پہلی حالت پر ہو گیا، فرعون نے اپنے حواریوں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا یہ دونوں جادوگر ہیں اور تمہیں اپنے جادو کے ذریعے تمہاری زمین سے نکالنا چاہتے ہیں۔ اور (یہ چاہتے ہیں کہ) تمہاری تہذیب و ثقافت کے مثالی طریقوں کو مٹا دیں۔ یعنی یہ ہمارے ملک کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ پس انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا، سب نے کہا کہ ان کے مقابلہ کے لیے جادوگروں کو جمع کرو کیونکہ جادوگر ہمارے ملک میں کثیر ہیں حتیٰ کہ وہ اپنے جادو سے ان کے جادو پر غلبہ پا لیں، فرعون نے شہروں میں اپنے ہر کارے بھیج دیئے، ہر جادوگر عالم کو جمع کیا گیا، جب وہ فرعون کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: یہ جادوگر کیا عمل کرتا ہے۔ انہوں نے کہا وہ سانپوں اور رسیوں کا عمل کرتا ہے۔ جادوگروں نے کہا اللہ کی قسم! ہمارے ملک میں کوئی ایسی قوم نہیں ہے جو سانپوں اور رسیوں کا ایسا عمل کر سکے جو ہم کرتے ہیں۔ اگر ہم غالب آ گئے تو ہمارا اجر و معاوضہ کیا ہو گا؟ فرعون نے کہا تم میرے قریبی اور خواص لوگوں میں سے ہو گے، میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا۔ پس جشن کا دن متعین کرو اور یہ خیال رہے کہ سارے لوگ چاشت کے وقت جمع ہو جائیں۔ سعید نے کہا مجھے ابن عباس نے بتایا کہ جشن کا دن جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ

السلام کو فرعون پر اور جادوگروں پر غلبہ عطا فرمایا تھا وہ عاشوراء کا دن تھا۔ پس جب ایک میدان میں سب جمع ہو گئے تو لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے، ہم بھی وہاں چلیں اور معاملہ کو دیکھیں۔ شاید ہم پیروی کرتے رہیں جادوگروں کی اگر وہ مقابلہ میں غالب آجائیں۔ یہاں لوگوں کی جادوگروں سے مراد موسیٰ اور ہارون تھی۔ انہوں نے یہ استہزاء کرتے ہوئے کہا تھا، دوسرے جادوگروں نے اپنے جادو کی طاقت کے بل بوتے پر کہا اے موسیٰ! تم پہلے پھینکو یا ہم پہلے پھینکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم پھینکو تو انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں میدان میں پھینک دیں اور بڑے وثوق سے کہا تا موس فرعون کی قسم! ہم ہی یقیناً غالب آئیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کا جادو دیکھا تو اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وحی فرمائی اپنا عصا ڈال دو۔ جب آپ نے عصا ڈالا تو وہ بہت بڑا سانپ بن گیا جس نے اپنا منہ کھولا ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے عصا نے ان کی رسیوں کو تلاش کرنا شروع کر دیا حتی کہ وہ رسیاں خود بخود سانپ کے منہ میں جانے لگیں حتی کہ سب رسیاں اور ڈنڈے موسیٰ علیہ السلام کا عصا نگل گیا۔ جب جادوگروں نے یہ منظر دیکھا تو کہا اگر یہ جادو ہوتا تو ہمارے اس جادو کو نگل نہ جاتا۔ یہ تو اللہ کا امر ہے، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے جو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے، ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں اس عمل سے جس میں پہلے ہم مگن تھے۔ اسی جگہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے حواریوں کی کمر توڑ دی۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو غالب کیا اور ان کے عمل کو باطل کر دیا۔ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ (اعراف) یوں فرعونی مغلوب ہو گئے وہاں (بھرے مجمع میں) اور پلٹے ذلیل وخوار ہو کر۔

فرعون کی بیوی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں موسیٰ علیہ السلام کی نصرت کے لیے پوری آہ وزاری کے ساتھ دعا مانگ رہی تھی، فرعونیوں میں جس نے اس کو اس حالت میں دیکھا تو اس نے سمجھا کہ یہ فرعون اور اس کے حواریوں کے لیے یہ شکل بنائے ہوئے ہے۔ حقیقت میں اس کی پریشانی موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھی۔ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے جھوٹے وعدوں کی وجہ سے لمبا عرصہ ٹھہر گئے وہ کہتا جب آپ فلاں وقت نشانی اور نبوت کی صداقت کی علامت لے آئیں گے تو وہ بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ بھیج دے گا، جب معاملہ منکشف ہو جاتا تو وہ اپنے عہد توڑ دیتا اور عہد شکنی کرتا حتی کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا اور آپ انہیں رات کے وقت لے کر نکل پڑے۔ جب فرعون نے صبح کی تو اس نے دیکھا کہ بنی اسرائیل جا چکے ہیں اس نے شہر کے اندر اور شہر کے اردگرد اپنے ہرکارے بھیجے، پھر ان کے پیچھے اپنے بڑے لشکر روانہ کیے۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کی طرف وحی فرمائی۔ جب میرا بندہ موسیٰ تجھے (اپنا ڈنڈا) مارے تو اس کے لیے بارہ راستوں سے پھٹ جانا حتی کہ موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی گزر جائیں اور پھر فرعون اور اس کے متبعین پر مل جانا، موسیٰ علیہ السلام اپنا عصا مارنا بھول گئے، دریا پہلے بھی نصف نصف ہو چکا تھا اس خوف سے کہیں موسیٰ علیہ السلام عصا ماریں اور وہ غافل ہو کر نافرمانی کا مرتکب نہ ہو جائے۔ جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کہنے لگے ہائے ہم تو یقیناً پکڑے گئے، اے موسیٰ! تو وہ کر جس کا تیرے رب نے تجھے حکم دیا ہے تو نہ خود جھوٹ بولتا ہے اور نہ تجھ سے جھوٹ بولا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ جب میں دریا تک پہنچوں گا تو دریا میرے لیے پھٹ جائے گا حتی کہ میں

اسے عبور کر جاؤں۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اپنا عصا یاد آیا۔ آپ نے وہ اس وقت دریا پر مارا جب کہ فرعون کا پہلا دستہ موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے آخری دستہ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ پس دریا پھٹ گیا جس طرح اللہ نے اسے حکم دیا تھا اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ فرمایا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے تمام ساتھی دریا کو عبور کر گئے تو فرعون کے تمام ساتھی دریا میں داخل ہو گئے، دریا ان کے اوپر مل گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا تھا جب موسیٰ علیہ السلام دریا عبور کر گئے تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا ہم تو یقیناً پکڑے گئے، ہمیں اندیشہ ہے کہ فرعون غرق نہ ہوگا اور اس کی ہلاکت سے امن میں نہیں ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کا بدن باہر نکال دیا، حتیٰ کہ اسرائیلیوں کو یقین ہو گیا پھر اسرائیلی ایک قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں کے پاس جم کر بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی اس قسم کا بت بنا دو جس طرح ان کے لیے ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تم ایک جاہل قوم ہو یہ سب کچھ تباہ و برباد ہونے والا ہے جس میں یہ مگن ہیں اور ان کا یہ عمل باطل ہے، تم نے عبور کرنے کا معجزہ دیکھا جو تمہارے لیے کافی ہے اور تم نے جو سنا وہ تمہارے لیے کافی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام چل پڑے حتیٰ کہ ایک جگہ پر پڑاؤ کیا پھر اپنی قوم سے فرمایا تم ہارون کی اتباع کرو۔ میں اسے تم پر خلیفہ بناتا ہوں اور میں خود اپنے رب کے حضور حاضر ہونے کے لیے جا رہا ہوں ان کی مدت تیس دن تھی۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے ان تیس دنوں میں دن رات کا روزہ رکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ناپسند کیا کہ جب وہ بات کریں تو ان کے منہ سے روزہ دار کے منہ جیسی بدبو آ رہی ہو تو موسیٰ علیہ السلام سے کچھ نباتات منہ میں لے کر چبا لیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تو نے روزہ کیوں افطار کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب! میں نے ناپسند کیا کہ میں تجھ سے بات کروں تو میرے منہ سے بدبو آ رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تجھے علم نہیں ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو میرے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے، تم واپس جاؤ، دس دن روزہ رکھو اور پھر میرے پاس آؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کیا، جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اس مدت میں واپس تشریف نہیں لائے جو طے کی گئی تھی۔ ہارون علیہ السلام نے انہیں خطاب فرمایا کہ تم لوگ مصر سے نکلے تھے تو تمہارے پاس فرعون کی قوم کی امانتیں تھیں اور عاریۃً چیزیں تھیں اور تمہاری ان کے پاس اس قسم کی چیزیں تھیں اور ہم اب نہ تو انہیں یہ چیزیں واپس کر سکتے ہیں اور اپنے پاس روک سکتے ہیں، آپ نے ایک گڑھا کھودا اور تمام لوگوں کو حکم دیا کہ جس کے پاس جو متاع اور زیور ہیں وہ اس میں دفن کر دے۔ پھر آپ نے اس پر آگ جلائی اور اسے جلا دیا۔ اب یہ نہ ہمارے لیے ہوں گے نہ ان کے لیے۔ سامری ایک شخص تھا جو ایسی قوم سے تعلق رکھتا تھا جو گائے کی پوجا کرتے تھے۔ وہ شخص بنی اسرائیل سے نہ تھا۔ ان کا پڑوسی تھا۔ وہ بھی بنی اسرائیل کے ساتھ چل پڑا تھا۔ جب بنی اسرائیل چلے تھے، اس نے گھوڑے کا نشان دیکھا، اس نے اس سے مٹھی بھر لی، پھر وہ ہارون علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو حضرت ہارون نے کہا اے سامری! جو تیرے ہاتھ میں ہے تو اس کو نہیں پھینکے گا۔ وہ مٹھی بند کیے ہوئے تھا۔ اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ہارون سے سامری نے کہا یہ اس فرستادے کے اثر کی مٹی ہے جس نے تمہیں دریا عبور کرایا تھا میں اسے نہیں پھینکوں گا

مگر اس صورت میں پھینکوں گا کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ہو جائے جو میں چاہتا ہوں۔ اس نے وہ مٹھی پھینک دی اور ہارون علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ سامری نے کہا میں ایک بچھڑا چاہتا ہوں۔ پس گڑھے میں جو مال و متاع تھا تانبا، لوہا، زیورات سب جمع کیے گئے۔ ان میں سے اس نے ایک بچھڑا نما بنایا جو اندر سے کھوکھلا تھا۔ اس میں روح نہیں تھی اس کے لیے ذکار تا تھا۔ ابن عباس نے فرمایا اللہ کی قسم! اس کی آواز نہیں تھی لیکن ہوا اس کی دبر (پچھلا حصہ) سے داخل ہوتی تھی اور منہ سے نکل جاتی تھی۔ اس وجہ سے آواز پیدا ہوتی تھی۔ بنو اسرائیل کئی فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک فرقہ نے کہا اے سامری! یہ کیا ہے تو ہی اسے بہتر جانتا ہے؟ اس نے کہا یہ تمہارا خدا ہے، لیکن موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول گئے ہیں، انہوں نے کہا ہم موسیٰ علیہ السلام کے واپس تشریف لانے تک اسے نہیں جھٹلاتے، اگر تو یہ ہمارا رب ہوگا تو ہم نے جب سے اسے دیکھا ہے ہم نے اسے ضائع نہیں کیا اور ہم نے اس کو نہیں چھوڑا۔ اگر یہ ہمارا رب نہیں ہے تو ہم موسیٰ علیہ السلام کے قول کی اتباع کریں گے۔ ایک گروہ نے کہا یہ شیطان کا عمل ہے، یہ ہمارا رب نہیں ہے۔ ہم نہ تو اس کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ایک گروہ کے دلوں میں اس بچھڑے کی محبت رچ بس گئی اس سامری کی باتوں کی وجہ سے جو اس نے بچھڑے کی تعریف و توصیف میں کہی تھیں۔ اس گروہ نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی تکذیب کا اعلان کر دیا۔ حضرت ہارون نے انہیں کہا اے میری قوم! تم اس بچھڑے کے ذریعے فتنہ میں مبتلا کیے گئے ہو۔ بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے تمہارا رب اس طرح کا نہیں ہے۔ انہوں نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو کیا ہوا کہ انہوں نے ہم سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا پھر انہوں نے وعدہ خلافی کی ہے۔ یہ چالیس راتیں گزر چکی ہیں، ان کے نادان لوگوں نے کہا موسیٰ علیہ السلام اپنا رب تلاش کر رہے ہیں، انہیں اپنے رب کے پانے میں غلطی ہوگئی ہے، موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام بخشا اور راز و نیاز کی باتیں ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وہ سب کچھ بتا دیا جو ان کے چلے جانے کے بعد ان کی قوم نے کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس غضب ناک اور افسوس ناک حالت میں لوٹے۔ آپ نے انہیں اس کلام سے تنبیہ فرمائی جو قرآن نے ذکر کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں نیچے ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پھر اپنے بھائی سے معذرت کی اور اپنے رب سے استغفار کیا پھر آپ سامری کی طرف متوجہ ہوئے، فرمایا تجھے یہ عمل کرنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ اس نے کہا میں نے رسول کے نشان سے مٹی بھری، میں پہچان گیا تھا اور تم پر یہ پوشیدہ رہی۔ پھر میں نے اسے ڈال دیا، اس طرح میرے نفس نے میرے لیے مزین کر دکھایا، آپ نے فرمایا: جا زندگی بھر تو لامساس (مجھے کوئی نہ چھوئے) کہتا رہے گا اگر وہ بچھڑا خدا ہوتا تو سامری اس حالت تک نہ پہنچتا۔ بنو اسرائیل نے آزمائش کا یقین کر لیا اور رشک کرنے لگے وہ لوگ جن کی رائے ہارون علیہ السلام کی رائے کے موافق تھی، انہوں نے کہا اے موسیٰ! اپنے رب سے سوال کرو کہ وہ ہمارے لیے توبہ کا دروازہ کھول دے ہم توبہ کریں گے اور اپنی گزشتہ کوتاہیوں کو مٹانے کی کوشش کریں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی منتخب فرمائے۔ یہ بنی اسرائیل کے نیکوکار افراد تھے اور انہوں نے بچھڑے کو شریک نہیں بنایا تھا، موسیٰ علیہ السلام ان ستر آدمیوں کو لے کر چلے تاکہ اپنے رب سے توبہ کا سوال کریں، زمین ان ستر آدمیوں کے ساتھ لرزنے لگی۔ موسیٰ علیہ السلام کو

اپنی قوم سے حیا محسوس ہوئی۔ جب ان کے ساتھ زلزلے کا عمل ہو رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار! اگر تو چاہتا تو انہیں اس سے پہلے ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے ان کے عمل کی وجہ سے جو نادانوں نے کیا۔ اور ان میں سے کچھ ایسے لوگ تھے جن کے دل بچھڑے کی محبت سے مخمور تھے اور اس پر ایمان لائے تھے۔ اسی وجہ سے زمین پر زلزلہ آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے میں اسے متقین کے لیے لکھ دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب! میں نے تجھ سے اپنی قوم کے لیے توبہ کا سوال کیا تھا اور میں نے کہا میری قوم کے علاوہ کسی قوم کے لیے تو نے اپنی رحمت لکھ دی ہے اور شاید تو نے مجھے مؤخر کر دیا حتیٰ کہ اس شخص کی امت مرحومہ میں نکلوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی توبہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے والد اور بچے جس کو ملے اسے قتل کر دے، پس وہ اسے تلوار کے ساتھ قتل کرے اور تعلقات کی پرواہ نہ کرے، ان لوگوں نے توبہ کی جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے مخفی تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں پر مطلع تھا۔ انہوں نے خود ہی اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اسے بجا لائے۔ اللہ تعالیٰ نے قاتل اور مقتول دونوں کو معاف کر دیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر ارض مقدسہ کی طرف متوجہ ہوئے، غصہ فرو ہو جانے کے بعد آپ نے تختیاں اٹھا لیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ فرائض کا حکم دیا تو وہ ان پر بھاری ہو گئے۔ انہوں نے ان پر قائم رہنے سے انکار کر دیا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو ان کے اوپر کر دیا گویا کہ وہ چھتری ہے، وہ ان کے قریب آیا حتیٰ کہ انہیں اوپر گرنے کا ڈر لاحق ہوا۔ پھر وہ چلے حتیٰ کہ ارض مقدسہ پہنچ گئے، انہوں نے اس میں ظالموں کا شہر پایا، ان کی تخلیق بڑی ناپسندیدہ تھی۔ انہوں نے اپنے پھلوں کی بڑائی بڑی عجیب انداز میں بیان کی اور انہوں نے کہا اے موسیٰ! اس شہر میں جابر لوگ رہتے ہیں۔ آج ہمیں ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے اور ہم اس شہر میں داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس میں ہیں اگر وہ نکل جائیں گے تو ہم داخل ہوں گے، ان ظالموں میں سے دو شخصوں نے کہا ہم موسیٰ پر ایمان لائے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا: ہم اپنی قوم کو اچھی طرح جانتے ہیں اگر تم ان کے جسموں اور ان کی کثرت کو دیکھ کر گھبرا رہے ہو، نہ تو ان کے دلوں میں ہمت ہے اور نہ ان کے پاس حفاظت کا کوئی سلسلہ ہے، تم ان پر دروازہ سے داخل ہو جاؤ۔ جب تم اس سے داخل ہو گے تو یقیناً تم ہی غالب ہو گئے۔ لوگوں نے کہا یہ دونوں موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ہیں۔ سعید بن جبیر کا خیال ہے کہ وہ دونوں جابروں میں سے تھے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اللہ کا ارشاد ہے، ان لوگوں میں سے جن کو ڈرایا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے ان دو پر انعام فرمایا۔ یعنی ان لوگوں میں سے تھے جن سے بنو اسرائیل ڈرتے تھے۔ بنی اسرائیل نے کہا تھا اے موسیٰ! ہم ہرگز اس شہر میں داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس میں ہیں تم اور تمہارا رب جاؤ اور ان سے جہاد کرو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر غصے ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کر دی اور انہیں فاسق فرمایا اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام نے کبھی ان کے لیے بددعا نہیں فرمائی تھی۔ جب آپ نے ان کی معصیت اور نافرمانی کو دیکھا تو ان کے لیے بددعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں فاسق فرمایا جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فاسق فرمایا تھا۔ مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْأَرْضِ (المائدہ:26)

وہ ہر روز چلتے رہتے اور انہیں قرار نصیب نہ ہوتا پھر اللہ تعالیٰ نے تیہ کے صحرا میں ان پر بادل سے سایہ کیا اور ان پر من و سلویٰ اتارا اور ان کے لیے ایسے کپڑے بنا دیئے جو نہ تو پرانے ہوتے تھے اور نہ میلے ہوتے تھے اور ان کے درمیان ایک ایسا پتھر بنا دیا جو چکور شکل کا تھا، موسیٰ علیہ السلام کو اس پر اپنا عصا مارنے کا حکم دیا تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے، ہر طرف سے تین چشمے پھوٹتے تھے، ہر قبیلہ اپنا چشمہ جانتا تھا جس سے وہ پانی پیتے تھے وہ کسی مرحلہ سے اس چشمے کے ساتھ کوچ کرتے تو اس پتھر کو اس جگہ پر پاتے جیسے وہ پہلی منزل پر ان کے درمیان تھا۔ ابن عباس نے یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اور میرے نزدیک اس کی سچائی کی دلیل یہ ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے یہ حدیث ابن عباس سے سنی تو انہوں نے اس پر انکار کیا کہ ہوسکتا ہے۔ فرعونی نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے قتل کو افشاء کیا ہو۔ ابن عباس نے فرمایا: اسرائیلی نے آپ کا راز فاش کیا۔ ابن عباس نے معاویہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں سعد بن مالک الزہری کے پاس لے گئے اور کہا تم ہمیں بتاؤ وہ حدیث جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کی فرعونی کے قتل کے بارے بتائی تھی یہ قتل کا راز کس نے افشاء کیا تھا، اسرائیلی نے یا فرعونی نے؟ فرمایا فرعونی نے۔ اور اس اسرائیلی سے سن کر اس نے یہ راز افشاء کیا تھا جو قتل کے وقت موجود تھا۔ (1)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اہل مدین کے پاس دس سال رہے اور عَلٰی قَدَرٍ سے مراد علی موعد (وعدہ کے مطابق) ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عَلٰی قَدَرٍ سے مراد میقات ہے اور ان مفسرین نے مجاہد سے اس کا معنی موعد بھی نقل کیا ہے۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس وَلَا تَنِيَا کا معنی لَا تَضْعُفَا (کمزور نہ ہونا) روایت کیا ہے۔ (2)

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے اور عبد بن حمید نے مجاہد سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔ (3)

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ کا معنی بتایئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرے حکم کے معاملہ میں کمزوری نہ دکھانا۔ نافع نے کہا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

اِنِّيْ وَجِدِّكَ مَا وَنَيْتُ وَاِنَّنِيْ ‏ ‏ ‏ ‏ اَبْغِيْ الْفُكَاكَ لَهٗ بِكُلِّ سَبِيْلِ

''تیری کوشش کی قسم میں نے کچھ کمزوری نہیں دکھائی اور میں تو ہر طریقہ سے اسے چھڑانا چاہتا ہوں''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے وَلَا تَنِيَا کا معنی لَا تَبْطِئَا (سستی نہ کرنا) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا یعنی اس سے کنایہ میں بات کرو۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی معنی روایت کیا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 191، دار احیاء التراث العربی بیروت ‏ ‏ 2۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 196

3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 372 (1814)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام عبدالرزاق، ابن المنذ راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سفیان الثوری رحمہ اللہ سے بھی یہ معنی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے معذرت خواہانہ لہجہ میں بات کرو، اسے کہو کہ تیرا ایک رب ہے، تیرے لیے آخرت کی زندگی بھی ہے اور تیرے سامنے جنت اور دوزخ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الفضل بن عیسی الرقاشی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر فرمایا: اے وہ ذات جو اپنے دشمن سے اظہار محبت فرماتی ہے۔ جو اس سے محبت کا اظہار کرے گا اور اسے پکارے گا اس کے ساتھ کرم نوازیوں کا کیا عالم ہوگا۔

امام ابن المنذ راور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے **لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ** فرماتے ہیں: وہ نصیحت حاصل کرے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: **اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى** ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر جلدی کرے یا زیادتی کرے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذ راور ابن بی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے: ہمیں اندیشہ ہے کہ ہمیں وہ سزا دے۔

ابن المنذ رنے ابن جریج سے روایت کیا ہے: **قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِيْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰى** اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں سن رہا ہوں گا جو وہ کہے گا اور میں دیکھ رہا ہوں گا جو وہ تمہیں جواب دے گا پس تمہیں جو وحی کی جائے اس کے ساتھ تم اسے جواب دینا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے: فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! میں اسے کیا کہوں؟ فرمایا تم کہو اَھیا شراَھیا۔ اعمش اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں **اَلْحَيُّ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ، وَالْحَيُّ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ**۔ یعنی ہر چیز سے پہلے زندہ اور ہر چیز کے بعد زندہ۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو فرمایا: اس کا لباس تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالے جو میں نے اسے پہنایا ہے کیونکہ اس کی پیشانی میرے ہاتھ میں ہے وہ میرے اذن کے بغیر نہ بولتا ہے، نہ حرکت کرتا ہے اور اس کے پاس جو دنیا کی زیب و زینت ہے وہ بھی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ اگر میں چاہتا تو تمہیں دنیا کی ایسی زیبائش سے آراستہ کرتا کہ فرعون جان لیتا کہ وہ بھی ایسا کرنے پر قادر ہے، یہ مجھ پر کوئی مشکل نہیں ہے لیکن میں نے تمہیں عزت و کرامت کا لباس پہنایا ہے تاکہ دنیا تمہارا مقام و مرتبہ کم نہ کر سکے، میں دنیا کو ایسے اولیاء سے دور رکھتا ہوں۔ جس طرح چرواہا اپنے اونٹوں کو ہلاکت میں بیٹھنے کی جگہ سے جدا رکھتا ہے۔ میں انہیں دنیا سے اس طرح دور رکھتا ہوں جس طرح چرواہا اپنے اونٹوں کو ہلاکت کی چراگاہ سے دور رکھتا ہے۔ اور جان لو کہ جو میرے کسی ولی کو خوف زدہ کرتا ہے وہ مجھے مبارزت جنگ دیتا ہے، میں قیامت کے روز اپنے اولیاء کا بدلہ لینے والا ہوں۔ (1)

امام عبدالرزاق نے المصنف میں، بخاری، مسلم، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 79، دار الکتب العلمیہ بیروت

حضرت ابی سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہرقل کی طرف اس طرح خط لکھا مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰی هِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔(1)

امام عبدالرزاق نے المصنف میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے الشعب میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تم اہل کتاب کے پاس ان کے گھروں میں جاؤ تو اس طرح سلام کرو اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔(2)

اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَى ﴿۵۲﴾

"بے شک وحی کی گئی ہے ہماری طرف کہ عذاب (خداوندی) اس پر آئے گا جو جھٹلاتا ہے (کلام الٰہی کو) اور روگردانی کرتا ہے۔ فرعون نے پوچھا موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ فرمایا ہمارا رب وہ ہے جس نے عطا کی ہر چیز کو (موزوں) صورت پھر (مقصد تخلیق کی طرف) ہر چیز کی راہنمائی کی۔ اس نے کہا (اچھا یہ بتاؤ) کیا حال ہوا پہلی قوموں کا۔ فرمایا ان کا علم میرے رب کے پاس ہے جو کتاب میں (مرقوم) ہے نہ بھٹکتا ہے، میرا رب اور نہ (کسی چیز کو) بھولتا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى فرماتے ہیں: جس نے اللہ کی کتاب کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ پھیرا۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اَلَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ فرماتے ہیں: ہر چیز کے لیے اس نے اس کی روح پیدا فرمائی۔ پھر (ہدی) اس کو نکاح کرنے، کھانا کھانے اور مشروبات پینے اور رہائش کی راہنمائی عطا فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اَلَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ فرماتے ہیں: انسان کو انسانیت، گدھے کو گدھے کا ذوق اور بکری کو بکری والا مزاج عطا کیا پھر جماع کی طرف راہنمائی فرمائی۔

امام عبدالرزاق، سعید بن جبیر، عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى فرمایا: ہر چیز کو وہ شے فرمائی جو اس کے لیے مناسب تھی پھر اس کی طرف اس کی رہنمائی فرمائی۔(3)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اَلَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 6، صفحہ 11 (2760)، المجلس العلمی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 10 (9772)

3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 373 (1815)، دار الکتب العلمیہ بیروت

شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى فرماتے ہیں ہر جانور کی تخلیق برابر فرمائی پھر اس کی راہنمائی فرمائی ان چیزوں کی طرف جو اس کے لیے بہتر تھیں انسانوں کی تخلیق، جانوروں کی تخلیق جیسی نہیں ہے اور جانوروں کی تخلیق انسانوں کی تخلیق جیسی نہیں ہے لیکن خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا۝ (الفرقان)

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے: الَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى یعنی ہر مخلوق وہ چیز عطا فرمائی جو اس کی تخلیق کے لیے مناسب تھی انسان کو جانور کی تخلیق میں نہیں رکھا اور جانور کو کتے کی تخلیق میں نہیں رکھا اور کتے کو بکری کی تخلیق میں نہیں رکھا اور ہر چیز کو وہ عطا فرمایا جو نکاح میں اس کے لیے مناسب تھا، ہر چیز کو اس کے مطابق تیار کیا، کوئی چیز اپنے افعال خلق، رزق اور نکاح میں سے کسی چیز کی مالک نہیں ثُمَّ هَدٰى ہر چیز کی اپنے رزق اور اپنی بیوی کی طرف راہنمائی کی۔

ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ہر چیز کو اس کی صورت عطا فرمائی پھر اس کی معیشت کی طرف راہنمائی فرمائی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے الَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى فرماتے ہیں: کیا تو نے اونٹ کی طرف نہیں دیکھا وہ اپنے ساتھی کے انتظار میں کھڑا رہتا ہے حتیٰ کہ پہچان جاتا ہے۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے: ثُمَّ هَدٰى فرمایا کیسے نر مادہ کے پاس آتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن سابط سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جانور بھی چار چیزوں سے غافل نہیں ہوتے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے، مذکر، مونث کے پاس آتا ہے، اپنی معیشت کی راہنمائی رکھتے ہیں اور موت سے ڈرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى کا مطلب فَمَا حَالُ الْقُرُوْنِ ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: لَا یَضِلُّ کا مطلب لَا یُخْطِیُٔ (یعنی خطا نہیں کرتا ہے) ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَى دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لَا یَضِلُّ رَبِّیْ یعنی میرا رب کتاب کے بیان سے نہیں بھٹکتا۔ وَ لَا یَنْسَى اور جو کچھ اس میں ہے اسے نہیں بھولتا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابوالملیح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگ ہم پر کتاب کی وجہ سے عیب لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ۔

ابن سعد، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابو ہلال سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم قتادہ کے پاس تھے کہ لوگوں نے کتاب کا ذکر کیا اور قتادہ سے اس کے متعلق پوچھا؟ تو قتادہ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ جو خبیر ہے خبر نہیں دیتا فرمایا: فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى۝ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 202، داراحیاء التراث العربی بیروت

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۵۴﴾

''وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور بنادیے تمہارے فائدہ کے لیے اس میں راستے اور اتارا آسمان سے پانی پھر ہم نے نکالے پانی کے ذریعے (شکم زمین سے) جوڑے گوناں گوں نباتات کے۔ خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی چراؤ بے شک اس میں (ہماری قدرت وحکمت کی) نشانیاں ہیں دانشوروں کے لیے''۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَزْوَاجًا کا مطلب اَصْنَافًا ہے۔ زمین کی نباتات میں سے ہر قسم مختلف ہے، کھجور ایک صنف ہے، انگور ایک قسم ہیں۔ ہر وہ چیز جسے زمین اگاتی ہے وہ مختلف قسمیں ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شَتّٰى کا معنی مختلف ہے اور لِّاُولِی النُّهٰى سے مراد متقین ہیں۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لِّاُولِی النُّهٰى سے مراد صاحب عقل اور دانش مند لوگ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لِّاُولِی النُّهٰى سے مراد متقی اور پرہیز گار لوگ ہیں۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لِّاُولِی النُّهٰى سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان چیزوں سے بچتے ہیں جن سے انہیں منع کیا گیا ہوتا ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَ لَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ اَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ یٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِیَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾

''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور (روز حشر) اسی سے ہم تمہیں نکالیں گے ایک بار پھر۔ اور ہم نے دکھلا دیں فرعون کو اپنی ساری نشانیاں پھر بھی اس نے جھٹلایا اور ماننے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگا موسیٰ! کیا تم اس لیے ہمارے پاس آئے ہو کہ نکال دو ہمیں اپنے ملک سے اپنے جادو کی طاقت سے۔ سو ہم بھی لائیں گے تیرے مقابلہ میں جادو ویسا ہی۔ پس (اب) مقرر کرو ہمارے اور اپنے درمیان مقابلے کا دن، نہ ہم پھریں اس سے اور نہ ہی تو پھرے، جمع ہونے کی جگہ ہموار اور کھلی ہو''۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 203، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: فرشتہ اس جگہ کی مٹی لیتا ہے جہاں انسان نے مدفون ہونا ہوتا ہے پھر وہ اسے نطفہ پر بکھیرتا ہے۔ پس انسان اس مٹی اور اس نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ سے یہی مراد ہے۔

امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی ام کلثوم کو قبر میں رکھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ پڑھا مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (بِسْمِ اللّٰهِ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ)(1)

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تَارَةً اُخْرٰى کا مطلب مَرَّةً اُخْرٰى ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَكَانًا سُوًى کا مطلب ایسی جگہ ہے جو مسافت کے اعتبار سے ان کے درمیان برابر ہو۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَكَانًا سُوًى سے مراد یہ ہے کہ میرے اور تیرے درمیان وہ جگہ نصف نصف ہو۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَكَانًا سُوًى کا مطلب ایک ہموار میدان ہے جس میں تمام لوگ برابر نظر آئیں جہاں نہ کوئی آواز ہو، نہ کوئی چیز کسی دوسری چیز سے غائب ہو۔ ہر چیز برابر دکھائی دے۔

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝

"آپ نے فرمایا (تمہارا چیلنج منظور ہے) جشن کا دن تمہارے لیے مقرر کرتا ہوں اور یہ خیال رہے کہ سارے لوگ چاشت کے وقت جمع ہو جائیں۔ پھر فرعون واپس مڑا اور اکٹھا کیا اپنی فریب کاریوں کو پھر خود آیا"۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ يَوْمُ الزِّيْنَةِ سے مراد یوم عاشورہ ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ صَامَ يَوْمَ الزِّيْنَةِ اَدْرَكَ مَافَاتَهٗ الخ یعنی جس نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اس نے اس سال کے فوت شدہ روزہ کو پالیا اور جس نے عاشوراء کے دن صدقہ کیا اس نے اس سال اپنے فوت شدہ صدقہ کو پالیا۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے: يَوْمُ الزِّيْنَةِ سے مراد ان کی عید کا دن ہے۔(3)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ يَوْمُ الزِّيْنَةِ سے مراد ان کی عید کا دن ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 411 (3433)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 373 (1817)، دار الکتب العلمیہ بیروت　3۔ ایضاً (1818)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد بازار کا دن ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یَوْمُ الزِّیْنَةِ سے مراد عید کا دن ہے جس دن لوگ اپنے کاموں سے فارغ ہوتے ہیں، ایک دوسرے کی ملاقات اور زیارت کرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ اَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی اس مقررہ وقت پر لوگ جمع ہوں گے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابونہیک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے وَ اَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی کو تاء کے ساتھ پڑھا ہے یعنی فرعون تو لوگوں کو جمع کرے۔

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَ قَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَ اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ﴿۷۰﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ٞ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ﴿۷۱﴾

''فرمایا ان فرعونیوں کو موسیٰ نے کم بختو! نہ بہتان باندھو اللہ تعالیٰ پر جھوٹے ورنہ وہ تمہارا نام و نشان مٹا دے گا کسی

عذاب سے اور (اس کا یہ اٹل قانون ہے) کہ ہمیشہ نامراد رہتا ہے جو افترا بازی کرتا ہے۔ پس وہ جھگڑنے لگے اس کام کے متعلق آپس میں اور چھپ چھپ کر مشورے کرنے لگے۔ وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے بلاشبہ یہ دو جادوگر ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ نکال دیں تمہیں تمہارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے اور مٹا دیں تمہاری تہذیب و ثقافت کے مثالی طریقوں کو۔ پس پکی کر لو اپنی حیلہ سازیوں کو پھر آؤ پرے باندھے ہوئے اور کامیاب ہوگا آج وہ گروہ جو (اس مقابلہ میں) غالب رہا۔ جادوگر بولے اے موسیٰ! کیا پہلے آپ پھینکیں گے یا ہم ہی ہو جائیں پہلے پھینکنے والے۔ فرمایا نہیں تم ہی (پہلے) پھینکو پھر کیا تھا یکا یک ان کی رسیاں اوران کی لاٹھیاں آپ کو یوں دکھائی دینے لگیں ان کے جادو کے اثر سے جیسے وہ دوڑ رہی ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔ ہم نے فرمایا (اے کلیم!) مت ڈرو یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔ اور زمین پر پھینک دو جو (عصا) تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے، یہ نگل جائے گا جو انہوں نے کاریگری کی ہے، انہوں نے جو کاریگری کی ہے وہ تو فقط جادوگر کا فریب ہے اور نہیں فلاح پاتا جادوگر جہاں بھی وہ جائے۔ پس گرا دیئے گئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے، انہوں نے (برملا) کہہ دیا (اے لوگو! سن لو) ہم ایمان لے آئے ہیں ہارون اور موسیٰ کے رب پر۔ فرعون (کو یارائے ضبط نہ رہا) بولا تم ایمان لا چکے تھے اس پر اس سے پہلے کہ میں نے تمہیں (مقابلہ کی) اجازت دی، وہ تو تمہارا بڑا (گرو) ہے جس نے تمہیں سکھایا ہے جادو (کافن) تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں کاٹ ڈالوں گا تمہارے ہاتھ پاؤں یعنی ایک طرف کا ہاتھ ایک طرف کا پاؤں اور سولی چڑھاؤں گا تمہیں کھجور کے تنوں پر اور تم خوب جان لو گے کہ ہم میں سے کس کا عذاب شدید اور دیرپا ہے''۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى سے مراد قوم کے شریف اور سرکردہ لوگ ہیں۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور وکیع رحمہم اللہ نے الغرور میں حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى سے مراد قوم کے اشرف لوگ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے روایت کیا ہے کہ بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى سے مراد دین ہے جس پر وہ کاربند تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روات کیا ہے کہ مَنِ اسْتَعْلٰى سے مراد مَنْ غَلَبَ ہے۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ سانپ بن گیا اور ان کی رسیوں اور جو کچھ انہوں نے کاریگری کی تھی سب کو کھانے لگا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت جندب بن عبد اللہ البجلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جادوگر کو پاؤ تو اسے قتل کر دو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ''یعنی جادوگر جہاں بھی ہو امن میں نہیں ہوتا''۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 376 (1727)

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ
مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ ۚ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا
لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ مَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۗ وَ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى
۝ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۗ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا
يَحْيٰى ۝ وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ
الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۗ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝

''انہوں نے کہا (اے فرعون!) ہمیں اس کی قسم جس نے ہمیں پیدا کیا! ہم ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تجھے ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئی ہیں۔ پس (ہمارے بارے میں) جو فیصلہ تو کرنا چاہتا ہے کر دے (ہمیں ذرا پرواہ نہیں) تو صرف اس (فانی) دنیوی زندگی کے بارے میں ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔ یقیناً ہم ایمان لائے ہیں اپنے رب پر تاکہ وہ بخش دے ہمارے لیے ہماری خطاؤں کو اور اس قصور کو بھی جس پر تم نے مجبور کیا ہے یعنی فن سحر اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ بے شک جو شخص بارگاہ الٰہی میں مجرم بن کر آئے تو اس کے لیے جہنم (کا شعلہ زار) ہے، نہ وہ مر ہی سکے گا اس میں اور نہ وہ زندہ ہوگا۔ اور جو شخص حاضر ہوگا بارگاہ الٰہی میں مومن بن کر اس حال میں کہ اس نے عمل بھی نیک کیے ہوں تو یہ وہ (سعادت مند) ہیں جن کے لیے بلند درجات ہیں۔ یعنی سدا بہار باغات، رواں ہیں جن کے نیچے نہریں، وہ (خوش نصیب) ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ہے جزا ان کی جنہوں نے (اپنا دامن ہر آلائش سے) پاک رکھا''۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فرعون کے جادوگروں کی تعداد نو سو تھی۔ انہوں نے فرعون سے کہا اگر تو یہ دونوں جادوگر ہیں تو ہم ان پر غالب آجائیں گے کیونکہ ہم سے زیادہ جادوگر کوئی نہیں ہے۔ اور اگر ان کے پاس رب العالمین کی طرف سے معجزات ہیں (تو پھر مقابلہ ممکن نہیں)۔ جب انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے سامنے اپنے جادو اور فریب کاری کی درگت بنتی دیکھی تو فوراً سجدے میں گر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سجدے میں ہی اپنی جنت کی منازل دکھا دیں جن کی طرف انہوں نے لوٹ کر جانا تھا۔ اس وجہ سے انہوں نے کہا تھا کہ ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے اس پر جو ہمارے پاس دلیلیں آچکی ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قاسم بن ابی بزہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ سجدے میں گئے تو انہوں نے دوزخیوں کو اور

اہل جنت اور ان کے ثواب وعذاب کو دیکھا تو کہا ہم ہرگز ترجیح نہ دیں گے تجھے ان دلیلوں پر جو ہمارے پاس آچکی ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ کے تحت روایت کیا ہے کہ فرعون نے چالیس نوجوانوں کو منتخب کیا اور انہیں جادوگروں سے جادو سیکھنے کا حکم دیا۔ اس نے ماسٹر جادوگروں سے کہا کہ انہیں اس طرح کا جادو سکھائیں کہ ان پر کوئی شخص غالب نہ آئے۔ ابن عباس نے فرمایا: ان لوگوں نے کہا اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا الخ۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى اگر میں اللہ کی اطاعت کروں تو اللہ تعالیٰ تجھ سے بہتر ہے اور اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو اس کا عذاب تیرے عذاب سے زیادہ دائمی ہے۔

امام مسلم، احمد، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا: یہ آیت پڑھی اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا الخ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخی وہی ہیں جو دوزخی ہیں۔ وہ دوزخ میں نہ تو مریں گے اور نہ زندہ ہوں گے اور جو دوزخ کے اہل نہ ہوں گے، پہلے انہیں جہنم کی آگ مارے گی پھر شفاعت کرنے والے ان کی سفارش کریں گے تو پھر انہیں اکٹھا کر کے ایک نہر پر لایا جائے گا جس کو (نہر) حیات یا حیوان کہا جاتا ہے۔ پس ان کے جسموں پر اس طرح گوشت اگ آئے گا جیسے ککڑی اگتی ہے سیلاب کے لائے ہوئے کوڑے کرکٹ میں۔ (1)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس آدمی میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ بلند درجات کو حاصل نہیں کر سکے گا۔ جو کہانت (غیب کی خبریں بتانا) کا عمل کرتا ہے، جو قسمت کے تیر نکالتا ہے اور جو کسی فال کی وجہ سے سفر سے واپس آجاتا ہے۔

امام الاصبہانی رحمہ اللہ نے الترغیب میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو اپنے بھائی کو بادشاہ کے پاس لے جائے نیکی پہنچانے کی خاطر یا اس سے تکلیف دور کرنے کی خاطر تو اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کرے گا۔

امام ابن المبارک نے الزہد میں، ابونعیم رحمہما اللہ نے الحلیہ میں حضرت عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ایک مخلوق کو جنت میں داخل فرمائے گا اور انہیں اتنی نعمتیں عطا فرمائے گا کہ وہ اکتا جائیں گے اور ان کے اوپر کے درجات میں کچھ لوگ ہوں گے، جب وہ انہیں دیکھیں گے تو پہچان لیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! یہ ہمارے بھائی ہیں، ہم ان کے ساتھ تھے تو نے انہیں ہم پر فضیلت کیوں عطا فرمائی؟ ارشاد ہوگا دور ہو جاؤ! یہ وہ لوگ ہیں جو بھوکے رہتے تھے جب کہ تم پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور یہ پیاسے رہتے تھے جب تم سیر ہو کر پیتے تھے، یہ قیام کرتے تھے جب تم آرام کی نیند سوتے تھے اور جب تم شکستہ ہوتے تھے وہ بلند ہوتے تھے۔

احمد نے الزہد میں ابن عمیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک آدمی اور اس کا غلام دونوں جنت میں جائیں گے، غلام آقا سے بلند درجہ ہوگا تو مالک عرض کرے گا اے میرے رب! دنیا میں یہ میرا غلام تھا؟ ارشاد ہوگا یہ تجھ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرتا تھا۔

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 104، وزارت تعلیم اسلام آباد

امام ابوداؤد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلند درجات پر فائز اہل جنت کو نیچے والے ایسے دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے افق پر چمکنے والے ستارے دیکھتے ہو۔ ابوبکر و عمر ان بلند درجات والوں میں سے ہیں اور زیادہ نعمتیں پائیں گے۔

وَ لَقَدْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى ۙ۬ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي
الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ
فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ؕ وَ اَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَ مَا هَدٰى ﴿۷۹﴾
يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ
الْاَيْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا
رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَ مَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ
غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ
اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾ وَ مَاۤ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰۤى
اَثَرِيْ وَ عَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ
بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ
اَسِفًا ۚ۬ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ
الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ
مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا
مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ۙ فَاَخْرَجَ لَهُمْ
عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾ؕ
اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ۬ وَّ لَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ؒ
وَ لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ

الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَ اَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ۝۹۰ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ
حَتّٰى یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰى۝۹۱ قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ
ضَلُّوْۤاۙ۝۹۲ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ۝۹۳ قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ
بِلِحْیَتِیْ وَ لَا بِرَاْسِیْ ۚ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْۤ
اِسْرَآءِیْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ۝۹۴ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ یٰسَامِرِیُّ۝۹۵ قَالَ
بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ
كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ۝۹۶ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ اَنْ
تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ
الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا۝۹۷

''اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف کہ راتوں رات لے چلیے میرے بندوں کو (مصر سے) (راہ میں سمندر حائل ہو) تو عصا کی ضرب سے ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بنا لیجئے نہ تمہیں پیچھے سے پکڑے جانے کا ڈر ہو اور نہ کوئی اور اندیشہ۔ پس فرعون نے ان کا تعاقب کیا اپنے لشکروں سمیت۔ چھا گئیں فرعونیوں پر سمندر (کی تند موجیں) جیسا کہ چھا گئیں ان پر۔ اور گمراہ کر دیا فرعون نے اپنی قوم کو اور نہ دکھائی انہیں سیدھی راہ۔ اے بنی اسرائیل! (دیکھو!) ہم نے بچا لیا تمہیں تمہارے دشمن سے اور ہم نے تم سے وعدہ کیا (کوہ) طور کی دائیں جانب کا اور ہم نے اتارا تم پر من وسلویٰ۔ کھاؤ ان پاک چیزوں سے جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں اور اس میں حد سے تجاوز نہ کرنا اور نہ اترے گا تم پر میرا غضب اور وہ (بدنصیب) اترتا ہے جس پر میرا غضب تو یقیناً وہ گر کر رہتا ہے۔ اور میں بلاشبہ بہت بخشنے والا ہوں اسے جو توبہ کرتا ہے اور ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے بعد ازاں ہدایت پر مستحکم رہتا ہے۔ اور کس وجہ سے تم جلدی آ گئے اپنی قوم سے اے موسیٰ! عرض کی وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور میں جلدی جلدی تیری بارگاہ میں اس لیے حاضر ہو گیا ہوں میرے رب کہ تو راضی ہو جائے۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے تو آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے تمہاری قوم کو تمہارے (چلے آنے کے) بعد اور گمراہ کر دیا ہے انہیں سامری نے۔ (یہ سنتے ہی) لوٹے موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف غضب ناک اور افسردہ خاطر ہو کر۔ فرمایا اے میری قوم! کیا وعدہ نہیں کیا تھا تم سے تمہارے رب نے بہت عمدہ وعدہ۔ تو کیا طویل مدت گزر گئی ہے اس وعدہ پر (اور تم اس کے ایفاء سے مایوس ہو گئے) یا تم یہ چاہتے ہو کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب کی طرف سے۔ اس

لیے تم نے توڑ ڈالا میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ۔ کہنے لگے نہیں توڑا ہم نے آپ سے کیا ہوا وعدہ اپنے اختیار سے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ہم پر لاد دیئے گئے تھے بوجھ قوم (فرعون) کے زیورات سے۔ سو ہم نے (سامری کے کہنے پر) انہیں پھینک دیا اسی طرح سامری نے بھی (اپنے حصہ کے زیور) پھینک دیئے۔ پھر سامری نے بنا نکالا ان کے لیے بچھڑے کا ڈھانچہ جو گائے کی طرح ڈکارتا تھا پھر سامری اور اس کے چیلوں نے کہا (اے فرزندان یعقوب!) یہ ہے تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا پس موسیٰ بھول گئے۔ کیا ان احمقوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ یہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ اختیار رکھتا ہے ان کے لیے کسی ضرر کا اور نہ نفع کا۔ اور بے شک کہا تھا انہیں ہارون نے (موسیٰ کی واپسی سے پہلے) اے میری قوم! تم تو فتنہ میں مبتلا ہو گئے اس سے اور بلاشبہ تمہارا رب تو وہ ہے جو بے حد مہربان ہے پس تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔ قوم نے کہا ہم تو اسی کی عبادت پر جمے رہیں گے یہاں تک کہ لوٹ آئیں ہماری طرف موسیٰ (علیہ السلام)۔ موسیٰ نے (آکر غصہ سے) کہا اے ہارون! کس چیز نے تجھے روکا کہ جب تو نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا۔ تو (انہیں چھوڑ کر) میرے پیچھے نہ چلا آیا۔ کیا تو نے بھی میری حکم عدولی کی۔ ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے (بھائی!) نہ پکڑو میری داڑھی کو اور نہ میرے سر (کے بالوں) کو میں نے اس خوف سے (ان پر سختی نہیں کی) کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ تو نے پھوٹ ڈال دی بنی اسرائیل کے درمیان اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔ آپ نے پوچھا اے سامری! (اس فتنہ انگیزی) سے تیری غرض کیا تھی۔ اس نے کہا میں نے دیکھی ایسی چیز جو لوگوں نے نہ دیکھی پس میں نے مٹھی بھر لی، رسول کی سواری کے نشان قدم کی خاک سے پھر اسے ڈال دیا (اس ڈھانچہ میں) اور اس طرح آراستہ کر دی میرے نفس نے یہ بات۔ آپ نے (غصہ سے) فرمایا جا چلا جا پس تیرے لیے اس زندگی میں تو یہ (سزا) ہے کہ تو کہتا پھرے گا مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے اور بے شک تیرے لیے ایک اور وعدہ (عذاب) بھی ہے جس کی خلاف ورزی نہیں ہوگی اور (ذرا) دیکھ اپنے اس خدا کی طرف جس پر تو جم کر بیٹھا رہا (اس کا کیا حشر ہوتا ہے) ہم اسے جلا ڈالیں گے پھر ہم بکھیر کر بہا دیں گے اس سمندر میں اس (کی راکھ) کو"۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: **فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا** یعنی اپنا عصا مار کر اپنا راستہ بنا لو جس پر نہ پانی ہو اور نہ کیچڑ۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے **يَبَسًا** کا معنی یَابِساً (خشک) روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا یہ فرعون آ رہا ہے، ہم تو پکڑے گئے اور یہ دریا ہمیں گھیرے ہوئے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہیں دریا سے غرق ہونے یا کیچڑ میں پھنسنے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: **لَّا تَخٰفُ دَرَكًا** آل

فرعون سے پکڑے جانے کا تمہیں کوئی خوف نہ ہو۔ وَلَا تَخْشٰى اور دریا میں غرق ہونے کا تمہیں کوئی اندیشہ نہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَلْیَمِّ سے مراد دریا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَلَا تَطْغَوْا فِیْهِ کے تحت روایت کیا ہے کہ طغیان یہ ہے کہ وہ اسے بغیر حلت کے پکڑ لے۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے یَحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ کے تحت روایت کیا ہے: تم پر میرا غضب اترے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الاعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یَحْلِلْ کو لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے، اس تفسیر پر کہ جس پر میرا غضب واجب ہے

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابومجلز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فرماتے ہیں اگر اس مخلوق میں سے کوئی مخلوق اس پر ناراض ہوگی تو اسے بلائے گا اور اس سے بات کرے گا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے هَوٰى کا معنی شقی (بدبخت ہوا) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شفی بن ماتع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جہنم میں ایک محل ہے، کافر کو اس کے اوپر سے پھینکا جائے گا۔ وہ اس میں چالیس (سال) گرتا جائے گا، کھنکھناتی مٹی تک پہنچنے سے پہلے تک۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰى کا یہی مطلب ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ یعنی جو شرک سے توبہ کرے تو میں اسے بلاشبہ بخشنے والا ہوں، اٰمَنَ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک تسلیم کرے، وَعَمِلَ صَالِحًا فرائض کو ادا کرے، ثُمَّ اهْتَدٰى پھر اسے کوئی شک نہ ہو (مذکورہ ہدایت پر مستحکم ہو)

امام سعید بن منصور اور الفریابی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ جو گناہ سے توبہ کرے شرک سے محفوظ ہو جائے اور اللہ اور اپنے درمیان نیک اعمال کرے، ثُمَّ اهْتَدٰى پھر جان لے کہ اس کے عمل کا ثواب ہے اس پر اسے جزا دی جائے گی۔

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے: ثُمَّ اهْتَدٰى پھر وہ اہل سنت و جماعت کے مسلک پر قائم رہا۔

امام ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ کے طریق سے کسی صحابی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو چھوڑ کر جلدی جلدی اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا جلدی کیوں آ گئے؟ عرض کی وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں اور میں آپ کی بارگاہ میں جلدی آ گیا ہوں تاکہ تو راضی ہو جائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرش کے سایہ میں ایک شخص دیکھا تو بڑے متعجب ہوئے۔ عرض کی یارب! یہ کون ہے؟ فرمایا میں تجھے اس کی بابت نہیں بتاؤں گا لیکن اس کے تین خصائل بتاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو جو اپنے فضل سے مال و رزق عطا

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 374 (1823)، دارالکتب العلمیہ بیروت

فرمایا ہے اس پر وہ ان سے حسد نہیں کرتا، اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کرتا اور چغلی نہیں کھاتا۔

امام ابن مردویہ نے حضرت وہب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنے کا وعدہ فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام مقررہ وقت پر نکل پڑے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ہم کلام تھے تو پیچھے سے ایک آواز سنی، عرض کی الٰہی! میں اپنے پیچھے سے آواز سن رہا ہوں۔ فرمایا شاید تیری قوم گمراہ ہوگئی ہے، عرض کی الٰہی! اس قوم کو کس نے گمراہ کیا ہے؟ فرمایا سامری نے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اس نے انہیں کیسے گمراہ کیا ہے؟ فرمایا اس سے اس کے لیے ایک گائے کے بچھڑے کا ڈھانچہ تیار کیا ہے جو گائے کی طرح ڈکارتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی! اس سامری نے ان کے لیے بچھڑے کا ڈھانچہ تیار کیا تو اس میں روح کس نے پھونکی حتی کہ وہ ڈکارنے لگا؟ فرمایا اے موسیٰ! میں نے اس میں روح پھونکی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تیری عزت کی قسم! تیرے علاوہ کسی نے میری قوم کو گمراہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے، عرض کی اے حکیم الحکما! کسی حکیم کے لیے مناسب نہیں کہ جو تجھ سے زیادہ محکم ہو۔

امام ابن جریر نے اپنی تہذیب میں حضرت راشد بن سعد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم سے چالیس راتوں کا وعدہ کر کے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تیری قوم تیرے بعد فتنہ میں مبتلا ہوگئی ہے، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یارب! کیسے فتنہ میں مبتلا ہوگئے؟ حالانکہ میں نے انہیں فرعون سے نجات دلائی، انہیں سمندر سے نجات بخشی، میں نے ان پر انعام فرمایا، میں نے ان پر کرم فرمایا؟ فرمایا: اے موسیٰ! انہوں نے آپ کے بعد بچھڑے کا ایک ڈھانچہ بنایا جو گائے کی طرح ڈکارتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یارب! اس میں روح کس نے پھونکی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یارب! تو نے انہیں گمراہ کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اے نبیوں کی اصل! اے ابوالحکام! میں نے اس کی محبت ان کے دلوں میں دیکھی تو میں نے پھر ان کو یہ دے دیا۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: جب موسیٰ علیہ السلام جلدی جلدی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو سامری نے پیچھے بنی اسرائیل کے زیورات جمع کیے اور اس کا ایک ڈھانچہ تیار کیا۔ پھر ایک مٹھی اس کے پیٹ میں ڈالی تو وہ ڈھانچہ گائے کی طرح ڈکارتا تھا۔ سامری نے لوگوں کو کہا یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا خدا ہے، ہارون نے انہیں کہا اے قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے عمدہ وعدہ نہیں کیا تھا، پھر جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو اپنے بھائی کو سر سے پکڑا۔ ہارون نے کہا جو کہا۔ موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو کہا تیری اس فتنہ انگیزی سے کیا غرض تھی؟ اس نے کہا میں نے دیکھی ایسی چیز جو لوگوں نے نہ دیکھی۔ پس میں نے مٹھی بھر لی رسول کی سواری کے نشان قدم کی خاک سے پھر اسے ڈال دیا (اس ڈھانچہ میں) اور اس طرح آراستہ کر دی میرے لیے میرے نفس نے یہ بات۔ موسیٰ علیہ السلام اس بچھڑے کے قریب گئے۔ اس کو ریتی سے رگڑا۔ وہ بچھڑا نہر کے کنارے پر تھا۔ پس جس نے ان بچھڑے کے پجاریوں میں سے اس پانی کو پیا اس کا چہرہ سونے کی طرح زرد ہو گیا۔ لوگوں نے کہا یا موسیٰ! ہماری توبہ کیا ہے؟ فرمایا تم ایک دوسرے کو قتل کرو، پس انہوں نے چھریاں لے لیں، ہر شخص نے

اپنے باپ، بھائی اور بیٹے کو قتل کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ ان میں سے ستر ہزار قتل ہو گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی انہیں حکم دو کہ اپنے ہاتھ اٹھا لیں یعنی قتل سے رک جائیں۔ جو قتل کیے گئے ہیں میں نے انہیں معاف کر دیا ہے اور جو باقی ہیں ان کی توبہ قبول کر لی ہے۔(1)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب فرعون اور اس کے حواری سمندر پر پہنچے تو فرعون سیاہ گھوڑے پر سوار تھا، اس کا گھوڑا سمندر میں داخل ہونے سے ڈر گیا۔ پس جبرئیل امین نے اس کے لیے ایک گھوڑی سامنے کی، گھوڑے نے اسے دیکھا تو وہ پیچھے اس میں داخل ہو گیا، سامری نے جبرئیل کو پہچان لیا کیونکہ جب اس کی ماں کو اس کے ذبح ہونے کا خدشہ ہوا تھا تو اس نے اسے غار میں چھپا دیا تھا اور غار کا منہ بند کر دیا تھا۔ جبرئیل امین اس کے پاس آتے تھے اور اسے ایک انگلی کے ذریعے دودھ اور دوسری انگلی کے ذریعے شہد کے ساتھ غذا دیتے تھے اور ایک انگلی کے ذریعہ سے اسے گھی کھلاتے تھے، اس طرح وہ پرورش پاتا رہا حتیٰ کہ وہ بڑا ہو گیا۔ جب سامری نے اسے سمندر میں دیکھ تو پہچان گیا۔ اس نے جبرئیل کے گھوڑے کے نشان قدم سے مٹھی مٹی کی بھر لی۔ ابن عباس فرماتے ہیں: گھوڑے کے سم کے نیچے سے اس نے مٹی لی تھی اور سامری کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ تو اس مٹی کو جس چیز پر ڈالے گا اور پھر تو اسے کن (ہو جا) کہے گا تو وہ ہو جائے گی۔ سامری کے پاس وہ مٹی تھی حتیٰ کہ وہ دریا سے تجاوز کر گیا، جب موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل دریا سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون سے کہا تھا تم میرے پیچھے میری قوم میں رہو اور اصلاح کرتے رہو اور مفسدین کے راستہ کی پیروی نہ کرو، موسیٰ علیہ السلام خود اپنے رب کی بارگاہ میں مقررہ جگہ اور مقررہ وقت میں پہنچ گئے۔ بنی اسرائیل کے پاس آل فرعون کے زیورات تھے تو وہ گویا گناہ سے بچنا چاہتے تھے۔ انہوں نے وہ زیور نکالے تاکہ انہیں آگ آئے اور کھا جائے۔ جب انہوں نے وہ زیورات جمع کیے تو سامری نے مٹھی سے اشارہ کیا اور ان زیورات پر مٹی ڈال دی اور کہا تو ایسا بچھڑے کا ڈھانچہ بن جا جس میں گائے کی طرح ڈکارنا بھی ہو۔ پس وہ اسی طرح بن گیا، ہوا اس کی دبر میں داخل ہوتی اور اس کے منہ سے نکل جاتی اس طرح اس سے آواز سنی جاتی تھی۔ اس نے بنی اسرائیل سے کہا یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ کا خدا ہے، پس وہ اس پر جم کر بیٹھ گئے اور اس کی عبادت شروع کر دی۔ ہارون علیہ السلام نے کہا اے میری قوم! تم اس کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کیے گئے ہو، تمہارا رب تو بے حد مہربان ہے، تم میری اتباع کرو اور میرے حکم کی پیروی کرو، انہوں نے کہا ہم تو اسی پر جمے رہیں گے حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام ہماری طرف لوٹ کر آ جائیں۔

امام ابن اسحق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سامری باجرما کے لوگوں میں سے تھا اور وہ لوگ گائے کی پوجا کرتے تھے، وہ بھی گائے کی پوجا کی محبت دل میں رکھتا تھا جب کہ اس نے بنی اسرائیل میں اپنا اسلام ظاہر کیا ہوا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تشریف لے گئے تو ہارون علیہ السلام نے انہیں کہا تم نے آل فرعون کا مال و متاع اٹھایا ہے، اس لیے تم اس سے پاک ہو جاؤ کیونکہ وہ تمہارے لیے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 411 (3434)، دار الکتب العلمیہ بیروت

ناپاک چیز ہے، آگ جلائی گئی آپ نے فرمایا: جو کچھ زیورات وغیرہ تمہارے پاس ہیں وہ اس میں ڈال دو۔ لوگ وہ زیورات لاتے رہے اور اس آگ میں ڈالتے رہے۔ سامری نے جبرئیل امین کے گھوڑے کے پاؤں کا نشان دیکھا تو اس نے اس جگہ سے مٹی اٹھالی۔ پھر وہ آگ کی طرف آیا اور حضرت ہارون سے کہا اے اللہ کے نبی! میرے ہاتھ میں کچھ ہے؟ حضرت ہارون نے فرمایا ہاں ہے، حضرت ہارون کا خیال تھا کہ اس کے پاس بھی زیورات اور سامان ہے، اس نے وہ مٹھی مٹی کی ان زیورات پر ڈال دی اور کہا تو ایک بچھڑے کا ڈھانچہ بن جا جس میں گائے کا ڈکارنا بھی ہو یہ سب کچھ بطور آزمائش تھا۔ سامری نے کہا یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا خدا ہے۔ پس وہ اس پر ڈٹ کر بیٹھ گئے وہ اس سے انتہائی محبت کرنے لگے پس سامری نے اسلام کو ترک کر دیا۔ کیا ان احمقوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ یہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ اختیار رکھتا ہے ان کے لیے کسی ضرر کا اور نہ نفع کا۔ سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔ وہ مصر کی زمین میں پیدا ہوا تھا اور بنی اسرائیل میں داخل ہو گیا تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَ اَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ حضرت ہارون علیہ السلام دوسرے مسلمانوں کے ساتھ رہے تا کہ موسیٰ علیہ السلام یہ نہ کہیں کہ تو نے پھوٹ ڈال دی بنی اسرائیل کے درمیان اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔

امام ابن ابی حاتم ابن عباس سے روایت فرماتے ہیں کہ ہارون علیہ السلام سامری کے پاس سے گزرے تو وہ بچھڑا تراش رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا کر رہا ہے؟ سامری نے کہا جو نقصان نہ دے گی اور نہ نفع دے گی، ہارون نے کہا اے اللہ! اس کے دل کی خواہش پوری فرما دے۔ حضرت ہارون چلے گئے تو سامری نے یہ دعا مانگی اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ یہ گائے کی طرح ڈکار لے، پس وہ بچھڑے کا ڈھانچہ ڈکارتا تو وہ سارے اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے، جب وہ ڈکارتا تو وہ سر اٹھا لیتے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی اسرائیل نے قبطیوں سے زیورات عاریۃً لیے پھر وہ اپنے ساتھ لے کر نکل آئے۔ حضرت ہارون نے انہیں فرمایا: موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کے لیے گئے ہیں، تم یہ زیورات ان کی واپسی تک جمع کر کے رکھ لو، وہ تشریف لائیں گے تو فیصلہ فرمائیں گے، وہ زیورات جمع کیے گئے پھر پگھلائے گئے۔ جب سامری نے ان پر مٹھی مٹی کی ڈالی تو وہ ڈکارنے والا بچھڑے کا ڈھانچہ بن گیا، سامری نے کہا یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ کا خدا ہے، موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی تلاش میں تشریف لے گئے تو بھول گئے اور مقررہ جگہ معلوم نہ ہوئی کہ وہ یہاں ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام آئے اور پھر موسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف لے گئے تو سامری نے لوگوں میں جبرئیل کو دیکھ لیا۔ اس نے جبرئیل کے گھوڑے کے پاؤں سے مٹی کی مٹھی بھر لی، جبرئیل نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے پیچھے بٹھا لیا حتیٰ کہ آسمان کے دروازے تک بلند ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے تختیاں لکھی جا رہی تھیں تو آپ قلموں کے چلنے کی آواز سن رہے تھے، جب موسیٰ علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ ان کی قوم فتنہ میں مبتلا ہوگئی ہے تو موسیٰ علیہ السلام نیچے اترے اور بچھڑے کو پکڑ کر جلا دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سامری اہل کرمان سے تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، گفتگو ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا تم اپنی قوم کو چھوڑ کر جلدی کیوں آ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ میں تیری بارگاہ میں جلدی آیا اے میرے رب! تا کہ تو ناراض نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے تیرے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈالا اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا، جب موسیٰ علیہ السلام کو ان کی گمراہی کی خبر ملی تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب! اس سامری نے تو انہیں بچھڑا بنانے کو کہا یہ تو بتا کہ اس میں روح کس نے پھونکی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب! پھر تو نے انہیں گمراہ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام قوم کے پاس غضب ناک اور افسردہ خاطر ہو کر لوٹے اور کہا اے میری قوم! کیا وعدہ نہیں کیا تھا تم سے تمہارے رب نے بہت عمدہ تو کیا طویل مدت گزر گئی ہے اس وعدہ پر (اور تم اس کے ایفاء سے مایوس ہو گئے) یا تم یہ چاہتے ہو کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب کی طرف سے اس لیے تم نے توڑ ڈالا میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ۔ کہنے لگے نہیں توڑا ہم نے کیا ہوا وعدہ اپنے اختیار سے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ہم پر لاد دیئے گئے تھے بوجھ قوم (فرعون) کے زیورات کے سو ہم نے (سامری کے کہنے پر) انہیں پھینک دیا۔ اسی طرح سامری نے بھی (اپنے حصہ کے زیور) پھینک دیئے۔ پس اسرائیلی اس بچھڑے کی عبادت پر ڈٹ گئے۔ وہ ڈکارتا تھا اور چلتا تھا۔ ہارون علیہ السلام نے انہیں یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ... الآیہ۔ پھر موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور سامری سے اس بچھڑے کی غرض و غایت پوچھی اور فرمایا ذرا دیکھ اپنے خدا کی طرف جس پر تو جم کر بیٹھا رہا (اس کا حشر کیا ہوتا ہے) ہم اسے جلا ڈالیں گے۔ آپ نے اسے ذبح کر دیا پھر ریتی کے ساتھ اسے رگڑ دیا پھر اسے دریا میں بکھیر دیا۔ پس ہر نہر میں اس کا پانی پہنچ گیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلیوں سے کہا اس پانی سے پیو۔ انہوں نے پیا پس جو لوگ اس بچھڑے سے محبت کرتے تھے تو ان سے سونا نکلا۔ اللہ نے فرمایا وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ (البقرہ:93) جب موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے اور قوم نے اپنی گمراہی کو سمجھ لیا تو کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ ہم پر رحم نہ فرمائے اور ہماری مغفرت نہ فرمائے تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی توبہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر جبکہ وہ اپنے رشتہ داروں کو خود قتل کریں۔ انہوں نے بچھڑے کی عبادت کی تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور تمہاری توبہ یہ ہے کہ تم اپنے (خاندان والوں کو) خود قتل کرو۔ پس بچھڑے کی عبادت کرنے والوں اور بچھڑے کی عبادت نہ کرنے والوں کے درمیان تلواریں چلنا شروع ہو گئیں جس نے اس جنگ میں حصہ لیا وہ شہید ہوا حتیٰ کہ پشتوں کے پشتے لگ گئے۔ قریب تھا کہ بنی اسرائیل ہلاک ہو جاتے۔ حتیٰ کہ ان میں سے ستر ہزار قتل ہو گئے تھے، حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے دعا مانگی اے ہمارے رب! بنو اسرائیل ہلاک ہو گئے۔ ان بقیہ لوگوں پر مہربانی فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے ہتھیار ڈالنے کا حکم دے دیا۔ اور ان کی توبہ قبول فرمالی، جو قتل ہو گیا تھا وہ شہید تھا اور جو باقی تھا اس کے لیے یہ جنگ گناہوں کی معافی کا کفارہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَتَابَ عَلَیْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۝ (البقرہ) پھر اللہ

تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگوں کو لے آئیں جو بچھڑے کی عبادت سے معذرت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے لیے ایک وقت مقرر فرمایا، موسیٰ علیہ السلام نے ستر افراد کا انتخاب فرمایا۔ پھر چلے تاکہ وہ بچھڑے کی عبادت پر معافی مانگیں۔ جب وہ مقررہ جگہ پر پہنچے تو کہنے لگے ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ظاہر دیکھ لیں، تو نے اللہ سے کلام کی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرا۔ ان کی جرأت کی پاداش میں انہیں کڑک نے آلیا، وہ مر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام رونا شروع ہوگئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اے میرے رب! میں اپنی قوم کے پاس جا کر کیا کہوں گا کہ تو نے ان کے چیدہ چیدہ افراد کو ہلاک کر دیا ہے۔ اے میرے رب! تو نے اگر انہیں ہلاک کرنا تھا تو پہلے ہی انہیں ہلاک کر دیتا اور مجھے بھی۔ کیا تو ہمیں اس فعل کی وجہ سے ہلاک کر رہا ہے جو ہم میں سے بے وقوفوں نے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ یہ ستر افراد ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ نہیں ہے مگر تیری آزمائش، اس کے ساتھ تو جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ** میں **الْعَهْدُ** سے مراد وعدہ ہے۔ **مَّوْعِدِيْ** سے مراد **عَهْدِيْ** ہے۔ **اَوْزَارًا** کا مطلب **اَثْقَالًا** (بوجھ) ہے۔ اس سے مراد وہ زیورات ہیں جو بنی اسرائیل نے آل فرعون سے عاریۃً لیے تھے، **فَقَذَفْنٰهَا** کا مطلب **اَلْقَيْنَاهَا** (ہم نے انہیں ڈالا) ہے **خُوَارٌ** کا مطلب خفیف ہوا ہے۔ یہ اس کا ڈکارنا تھا۔ العجل، گائے کے بچے کو کہتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے **بِمَلْكِنَا** کا مطلب **بِاَمْرِنَا** روایت کیا ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت قتادہ سے **بِمَلْكِنَا** کا معنی **طَاقَتِنَا** روایت کیا ہے۔ (1)

ابن ابی حاتم نے سدی سے یہی روایت کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے حسن سے **بِمَلْكِنَا** کا مطلب **سُلْطَانِنَا** روایت کیا ہے، ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے یحییٰ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے **بِمُلْكِنَا** پڑھا ہے۔ معنی دونوں قراءتوں کا ایک معنی ہے۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے **فَنَسِيَ** کے تحت روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بھول گئے کہ تمہیں یاد دلائیں کہ یہ ان کا الٰہ ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے **فَنَسِيَ** کے تحت روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام بچھڑے خدا سے بھول گئے ہیں، **اَلَّا يَرْجِعُ** کا فاعل العجل (بچھڑا) ہے۔ ضراً کا مطلب ضلالت ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ہارون سے حضرت موسیٰ نے کہا کہ جب آپ نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تو آپ نے انہیں میرے احکام کی طرف کیوں نہ بلایا۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کو اصلاح کرنے اور مفسدین کے راستے کی اتباع نہ کرنے کا حکم فرمایا تھا، تو اصلاح میں سے یہ بھی تھا کہ آپ بچھڑے کا انکار

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 374 (1821)، دارالکتب العلمیہ بیروت

بات اس جس اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۖ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ الخ یعنی مجھے اندیشہ ہوا کہ ان میں سے بعض میری اتباع کریں گے اور بعض اتباع نہ کریں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ نیک لوگوں نے تم سے پہلے اختلاف کو ناپسند کیا۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ کے تحت روایت کیا ہے کہ تم نے میرے قول کا انتظار نہ کیا اور جو میں کرنے اور کہنے والا تھا۔ ابن عباس فرماتے ہیں: اس کا مطلب ہے کہ تو نے میرے قول کی حفاظت نہ کی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سامری اس کا نام نہیں تھا، اس کے شہر کا نام معبرو تھا۔ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا یعنی میں نے جبرئیل کا گھوڑا دیکھا جسے لوگوں نے نہیں دیکھا۔

عبد بن حمید نے عاصم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا کو یاء کے ساتھ اور صاد کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سامری نے جبرئیل کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے مٹی لی تھی۔ پھر اسے بنی اسرائیل کے زیورات پر ڈالا تو وہ بچھڑا بن گیا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سامری نے جبرئیل کے گھوڑے کے نشان قدم سے مٹی اٹھالی اور اسے کپڑے میں باندھ لیا۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ **فَقَبَصْتُ** کو صاد کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اس کا معنی انگلیوں کے اطراف کے ساتھ کسی چیز کو اٹھانا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابوالاشہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الحسن **فَقَبَصْتُ قَبْصَةً** یعنی صاد کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ابورجاء بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں: اس کا معنی بھی پوری مٹھی کے ساتھ بھرنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **قَبْضَةً** کا مطلب مٹھی بھر ہے اور **قَبْصَةً** کا مطلب انگلیوں کی اطراف سے کسی چیز کو لینا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ **فَقَبَضْتُ** یعنی ضاد کے ساتھ پڑھتے تھے۔

عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے سامری کو موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ بددعا دی تھی کہ تو کہتا رہے کہ مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے یہ بطور سزا تھا(1)۔ لَّنْ تُخْلَفَهٗ یعنی تیرے لیے ایک وعدہ ہے تو اس سے غائب نہیں ہوگا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا یعنی جس پر تو جم کر بیٹھا رہا۔ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ہم اسے آگ سے جلائیں گے۔ پھر لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ہم اسے دریا میں بکھیر کر بہادیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ لَنُحَرِّقَنَّهٗ کو تخفیف کے ساتھ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 376 (1829)

ہمیشہ اس بوجھ تلے دبے رہیں گے اور بہت تکلیف دہ ہوگا ان کے لیے روز قیامت یہ بوجھ۔ جس روز پھونکا جائے گا صور میں اور ہم جمع کریں گے مجرموں کو اس دن اس حال میں کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔ چپکے چپکے آپس میں کہیں گے کہ نہیں رہے تم دنیا میں مگر صرف دس دن۔ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جب کہ ان میں سے سب سے زیادہ زیرک کہے گا کہ نہیں ٹھہرے ہو تم مگر صرف ایک دن۔ اور وہ آپ سے پہاڑوں کے انجام کے بارے پوچھتے ہیں آپ فرمائیے میرا رب انہیں جڑوں سے اکھیڑ کر پھینک دے گا۔ پس بنا چھوڑے گا اس پہاڑی علاقہ کو کھلا ہموار میدان۔ نہ نظر آئے گا تجھے اس میں کوئی موڑ اور نہ کوئی ٹیلہ۔ اس روز سب لوگ پیروی کریں گے پکارنے والے کی، کوئی روگردانی نہیں کر سکے گا اس سے اور خاموش ہو جائیں گی سب آوازیں رحمن کے خوف سے پس تو نہ سنے گا (اس روز) مگر مدہم سی آہٹ۔ اس دن نہیں نفع دے گی کوئی سفارش سوائے اس شخص کی شفاعت کے جسے رحمن نے اجازت دی اور پسند فرمایا ہو اس کے قول کو۔ وہ جانتا ہے لوگوں کے آنے والے حالات کو اور ان کے گزرے ہوئے واقعات کو اور لوگ نہیں احاطہ کر سکتے اس کا اپنے علم سے"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا کے تحت روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا بھرپور علم ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوزید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ذِكْرًا سے مراد قرآن ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وِزْرًا سے مراد گناہ ہے۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا برا ہے وہ جو انہوں نے اٹھایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے یہ اعمال بہت برے ہیں اور ان کا ان سے اتصال ان کے لیے برا ہے۔ یہ ان سے جدا ہونے چاہئیں اگر تو ان کو ملے گا تو سمجھ جائے گا ان اعمال کے بوجھ ہونے میں کوئی خفا نہیں وہ ان کے لیے انتہائی تکلیف دہ بوجھ ہوں گے۔ برائی اٹھانا ان کے لیے برا ہوگا اور ایسے اعمال والے کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، ان کے لیے یقیناً یہ تکلیف دہ ہے اور اس کے بعد ہی ان کے لیے تکلیف ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا مجھے وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا کا مطلب بتائیں۔ تو ابن عباس نے فرمایا: قیامت کے روز مختلف حالات ہوں گے، ایک حال میں مجرموں کی آنکھیں نیلی ہوں گی اور ایک حال میں آندھی ہوں گی۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ کا معنی يَتَسَارُّوْنَ (راز کی باتیں کرنا) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً کے تحت روایت کیا ہے: یعنی جو ان میں سے زیادہ زیرک ہوگا وہ کہے گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً کا مطلب یہ ہے کہ کفار میں سے جو قول و عمل کے اعتبار سے زیادہ عادل اور معتدل ہوگا وہ کہے گا کہ تم دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر ایک دن۔ اس کی وجہ یہ

ہے کہ وہ اپنے خیال میں دنیا کو تھوڑا عرصہ تصور کریں گے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قریش نے کہا اے محمد! (ﷺ) قیامت کے روز تمہارا رب ان پہاڑوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ پس یہ آیت نازل ہوئی وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ (الآیہ)۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قَاعًا کا مطلب ہموار اور صَفْصَفًا ایسی جگہ جہاں نباتات نہ ہوں، عِوَجًا کا معنی وادی، اَمْتًا کا معنی ٹیلہ ہے۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ مجھے فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا کے متعلق بتائیں تو ابن عباس نے فرمایا القاع، چکنی جگہ، الصفصف، ہموار جگہ کو کہتے ہیں۔ نافع نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا کیا تو نے شاعر کا یہ شعر نہیں سنا:

مَلْمُوْمَةٌ شَهْبَاءُ لَوْ قَذَفُوْا بِهَا شَمَارِيْخَ مِنْ رَضْوٰى إِذًا عَادَ صَفْصَفَا

"جمع شدہ ہتھیاروں والا لشکر، اگر وہ رضوی پہاڑ سے ٹہنیاں پھینکیں تو ہموار جگہ پر لوٹتی ہیں"۔

امام ابن المنذر، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس فرماتے تھے اور اس سے مراد ایسی زمین ہے جس میں کوئی نشیب وفراز نہ ہو۔

عبد بن حمید نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ قَاعًا صَفْصَفًا سے مراد ہموار زمین ہے۔ عِوَجًا پستی، اَمْتًا بلندی کو کہتے ہیں۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: القاع سے مراد زمین ہے اور صَفْصَفًا سے مراد ہموار ہے (1) عِوَجًا کا مطلب دراڑ ہے اور اَمْتًا کا معنی ٹیلہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عِوَجًا کا مطلب مَيْلًا (جھکاؤ) ہے اور الْاَمْتُ، ایسے اثر کو کہتے ہیں جو تسمے کی طرح ہو۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ العوج کا معنی بلندی ہے اور الامت کا مطلب وسیع اور کھلا ہونا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الامت کا مطلب گڑھا ہے۔

ابن الانباری نے الوقف میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نافع نے ان سے پوچھا کہ مجھے لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا کا مطلب بتائیں؟ تو ابن عباس نے فرمایا: الامت سے مراد زمین کی ابھری ہوئی جگہ ہے۔ کعب بن زہیر نے کہا:

فَبَصُرْتُ لَمْحَةً مِنْ رَأْسِ عِكْرِشَةٍ فِيْ كَافِرٍ مَابِهِ اَمْتٌ وَّلَا شَرَفُ

"خرگوش کی مادہ کے سر سے میں نے کافر کو دیکھا تو اس میں کوئی ابھری ہوئی جگہ نہ تھی"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز اللہ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 379 (1841)، دار الکتب العلمیہ بیروت

تعالیٰ لوگوں کو ایک ایسی تاریکی میں اٹھائے گا جو آسمان کو لپیٹے ہوئے ہوگی، ستارے بکھیر دے گی اور چاند اور سورج کی روشنی ختم کر دے گی، پھر ایک نداد ینے والا ندادے گا، پس تمام لوگ اس کی آواز سنیں گے اور اس کے پاس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ کا یہی مطلب ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ یعنی تمام اس پکارنے والے کی اتباع کریں گے، کوئی اس سے روگردانی نہیں کر سکے گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وہ اس سے انحراف نہیں کر سکیں گے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ هَمْسًا سے مراد ہلکی سی آواز ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم، حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ هَمْسًا سے مراد قدموں کے چلنے کی آواز ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے بھی یہی مفہوم روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حصین بن عبد الرحمن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں شعبی کے پاس بیٹھا ہوا تھا ہمارے قریب سے اونٹ گزرے جن کے اوپر جص (گچ چونا) لادا ہوا تھا، میں نے ان کو چلایا تو میں نے ان اونٹوں کے چلنے کی آواز سنی، فرمایا اس کو الهمس کہتے ہیں۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ هَمْسًا انتہائی پست آواز کو کہتے ہیں جس میں انسان اپنی زبان اور اپنے ہونٹوں کو ہلاتا ہے اور آواز سنائی نہیں دیتی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ هَمْسًا خفیف بات اور قدموں کی آواز کو کہتے ہیں۔

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾

"اور (فرط نیاز سے) جھک جائیں گے سب (لوگوں کے) چہرے حی و قیوم کے سامنے اور نامراد ہوا جس نے لادا اپنے (سر) پر ظلم (کا بار گراں)۔ اور جو شخص کرتا ہے نیک اعمال اور وہ ایمان دار بھی ہو تو اسے اندیشہ نہ ہوگا کسی ظلم کا یا حق تلفی کا۔ اور اسی طرح ہم نے اتارا اس کتاب کو قرآن عربی زبان میں اور طرح طرح سے بیان

کیں اس میں گناہوں کی سزائیں تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں یا پیدا کردے یہ قرآن ان کے دلوں میں یہ سمجھ۔
پس اعلیٰ وارفع ہے اللہ جو سچا بادشاہ ہے اور نہ عجلت کیجئے قرآن کے پڑھنے میں اس سے پہلے کہ پوری ہو جائے
آپ کی طرف اس کی وحی اور دعا مانگا کیجئے میرے رب! اور زیادہ کر میرے علم کو''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے عَنَتِ کا مطلب ذلت (جھک جانا) روایت کیا ہے۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہی معنی روایت کیا ہے۔ (1)

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عَنَتِ کا معنی خَشَعَتْ ہے۔ ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ عَنَتِ کا معنی قیدی ہونا ہے، پس تمام لوگ قیدی ہوں گے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے عَنَتِ کا معنی خَضَعَتْ روایت کیا ہے۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق نے ان سے پوچھا کہ مجھے عَنَتِ الْوُجُوْهُ کے متعلق بتایئے تو ابن عباس نے فرمایا: قیامت کے روز حی وقیوم کے سامنے تمام چہرے خم ہوں گے اور جھکے ہوئے ہوں گے۔ نافع نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا: ہاں تو نے شاعر کا قول نہیں سنا:

لِیَبْكِ عَلَیْكَ كُلُّ عَانٍ بِكَرْبِهٖ وَآلُ قُصَیٍّ مِنْ مُقِلٍّ وَذِی وَفْرِ

''تیری بارگاہ میں اپنی تکلیف کی وجہ سے ہر ایک جھکنے والا روئے آل قصی میں ہر نادار اور ہر مال دار''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ عَنَتِ الْوُجُوْهُ کا مطلب رکوع وسجود کرنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے طلق بن حبیب سے عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب تیرا سجدے میں اپنی پیشانی، اپنی ہتھیلیاں گھٹنے اور اپنے قدموں کی اطراف کو رکھنا ہے۔ (2)

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ظُلْمًا سے مراد شرک ہے۔ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا یعنی اسے نہ تو برائیوں میں زیادتی ہونے اور نہ نیکیوں میں کمی ہونے کا اندیشہ ہوگا۔ (3)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ظُلْمًا کا مطلب شرک ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: یعنی اسے ظلم کا اندیشہ نہ ہوگا کہ اس کی برائیوں میں اضافہ کر دیا جائے گا یا اس کی نیکیوں کو گھٹا دیا جائے گا۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کے گناہوں میں اضافہ کر کے اس پر زیادتی نہیں کی جائے گی۔ وَّلَا هَضْمًا اور نہ اس کی نیکیوں میں کمی کر کے اس پر ظلم کیا جائے گا۔

امام الفریابی، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے هَضْمًا کا مطلب غَصْبًا (غصب کرنا) روایت کیا ہے۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 377 (1831)، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 234 (2679)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 377، (33-1832)

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا میں يُحْدِثُ کا فاعل قرآن ہے اور ذِكْرًا سے مراد تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جبرئیل قرآن لے کر آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو یاد کرنے کے لیے مشقت اٹھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوتا کہ کہیں جبرئیل چلے نہ جائیں اور ابھی تک آپ نے وہ آیات یاد نہ کی ہوں اور پھر جو جبرئیل نے سکھایا ہو اسے بھول نہ جائیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ الخ اور فرمایا لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (القیامۃ) ''(اے حبیب!) آپ حرکت نہ دیں اپنی زبان کو اس کے ساتھ تا کہ جلدی جلدی یاد کرلیں''۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: لَا تَعْجَلْ الخ یعنی آپ جلدی نہ کریں حتی کہ ہم خود ہی اسے آپ کے سینہ اقدس میں اسے محفوظ کردیں گے اور اس کے معانی ومعارف کو بیان کردیں گے۔

امام الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طمانچہ مارا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قصاص طلب کرنے کے لیے آئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان قصاص کا فیصلہ کردیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ الخ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ نافذ کرنے سے رک گئے حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (النساء:34)

سعید بن منصور اور عبد بن حمید نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ کے تحت روایت کیا ہے: آپ کسی کو قرآن نہ لکھوائیں حتی کہ ہم خود آپ کے لیے اس کو مکمل کردیں گے۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس قرآن کا بیان تجھے پہنچ جائے۔(2)

ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِىْ بِمَا عَلَّمْتَنِىْ وَعَلِّمْنِىْ مَا يَنْفَعُنِىْ وَزِدْنِىْ عِلْمًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ''اے اللہ جو تو نے مجھے سکھایا اس سے مجھے نفع عطا فرما اور مجھے وہ علم عطا فرما جو مجھے نفع بخشے اور میرے علم میں اضافہ فرما اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہر حال پر''(3)

امام سعید بن منصور اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ زِدْنِىْ اِيْمَانًا وَّفِقْهًا وَّ يَقِيْنًا وَّ عِلْمًا۔

وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴿۱۱۵﴾

''اور ہم نے حکم دیا تھا آدم کو اس سے پہلے (کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائے) سو وہ بھول گیا اور نہ پایا ہم

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 377 (1834) 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 378 (1836)

3۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 1، صفحہ 151 (251)، دار الکتب العلمیہ بیروت

نے (اس لغزش میں) اس کا کوئی قصد۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی (صغیر میں)، ابن مندہ (توحید میں) اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: انسان کو انسان اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا فَنَسِیَ پھر بھول گیا۔ (1)

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن المنذر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر تمام انسانوں کی عقل، جو تخلیق آدم سے لے کر قیامت تک آئیں گے، ایک پلڑے میں رکھی جائے اور آدم علیہ السلام کی عقل دوسرے پلڑے میں رکھی جائے تو آپ کی عقل ان سب سے بھاری ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا یعنی ہم نے اس عہد کو یاد کر کے دانہ کھاتے ہوئے نہیں پایا۔ (2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت آدم کی عقل تمام اولاد آدم کی عقول کی مثل (برابر) تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔

امام عبدالغنی بن سعید رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو درخت کے قریب نہ جانے کا حکم دیا۔

امام ابن جریر اور ابن مندہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عَزْمًا کا مطلب حفظاً ہے۔ (3)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فَنَسِیَ کا معنی فترك ہے یعنی ترک کر دیا وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا یعنی ہم نے اس میں اس کا عزم نہیں پایا۔ (4)

امام الزبیر بن بکار رحمہ اللہ نے الموفقیات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن الخطاب سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (المائدہ: 101) کے متعلق پوچھا تو حضرت عمر نے فرمایا: مہاجرین میں سے کچھ لوگوں کے انساب کے متعلق اعتراض تھا۔ ایک دن انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم پسند کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نسب کے متعلق قرآن نازل فرمائے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا الخ نازل فرمائی۔ پھر حضرت عمر نے مجھے فرمایا: تمہارا یہ ساتھی یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ والی بنایا گیا تو اس نے دنیا سے عدم دلچسپی کا مظاہرہ کیا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اس کے نفس کا غرور اس سارے کمال کو ختم کر دے گا۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! ہمارے ساتھی جوان کے متعلق میں جانتا ہوں اللہ کی قسم! ہم نہیں کہتے کہ انہوں نے کوئی تبدیلی کی یا عدل نہیں کیا اور نہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی ناراض کیا تھا۔ حضرت عمر نے کہا ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا جو حضرت علی نے پیغام بھیجا تھا۔ اس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ناراض نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معصیت کے بارے فرمائے وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا اور ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ساتھی (حضرت علی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 257، داراحیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 258　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً

رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ کو ناراض کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا تھا۔ رہے وہ خیالات جن کو دور کرنے پر انسان قدرت نہیں رکھتا بعض اوقات اللہ کے دین کے فقیہ اور امر الٰہی کے عالم کے دل میں خیالات آجاتے ہیں لیکن جب اسے آگاہی ہوتی ہے تو وہ توبہ کرتا ہے اور رجوع کرتا ہے۔ حضرت عمر نے کہا اے ابن عباس! جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ تمہارے علوم و معارف کے سمندر میں اترے اور اس میں غواصی کرے حتیٰ کہ اس کی گہرائی میں پہنچ جائے وہ بالآخر اپنے آپ کو عاجز پائے گا۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! انسان کبھی ایک بات کو یاد کرتا ہے، کبھی بھول جاتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا دل کے اوپر اس طرح اندھیرا ہوتا ہے جیسے چاند کے اندر تاریکی ہوتی ہے۔ جب وہ تاریکی انسان کے دل پر چھا جاتی ہے تو انسان اپنی یاداشتیں بھول جاتا ہے اور جب وہ تاریکی چھٹ جاتی ہے تو انسان کو بھولی ہوئی چیز یاد آجاتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ اور نہ بائیں ہاتھ سے پیو۔ کیونکہ آدم علیہ السلام نے بائیں ہاتھ سے کھایا تو وہ بھول گئے۔ پس یہ بھولنا ان کی اولاد کو میراث میں ملا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا کے تحت روایت کیا ہے کہ جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا وہ انہیں یاد نہ رہا۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عَزْمًا کا مطلب صبر ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اگر آدم علیہ السلام کی عقل کا تمام لوگوں کی عقل سے وزن کیا جائے تو آدم علیہ السلام کی عقل بھاری ہو جائے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آدم علیہ السلام اولوالعزم میں سے نہ تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے فَنَسِیَ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ جو آدم علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا وہ انہوں نے ترک کر دیا۔ اگر یہ آپ کی طرف سے نسیان ہوتا تو آپ پر اس کا کچھ مواخذہ نہ ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے نسیان اور خطا کو اٹھا لیا ہے۔ لیکن آدم علیہ السلام نے درخت کا پھل کھا کر پہلے حکم کو ترک کر دیا تھا۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ اَبٰى ۝ فَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ لَا تَعْرٰى ۝ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰى ۝ فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا یَبْلٰى ۝ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا

يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ وَرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۝

''اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا (سوائے ابلیس کے) اس نے (حکم بجا لانے سے) انکار کر دیا۔ اور ہم نے فرمایا اے آدم! بے شک یہ تیرا بھی دشمن ہے اور تیری زوجہ کا بھی سو (ایسا نہ ہو) کہ وہ نکال دے تمہیں جنت سے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ بے شک تمہارے لیے یہ ہے کہ تمہیں نہ بھوک لگے گی یہاں اور نہ تم ننگے ہو گے۔ اور نہ تمہیں پیاس لگے گی یہاں اور نہ دھوپ ستائے گی۔ پس شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ اس نے کہا اے آدم! کیا میں آگاہ کروں تمہیں ہمیشگی کے درخت پر اور ایسی بادشاہی پر جو کبھی زائل نہ ہو۔ سو (اس کے پھسلانے سے) دونوں نے کھالیا اس درخت سے تو (فوراً) برہنہ ہو گئیں ان پر ان کی شرم گاہیں اور وہ چپکانے لگ گئے اپنے (جسم) پر جنت (کے درختوں) کے پتے اور حکم عدولی ہو گئی آدم سے اپنے رب کی سو وہ بامراد نہ ہوا۔ پھر (اپنے قرب کے لیے) چن لیا انہیں اپنے رب نے اور (عفو و رحمت سے) توجہ فرمائی ان پر اور ہدایت بخشی''۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى اس آیت میں شقاء سے مراد دنیا کی شقا ہے، پس آدم علیہ السلام کو دنیا کی مشقت و تکلیف اٹھانا پڑی۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فتشقیان نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے بیوی آپ کے حکم میں داخل تھی (خاوند بے چین اور مشکل میں ہو تو بیوی کا مشقت اور تکلیف میں ہونا قدرتی امر ہے) پس یہاں مراد آپ اور آپ کی بیوی اور آپ کی تمام اولاد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خطاب صرف نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے لیکن معنی کے اعتبار سے تمام امت مراد ہے۔ فرمایا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ الخ (الطلاق: 1) يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (التحریم: 2) ان خطابات میں تمام امت داخل ہے اگرچہ یہاں کلام صرف نبی سے جاری ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر ر، ابن ابی حاتم، ابونعیم نے الحلیہ میں، ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے تو ایک چتکبرا بیل آپ کے پاس آیا تھا۔ حکم ہوا اس پر کام کرو، آپ اس سے ہل چلاتے تھے اور پیشانی سے پسینہ پونچھتے تھے اور فرماتے تھے یہ ہے وہ جس کا میرے ساتھ میرے رب نے وعدہ کیا تھا۔ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى پھر حضرت حوا کو ندا دی اے حوا تو نے اس میں عمل کیا؟ کوئی بھی انسان جو بیل پر کام کرتا ہے وہ کہتا ہے حوا ان پر آدم علیہ السلام کی طرف سے داخل ہوئی۔ (2)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 198 (35311)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 7، صفحہ 412، دار الفکر بیروت

امام ابن جریر، ابن المنذر، اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى یعنی آپ کو نہ پیاس لگے گی اور نہ آپ کو گرمی لگے گی۔ (1)

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے: لَا تَظْمَؤُا یعنی تم پیاسے نہ ہو گے، وَ لَا تَضْحٰى اور نہ تمہیں گرمی لگے گی۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى کے متعلق پوچھا تو ابن عباس نے فرمایا: گرمی کی شدت کی وجہ سے تمہیں پسینہ نہیں آئے گا۔ نافع نے پوچھا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ تو نے شاعر کا یہ شعر نہیں سنا:

رَاَتْ رَجُلًا اَمَّا اِذَا الشَّمْسُ عَارَضَتْ فَيَضْحٰى وَ اَمَّا بِالْعَشِيِّ فَيَخْصُرُ

''اس نے ایک شخص دیکھا، جب اسے سورج کی دھوپ لگتی ہے تو اسے پسینہ آ جاتا ہے لیکن ظہر کے بعد وہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے''۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَ لَا تَضْحٰى کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں سورج کی گرمی نہیں لگے گی۔ (2)

امام احمد، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک شاہسوار سو سال سفر کرتا رہے گا لیکن وہ اس کو طے نہیں کر سکے گا۔ یہ شَجَرَةُ الْخُلْدِ ہے۔ (3)

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور آپ کی بیوی کو جنت میں ٹھہرایا اور انہیں درخت سے منع فرمایا تو آدم علیہ السلام نے اس درخت کی ٹہنیاں آپس میں ملی ہوئی دیکھیں، اس کا پھل فرشتے کھاتے تھے تاکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں۔ یہ وہ درخت تھا جس کے پھل کے استعمال سے اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی زوجہ کو منع فرمایا تھا۔ جب ابلیس نے آدم و حوا کو نیچے اتارنے کا ارادہ کیا تو وہ سانپ کے منہ میں داخل ہوا۔ سانپ کی چار ٹانگیں تھیں، گویا بختی اونٹ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے خوب صورت جانور بنایا تھا، جب سانپ جنت میں داخل ہوا اور اس کے منہ سے ابلیس نکلا تو وہ اس درخت سے پھل توڑ کر حضرت حواء کے پاس لایا اور کہا (ذرا) اس درخت کی طرف دیکھ کتنی عمدہ خوشبو ہے، کتنا اچھا ذائقہ ہے اور کتنا دلکش رنگ ہے۔ حضرت حواء نے وہ پھل لے لیا اور تناول فرما لیا۔ پھر وہ وہی پھل آدم علیہ السلام کے پاس لے گئی اور کہا ذرا اس درخت (کے پھل) کو دیکھ، اس کی مہک کتنی پاکیزہ ہے، اس کا ذائقہ کتنا شیریں ہے اور اس کا رنگ کتنا دلربا ہے، آدم علیہ السلام نے بھی وہ کھا لیا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا تو فوراً ان کی شرم گاہیں برہنہ ہو گئیں، حضرت آدم علیہ السلام ایک درخت کے اندر داخل ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے آواز دی آدم تو کہاں ہے؟ آدم نے عرض کی یا رب! میں یہاں ہوں، فرمایا کیا تو باہر نہیں نکلے گا؟ آدم علیہ السلام نے کہا یا رب! مجھے تجھ سے شرم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا زمین پر اتر جا۔ پھر فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 260 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 379 (1842)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 257، دار صادر بیروت

اے حواء! تو نے میرے بندے کو دھوکا دیا ہے۔ پس تو جب بھی حاملہ ہوگی تو تکلیف سے حاملہ ہوگی اور جب تو وضع حمل سے گزرے گی تو کئی مرتبہ موت کے قریب پہنچے گی۔ اور سانپ کو فرمایا تو وہ ہے جس کے پیٹ میں ملعون داخل ہوا۔ اس نے میرے بندے کو دھوکا دیا تو ملعون ہے، تیرے پاؤں تیرے پیٹ میں ہو جائیں اور تیرا رزق صرف مٹی ہو۔ تو بنو آدم کا دشمن ہو اور بنو آدم تیرے دشمن ہوں۔ تو ان میں سے کسی کو پائے تو اس کی ایڑی کو ڈس لے اور جہاں وہ تجھے پائیں تیرا سر کچل دیں۔ حضرت وہب سے پوچھا گیا کیا ملائکہ اس درخت کا پھل کھاتے ہیں؟ وہب نے فرمایا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔(1)

امام حکیم ترمذی نے علقمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تمام سانپوں کو قتل کرو سوائے جان سانپ کے جو سر مچو کی طرح ہوتا ہے کیونکہ وہ ان کا جن ہے وہ تم میں سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچائے گا جو اسے قتل کرے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان ہو۔(2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو عبد اللہ المغربی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کے متعلق غور وفکر کیا اور کہا یا رب! تو نے آدم کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور تو نے اپنی روح اس میں پھونکی، تو نے اس کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرایا پھر ایک لغزش کی وجہ سے لوگوں کے منہ بھر دیئے کہ وہ کہہ رہے ہیں وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور کہا کیا تجھے معلوم نہیں حبیب کی مخالفت، حبیب کے لیے سخت ہوتی ہے۔(3)

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِیْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَ لَا یَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾

"حکم ملا دونوں اتر جاؤ یہاں سے اکٹھے، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے پس اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت تو جس نے پیروی کی میری ہدایت کی تو نہ وہ بھٹکے گا اور نہ بدنصیب ہوگا۔ اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کے لیے زندگی (کا جامہ) تنگ کر دیا جائے گا اور ہم اسے اٹھائیں گے قیامت کے دن اندھا کر کے۔ وہ کہے گا اے میرے رب! کیوں اٹھایا ہے تو نے مجھے نابینا کر کے میں تو (پہلے بالکل) بینا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اسی طرح آئی تھیں تیرے پاس ہماری آیتیں سو تو نے انہیں بھلا دیا۔ اسی طرح آج تجھے فراموش کر دیا جائے گا"۔

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 50، دار صادر بیروت 2۔ ایضاً، صفحہ 51 3۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 383 (482)، بیروت

امام طبرانی اور الخطیب نے (المتفق والمفترق میں) ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوالطفیل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: نبی کریم نے فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ پڑھا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی، ابونعیم نے الحلیہ میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ کی اتباع کی اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں گمراہی سے ہدایت دے گا اور قیامت کے روز برے حساب سے بچائے گا، یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ الخ کا یہی مطلب ہے۔(2)

امام الفریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، محمد بن نصر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں کئی طرق کے ذریعے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی اتباع کرنے والے کو دنیا میں گمراہ ہونے یا آخرت میں بدبخت ہونے سے بچالے گا۔ پھر یہ آیت کریمہ پڑھی: فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ الخ قرآن کی اتباع کرنے والا نہ تو دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں بدبخت ہوگا۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، مسدد (اپنی سند میں)، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے عذاب القبر میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مَعِيْشَةً ضَنْكًا کے تحت مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ مَعِيْشَةً ضَنْكًا سے مراد عذاب قبر ہے(3)، عبدالرزاق کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ اس پر قبر تنگ ہو جائے گی حتی کہ اس کی پسلیاں دائیں طرف والی بائیں طرف اور بائیں طرف والی دائیں طرف ہو جائیں گی۔ ابن ابی حاتم کے الفاظ میں ہے کہ قبر کے دبانے کی وجہ سے اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جائیں گی۔(4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مَعِيْشَةً ضَنْكًا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ننانوے سانپ مسلط کرے گا جو اسے قبر میں نوچیں گے۔

امام البزار اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مَعِيْشَةً ضَنْكًا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ننانوے سانپ مسلط کرے گا جو قیامت تک اس کا گوشت نوچتے رہیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، البزار، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَعِيْشَةً ضَنْكًا سے مراد عذاب قبر ہے۔(5)

امام ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں اور حکیم ترمذی، ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن اپنی قبر میں سبز باغیچہ میں ہوتا ہے، اس کے لیے اس کی قبر کو ستر ہاتھ کشادہ کر دیا جاتا ہے اور وہ روشن کر دی جاتی ہے حتی کہ وہ چودھویں کے چاند کی

1۔ مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، جلد 7، صفحہ 165 (11169)، دارالفکر بیروت

2۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 48 (12437)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 264

4۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 380، دارالکتب العلمیہ بیروت

5۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 537 (1405)، دارالکتب العلمیہ بیروت

طرح ہو جاتی ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا کس کے متعلق نازل ہوئی؟ صحابہ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں، فرمایا کافر کے عذاب کے متعلق جو اسے قبر میں ملتا ہے اس پر ننانوے تنین مسلط کیے جاتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو تنین کیا ہے؟ ننانوے سانپ، ہر سانپ کے سات سر ہیں جو اس کے جسم کو کاٹتے، ڈستے اور پھونکتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ لوگوں کے دوبارہ اٹھنے تک جاری رہے گا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے عذاب قبر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب میں تمہیں کوئی حدیث بیان کروں گا تو میں تمہیں اس کی تصدیق کتاب اللہ سے بیان کروں گا۔ مومن کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس میں وہ بیٹھا دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے من ربك (تیرا رب کون ہے؟) ما دینك (تیرا دین کیا ہے؟) و من نبيك (تیرا نبی کون ہے؟) پس اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدمی عطا فرمائے گا تو وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ پھر اس کے لیے اس کی قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ پھر اسے اس میں آرام و راحت عطا کی جاتی ہے۔ پھر حضرت عبد اللہ نے یہ آیت پڑھی يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ (ابراہیم: 27) جب کافر مرتا ہے تو اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے، اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے، تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا، پس اس پر اس کی قبر تنگ کی جاتی ہے اور اس میں اسے عذاب دیا جاتا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔ (2)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے مَعِيْشَةً ضَنْكًا کا معنی شقاء (مشقت) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا معنی دوزخ میں کافر پر شدت روایت کیا ہے۔

امام الطستی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع نے ان سے مَعِيْشَةً ضَنْكًا کا معنی پوچھا تو آپ نے فرمایا: الضنك کا مطلب ہر طرف سے شدت ہے۔ اس نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

وَالْخَيْلُ قَدْ لَحِقَتْ بِنَافِيْ مَارِقٍ ضَنْكٍ نَوَاحِيْهِ شَدِيْدِ الْمَقْدَمِ

"اس شعر میں ضنك شدت اور تنگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے"۔

ہناد، عبد بن حمید، ابن المنذر، طبرانی اور بیہقی نے ابن مسعود سے مَعِيْشَةً ضَنْكًا کا مطلب عذاب قبر روایت کیا ہے۔ (3)

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو صالح اور ربیع رحمہما اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَعِيْشَةً ضَنْكًا سے مراد جہنم ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مَعِيْشَةً ضَنْكًا سے مراد ہر وہ مال ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 265، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 233 (9145)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 233 (9143)

جو میں اپنے غلاموں میں سے کسی غلام کو عطا کروں خواہ کم ہو یا زیادہ ہو۔ پھر وہ اس کے بارے میں میری اطاعت ۔۔۔۔۔
اس میں کوئی خیر نہیں ہے اور یہی معیشت میں ضنك ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے ضنك کا مطلب تنگی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الضنك معشت میں ۔۔۔
تعالیٰ کسی بندے پر حرام معیشت کو کشادہ کردے پھر اس پر اللہ جہنم کی آگ میں اس کی وجہ سے تنگی فرمائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **مَعِيْشَةً ضَنْكًا** یہ ہے ۔۔۔
اس کا رزق حرام میں پھیر دے وہ مرتے دم تک حرام ہی کھاتا رہتا ہے۔ پس اس مال کو اس کے لیے باعث عذاب بنا دیتا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے الضحاک سے روایت کیا ہے: **مَعِيْشَةً ضَنْكًا** سے مراد برا عمل اور حرام رزق ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد دوزخ کے کانٹے، زقوم، پیپ
اور خاردار جھاڑی ہے۔ قبر اور دنیا میں کوئی معیشت نہیں ہے، معیشت اور حیات تو فقط آخرت میں ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اس سے مراد اس پر قبر کا تنگ ہونا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ **مَعِيْشَةً ضَنْكًا** سے مراد رزق میں تنگی
ہے۔ **وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى** یعنی ہم اسے قیامت کے روز حجت سے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ عرض کرے گا یا رب!
مجھے کیوں تو نے اندھا کر کے اٹھایا، میں دنیا میں تو بینا تھا۔ **وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى** یعنی اسے دوزخ میں چھوڑ دیا جائے گا۔

ابن ابی حاتم نے ابو صالح سے **وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى** کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی۔

امام ہناد، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اسے کچھ بھی
نظر نہ آئے گا سوائے جہنم کے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ صرف آگ دیکھے گا۔

امام ہناد رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے **لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى** کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کے پاس حجت نہ ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: **اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا** تو نے ہماری آیت
پر عمل ترک کر دیا تھا **وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى** اسی طرح آج تو آگ میں چھوڑ دیا گیا ہے۔

وَ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا

يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝

"یونہی ہم بدلہ دیں گے ہر اس شخص کو جس نے حد سے تجاوز کیا اور ایمان نہ لایا اپنے رب کی آیتوں پر اور (سن لو) آخرت کا عذاب بڑا سخت اور بہت دیرپا ہے۔ کیا (یہ بات) انہیں راہ راست نہ دکھا سکی کہ کتنی قومیں تھیں جن کو ہم نے (بداعمالیوں کے باعث) ان سے پہلے برباد کر دیا، چلتے پھرتے ہیں یہ لوگ جن کے (اجڑے ہوئے) مکانوں میں، اس میں (ہماری قدرت کی) نشانیاں ہیں دانش مندوں کے لیے۔ اور اگر ان کے انجام کے متعلق آپ کے رب کا فیصلہ پہلے نہ ہو چکا ہوتا اور ان کے لیے ایک وقت مقرر نہ کر دیا گیا ہوتا تو ابھی ان پر عذاب نازل ہو جاتا۔ پس (اے حبیب!) صبر فرمایئے ان کی (دل دکھانیوالی) باتوں پر اور پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کے لمحوں میں اس کی پاکی بیان کرو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ آپ خوش رہیں۔ اور آپ مشتاق نگاہوں سے نہ دیکھئے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے لطف اندوز کیا ہے کافروں کے چند گروہوں کو یہ محض زیب و زینت ہیں دنیوی زندگی کی (اور انہیں اس لیے دی ہیں) تاکہ ہم آزمائیں انہیں ان سے اور آپ کے رب کی عطا بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سفیان سے مَنْ اَسْرَفَ کا مطلب من اشرك (جس نے شرک کیا) روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ کا مطلب اَفَلَمْ نُبَيِّنْ لَهُمْ (کیا ہم نے ان کے لیے واضح نہیں کر دیا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ کا مطلب اَفَلَمْ نُبَيِّنْ لَهُمْ روایت کیا ہے اور الْقُرُوْنِ سے مراد قوم عاد، ثمود اور دوسری ہلاک شدہ قومیں ہیں وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى۔ اس کلام کی تقدیر اس طرح ہے وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى لَكَانَ لِزَامًا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے رب کی طرف سے ان کے انجام کے متعلق فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو ان پر عذاب نازل ہو جاتا۔ لیکن ہم نے انہیں جنگ بدر کے دن تک مہلت دی ہے۔ فرماتے ہیں اس کلام میں تقدیم و تاخیر ہے تقدیر کلام یہ ہے وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى لَكَانَ لِزَامًا۔

جو میں اپنے غلاموں میں سے کسی غلام کو عطا کروں خواہ کم ہو یا زیادہ ہو۔ پھر وہ اس کے بارے میں میری اطاعت نہ کرے تو اس میں کوئی خیر نہیں ہے اور یہی معیشت میں ضنک ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے ضنک کا مطلب تنگی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الضنك معشت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے پر حرام معیشت کو کشادہ کردے پھر اس پر اللہ جہنم کی آگ میں اس کی وجہ سے تنگی فرمائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَعِيْشَةً ضَنْكًا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رزق حرام میں پھیر دے وہ مرتے دم تک حرام ہی کھاتا رہتا ہے۔ پس اس مال کو اس کے لیے باعث عذاب بنادیتا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے الضحاک سے روایت کیا ہے: مَعِيْشَةً ضَنْكًا سے مراد برا عمل اور حرام رزق ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد دوزخ کے کانٹے، زقوم، پیپ اور خاردار جھاڑی ہے۔ قبر اور دنیا میں کوئی معیشت نہیں ہے، معیشت اور حیات تو فقط آخرت میں ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اس سے مراد اس پر قبر کا تنگ ہونا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ مَعِيْشَةً ضَنْكًا سے مراد رزق میں تنگی ہے۔ وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى یعنی ہم اسے قیامت کے روز حجت سے اندھا کرکے اٹھائیں گے۔ وہ عرض کرے گا یا رب! مجھے کیوں تو نے اندھا کر کے اٹھایا، میں دنیا میں تو بینا تھا۔ وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى یعنی اسے دوزخ میں چھوڑ دیا جائے گا۔

ابن ابی حاتم نے ابوصالح سے وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی۔

امام ہناد، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اسے کچھ بھی نظر نہ آئے گا سوائے جہنم کے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ صرف آگ دیکھے گا۔

امام ہناد رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کے پاس حجت نہ ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا تو نے ہماری آیات پر عمل ترک کر دیا تھا وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى اسی طرح آج تو آگ میں چھوڑ دیا گیا ہے۔

وَ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا

امام ابن المنذر رنے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی تقدیر نقل فرمائی ہے: اَجَلٌ مُّسَمًّى سے مراد دنیا کی متعین مدت ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے لِزَامًا کا مطلب مَوْتًا بیان فرمایا ہے۔ (1)

امام عبد الرزاق، الفریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس سے سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا کے تحت روایت فرمایا ہے کہ اس سے مراد فرض نمازوں کے اوقات ہیں۔ (2)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سے مراد فجر کی نماز ہے اور قَبْلَ غُرُوْبِهَا سے نماز عصر مراد ہے اور مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ سے مراد مغرب وعشاء کی نمازیں ہیں اور اَطْرَافَ النَّهَارِ سے ظہر کی نماز مراد ہے۔ (3)

امام طبرانی، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سے مراد صبح کی نماز اور قَبْلَ غُرُوْبِهَا سے مراد عصر کی نماز ہے۔ (4)

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے: سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ... الخ کا حکم نماز کے فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ہو اور اس کی رؤیت سے تمہاری آنکھیں خیرہ نہ ہوں گی۔ اگر تمہیں طاقت ہے کہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے والی نماز سے مغلوب نہ ہو جاؤ تو ایسا ضرور کرو (یعنی ان اوقات کی نمازیں ادا کرو)۔ پھر سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا کی آیت تلاوت فرمائی۔ (5)

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت عمارہ بن رومیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھی وہ آگ میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ (6)

امام الحاکم نے حضرت فضالہ بن وہب اللیثی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: عصرین پر دوام اختیار کرو۔ میں نے پوچھا عصرین سے کیا مراد ہے؟ فرمایا طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے کی نمازیں۔ (7)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس سے مراد صبح کی نماز کے بعد اور سورج کے غروب ہونے کے وقت کی نمازیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے لَعَلَّكَ تَرْضٰى کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ ثواب جو اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 270 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 381 (1848)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 380 (1847) 4۔ معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 308 (2283)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

5۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 365، دار صادر بیروت 6۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد 6-5، صفحہ 114 (213)، دار الکتب العلمیہ بیروت

7۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 69 (51)، دار الکتب العلمیہ بیروت

52B

اس پر آپ کو زائد عطا فرمائے گا آپ اس سے خوش ہو جائیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابو عبد الرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ترضیٰ کو تاء کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن راہویہ، البزار، ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، الخرائطی (مکارم الاخلاق میں)، ابونعیم رحمہم اللہ (المعرفۃ میں) اور حضرت ابورافع رحمہ اللہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا۔ نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو اس کے لیے مناسب ہوتی۔ آپ ﷺ نے مجھے ایک یہودی کے پاس بھیجا کہ وہ ہمیں آٹا بیچ دے۔ چاند نظر آنے تک ادھار دے دے، اس نے کہا بغیر رہن رکھے میں نہ دوں گا۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہودی کا بیان سنایا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں آسمان اور زمین میں امین ہوں، وہ مجھے بیچ دے یا ادھار دے دے۔ میں اسے ضرور واپس کروں گا فرمایا یہ لوہے کی زرہ اس کے پاس لے جاؤ۔ میں ابھی لے کر گیا نہ تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ الخ۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تم پر جس چیز کا سب سے زیادہ اندیشہ اور خوف ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر دنیا کی زیب و زینت کے دروازے کھول دے گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! زَهْرَةَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا (دنیا کی زیب و زینت) سے کیا مراد ہے؟ فرمایا زمین کی برکات۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے زَهْرَةَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا کے تحت فرمایا ہے کہ دنیوی زندگی کی زینت مراد ہے (لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ) فرمایا ہم اس میں انہیں آزمائیں گے۔ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ اور جن ظاہری نعمتوں سے یہ لطف اندوز ہو رہے ہیں اس کی نسبت جو تمہارے رب کی عطا اور بخشش ہے وہ بہتر اور دائمی ہے (وہ کفار کے مال و متاع سے ہزار درجے بہتر ہے کیونکہ وہ سب ساز و سامان عارضی اور فانی ہے جب کہ آپ کو جو ہدایت اور نبوت کا منصب رفیع ملا ہے یا آخرت میں جنت اور مراتب قرب عطا فرمائے گا وہ دائمی اور سرمدی کمالات ہیں)۔

امام ابن ابی سعد رحمہ اللہ نے حضرت سعدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رِزْقُ رَبِّكَ سے مراد جنت کا رزق ہے۔

امام المرہبی رحمہ اللہ نے فضل العلم میں حضرت زیاد الصدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو علم طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا کفیل ہوتا ہے۔

امام المرہبی رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو علم کی تلاش میں نکلتا ہے فرشتے اس پر سایہ کرتے ہیں، اس کی معیشت میں اس کے لیے برکت ڈالی جاتی ہے اور اس کے رزق میں کمی نہیں ہوتی (بلکہ) اس پر برکتیں ہوتی ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 273

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

"اور حکم دیجئے اپنے گھر والوں کو نماز کا اور خود بھی پابند رہیے اس پر، نہیں سوال کرتے ہم آپ سے روزی کا (بلکہ) ہم ہی روزی دیتے ہیں آپ کو اور اچھا انجام پرہیز گاروں کا ہی ہوتا ہے"۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں اہل سے مراد قوم ہے۔

ابن ابی حاتم نے سفیان ثوری سے لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم تجھے اس کی طلب کا مکلف نہیں کرتے۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ اہل دنیا کے پاس جاتے تو ان کی دنیا کو ایک نظر دیکھتے پھر جب واپس گھر آتے تو گھر میں داخل ہو کر یہ آیت پڑھتے وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ ..... نَحْنُ نَرْزُقُكَ پھر گھر والوں کو فرماتے نماز پڑھو، نماز پڑھو، اللہ تم پر رحم فرمائے۔

امام ابن مردویہ، ابن عساکر اور ابن النجار نے ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ ماہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز کے وقت آتے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اَلصَّلَاةَ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ (احزاب)

امام احمد نے الزہد میں، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کو کوئی تکلیف لاحق ہوتی تو آپ انہیں نماز کا حکم دیتے۔ حضرت ثابت فرماتے ہیں: انبیائے کرام پر جب بھی کوئی مشکل امر آپڑتا تو وہ نماز کی پناہ لیتے۔

امام عبد الرزاق نے المصنف میں اور عبد بن حمید نے معمر عن رجل من قریش کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو رزق کی تنگی محسوس ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز کا حکم فرماتے، پھر یہ آیت پڑھتے وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ (1)

امام ابوعبید، سعید بن منصور، ابن المنذر، طبرانی نے الاوسط میں، ابونعیم نے الحلیہ میں بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی شدت یا تنگی آجاتی تو آپ گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے۔ (2)

امام مالک اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رات کو نماز ادا فرماتے جتنا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا حتی کہ جب رات کا آخری وقت ہوتا تو اپنے گھر والوں کو نماز کے لیے جگاتے اور انہیں کہتے الصلوٰۃ..... الصلوٰۃ۔ اور یہ آیت پڑھتے وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں ابی نے فرمایا: جب تم

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 18-417 (4756)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ معجم اوسط، جلد 1، صفحہ 487 (890)، مطبعہ معارف الریاض

میں سے کوئی دنیا کی زینت اور اس کی چمک دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ گھر لوٹ آئے، اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود بھی اس پر دوام اختیار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو فرمایا وَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ الخ۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی سے وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى کے تحت روایت فرمایا ہے کہ اس سے مراد جنت ہے۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَا یَاْتِیْنَا بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَ لَمْ تَاْتِهِمْ بَیِّنَةُ مَا فِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَ لَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ وَ مَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

"اور کفار کہتے ہیں کہ (یہ نبی) کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب کے پاس سے (ان سے پوچھو) کیا نہیں آ گیا ان کے پاس واضح بیان جو پہلی نازل شدہ کتابوں میں ہے۔ اور اگر ہم انہیں ہلاک کر دیتے کسی عذاب سے اس سے پہلے تو کہتے اے ہمارے رب! کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول تا کہ ہم پیروی کرتے تیری آیتوں کی اس سے پہلے کہ ہم ذلیل اور رسوا ہوئے۔ (اے حبیب!) آپ انہیں فرمایئے ہر شخص (انجام کا) منتظر ہے سو تم بھی انتظار کرو، تم عن قریب جان لو گے کون ہیں سیدھی راہ (پر چلنے) والے اور کون ہدایت یافتہ ہیں"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الصُّحُفِ الْاُوْلٰى سے مراد تورات اور انجیل ہیں۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایام فترہ میں ہلاک ہونے والا معتوہ (پاگل) اور بچہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا اے میرے پروردگار! میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ الخ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: الصِّرَاطِ السَّوِیِّ سے مراد عدل کا راستہ ہے۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 201 (35336)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 267 (35952)

آیاتہا ۱۱۲ | سُوْرَةُ الْاَنْبِیَآءِ مَکِّیَّةٌ ۲۱ | رکوعاتہا ۷

امام النحاس نے الناسخ میں اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانبیاء مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

امام بخاری اور ابن الضریس رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں سورۂ بنی اسرائیل، الکہف، مریم، طٰہٰ اور الانبیاء یہ وہ سورتیں ہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں اور میں نے سب سے پہلے سیکھیں۔(1)

امام ابن مردویہ، ابونعیم نے الحلیہ میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس ایک عربی آیا تو عامر نے اس کا نہایت عزت واحترام کیا، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کلام فرمائی، وہ شخص آیا تو اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک وادی طلب کی ہے جس سے بہتر عرب میں کوئی وادی نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تیرے لیے اس میں سے کچھ حصہ علیحدہ کردوں، جو تیرے اور تیری اولاد کے کام آئے۔ عامر نے کہا: ہمیں تیری جائیداد کی ضرورت نہیں، آج ایک سورت نازل ہوئی ہے، اسی نے ہمیں دنیا کی ساری لذتیں بھلا دی ہیں: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۔(2)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاهِیَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖۗ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۳ قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؗ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۴ بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ یُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا

1۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 693، وزارت تعلیم اسلام آباد
2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 1، صفحہ 179، مطبعۃ السعادۃ مصر

كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝٨ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝٩ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝١٠ وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝١١ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝١٢ لَا تَرْكُضُوْا وَ ارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝١٣ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝١٤ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝١٥

’’قریب آ گیا ہے لوگوں کے لیے ان کے (اعمال کے) حساب کا وقت اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ نہیں آتی ان کے پاس کوئی تازہ نصیحت ان کے رب کی طرف سے مگر یہ کہ وہ سنتے ہیں اسے اس حال میں کہ وہ (لہوو) لعب میں (مگن) ہوتے ہیں۔ غافل ہوتے ہیں ان کے دل اور (آپ کے خلاف) سرگوشیاں کرتے ہیں ظالم (وہ کہتے ہیں) کیا ہے یہ مگر ایک بشر تمہاری مانند تو کیا تم پیروی کرنے لگے ہو جادو کی حالانکہ تم دیکھ رہے ہو (کہ یہ تمہاری طرح بشر ہے)۔ (نبی کریم ﷺ) نے فرمایا میرا رب جانتا ہے جو بات کہی جاتی ہے آسمان اور زمین میں اور وہی ہر بات سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ کہتے ہیں بلکہ یہ پریشان خواب ہیں نہیں بلکہ اس نے خود گھڑا ہے اسے نہیں بلکہ وہ شاعر ہے (اگر وہ سچا نبی ہے) تو لے آئے ہمارے پاس کوئی نشانی جس طرح بھیجے گئے تھے پہلے انبیاء۔ نہیں ایمان لائی ان سے پہلے کوئی بستی جسے ہم نے تباہ کیا تھا تو کیا اب یہ لوگ ایمان لے آئیں گے۔ اور نہیں رسول بنا کر بھیجا ہم نے (اے حبیب!) آپ سے پہلے مگر مردوں، کو ہم نے وحی بھیجی ان کی طرف پس (اے منکرو!) پوچھو اہل علم سے اگر تم (خود حقیقت حال کو) نہیں جانتے۔ اور نہیں بنائے ہم نے انبیاء کے (ایسے) جسم کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ (اس دنیا میں) ہمیشہ رہنے والے تھے۔ پھر ہم نے سچا کر دکھایا انہیں (جو) وعدہ (ہم نے ان سے کیا تھا) پس ہم نے نجات دی انہیں اور ان لوگوں کو جن کو ہم نے (بچانا) چاہا اور ہم نے ہلاک کر دیا حد سے بڑھنے والوں کو۔ بے شک ہم نے اتاری تمہاری طرف ایک کتاب جس میں تمہارے لیے نصیحت ہے کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔ اور کتنی بستیاں ہم نے برباد کر دیں (کیونکہ) وہ ظالم تھیں اور ہم نے پیدا فرما دی ان (کی بربادی) کے بعد ایک دوسری قوم۔ پس جب انہوں نے محسوس کیا ہمارا عذاب تو فوراً انہوں نے وہاں سے بھاگنا شروع کر دیا۔ اب مت بھاگو اور واپس لوٹو ان

آسائشوں کی طرف جو تمہیں دی گئی تھیں اور لوٹو اپنے مکانوں کی طرف تاکہ تم سے باز پرس کی جائے۔ کہنے لگے وائے شومیے قسمت ہم ہی ظالم تھے۔ پس وہ یونہی شور و پکار کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹے ہوئے کھیت (اور) بجھے ہوئے (انگاروں) کی طرح کر دیا"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وَ هُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ وہ امر دنیا کی وجہ سے غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ کے تحت روایت کیا ہے: لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔(1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ یعنی قرآن حکیم میں سے جو حصہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس آتا ہے۔ لَاهِيَةً کا مطلب غافلة ہے۔ أَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا۔ اور آپ کے خلاف سرگوشیاں کرتے ہیں ظالم۔ أَسَرُّوا کا فاعل الَّذِينَ ظَلَمُوا ہے اور النَّجْوَى مفعول ہے اور أَسَرُّوا میں واؤ علامت جمع ہے یا واؤ جمع فاعل ہے اور الَّذِينَ ظَلَمُوا اس سے بدل ہے۔

ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے کہ وَ أَسَرُّوا النَّجْوَى یعنی وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں، هَلْ هٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اس سے محمد ﷺ مراد ہے، أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وہ کہتے محمد ﷺ کی متابعت جادو کی متابعت ہے۔ قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا رب غیب کو جانتا ہے، أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ فرماتے ہیں: اس سے مراد باطل خواب ہیں۔

امام ابن مندہ، ابو نعیم نے المعرفہ میں اور بیہقی نے سنن میں اور ابن عدی رحمہم اللہ نے حضرت جندب البجلی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک جادوگر کو قتل کیا تھا جو ولید بن عقبہ کے پاس تھا۔ پھر اس نے کہا أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَ أَنْتُمْ تُبْصِرُونَ۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ احلام سے مراد خواب ہیں، بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ اس سے یہ سب کچھ ہوتا ہے، فَلْيَأْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ جیسے موسیٰ اور علیہ السلام اور دوسرے رسل معجزات لے کر آئے تھے۔ یہ بھی اپنی صداقت کے کوئی نشان لے کر آئے۔ مَا اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنٰهَا۔ یعنی رسل جب اپنی اپنی قوم کے پاس دلائل توحید اور معجزات نبوت لے کر آئے تو وہ نہ ایمان لائے اور نہ انہیں مہلت دی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اگر وہ سچ ہے جو آپ کہتے ہیں اور ہمارا ایمان لانا آپ کے لیے باعث راحت و مسرت ہے تو ہمیں یہ صفا کی پہاڑی سونے میں تبدیل کر دے، اس وقت جبرئیل امین آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا اگر آپ چاہیں تو وہ بھی ہو جائے گا جو آپ کی قوم آپ سے مطالبہ کر رہی ہے لیکن اگر یہ ہو گیا اور پھر یہ ایمان نہ لائے تو انہیں مہلت نہیں دی جائے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی قوم کو مہلت دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا: میری قوم کو مہلت دو۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 240 (35682)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَارْجِعُوْۤا اِلٰى مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ کے تحت روایت کیا ہے، تم پلٹو اپنی اس دنیا کی طرف جس پر تم گھمنڈ کرتے تھے اور اتراتے تھے لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ تا کہ تم سے تمہاری دنیا کے متعلق باز پرس کی جائے، یہ ارشاد ان سے بطور استہزاء تھا فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ یعنی جب انہوں نے عذاب الٰہی کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو پھر ان کا صرف یہی شور وغوغا تھا وائے شومئ قسمت ہم ہی ظالم تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عذاب کی چکی میں پیس ڈالا اور نیست و نابود کر دیا۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے وَارْجِعُوْۤا اِلٰى مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ کے تحت روایت کیا ہے کہ تم اپنے گھروں اور اپنے اموال کی طرف لوٹ جاؤ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ شور و پکار کرنے والے اہل حصون تھے جنہوں نے اپنے نبی کو قتل کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط فرمایا۔ اس نے انہیں قتل کیا حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ حتیٰ کہ فرشتوں نے انہیں تلواروں سے چہروں پر مارا حتیٰ کہ وہ اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے محررین میں سے ایک شخص نے بتایا کہ یمن میں دو شہر تھے۔ ایک کا نام حضور تھا اور دوسرے کا نام بھی بتایا۔ پس وہ لوگ مال و دولت، حشمت و ثروت پر اترانے اور گھمنڈ کرنے لگے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے دروازے بند کر لیے تھے، جب ان کا غرور و تکبر حد سے بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک نبی مبعوث فرمایا جس نے انہیں دعوت توحید، اور پیغام رسالت پہنچایا لیکن ان بدبختوں نے اپنے اس محسن نبی کو قتل کر دیا، اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کے دل میں ان سے جنگ کرنے کی خواہش ڈال دی۔ اس نے ان کی طرف ایک لشکر روانہ کیا، انہوں نے اس سے جنگ کی اور لشکر کو شکست دے دی، پھر وہ لشکری بخت نصر کے پاس شکست خوردہ ہو کر واپس آئے، بخت نصر نے دوسرا لشکر بھیجا جو پہلے لشکر سے زیادہ اسلحہ اور سامان حرب سے مسلح تھا، پس انہوں نے دوسرے لشکر کو بھی شکست دے دی، جب بخت نصر نے یہ کیفیت دیکھی تو اس نے خود معرکہ میں شریک ہونے کا ارادہ کیا۔ اس نے خود جنگ میں حصہ لیا اور انہیں شکست دی حتیٰ کہ وہ اپنے گھروں سے نکل کر بھاگے تو انہوں نے ایک آواز سنی بھاگو مت اور لوٹو ان آسائشوں کی طرف جو تمہیں دی گئی تھیں، پس وہ لوٹے پھر انہوں نے ایک آواز سنی نبی کا انتقام! پس انہیں تلواروں کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا کے تحت روایت کیا ہے ہم نے انہیں (درانتی سے) کاٹی ہوئی فصل کی طرح کر دیا خٰمِدِيْنَ جس طرح بجھے ہوئے کوئلے ہوتے ہیں۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے پوچھا: مجھے خامدین کے متعلق بتاؤ تو ابن عباس نے فرمایا: اس کا مطلب میتین (مردہ) ہے۔ اس نے کہا کیا عرب یہ معنی

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 382 (1851)، دار الکتب العلمیہ بیروت

جانتے ہیں؟ ابن عباس نے کہا ہاں، تو نے لبید بن ربیعہ کا قول نہیں سنا:

خَلَوْا ثِيَابَهُمْ عَلَى عَوْرَاتِهِمْ فَهُمْ بِأَفْنِيَةِ الْبُيُوتِ خُمُوْدُ

''ان کے کپڑے ان کی شرم گاہوں سے جدا تھے اور وہ اپنے گھروں کے صحنوں میں مردہ پڑے تھے''۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾

''اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے دل لگی کرتے ہوئے''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے زمین و آسمان بطور کھیل، تماشا پیدا نہیں کیے (بلکہ اس جہان رنگ و بو میں کئی مضمر حکمتیں ہیں)۔

لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾

''اگر ہمیں یہی منظور ہوتا کہ ہم (اس کائنات کو) کھیل تماشہ بنائیں تو ہم بنا لیتے اسے خود بخود (ہمیں کون روک سکتا تھا) مگر ہم ایسا کرنے والے نہیں۔ بلکہ ہم تو چوٹ لگاتے ہیں حق سے باطل پر پس وہ کچل دیتا ہے اور وہ یکا یک ناپید ہو جاتا ہے اور (اے باطل پرستو!) تمہارے لیے ہلاکت ہے ان (نازیبا) باتوں کے باعث جو تم بیان کرتے ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو (فرشتے اس کے نزدیک ہیں وہ ذرا سرکشی نہیں کرتے اس کی عبادت سے اور نہ ہی وہ تھکتے ہیں۔ وہ (اس کی) پاکی بیان کرتے رہتے ہیں رات اور دن وہ اکتاتے نہیں''۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا میں لَهْوًا سے مراد بیٹا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا کے تحت روایت کیا ہے کہ اگر میں نے بیٹا بنانا ہوتا تو میں فرشتوں کو اپنا بیٹا بناتا۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَهْوًا سے مراد عورتیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یمنی زبان میں لَهْوًا عورت کو کہتے ہیں۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اہل یمن لَہْو [illegible]
عورت کو کہتے ہیں، اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ یعنی یہ ہمارے لیے مناسب نہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَهْوًا سے مراد عورتیں ہیں: [illegible]
بخود آہو چشم حور میں سے بیویاں بنا لیتے (اگر ہم چاہتے لیکن یہ ہماری شان الوہیت کے منافی ہے)۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَهْوًا کا مطلب لعباً (کھیل تماشہ) روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے لَّدُنَّآ کا مطلب عندنا روایت کیا ہے، اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ یہاں اِنْ بمعنی ما ہے یعنی ہم ایسا کرنے والے نہیں۔ ہم نے جنت، دوزخ، موت، بعث بعد الموت، حساب اور ہر وہ چیز جس کا قرآن میں ذکر ہے بطور لھو ولعب پیدا نہیں کی ہے اِنْ نافیہ ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ الخ میں حق سے مراد قرآن ہے اور الْبَاطِلِ سے مراد اَلْلِّبْسُ ہے اور زَاهِقٌ کا مطلب ہلاک ہونے والا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ یعنی جو تم اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ناروا باتیں کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لیے ہلاکت ہے اور اللہ کی قسم ایسے جھوٹے واصف کے لیے قیامت تک ہلاکت ہی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَمَنْ عِنْدَهٗ سے مراد فرشتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ کا مطلب لَا يَرْجِعُوْنَ (لوٹتے نہیں) ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے اس کا معنی لَا يَحْسِرُوْنَ (تھکتے نہیں) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس کا معنی لَا يَعْيَوْنَ (عاجز نہیں آتے) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ عبادت سے جدا نہیں ہوتے۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ نے العظمة میں اور بیہقی نے الشعب میں عبد اللہ بن الحارث بن نوفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت کعب سے يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ الخ کا مطلب پوچھا کہ فرشتوں کی مشغولیت پیغام رسانی ہے یا عمل ہے؟ تو کعب نے فرمایا: فرشتوں کے لیے تسبیح ایسے ہے جیسے تمہارے لیے سانس (روح) ہے کیا تم کھاتے، پیتے آتے جاتے نہیں ہو اور بولتے نہیں ہو جب کہ متواتر تمہاری سانس چل رہی ہوتی ہے۔ بالکل یہی کیفیت ان کی تسبیح کی ہے۔(1)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فرشتوں کی روح تسبیح ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو (چٹان کی طرح) پیدا فرمایا ہے ان کے پیٹ نہیں ہیں

1۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 178 (161)، دار الکتب العلمیہ بیروت

اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ یُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾

"کیا بنالیے ہیں انہوں نے خدا (اہل) زمین سے جو مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہوتے زمین و آسمان میں کوئی اور خدا سوائے اللہ تعالیٰ کے تو یہ دونوں برباد ہو جاتے۔ پس پاک ہے اللہ تعالیٰ جو عرش کا رب ہے ان تمام نازیبا باتوں سے جو وہ کرتے ہیں۔ نہیں پرسش کی جاسکتی اس کے متعلق جو وہ کرتا ہے اور ان (تمام سے) باز پرس ہوگی"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے **یُنْشِرُوْنَ** کا معنی **یُحْیُوْنَ** (زندہ کرتے ہیں) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے اس کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ وہ زمین سے مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انہیں قبور سے زندہ کرتے ہیں۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے **اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ** کے تحت روایت کیا ہے کہ کیا انہوں نے پتھروں اور لکڑی سے خدا بنالیے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کے سوا زمین آسمان میں اور خدا ہوتے تو ان کا نظام درہم برہم ہو جاتا **فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ** جب اللہ تعالیٰ پر کوئی بہتان باندھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اپنی پاکی بیان کرتے ہیں۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے: **لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ** یعنی جو وہ اپنے بندہ کے متعلق فیصلہ کرتا ہے اس سے اس کی باز پرس نہیں کی جاتی۔ **وَ هُمْ یُسْـَٔلُوْنَ** جب کہ بندوں سے ان کے اعمال کے متعلق باز پرس ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خلاق (پیدا کرنے والے) سے اس فیصلہ کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا جو وہ اپنی مخلوق کے بارے کرتا ہے اور مخلوق سے ان کے اعمال کے متعلق باز پرس ہوگی۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میرے نزدیک زمین پر قدریہ فرقہ سے مبغوض ترین کوئی قوم نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْـَٔلُوْنَ**۔

امام ابن مردویہ نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کتب میں جو احکام نازل فرمائے ان میں یہ بھی ہے کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، خیر اور شر کو میں نے مقدر کیا ہے، مبارک ہو اس کو جس کے لیے میں خیر کو مقدر کر دوں اور اس کے لیے خیر آسان بنادوں اور ہلاکت ہے اس کے لیے جس کے ہاتھ پر میں شر کو مقدر کر دوں اور اس کے لیے شر کو ہی آسان بنادوں۔ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، مجھ سے اس

بارے سوال نہیں کیا جاتا جو میں کرتا ہوں اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔ ہلاکت ہے اس کے لیے جو کہتا ہے کہ یہ کیسے ہے۔

امام ابن ابی حاتم، بیہقی نے الاسماء والصفات میں، میمون بن مہران سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان سے کلام فرمایا اور ان پر تورات نازل فرمائی تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ! تو رب عظیم ہے، اگر تو چاہے کہ تیری اطاعت کی جائے تو تیری اطاعت کی جائے گی۔ اگر تو چاہے کہ تیری نافرمانی نہ کی جائے تو تیری نافرمانی نہ کی جائے گی۔ اور اطاعت تو پسند کرتا ہے جبکہ تیری نافرمانی کی جاتی ہے، تو یہ کیسے ہوتا ہے یارب! اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی جو میں کرتا ہوں اس کے متعلق مجھ سے باز پرس نہیں ہوتی، جب کہ لوگوں سے ان کے افعال کے متعلق باز پرس ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے نوف بکالی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عزیر علیہ السلام نے مناجات الٰہیہ میں یہ کہا یارب! تو ایک مخلوق پیدا کرتا ہے، تو جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے، جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عزیر! ایسے سوال سے اعراض کر۔ حضرت عزیر نے پھر یہی سوال کر دیا تو ارشاد ہوا تو اس قسم کے سوالات کو چھوڑ دے ورنہ میں تیرا منصب نبوت ختم کر دوں گا، میں وہ ہوں کہ مجھ سے سوال نہیں کیا جاتا، لوگوں سے ان کے اعمال وافعال پر سوال ہوگا۔

امام بیہقی نے حضرت داؤد بن ابی ہند سے روایت کیا ہے کہ عزیر علیہ السلام نے اپنے رب سے تقدیر کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے مجھ سے میرے علم کے متعلق سوال کیا ہے، تیری سزا یہ ہے کہ میں تیرا نام انبیاء میں نہ رکھوں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر تورات نازل کی تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ! تو رب عظیم ہے، اگر تو چاہے کہ تیری اطاعت کی جائے تو تیری اطاعت کی جائے، اگر تو چاہے کہ تیری نافرمانی نہ کی جائے تو تیری نافرمانی نہ کی جائے اور تو پسند کرتا ہے کہ تیری اطاعت کی جائے جب کہ تیری نافرمانی کی جاتی ہے تو یارب! یہ سب کچھ کیسے ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی جو میں کرتا ہوں مجھ سے پوچھا نہیں جاتا اور لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے پوچھا جائے گا۔ پس موسیٰ علیہ السلام سوال کرنے سے رک گئے۔

جب اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر توارت نازل فرمائی اس کے بعد کہ وہ بنی اسرائیل سے اٹھالی گئی تھی۔ حتیٰ کہ لوگوں نے حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہا؟ انہوں نے عرض کی اے اللہ! تو رب عظیم ہے، اگر تو چاہے کہ تیری اطاعت کی جائے تو تیری اطاعت کی جائے اور اگر تو چاہے کہ تیری نافرمانی نہ کی جائے تو تیری نافرمانی نہیں کی جائے گی۔ تو پسند کرتا ہے کہ تیری اطاعت کی جائے جب کہ اس میں تیری نافرمانی کی جاتی ہے۔ یہ کیسے ہے یارب! اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میں جو کرتا ہوں مجھ سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا اور لوگوں سے سوال کیا جاتا ہے۔ حضرت عزیر نہ رہے حتیٰ کہ پھر سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو سورج کی دھوپ سے تھیلا بھر سکتا ہے؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا تو ہوا کا پیمانہ بھر سکتا ہے؟ عرض کی نہیں۔ کیا تو نور کا مثقال لاسکتا ہے؟ عرض کی نہیں۔ کیا تو نور کا قیراط لاسکتا ہے؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا اسی طرح تو نے جو سوال کیا ہے اس پر تو قدرت نہیں رکھتا۔ میں جو کرتا ہوں مجھ سے پوچھا نہیں جاتا اور لوگوں سے ان کے اعمال کی باز پرس ہو

نہیں۔ میں تیری سزا مقرر نہیں کرتا مگر یہ کہ تیرا نام میں انبیاء کے اسماء سے ختم کرتا ہوں، پس تیرا ان میں تذکرہ نہیں کیا جائے گا۔
پس ان کا نام انبیاء سے مٹا دیا گیا پس انبیائے کرام میں ان کا تذکرہ نہیں کیا جاتا حالانکہ وہ نبی ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنا مرتبہ دیکھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں کتاب، حکمت، تورات اور انجیل سکھائی، وہ اندھے اور ابرص کو درست کرتے تھے اور مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کی یا اللہ! تو رب عظیم ہے، اگر تو چاہے کہ تیری اطاعت کی جائے تو تیری اطاعت کی جائے گی، اگر تو چاہے کہ تیری نافرمانی نہ کی جائے تو تیری نافرمانی نہ کی جائے، تو پسند کرتا ہے کہ تیری اطاعت کی جائے جب کہ اس میں تیری نافرمانی کی جاتی ہے، یا رب یہ کیسے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی میں جو کرتا ہوں مجھ سے پوچھا نہیں جاتا جب کہ لوگوں سے ان کے اعمال کی باز پرس ہوگی، تو میرا بندہ، میرا رسول، میرا کلمہ ہے، میں نے تجھے مریم کے بطن میں ڈالا تو میری طرف سے روح ہے، میں نے تجھے مٹی سے پیدا فرمایا پھر تجھے فرمایا کن (ہوجا) تو تو ہو گیا۔ اگر تو ایسے سوال سے باز نہ آیا تو میں تیرے ساتھ ایسا سلوک کروں گا جو تیرے سامنے تیرے ساتھی سے کیا، میں جو کرتا ہوں اس کے متعلق مجھ سے باز پرس نہیں ہوتی، جب کہ لوگوں سے سوال کیا جاتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متبعین کو جمع کیا اور فرمایا تقدیر راز الٰہی ہے، تم اس کے مکلف نہیں ہو۔(1)

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

"کیا انہوں نے بنا لیے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود (اے حبیب!) آپ (انہیں) فرمائیے پیش کرو اپنی دلیل۔ یہ قرآن جو نصیحت ہے میرے ساتھ والوں کے لیے اور دوسری کتب جو نصیحت ہیں میرے پیشرووں کے لیے (سب موجود ہیں ان کا کوئی حوالہ دو) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر حق کو نہیں جانتے۔ اس لیے وہ (اس سے) منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف کہ بلاشبہ نہیں ہے کوئی خدا بجز میرے۔ پس میری عبادت کیا کرو"۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: **اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ** کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور معبود بنا لیے ہیں۔ ان عقل کے دشمنوں سے کہو کہ اس پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل پیش کرو۔ **هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ** یہ قرآن ہے۔ اس میں حلال و حرام کا ذکر ہے۔ **ذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْ** اس میں گزشتہ امتوں کے اعمال کا ذکر ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے جو ان کے اعمال کے مطابق سلوک فرمایا اور پھر جس طرف وہ لوٹ گئے ان تمام باتوں کا اس

1۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 62-260 (10606)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

میں ذکر ہے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر حق کو نہیں پہچانتے۔ اس لیے وہ کتاب اللہ سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمام رسل کو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور توحید کا پیغام دے کر مبعوث فرمایا۔ سب نے اسی چیز کا برملا اظہار کیا اور اقرار کیا ہاں، فروعی مسائل میں اختلاف تھا۔ تورات میں یہ مسائل فرعیہ مختلف تھے، انجیل کے اپنے احکام تھے اور قرآن کے اپنے احکام تھے اور قرآن کے اپنے احکام ہیں۔ یہ سب چیزیں اللہ کی توحید اور اس کے اخلاص پر مبنی ہیں۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ اَوَ لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾

''اور وہ کہتے ہیں بنا لیا رحمٰن نے (اپنے لیے) بیٹا۔ سبحان اللہ (یہ کیونکر ہوسکتا ہے) بلکہ وہ تو (اس کے) معزز بندے ہیں۔ نہیں سبقت کرتے اس سے بات کرنے میں اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے گزر چکا ہے اور وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کے لیے جسے وہ پسند فرمائے اور وہ (اس کی بے نیازی کے باعث) اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔ اور جو ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا تو اسے ہم سزا دیں گے جہنم کی۔ یونہی ہم سزا دیا کرتے ہیں ظالموں کو۔ کیا کبھی غور نہیں کیا کفر و انکار کرنے والوں نے کہ آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے الگ الگ کر دیا انہیں اور ہم نے پیدا فرمائی پانی سے ہر زندہ چیز، کیا وہ اب بھی ایمان نہیں لاتے''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہود نے کہا اللہ تعالیٰ نے جنوں کے ساتھ اپنا رشتہ قائم کیا ہے اور ملائکہ کو انہوں نے خدا کی بیٹیاں کہا (یعنی اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا نکاح جنوں سے کر دیا ہے) اللہ تعالیٰ نے ان کی ان تمام خرافات کا رد کرتے ہوئے فرمایا: فرشتے تو میرے مقرب بندے ہیں یعنی وہ فرشتے اس طرح نہیں ہیں جس طرح انہوں نے کہا ہے بلکہ وہ تو اللہ کے بندے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرنے کا شرف بخشا

ہے، لَا یَسۡبِقُوۡنَہٗ بِالۡقَوۡلِ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی تعریف فرما رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بات کرنے میں سبقت نہیں لے جاتے۔ وَلَا یَشۡفَعُوۡنَ اور وہ فرشتے کسی کی شفاعت نہیں کریں گے مگر صرف اہل توحید کی۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے لِمَنِ ارۡتَضٰی کے تحت روایت فرمایا ہے: جسے وہ پسند فرمائے گا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰی کہ جس نے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا ہوگا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: لِمَنِ ارۡتَضٰی سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی شہادت کی وجہ سے اللہ ان سے خوش ہے۔(1)

حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے البعث میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَلَا یَشۡفَعُوۡنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰی تلاوت کیا اور فرمایا: میری شفاعت میرے امتیوں میں گناہ کبیرہ کے مرتکب لوگوں کے لیے ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں جبرئیل کے پاس سے گزرا وہ ملاء اعلیٰ کے ساتھ خشیت الٰہی کی وجہ سے پرانے ٹاٹ کی طرح لگے ہوئے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے الضحاک سے روایت کیا ہے وَمَنۡ یَّقُلۡ مِنۡہُمۡ یعنی ملائکہ میں سے کس نے کہا ہے کہ میں خدا ہوں اللہ کے سوا، فرماتے ہیں ابلیس کے سوا کسی فرشتہ نے یہ نہیں کہا، ابلیس نے ہی اپنی عبادت کی طرف دعوت دی اور کفر کا آغاز کیا۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَمَنۡ یَّقُلۡ مِنۡہُمۡ الخ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں الوہیت کا دعویٰ صرف ابلیس نے کیا تھا۔ یہ قول صرف اس کے ساتھ خاص ہے۔(3)

الفریابی، عبد بن حمید، الحاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا یعنی آسمان کو بارش کے ساتھ اور زمین کو نباتات کے ساتھ پھاڑا جب کہ پہلے وہ ملے ہوئے تھے۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: کَانَتَا رَتۡقًا، فرماتے ہیں: زمین و آسمان سے کوئی شے نہیں نکلتی تھی فَفَتَقۡنٰہُمَا پس آسمان کو بارش کے ساتھ اور زمین کو نباتات کے ساتھ پھاڑا گیا۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے الحلیہ میں حضرت عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس شیخ ابن عباس کے پاس جا اور ان سے پوچھ، پھر جو وہ جواب دیں مجھے بھی وہ بتانا۔ وہ شیخ ابن عباس کے پاس گیا۔ ان سے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا ہاں آسمان جڑا ہوا تھا، اس سے بارش نہیں برستی تھی اور زمین بھی ملی ہوئی تھی، کوئی چیز اگاتی نہ تھی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر مخلوق کو پیدا فرمایا تو آسمان کو بارش کے ساتھ اور زمین کو نباتات کے ساتھ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 23، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 414 (3442)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 384 (1856)، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 414 (3443)

پھاڑ دیا۔ وہ شخص حضرت ابن عمر کے پاس واپس آیا اور انہیں ابن عباس کا جواب سنایا، ابن عمر نے فرمایا: اب میں نے جان لیا کہ ابن عباس کو قرآن کا علم عطا کیا گیا ہے۔ ابن عباس نے سچ اور صحیح فرمایا ہے، وہ بالکل اسی طرح تھے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے كَانَتَا رَتْقًا کے تحت روایت کیا ہے کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے۔ (1)

امام عبد الرزاق، الفریابی، حبد بن حمید، ابن المنذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس سے رات کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ پہلے ہے یا دن پہلے ہے؟ ابن عباس نے فرمایا رات۔ پھر یہ آیت پڑھی اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ان کے درمیان تم جانتے ہو کہ تاریکی ہی تھی۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے العظمہ میں مجاہد سے كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا کے تحت روایت فرمایا ہے: کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے چھ زمینیں نکالیں، یہ کل سات زمینیں ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہیں اور آسمان سے چھ آسمان نکالے۔ پس یہ ساتوں آسمان ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہیں۔ زمین اور آسمان ملے ہوئے نہیں تھے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے العظمہ میں حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آسمان ایک تھا، اس سے سات آسمان نکالے، زمین ایک تھی، اس سے سات زمینیں نکالیں۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الحسن اور قتادہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ہوا کے ذریعے جدا جدا کر دیئے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آسمان اور زمینیں ملی ہوئی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا تو اسے زمین سے جدا کر دیا، یہی فتق ہے جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔

امام احمد، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردوی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ دیکھتے ہیں کہ مجھے خوشی نصیب ہو اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں تو مجھے ہر چیز کی تخلیق کے بارے بتایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز پانی سے پیدا کی گئی ہے۔ (3)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مرد کا نطفہ مراد ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے اور پانی ہی ہر چیز کی حیات کا سبب ہے۔

وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ۝۳۱ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 24 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 385 (1860)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 160، مکتبۃ النصر الحدیثۃ

اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

"اور ہم نے بنا دیئے زمین میں بڑے بڑے پہاڑ تا کہ زمین لرزتی نہ رہے ان کے ساتھ اور بنا دیں ہم نے ان پہاڑوں میں کشادہ راہیں تا کہ وہ (اپنی منزل مقصود کا) راستہ پاسکیں۔ اور ہم نے بنایا آسمان کو ایک چھت جو (شکست وریخت) سے محفوظ ہے اور وہ لوگ (اب بھی) اس کی نشانیوں سے روگردانی کیے ہوئے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے پیدا فرمایا لیل ونہار کو اور مہر وماہ کو، سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں"۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: وَ جَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا کہ ہم نے پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستے بنائے۔(1)

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ فِجَاجًا سے مراد نشانیاں ہیں اور سُبُلًا سے مراد راستے ہیں۔

امام الفریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَّحْفُوْظًا کا معنی مرفوعاً (بلند) ہے، وَّ هُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ یعنی سورج، چاند اور ستارے جو آسمانی آیات ہیں ان سے وہ منہ موڑے ہوئے ہیں۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، جمعہ کا دن کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سے رات اور دن کو پیدا فرمایا۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَلَكٍ کا مطلب دوران اور یَّسْبَحُوْنَ کا مطلب یَجْرُوْنَ (چلنا) روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس سے كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ مدار چرخہ کے دمڑکہ کی طرح ہے، چاند، ستارے اس طرح آسمان کے ابواب میں چلتے ہیں جس طرح چرخہ میں دمڑکہ گھومتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ اس سے مراد آسمان کا فلک ہے۔(3)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ سے روایت فرمایا ہے کہ سورج، چاند اور ستارے آسمان اور زمین کے درمیان فلک میں مسخر کیے گئے ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فَلَكٍ سے مراد آسمان اور زمین کے درمیان ستاروں، سورج اور چاند کے چلنے کی جگہ ہے، یَّسْبَحُوْنَ کا مطلب یَجْرُوْنَ ہے۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 28، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 29 3۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 30 4۔ ایضاً

امام عبد الرزاق اور ابن المنذر نے کلبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہر وہ چیز جو گھومتی ہے وہ فلک ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ چاند، ستارے، سورج اس فلک میں گھومتے رہتے ہیں جو چرخہ کے دمڑکہ کی طرح ہے۔ فرماتے ہیں: وہ چکی کی دستی کی طرح ہے اور چرخہ دمڑکہ کے ساتھ گھومتا ہے اور دمڑکہ، چرخے کے ساتھ گھومتا ہے اور چکی دستی کے ساتھ گھومتی ہے اور دستی چکی کے ساتھ گھومتی ہے، اسی طرح ستارے، سورج اور چاند فلک کے ساتھ گھومتے ہیں اور فلک ان کے ساتھ گھومتا ہے۔ الحسبان (دستی) اور فلک ایک ہی چیز کی طرف لوٹتے ہیں لیکن دستی چکی میں، چرخے کے دمڑکہ کی طرح ہوتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فَلَكٍ چکی کے پڑ کی طرح گول ہے۔(2)

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ چاند، سورج، ستارے تمام آسمان کے فلک میں گھومتے ہیں جیسا کہ تو نے دیکھا۔(3)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: فَلَكٍ سے مراد مدار ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ تمام سیارے اپنے اپنے مدار میں اس طرح گھومتے ہیں جس طرح چرخہ میں دمڑکہ گھومتا ہے۔

عبد بن حمید نے الضحاک سے روایت کیا ہے: كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ کہ عبد اللہ اس کو كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَعْمَلُوْنَ پڑھتے تھے۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے يَّسْبَحُوْنَ کا معنی يَجْرُوْنَ (چلنا) روایت کیا ہے۔(4)

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾

"اور نہیں مقدر کیا ہم نے کسی انسان کے لیے جو آپ سے پہلے گزرا (اس دنیا میں) ہمیشہ رہنا تو اگر آپ انتقال فرما جائیں تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال کی خبر دی گئی تو آپ نے عرض کی یا رب لامتی یا رب! میری امت کے لیے اب کون ہوگا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ کے باہر کسی جگہ پر تھے۔ آپ آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر کپڑا اوڑھا ہوا تھا، حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر اپنا منہ رکھا اور چومنا شروع کر دیا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور یہ کہہ رہے تھے میرے ماں، باپ آپ پر قربان ہو جائیں! آپ کی زندگی بھی بہتر تھی

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 385 (1861)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 30
3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 385 (1861)
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 31

اور آپ کا وصال بھی بہتر۔ جب آپ باہر نکلے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو وہ کہہ رہے تھے: رسول اللہ ﷺ کا وصال نہیں ہوا اور نہ ان کا وصال ہوگا حتی کہ اللہ تعالیٰ منافقین کو قتل کرے گا اور انہیں رسوا کرے گا، ابن عمر فرماتے ہیں: جب منافقین نبی کریم ﷺ کے وصال کی خبر سے خوش ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے سر بلند کیے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر سے کہا اے شخص! اپنے نفس کو تسلی دو، رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ (الزمر) اور فرمایا وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: اے لوگو! اگر محمد ﷺ تمہارے خدا تھے جن کی تم عبادت کرتے تھے تو محمد ﷺ کا وصال ہو گیا ہے اور اگر تمہارا خدا وہ ہے جو آسمان میں ہے تو تمہارا خدا فوت نہیں ہوا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران: 144) اور نہیں محمد (مصطفیٰ) مگر (اللہ کے) رسول گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیئے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے)"۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اترے، مسلمان یہ خطبہ سن کر مطمئن ہو گئے اور منافقین پر مصیبت ٹوٹ پڑی۔ عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! یوں لگتا تھا گویا پہلے ہمارے چہروں پر پردے تھے، اس خطبہ سے پردے ہٹ گئے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: حضرت ابو بکر نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت تشریف لائے جب آپ کا وصال ہو چکا تھا، حضرت ابو بکر نے آپ ﷺ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا ہائے نبی مکرم! ہائے پیارے دوست! اے خدا کے برگزیدہ! (ﷺ) پھر یہ آیت تلاوت کی وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (الآیہ) اور یہ ارشاد پڑھا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝۔ (الزمر) (2)

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۳۵

"ہر نفس موت (کا مزہ) چکھنے والا ہے اور ہم خوب آزماتے ہیں تمہیں برے اور اچھے حالات سے دو چار کر کے اور (آخر کار) تم سب کو ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور والالکائی نے السنۃ میں ابن عباس سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے: ہم تمہیں تنگ دستی، خوشحالی، صحت، بیماری، غنا، فقر، حلال، حرام، طاعت و معصیت، ہدایت و گمراہی سے آزماتے ہیں۔ (3)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 427 (37021) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 214، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 32

وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

"اور جب دیکھتے ہیں آپ کو وہ جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے تو آپ سے بس تمسخر کرنے لگتے ہیں (کہتے ہیں) کیا یہی وہ صاحب ہیں جو (برائی سے) ذکر کیا کرتے ہیں تمہارے خداؤں کا حالانکہ وہ (کفار) رحمن کے ذکر سے خود (یکسر) انکاری ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل اور ابوسفیان کے پاس سے گزرے جب کہ وہ باہم محو گفتگو تھے، جب ابوجہل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو ہنس پڑا اور ابوسفیان سے کہنے لگا دیکھو، یہ بنی عبد مناف سے نبی ہے۔ ابوسفیان کو غصہ آ گیا اور کہا تم بنی عبد مناف کا نبی ہونے کو ناپسند کرتے ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ساری گفتگو سن لی۔ اور ابوجہل کی طرف متوجہ ہوئے، اس پر خوف طاری ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تو اپنی بدزبانی سے نہیں رکے گا یہاں تک کہ تجھ پر بھی ایسی ہی آفت آن پڑے جو تیرے چچا پر پڑی تھی، ابوجہل نے ابوسفیان سے کہا تو نے یہ بات صرف حمیت کی وجہ سے کہی ہے۔ پس اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۸﴾

"انسان کی سرشت میں ہی جلد بازی ہے، میں عنقریب تمہیں (خود ہی) اپنی نشانیاں دکھاؤں گا، سو تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔ اور وہ کہتے ہیں کب پورا ہوگا یہ (قیامت کا) وعدہ (بتاؤ نا) اگر تم سچے ہو"۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب آدم علیہ السلام میں روح پھونکی گئی تو ابھی روح آپ کے سر میں پہنچی تھی کہ آپ نے چھینک ماری اور کہا الحمدللہ۔ فرشتوں نے جواباً کہا یرحمك اللہ۔ ٹانگوں میں روح کے پہنچنے سے پہلے ہی آدم علیہ السلام اٹھنے لگے تو گر پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ۔ انسان کی سرشت میں ہی جلد بازی ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے آدم علیہ السلام کے سر میں روح پھونکی گئی پھر آپ کے گھٹنوں میں پھونکی گئی تو آپ اٹھنا شروع ہو گئے۔ فرمایا خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے العظمہ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن مخلوق کو پیدا فرمایا اس دن کے آخر میں ہر چیز کو پیدا کرنے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 33

کے بعد آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ جب روح آپ کی آنکھوں، زبان اور سر میں پہنچی اور ابھی تک نچلے دھڑ میں نہیں پہنچی تھی تو عرض کی یا رب! سورج کے غروب ہونے سے پہلے میری تخلیق مکمل فرما دے۔(1)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام میں روح پھونکی تو آپ نے دیکھا، ابھی سمجھا نہیں تھا حتیٰ کہ جب روح آپ کے دل تک پہنچ جائے جب کہ ابھی روح نچلے حصے میں نہیں پہنچی تھی، آپ نے حرکت کرنی شروع کردی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے: انسان سرشت کے اعتبار سے جلد باز ہے۔(2)

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

''کاش جانتے کفار (اس وقت کو) جب وہ نہ روک سکیں گے اپنے چہروں سے آگ (کے شعلوں) کو اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ بلکہ وہ آئے گی ان کے پاس ناگہاں سو انہیں بدحواس کردے گی پھر وہ نہ اسے رد کر سکیں گے اور نہ ہی انہیں مزید مہلت دی جائے گی۔ اور بے شک مذاق اڑایا گیا ان رسولوں کا بھی جو آپ سے پہلے تشریف لائے تھے پس نازل ہوا ان لوگوں پر جو تمسخر کیا کرتے تھے ان میں سے وہ عذاب جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے''۔

امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عدی بن حاتم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی نہیں مگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے گا جب کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ ہوگا اور نہ کوئی ترجمانی کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھے مال کی نعمت نہیں بخشی تھی؟ وہ کہے گا کیوں نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں۔ پس بندہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اسے صرف آگ ہی نظر آئے گی، بائیں دیکھے گا تو بھی اسے صرف آگ ہی نظر آئے گی، وہ سامنے دیکھے گا تو بھی صرف آگ ہی دیکھے گا، تم میں سے ہر ایک کو آگ سے بچنا چاہیے اگرچہ کھجور کے ٹکڑے (کے صدقہ) کے ساتھ ہی ہو۔ اگر (صدقہ کرنے کے لیے) کچھ بھی نہ پائے تو اچھی کلام کے ساتھ بچنا چاہیے۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 34 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 386 (1862)
3۔ صحیح بخاری، جلد 5، صفحہ 2395 (6174)، دار ابن کثیر دمشق

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَ لَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖؗ وَ لَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾

''آپ پوچھیے (اے منکرو!) کون ہے جو نگہبانی کر سکتا ہے تمہاری رات بھر اور دن بھر خدائے رحمٰن سے (اگر وہ تمہیں عذاب دینا چاہے) مگر (ان سے کیا پوچھنا) یہ تو اپنے رب کے ذکر سے بھی روگرداں ہیں۔ کیا ان کے اور خدا ہیں جو بچا سکتے ہیں انہیں (عذاب سے) ہمارے سوا؟ وہ جھوٹے معبود تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے اور نہ انہیں ہماری تائید میسر ہوگی۔ بلکہ ہم نے (عیش و آرام کا) سامان دیا انہیں اور ان کے آباء و اجداد کو حتیٰ کہ (اسی عیش و آرام میں) ان پر لمبا عرصہ گزر گیا (اور وہ سرکش ہو گئے) کیا وہ ملاحظہ نہیں کر رہے کہ ہم زمین (کی وسعتوں) کو گھٹاتے چلے جا رہے ہیں اس کی (چاروں) سمتوں سے۔ کیا وہ (ہماری تقدیر پر) غالب آ سکتے ہیں۔ آپ فرمائیے میں تمہیں ڈراتا ہوں صرف وحی سے اور نہیں سنا کرتے بہرے، پکارنے کو جب انہیں (عذاب الٰہی سے) ڈرایا جاتا ہے۔ اور اگر (صرف) چھو جائے انہیں ایک جھونکا تیرے رب کے عذاب کا تو (سارا نشہ ہرن ہو جائے) یوں کہنے لگیں صد حیف! بے شک ہم ہی ظالم تھے''۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ یعنی ان سے پوچھیے کہ کون تمہاری حفاظت کرے گا۔ وَ لَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ انہیں ہماری طرف سے مدد حاصل نہ ہوگی۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے يُصْحَبُوْنَ کا معنی يُنْصَرُوْنَ روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے يَكْلَؤُ کا معنی يَحْرُسُ (حفاظت کرنا) روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے يُصْحَبُوْنَ کا معنی يُجَارُوْنَ (پناہ دینا) روایت کیا ہے۔(2)

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ يُصْحَبُوْنَ کا معنی يُمْنَعُوْنَ (روکنا) ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 38، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 39

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَلَا هُمۡ مِّنَّا يُصۡحَبُوۡنَ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں خیر میسر نہیں آئے گی۔ اَفَلَا يَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ نَـنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا حضرت الحسن فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زمینوں کو ہر طرف سے فتح کیا اور قوموں پر غلبہ حاصل کیا اَفَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ یعنی وہ غالب نہیں ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ ہی غالب ہیں۔ قُلۡ اِنَّمَاۤ اُنۡذِرُكُمۡ بِالۡوَحۡىِ آپ فرمایئے میں تمہیں اس قرآن کے ذریعے سے ڈرتا ہوں وَلَا يَسۡمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنۡذَرُوۡنَ یعنی کافر کتاب الٰہی کا پیغام سننے سے بہرا ہے، وہ اسے نہیں سن سکتا اور نہ وہ اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے اور نہ اس کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے جیسا کہ اہل ایمان سمجھتے ہیں۔ وَلَٮِٕنۡ مَّسَّتۡهُمۡ نَفۡحَةٌ یعنی اگر چھو جائے انہیں عذاب الٰہی کا کوئی جھونکا۔(1)

وَنَضَعُ الۡمَوَازِيۡنَ الۡقِسۡطَ لِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَيۡــًٔا‌ ؕ وَاِنۡ كَانَ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ اَتَيۡنَا بِهَا‌ ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيۡنَ ﴿۴۷﴾

''اور ہم رکھ دیں گے صحیح تولنے والے ترازو قیامت کے دن، پس ظلم نہ کیا جائے گا کسی پر ذرہ بھر اور اگر (کسی کا کوئی عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے بھی لا حاضر کریں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے''۔

امام احمد، ترمذی، ابن جریر (نے تہذیب میں)، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! ﷺ میرے غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، مجھ سے خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں، میں انہیں مارتا ہوں اور انہیں برا بھلا کہتا ہوں، میں ان سے کیسا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انکی خیانت، نافرمانی، تکذیب اور تیری سزا کا حساب لگایا جائے گا، اگر تیری سزا ان کے جرموں سے کم ہوگی تو تیرے لیے اضافی ہوگی، اگر تیری سزا ان کے جرم کے برابر ہوگی تو مساوات ہو جائے گی، نہ تجھے اجر ملے گا نہ تجھے سزا ملے گی۔ اگر تیری سزا ان کے جرموں سے کم ہوگی تو تیری لیے اضافی ہوگی، اگر تیری سزا ان کے جرموں سے زیادہ ہوگی تو زیادتی کا تجھ سے بدلہ لیا جائے گا۔ وہ شخص بلند آواز سے رونے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں پڑھی وَنَضَعُ الۡمَوَازِيۡنَ الۡقِسۡطَ الخ۔ اس شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اپنے لیے اور ان کے لیے آزاد کرنے سے کوئی چیز بہتر نہیں پاتا، میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ آزاد ہیں۔(2)

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت رفاعہ بن رافع الزرقی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہم اپنے غلاموں کو سزا دیتے ہیں، اس کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا ان کے جرموں اور تمہاری سزا کا وزن کیا جائے گا، اگر تمہاری سزا ان کے جرموں سے زیادہ ہوگی تو تم سے مؤاخذہ ہوگا۔ اس شخص نے پوچھا حضور ہم انہیں برا بھلا کہتے ہیں اس کا کیا ہوگا؟ فرمایا ان کے جرموں اور تمہاری اذیت کا وزن کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 39 2۔ سنن ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، باب سورۃ الانبیاء، جلد 9، صفحہ 5-4 (3165) دار الفکر بیروت

جائے گا، اگر تمہاری اذیت زیادہ ہوگی تو تم سے انہیں بدلہ لے کر دیا جائے گا، اس نے پوچھا یارسول اللہ! میں اپنے بچوں کو جو سزا دیتا ہوں اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا تو اپنی اولاد کے بارے متہم نہیں کیا جائے گا، تیرا نفس خوش نہیں ہوگا کہ تو سیر ہوکر کھائے اور وہ بھوکے ہوں، تو لباس پہنے اور وہ برہنہ ہوں۔(1)

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ غلاموں کو سزا دینے کے بارے کیا کہتے ہیں؟ فرمایا اگر تو سزا کی کوئی وجہ ہوگی تو فبہا ورنہ تم سے قیامت کے روز بدلہ لیا جائے گا۔ عرض کی گئی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم انہیں برا بھلا کہنے کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا اسی طرح اس کا بھی حکم ہے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنی اولاد کو سزا دیتے ہیں اور انہیں برا بھلا کہتے ہیں اس کا کیا ہوگا؟ فرمایا غلام تمہاری اولاد کی مثل نہیں ہیں، تم اپنی اولاد کے بارے متہم نہیں کیے جاؤ گے۔(2)

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت زیاد بن ابی زیاد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس مال ہے اور میرے غلام ہیں، میں انہیں غصے ہوتا ہوں، کبھی ان سے بدخلقی کا اظہار کرتا ہوں، کبھی انہیں گالی گلوچ کرتا ہوں اور کبھی مارتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے جرموں اور تیری سزا کا میزان کیا جائے گا، اگر دونوں برابر ہوں گے تو تجھے جزاء و سزا نہیں ملے گی اور اگر تیری سزا ان کے جرموں سے زیادہ ہوگی تو قیامت کے روز اس کے بدلے تیری نیکیوں سے بدلہ لیا جائے گا۔ اس شخص نے کہا اوہ، اوہ! میری نیکیوں سے لیا جائے گا؟ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرے تمام غلام آزاد ہیں، میں کسی ایسی چیز کو نہیں روکتا جس کی وجہ سے میری نیکیاں لی جائیں، پوچھا ایسے کیوں گمان کیا؟ فرمایا کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: قیامت کے روز لوگوں کو میزان کی طرف لایا جائے گا اور اس کے پاس وہ سخت جھگڑا کریں گے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ ایسے ہے جیسا کہ الْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ (الاعراف:8) ہے۔(4)

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اٰتَيْنَابِهَا یعنی الف کی مد کے ساتھ پڑھتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اس کا بدلہ دیں گے۔(5)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عاصم بن ابی النجود اَتَيْنَا کو بغیر الف کی مد کے پڑھتے تھے۔ یعنی ہم لے آئیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ مِثْقَالَ حَبَّةٍ کا معنی وزن حبۃ ہے۔ حٰسِبِيْنَ کا معنی مُحْصِيْنَ (شمار کرنے والے) ہے۔

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 20، دار صادر بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، صفحہ 21
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 42، دار احیاء التراث العربی بیروت 5۔ ایضاً

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِیَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَ هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾

”اور یقیناً ہم نے عطا فرمایا موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کو فرقان اور روشنی اور ذکر پرہیزگاروں کے لیے۔ جو ڈرتے رہتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے نیز وہ قیامت سے بھی ترساں رہتے ہیں۔ اور یہ قرآن نصیحت ہے بڑی بابرکت، ہم نے (ہی) اسے اتارا ہے، تو کیا تم اس کو ماننے سے انکار کرتے ہو“۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے: وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِیَآءً، فرماتے تھے: اس واو کو لے لو اور یہاں رکھو اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ الآیہ (آل عمران: 173)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا الخ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس واؤ کو یہاں سے نکال کر اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ (غافر: 7) میں رکھو۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْفُرْقَانَ سے مراد تورات ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے الْفُرْقَانَ سے مراد تورات ہے اور اس کا حلال و حرام ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کیا۔ (1)

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: الْفُرْقَانَ سے مراد وہ حق ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو عطا فرمایا ان دونوں اور فرعون کے درمیان جس کے ذریعے فرق کیا، ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمایا۔ پھر یہ آیت پڑھی وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ (الانفال: 41)۔ یہاں یَوْمَ الْفُرْقَانِ سے مراد یوم بدر ہے۔ (2)

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری عزت کی قسم! نہ تو میں اپنے بندے پر دو خوف جمع کروں گا اور نہ اس کے لیے دو امن جمع کروں گا۔ جو دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہا میں آخرت میں اسے امن دوں گا۔ (3)

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے: هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ سے مراد قرآن ہے۔ (4)

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: دو خصلتیں ایسی ہیں جن میں برکت ہے (۱) قرآن (۲) بارش۔ پھر یہ آیت تلاوت کی وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (ق: 9) هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 44 2۔ ایضاً

3۔ نوادر الاصول، صفحہ 120، دار صادر بیروت (عن ابن عباس) 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 45

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَۚ۝۵۱ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ۝۵۲ قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ۝۵۳ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۝۵۴ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ۝۵۵ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ۝۵۶

''اور یقیناً ہم نے مرحمت فرمائی تھی ابراہیم کو ان کی دانائی اس سے پہلے اور ہم ان کو خوب جانتے تھے۔ یاد کرو جب آپ نے کہا اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہ یہ کیا مورتیاں ہیں جن کی پوجا پاٹ پر تم جمے بیٹھے ہو۔ وہ بولے پایا ہے ہم نے اپنے باپ (دادوں) کو کہ وہ ان کے پجاری تھے۔ آپ نے فرمایا بلاشبہ مبتلا رہے ہو تم بھی اور تمہارے باپ دادا بھی کھلی ہوئی گمراہی میں۔ انہوں نے پوچھا کیا تم ہمارے پاس کوئی سچی بات لے کر آئے ہو یا (صرف) دل لگی کر رہے ہو۔ آپ نے فرمایا (دل لگی نہیں کر رہا) بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان سب کو پیدا فرمایا ہے اور میں اس (صداقت) پر گواہی دینے والوں سے ہوں''۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ لَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم نے اسے بچپن میں ہی ہدایت دی، مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ یعنی یہ مورتیاں کیا ہیں۔(1)

امام ابن جریر نے قتادہ سے وَ لَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم نے اسے ہدایت دی۔(2)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ یعنی انہوں نے کہا ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایک دین پر پایا۔ پس اس پر ان کی پیروی کرتے ہوئے چلتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا (نے ذم الملاہی میں)، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے تو وہ شطرنج کھیل رہے تھے۔ فرمایا: کیا ہیں یہ مورتیاں جن پر تم جمے بیٹھے ہو؟ تم میں سے کسی کا آگ کے انگارے کو ہاتھ میں پکڑنا حتیٰ کہ وہ بجھ جائے، شطرنج کو پکڑنے سے بہتر ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نردشیر (تاش) اور شطرنج کھیلنے والوں کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 46-45 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 46

سلام نہیں کرتے تھے۔

وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

''اور بخدا میں بندوبست کروں گا تمہارے بتوں کا جب تم چلے جاؤ گے پیٹھ پھیرتے ہوئے۔ پس آپ نے انہیں ریزہ ریزہ کرڈالا مگر ان کے بڑے بت کو کچھ نہ کہا تا کہ وہ لوگ (اس افتاد کے بارے میں) اس کی طرف رجوع کریں۔ وہ بولے کس نے یہ حال کیا ہے ہمارے بتوں کا، بے شک وہ ظالموں میں سے ہے۔ (چند آدمیوں نے) کہا ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے کہ وہ ان کا ذکر (برائی سے) کیا کرتا ہے اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ کہنے لگے تو پھر (پکڑ کر) لاؤ اسے سب لوگوں کے روبرو، شاید وہ اس کے متعلق کوئی شہادت دیں۔ (ابراہیم پکڑ کر لائے گئے تو) لوگوں نے پوچھا اے ابراہیم! کیا تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟۔ فرمایا بلکہ ان کے اس بڑے نے حرکت کی ہوگی سو ان سے پوچھو! اگر یہ گفتگو کی سکت رکھے ہوں۔ (لاجواب ہو کر) اپنے دلوں میں غور کرنے لگے پھر بولے بلاشبہ تم ہی زیاں کار ستمگار ہو۔ پھر وہ اوندھے ہو کر (اپنی سابقہ گمراہی کی طرف) پلٹ گئے اور کہنے لگے تم خوب جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں۔ آپ نے فرمایا (نادانو!) کیا تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان (بے بس بتوں) کی جو نہ تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ تمہیں ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ تف ہے تم پر نیز ان بتوں پر جن کو تم پوجتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب حضرت ابراہیم کی قوم

اپنے میلہ کی طرف نکلی تو وہ حضرت ابراہیم کے پاس سے گزرے، انہوں نے کہا اے ابراہیم! کیا تم ہمارے ساتھ میلہ پر نہیں آؤ گے۔ آپ نے فرمایا: میری طبیعت ناساز ہے۔ آپ ایک دن پہلے بیمار تھے۔ تَاللّٰهِ لَاَكِيۡدَنَّ اَصۡنَامَكُمۡ بَعۡدَ اَنۡ تُوَلُّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ فرمایا بخدا میں بندوبست کروں گا تمہارے بتوں کا جب تم چلے جاؤ گے، کچھ لوگوں نے آپ کی یہ بات سن لی تھی۔ جب وہ میلہ پر چلے گئے تو آپ گھر تشریف لے گئے، کھانا اٹھایا اور ان کے بتوں کی طرف چل دیئے، کھانا بتوں کے قریب رکھ دیا اور فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں ہو۔ آپ نے تمام بتوں کو توڑ ڈالا۔ صرف بڑے بت کو کچھ نہ کہا پھر جس ہتھیار کے ساتھ آپ نے بتوں کو توڑا تھا اسے بڑے بت کے ہاتھ میں باندھ دیا، جب لوگ میلہ سے واپس آئے اور اپنے بت خانہ میں داخل ہوئے تو تمام بت ٹوٹے پڑے ہیں اور بڑے بت کے ہاتھ میں وہ ہتھیار موجود تھا جس کے ساتھ بتوں کو توڑا گیا تھا، ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کس نے یہ درگت بنائی ہے ہمارے معبودوں کی؟ تو جن لوگوں نے آپ کی یہ گفتگو سنی تھی کہ میں اللہ کی قسم! ان کا بندوبست کروں گا، انہوں نے کہا ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے وہ ہمارے بتوں کا برائی سے تذکرہ کرتا ہے، پس اس وقت حضرت ابراہیم نے ان سے یہ مناظرہ کیا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے مجاہد سے تَاللّٰهِ لَاَكِيۡدَنَّ اَصۡنَامَكُمۡ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب قوم نے آپ کو میلہ میں شریک ہونے کی دعوت دی اور آپ نے انکار کیا اور آپ نے فرمایا: میری طبیعت ناساز ہے۔ تو آپ نے بتوں کے متعلق جو وعید اور دھمکی دی تھی اسے ایک شخص نے سن لیا جو میلہ سے پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ہم نے ایک نوجوان کے متعلق سنا ہے جو بتوں کا برائی کے ساتھ ذکر کرتا ہے، اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے وہ کلہاڑا جس کے ساتھ آپ نے ان بتوں کو تہس نہس کیا تھا اس بڑے بت کے سینہ پر لٹکا دیا جو آپ نے چھوڑ دیا تھا۔(1)

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن کا چچا بت بناتا تھا اور پھر ابھی ایک رسی کے ساتھ باندھ دیتا تھا، حضرت ابراہیم انہیں گردن پر اٹھا کر بازار میں بیچنے کے لیے گھماتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص بت خریدنے کے لیے آیا تو حضرت ابراہیم نے اس سے پوچھا تم یہ بت خرید کر کیا کرو گے؟ اس شخص نے کہا میں اسے سجدہ کروں گا، حضرت ابراہیم نے اسے کہا تو بزرگ اس حقیر کو سجدہ کرتا ہے۔ مناسب تو یہ ہوتا ہے کہ چھوٹا بڑے کو سجدہ کرے۔ اسی وجہ سے انہوں نے کہا ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے کہ وہ بتوں کا تذکرہ برائی کے ساتھ کرتا ہے، اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تَاللّٰهِ لَاَكِيۡدَنَّ اَصۡنَامَكُمۡ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کیا تھا جب وہ سن نہیں رہے تھے۔ فَجَعَلَهُمۡ جُذٰذًا آپ نے بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اِلَّا كَبِيۡرًا لَّهُمۡ لیکن جوان بتوں میں سے بڑا، نفیس اور معزز سمجھا جاتا تھا اسے آپ نے کچھ نہ کہا: لَعَلَّهُمۡ اِلَيۡهِ يَرۡجِعُوۡنَ آپ نے ان کے ساتھ یہ تدبیر فرمائی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور عبرت حاصل کریں۔ قَالُوۡا فَاۡتُوۡا بِهٖ عَلٰٓى اَعۡيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡهَدُوۡنَ انہوں نے بغیر دلیل اور گواہی کے آپ کو گرفتار کرنا ناپسند کیا، اس لیے کہا اسے لوگوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 49-47، داراحیاء التراث العربی بیروت

کے روبرو لے آؤ تا کہ وہ گواہی دیں۔ ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ اسی وجہ سے آپ نے بڑے بت کو چھوڑ دیا تھا کہ ان کی عقلوں کو جھنجھوڑا جائے۔ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ وہ اندھے گر پڑے پھر سابقہ گمراہی میں۔ بری غیرت نے قوم کو گھیرے میں لے لیا۔ کہنے لگے تم خوب جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ (1)

ابن جریر، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے جُذٰذًا کا مطلب حُطٰمًا (ریزہ ریزہ کرنا) روایت کیا ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا معنی پھاڑنا روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر ررحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ ان بتوں میں سے بڑا بت تھا۔

امام ابوداؤد، ترمذی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلام میں کبھی ظاہراً بھی جھوٹ نہیں بولا مگر تین صورتوں میں رضائے الٰہی کی خاطر۔ ایک آپ نے فرمایا (۱) میری طبیعت ناز ساز تھی، جب کہ آپ کی اس وقت طبیعت ناساز نہیں تھی (۲) آپ نے حضرت سارہ کے متعلق کہا کہ یہ میری بہن ہے (۳) آپ نے فرمایا اس بڑے (بت) نے یہ حرکت کی ہوگی۔(3)

امام ابو یعلی رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگ (قیامت کے روز) حضرت ابراہیم کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں۔ آپ فرمائیں گے۔ میں نے (ظاہراً) تین جھوٹے بولے تھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اور ان میں سے کوئی بھی (حقیقۃً) جھوٹ نہیں تھا مگر آپ نے اس کے ذریعہ سے اللہ کے دین کا دفاع کیا تھا۔ فرمایا (۱) میں بیمار ہوں (۲) اس بڑے نے یہ حرکت کی ہوگی (۳) حضرت سارہ کے متعلق کہا یہ میری بہن ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر رنے ابن جریج سے روایت کیا ہے: فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ یعنی وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔(4)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ یعنی پھر وہ اپنی رائے اور نظریے پر اوندھے گر گئے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے اُفٍّ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ کلمہ ردی کلام کے لیے بولا جاتا ہے۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿٦٩﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 52-47

2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 48

3۔ سنن ترمذی مع تحفۃ الاحوذی باب سورۃ الانبیاء، جلد 9، صفحہ 5 (3166)، دار الفکر بیروت

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 52

الۡاَخۡسَرِیۡنَ ﴿ۚ۷۰﴾ وَ نَجَّیۡنٰہُ وَ لُوۡطًا اِلَی الۡاَرۡضِ الَّتِیۡ بٰرَکۡنَا فِیۡہَا لِلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۷۱﴾ وَ وَہَبۡنَا لَہٗۤ اِسۡحٰقَ ؕ وَ یَعۡقُوۡبَ نَافِلَۃً ؕ وَ کُلًّا جَعَلۡنَا صٰلِحِیۡنَ ﴿۷۲﴾ وَ جَعَلۡنٰہُمۡ اَئِمَّۃً یَّہۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡہِمۡ فِعۡلَ الۡخَیۡرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءَ الزَّکٰوۃِ ۚ وَ کَانُوۡا لَنَا عٰبِدِیۡنَ ﴿ۚۙ۷۳﴾

''(سب یک زبان ہو کر) بولے جلا ڈالو اس کو اور مدد کرو اپنے خداؤں کی اگر تم کرنا چاہتے ہو۔ (جب آپ کو آتش کدہ میں پھینکا گیا تو) ہم نے حکم دیا اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا باعث بن جا ابراہیم کے لیے۔ انہوں نے تو ابراہیم کو گزند پہنچانے کا ارادہ کیا لیکن ہم نے ان کو نا کام بنا دیا۔ اور ہم نے نجات دی آپ کو اور لوط کو، اس سرزمین کی طرف (ہجرت کا حکم دیا) جسے ہم نے بابرکت بنایا تھا تمام جہان والوں کے لیے۔ اور ہم نے عطا فرمایا انہیں اسحٰق (جیسا فرزند) اور یعقوب (جیسا) پوتا اور سب کو ہم نے صالح بنا دیا۔ اور ہم نے بنا دیا انہیں پیشوا (لوگوں کے لیے) وہ راہ دکھاتے تھے ہمارے حکم سے اور ہم نے وحی بھیجی ان کی طرف کہ وہ نیک کام کریں اور نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور وہ سب ہمارے عبادت گزار تھے''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے یہ آیت عبد اللہ بن عمر کے سامنے تلاوت کی تو انہوں نے فرمایا مجاہد! تجھے معلوم ہے کہ ابراہیم کو آگ میں جلانے کا مشورہ کس نے دیا تھا؟ میں نے کہا نہیں، عبد اللہ بن عمر نے فرمایا: وہ فارس کے بدوؤں میں سے ایک آدمی تھا یعنی الاکراد۔ (1)

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب ابراہیم علیہ کے لیے لکڑیاں جمع کی گئیں اور انہیں آگ میں ڈالا گیا تو بارش کے فرشتہ نے یہ کہنا شروع کر دیا مجھے کب بارش برسانے کا حکم ہوگا کہ میں بارش برساؤں؟ اللہ تعالیٰ کا حکم بہت جلدی پہنچنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّ سَلٰمًا جب یہ حکم ہوا تو زمین پر موجود ہر آگ بجھ گئی تھی۔

امام احمد، طبرانی، ابویعلی اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو زمین کا ہر جانور اس آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہا تھا سوائے چھپکلی کے، یہ حضرت ابراہیم پر آگ کو پھونکیں مار رہی تھی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (چھپکلی کو) قتل کرنے کا حکم دیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپکلیوں کو مارنے کا حکم دیا۔ یہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو بھڑکاتی تھیں۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت معمر عن قتادہ عن بعضہم رحمہ اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 54، دار احیاء التراث العربی بیروت

ﷺ نے فرمایا: مینڈک حضرت ابراہیم سے آگ کو بجھاتا تھا اور چھپکلی آگ کو بھڑکاتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے مینڈک کو مارنے سے منع کیا اور چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا۔(1)

امام ابن المنذر نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مینڈک کو برا بھلامت کہو کیونکہ اس کی آواز تسبیح، تقدیس اور تکبیر ہے، جانوروں نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ وہ ابراہیم علیہ السلام سے آگ کو بجھائیں، تو مینڈک کو اجازت دی گئی۔ پس آگ جب آپ پر تہہ درتہہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آگ کے سمندر کو پانی کی ٹھنڈک میں بدل دیا۔

امام ابویعلی، ابونعیم، ابن مردویہ اور الخطیب رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ نے یہ کہا اے اللہ! تو آسمان میں ایک ہے اور میں زمین میں ایک ہوں جو تیری عبادت کرتا ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو سب سے پہلا کلمہ جو آپ نے کہا وہ یہ تھا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں آگ نے حضرت ابراہیم کا کچھ نہ جلایا سوائے اس رسی کے جس کے ساتھ آپ کو باندھا گیا تھا۔(3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت المنہال بن عمرو رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے بتایا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ کی عمر پچاس یا چالیس سال تھی، فرماتے ہیں: میری زندگی کے حسین اور عمدہ دن اسی عمر کے تھے جب میں چالیس پچاس کے درمیان تھا، میں خواہش کرتا تھا کہ میری ساری زندگی اسی طرح ہو۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب ابراہیم خلیل الرحمن کو آگ میں ڈالا گیا، بارش کے فرشتہ نے عرض کی یارب! تیرا خلیل ابراہیم امید کرتا ہے کہ اس کے لیے بارش برسانے کی اجازت دی جائے گی، پس اللہ تعالیٰ کا امر اس سے جلدی نافذ ہونے والا تھا۔ ارشاد فرمایا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا پس زمین کی ہر آگ بجھ گئی۔(4)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت شعیب الجبائی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس شخص نے کہا تھا کہ ابراہیم کو جلا دو اسکا نام ہیون تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا تھا اور وہ قیامت تک دھنستا ہی چلا جائے گا۔(5)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قُلْنَا يٰنَارُ یہ کہنے والا جبرئیل تھا۔(6)

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ بَرْدًا کے بعد سَلٰمًا نہ فرماتے تو حضرت ابراہیم ٹھنڈک کی وجہ سے وصال کر جاتے۔ اس دن سطح

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 4، صفحہ 341، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما اعطی اللہ ابراہیم، جلد 6، صفحہ 331، دارالتاج بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 55 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 54 6۔ ایضاً

زمین پر جلنے والی ہر آگ بجھ گئی تھی، ہر آگ نے یہ گمان کیا کہ مجھے حکم ہو رہا ہے۔(1)

امام الفریابی، ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بَرْدًا کے بعد سَلٰمًا نہ فرماتے تو آگ کی ٹھنڈک ہی آپ کو مار دیتی۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شمر بن عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب لوگوں نے حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو بارش کے فرشتے نے عرض کی یا رب! تیرا خلیل امید کرتا ہے کہ اس کے لیے بارش برسانے کی اجازت دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰنَارُ كُوْنِیْ الخ تو اس دن زمین پر جلنے والی آگ بجھ گئی۔

امام احمد نے الزہد میں اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہلال رحمہ اللہ کے طریق سے بکر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو تمام مخلوق حاضر ہوئی اور عرض کی: یا رب! تیرا خلیل آگ میں ڈالا جا رہا ہے، ہمیں اس سے آگ بجھانے کی اجازت مرحمت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ میرا خلیل ہے اور زمین پر اس کے علاوہ میرا کوئی خلیل نہیں ہے، میں اس کا الٰہ ہوں، میرے علاوہ اس کا کوئی الٰہ نہیں ہے، اگر وہ تم سے مدد طلب کرتا ہے تو تم اس کی ضرور اس کی مدد کرو ورنہ اسے میرے بھروسہ پر چھوڑ دو۔ فرماتے ہیں: بارش کا فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کی: یا رب! تیرا خلیل آگ میں پھینکا جا رہا ہے، مجھے اس سے بارش کے ذریعے آگ بجھانے کی اجازت دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ میرا خلیل ہے، زمین پر اس کے علاوہ میرا کوئی خلیل نہیں ہے، میں اس کا الٰہ ہوں اس کے لیے میرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، اگر وہ تجھ سے مدد مانگتا ہے تو اس کی مدد کرو ورنہ اسے چھوڑ دو۔ فرماتے ہیں جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ نے دعا فرمائی۔ حضرت ابو ہلال اس دعا کے الفاظ بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ پس مشرق و مغرب میں ہر جلنے والی آگ ٹھنڈی ہو گئی اور اس دن کوئی آگ کسی جگہ نہ جلی۔(3)

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت کعب نے فرمایا: اس دن اہل زمین میں سے کسی نے آگ سے کوئی نفع حاصل نہ کیا اور اس دن آگ نے کچھ نہ جلایا سوائے حضرت ابراہیم کی رسی کے جس سے آپ کو باندھا گیا تھا۔ قتادہ فرماتے ہیں اس دن حضرت ابراہیم سے آگ بجھانے کے لیے ہر جانور آیا سوائے چھپکلی کے۔ وہ آگ تیز کرنے کے لیے آئی تھی۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آگ میں جبرئیل امین بھی تھے، وہ آپ سے پسینہ پونچھ رہے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ اس آگ میں بیٹھ گئے تو لوگوں نے اپنے بادشاہ کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ آیا تو متعجب نگاہوں سے دیکھنے لگا! ایک شرارہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 54
2۔ کتاب الزہد، صفحہ 101، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، صفحہ 02-101
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 56

اس آگ سے اڑا اور بادشاہ کے پاؤں کے انگوٹھے پر گرا تو وہ اس طرح جل گیا جس طرح اونی کپڑا جلتا ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم آگ سے باہر نکلے تو آپ کو پسینہ آیا ہوا تھا اور آگ نے صرف آپ کی رسی کو جلایا تھا، لوگوں نے ایک اور شخص کو پکڑ کر آگ میں ڈالا تو وہ جل گیا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان بن صرد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے (سلیمان نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی تھی) کہ جب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے لکڑیاں اکھٹی کرنی شروع کر دیں۔ ایک بوڑھی عورت اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اٹھا کر لاتی اس سے پوچھا جاتا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ کہتی میں اس شخص کی طرف جا رہی ہوں جو ہمارے خداؤں کا برائی سے ذکر کرتا ہے، حضرت ابراہیم کو آگ میں پھینکنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ (الصافات) پھر جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ نے فرمایا حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰنَارُ كُوْنِیْ ابولوط جو حضرت ابراہیم کا چچا تھا اس نے کہا آگ نے ابراہیم کو میری قرابت کی وجہ سے نہیں جلایا اللہ تعالیٰ نے آگ سے ایک گردن بھیجی جس نے اس کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

امام الفریابی، ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا ہونے کا حکم دیا تو وہ اتنی ٹھنڈی ہوگئی کہ آپ کو تکلیف دینے لگی حتی کہ اللہ تعالیٰ نے سَلٰمًا فرمایا تو اس سے تکلیف ختم ہوگئی۔(1)

امام الفریابی اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سَلٰمًا نہ فرماتے تو حضرت ابراہیم کو ٹھنڈک ہی ختم کر دیتی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سب سے بہتر قول وہ ہے جو حضرت ابراہیم کے باپ نے کہا تھا۔ جب آپ سے طبق اٹھایا گیا جب کہ آپ آگ میں تھے تو اس نے دیکھا کہ آپ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم کے والد نے اسے وقت کہا نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ اے ابراہیم! تیرا پروردگار کتنا (لجپال) اور اچھا ہے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت شعیب الجبائی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں پھینکا گیا تو اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی اور اسحٰق علیہ السلام کو ذبح کیا گیا تو آپ کی عمر سات سال تھی۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت معتمر بن سلیمان عن بعض اصحابہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ جبرئیل امین ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے جب کہ آپ کو آگ میں ڈالنے کے لیے باندھا جا رہا تھا کہا اے ابراہیم! کیا تجھے کوئی ضرورت ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا تجھ سے نہیں۔(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ارقم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جب کہ آپ کو آگ میں پھینکنے کے لیے باندھا جا رہا تھا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ لَكَ الْحَمْدُ وَ لَكَ الْمُلْكُ لَا شَرِیْكَ لَكَ۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 55 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 56 5۔ ایضاً

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سَلٰمًا فرمایا تا کہ آگ کی ٹھنڈک آپ کو اذیت نہ دے۔ اگر اللہ تعالیٰ سَلٰمًا کا کلمہ نہ فرماتے تو ٹھنڈک آپ کے لیے گرمی سے زیادہ اذیت ناک ہو جاتی۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لوگوں نے ایک اور شخص کو آگ میں ڈال دیا تا کہ اس کی نجات کو دیکھ لیں جیسے حضرت ابراہیم کو نجات ملی ہے۔ تو وہ شخص جل گیا۔(2)

امام ابن ابی شیبہ اور ابو مالک رحمہما اللہ سے اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ کے تحت فرمایا ہے کہ الْاَرْضِ سے مراد شام کی زمین ہے۔(3)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ مذکورہ آیت میں الْاَرْضِ سے مراد شام کا ملک ہے۔ ہر میٹھا پانی اس چٹان سے آتا ہے جو بیت المقدس میں ہے، آسمان کا پانی چٹان کی طرف آتا ہے پھر زمین میں بکھر جاتا ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ شام میں سترہ سو انبیاء کی قبور ہیں، دمشق آخر زمانہ میں جنگوں سے لوگوں کی پناہ ہوگا۔(4)

امام حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے۔(5)

امام ابن سعد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب حضرت ابراہیم کوثی سے چلے گئے اور آگ سے باہر آئے تو آپ کی زبان سریانی تھی پھر جب حران سے فرات کو عبور کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان بدل دی اور جب فرات کو عبور کیا تو عبرانی ہوگئی، نمرود نے آپ کے پیچھے آدمی بھیجے اور کہا ہر سریانی زبان بولنے والے شخص کو میرے پاس لے آؤ، حضرت ابراہیم سے ملے تو آپ عبرانی میں گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا اور وہ آپ کی زبان نہ پہچان سکے۔(6)

امام ابن عساکر نے حضرت حسان بن عطیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبط کے بادشاہ نے لوط علیہ السلام پر حملہ کیا اور لوط علیہ السلام کو اور آپ کے اہل کو قیدی بنالیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کی خبر پہنچی تو آپ اہل بدر کی تعداد یعنی تین سو تیرہ افراد کے ساتھ لوط علیہ السلام کی تلاش میں نکلے۔ آپ کا مقابلہ معفور کے صحراء میں نبطیوں سے ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لشکر میمنہ، میسرہ اور قلب کی صورت میں ترتیب دیا۔ سب سے پہلے جنگ میں لشکر کی یہ ترتیب آپ نے دی تھی، جنگ شروع ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں شکست دی اور حضرت لوط اور آپ کے اہل کو خلاصی دلوائی۔(7)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نَجَّیْنٰهُ میں مفعول ضمیر کا مرجع ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ میں الْاَرْضِ سے مراد وہ ارض مقدسہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں۔ کیونکہ زمین میں ہر میٹھا پانی اسی زمین سے آتا ہے۔ یعنی بیت المقدس میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 56 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 56

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 410 (32462)، دار التاج بیروت 4۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 2، صفحہ 411، دار الفکر بیروت

5۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 561، مکتبۃ النصر الحدیثۃ

6۔ طبقات ابن سعد، باب ذکر ابراہیم خلیل الرحمٰن، جلد 1، صفحہ 46، دار صادر بیروت 7۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 50، صفحہ 307، دار الفکر بیروت

موجود چٹان کی جڑ سے آتا ہے، آسمان سے پانی اس چٹان کی طرف آتا ہے پھر وہاں سے زمین میں پھیل جاتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام عراق کی زمین میں تھے پھر وہ شام کی زمین کی طرف چلے گئے، شام کو عماد دار الہجرہ کہا جاتا تھا، زمین میں سے جو کم ہوا وہ شام میں زیادہ کیا گیا اور جو شام سے کم ہوا وہ فلسطین میں زیادہ کیا گیا، کہا جاتا ہے کہ شام محشر و منشر کی زمین ہے۔ اس میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور اسی جگہ اللہ تعالیٰ شیخ الضلالہ دجال کو ہلاک کرے گا۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْاَرْضِ سے مراد شام کی زمین ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْاَرْضِ سے مراد حران کا علاقہ ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ یعنی ہم نے انہیں بیٹا اسحٰق عطا فرمایا۔ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً اور یعقوب (جیسا) پوتا عطا فرمایا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے نَافِلَةً کا معنی عطیہ روایت کیا ہے۔(2)

امام عبد الرزاق اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت الکلبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تو آپ کی دعا قبول کی گئی اور مزید یعقوب علیہ السلام عطا فرمائے گئے۔(3)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الحکم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نَافِلَةً سے مراد پوتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں مقتدیٰ بنایا، امر الٰہی میں ان کی اقتدا کی جاتی ہے۔(4)

وَ لُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىِٕثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۙ﴿۷۴﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۚ﴿۷۶﴾ وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

''اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم عطا فرمایا اور نجات دی اسے اس گاؤں سے جس کے باشندے بہت رزیل کام کیا کرتے تھے بے شک وہ لوگ بڑے نابکار اور نافرمان تھے۔ اور ہم نے اسے داخل کر لیا اپنے (حریم) رحمت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 59
2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 60
3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 388 (1872)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 60

میں بے شک وہ نیکو کاروں میں سے تھا۔ اور یاد کرو نوح کو جب انہوں نے (ہمیں) پکارا پیش ازیں تو ہم نے قبول فرمایا ان کی دعا کو اور بچایا انہیں اور ان کے گھر والوں کو سخت مصیبت سے۔ اور ہم نے ان کی حمایت کی اس قوم کے مقابلہ میں جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا۔ بے شک وہ بڑے ناہنجار لوگ تھے پس ہم نے غرق کر دیا ان سب کو"۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قوم لوط میں دس ایسی عادتیں تھیں جن کی وجہ سے وہ مشہور تھے: کبوتروں سے کھیلنا، غلیل سے ڈھیلے پھینکنا، مجلس میں کنکریاں پھینکنا، بالوں کو پھیلانا، مصطگی کا چبانا، ازار لٹکانا، برہنہ ہونا، مردوں سے بدکاری کرنا، شراب کی محفل سجانا، یہ امت ان برائیوں پر اضافہ کرے گی۔(1)

ابن ابی الدنیا نے ذم الملاہی میں اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: چھ عادات اس امت میں قوم لوط کی عادات سے ہیں: غلیلیں چلانا، سیٹیاں بجانا، ڈھیلے پھینکنا، کنکریاں پھینکنا، برہنہ ہونا، مصطگی چبانا۔(2)

امام اسحٰق بن بشر، الخطیب اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھ (بری) عادتیں قوط لوط نے اپنائیں، ان کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے میری امت اس پر ایک خصلت کا اضافہ کرے گی (۱) مردوں کا مردوں سے برائی کرنا (۲) غلیلوں سے ڈھیلے پھینکنے (۳) کنکریاں پھینکنا (۴) کبوتروں سے کھیلنا (۵) دف بجانا (۶) شراب پینا (۷) داڑھی کٹوانا (۸) مونچھیں بڑھانا (۹) سیٹیاں بجانا (۱۰) تالیاں بجانا (۱۱) ریشم کا لباس پہننا اور میری امت ان برائیوں پر ایک خصلت کا اضافہ کرے گی، اور وہ عورتوں کا عورتوں سے برائی کرنا ہے۔(3)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت الزبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قوم لوط کی تمام عادتیں ختم ہوگئی ہیں مگر تین باقی ہیں: تلواروں کی نیام کے لوہے، ناخنوں کو دانتوں سے توڑنا، شرمگاہ کا کھولنا۔(4)

ابن جریر نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ فِیْ رَحْمَتِنَا سے مراد اسلام ہے یعنی ہم نے اسے اسلام میں داخل کیا۔(5)

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ۖ وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَ الطَّیْرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۷۹﴾ وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 50، صفحہ 321، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 50، صفحہ 321 3۔ ایضاً، جلد 50، صفحہ 322
4۔ ایضاً، جلد 50، صفحہ 321 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 61

وَ كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿٨١﴾ وَ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ يَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٨٢﴾

''اور یاد کرو داؤد و سلیمان (علیہما السلام) کو جب وہ فیصلہ کر رہے تھے ایک کھیتی کے جھگڑے کا، جب رات کے وقت چھوٹ گئیں اس میں ایک قوم کی بکریاں اور ہم ان کے فیصلہ کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ سو ہم نے سمجھا دیا وہ معاملہ سلیمان کو اور ان سب کو ہم نے بخشا تھا حکم اور علم اور ہم نے فرمانبردار بنا دیا داؤد کا پہاڑوں اور پرندوں کو، وہ سب ان کے ساتھ مل کر تسبیح کہا کرتے اور (یہ شان) ہم دینے والے تھے۔ اور ہم نے سکھا دیا انہیں زرہ بنانے کا ہنر تمہارے فائدہ کے لیے تا کہ وہ زرہ بچائے تمہیں تمہاری زد سے تو کیا تم (اس احسان کا) شکریہ ادا کرنے والے ہو۔ اور ہم نے سلیمان کے لیے تند و تیز ہوا کو فرمانبردار بنا دیا، چلتی تھی وہ ہوا ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف جسے ہم نے بابرکت بنا دیا تھا اور ہم ہر چیز کو جاننے والے تھے۔ اور ہم نے مسخر کر دیئے شیطانوں میں سے جو (سمندروں میں) غوطہ زنی کرتے ان کے لیے اور کیا کرتے طرح طرح کے اور کام اور ہم ہی ان کے نگہبان تھے''۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت داؤد کا نسب یہ تھا: داؤد بن ایشا بن عوید بن عابر جو یہوذا ابن یعقوب کی اولاد سے تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا قد چھوٹا تھا، آنکھیں نیلی تھیں، بال کم تھے اور دل پاک تھا۔ (1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک کھیت تھا جس میں رات کے وقت کسی قوم کی بکریاں چھوٹ گئی تھیں، ان کا اس کھیتی کے متعلق جھگڑا ہوا تو وہ اپنا جھگڑا حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے گئے۔ آپ نے بکریوں کا فیصلہ کھیتی والوں کے حق میں کر دیا۔ وہ لوگ حضرت سلیمان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ کے سامنے اس فیصلہ کا ذکر کیا۔ حضرت سلیمان نے فرمایا بکریاں نہیں دی جائیں گی۔ بلکہ بکریوں والے اس کھیتی کی دیکھ بھال کریں۔ جب یہ دوبارہ اس طرح تیار ہو جائے جس طرح پہلے تھی تو مالک کے حوالے کر دیں۔ پس اس وقت یہ آیت نازل ہوئی فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ۔ (2)

امام ابن جریر، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ وہ انگوروں کی بیلیں تھیں جن پر انگوروں کے گچھے لگ چکے تھے۔ ان کو بکریوں نے خراب کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بکریاں کھیتی والے کو دینے کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت سلیمان نے فرمایا: اے اللہ کے نبی! اس کے علاوہ بھی کوئی فیصلہ ہو سکتا ہے؟ حضرت داؤد نے کہا وہ کیا ہو سکتا ہے؟ حضرت سلیمان نے فرمایا: کھیتی بکریوں والے کی سپرد کی جائے، وہ اس کی دیکھ بھال کرے حتی کہ وہ پہلے کی طرح ہو جائے اور بکریاں، کھیتی والے کے حوالے کی جائیں، وہ ان سے نفع حاصل کرے حتی کہ جب کھیتی پہلے کی طرح تیار ہو جائے تو کھیتی مالک کے حوالے کی جائے اور بکریاں اپنے مالک کے سپرد کی جائیں۔ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ سے یہی مراد ہے۔ (3)

1۔ مستدرک حاکم، حصہ 2، صفحہ 585، مکتبۃ النصر الحدیثہ 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 64-62 3۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 63

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس کھیت میں بکریاں چھوٹ گئی تھیں وہ انگور کا کھیت تھا۔ ان بکریوں نے پتے اور انگور سب کھا ڈالے تھے، وہ لوگ فیصلہ لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے، حضرت داؤد علیہ السلام نے بکریاں کھیتی کے مالک کے حوالے کر دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: انگوروں والے کی بیلیں اور زمین باقی ہے، اس کے لیے فیصلہ اس طرح ہوگا کہ بکریاں کھیتی والے کو دی جائیں، وہ ان کا دودھ، اون اور دوسرے منافع حاصل کرتا رہے اور بکریوں کے مالک کے سپرد کھیتی کی جائے، وہ آباد کرے، اس کی اصلاح کرے حتی کہ وہ اس حالت پر لوٹ آئے جس پر اسے بکریاں چر گئی تھیں۔ پھر بکریوں والے کو اپنی بکریاں دی جائیں اور کھیتی والے کو اپنی کھیتی دی جائے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گئے۔ ایک کھیتی کا مالک تھا اور دوسرا بکریوں کا مالک تھا۔ کھیتی والے نے کہا اس شخص نے اپنی بکریاں میری کھیتی میں چھوڑ دی تھیں، میرا کھیتی کا کچھ بھی باقی نہیں رہا، حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: تم جاؤ یہ تمام بکریاں تیری ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ فرما دیا۔ بکریوں کا مالک حضرت سلیمان کے پاس سے گزرا۔ انہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ سے آگاہ کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا اے اللہ کے نبی! فیصلہ تو آپ کے فیصلہ کے سوا درست ہے۔ حضرت داؤد نے فرمایا: وہ کیسے؟ حضرت سلیمان نے فرمایا کھیتی کی کل پیداوار سے مالک محروم ہوا ہے جو اسے ہر سال ملتی تھی، اس کے لیے بکریوں والے کی بکریاں لے کر اس کے حوالے کی جائیں۔ وہ ان کے بچوں اور اون سے نفع حاصل کرے حتی کہ وہ اپنی کھیتی کی قیمت پوری کرے کیونکہ بکریوں کے ہر سال بچے پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا تو نے فیصلہ درست کیا ہے۔ فیصلہ یہی ٹھیک ہے جو تو نے کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو فیصلہ سمجھا دیا تھا۔ (1)

امام ابن جریر اور عبد الرزاق رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ داؤد علیہ السلام نے کھیتی کے بدلے بکریاں نہیں دی تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بکریوں کی اون اور دودھ کا کھیتی والوں کے حق میں فیصلہ کیا تھا اور ان پر ہی بکریوں کا چرانا لازم کیا۔ اور بکریوں والے کھیتی باڑی کریں گے حتی کہ کھیتی اسی دن کی طرح ہو جائے جس دن وہ بکریوں نے کھائی تھی۔ پھر وہ اپنی کھیتی لے لیں اور وہ اپنی بکریاں واپس لے لیں۔ (2)

امام ابن جریر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رات کے وقت بکریوں کے چھوٹنے کے لیے النفش اور دن کے وقت چھوٹنے کے لیے الھمل استعمال ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں: ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ ایک قوم کی بکریاں رات کے وقت کھیت میں چھوٹ گئیں، فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا بکریاں کھیتی والے کی ہوں گی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس طرح فیصلہ نہیں ہے بلکہ کھیتی والے کے لیے بکریوں کے بچے،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 63 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 64

دودھ، اون، بال، دودھ وغیرہ ہوں گے حتی کہ آئندہ سال کھیتی اس دن کی طرح ہو جائے جس دن چرائی گئی تھی۔ پس اس وقت بکریوں والے اپنی بکریاں لے لیں اور کھیتی والے اپنی کھیتی لے لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ اور زہری رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک قوم کی کھیتی میں بکریاں رات کو چھوٹ گئیں تو حضرت داؤد علیہ السلام نے بکریاں لے لینے کا فیصلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو فیصلہ سمجھا دیا۔ جب حضرت سلیمان کو حضرت داؤد کے فیصلہ کی خبر دی گئی تو حضرت سلیمان نے فرمایا: فیصلہ اس طرح نہیں ہے۔ لیکن تم بکریاں لے لو اور آئندہ سال تک جوان کی اولاد اور اون وغیرہ حاصل ہو اس سے نفع حاصل کرو۔(2)

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک عابدہ عورت تھی، وہ تنہا رہتی تھی اور اس کی دو حسین وجمیل لونڈیاں تھیں۔ وہ عورت تنہا رہتی تھی اور مردوں سے میل جول کا ارادہ نہ رکھتی تھی۔ ایک لونڈی نے دوسری سے کہا ہم پر آزمائش کا زمانہ طویل ہو گیا ہے۔ یہ تو مردوں سے ملاپ کا ارادہ نہیں رکھتی اور ہم جب تک اس کے زیر فرماں رہیں گے۔ تکلیف میں رہیں گی۔ اگر ہم اس کو رسوا کریں اور اس کو رجم کر دیا جائے تو ہم مردوں سے نکاح کر لیں گی۔ وہ دونوں انڈے کا پانی لے کر آئیں وہ سجدہ میں تھی تو انہوں نے اس کی شرم گاہ سے کپڑا اٹھا کر وہ پانی پھینک دیا اور چلانے لگیں کہ اس عورت نے بدکاری کی ہے۔ اس زمانہ میں زانی کی حد رجم تھی۔ فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے جایا گیا، انڈے کا پانی اس عورت کے کپڑوں پر لگا ہوا تھا، حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا تم آگ لے آؤ۔ اگر وہ مردوں کا پانی ہوا تو بکھر جائے گا اور اگر انڈے کا پانی ہوا تو جمع ہو جائے گا۔ پس آگ لائی گئی، اسے اس پانی پر رکھا گیا۔ تو وہ پانی جمع ہو گیا اس طرح رجم کی حد دور ہو گئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان کو گلے لگایا اور پیار فرمایا۔

پھر اس کے بعد کھیتی والوں اور بکریوں والوں کا فیصلہ آیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے بکریوں کا فیصلہ کھیتی والوں کے لیے کر دیا۔ پس وہ بکریاں لے کر نکلے اور ان کے چرواہے نکلے تو ان کے ساتھ تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا تمہارا کیسے فیصلہ ہوا؟ انہوں نے فیصلہ سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا اگر فیصلہ میرے سپرد کیا جاتا تو میں اس فیصلہ کے علاوہ فیصلہ کرتا۔ حضرت داؤد کو بتایا گیا کہ حضرت سلیمان ایسا ایسا کہہ رہے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان کو بلایا اور پوچھا تم ان کے درمیان کیسے فیصلہ کرتے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: بکریاں میں اس سال کھیتی والوں کو دے دیتا، پس بکریوں کے بچے، دودھ، اون اور منافع ان کے ہوتے اور بکریوں والے اس سال اس زمین میں بیج ڈالتے (اور اس کی دیکھ بھال کرتے) جب کھیتی پہلے کی طرح تیار ہو جاتی تو کھیتی والے اپنی کھیتی لے لیتے اور بکریوں والے اپنی بکریاں لے لیتے۔(3)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نَفَشَتْ کا معنی رعت (چر گئیں) روایت کیا ہے۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 65 2۔ ایضاً 3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 344 (31894)، دار التاج بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 65

امام الطستی رحمہ اللہ نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے نَفَشَتْ کا معنی پوچھا تو آپ نے فرمایا النفش کا معنی رات کے وقت چرنا ہے۔ اس نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا تو نے لبید کا قول نہیں سنا:

بَدَّلْنَ بَعْدَ النَّفْشِ الْوَجِيْفَا وَبَعْدَ طُوْلِ الْحُزْنِ الصَّرِيْفَا

اس شعر میں النفش اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، احمد، سعد بن منصور، عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذ راور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حرام بن محیصہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ براء بن عازب کی اونٹنی ایک باغ میں داخل ہوگئی اور اسے خراب کر دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے یہ فیصلہ فرمایا کہ دن کے وقت باغ کی حفاظت باغ کے مالکوں پر ہے اور رات کے وقت جو مویشی فصل خراب کر جائیں۔ اس کی ضمانت مویشیوں کے مالکوں پر ہوگی۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت براء بن عازب کی اونٹنی کسی قوم کے باغ میں رات کے وقت داخل ہوگئی اور اسے اجاڑ دیا۔ وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن کے وقت باغ والوں پر باغ کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور رات کے وقت مویشیوں کی حفاظت کرنا مویشیوں کے مالکوں پر ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ پھر فرمایا یہ بکریاں رات کو کھیت میں داخل ہوئی تھیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ پڑھا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: فیصلہ وہ تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا تھا جب کہ داؤد علیہ السلام کو بھی ان کے فیصلے میں معیوب نہیں کیا۔ (2)

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں میں سب سے آسان عذاب والا وہ ہے جس کے پاؤں کے نیچے انگارے ہیں جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہے۔ حضرت ابوبکر الصدیق نے پوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جرم کیا ہے؟ فرمایا جس کے جانور ہوں، وہ کسی کی کھیتی میں چھوڑ دے اور اسے نقصان پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ نے (دوسروں کی) کھیتی اور اس کے ارد گرد چالیس سہم کا علاقہ حرام قرار دیا ہے۔ پس احتیاط کرو...... اس سے کہ انسان دنیا میں جو کچھ ہے، اس سے محبت کرے اور آخرت میں اپنے آپ کو ہلاک کرے۔ (3)

امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو عورتیں تھیں، ہر ایک کے پاس اپنا اپنا بچہ تھا، بھیڑیا آیا تو اس نے ایک بچہ اٹھا لیا۔ وہ دونوں فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے گئیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے موجود بچے کا فیصلہ بڑی عورت کے حق میں کر دیا۔ وہ دونوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 66 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 66

3۔ مصنف عبد الرزاق، باب حرمۃ الزرع، جلد 9، صفحہ 413، دار الکتب العلمیہ بیروت

فیصلہ سن کر باہر آئیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں بلالیا اور فرمایا چھری لے آؤ، میں اس بچے کو ان دونوں کے مابین نصف نصف کر دیتا ہوں۔ چھوٹی عورت نے کہا اللہ تجھ پر رحم فرمائے، یہ اس کا بیٹا ہے، اسے نصف نصف نہ کرو۔ (تو یہ جملہ سن کر) حضرت سلیمان نے فیصلہ چھوٹی عورت کے حق میں کر دیا۔(1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کی ایک حسین و جمیل عورت تھی، اس سے بنی اسرائیل کے چار رؤساء نے خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے ہر ایک سے انکار کر دیا۔ ان چاروں نے اس کے خلاف گواہی دینے پر اتفاق کر لیا، انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس اس کے خلاف گواہی دی کہ اس نے اپنے کتے سے برائی کی ہے اور یہ ہمیشہ ایسا کرتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ جب اسی دن ظہر کے بعد کا وقت ہوا تو حضرت سلیمان تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس آپ کے ہم عمر بچے جمع تھے۔ آپ بطور حاکم بیٹھے اور ان میں سے چار بچے مردوں کے لباس میں آئے اور ایک عورت کے لباس میں آیا۔ ان چار مردوں نے اس عورت کے خلاف گواہی دی کہ اس نے کتے کو اپنے اوپر قدرت دی ہے۔ حضرت سلیمان نے فرمایا ان گواہوں کو علیحدہ علیحدہ کر دو۔ آپ نے پہلے گواہ سے پوچھا: اس کتے کا رنگ کیا تھا؟ اس نے کہا سیاہ، اسے آپ نے علیحدہ بٹھا دیا پھر دوسرے گواہ کو بلایا، اس سے کتے کا رنگ پوچھا اس نے کہا سرخ تھا۔ پھر تیسرے کو بلایا، اس نے کہا، سیاہ تھا۔ پھر چوتھے کو بلایا تو اس نے کہا کتے کا رنگ سفید تھا، آپ نے ان تمام گواہوں کو قتل کرنے کا حکم سنایا، یہ فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے بیان کیا گیا تو آپ نے فوراً ان چاروں کو بلایا اور ان سے علیحدہ علیحدہ کتے کا رنگ پوچھا تو انہوں نے علیحدہ علیحدہ رنگ بیان کیے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا اے میرے بیٹے! ظالم بادشاہ کے غضب سے بچ کیونکہ اس کا غضب ملک الموت کے غضب کی طرح ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابن ابی نجیح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں وہ عطا کیا گیا ہے جو لوگوں کو عطا کیا گیا ہے نیز ہمیں وہ بھی عطا کیا گیا ہے جو لوگوں کو عطا نہیں کیا گیا، ہم نے وہ بھی جان لیا جو لوگوں نے جان لیا اور وہ بھی جان لیا جو لوگوں نے نہیں جانا اور تین کلمات سے افضل کسی چیز کو نہیں پایا: غصے میں حلم، فقر اور غنا میں میانہ روی اور رضا میں رہنا، ظاہراً اور سراً اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔(2)

امام ابن ابی شیبہ اور احمد رحمہما اللہ نے حضرت خیثمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ہم نے زندگی کی خوشحالی اور شدت کا تجربہ کیا، ہم نے پایا کہ زندگی میں کم (مال) ہی کافی ہے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ اور احمد رحمہما اللہ نے حضرت یحییٰ بن کثیر رحمہ اللہ سے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، باب الاقضیۃ، جلد 12، صفحہ 17 (20)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ کتاب الزہد، صفحہ 51، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 70 (34266)، دار التاج بیروت

السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹا! اپنے گھر والوں پر زیادہ غیرت نہ کیا کر ورنہ تو اس پر اپنی وجہ سے برا الزام لگائے گا اگر چہ وہ بری ہوگی۔ بیٹا! خاموش رہنا حیا میں سے ہے اور اسی سے وقار ہے، اے بیٹا! اگر تو چاہتا ہے کہ تو اپنے دشمن کو غصہ دلائے تو اپنے بیٹے سے ڈنڈا کبھی نہ اٹھا۔ اے بیٹا! جس طرح کیل دو پتھروں کے درمیان داخل ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح سانپ دو بلوں کے درمیان داخل ہو جاتا ہے اسی طرح خطا دو بیعوں کے درمیان داخل ہو جاتی ہے۔(1)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا شیر کے پیچھے چل اور عورت کے پیچھے نہ چل۔(2)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا بیٹا! ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونا بری زندگی ہے اور اپنے بیٹے سے مزید کہا: تجھ پر خشیت الٰہی کا اپنے اوپر طاری رکھنا لازم ہے کیونکہ یہ ہر چیز پر غالب ہے۔(3)

امام احمد رحمہ اللہ نے بکر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے سلیمان علیہ السلام سے کہا کون سی چیز زیادہ ٹھنڈی ہے، کون سی چیز زیادہ میٹھی ہے، کون سی چیز زیادہ قریب ہے، کون سی چیز زیادہ دور ہے؟ فرمایا سب سے میٹھی چیز بندوں کے نزدیک اللہ کی رحمت ہے اس کے بندوں میں اور سب سے ٹھنڈی چیز اللہ کا اپنے بندوں کو معاف کرنا اور بندوں کا ایک دوسرے کو معاف کرنا اور سب سے مانوس چیز جسم میں روح کا ہونا ہے اور سب سے وحشی چیز جسم سے روح کا نکلنا ہے اور سب سے کم یقین ہے اور سب سے زیادہ چیز شک اور سب سے قریب دنیا سے آخرت ہے اور سب سے بعید آخرت سے دنیا ہے۔(4)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: کسی کام کا قطعی فیصلہ نہ کر حتی کہ کسی راہنما سے مشورہ کر لے۔ جب تو مشورہ کرے تو پھر اس کام پر کبھی پریشان نہ ہو، اور فرمایا بیٹا! غربت و مسکنت کے ساتھ گناہ بہت برا ہے اور بری ترین گمراہی ہدایت کے بعد ہے اور اس سے بھی برا وہ شخص ہے جو پہلے عبادت گزار ہو پھر عبادت ترک کر دے۔(5)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تعجب ہے تاجر کے لیے وہ کیسے خلاصی پائے گا کہ دن کے وقت قسمیں اٹھاتا ہے اور رات کو سویا رہتا ہے۔(6)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن کثیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سلیمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا بیٹا! چغل خوری سے بچ، یہ تلوار کی دھار کی مانند ہے۔(7)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کے طرق سے حضرت حمید طویل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایاس بن معاویہ کو جب قاضی بننے کے لیے کہا گیا حضرت الحسن ان کے پاس آئے تو انہیں

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 52، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً
5۔ ایضاً 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً، صفحہ 115

پریشان دیکھا پھر ایاس رونے لگے حضرت الحسن نے پوچھا کیوں رورہے ہو؟ ایاس نے کہا اے ابوسعید! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ شخص جو فیصلہ کی صحت کے لیے کوشش کرتا ہے لیکن خطا کرتا ہے، وہ دوزخ میں ہے۔ دوسرا وہ شخص جسے خواہش نفس جھکا لیتی ہے، وہ بھی آگ میں ہے اور تیسرا جو فیصلہ کی صحت تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اور درست فیصلہ کر لیتا ہے، وہ جنت میں ہے، الحسن نے کہا اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا جو واقعہ قرآن میں بیان فرمایا ہے وہ تمہاری اس بات کو رد کرتا ہے۔ پھر یہ تلاوت کی وَ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی تعریف فرمائی اور داؤد علیہ السلام کی مذمت نہ فرمائی۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے حکام پر تین احکام لازم فرمائے: وہ اس کی آیات کے عوض تھوڑی قیمت نہ خریدیں، خواہش نفس کی پیروی نہ کریں، لوگوں سے نہ ڈریں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ (ص:26) ''اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا''۔ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ (المائدہ:44) تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ''میری آیات کے عوض تھوڑی سی قیمت مت خریدو''۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَ الطَّیْرَ فرماتے ہیں: جب حضرت داؤد علیہ السلام نماز پڑھتے تھے تو پرندے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ ہم نے حضرت داؤد کو زرہ بنانے کا ہنر سکھا دیا، پہلے زرہیں سیدھی ہوتی تھیں سب سے پہلے جنہوں نے زرہ کو حلقوں اور کڑیوں والی بنایا وہ داؤد علیہ السلام ہی تھے۔(1)

سدی سے روایت کیا ہے لَبُوْسٍ سے مراد لوہے کی زرہیں ہیں، لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ تاکہ یہ زرہ تمہیں اسلحہ کی زد سے بچائے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عاصم سے روایت کیا ہے: انہوں نے لِنُحْصِنَكُمْ یعنی نون کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام الفریابی رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان بن حیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: داؤد علیہ السلام کے ذکر الٰہی میں جب سستی آجاتی تو پہاڑ اور پرندے ذکر کرتے تاکہ آپ ان کا ذکر سن کر ذکر الٰہی کی طرف مشتاق ہو جائیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ہزار سال تھی اور حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر ساٹھ سال تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا یا رب! میری عمر میں سے چالیس سال اس کی عمر میں زیادتی کر دے۔ پس آدم علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہزار سال مکمل فرمائے اور داؤد علیہ السلام کے لیے بھی سو سال مکمل فرمائے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے ابن عباس سے روایت کیا ہے: حضرت داؤد علیہ السلام کا وصال اچانک ہفتہ کے روز ہوا تو پرندے آپ پر سایہ کیے ہوئے ٹھہرے رہے۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 67-66 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 17 (33917)، دار التاج بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 471 (3622)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے چھ لاکھ کرسیاں لگائی جاتی تھیں، پہلے انسانوں میں سے سرکردہ لوگ آتے۔ وہ آپ کے قریب والی کرسیوں پر بیٹھتے۔ پھر جنوں میں سے اشراف آتے، وہ انسانوں کے قریب بیٹھتے۔ پھر آپ پرندوں کو بلاتے تو وہ حاضرین مجلس پر سایہ کرتے۔ پھر آپ ہوا کو بلاتے، وہ تمام کو اٹھالیتی اور ایک صبح میں ایک ماہ کی مسافت طے کرتی۔ (1)

امام حاکم نے محمد بن کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں خبر پہنچی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی چھاؤنی سو فرسخ لمبی تھی، پچیس فرسخ انسانوں کے لیے پچیس فرسخ جنوں کے لیے پچیس فرسخ وحشیوں کے لیے اور پچیس فرسخ پرندوں کے لیے تھی آپ کے ایک ہزار کمرے تھے جن کی لکڑی پر شیشے کا کام کیا گیا تھا۔ ان میں تین سو دن کے لیے اور سات سو رات کے لیے تھے۔ آپ ہوا کو حکم دیتے تھے تو وہ آپ کو اٹھالیتی پھر ہوا کو اس تخت کو لے جانے کا حکم دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی تھی کہ میں تیری شاہی میں مزید یہ اضافہ کرتا ہوں کہ جو بھی کسی چیز کے متعلق بات کرے گا ہوا تجھے اس کے بارے آگاہ کردے گی۔ (2)

امام ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کو حکم فرماتے تھے تو وہ ایک عظیم ٹیلے کی طرف جمع ہوتی پھر آپ اپنے تخت کو ایک بلند جگہ رکھنے کا حکم فرماتے پھر آپ پروں والے گھوڑے کو منگواتے، وہ آپ کے تحت پر سوار ہو جاتا۔ اس کے بعد آپ ہوا کو حکم دیتے تو وہ آپ کے تحت کو آسمان کے نیچے ہر بلندی سے بلند رکھتی۔ آپ سر جھکائے رکھتے تھے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس بات کا شکر ادا کرنے کے لیے کہ اللہ کی ملک میں جو کچھ ہے ان کے ماتحت ہے اور آپ ادھر، ادھر، دائیں، بائیں متوجہ نہیں ہوتے تھے اور ہوا آپ کو وہاں اتارتی تھی جہاں آپ اترنا چاہتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام کا لکڑی کا مرکب تھا۔ اس میں ہزار حصے تھے اور ہر حصے میں ہزار کمرے تھے۔ آپ کے ساتھ اس مرکب میں جن اور انسان سوار ہوتے تھے۔ ہر حصہ کے نیچے ہزار شیطان (جن) ہوتے تھے جو اس مرکب کو اٹھاتے تھے۔ جب وہ مرکب (سواری) بلند ہوتا تو نرم ہوا آتی، وہ اسے لے کر چلتی اور جن آپ کے ساتھ ساتھ چلتے، آپ نے اپنی قوم کو ہمیشہ لشکروں کی صورت میں رکھا یعنی آپ ہر وقت کسی جنگی مہم پر روانہ رہتے اور لوگوں کو بھی ساتھ رکھتے (واللہ اعلم)۔

ابن عساکر نے السدی سے روایت کیا ہے الرِّيْحَ عَاصِفَةً کا مطلب تیز ہوا ہے اور الْاَرْضِ سے مراد شام کی زمین ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت داؤد علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو وارث بنایا، ان کی نبوت اور ملک کا بھی وارث بنایا اور ان پر مزید سرفرازیاں یہ فرمائیں کہ ہواؤں اور جنوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا تھا۔ (3)

ابن ابی حاتم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ آپ وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ پڑھتے تھے یعنی سلیمان کے لیے ہم نے ہوا کو مسخر کر دیا۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 644 (4142)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، (4141)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 68، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَ مِنَ الشَّیٰطِیۡنِ مَنۡ یَّغُوۡصُوۡنَ لَہٗ یعنی جن آپ کی خاطر پانی میں غوطہ زنی کرتے تھے۔

امام طبرانی اور دیلمی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سانپ کے دم کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سناؤ، تو اس طرح سنایا گیا بِسۡمِ اللّٰہِ شجنية قرنية ملحة بحر قفقط۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ معاہدہ ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیڑے مکوڑوں سے لیا تھا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام حاکم نے الشعبی سے روایت کیا ہے کہ بنو اسحٰق نے موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے ملک سلیمان تک تاریخ لکھی تھی۔(1)

وَ اَیُّوۡبَ اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗۤ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۸۳﴾ فَاسۡتَجَبۡنَا لَہٗ فَکَشَفۡنَا مَا بِہٖ مِنۡ ضُرٍّ وَّ اٰتَیۡنٰہُ اَہۡلَہٗ وَ مِثۡلَہُمۡ مَّعَہُمۡ رَحۡمَۃً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَ ذِکۡرٰی لِلۡعٰبِدِیۡنَ ﴿۸۴﴾ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِدۡرِیۡسَ وَ ذَا الۡکِفۡلِ ؕ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿ۚۖ۸۵﴾ وَ اَدۡخَلۡنٰہُمۡ فِیۡ رَحۡمَتِنَا ؕ اِنَّہُمۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۶﴾

"اور یاد کرو ایوب کو جب پکارا انہوں نے اپنے رب کو کہ مجھے پہنچی ہے سخت تکلیف اور تو ارحم الراحمین ہے (میرے حال پر رحم فرما)۔ تو ہم نے قبول فرمالی اس کی فریاد اور ہم نے دور فرمادی جو تکلیف انہیں پہنچ رہی تھی اور ہم نے عطا کیے اسے اس کے گھر والے نیز اتنے اور ان کے ساتھ اپنی رحمت خاص سے اور یہ نصیحت ہے عبادت گزاروں کے لیے۔ اور یاد کرو اسماعیل وادریس اور ذوالکفل (علیہم السلام) کو یہ سب صابروں کے گروہ سے تھے۔ اور ہم نے داخل فرمایا انہیں اپنی خاص رحمت میں یقیناً وہ نیک بندوں میں سے تھے"۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت سمرہ عن کعب کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایوب بن اموص اللہ تعالیٰ کے نبی صابر لمبے قد کے تھے۔ آپ کے بال گھنگھریالے تھے، آنکھیں کھلی تھیں اور انتہائی خوب صورت تخلیق الٰہی تھے۔ آپ کی پیشانی پر لکھا ہوا تھا المبتلی الصابر (ازمائش میں ڈالا گیا، صبر کرنے والا) آپ کی گردن چھوٹی تھی اور سینہ چوڑا تھا، پنڈلیاں اور بازوں موٹے تھے۔ آپ بیوہ عورتوں کو مال عطا فرماتے تھے اور اللہ کی رضا کے لیے انہیں لباس پہناتے تھے۔(2)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ایوب کا سلسلہ نسب یہ تھا: ایوب بن اموص بن رزاح بن عیص بن اسحٰق بن ابراہیم الخلیل۔(3)

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت الکلبی رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے: سب سے پہلے نبی جو مبعوث کیے گئے وہ ادریس

1۔ مستدرک حاکم، جلد2، صفحہ 644(4140)، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد2، صفحہ 635(4113) 3۔ ایضاً

علیہ السلام تھے، ان کے بعد نوح پھر ابراہیم پھر اسماعیل، پھر اسحق پھر یعقوب پھر یونس، پھر لوط، پھر ہود، پھر صالح، پھر شعیب، پھر موسیٰ، پھر ہارون، پھر الیاس، پھر الیسع، پھر یونس، پھر ایوب۔(1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب سے بڑے زاہد و عابد تھے اور سب سے زیادہ مال دار تھے۔ آپ اس وقت تک سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے جب تک کسی بھوکے کو سیر نہ کر لیتے تھے۔ آپ لباس نہ پہنتے تھے حتی کہ کسی برہنہ کو لباس پہنا لیتے تھے۔ ابلیس حضرت ایوب علیہ السلام کی طاقت و قوت سے عاجز آ گیا۔ تھا اس کا کوئی داؤ پیچ کارگر نہیں ہوتا تھا۔ آپ ایک معصوم بندے تھے۔(2)

امام احمد نے الزہد میں اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا: حضرت ایوب علیہ السلام کی شریعت کیا تھی؟ حضرت وہب نے فرمایا: توحید اور جھگڑا کرنے والوں کے درمیان صلح کرانا۔ اگر کسی کو کوئی حاجت ہوتی تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا پھر اپنی حاجت طلب کرتا(3)۔ پوچھا گیا آپ کا مال کیا تھا؟ فرمایا تین ہزار فدان (بیلوں کی جوڑیاں) اور ہر فدان کے ساتھ ایک غلام ہوتا تھا اور ہر غلام کے ساتھ ایک عورت ہوتی تھی اور ہر عورت کے ساتھ ایک گدھی اور چودہ ہزار بکریاں تھیں۔ آپ کوئی رات نہیں گزراتے تھے مگر آپ کے دروازے پر مہمان ضرور ہوتا تھا اور ہمیشہ کسی مسکین کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت سفیان الثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: ابلیس نے حضرت ایوب علیہ السلام سے ان کی مرض میں سوائے رونے کے کچھ نہ پایا۔(4)

امام ابن عساکر نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب سے فرمایا کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا جرم کیا ہے جس کی وجہ سے میں نے تجھے اس آزمائش میں ڈالا ہے؟ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا نہیں یارب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو فرعون کے پاس گیا تھا اور تو نے دو باتوں میں اس کے پاس مداہنت کی تھی۔(5)

امام ابن عساکر نے جویبر عن الضحاک عن ابن عباس کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کا سبب یہ تھا کہ ان سے ایک مسکین نے ظلم پر مدد طلب کی تھی کہ ان سے یہ ظلم دور کریں لیکن آپ نے اس مسکین کی مدد نہیں کی تھی، آپ نے نہ نیکی کا حکم دیا اور نہ ظلم کو مسکین کے ظلم سے روکا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آزمائش میں ڈال دیا۔(6)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت اللیث بن سعد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ سبب جس کی وجہ سے ایوب علیہ السلام آزمائش میں ڈالے گئے یہ تھا کہ آپ کے شہر والے اپنے بادشاہ کے پاس گئے۔ وہ ایک جابر بادشاہ تھا۔ لوگوں نے اس کے ظلم وستم کا اس کے سامنے ذکر کیا اور اس سے خوب ترش لہجہ میں گفتگو کی لیکن حضرت ایوب علیہ السلام نے نرم لہجہ میں گفتگو کی کیونکہ آپ کو اس سے اپنی کھیتی کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو نے اپنی کھیتی کی غرض سے میرے بندوں

1۔ طبقات ابن سعد، باب ذکر تسمیۃ الانبیاء، جلد 1، صفحہ 55-54، دار صادر بیروت

2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 10، صفحہ 59، دار الفکر بیروت　3۔ ایضاً

4۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 220 (10077)، دار الکتب العلمیہ بیروت　5۔ تاریخ ابن عساکر جلد 10، صفحہ 60، دار الفکر بیروت　6۔ ایضاً

میں سے ایک بندے کے سامنے تقیہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر مصیبت نازل کردی۔(1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابو ادریس الخولانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: شام میں قحط پڑ گیا، فرعون نے حضرت ایوب کو خط لکھا کہ تم ہمارے پاس آ جاؤ، ہمارے پاس تمہارے لیے وسعت ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنے گھوڑوں، جانوروں اور بیٹوں سمیت اس کے پاس چلے گئے، فرعون نے ان کے لیے زمین کا کچھ حصہ مقرر کر دیا۔ حضرت شعیب آئے اور فرعون سے کہا تو اس ذات سے نہیں ڈرتا جس کے ناراض ہونے سے آسمان اور زمین والے، پہاڑ اور دریا سب ناراض ہو جاتے ہیں؟ حضرت ایوب علیہ السلام خاموش رہے۔ جب فرعون اور شعیب آپ کے پاس سے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تو فرعون کے سامنے نہیں بولا تا کہ تیری زمین نہ چلی جائے، اب مصیبت کے لیے تیار ہو جا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کی میرا دین؟ فرمایا میں اسے تیرے لیے محفوظ رکھوں گا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا پھر مجھے کوئی پروا نہیں۔(2)

امام ابن ابی حاتم، ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت یزید بن میسرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو مال، اہل اور اولاد کے ختم کرنے کے ساتھ آزمائش میں ڈالا تو آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا تھا، آپ نے اللہ تعالیٰ کا بہت عمدہ ذکر کیا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ پھر عرض کی یا رب! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھ پر احسان فرمایا، تو نے مجھے مال اور اولاد کی نعمت سے نوازا جن کی محبت میرے دل کے ہر گوشہ میں داخل ہو گئی تھی، پھر یہ سب کچھ مجھ سے لے لیا اور میرے دل کو دنیا کی ہر فکر سے آزاد کر دیا۔ اب میرے اور تیرے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی، جو میں نے تیری تعریف کی ہے میرا دشمن اس کی وجہ سے مجھ سے حسد کرے گا، پس ابلیس کو حضرت ایوب کی اس عجز و نیاز میں ڈوبی ہوئی گفتگو سے بہت تکلیف ہوئی۔(3)

ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابونعیم نے الحلیۃ میں عبد اللہ بن عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائی تھے۔ ایک دن وہ آئے تو آپ کی بدبو کی وجہ سے آپ کے قریب نہ آ سکے۔ وہ دور کھڑے ہو گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا اگر اللہ تعالیٰ حضرت ایوب سے خیر جانتا تو انہیں اس مصیبت میں مبتلا نہ کرتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ان کی اس بات کی وجہ سے سخت جزع کی، ایسی جزع آپ نے کبھی کسی اور وجہ سے نہیں کی تھی۔ عرض کی اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی کوئی رات سیر ہو کر نہیں گزاری جب کہ مجھے معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ کوئی بھوکا موجود ہے تو تو میری تصدیق فرما۔ پس آسمان والوں نے حضرت ایوب کی بات کی تصدیق کی۔ وہ دونوں بھائی سن رہے تھے۔ پھر حضرت ایوب علیہ السلام سجدہ میں گر گئے اور عرض کی یا اللہ! تیری عزت کی قسم! میں سجدہ سے سر نہیں اٹھاؤں گا حتی کہ تو میری تکلیف کو دور کر دے۔ پس آپ نے سر نہ اٹھایا حتی کہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے تکلیف دور فرما دی۔(4)

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 10، صفحہ 61، دار الفکر بیروت　2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 61-60

3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 62　4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 85، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام کو پے درپے مصائب میں ڈالا گیا۔ اہل اور مال لینے کی آزمائش کے بعد بدن کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔ آپ مصیبت میں مبتلا رہے حتیٰ کہ آپ کو بنی اسرائیل کے ایک اروڑی (کوڑا کرکٹ کا ڈھیر) پر ڈال دیا گیا۔ پس حضرت ایوب علیہ السلام نے بھی اس مصیبت سے نجات کی دعا نہیں مانگی تھی ہمیشہ صبر میں رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دن آپ کے پاس سے دو شخص گزرے، ایک نے دوسرے سے کہا اگر اللہ تعالیٰ کو اس میں کوئی خیر نظر آتی تو اسے اس مصیبت میں مبتلا نہ کرتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ان کی بات سن لی، آپ کو یہ بات بہت گراں گزری، عرض کی یارب! مجھے تکلیف نے چھولیا ہے پھر اپنے رب کی طرف بات کو لوٹایا وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اور تو اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی، دنیا میں آپ کو اہل عطا فرمائے اور ان کی مثل ان کے ساتھ آخرت میں عطا فرمائے گا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے **وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ** کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام سے کہا گیا اے ایوب! تیرے اہل تیری خاطر جنت میں ہیں۔ اگر تو چاہے تو ہم وہ تجھے عطا کردیں اور اگر تو چاہے تو ہم انہیں جنت میں چھوڑے رکھیں اور تمہیں ان کے عوض ان کی مثل عطا کریں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا نہیں بلکہ انہیں میرے لیے جنت میں چھوڑ دو، پس انہیں حضرت ایوب علیہ السلام کی خاطر جنت میں چھوڑ دیا گیا اور دنیا میں ان کی مثل آپ کو عطا کیے گئے۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے نوف البکالی سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں جنت میں ذخیرہ کرتا ہوں اور ان کی مثل دنیا میں عطا کرتا ہوں، مطرف نے بیان کیا تو نوف البکالی نے کہا: آج سے پہلے میں اس کی وجہ نہیں جانتا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور طبرانی نے حضرت الضحاک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود کو یہ خبر پہنچی کہ مروان نے اس آیت کے تحت کہا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو اپنے اہل کے عوض دوسرے اہل دیئے گئے، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: نہیں بلکہ آپ کو اپنے اہل عطا فرمائے گئے اور ان کے ساتھ ان کی مثل عطا کیے گئے۔(2)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے **وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ** کے تحت روایت کیا ہے کہ آپ کے اہل فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ سے غائب کیے گئے تھے۔ پس آپ کو اپنے اہل عطا کیے گئے۔ **وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ** اور آخرت میں ان کی مثل ان کے ساتھ عطا کیے جائیں گے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اہل کو ہی زندہ کردیا تھا اور ان کی مثل اور زیادہ عطا فرمائے تھے۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن اور قتادہ رحمہما اللہ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔(4)

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 10، صفحہ 63، دار الفکر بیروت
2۔ مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، جلد 7، صفحہ 167 (11174)، دار الفکر بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 87
4۔ ایضاً

امام ابن جریر نے الحسن سے وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ ان کی نسل سے ان کی مثل عطا فرمائے۔(1)

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بیماری کی وجہ سے صرف آپ کی آنکھیں، دل اور زبان محفوظ تھی، کیڑے مکوڑے آپ کے جسم پر پھرتے تھے۔ آپ اروڑی پر سات سال اور کئی دن رہے۔(2)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت نوف البکالی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کے چند لوگ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: حضرت ایوب جس بیماری میں مبتلا ہیں اس کی وجہ ان کا کوئی بہت بڑا جرم ہی ہوسکتا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ان کی بات سن لی۔ اس وقت آپ نے کہا مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اس سے پہلے کبھی آپ نے شفا کے لیے دعا نہیں کی تھی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایوب علیہ السلام سات سال اور کچھ ماہ کوڑے کرکٹ پر پڑے رہے۔ آپ نے کبھی اس تکلیف کے دور کرنے کی دعا نہیں فرمائی حالانکہ زمین پر حضرت ایوب سے مکرم کوئی مخلوق نہ تھی۔ علماء فرماتے ہیں کچھ لوگوں نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ کو اس میں کوئی حاجت ہوتی تو اس کے ساتھ ایسا نہ کرتے۔ یہ جملہ سن کر آپ نے دعا فرمائی تھی۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام کو عورت کے پستان کی طرح بڑی بڑی پھنسیاں نکلتی تھی اور پھر پھٹ جاتی تھیں۔(4)

امام ابن جریر نے ابن عباس سے مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ کے تحت روایت فرمایا ہے: جب حضرت ایوب علیہ السلام کو تکلیف لاحق ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف سے چھٹکارے کی دعا فراموش کرا دی۔ آپ کثرت سے ذکر الٰہی کرتے رہتے تھے اور مصیبت آپ کی رغبت اور حسن ایقان میں اضافہ کرتی تھی۔ جب ابتلاء کی مدت ختم ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تکلیف دور کرنے کا ارادہ فرمایا تو دعا کا اذن ملا اور دعا کو آپ کے لیے آسان کیا گیا۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ فرماتے تھے میرے بندے ایوب کے لیے مناسب نہیں کہ مجھ سے دعا مانگے پھر میں اس کے لیے قبول نہ کروں۔ جب آپ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شرف قبولیت عطا فرمایا اور ہر چیز جو اللہ تعالیٰ نے لے لی تھی وہ دوگنا عطا فرمائی۔ آپ کے اہل بھی لوٹا دیئے اور ان کی مثل بھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب کی تعریف فرمائی اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ۝ (ص)(5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت لیث رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجاہد نے قاسم نامی شخص کو عکرمہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ کا مطلب پوچھ کر آئے۔ عکرمہ نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو کہا گیا کہ تیرے اہل تیرے لیے آخرت میں ہیں، اگر تو چاہے تو ہم وہ تجھے دنیا میں جلدی عطا فرما دیں، اگر تو چاہے تو وہ تیرے لیے آخرت میں ہی رہیں اور ہم تجھے ان کی مثل دنیا میں عطا کر دیں۔ فرمایا پس وہ آخر (جنت) میں ہی رہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 87 2۔ کتاب الزہد، صفحہ 64، دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 83 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 86

اور ان کی مثل انہیں دنیا میں عطا کیے گئے، وہ شخص مجاہد کے پاس آیا اور یہ مفہوم بتایا مجاہد نے فرمایا انہوں نے صحیح فرمایا ہے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ اور رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿ص﴾ کے تحت فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو وہ ایوب علیہ السلام کی مصیبت کو یاد کرے اور یہ کہے کہ انہیں اتنی تکلیف پہنچی جو مجھ سے یقیناً بہتر و افضل تھے اور انبیاء میں سے ایک نبی تھے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: حضرت ایوب علیہ السلام سات سال اور کچھ ماہ بنی اسرائیل کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر رہے اور حشرات الارض آپ کے جسم پر پھرتے رہتے تھے۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد عطا فرمائی تھی اور انتہائی خوش حالی سے نوازا تھا۔ آپ کے پاس بکریاں، گائیں، بھیڑیں اور اونٹوں کی فراوانی تھی، اللہ کے دشمن ابلیس سے کہا گیا کیا تو ایوب علیہ السلام کو فتنہ میں مبتلا کرنے پر قادر ہے؟ ابلیس نے کہا یا رب! تو نے ایوب کو مال، اولاد بخشی ہے، وہ اس لیے تیرا شکر ادا کرتا ہے، تو مجھے اس کے مال اور اولاد پر تسلط عطا فرما تو دیکھ کہ وہ کیسے میری اطاعت کرتا ہے اور تیری نافرمانی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایوب علیہ السلام کے مال اور اولاد پر تسلط عطا فرما دیا، وہ آپ کی بکریوں میں آیا اور انہیں آگ سے جلا دیا پھر وہ حضرت ایوب کے پاس چرواہے کی شکل میں آیا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے، کہنے لگا ایوب! تو اپنے رب کی نماز ادا کر رہا ہے جب کہ اس نے تیری تمام بکریاں آگ سے جلا دی ہیں، میں ان کے قریب تھا۔ میں آپ کو بکریوں کے جل جانے کی خبر دینے آیا ہوں۔ حضرت ایوب نے فرمایا اے اللہ! تو نے (یہ مال) دیا تھا تو نے ہی لے لیا ہے، جب کوئی چیز باقی ہوگی تو میں تیری حسن آزمائش پر تیری تعریف کروں گا۔ اللہ تعالیٰ جس کے ضائع کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اس پر بچاؤ کی کسی کو قدرت نہیں ہوتی۔ پھر شیطان گائیوں کے پاس آیا، انہیں بھی آگ سے جلا دیا۔ پھر وہ ایوب علیہ السلام کے پاس آیا اور گائیوں کے جلنے کی خبر دی، حضرت ایوب علیہ السلام نے پہلے کی طرح اسے جواب دیا حتی کہ اس لعین نے آپ کا گھر آپ کے بچوں پر گرا دیا اور کہا اے ایوب! اللہ تعالیٰ نے تیری اولاد پر دیواریں گرانے والے کو بھیجا حتی کہ وہ سب ہلاک ہو چکے ہیں، حضرت ایوب علیہ السلام نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ اور کہا اے میرے رب! تو نے یہ سب مجھ پر احسان فرمایا آج سے پہلے میں دن کے وقت مال کی محبت میں مشغول ہوتا اور رات کو اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہوئے ان کی محبت میں مگن رہتا۔ آپ میرے کان، میری آنکھیں، میری رات اور میرا دن سب تیرے ذکر، حمد، تقدیس اور تہلیل کے لیے فارغ ہو گئے ہیں، اللہ کا دشمن ابلیس خائب و خاسر واپس پلٹا اور حضرت ایوب علیہ السلام سے جو چاہتا تھا وہ حاصل نہ کر سکا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پوچھا تو نے میرے بندے ایوب کو کیا پایا؟ ابلیس نے کہا ایوب جانتا ہے کہ تو اسے اس کا مال اور اولاد واپس کر دے گا (اس وجہ سے وہ مطمئن ہے) لیکن تو مجھے اس کے جسم پر تسلط عطا فرما، اگر اس کو جسم میں تکلیف ہوگی تو وہ میری اطاعت کرے گا اور تیری نافرمانی کرے گا، اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کے جسم پر تسلط عطا فرما دیا۔ شیطان آپ کے پاس آیا جسم پر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 86 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 87 3۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 83

پھونک ماری تو وہ سر سے لے کر قدموں تک پھٹ گیا۔ آپ اس مصیبت میں مبتلا رہے حتی کہ آپ کو اٹھا کر بنی اسرائیل کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا۔ اب آپ کا نہ مال رہا، نہ اولاد، نہ دوست اور آپ کی بیوی رحمت کے سوا کوئی آپ کے پاس نہیں آتا تھا۔ وہ آپ کی تصدیق پر رہی۔ وہ آپ کے لیے کھانا لے کر آتی تھی، جب آپ اللہ کی حمد کرتے تو وہ بھی اللہ کی حمد کرتی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر، حمد، ثنا کو نہ چھوڑا اور مصیبت پر صبر کرتے رہے۔ ابلیس نے صبر ایوب کو دیکھ کر زور سے چیخ ماری تاکہ اپنے تمام زمینی چیلوں کو جمع کرے۔ وہ سب جمع ہو گئے تو انہوں نے پوچھا حضرت! ہم حاضر ہیں۔ آپ پریشان کیوں ہیں، آپ کو کس چیز نے لاچار کر دیا ہے۔ شیطان نے کہا مجھے تو اس بندے نے عاجز کر دیا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ مجھے اس کے مال اور اولاد پر تسلط عطا فرما، میں نے نہ اس کا مال چھوڑا اور نہ اولاد لیکن ہر صورت میں اس کے صبر اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں اضافہ ہوا۔ مجھے اس کے جسم پر تسلط دیا گیا۔ میں نے اس کا جسم پھوڑے پھوڑے کر دیا، اسے بنی اسرائیل کے کوڑے کرکٹ پر ڈالا گیا حتی کہ اس کی بیوی کے سوا کوئی اس کے پاس نہیں آتا تھا۔ میں تو اپنے رب کے سامنے رسوا ہو گیا ہوں، میں نے اب تم سے مدد طلب کی ہے تاکہ تم اس کے خلاف میری معاونت کرو۔ شیطان کے چیلوں نے کہا تیری وہ تدبیریں اور حیلہ سازیاں کہاں گئیں جن کے ساتھ تو پہلے لوگوں کو ہلاک کرتا تھا۔ شیطان نے کہا ایوب علیہ السلام میں میرا وہ ہر حربہ ناکام ہو گیا ہے۔ پس تم مجھے کوئی مشورہ دو۔ چیلوں نے کہا ہم تجھے مشورہ دیتے ہیں کہ تو نے آدم علیہ السلام کو جب جنت سے نکالا تھا تو کس کے ذریعے نکالا تھا؟ شیطان نے کہا اس کی بیوی کے ذریعے نکالا تھا۔ چیلوں نے کہا ایوب پر بھی بیوی کے ذریعے وار کرو۔ وہ اپنی بیوی کی بات نہیں ٹال سکے گا اور اس کی بیوی کے علاوہ تو کوئی اس کے قریب جاتا ہی نہیں۔ شیطان نے کہا تم نے ٹھیک کہا ہے۔ شیطان آپ کی بیوی کے پاس گیا۔ پوچھا تمہارا خاوند کہاں ہے؟ اے اللہ کی بندی! بیوی نے کہا یہ تو ہے جو اپنے پھوڑوں کو کھجلا رہا ہے اور کیڑے جسم پر گھوم رہے ہیں۔ شیطان نے ان کی یہ بات سنی تو اسے کچھ امید لگ گئی کہ یہ کلمات وہ بے صبری کی وجہ سے کہہ رہی ہے۔ اس لعین نے بیوی کے دل میں وسوسہ ڈالا اور اسے گزشتہ زندگی کی نعمتیں اور مال ومتاع کی یاد دلائی اور حضرت ایوب کے جمال وجوانی کا زمانہ یاد دلایا اور اب وہ جس کرب میں مبتلا تھے اس کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ یہ مصیبت تو کبھی اب دور نہ ہو گی۔ حضرت حسن فرماتے ہیں: بیوی کو جب خوش حالی کا زمانہ یاد آیا تو اس کے چیخ نکل گئی۔ ابلیس جان گیا کہ اب اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ وہ ایک بکری کا بچہ لے کر آیا اور کہا کہ ایوب غیر اللہ کے نام پر یہ بکرا ذبح کر دیں تو اس مصیبت سے بچ جائیں گے۔ بیوی چیختی چلاتی ہوئی آئی اور کہا اے ایوب! کب تک اس عذاب میں مبتلا رہو گے؟ تمہارا مال کہاں ہے، تمہاری اولاد اور تمہارے دوست کہاں ہیں، وہ تمہارا حسن وجمال کہاں گیا؟ یہ بکری کا بچہ ذبح کرو اور آرام حاصل کرو۔ حضرت ایوب نے فرمایا اللہ کا دشمن (ابلیس) تیرے پاس پہنچ گیا ہے اور تجھ میں پھونک ماردی ہے تو مال، اولاد اور صحت پر کیوں رو رہی ہے؟ وہ مجھے کس نے عطا کیے تھے بیوی نے کہا اللہ تعالیٰ نے۔ پھر پوچھا اس نے ہمیں ان نعمتوں سے کتنا عرصہ لطف اندوز کیا۔ بیوی نے کہا اسی سال۔ اور اب کتنا عرصہ سے اس نے مجھے تکلیف میں مبتلا رکھا ہوا ہے۔ بیوی نے کہا: سات سال اور کچھ مہینے۔ پھر تو نے انصاف نہیں کیا۔ چاہیے تو یہ کہ ہم اسی سال اس

مصیبت پر صبر کریں جیسا کہ ہم اسی سال خوش حال رہے۔قسم بخدا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو میں تجھے سو کوڑے ماروں گا کیونکہ تو نے مجھے غیر اللہ کے نام پر بکرا ذبح کرنے کا مشورہ دیا ہے، جو کچھ تو کھانا، پینا لائی ہے وہ مجھ پر حرام ہے اور جو کچھ تو لے کر آئی ہے تیرے اس مشورہ کے بعد کوئی چیز چکھوں تو مجھ پر حرام ہے، تو مجھ سے جدا ہو جا، آئندہ میں تجھے یہاں نہ دیکھوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی کو دور کر دیا اور وہ چلی گی۔ شیطان نے کہا کہ یہ آٹھ سال سے مصیبت کو برداشت کر رہا ہے، اس لیے یہ غلبہ کا مستحق ہے، تو شیطان آپ کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی کو بھی بھگا دیا ہے، جب کہ اس کے پاس نہ کھانا ہے، نہ پینا ہے اور نہ کوئی دوست ہے۔ آپ کے پاس سے دو آدمی گزرے، آپ اروڑی پر پڑے تھے۔ اللہ کی قسم! سطح زمین پر اللہ کی بارگاہ میں ایوب علیہ السلام سے زیادہ معزز کوئی نہ تھا۔ ان دو شخصوں میں سے ایک نے کہا اگر اللہ تعالیٰ اس میں کوئی خیر دیکھتا تو یہ اس مصیبت میں دو چار نہ ہوتا، حضرت ایوب علیہ السلام نے کبھی اس کلمہ سے زیادہ دل آزاری کرنے والا کلام نہ سنا تھا۔ آپ نے اس وقت دعا مانگی اے میرے اللہ! مجھے یہ پہنچی ہے سخت تکلیف اور تو ارحم الراحمین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ (ص:42)'' (حکم ہوا) اپنا پاؤں (زمین پر) مارو یہ نہانے کے لیے ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کے لیے''۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا تو پانی کا چشمہ جاری ہو گیا، آپ نے اس سے غسل فرمایا تو آپ کے جسم پر بیماری کا کوئی نام ونشان نہ رہا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی ہر تکلیف اور بیماری دور فرما دی اور آپ کا حسن وشباب پہلے سے کہیں زیادہ ظاہر ہو گیا۔ پھر آپ نے دوبارہ پاؤں مارا تو ایک دوسرا چشمہ رواں ہو گیا۔ آپ نے اس سے پانی پیا تو آپ کی باطنی بیماریاں دور ہو گئیں، آپ تمام مردوں سے زیادہ حسین وجمیل اور صحت مند ہو گئے۔ آپ نے ایک قیمتی جوڑا زیب تن فرمایا اور اپنے مال اور اہل کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دو گنا کر دیا تھا حتی کہ یہ بھی ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ جس پانی سے آپ نے غسل کیا تھا اس کے چھینٹوں سے سینہ پر سونے کی ٹکڑیاں اڑنے لگیں۔ اور آپ ان پر ہاتھ مارنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اے ایوب! میں نے تجھے غنی نہیں کر دیا! حضرت ایوب نے کہا کیوں نہیں لیکن یہ تیری برکت ہے اور تیری برکت سے کون سیر ہوتا ہے۔ آپ غسل کرنے کے بعد باہر تشریف لائے اور ایک بلند جگہ پر بیٹھ گئے۔ اور آپ کی بیوی نے سوچا کہ اگر ایوب نے مجھے نکال دیا ہے تو میں اس کو کس کے سپرد کر سکتی ہوں، کیا میں اسے چھوڑ دوں کہ وہ بھوک کی وجہ سے اس دار فانی سے کوچ کر جائے گا اور ضائع ہو جائے گا اور اسے درندے کھا جائیں گے (نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو گا) میں ضرور اس کی طرف لوٹ کر جاؤں گی۔ آپ کی بیوی ''رحمت'' لوٹ کر آئی تو وہاں نہ کوئی اروڑی تھی اور نہ وہاں پہلے کا سا منظر تھا، ساری صورت حال بدل چکی تھی۔ جہاں کوڑے کرکٹ کا ڈھیر تھا وہاں وہ چکر لگانے لگی اور وہ ایوب کی تلاش میں رو رہی تھی۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام اس کی تلاش کا منظر دیکھ رہے تھے۔ ایوب علیہ السلام چونکہ نیا لباس زیب تن کیے ہوئے تھے اس لیے بیوی ان کے پاس آنے اور ان سے پوچھنے میں جھجک محسوس کر رہی تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اسے خود بلایا اور پوچھا اے اللہ کی بندی! تو کس کی تلاش میں ہے؟ وہ رونے لگی اور کہا میں اس کی تلاش میں ہوں جو یہاں اروڑی پر مصیبت میں مبتلا پڑا تھا۔ اب مجھے معلوم نہیں ہو رہا کہ وہ ضائع ہو گیا یا اس کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا وہ تیرا

کیا لگتا تھا؟ بیوی نے روتے ہوئے کہا وہ میرا سرتاج تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا اگر تو اسے دیکھے تو پہچان لے گی، بیوی نے کہا جس نے بھی اسے دیکھا ہوا تھا وہ اس سے مخفی نہیں ہو سکتا، وہ غور سے آپ کو دیکھنے لگی۔ آپ اسے اپنی پہچان کرا رہے تھے۔ بیوی نے کہا جب وہ صحیح تھا تو تیرے مشابہ تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا میں ہی وہ ایوب ہوں جس کو ابلیس کے لیے بکرا ذبح کرنے کا مشورہ دیتی تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور شیطان کی نافرمانی کی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس نے اپنی بندہ نوازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھ پر یہ کرم فرمایا جو تیرے سامنے ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی رحمت پر بھی رحم فرمایا کیونکہ انہوں نے تکلیف کے وقت ایوب علیہ السلام کے ساتھ صبر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے قسم میں تخفیف فرمادی اور ایوب کو قسم پوری کرنے کی یہ تدبیر بتائی کہ چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کا گٹھا لو اور اسے مارو۔ یہ سب کچھ اس کا آپ کے ساتھ صبر کرنے کی وجہ سے تھا۔(1)

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو جو بیماری لگی تھی وہ جذام نہیں تھا بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ سخت بیماری تھی۔ آپ کے جسم پر عورت کے پستان جیسی پھنسیاں نکلتی تھیں اور پھر پھٹ جاتی تھیں۔(2)

امام ابونعیم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر حضرت ایوب کے جسم سے کوئی کیڑا گر جاتا تو آپ اسے اٹھا کر اپنی جگہ پر رکھ دیتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ کے رزق میں سے کھا۔(3)

امام حاکم، بیہقی نے الشعب میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کی بیوی نے کہا اللہ کی قسم! مجھ پر فاقہ اور تکلیف وہ کیفیت نازل ہوئی ہے کہ میں نے ایک روٹی کے بدلے اپنی مینڈھیاں فروخت کردیں اور تجھے کھانا کھلایا، آپ مستجاب الدعوات شخص ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی شفا کے دعا فرما، حضرت ایوب نے فرمایا تجھ پر افسوس! ہم ستر سال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں رہے اور ابھی سات سال آزمائش میں ہوئے ہیں۔(4)

امام ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس نے کہا مجھے ایوب سے کبھی فرحت نہیں ملتی مگر جب میں نے ان کے رونے کی آواز سنی (تو میں بہت خوش ہوا) کیونکہ میں نے جان لیا کہ میں نے اسے تکلیف پہنچا دی ہے۔(5)

اسحق بن بشر اور ابن عساکر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے چیچک کا مرض حضرت ایوب علیہ السلام کو لگا تھا۔(6)

امام ابن ابی الدنیا، ابویعلی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیمار رہے،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 85-83 2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 10، صفحہ 65، دارالفکر بیروت 3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 64

4۔ شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب جلد 7، صفحہ 147 (9794)، دارالکتب العلمیہ بیروت

5۔ تاریخ ابن عساکر، باب ایوب النبی ﷺ، جلد 10، صفحہ 66، دارالفکر بیروت 6۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 71

آپ کو اپنے، پرائے سب چھوڑ گئے لیکن دو شخص جو آپ کے خاص دوست تھے وہ صبح وشام آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ ایک دن ایک نے دوسرے سے کہا حضرت ایوب علیہ السلام نے کوئی ایسا جرم کیا ہے جو کبھی کسی نے نہیں کیا، دوسرے نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا یہ اٹھارہ سال سے مصیبت میں گرفتار ہے، اللہ نے اس پر رحم نہیں فرمایا اور اس کی مصیبت کو دور نہیں کیا۔ وہ شخص حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آیا تو اس سے صبر نہ ہو سکا۔ اس نے آپ کے سامنے اپنے ساتھی کی بات کا ذکر کیا، حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا میں نہیں جانتا جو تو کہہ رہا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، میں دو ایسے شخصوں کے پاس سے گزرتا تھا جو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے۔ میں اپنے گھر کی طرف لوٹتا تھا اور ان کے درمیان الفت پیدا کر دیتا تھا تاکہ ناجائز طریقہ کے لیے اللہ کا نام نہ استعمال کریں، آپ اپنی حاجت کے لیے نکلتے تھے۔ جب قضائے حاجت کر لیتے تو ان کی بیوی ان کے ہاتھ سے پکڑ لیتی تھی حتی کہ اپنی جگہ پہنچ جاتے، جب ایک دن آپ کی بیوی نے کچھ دیر لگا دی تو اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿﴾ (ص) بیوی آپ کے پاس پہنچی تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے، آپ کی مصیبت ختم ہو چکی تھی اور آپ پہلے سے بھی زیادہ حسین تھے۔ جب بیوی نے یہ منظر دیکھا تو کہا اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت دے، کیا تو نے اللہ کا نبی دیکھا جو مصیبت میں مبتلا تھا؟ اللہ کی قسم! جب وہ صحیح تھا تو تجھ سے زیادہ اس کے مشابہ میں نے کبھی کوئی شخص نہیں دیکھا۔ حضرت ایوب نے کہا میں ہی تو وہ ہوں، فرمایا: حضرت ایوب کے دو کھلیان تھے، ایک گندم کا اور ایک جو کا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے، ایک گندم کے کھلیان پر تھا، اس نے اس میں سونا انڈیلا حتی کہ وہ بہنے لگا اور دوسرے بادل نے جو کے کھلیان میں چاندی بہائی حتی کہ وہ بہنے لگا۔(1)

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت جویبر عن الضحاک عن ابن عباس کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی بیوی واپس کر دی تھی اور اس کے شباب میں اضافہ کر دیا تھا حتی اس کے بطن سے چھبیس بچے پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس نے کہا اے ایوب! تیرا رب تجھے صبر کی وجہ سے سلام کہتا ہے، اپنے کھلیان کی طرف نکل، پس اللہ تعالیٰ نے اس کھلیان پر ایک سرخ بادل بھیجا۔ اس نے سونے کی مکڑیاں برسائیں اور وہ فرشتہ انہیں جمع کر رہا تھا۔ ایک مکڑی جاتی تو ایوب علیہ السلام اس کا پیچھا کرتے حتی کہ وہ اس کو اپنے کھلیان میں لوٹا دیتے۔ فرشتے نے کہا اے ایوب! کیا تو کھلیان میں موجود مکڑیوں سے سیر نہیں ہوتا حتی کہ تو باہر والی کا پیچھا کرتا ہے؟ حضرت ایوب نے کہا: یہ میرے رب کی برکت میں سے ایک برکت ہے، میں برکات الٰہیہ سے سیر نہیں ہوتا۔(2)

امام احمد، بخاری اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل فرما رہے تھے کہ آپ کے اوپر سونے کی مکڑیاں گرنے لگیں، حضرت

1۔ مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین، جلد 2، صفحہ 635 (4115)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تاریخ ابن عساکر باب ایوب النبی ﷺ، جلد 10، صفحہ 77، دار الفکر بیروت

ایوب علیہ السلام مٹھیاں بھر بھر کر کپڑے میں ڈالنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ندا دی اے ایوب! کیا میں نے تجھے غنی نہیں کر دیا اس سے جو تو دیکھ رہا ہے؟ عرض کی تیری عزت کی قسم! کیوں نہیں۔ لیکن تیری برکت سے کبھی مجھے استغناء نہیں ہو سکتا۔(1)

امام ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو عافیت عطا فرمائی تو ان پر سونے کی مکڑیوں کی بارش برسائی، آپ انہیں ہاتھ سے پکڑ پکڑ کر کپڑے میں ڈالنے لگے، ارشاد ہوا: اے ایوب! کیا تو سیر نہیں ہوتا؟ عرض کی: تیرے فضل اور تیری رحمت سے کون سیر ہوتا ہے۔(2)

امام اسحٰق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت جویبر عن الضحاک عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ایوب علیہ السلام عافیت ملنے کے بعد ستر سال روم کی زمین میں دین حنیف پر زندہ رہے اور اسی پر ان کا وصال ہوا۔ اس کے بعد لوگ بدل گئے اور دین ابراہیم کو تبدیل کر ڈالا جس طرح ان سے پہلے لوگوں نے دین کو بدل دیا تھا۔(3)

امام الحاکم رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام ترانوے سال زندہ رہے اور انہوں نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹے حرمل کو وصیت فرمائی۔ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ نے بشر بن ایوب کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا اور ان کا نام ذوالکفل رکھا۔ آپ بھی تمام عمر شام میں مقیم رہے حتیٰ کہ ان کا وصال ہوا تو ان کی عمر پچھتر سال تھی اور بشر بن ایوب نے اپنے بیٹے عمران کو وصیت کی پھر ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔(4)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابی عبداللہ الجدلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایوب علیہ السلام فرماتے تھے اے اللہ! میں تجھ سے ایسے پڑوسی سے پناہ مانگتا ہوں جس کی آنکھ مجھے دیکھے اور اس کا دل میری نگرانی کرے۔ اگر وہ کوئی نیکی دیکھے تو اسے چھپا دے اور اگر کوئی برائی دیکھے تو اس کو افشا کرے۔(5)

امام احمد نے الزہد میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے الشعب میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز تین افراد کو لایا جائے گا (۱) غنی (۲) مریض (۳) غلام۔ غنی کو کہا جائے گا تجھے میری عبادت سے کس چیز نے روکا؟ وہ کہے گا یا رب! تو نے مجھے مال زیادہ دیا پس میں سرکش بن گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے ملک سمیت لایا جائے گا اور ارشاد ہوگا کیا تو ان سے زیادہ مشغول تھا، غنی عرض کرے گا نہیں بلکہ یہ زیادہ مشغول تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے تو اس بادشاہی نے بھی میری عبادت سے نہیں روکا۔

پھر مریض کو پیش کیا جائے گا، سوال ہوگا تجھے میری عبادت سے کس چیز نے روکا؟ مریض عرض کرے گا: میں اپنے جسم کی بیماری میں مشغول رہا، حضرت ایوب علیہ السلام کو اپنی تکلیف کے ساتھ لایا جائے گا۔ ارشاد ہوگا تو ان سے زیادہ تکلیف میں تھا؟

1۔ صحیح بخاری، باب من اغتسل عریاناً، جلد 1، صفحہ 61، دار المعرفۃ بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین، جلد 2، صفحہ 636 (4116)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تاریخ ابن عساکر، باب ایوب النبی ﷺ، جلد 10، صفحہ 78، دار الفکر بیروت

4۔ مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین، جلد 2، صفحہ 636 (4118)

5۔ تاریخ ابن عساکر، باب ایوب النبی ﷺ، جلد 10، صفحہ 83

مریض عرض کرے گانہیں بلکہ یہ زیادہ تکلیف میں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے تو اس کی مرض نے میری عبادت سے نہیں روکا۔

پھر غلام کو پیش کیا جائے گا، اس سے پوچھا جائے گا تجھے میری عبادت سے کس چیز نے روکا؟ تو وہ عرض کرے گا یا رب! تو نے مجھ پر بہت سے مالک مسلط کر دیئے تھے جو میرے مالک تھے۔ یوسف علیہ السلام کو عبودیت میں پیش کیا جائے گا۔ ارشاد ہوگا تو زیادہ غلامی میں تھا یا یہ؟ بندہ عرض کرے گا یہ زیادہ عبودیت میں تھا۔ ارشاد ہوگا اسے تو غلامی نے میری عبادت سے نہیں روکا۔ واللہ اعلم۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ ذَا الْكِفْلِ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ ایک صالح آدمی تھا، نبی نہیں تھا۔ اس نے اپنی قوم کے نبی کی کفالت کی تھی کہ وہ ان کی قوم کے امور کی کفایت کریں گے، ان کے لیے ان کی نگرانی کریں گے اور ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کریں گے، پس اس نیک سیرت انسان نے اپنے نبی کی قوم میں یہ تمام امور بحسن وخوبی سرانجام دیئے تو انکا نام ذَا الْكِفْلِ رکھا گیا۔ (2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب حضرت الیسع علیہ السلام بوڑھے ہو گئے تو فرمایا اگر میں لوگوں پر کسی شخص کو خلیفہ بنا دوں، جو میری زندگی میں ان کے امور چلائے حتیٰ کہ میں دیکھ لوں کہ وہ کیسے کام کرتا ہے۔ پس آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا میرے لیے جو تین چیزوں میں کفالت کرے گا میں اس کو خلیفہ بناؤں گا۔ دن کو روزہ رکھے رات کو قیام کرے اور غصہ نہ کرے۔ ایک ایسا شخص اٹھا جس کو آنکھیں حقیر سمجھتی تھیں۔ اس نے کہا حضرت میں ایسا کروں گا، آپ نے فرمایا تو دن میں روزہ رکھے گا اور رات کو قیام کرے گا اور غصہ نہیں کرے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے اس دن اس شخص کو واپس کر دیا حضرت الیسع علیہ السلام نے دوسرے دن وہی اعلان فرمایا تو تمام لوگ خاموش رہے لیکن وہی شخص پھر کھڑا ہوا اور کہا میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا، حضرت الیسع علیہ السلام نے اسے خلیفہ بنا دیا۔ ابلیس نے اپنے چیلوں سے کہا: فلاں شخص کو لازم پکڑو، اس شخص نے تمام شیطانوں کو عاجز کر دیا، ابلیس نے کہا اب مجھے اور اسے تم چھوڑ دو (میں خود اس کا بندوبست کرتا ہوں) ابلیس اس کے پاس ایک بوڑھے فقیر کی شکل میں آیا جب کہ وہ قیلولہ کرنے کے لیے بستر پر جا چکا تھا۔ چونکہ وہ شخص دن اور رات میں کسی وقت نہیں سوتا تھا، سوائے اس قیلولہ کے وقت کے۔ ابلیس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس شخص نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا ایک بوڑھا مظلوم۔ وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا اور دروازہ کھول دیا، بوڑھے نے بہت سی باتیں کیں میرا اور میری قوم کا جھگڑا ہے، انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ انہوں نے مجھ پر یہ زیادتی کی ہے، وہ اتنی باتیں کرتا رہا کہ آرام کا وقت ختم ہو گیا۔ اس خلیفہ نے کہا جب میں اپنے عدالت کے کمرے میں جاؤں تو تو آ جانا، میں تیرا تجھے حق دلاؤں گا، وہ بوڑھا چلا گیا، خلیفہ اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے اور اس بوڑھے کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ نظر نہ آیا تو خلیفہ صاحب خود اس کی تلاش میں نکلے۔ بوڑھا پھر بھی نظر نہ آیا۔ جب خلیفہ صاحب گھر تشریف لے گئے، آرام کرنے لگے تو اس نے پھر

1۔ شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، جلد 7، صفحہ 202 (9999)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 89، دار احیاء التراث العربی بیروت

دروازہ کھٹکھٹایا، خلیفہ نے پوچھا کون؟ اس نے کہا بوڑھا مظلوم! خلیفہ نے پھر دروازہ کھول دیا۔ خلیفہ نے فرمایا میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ جب میں مسند عدل پر بیٹھوں تو تو آ جانا؟ بوڑھے نے کہا جس قوم سے میرا جھگڑا ہے وہ بڑی خبیث ہے، خلیفہ نے فرمایا جب میں اپنے کام پر جاؤں تو تو آ جانا۔ اس روز بھی قیلولہ کا وقت ختم ہو گیا۔ خلیفہ صاحب مسند عدالت پر بیٹھے تو اس بوڑھے کو دیکھتے رہے لیکن وہ نظر نہ آیا، آج خلیفہ کو نیند تنگ کر رہی تھی، شام کو جب مجلس عدل شروع ہوئی تو وہ بوڑھا نظر نہ آیا۔ خلیفہ پر نیند غالب آ رہی تھی۔ اس نے اپنے دربان کو کہا کہ کسی کو دروازہ کے قریب نہ آنے دینا تا کہ میں کچھ آرام کر لوں، مجھے نیند بہت سخت آئی ہوئی ہے۔ جب خلیفہ کے قیلولہ کا وقت تھا تو بوڑھا پھر آ گیا، محافظ نے اسے اجازت نہ دی، جب بوڑھا عاجز ہو گیا تو اس نے روشن دان دیکھا، اس نے دیوار پھلانگی اور روشن دان سے اندر داخل ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا، خلیفہ بیدار ہوا تو اس نے محافظ کو آواز دی، اے فلاں! میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا، محافظ نے کہا جناب! ادھر سے کوئی داخل نہیں ہوا، دیکھو وہ کہاں سے آیا ہے؟ خلیفہ نے دروازہ دیکھا تو وہ واقعی بند تھا۔ اس شخص نے کہا لوگ تمہارے دروازے پر جھگڑے لے آتے ہیں اور تم سوئے ہوئے ہو، خلیفہ نے اس شخص کو پہچان لیا اور کہا تو اللہ کا دشمن (ابلیس) ہے۔ بوڑھے نے کہا ہاں تو نے مجھے عاجز کر دیا ہے اور میں نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تا کہ تجھے غصہ آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھے بچا لیا ہے۔ اس خلیفہ کو ذَاالْكِفْلِ کہا گیا کیونکہ اس نے جو ذمہ داری قبول کی تھی اس کو احسن طریقے سے نبھایا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کا ایک قاضی تھا، اس پر موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا کون میرے قائم مقام ہو گا بشرطیکہ وہ غصہ نہ کرے؟ ایک شخص نے کہا میں۔ اس کا نام ذَاالْكِفْلِ رکھا گیا۔ وہ ساری رات قیام کرتا تھا اور دن کو روزہ رکھتا تھا اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا تھا۔ ایک اس کا وقت متعین تھا جس میں وہ قیلولہ کرتا تھا، اس کی نیند کے وقت شیطان اس کے پاس آیا، اس قاضی کے دربانوں نے اسے کہا تجھے کیا ہے؟ اس نے کہا میں ایک مسکین آدمی ہوں، ایک شخص پر میرا حق ہے لیکن وہ مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ وہ مجھے اپنا حق نہیں دیتا ہے۔ دربانوں نے کہا تم ٹھہر جاؤ حتی کہ قاضی صاحب بیدار ہو جائے۔ اس نے کہا وہ سونے والے سے بلند مرتبہ ہے، اس نے جان بوجھ کر چیخنا چلانا شروع کر دیا حتی وہ اس قاضی پر ناراضگی کا اظہار کرنے لگا۔ قاضی نے اس کی باتیں سن لیں، پوچھا تجھے کیا ہے؟ اس نے کہا میں ایک مسکین شخص ہوں میرا ایک آدمی پر حق ہے، قاضی صاحب نے فرمایا: تم اس کے پاس جاؤ اپنا قرض مانگو، وہ تجھے دے دے گا۔ اس مسکین شخص نے کہا اس نے انکار کر دیا ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا اس کے پاس جاؤ تو سہی، وہ اس وقت چلا گیا اور دوسرے دن آیا، قاضی نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے قرضے کا مطالبہ کرو، وہ اس وقت چلا گیا، اگلے دن آیا تو قاضی کے دربانوں نے اسے کہا چل دفعہ ہو جا، تو ہر روز اس وقت آتا ہے جب کہ قاضی صاحب کے آرام کا وقت ہوتا ہے، تو اسے آرام نہیں کرنے دیتا، اس نے پھر چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ مجھ سے یہ سلوک اس لیے ہو رہا ہے کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، اگر میں امیر ہوتا تو میری بات سنی جاتی، قاضی نے پوچھا تجھے کیا ہوا؟

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 89-88

اس نے کہا میں اپنے مقروض کے پاس گیا تو اس نے مجھے تھپڑ مارے۔ قاضی نے کہا چل میں تیرے ساتھ چلتا ہوں قاضی اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ قاضی ساتھ آ رہا ہے تو اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا اور بھاگ گیا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا (نے ذم الغضب میں)، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک نبی نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم میں سے کون ہے جو میرے ساتھ دن کو روزہ رکھنے، رات کو قیام کرنے اور غصہ نہ کرنے کا ضامن ہوگا؟ جو ایسا کرے گا وہ میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا اور میرے بعد وہ میرے قائم مقام ہوگا۔ ایک نوجوان نے کہا میں، نبی نے پھر یہی سوال کیا تو اس نوجوان نے کہا میں، نبی نے تیسری مرتبہ پوچھا تو نوجوان نے کہا میں۔ جب اس نبی کا وصال ہو گیا تو وہ نوجوان اس کا جانشین بنا۔ ابلیس اس کے پاس آیا اور کہا فلاں شخص اس پر زیادتی کرتا ہے، اس خلیفہ نے اس کے ساتھ آدمی بھیجا، وہ گیا تو اس نے بتایا کہ اس کو تو کوئی زیادتی کرنے والا نظر نہیں آیا، ابلیس دوسرے دن پھر آیا۔ خلیفہ نے دوسرا آدمی اس کے ساتھ بھیجا، وہ بھی واپس آیا تو اس نے بتایا کہ اسے تو کوئی شخص نظر نہیں آیا، وہ ابلیس آیا تو وہ خلیفہ خود اس کے ساتھ چلا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پس ابلیس ہاتھ چھڑا کر کھسک گیا، اسی وجہ سے اس خلیفہ کا نام ذَاالْكِفْلِ رکھا گیا کیونکہ اس نے غصہ نہ کرنے کی ضمانت دی تھی۔ (1)

امام ابن سعید النقاش رحمہ اللہ نے کتاب القضاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک نبی نے اپنی ساری امت جمع کی تھی پھر فرمایا میری امت کے درمیان کون میرے لیے فیصلہ کرنے کا ضامن ہوگا بشرطیکہ وہ غصہ نہ کرے، ایک نوجوان اٹھا، اس نے کہا میں اے اللہ کے رسول! اس نبی نے دوبارہ سوال کیا تو پھر اسی جوان نے کہا میں۔ پھر تیسری مرتبہ یہی سوال کیا تو نوجوان نے کہا میں۔ نبی علیہ السلام نے اس نوجوان کو اپنا خلیفہ بنا دیا، کچھ عرصہ بعد اس کے پاس شیطان آیا۔ وہ فیصلہ کرتا تھا پھر دوپہر کو قیلولہ کرتا تھا۔ شیطان اس کے آرام کے وقت دوپہر کو آیا اور اسے آواز دے کر جگا دیا، فلاں آدمی نے مجھ پر زیادتی کی ہے اور اس نے تیرے حکم نامہ کو بھی لوٹا دیا ہے اور اس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، اس نوجوان نے اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور اس کے ساتھ چل پڑا، جب شیطان نے یہ صورت حال دیکھی تو ہاتھ کھینچ کر بھاگ گیا۔ پس اس نوجوان کا نام ذَاالْكِفْلِ رکھا گیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حجیرہ الاکبر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اسے یہ خبر پہنچی کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا جس اپنے ملک میں حد سے تجاوز کیا ہوا تھا۔ جب اس پر موت کا وقت قریب آ گیا تو اس کے پاس علاقہ کے رؤساء آئے اور کہا کہ ہم پر کسی بادشاہ کو خلیفہ بنا دو، تاکہ جھگڑوں کی صورت میں ہم اس کے پاس آئیں، اس نے تمام رؤسا کو جمع کیا اور کہا جو مجھے تین چیزوں کی ضمانت دے میں اسے اپنے ملک کا والی بنا دوں گا؟ ایک نوجوان کے علاوہ کوئی شخص نہ بولا، نوجوان نے کہا میں ان تین چیزوں کی ضمانت دیتا ہوں، بادشاہ نے کہا بیٹھ جا، پھر دوبارہ بادشاہ نے اعلان کرایا، پھر بھی اس نوجوان کے علاوہ کوئی نہ اٹھا۔ بادشاہ نے پھر کہا تو میرے لیے تین چیزوں کی ضمانت دے گا تو میں تجھے اپنے ملک کا والی بنا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 88

دوں گا، نوجوان نے کہا جی ہاں میں ایسا کروں گا، بادشاہ نے کہا تو رات کو قیام کرے گا اور سوئے گا نہیں۔ دن کو روزہ رکھے گا اور کبھی افطار نہیں کرے گا اور نہ تو جلدی کرے گا اور نہ تو غصہ کرے گا۔ نوجوان نے کہا ہاں میں ایسا کروں گا، بادشاہ نے کہا میں نے تجھے اپنے ملک کا والی بنایا۔ جب وہ نوجوان والی بنا تو اس نے رات کو قیام کیا، دن کو روزہ رکھا اور بغیر تعجیل اور غصہ کے فیصلے کیے۔ وہ صبح کو مجلس میں گیا تو شیطان انسان کی شکل میں آیا جب کہ اس کے آرام کا وقت تھا، فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے، اس سے میرا مال لوٹایا جائے، اس نوجوان نے اس کے ساتھ آدمی بھیجا، وہ اسے لے کر گھماتا رہا، ذوالکفل یہ سارا وقت انتظار کرتا رہا، حتی کہ اس کے سونے کا وقت گزر گیا۔ پھر شیطان لوگوں کے درمیان سے نکل گیا، پیغام رساں نے خلیفہ کو بتایا (کہ وہ بھاگ گیا ہے)۔ خلیفہ نے پھر شام کے وقت مجلس لگائی، تو شیطان نے کہا شاید آج رات یہ سویا رہا ہو اور آج دن کو روزہ بھی نہ رکھا ہو۔ جب شام کے وقت خلیفہ نے نماز پڑھی جو وہ پڑھتا تھا پھر شیطان اس کے قیلولہ کے وقت آیا، میرے ساتھی سے مجھے زیادتی کا بدلہ دلوایا جائے، خلیفہ نے پھر اس کے ساتھ آدمی کو بھیجا اور انتظار کرتا رہا، انہوں نے دیر لگادی حتی کہ اس خلیفہ کا قیلولہ پھر فوت ہوگیا، پیغام رساں واپس آیا اور اس نے خبر دی کہ وہ بھاگ گیا ہے۔ شام کو خلیفہ نے پھر مجلس لگائی اور دن کے وقت آرام نہ کیا تھا، شیطان نے سوچا آج رات خلیفہ سویا رہے گا۔ پھر خلیفہ نے شام کو نماز شروع کردی جو وہ پہلے پڑھا کرتا تھا۔ پھر شیطان آیا اور کہا میں اس کے ساتھ ایسا معاملہ کروں گا کہ خلیفہ کو غصہ آجائے گا۔ شیطان نے کہا مجھ پر میرے ساتھی نے زیادتی کی ہے، مجھے انصاف دلایا جائے گا، خلیفہ نے کہا میں نے تو تیرے ساتھ آدمی بھیجا نہیں تھا؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ لیکن میں نے اس اپنے مقروض کو نہ پایا۔ ذوالکفل (خلیفہ) نے اسے کہا، چلو میں خود تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ وہ اس کے ساتھ چکر لگاتا رہا۔ پھر کہا کیا تجھے معلوم ہے میں کون ہوں؟ خلیفہ نے کہا نہیں، اس نے کہا میں شیطان ہوں، تو نے اپنے ساتھی کو ایک امر کی ضمانت دی تھی تو میں چاہتا تھا کہ تو معاہدہ کو پورا نہ کر سکے لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھے محفوظ رکھ لیا ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ذوالکفل نبی نہیں تھا لیکن وہ بنی اسرائیل میں ایک صالح شخص تھا، ہر روز سو رکعت نماز ادا فرماتا تھا، نبی فوت ہوا تو اس کے بعد ذوالکفل کفیل بنا۔ وہ ہر روز سو رکعت نماز ادا کرتا تھا۔ اس وجہ سے اس کا نام ذوالکفل رکھا گیا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے) ابن المنذر، ابن حبان، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سعید مولی طلحہ عن ابن عمر کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ذوالکفل بنی اسرائیل کا ایک ایسا شخص تھا جو گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اس کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے اسے بدکاری کے لیے ساٹھ دینار دیئے پھر جب وہ عورت سے بدکاری کرنے کے لیے بیٹھا تو عورت پر کپکپی طاری ہوگئی اور رونے لگی۔ ذوالکفل نے کہا تو کیوں رو رہی ہے یا میں نے تجھے مجبور کیا ہے؟ اس عورت نے کہا نہیں۔ لیکن یہ ایک ایسا (برا) عمل ہے جو میں نے کبھی نہیں کیا اور آج مجھے اس عمل پر ضرورت نے مجبور کر دیا ہے۔ ذوالکفل نے کہا تو ایسا کرتی ہے اور میں ایسا

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 391 (1882)، دارالکتب العلمیہ بیروت

نہیں کرتا، جا جو میں نے تجھے رقم دی ہے وہ بھی تیری (اس نے اس کے ساتھ برائی نہ کی اور اسے چھوڑ دیا)۔ ذوالکفل نے کہا اللہ کی قسم! میں اس کے بعد کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا، پس وہ شخص اس رات فوت ہو گیا اور صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے ذوالکفل کو بخش دیا۔(1)

امام ابن مردویہ نے حضرت نافع عن ابن عمر کے طریق سے حدیث روایت کی ہے: اس میں بھی ذَا الْكِفْلِ کا ذکر ہے۔

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۗ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾

''اور یاد کرو ذوالنون کو جب وہ چل دیا غضب ناک ہو کر اور یہ خیال کیا کہ ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کریں گے پھر اس نے پکارا (تہہ در تہہ) اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں سوا تیرے، پاک ہے تو، بے شک میں ہی قصوروار وں سے ہوں۔ پس ہم نے ان کی پکار کو قبول فرمالیا اور نجات بخشی دی انہیں غم (واندوہ) سے اور یونہی ہم نجات دیا کرتے ہیں مومنوں کو''۔

امام ابن جریر اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ذوالنون اپنی قوم پر ناراض ہوئے تھے فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ پس اس نے یہ خیال کیا کہ ہم انہیں سزا دینے پر قادر نہیں ہیں اور جو انہوں نے اپنی قوم پر ناراضگی کا اظہار کیا اور وہاں سے بھاگ گئے ہیں۔ اس کی وجہ سے مصیبت سے دوچار کرنے پر ہم قدرت نہیں رکھتے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: حضرت ذوالنون کو عقوبت ملی تھی۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ اپنی قوم سے ناراض ہوئے تھے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن قیس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: انبیائے کرام اکٹھے ہوتے تھے اور ان پر ایک ایسا ہوتا تھا جس کی طرف وحی کی جاتی تھی کہ فلاں کو فلاں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا اس نبی سے ناراض ہو کر گئے تھے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فرماتے ہیں: اس نے گمان کیا کہ اسے وہ عذاب نہیں پہنچے گا جو انہیں پہنچا تھا۔(4)

امام احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ

1۔ سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، جلد 4، صفحہ 567 (2496)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 93-91، دار احیاء التراث العربی بیروت 3۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 91 4۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 93

نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ وہ بھاگ گئے۔ پس ان کا خیال تھا کہ ہم اس پر قادر نہیں ہیں، حضرت ذوالنون علیہ السلام کا پہلے نیک عمل تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں نہیں چھوڑا، پس اسی عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کی دستگیری فرمائی۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ اس نے خیال کیا کہ ہم اس کی وجہ سے انہیں سزا نہیں دیں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان کا گمان تھا کہ ہم ان کے خلاف فیصلہ نہیں کریں گے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ فرماتے ہیں ذوالنون نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے خلاف سزا کا فیصلہ نہیں فرمائے گا اور نہ مصیبت کا اس غصہ کے سبب جو انہوں نے اپنی قوم پر کیا تھا اور پھر قوم کو چھوڑ کر جو بھاگے تھے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے کہ جب مچھلی نے یونس علیہ السلام کو نگل لیا تو اس نے انہیں سمندر کی تہ میں ڈال دیا۔ آپ نے زمین کی تسبیح سنی۔ پس حضرت یونس علیہ السلام نے وہاں سے اللہ تعالیٰ کو پکارا تھا۔

بیہقی نے الاسماء والصفات میں الحسن سے روایت کیا ہے: فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ اس نے گمان کیا کہ ہم اسے سزا نہیں دیں گے فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ فرماتے ہیں الظُّلُمٰتِ سے مراد رات کی تاریکی، سمندر کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی۔ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ فرشتوں نے آپ کی آواز سنی اور کہا یہ اجنبی زمین میں معروف آواز آ رہی ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ اور الکلبی رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے: فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ دونوں مفسر فرماتے ہیں اس نے گمان کیا کہ ہم اس کے خلاف سزا کا فیصلہ نہیں کریں گے (1)۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ تو اس نے تاریکیوں میں پکارا، الظُّلُمٰتِ سے مراد، رات کی ظلمت، سمندر کی ظلمت اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی ہے۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب عمرو بن میمون اور قتادہ رحمہما اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔(3)

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

احمد نے الزہد میں اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الفرج بعد الشدۃ میں، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ الظُّلُمٰتِ سے مراد رات کی ظلمت، سمندر کی ظلمت اور مچھلی کے پیٹ کی ظلمت ہے۔(4)

امام ابن جریر نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مچھلی کی طرف وحی فرمائی کہ تو نے یونس علیہ السلام کے گوشت اور ہڈی کو تکلیف نہیں پہنچانی ہے، پھر اس مچھلی کو ایک دوسری مچھلی نے نگل لیا، حضرت یونس نے تاریکیوں میں پکارا، فرماتے ہیں: ظلمات سے مراد ایک مچھلی کی تاریکی پھر دوسری مچھلی کی تاریکی، پھر دریا کی تاریکی ہے۔(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 93 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 95 3۔ ایضاً

4۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 415 (3445)، دار الکتب العلمیہ بیروت 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 95

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قرآن میں ہر جگہ تسبیح سے مراد نماز ہے سوائے اس تسبیح کے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

امام الزبیر بن بکار رحمہ اللہ نے الموفقیات میں حضرت کلبی، عن ابی صالح عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے کہ معاویہ نے ایک دن ابن عباس سے کہا: گزشتہ رات قرآن کی امواج نے دو آیتوں کے بارے مجھے خوب تھپیڑے مارے۔ میں ان کی تاویل نہیں سمجھ سکا، اس لیے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ حضرت ابن عباس نے پوچھا وہ کون سی دو آیتیں ہیں؟ فرمایا وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ۔ اور دوسری یہ آیت حَتّٰۤى اِذَا اسْتَیْــَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا (یوسف:110) حضرت معاویہ نے فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام ایسا کس طرح گمان کر سکتے تھے۔ اور یہ کیسے ہو سکتے ہیں کہ انہوں نے گمان کیا کہ جو ان سے وعدہ کیا گیا تھا وہ درست نہیں تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا تھا کہ ان کی خطا اس حد تک نہیں پہنچی کہ اللہ تعالیٰ ان پر سزا کو مقدر فرمائے گا، انہیں کوئی شک نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا تو قادر ہوگا اور رہی دوسری آیت تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رسل اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہو گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ جنہوں نے ان کی نافرمانی کی ہے انہوں نے اعلانیہ رضا کا اظہار کیا اور اندر سے انہوں نے تکذیب کی ہے اور یہ اس پر مصیبت اور آزمائش کے لمبا ہونے کی وجہ سے ہوا، رسل اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مایوس نہیں ہوئے اور نہ انہوں نے گمان کیا کہ جو ان سے وعدہ کیا گیا تھا وہ درست نہ تھا۔ معاویہ نے کہا اے ابن عباس! تو نے میری مشکل حل کر دی، اللہ تمہاری مشکلات حل فرمائے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی (اور انہوں نے جھٹلایا) تو اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ صبح ان کی قوم پر عذاب آئے گا، آپ نے قوم کو عذاب سے آگاہ کر دیا، قوم کے افراد نے کہا یونس علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، صبح ہم پر عذاب آجائے گا۔ پس آؤ ہم اپنی ہر چیز میں سے کمزور چیزیں نکال لے جائیں اور ہم انہیں اپنے بچوں کے ساتھ ملا دیں، شاید اللہ تعالیٰ ان کمزور چیزوں اور بچوں پر رحم فرمائے، پس وہ عورتوں کو بچوں سمیت لے گئے، انہوں نے اونٹوں کو اپنے بچوں سمیت نکالا اور گائیوں کو بچھڑوں کے ساتھ نکالا اور بکریوں کو میمنوں کے ساتھ نکالا، انہوں نے ان تمام چیزوں کو اپنے آگے رکھا، عذاب آیا..... جب انہوں نے عذاب دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑانے لگے اور دعا کرنے لگے۔ عورتیں اور بچے رو رہے تھے، اونٹ بلبلا رہے تھے۔ گائیں اور ان کے بچھڑے ڈکار رہے تھے، بکریاں اور ان کے میمنے میں میں کر رہے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرما دیا اور ان سے عذاب ٹال دیا، حضرت یونس علیہ السلام ناراض ہوئے اور کہا مجھے جھٹلایا جائے گا، پس وہ غصہ کے عالم میں سمندر کی طرف چلے گئے۔ قوم کی کشتی لنگر انداز تھی، آپ نے کہا مجھے بھی کشتی میں سوار کر لو، انہوں نے آپ کو سوار کر لیا تو آپ نے کرایہ نکالا لیکن انہوں نے کرایہ لینے سے انکار کر دیا، حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا پھر میں تم سے چلا جاؤں گا، انہوں نے آپ کی بات قبول کر لی، جب کشتی سمندر کے درمیان پہنچی تو سمندر کی موجوں نے انہیں گھیر لیا، یونس علیہ السلام نے کہا تم مجھے پھینک دو تو بچ جاؤ

گے۔ کشتی والوں نے کہا ہم تجھے پکڑے رہیں گے تو بچ جائیں گے۔ فرمایا تم میری قرعہ اندازی کرلو، انہوں نے تین مرتبہ قرعہ نکالا تو قرعہ آپ کے نام ہی پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کی طرف پیغام بھیجا اس مچھلی کو سبز سمندر کا ستارہ کہا جاتا تھا، سمندر بد بخت رہیں گے حتی کہ یونس علیہ السلام کو نگل لے لیکن یونس تیرے لیے رزق نہیں ہے لیکن تیرا پیٹ اس کے لیے قید خانہ ہے۔ تو نے نہ تو ان کی جلد کو خراش دینی ہے اور نہ اس کی ہڈی توڑنی ہے۔ مچھلی اس کشتی کے قریب آئی۔ لوگوں نے تیسری مرتبہ قرعہ ڈالا تو قرعہ آپ کے نام نکلا، آپ پانی میں چلے گئے، مچھلی نے آپ کو نگل لیا مچھلی سمندر کو چیرتی ہوئی سبز سمندر تک پہنچ گئی۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب مچھلی نے یونس علیہ السلام کو نگل لیا حتی کہ وہ انہیں ساتویں زمین پر لے گئی تو یونس علیہ السلام نے زمین کی تسبیح سنی۔ آپ کو اس کی تسبیح سے تسبیح کرنے کا شوق ملا۔ آپ نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ پھر اس مچھلی نے آپ کو زمین پر ڈال دیا۔ آپ بالکل نومولود کی طرح تھے، نہ آپ پر بال تھے اور نہ ناخن تھے، آپ کے اوپر کدو کی بیل پیدا فرمادی۔ آپ اس کے نیچے سے حشرات الارض کھاتے تھے، آپ سوئے ہوئے تھے کہ اچانک آپ کے اوپر ایک پتہ خشک ہو کر گر پڑا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک خشک پتے کے گرنے سے تم پریشان ہو رہے ہو اور لاکھ سے زائد افراد کے عذاب دیئے جانے پر تم پریشان نہ ہوئے۔

امام ابن ابی حاتم، ابن الدنیا (نے الفرج میں) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ یونس علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ سے کلمات طیبات سے دعا کرنے کا خیال آیا تو آپ نے مچھلی کے پیٹ میں ہی دعا فرمائی لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ آپ کی اس دعا نے عرش کو گھیر لیا۔ فرشتوں نے کہا یہ کمزور معروف آواز بلا دغریبہ سے آ رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم اسے نہیں جانتے؟ فرشتوں نے عرض کی یا رب! یہ کون ہے؟ فرمایا یہ میرا بندہ یونس ہے۔ فرشتوں نے عرض کی: تیرا بندہ یونس جس کا مقبول عمل ہمیشہ بلند ہوتا ہے اور جس کی دعا مقبول ہوتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں میرا وہی بندہ یونس ہے۔ فرشتوں نے عرض کی یا رب! کیا تو اس پر رحم نہیں فرمائے گا اس عمل کی وجہ سے جو وہ آسائش کے دور میں کرتا تھا تا کہ تو اسے مصیبت سے نجات عطا فرمائے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو میدان میں ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر کدو کی بیل پیدا فرمادی۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں عبد بن حمید، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ کسی انسان کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں۔ انہوں نے تاریکیوں میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی تھی۔ (1)

امام احمد، ترمذی، نسائی، حکیم نے نوادر الاصول میں، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن جریر، ابن ابی حاتم، البزار، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ذکر یونس بن متی، جلد 6، صفحہ 337 (31863)، دار التاج بیروت

فرمایا: حضرت ذوالنون کی دعا جو آپ نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تھی۔ جس مسلمان نے ان کلمات کے ساتھ دعا کی اللہ تعالیٰ اسکی دعا قبول فرمائے گا۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ کا وہ اسم جس کے ساتھ جب بھی دعا کی جائے قبول ہوتی ہے اور جب سوال کیا جائے عطا ہوتا ہے وہ یونس بن متی کی دعا ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ یہ حضرت یونس کے ساتھ خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لیے ہے؟ فرمایا یہ یونس علیہ السلام کے لیے خاص تھی اور مسلمانوں کے لیے بھی ہے جب وہ اس کے ساتھ دعا مانگیں، کیا تم نے یہ ارشاد نہیں سنا وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِیْنَ یہ اللہ کی طرف سے شرط ہے اس کے لیے جو اس سے دعا مانگے۔(2)

ابن مردویہ اور دیلمی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ آیت انبیاء کے لیے پناہ گاہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اس کے ساتھ یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ کی تاریکی میں دعا کی تھی۔(3)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جس کے ساتھ جب دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے اور جب سوال کیا جائے تو عطا ہوتا ہے وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم پر آگاہ نہ کروں؟ وہ یونس علیہ السلام کی دعا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ جو مسلمان اپنی حالت مرض میں چالیس مرتبہ اسکے ساتھ دعا مانگے گا پھر اس مرض میں فوت ہو جائے گا تو اسے شہید کا اجر دیا جائے گا، اگر ٹھیک ہو جائے گا تو بھی اس کی مغفرت ہو چکی ہوگی۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کہا میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اس نے جھوٹ بولا۔(4)

امام الحاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک گھاٹی سے گزرے، پوچھا یہ کون سی گھاٹی ہے؟ عرض کی یہ فلاں گھاٹی ہے۔ فرمایا گویا میں یونس بن متی کو اونٹنی پر سوار دیکھ رہا ہوں جس کی مہار کھجور کے پتوں کی ہے اور آپ نے اون کا جبہ پہنا ہوا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں لبیک لبیک۔(5)

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں، ان سے غلطی ہوئی پھر ان کے رب نے انہیں چن لیا۔

1۔ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، جلد 5، صفحہ 495 (3505)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 97
3۔ الفردوس للدیلمی، جلد 4، صفحہ 331 (6959)، دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ مستدرک حاکم، تواریخ المتقدمین، جلد 2، صفحہ 638 (4122)، دارالکتب العلمیہ بیروت
5۔ ایضاً، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 373 (3313)

56B

امام عبد بن حمید، بخاری، نسائی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

امام بخاری، مسلم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ کوئی یہ کہے میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔(1) واللہ اعلم۔

وَ زَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾

''اور یاد کرو ذکریا کو جب انہوں نے پکارا اپنے رب کو کہ اے میرے پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ تو ہم نے اس کی دعا کو قبول فرمالیا اور اسے یحییٰ (جیسا فرزند) عطا فرمایا اور ہم نے تندرست کر دیا ان کی خاطر ان کی اہلیہ کو بے شک وہ بہت سبک رو تھے نیکیاں کرنے میں اور پکارا کرتے تھے ہمیں بڑی امید اور خوف سے اور ہمارے سامنے بڑا عجز و نیاز کیا کرتے تھے''۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کی زبان میں طول تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے درست فرمادیا۔(2)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، خابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن عساکر اور الخرائطی رحمہم اللہ نے مساوی الاخلاق میں حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کے اخلاق اچھے نہ تھے اور اس کی زبان دراز تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح فرمادی۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن عساکر نے حضرت محمد بن کعب سے روایت کیا ہے کہ آپ کی بیوی خوش خلق نہ تھی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی بچے جنم نہیں دیتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹھیک کر دیا۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی قول نقل کیا ہے۔(4)

ابن جریر نے ابن عباس سے وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم نے اسے اسی بیوی سے بچہ عطا فرمایا۔(5)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زکریا علیہ

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 3، صفحہ 1255 (3234)، دار ابن کثیر دمشق　2۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 415 (3446)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 98، دار احیاء التراث العربی بیروت　4۔ ایضاً (عن سعید)　5۔ ایضاً

اسلام کی بیوی بانجھ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے درست فرما کر بچے پیدا کرنے والی بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی بیوی سے یحییٰ علیہ السلام عطا فرمائے۔ خٰشِعِیْنَ کا مطلب عجز و نیاز کرنے والے ہے۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا کے تحت حضرت ابن جریر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس کا مطلب طَمَعًا وَّ خَوْفًا یعنی بیم و رجا کی کیفیت میں ہمیں پکارا کرتے ہیں، طمع اور خوف میں سے ہر ایک کا دوسرے سے جدا ہونا مناسب نہیں۔(2)

امام ابن المبارک رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس جملہ کے تحت روایت فرمایا ہے: اس سے مراد دل میں دائمی خوف ہے یعنی وہ ہمیں ہمیشہ خوف کی حالت میں پکارتے ہیں۔

امام عبد بن حمید نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ ان کا خوف اللہ کی بارگاہ میں ہمیشہ ہوتا ہے، ان کا خوف ان کے دلوں سے جدا نہیں ہوتا۔ اگر ان پر کوئی رغبت نازل ہوتی ہے تو انہیں اندیشہ ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج ہو، اور اگر کوئی رہبت (خوف) نازل ہوتی ہے تو وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سابقہ گناہوں کی وجہ سے پکڑنے کا حکم نہ دیا ہو۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا رَهَبًا اس طرح ہے اشارہ کرتے ہوئے اپنی ہتھیلی کو پھیلایا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو نعیم نے الحلیہ میں، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عبد اللہ بن حکیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا، پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء فرمائی پھر کہا میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس کی شان کے لائق اس کی تعریف کرنے، بیم و رجا کیفیت میں رہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا اور ان کے گھر والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا اِنَّهُمْ یُسٰرِعُوْنَ الخ۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے خٰشِعِیْنَ کا مطلب مُتَوَاضِعِیْنَ بیان فرمایا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے الضحاک سے روایت کیا ہے کہ وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ وہ ہماری بارگاہ میں عجز کا اظہار کرتے ہیں۔

وَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَ جَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾

"اور یاد کرو اس خاتون کو جس نے محفوظ رکھا اپنی عصمت کو۔ پس ہم نے پھونک دیا اس میں اپنی روح سے اور ہم نے بنا دیا اسے اور اس کے بیٹے کو (اپنی قدرت کی) نشانی سارے جہان والوں کے لیے"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 98 2۔ ایضاً

3۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 415 (3447)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیصر نے معاویہ کی طرف خط لکھا کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے بندوں میں سے معزز ترین کون ہے اور اس کی بندیوں میں سے مکرم ترین کون ہے؟ حضرت معاویہ نے جوابا لکھا تو نے جو مجھ سے سوال کیا ہے میں اس کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ معزز ترین بندہ آدم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا پھر اسے تمام اسماء سکھائے اور اس کی بندیوں میں سے معزز ترین مریم بنت عمران ہے جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔

امام عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا کے تحت روایت کیا ہے کہ آپ کے گریبان میں (جبرئیل) نے پھونک ماری۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آپ کی عصمت میں پھونک ماری۔

إِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱعْبُدُونِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوٓا۟ أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ إِلَيْنَا رَٰجِعُونَ ﴿٩٣﴾ فَمَن يَعْمَلْ مِنَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِۦ وَإِنَّا لَهُۥ كَٰتِبُونَ ﴿٩٤﴾ وَحَرَٰمٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَٰهَآ أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٩٥﴾

"(اے ان انبیاء کو ماننے والو!) یہی (توحید) تمہارا دین ہے جو ایک دین ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں پس میری بندگی کیا کرو۔ مگر لوگوں نے پارہ پارہ کر ڈالا اپنے دین کو آپس میں (آخر کار) سب ہماری طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔ پس جو شخص کرتا رہا کوئی نیک کام بشرطیکہ وہ مومن ہو تو رائیگاں نہیں جانے دیا جائے گا اس کی کوشش کو اور ہم اس کے لیے (اس کے عملوں کو) لکھنے والے ہیں۔ اور ناممکن ہے اس بستی کے لیے جس کو ہم نے برباد کر دیا کہ اس کے باشندے پھر لوٹ کر آئیں"۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے إِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً کے تحت روایت کیا ہے کہ تمہارا دین ایک ہے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔(2)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ تمہارا دین ایک ہے اور تمہارا رب ایک ہے اور شریعت مختلف ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الکلبی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ تمہاری زبان ایک ہے۔

ابن جریر نے ابن زید سے وَتَقَطَّعُوٓا۟ أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ دین میں لوگوں نے اختلاف کیا۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 100، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 101

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے وَحَرْمٌ عَلٰی قَرْيَةٍ پڑھا ہے۔

عبد بن حمید نے ابن الزبیر سے روایت کیا ہے کہ بچے یہاں وَحَرْمٌ عَلٰی قَرْيَةٍ پڑھتے ہیں حالانکہ یہ وَحَرْمٌ عَلٰی قَرْيَةٍ ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حرام یعنی الف کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام الفریابی، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں وَحَرْمٌ عَلٰی قَرْيَةٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا ہلاک کرنا واجب ہے۔ ہم نے اسے ہلاک کردیا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ وہ دنیا کی طرف نہیں لوٹیں گے۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ وَحَرْمٌ عَلٰی قَرْيَةٍ پڑھتے تھے فرماتے تھے کہ اس کا مطلب ہے کہ اس بستی کا ہلاک کرنا واجب ہے۔ جس طرح اس آیت میں فرمایا اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ (یٰس)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ سے یہی روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس وَحَرْمٌ عَلٰی قَرْيَةٍ پڑھتے تھے، سعید نے پوچھا حَرْمٌ کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا یحرم۔(1)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے وحرم روایت کیا ہے اور اس کا مطلب وجب ہے یعنی ہم نے دنیا میں ان پر ہلاکت کو واجب کردیا ہے۔ جس نظریہ پر قائم ہیں اس سے کبھی نہیں لوٹیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے حَرْمٌ کا مطلب حبشی لغت میں وجب ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَحَرْمٌ عَلٰی قَرْيَةٍ یعنی اس پر واجب ہے کہ جب وہ ہلاک ہو جائے تو دنیا کی طرف نہ لوٹے۔

حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾

''یہاں تک کہ جب کھول دیئے جائیں گے یاجوج اور ماجوج اور وہ ہر بلندی سے بڑی تیزی کے ساتھ نیچے اترنے لگیں گے۔ (تب معلوم ہوگا کہ) قریب آگیا ہے سچا وعدہ، تو اس وقت تاڑے لگ جائیں گی نظریں ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا تھا (کہیں گے) صد حیف! ہم تو غافل رہے اس امر سے بلکہ ہم تو ظالم تھے''۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فُتِحَتْ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ کے ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 102

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ تمام لوگ قیامت کے روز جس مکان سے آئیں گے وہ بلند ہوگا۔(1)

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ وہ ہر ٹیلہ سے نیچے اترنے لگیں گے۔(2)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حَدَبٍ سے مراد بلند جگہ ہے يَّنْسِلُوْنَ آئیں گے۔(3)

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا وہ ہر طرف سے زمین کے جوف میں پھیلیں گے، نافع نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے طرفہ کا قول نہیں سنا:

فَلَمَّا يَوْمُهُمْ فَيَوْمُ سُوْءٍ تَخْطَفُنَ بِالْحَدَبِ الصُّقُوْرُ

”وہ دن برا دن تھا جس میں شکرے انہیں بلندی سے اچک رہے تھے“۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید سے روایت کیا ہے کہ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ کا نکلنا قیامت کے دن کا آغاز ہے۔(4)

امام حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کل جدث یعنی جیم اور الثاء کے ساتھ پڑھا ہے جیسے اس آیت میں فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (یاسین) اور الاحداث سے مراد قبور ہیں۔(5)

امام احمد، ابویعلی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: یاجوج و ماجوج لوگوں پر نکلیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ بس وہ لوگوں پر بھی غالب آجائیں گے۔ مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں ان سے چھپ جائیں گے۔ اپنے مویشی بھی اپنے ساتھ ملالیں گے۔ یاجوج و ماجوج زمین کے پانی پی جائیں گے حتی کہ انہیں خشک کردیں گے حتی کہ بعض اس نہر سے گزریں گے تو کہیں گے کبھی یہاں پانی ہوا کرتا تھا۔ جب لوگوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا تو سوائے ان لوگوں کے جو کسی قلعے یا شہر میں محفوظ ہوں گے، تو یاجوج و ماجوج میں سے کوئی کہے گا یہ اہل زمین ان سے تو ہم فارغ ہو گئے، اب آسمان والے ہی باقی ہیں، ان میں سے کوئی اپنا نیزہ لہرائے گا پھر اسے آسمان کی طرف پھینکے گا تو وہ آزمائش وفتنہ کے طور پر خون آلود ہو کر واپس آئے گا، وہ اسی کیفیت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرمائے گا جو مکڑی کے کیڑے کی طرح ہوگا، وہ صبح کے وقت سب مرجائیں گے، ان کی کوئی آواز سنائی نہ دے گی، مسلمان کہیں گے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ہمارے لیے اپنی جان کی قربانی دے اور دیکھے کہ ہمارے ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 106 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 108 3۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 107

4۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 108 5۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 268 (2966)، دار الکتب العلمیہ بیروت

دشمنوں کے ساتھ کیا ہوا۔ پس ایک شخص ثواب کی نیت سے نکلے گا جب کہ وہ اپنے قتل ہو جانے کا یقین کر چکا ہوگا۔ وہ اترے گا تو انہیں ایک دوسرے کے اوپر مردہ پائے گا۔ وہ آواز دے گا اے مسلمانو! خوش خبری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے تمہارے دشمن کا کام تمام کر دیا ہے۔ پس مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں سے باہر آ جائیں گے۔ اپنے مویشیوں کو چرائیں گے تو ان کے لیے سوائے یاجوج و ماجوج کے گوشت کے کوئی چراگاہ نہ ہوگی۔ پس وہ اس کا ایسا شکریہ ادا کریں گے جو انہوں نے نباتات کے ملنے پر بھی کبھی ادا نہیں کیا ہوگا جو انہیں پہلے میسر آتی تھیں۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میں ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملا، وہ قیامت کا ذکر کر رہے تھے، انہوں نے معاملہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹایا تو انہوں نے فرمایا: مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ پھر معاملہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹایا تو انہوں نے بھی فرمایا مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے، پھر معاملہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹایا تو انہوں نے فرمایا اس کا وقوع تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا لیکن میرے رب نے جو مجھے آگاہی بخشی ہے وہ یہ ہے کہ دجال نکلے گا اور میرے ساتھ دو چھڑیاں ہوں گی۔ جب وہ مجھے دیکھے گا تو رصاص کی طرح پگھل جائے گا۔ جب وہ مجھے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا حتی کہ پتھر اور درخت کہیں گے اے مسلم! میرے نیچے کافر (چھپا ہوا) ہے، آؤ اسے قتل کرو۔ پس اللہ تعالیٰ کافروں کو ہلاک کر دے گا۔ پھر لوگ اپنے شہروں کی طرف لوٹیں گے، یاجوج و ماجوج جس چیز پر بھی آئیں گے اسے ہلاک کر دیں گے۔ وہ کسی پانی سے گزریں گے تو اسے پی جائیں گے۔ پھر لوگ لوٹیں گے اور ان کی شکایت کریں گے، پس وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو ہلاک کر دے گا حتی کہ زمین پر ان کی بدبو پھیل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا، وہ ان کے جسموں کو بہا کر سمندر میں لے جائے گی اور مجھے جو اللہ تعالیٰ نے آگاہی بخشی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جب معاملہ اس طرح ہے تو قیامت اس حاملہ عورت کی طرح ہے، جس کے دن مکمل ہو چکے ہوں اس کے گھر والوں کو علم نہیں ہوتا کہ یہ اچانک دن کے وقت یا رات کے وقت بچہ جنم دے گی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس بات کی تصدیق کتاب اللہ میں بھی پائی **حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ** فرماتے ہیں ہر مکان جس سے لوگ قیامت کے روز آئیں گے وہ بلند ہوگا۔(2)

امام احمد اور ابن ابی حاتم نے حضرت خالد بن عبد اللہ بن حرملہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حذیفہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا جب کہ آپ بچھو کے کاٹنے کی وجہ سے اپنی انگلی پر پٹی باندھے ہوئے تھے۔ فرمایا تم کہتے ہو تمہارا کوئی دشمن نہیں تم ہمیشہ دشمن سے جنگ کرتے رہو گے حتی کہ یاجوج و ماجوج آئیں گے جن کے چہرے چوڑے ہوں گے، آنکھیں چھوٹی ہوں گی اور ان کی پلکیں سرخ ہوں گی، ہر بلندی سے اتریں گے۔ ان کے چہرے گویا چمڑے کی چوڑی ڈھالیں ہیں۔(3)

1۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، جلد 4، صفحہ 449، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، جلد 11، صفحہ 451، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 271، دار صادر بیروت

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن ابی یزید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس نے بچوں کو دیکھا کہ وہ کھیلتے ہوئے ایک دوسرے کے اوپر چڑھ رہے تھے۔ ابن عباس نے فرمایا یاجوج وماجوج اسطرح نکلیں گے۔ (1)

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے البعث میں نواس بن سمعان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح دجال کا ذکر کیا تو دوران گفتگو آپ کی آواز کبھی پست ہو جاتی اور کبھی بلند ہو جاتی۔ ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وعظ سے یوں محسوس ہونے لگا کہ دجال کھجوروں کے جھنڈ میں ہے (پھر جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ہمارے چہروں سے دجال کا خوف پہچان لیا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم پر دجال سے زیادہ کسی اور چیز کا خوف ہے (جو قریب قیامت میں) ظاہر ہوگی۔ اگر دجال نکلے گا اور میں تمہارے درمیان موجود ہوں گا تو میں اس سے جھگڑوں گا اور اگر میری عدم موجودگی میں نکلے گا تو ہر شخص خود اس کا مقابلہ کرے گا۔ اللہ کریم میری طرف سے اس سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے گا۔ وہ گھنگھریالے بالوں والا جوان ہوگا، اس کی ایک آنکھ کا ڈھیلا باہر نکلا ہوا ہوگا، اس کے گھوڑے شام اور عراق کے درمیان نکلیں گے، وہ دائیں، بائیں فساد پھیلائے گا اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا، ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ زمین میں کتنا عرصہ ٹھہرے گا؟ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا چالیس دن (اس وقت) ایک دن سال کی طرح ہو گا، ایک دن ایک مہینہ کی طرح ہوگا، ایک دن جمعہ کی طرح ہوگا اور (باقی) تمام دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن جو سال کا ہوگا کیا اس میں ہماری ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔ فرمایا نہیں بلکہ تم اندازہ سے نماز ادا کرنا۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ زمین سے کتنا جلدی چلے گا؟ فرمایا وہ اس بادل کی طرح تیز چلے گا جس کو پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہوتی ہے، دجال ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے گا، انہیں اپنی طرف بلائے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے وہ آسمان کو حکم دے گا۔ تو وہ بارش برسا دے گا، زمین کو حکم دے گا تو وہ اناج وسبزہ آگا دے گی۔ ان کے اونٹ شام کو واپس آئیں گے تو ان کی کوہانیں پہلے کی نسبت لمبی ہوں گی، ان کی اونٹنیوں کے کھیریاں مکمل بھری ہوئی ہوں گی اور اس کے پہلو لبے ہو چکے ہوں گے۔ پھر وہ ایک اور قبیلہ کے پاس آئے گا، انہیں اپنی طرف بلائے گا، وہ اس کی بات کو رد کر دیں گے، ان کے اموال اس کے پیچھے چلے جائیں گے۔ وہ قحط میں مبتلا ہو جائیں گے، ان کے اموال میں سے کچھ بھی ان کے پاس نہیں رہے گا۔ پھر وہ ایک بنجر زمین پر آئے گا، اسے کہے گا اپنے خزانے اگل دے۔ پس اس کے خزانے نکل کر شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چل پڑیں گے، پھر وہ ایک جوان آدمی کو حکم دے گا پھر اسے قتل کرے گا اور تلوار کے وار اس پر کرے گا۔ وہ اسے دوٹکڑے کر دے گا جس طرح نشانہ کا شکار ہوتا ہے۔ پھر وہ اسے بلائے گا تو وہ اس کی طرف (زندہ ہوکر) آجائے گا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمائیں گے۔ وہ دمشق کی مشرقی جانب سفید منارہ کے پاس فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے، عیسیٰ علیہ السلام دجال کا پیچھا کریں گے اور اس کو مقام لد کے مشرقی دروازے کے پاس قتل کریں گے، اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائیں گے میں نے کچھ ایسے بندے (یاجوج وماجوج)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 104، دار احیاء التراث العربی بیروت

نکالے ہیں جن سے کسی کو جنگ کرنے کی طاقت نہیں، تم میرے بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ یاجوج، ماجوج کو نکالے گا۔ وہ ہر ٹیلے سے نکل پڑیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے رہیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرمائے گا۔ اس کی وجہ سے وہ ایک شخص کی موت کی طرح سے مر جائیں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی زمین پر اتریں گے، وہ ہر طرف ان کی بدبو پائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کی طرح پرندے بھیجیں گے۔ وہ پرندے یاجوج و ماجوج کے جسموں کو اٹھا کر وہاں پھینک آئیں گے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر اللہ تعالیٰ (چالیس دن) بارش برسائیں گے جس سے مٹی کا گھر اور اون سے بنا ہوا خیمہ کوئی بھی محروم نہیں رہے گا، زمین دھل جائے گی اور صاف وشفاف ہو جائے گی۔ پھر زمین کو حکم ہوگا اپنے پھل اگا دے۔ اس وقت پھر اتنی برکت ہوگی کہ ایک انار کو ایک پوری جماعت کھائے گی، اس کے چھلکے سے لوگ سایہ حاصل کریں گے۔ دودھ میں بڑی برکت ہوگی حتی کہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی لوگوں کے کئی گروہوں کے لیے کافی ہوگی اور ایک گائے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی، ایک بکری ایک گھر کے لیے کافی ہوگی۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا چلائے گے جو ہر مومن و مسلمان کی بغل کے نیچے لگے گی تو اس طرح ہر مسلمان کی روح پرواز کر جائے گی۔ صرف برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح لڑتے ہوں گے۔ ان پر ہی قیامت قائم ہوگی۔ (1)

امام ابن المنذر نے حضرت ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج و ماجوج کے نکلنے کے وقت گھوڑی بچہ جنم دے گی کہ اس کے بچے پر سواری نہیں کی جائے گی کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانیاں یہ ہیں: دجال کا خروج، عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور ایک آگ عدن کی گہرائی سے نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانک کر لے جائے گی، جب لوگ قیلولہ کریں گے تو وہ ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی۔ جب وہ راتیں گزاریں گے تو وہ ان کے ساتھ رات گزارے گی، دھواں، دابہ، یاجوج و ماجوج۔ حضرت حذیفہ نے عرض کی: یارسول اللہ! یاجوج و ماجوج کیا ہیں؟ فرمایا یہ امتیں ہیں، ہر امت چار لاکھ امت ہے ان میں سے کوئی شخص فوت نہیں ہوگا حتی کہ اپنی صلب سے ہزار آنکھ اپنے سامنے چلتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ آدم کی اولاد ہیں۔ وہ دنیا کی خرابی کی طرف چلیں گے۔ ان کا مقدمہ (پہلا دستہ) شام میں ہوگا، ساقہ (پچھلا دستہ) عراق میں ہوگا۔ وہ دنیا کی نہروں سے گزریں گے۔ وہ فرات، دجلہ اور بحیرہ طبریہ کو پی جائیں گے حتی کہ وہ بیت المقدس آئیں گے تو وہ کہیں گے ہم نے اہل دنیا کو قتل کر دیا۔ اب آسمان والوں سے قتال کریں۔ وہ اپنے نیزے اور تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے تو وہ خون آلود ہو کر واپس آئیں گے۔ وہ کہیں گے ہم نے آسمان والوں کو بھی قتل کر دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان جبل طور پر ہوں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف ہاتھ بلند کریں گے یعنی دعا کریں گے۔ مسلمان آمین کہیں گے، اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج پر ایک کیڑا مسلط کرے گا جسے النغف کہا جاتا ہے، وہ ان کے

1۔ سنن ترمذی، باب ماجاء فی فتنۃ الدجال، جلد 4، صفحہ 442 (2240)، دار الکتب العلمیہ بیروت

نتھنوں میں داخل ہوگا تو وہ شام کے وسط سے لے کر مشرق کے وسط تک صبح کے وقت مر جائیں گے حتی کہ ان کے مردہ جسموں کی وجہ سے زمین بدبودار ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دے گا تو وہ اس طرح بارش برسائے گا گویا کہ مشکیزوں کے منہ کھل گئے ہیں، پس ساری زمین ان کے مرداروں اور بدبو سے پاک ہو جائے گی، اس وقت سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج و ماجوج نکلیں گے تو زمین میں سمندر کی موجوں کی طرح آئیں گے اور زمین میں فساد پھیلائیں گے۔ پھر آپ نے بطور دلیل یہ آیت پڑھی وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ پھر اللہ تعالیٰ ان پر نغف کیڑے کی طرح کا ایک جانور مسلط کرے گا۔ وہ ان کے کانوں اور نتھنوں میں داخل ہو جائے گا۔ اس کی وجہ سے یاجوج وماجوج سب مر جائیں گے۔ پس ان کے مردہ جسموں کی وجہ سے زمین بدبودار ہو جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا تو ان کے جسموں سے زمین صاف ہو جائے گی۔(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابوسعید نے فرمایا: یاجوج و ماجوج نکلیں گے تو وہ سب لوگوں کو قتل کر دیں گے سوائے ان لوگوں کے جو قلعوں میں بند ہوں گے۔ یاجوج و ماجوج بحیرہ (طبریہ) سے گزریں گے۔ اس کا پانی پی جائیں گے، پھر گزرنے والا وہاں سے گزرے گا تو کہے گا کبھی یہاں پانی ہوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر نغف کیڑے کو مسلط کر دے گا حتی کہ وہ انکی گردنیں توڑ دے گا۔ پس وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ قلعوں میں محبوس لوگ کہیں گے، اللہ کے دشمن ہلاک ہو گئے ہیں، وہ ایک شخص کو بھیجیں گے تا کہ وہ صورت حال کو ملاحظہ کرے۔ اور اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ شرط رکھی کہ وہ انہیں زندہ پائے گا تو وہ اسے اٹھا لیں گے، پس اس نے دیکھا کہ وہ ہلاک ہو چکے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا جو ان کے جسموں کو بہا کر سمندر میں لے جائے گی۔ زمین ان کے مردہ جسموں سے پاک ہو جائے گی، ان کے بعد لوگ درخت اور کھجوریں لگائیں گے، زمین اپنا پھل نکالے گی جس طرح کہ اس نے یاجوج وماجوج کے زمانہ میں نکالا تھا۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج وماجوج نکلنے کے وقت دیوار کو کھودیں گے حتی کہ قریب والے لوگ ان کے بسولوں کی آوازیں سنیں گے، جب شام ہوگی تو وہ کہیں گے کل آئیں گے تو نکل جائیں گے، اللہ تعالیٰ دیوار پھر پہلے کی طرح بنا دے گا، وہ دوسرے دن آئیں گے، دیوار کو کھودیں گے حتی کہ قریب والے ان کے بسولوں اور ہتھوڑوں کی آوازیں سنیں گے۔ جب رات ہوگی تو وہ کہیں گے کل آئیں گے تو نکل جائیں گے۔ وہ اگلے دن آئیں گے تو دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دیوار کو پھر پہلے کی طرح بنا دیا ہے، وہ دیوار کو کھودیں گے حتی کہ قریب والے ان کے بسولوں کی آوازیں سنیں گے، جب رات ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان کے ایک شخص کی زبان پر یہ الفاظ جاری فرمائے گا: ان شاء اللہ کل ہم نکل جائیں گے۔ وہ اگلے دن آئیں گے تو دیوار کو اسی حالت میں پائیں گے جس حالت میں چھوڑ کر گئے تھے۔ وہاں سے پھاڑ دیں گے پھر باہر نکل آئیں گے، پہلا گروہ بحیرہ سے گزرے گا۔ تو اس کا سارا پانی پی جائے گا پھر دوسرا گروہ گزرے گا تو وہ اس کی مٹی بھی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 103، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 107 3۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 104

چاٹ جائیں گے۔ پھر تیسرا گروہ گزرے گا تو وہ کہیں گے کبھی یہاں پانی ہوا کرتا تھا۔ لوگ ان سے بھاگ جائیں گے، کوئی چیز بھی ان کے سامنے نہ ٹھہرے گی۔ وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے تو وہ خون آلود ہو کر واپس آئیں گے، وہ کہیں گے ہم نے اہل زمین اور اہل آسمان پر غلبہ پالیا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام یاجوج وماجوج کے خلاف دعا فرمائیں گے۔ عرض کریں گے اے اللہ! ہمیں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں تو خود ہماری طرف سے ان کی کفایت فرما۔ پس اللہ تعالیٰ ان پر ایک کیڑا مسلط فرمائے گا جس کو النغف کہا جاتا ہے، پس وہ ان کی گردنیں توڑ دے گا، پھر اللہ تعالیٰ ان پر پرندے بھیجے گا جو انہیں اپنی چونچوں میں اٹھا کر سمندر میں پھینک آئیں گے، پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جس کا نام الحیاۃ ہوگا، وہ زمین کو ان کے جسموں سے پاک صاف کر دے گی۔ پھر زمین اپنا اناج اگائے گی حتی کہ ایک انار سے ایک السکن سیر ہوگا۔ پوچھا گیا اے کعب السکن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اس سے مراد پورا گھرانہ ہے، لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ ان کے پاس ایک چیخنے والا آئے گا اور کہے گا: پتلی پنڈلیوں والا بیت اللہ شریف کو گرانے کے ارادہ سے آچکا ہے، پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو سات سو یا سات سو اور آٹھ سو فرشتوں کے درمیان مبعوث فرمائے گا، جب وہ راستہ پر ہوگا تو اللہ تعالیٰ دائیں طرف سے پاک ہوا چلائے گا، جس میں ہر مومن کی روح قبض ہو جائے گی۔ پھر شرارتی لوگ باقی رہ جائیں گے۔ وہ جانوروں کی طرح جماع کریں گے (برسر راہ) اور قیامت کی مثل اس شخص کی طرح ہوگی جو اپنی گھوڑی کے اردگرد چکر لگاتا رہتا ہے کہ کس وقت بچہ جنم دیتی ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: جب سے یہ دنیا وجود میں آئی ہے اس کے ہر سو سال پر ایک نیا حادثہ رونما ہوتا ہے۔ فرمایا یاجوج وماجوج نکلیں گے۔ اور وہ اس کیفیت میں نکلیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ پس ان کا پہلا گروہ نہر عجاج پر آئے گا تو اس کا سارا پانی پی جائے گا حتی کہ ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہے گا، دوسرا گروہ آئے گا، وہ وہاں سے گزرے گا تو کہے گا کبھی یہاں پانی ہوا کرتا تھا۔ وہ زمین میں فساد پھیلائیں گے وہ وایلیا کے شہر میں مومنین کا محاصرہ کریں گے، وہ کہیں گے زمین میں جو بھی ہے ہم نے اسے ذبح کر دیا۔ آؤ اب آسمان والوں پر تیر اندازی کریں۔ وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے تو وہ خون آلود واپس آئیں گے۔ وہ کہیں گے زمین اور آسمان پر جو موجود تھا ہم نے اسے قتل کر دیا، مومنین عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کریں گے اے روح اللہ! یاجوج و ماجوج کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ وہ ان کے خلاف دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے کانوں میں نغف کیڑا پیدا فرما دے گا جو ان تمام کو ایک رات میں قتل کر دے گا حتی کہ ان کے مرداروں کی وجہ سے زمین بدبودار ہو جائے گی، مومنین عرض کریں گے اے روح اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں ہم ڈر رہے ہیں کہ ان کے مرداروں کی بدبو سے ہم مر جائیں گے، پس اللہ تعالیٰ سے عیسیٰ علیہ السلام دعا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا جو انہیں بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر ایک شخص نے گھوڑے کا بچہ، یاجوج وماجوج کے بعد رکھا ہوگا تو اس پر سوار نہیں ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔(2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 105، دار احیاء التراث العربی بیروت　　2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 109

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، ابویعلی، ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج و ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی اس گھر کا حج کیا جائے گا اور عمرہ کیا جائے گا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ قیامت کا دن قریب ہے، الربیع سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس وقت ان پر قیامت قائم ہوگی۔

اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَ كُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ هُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

"(اے مشرکو!) تم اور جن بتوں کی تم عبادت کیا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سب جہنم کا ایندھن ہوں گے تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔ (سوچو!) اگر یہ خدا ہوتے تو نہ داخل ہوتے جہنم میں اور (جھوٹے خدا اور ان کے پجاری) سب اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ جہنم میں (شدت عذاب سے) چیخیں گے اور اس میں اور کچھ نہ سن سکیں گے۔ بلاشبہ وہ لوگ جن کے لیے مقدر ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی تو وہی اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔ وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ ان (نعمتوں) میں جن کی خواہش انہوں نے کی تھی ہمیشہ رہیں گے۔ نہ غم ناک کرے گی انہیں بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے (انہیں بتائیں گے) یہی وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ (یاد کرو) جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمان کو جیسے لپیٹ دیئے جاتے ہیں طومار میں کاغذات جیسے ہم نے آغاز کیا تھا ابتدائے آفرینش کا اسی طرح ہم اسے لوٹائیں گے، یہ وعدہ (پورا کرنا) ہم پر لازم ہے، یقیناً ہم (ایسا) کرنے والے ہیں"۔

الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ اور ابوداؤد (نے الناسخ میں) اور حاکم (انہوں نے اسے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فتنۃ الدجال، جلد 7، صفحہ 501، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿١﴾ يَوْمَ

تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ

اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ۝

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ⑳

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تَفَثَهُمْ سے مراد سر کا حلق کرانا، زیر ناف بال صاف کرنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، مونچھیں کاٹنا، ناخن کاٹنا، رمی جمار کرنا، (قبضہ سے زائد) داڑھی کاٹنا ہے۔ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ فرماتے ہیں: اس سے مراد حج کی نذر کو پورا کرنا ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ تَفَثَهُمْ سے مراد زیر ناف بال صاف کرنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، مونچھیں کاٹنا اور ناخن کاٹنا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَلْيَطَّوَّفُوا سے مراد دس ذی الحجہ کا واجب طواف ہے۔

امام سعید بن منصور اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَلْيَطَّوَّفُوا سے مراد طواف زیارت ہے اور ابن جریر کے الفاظ یہ ہیں کہ دسویں کے دن کا طواف زیارت مراد ہے۔(2)

امام بخاری نے تاریخ میں، ترمذی، انہوں نے اس کو حسن کہا ہے، ابن جریر، طبرانی، حاکم، انہوں اسے صحیح کہا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عبد اللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (کعبہ کو) بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے جابر لوگوں سے آزاد کیا اور کبھی اس پر جابر شخص غالب نہ آیا۔(3)

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ اس لیے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے جابر لوگوں سے آزاد کیا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا نام بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ اس لیے رکھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جابر لوگوں سے آزاد کیا، کبھی اس پر کسی جابر کو نہ چھوڑا(4)، ایک روایت میں ہے کہ کوئی جابر زمین میں نہیں ہے جو دعویٰ کرے کہ کعبہ اس کا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا نام بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ اس لیے رکھا کیونکہ جس نے بھی اس سے برائی کا ارادہ کیا وہ ہلاک ہو گیا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس کو بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ اس لیے فرمایا کیونکہ اسے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں غرق ہونے سے آزاد کیا۔

امام ابن ابی حاتم نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ اس کو بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ اس لیے فرمایا کیونکہ یہ سب سے پہلے بنایا گیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیت اللہ کا طواف پناہ گاہ بنایا گیا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ابلیس کو ان کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 176　2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 179

3۔ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 5، صفحہ 304 (3170)، دار الکتب العلمیہ بیروت　4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 178

اس نے انکار کر دیا۔ رحمن نے ناراضگی کا اظہار فرمایا تو ملائکہ نے بیت اللہ کی پناہ لی حتی کہ رحمن کی ناراضگی ختم ہوگئی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے ارد گرد طواف فرمایا۔

امام سفیان بن عیینہ، طبرانی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، حطیم، بیت اللہ کا حصہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے پیچھے سے طواف فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ طواف وداع واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مجرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے ابن عباس نے فرمایا کہ تم سورۂ حج پڑھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ حج کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگ منیٰ سے ہی گھروں کو چلے جاتے تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہو، لیکن حیض والی عورتوں کو رخصت دی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو آدمی بیت اللہ کے سات چکر لگائے تو وہ سوائے تکبیر و تہلیل کے کوئی بات نہ کرے تو یہ غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے کعبہ کے سات چکر لگائے اور پھر دو رکعتیں پڑھیں تو وہ اس دن کی مثل ہوگا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے بیت اللہ کا طواف کیا اس کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ، حاکم، انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور بیہقی نے الشعب میں ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے جنہیں اس نے شمار کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھے گا اور ایک گناہ مٹائے گا اور اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔(3)

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو عقال رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں، میں نے بارش میں حضرت انس کے ساتھ طواف کیا تو انہوں نے ہمیں بتایا: نئے سرے سے عمل کرو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے پہلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ میں نے اسی دن کی مثل میں تمہارے نبی کریم ﷺ کی معیت میں طواف کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نئے سرے

1۔ مستدرک حاکم، کتاب المناسک، جلد 1، صفحہ 630 (1688)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ شعب الایمان، باب فی المناسک، جلد 3، صفحہ 454 (4048)، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 452 (4041)

سے عمل شروع کرو، پہلے گناہ معاف کردیے گئے ہیں۔(1)

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت محمد بن المنکدر عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور اس طواف میں کوئی لغو بات نہ کی تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔(2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: جس نے بیت اللہ کے پچاس طواف کیے وہ گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح اس دن تھا جب کہ اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم رحمہما اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے بنی عبد مناف! کسی کو اس گھر کا طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے نہ روکو، خواہ جس گھڑی رات یا دن میں طواف کرے یا نماز پڑھے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عصر کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتیں طواف پڑھیں، ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ باقی شہروں کی طرح نہیں ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ جب بیت اللہ کا طواف کرتے تو ہر طواف میں حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام کرتے۔(4)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب کو حجر اسود کو چومتے ہوئے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے رکن یمانی کو بوسہ دیا اور اس پر اپنے رخسار رکھے۔(5)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس فرماتے تھے کہ اس حدیث کو یاد کرو اور وہ اس کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے، نبی کریم ﷺ دونوں رکنوں کے درمیان یہ دعا مانگتے تھے رَبِّ قَنِّعْنِي بِمَا رَزَقْتَنِي وَ بَارِكْ لِي فِيهِ وَاخْلُفْ عَلَيَّ كُلَّ غَائِبَةٍ بِخَيْرٍ۔(6)

امام ترمذی اور حاکم رحمہما اللہ (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اسے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیت اللہ کا طواف نماز کی مثل ہے لیکن تم طواف میں باتیں کرتے ہو۔ پس جو طواف میں بات کرے تو وہ خیر کی بات کرے۔(7)

الحاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طواف کے دوران پانی پیا۔(8)

1۔ شعب الایمان، باب فی المناسک، جلد 3، صفحہ 452 (4043)، دار الکتب العلمیہ بیروت — 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 454 (4049)

3۔ مستدرک حاکم، کتاب المناسک، جلد 1، صفحہ 617 (1643)، دار الکتب العلمیہ بیروت — 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 626 (1676)

5۔ ایضاً (1675) — 6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 626 (1674)

7۔ سنن ترمذی، کتاب الحج، جلد 3، صفحہ 293 (960)، دار الحدیث القاہرہ

8۔ مستدرک حاکم، کتاب المناسک، جلد 1، صفحہ 631 (1679)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے الشعب میں حضرت عبد الاعلیٰ التیمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے طواف کے دوران کیا دعا مانگوں۔ فرمایا یہ دعا مانگو اللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذُنُوْبِيْ وَخَطَئِيْ وَعَمَدِيْ وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ اِنَّكَ اِنْ لَا تَغْفِرْلِيْ تُهْلِكْنِيْ۔(1)

احمد اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے عطاء سے کہا کیا تو نے ابن عباس سے سنا تھا؟ فرمایا تمہیں بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا گیا ہے اور تمہیں اس میں داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا۔ فرمایا ہمیں اس میں داخل ہونے سے منع نہیں فرمایا۔ لیکن میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے اسامہ بن زید نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے پھر باہر تشریف لائے تو بیت اللہ کی طرف دو رکعتیں ادا فرمائیں اور فرمایا یہ قبلہ ہے۔(2)

امام حاکم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے، فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے اٹھ کر باہر تشریف لے گئے جب کہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی اور نفس خوش تھا یعنی آپ خوش وخرم تھے۔ پھر جب واپس تشریف لائے تو پریشان تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے پاس سے گئے تو خوش تھے (اب کیا ہوا ہے) فرمایا میں کعبہ میں داخل ہوا، میں نے پسند کیا کہ میں نے ایسا نہ کیا ہوتا، مجھے اندیشہ ہو رہا ہے کہ میں اپنے بعد اپنی امت کو تھکانے والا ہوں۔(3)

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں تعجب ہے مسلمان آدمی کے لیے۔ جب وہ کعبہ میں داخل ہوتا ہے تو اس کی چھت کی طرف نگاہ اٹھانے کے وقت اللہ تعالیٰ کے اجلال اور تعظیم کو چھوڑ دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی جگہ سے نظر نہ ہٹائی حتی کہ باہر تشریف لائے۔(4)

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝

"ان احکام کو یاد رکھو اور جو شخص تعظیم کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تو یہ بہتر ہے اس کے لیے اس کے رب کے ہاں اور حلال کیے گئے تمہارے لیے جانور بجز ان کے جن کی حرمت پڑھی گئی تم پر، پس پرہیز کرو بتوں کی نجاست سے اور بچو جھوٹی بات سے۔ یکسر مائل ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف، نہ شریک ٹھہراتے ہوئے اللہ کے ساتھ

1۔ شعب الایمان، باب فی المناسک، جلد 3، صفحہ 453 (4044)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب المناسک، جلد 1، صفحہ 653 (1763)

3۔ ایضاً، (1762)

4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 652 (1761)

اور جو شریک ٹھہراتا ہے اللہ کے ساتھ تو اس کی حالت ایسی ہے گویا وہ گرا ہو آسمان سے پس اچک لیا ہو اسے کسی پرندے نے یا پھینک دیا ہو اسے ہوا نے کسی دور جگہ"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حُرُمٰتِ اللّٰهِ سے مراد حج اور عمرہ اور وہ تمام گناہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔(1)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عطاء اور عکرمہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ حُرُمٰت سے مراد تمام گناہ ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حُرُمٰت سے مراد المشعر الحرام، البیت الحرام، المسجد الحرام اور البلد الحرام ہے۔(2)

ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ اور ابن ابی حاتم نے عیاش بن ابی ربیعہ المخزومی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت ہمیشہ خیر پر ہوگی جب تک مکہ کا حق تعظیم بجالاتی رہے گی اور جب وہ اس حق کو ضائع کر دیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ فرماتے ہیں: اس کا مطلب ہے کہ بتوں کی عبادت میں شیطان کی اطاعت سے اجتناب کرو۔ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور اللہ پر افتراء باندھنے اور اللہ تعالیٰ کی تکذیب سے اجتناب کرو۔(4)

امام احمد، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ایمن بن خریم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! جھوٹی گواہی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (5)

امام احمد، عبد بن حمید، ابن داؤد، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت خریم بن فاتک الاسدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی، جب فارغ ہو گئے تو کھڑے ہو گئے اور تین مرتبہ فرمایا: جھوٹی گواہی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کے برابر ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ (6)

امام احمد، بخاری، مسلم اور ترمذی نے ابو بکرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں بڑے گناہوں پر آگاہ نہ کروں؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور کرم فرمائیے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ والدین کی نافرمانی نہ کرنا۔ آپ پہلے ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار! غور سے سنو! جھوٹی گواہی۔ خبردار غور سے سنو! جھوٹ کی گواہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جملہ کو بار بار لوٹاتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا کاش! آپ خاموش ہو جائیں۔(7)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 180، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 181

3۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، باب فضل مکہ، جلد 3، صفحہ 523 (3110)، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 18، صفحہ 181 5۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 182 6۔ ایضاً

7۔ سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 275 (1901)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام عبد الرزاق، الفریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، الطبرانی اور الخرائطی نے مکارم الاخلاق میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: جھوٹی گواہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قَوْلَ الزُّوْرِ سے مراد جھوٹ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد کلام کے ساتھ شریک کرنا ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ وہ لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے تو اپنے تلبیہ میں کہتے لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ إِلَّا شَرِيْكٌ هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ'' میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک جس کا تو مالک ہے اور تو اس کا بھی مالک ہے جس کا وہ مالک ہے''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ یعنی اللہ کے لیے حج کرتے ہوئے شرک نہ کرتے ہوئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ شرک کرتے ہوئے حج کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ظاہر فرما دیا تو مسلمانوں کو فرمایا: تم اب حج کرو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے بغیر۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو لوگ حج کرتے تھے حالانکہ وہ مشرک ہوتے تھے۔ ان لوگوں کو حنفاء الحجاج کہا جاتا تھا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن القاسم مولی ابی بکر الصدیق سے روایت کیا ہے کہ مضر وغیرہ قبیلہ کے لوگ شرک کی حالت میں حج کرتے تھے اور جو مشرکین میں سے بیت اللہ کا حج نہیں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے تم کہو حُنَفَآءَ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ یعنی حج کرو جب کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قرآن میں جہاں حُنَفَآءَ آیا ہے اس سے مراد مسلمان ہیں اور یہاں حُنَفَآءَ سے مراد حجاج ہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حُنَفَآءَ سے مراد حجاج ہیں۔

حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حُنَفَآءَ سے مراد اتباع کرنے والے ہیں۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ الآیہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بیان فرمائی اس مشرک کی جو ہدایت سے بہت دور ہے اور ہلاکت میں ہے۔(2)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ سَحِيْقٍ سے مراد بعید ہے۔(3)

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝ لَكُمْ فِيْهَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 181 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 183 3۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 183

مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝

حقیقت یہ ہے اور جو ادب و احترام کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا تو یہ (احترام) اس وجہ سے ہے کہ دلوں میں تقویٰ ہے۔ تمہارے لیے مویشیوں میں طرح طرح کے فائدے ہیں ایک معین مدت تک پھر ان کے ذبح کرنے کا مقام بیت عتیق کے قریب ہے۔ اور ہر امت کے لیے ہم نے مقرر فرمائی ہے ایک قربانی تاکہ وہ ذکر کریں اللہ تعالیٰ کا اسم (پاک) ان بے زبان جانوروں پر ذبح کے وقت جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔ پس تمہارا خدا خدائے واحد ہے تو اسی کے آگے سر جھکاؤ۔ اور (اے محبوب) مژدہ سنائیے تواضع کرنے والوں کو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ سے مراد قربانی کا جانور ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ کی تعظیم سے مراد ان جانوروں کو موٹا کرنا، ان سے بہتر سلوک کرنا اور ان کا احترام کرنا ہے اور اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى کے تحت فرماتے ہیں: اِلٰى اَنْ تُسَمّٰى بُدْنًا (یعنی ان کو بدنا کہنے تک)۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ کی تعظیم سے مراد جانوروں کو خوب موٹا کرنا، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان کو اچھے طریقہ سے رکھنا ہے، لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى یعنی ان کو بدی کہنے سے پہلے تک تم ان کی پیٹھ، بال اور ان سے منافع حاصل کر سکتے ہو۔ جب وہ بدی بنا دیئے جائیں تو منافع حاصل کرنا درست نہیں۔(2)

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت الضحاک اور عطاء سے روایت کیا ہے کہ ان میں منافع سے مراد ضرورت کے وقت ان پر سوار ہونا اور ان کے بالوں اور دودھ سے فائدہ اٹھانا ہے اَجَلٍ مُّسَمًّى سے مراد تیرا اسے قلادہ پہنانا ہے اور بدنہ بنانا ہے۔ ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ فرماتے ہیں: دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں ذبح کرنا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ کہ حرم میں جب داخل ہو گئی تو اپنے محل میں پہنچ گئی۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن موسیٰ رحمہ اللہ سے ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ کے تحت روایت کیا ہے کہ وقوف عرفہ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ ہے۔ مزدلفہ میں ٹھہرنا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ ہے، البدن شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ ہیں، رمی جمار شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ سے ہے، الحلق شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ سے ہے۔ پس جو ان تمام چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17 صفحہ 85-183 2۔ ایضاً، جلد 17 صفحہ 184,85,88

کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اور تمہارے لیے ہر شعر میں منافع ہیں یہاں تک کہ تم دوسرے مشعر کی طرف منتقل ہو جاؤ اور ان تمام شعائر کا محل بیت اللہ کا طواف کرنا ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: حرمات اللہ، اللہ کی ناراضگی سے اجتناب، آپ کی اطاعت کی اتباع یہ سب چیزیں شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مَنْسَكًا سے مراد عید ہے۔

عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے مَنْسَكًا کا مطلب خون بہانا ہے۔(2)

امام ابوداؤد، نسائی اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے عید الاضحیٰ کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے عید الاضحیٰ بنائی ہے، اس شخص نے عرض کی: اگر میں مذکر یا مؤنث بکری کے ذبح کے علاوہ کچھ نہ کروں تو کیا صرف مجھ پر ذبح کرنا لازم ہے" فرمایا تم ناخن کاٹو، مونچھیں کاٹو اور زیر ناف بال صاف کرو تو یہ عمل اللہ کی بارگاہ میں تیری قربانی کی تکمیل ہے۔

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے، ذہبی نے اسے ضعیف کہا ہے) نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: جبرئیل آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم نے ہماری عید کو کیسا پایا؟ جبرئیل نے کہا آپ اس کے ساتھ ایمان والوں پر فخر کر رہے ہیں، اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم جان لو کہ دنبہ، بکریوں کے نر سے بہتر ہے اور دنبہ بیل سے بھی افضل ہے اور دنبہ اونٹ سے بھی افضل ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس (دنبہ) سے کوئی بہتر جانور جانتا تو ابراہیم کی قربانی کے عوض اسے قربان کرتا۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مَنْسَكًا سے مراد مکہ ہے، اللہ تعالیٰ نے مکہ کے علاوہ کسی جگہ کو کسی امت کے لیے منسک نہیں بنایا۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ابی حاتم، حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی۔ جب خطبہ اور نماز سے فارغ ہوئے تو ایک مینڈھا منگوایا اور اسے خود ذبح فرمایا اور کہا بسم اللہ واللہ اکبر۔ پھر کہا اے اللہ! یہ میری طرف سے ہے اور میرے وہ امتی جنہوں نے قربانی نہیں کی، تمام کی طرف سے ہے۔

امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن دو مینڈھے قربانی کیے۔ آپ نے جب انہیں لٹایا تو یہ کہا وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ اَنَا اَوَّلُ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 184 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 189

3۔ مستدرک حاکم، باب الاضاحی، جلد 4، صفحہ 247 (7526)، دار الکتب العلمیہ بیروت

الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ اُمَّتِهٖ۔ پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا۔

امام ابن ابی الدنیا سے الاضاحی اور بیہقی رحمہما اللہ نے الشعب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ذبح کے وقت یہ کہا: وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔

امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسینگوں والے چتکبرے مینڈھے قربانی کیے اور بسم اللہ اور تکبیر پڑھی۔(1)

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب وہ ذبح کرتے تو بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کہتے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے اَسْلِمُوْا کا معنی اخلصوا روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے الْمُخْبِتِیْنَ کا معنی مُطْمَئِنِّیْنَ روایت کیا ہے۔(2)

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا (نے ذم الغضب میں)، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت عمرو بن اوس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْمُخْبِتِیْنَ وہ لوگ ہوتے ہیں جو لوگوں پر ظلم نہیں کرتے اور جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو انتقام نہیں لیتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے الْمُخْبِتِیْنَ کا معنی مُتَوَاضِعِیْنَ (عاجزی کرنے والے) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس کا معنی ڈرنے والا روایت کیا ہے۔

امام ابن سعد اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ جب ربیع بن خیثم کو دیکھتے تو فرماتے وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ اور ربیع کو فرماتے: میں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھے الْمُخْبِتِیْنَ یاد آجاتے ہیں۔

الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَاۤ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ ۙ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ

1۔ صحیح بخاری، باب التکبیر عند الذبح، جلد 3، صفحہ 197، المطبعۃ المیمنہ مصر
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 190

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

''وہ لوگ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور جو صبر کرنیوالے ہیں ان (مصائب و آلام) پر جو پہنچتے ہیں انہیں اور صحیح صحیح ادا کرنے والے ہیں نماز کو اور ان چیزوں سے جو ہم نے انہیں عطا فرمائی ہیں وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور قربانی کے فربہ جانوروں کو ہم نے بنایا ہے تمہارے لیے اللہ کی نشانوں میں سے، تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے پس لو اللہ تعالیٰ کا نام ان پر اس حال میں کہ ان کا ایک پاؤں بندھا ہوا اور تین پر کھڑے ہوں پس جب وہ گر پڑیں کسی پہلو پر تو خود بھی کھاؤ اس سے نیز کھلاؤ قناعت کرنے والے فقیر کو اور بھیک مانگنے والے کو۔ اسی طرح ہم نے فرمانبردار بنا دیا ان جانوروں کو تمہارے لیے تاکہ تم (اس احسان کا) شکریہ ادا کرو۔ نہیں پہنچتے اللہ تعالیٰ کو ان کے گوشت اور ان کے خون، البتہ پہنچتا ہے اس کے حضور تک تقویٰ تمہاری طرف سے۔ یوں اس نے فرمانبردار بنا دیا ہے انہیں تمہارے لیے تاکہ تم بڑائی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی اس (نعمت) پر کہ اس نے تم کو ہدایت دی اور (اے حبیب!) خوش خبری دیجئے احسان کرنیوالوں کو''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ اللہ کے ذکر کے وقت ان کے دل عظمت شان الٰہی کی وجہ سے کانپتے ہیں، مصائب و آلام پر صبر کرتے ہیں اور نمازوں کو حکم الٰہی کے مطابق صحیح صحیح ادا کرتے ہیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے الْبُدْنَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر نے عبید اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الْبُدْنَ سے مراد اونٹ اور گائیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْبُدْنَ سے مراد سم والا جانور ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے: الْبُدْنَ سے مراد اونٹ اور گائے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ الْبُدْنَ سے مراد اونٹ ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبد الکریم سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: عطاء اور الحکم کا اختلاف ہوا اور عطاء نے کہا الْبُدْنَ اونٹ اور گائیں ہوتے ہیں الحکم نے کہا یہ صرف اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْبُدْنَ سے مراد اونٹ اور گائیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْبُدْنَ سے مراد گائیں ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت یعقوب الریاحی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: انہوں نے ایک شخص کو وصیت کی اور بدنہ کی وصیت کی۔ پھر میں ابن عباس کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ

ایک شخص نے مجھے وصیت کی اور بدنہ کی وصیت کی، کیا میری طرف سے گائے کفایت کرے گی۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ پھر فرمایا تمہارا ساتھی کون ہے؟ میں نے کہا بنی ریاح سے ہے تو کون سے جانور پالتا ہے، بنو ریاح نے گائے سے اونٹ تک پالے ہیں، وہ تمہارا ساتھی ہے، گائے تو اسد اور عبد قیس کے لیے ہے۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ بدنہ کو بدنہ کہنے کی وجہ ان کا موٹا ہونا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ میں ھا ضمیر سے بدنہ مراد ہے اگر سوار ہونے یا دودھ پینے کی ضرورت ہو تو تمہارے لیے ان میں خیر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ تمہارے لیے بدن میں منافع اور اجر ہے۔(1)

امام احمد، عبد بن حمید، ابن ماجہ، طبرانی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم کی سنت، عرض کی ہمارے لیے یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کیا ہے؟ فرمایا ایک بال کے بدلے ایک نیکی۔ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اون کا کیا حکم ہے؟ ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔(2)

امام ابن عدی، دار قطنی، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عید کے دن قربانی سے افضل کسی چیز میں درہم خرچ کرنا نہیں ہے۔

امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے)، ابن ماجہ اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: قربانی والے دن اللہ کی بارگاہ میں خون بہانے سے زیادہ کوئی عمل ابن آدم کا محبوب نہیں ہے۔ قیامت کے روز یہ قربانی اپنے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت آئے گی اور اس کا خون اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زمین پر گرنے سے پہلے پہنچ جاتا ہے۔ پس قربانیاں خوش دلی سے کرو۔(3)

امام ابن ماجہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو قربانی کرنے کی گنجائش ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں: سعید بن المسیب نے حج کیا اور ان کے ساتھ ابن حرملہ نے حج کیا۔ پس سعید نے مینڈھا خریدا اور اس کی قربانی دی، حرملہ نے چھ دینار میں دنبہ خریدا اور اس کو نحر کیا۔ سعد نے ان سے پوچھا کیا تیرے لیے ہماری سنت کافی نہ تھی۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 192 2۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 483 (7337)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ سنن ترمذی، کتاب الاضاحی، جلد 4، صفحہ 70 (1463)، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 481 (7334)

ارشاد سنا ہے: وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ پس میں نے پسند کیا کہ میں اس خیر کو حاصل کروں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے میری راہنمائی کی ہے۔ ابن المسیب اس سے بہت خوش ہوئے اور وہ ان کی طرف سے یہ بات بیان کرتے تھے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیہ میں حضرت ابن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت صفوان بن سلیم رحمہ اللہ نے حج کیا اور ان کے پاس سات دنانیر تھے۔ ان کے ساتھ انہوں نے بدنہ خریدا، اسے کہا گیا کہ تمہارے پاس صرف سات دینار تھے جن کے ساتھ تم نے بدنہ خرید لیا ہے! تو انہوں نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنا ہے لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ۔

امام قاسم بن اصبغ اور ابن عبد البر رحمہما اللہ نے التمہید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: اے لوگو! قربانیاں کرو اور خوش دلی سے کرو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو بندہ اپنی قربانی کا قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے قیامت کے روز اس کا خون، سینگ اور اون سب میزان میں موجود ہوں گے اور اگر خون مٹی پر گرتا ہے تو وہ اللہ کی بارگاہ میں گرتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کے مالک کو پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تھوڑا عمل کرو زیادہ جزا دیے جاؤ گے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو الاشد السلمی عن ابی عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل قربانی وہ ہے جو مہنگی اور موٹی ہو۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قربانی کے دن لوگوں کے خون بہانے سے زیادہ از روئے اجر کے کوئی خرچ نہیں مگر وہ خرچ جو صلہ رحمی پر کیا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ کے تحت روایت کیا ہے: اگر دودھ کی احتیاج ہو تو بدنہ کا دودھ پی لے، سواری کی ضرورت ہو تو سوار ہو جائے، اگر اون کی ضرورت ہو تو وہ لے لے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے ابن عباس سے کہا کیا آدمی بغیر بوجھ کے بدنہ پر سوار ہو جائے؟ فرمایا بغیر کسی مشقت کے ان کا دودھ لے۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آدمی اپنے بدنہ پر معروف طریقہ سے سوار ہو جائے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہدی پر معروف طریقہ پر سوار ہو جاؤ حتیٰ کہ تم اسے سواری پاؤ۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سوار ہونے کی رخصت دی جب انہیں سوار ہونے کی ضرورت ہو۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا وہ اونٹ ہانک کر لے جا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 424، المکتب الاسلامی بیروت

یہ بدنہ ہے۔ فرمایا تیرے لیے ہلاکت ہو، اس پر سوار ہو جا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا وہ بدنہ یا ہدی ہانک کر لے جا رہا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جا۔ اس نے کہا بدنہ ہے یا کہا ہدی ہے۔ فرمایا اگرچہ بدنہ ہے (سوار ہو جا)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا نے الاضاحی میں، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابوظبیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: جب تو بدنہ کو نحر کرنے کا ارادہ کرے تو اسے تین پاؤں پر کھڑا کر جب کہ اس کا ایک ہاتھ باندھا ہوا ہو پھر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ کہہ۔(2)

امام الفریابی، ابوعبید، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ صواف کا مطلب باندھے ہوئے کھڑے ہونا ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بدنہ کو نحر کیا جب کہ وہ کھڑا تھا اور اس کا ایک ہاتھ باندھا ہوا تھا۔ اور فرمایا صَوَآفَّ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنا اونٹ بٹھایا جب کہ وہ اسے نحر کرنا چاہتا تھا تو ابن عباس نے فرمایا: اسے کھڑا کر اور اس کا ہاتھ باندھ دے۔ یہ محمد ﷺ کی سنت ہے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن سابط رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام بدنہ کا بایاں ہاتھ باندھ دیتے تھے اور باقی تین ٹانگوں پر کھڑا کر کے نحر کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ وہ بدنہ کو نحر کرتے تو اس کا دایاں ہاتھ بندھا ہوا ہوتا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ بدنہ کیسے نحر کیا جائے؟ فرمایا اس کا بایاں ہاتھ باندھ دے اور دائیں ہاتھ کی طرف سے اسے نحر کرے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ نحر کرتے وقت بایاں ہاتھ باندھتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء سے روایت کیا ہے، فرمایا: دونوں ہاتھوں میں سے جو چاہے باندھ دے۔

امام ابن الانباری نے المصاحف میں اور الضیاء رحمہما اللہ نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافِنَ پڑھتے تھے۔

امام ابن الانباری نے حضرت مجاہد سے صوافن کے تحت روایت فرمایا ہے کہ ایک ہاتھ باندھا ہوا ہو اور تین ٹانگوں پر کھڑا ہو۔

1۔ صحیح بخاری، باب تقلید النعل، جلد 1، صفحہ 217، المطبعۃ المیمنہ مصر

2۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 422 (3466)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ صحیح بخاری، باب نحر الابل مقیدۃ، جلد 1، صفحہ 218، المطبعۃ المیمنہ مصر

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن الانباری رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافِنَ پڑھتے تھے، یعنی باندھے ہوئے کھڑے ہوئے۔(1)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی صَوَافِنَ پڑھتے تھے۔ فرماتے: میں نے ابن عمر کو بدنہ نحر کرتے ہوئے دیکھا، وہ تین ٹانگوں پر کھڑا تھا اور چوتھی ٹانگ بندھی ہوئی تھی۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے جو صَوَافِنَ پڑھتے ہیں اس کا مطلب بندھا ہوا ہے اور جو صَوَآفَّ پڑھتے ہیں وہ اس کے ہاتھوں کا وصف بیان کرتے ہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ جو صَوَآفَّ پڑھتا ہے اس کا مطلب کھڑی ہو اور جس کے ہاتھ باندھے ہوئے ہوں، جنہوں نے صوافن پڑھا ہے اس کا مطلب کھڑا ہونا اور بندھا ہوا ہونا ہے۔

ابن ابی شیبہ کے الفاظ میں الصواف کا مطلب چاروں ٹانگوں پر کھڑا ہونا اور صَوَافِنَ کا مطلب تین ٹانگوں پر کھڑا ہونا ہے۔

امام عبدالرزاق، ابوعبید، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن الانباری نے المصاحف میں اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ صَوَآفَّ پڑھتے تھے فرماتے ہیں: اس کا مطلب خالص اللہ کے لیے ذبح کرنا ہے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ مشرکین بتوں کے لیے ذبح کرتے تھے۔

امام ابوعبید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے صوافی یعنی یاء منصوبہ کے ساتھ پڑھا ہے اور فرمایا اس کا مطلب ہے خالص اللہ کے لیے ہو، شرک کا شبہ تک نہ ہو، یہ حکم اس لیے فرمایا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں جب نحر کرتے تھے تو شرک کرتے تھے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے وَجَبَتْ کا مطلب گرنا روایت کیا ہے، یعنی جب وہ پہلو پر گر جائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا معنی نحرت (نحر ہو جانا) روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس کا یہ معنی کیا ہے جب زمین پر گر جائے۔

امام ابوداؤد، نسائی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابونعیم رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عبداللہ بن قرط رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پانچ یا چھ اونٹ پیش کیے گئے۔ وہ خود بخود آپ کی طرف جھک گئے جس سے چاہیں ذبح کا آغاز فرمائیں۔ جب وہ اپنے پہلوؤں پر گر گئے تو فرمایا جو چاہے ان کا گوشت کاٹ لے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ خود کھانے سے پہلے بدنہ سے کسی کو کھلاتے تھے۔ اور فرماتے فَكُلُوا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا، ھُمَا سَوَاءٌ۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پہلے لوگ جو اللہ کے لیے ذبح

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 407 (1932)، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب الاضاحی، جلد 4، صفحہ 246 (7522)، دارالکتب العلمیہ بیروت

کرتے تھے، اس سے نہیں کھاتے تھے۔ پھر انہیں ہدی، قربانی اور اس جیسے دوسرے جانوروں سے کھانے کی رخصت دی گئی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نذر کے جانور سے نہ کھایا جائے اور نہ شکار کی جزاء کے طور پر دیئے گئے جانور سے کھایا جائے اور نہ اس سے جو مساکین کے لیے ذبح کیا جائے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نذر سے نہ کھایا جائے، نہ کفارہ سے کھایا جائے اور نہ اس سے جو مساکین کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم قربانیوں میں سے اپنے پڑوسیوں، سائل اور سوال نہ کرنے والے کو کھلائیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ منیٰ میں تھے اور یہ آیت پڑھی فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔ اور اپنے غلام سے کہا: یہ قانع وہ ہے جو اس پر قناعت کرتا ہے جو میں اسے عطا کرتا ہوں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْقَانِعَ سے مراد سوال نہ کرنے والا ہے اور الْمُعْتَرَّ سے مراد سوال کرنے والا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْقَانِعَ وہ ہے جو اسے مل جائے اس پر قناعت کرے اور الْمُعْتَرَّ وہ ہے جو بار بار سوال کرے اور ایک روایت میں فرمایا قانع وہ ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا رہتا ہے۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے حضرت نافع رحمہ اللہ نے الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ کے بارے پوچھا تو ابن عباس نے فرمایا: قانع وہ ہے جو اس پر قناعت کرے جو اسے مل جائے اور الْمُعْتَرَّ وہ ہے جو دروازوں پر مانگتا ہے، نافع نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے کہا ہاں، کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

عَلٰى مُكْثِرِيهِمْ حَقُّ مَنْ يَعْتَرِيهِمْ وَعِنْدَ الْمُقِلِّيْنَ السَّمَاحَةُ وَالْبَذْلُ

''مال دار لوگوں پر دست سوال دراز کرنے والوں کا حق ہے اور غریب لوگوں کے پاس سماحت اور عجز ہے''۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور بیہقی نے سنن میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: الْقَانِعَ وہ ہے جس کو اس کے گھر میں مال بھیجا جائے اور الْمُعْتَرَّ وہ ہے جو تیرے پاس مانگنے کے لیے آئے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: الْقَانِعَ وہ ہے جو سوال کرتا ہے، الْمُعْتَرَّ وہ ہے جو سامنے آتا ہے لیکن سوال نہیں کرتا۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الْقَانِعَ ایسا سائل ہے جو سوال کرے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الضحایا، جلد 9، صفحہ 294، دار الفکر بیروت

لَمَالُ الْمَرْءِ يُصْلِحُهُ فَيَبْقَى مَعَاقِرَهُ أَعَفُّ مِنَ الْقُنُوْعِ

"انسان کا مال اصلاح کرتا ہے اور اس کی دہشت کو باقی رکھتا ہے، تو سائل سے درگزر کر"۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْقَانِعَ وہ ہے جو سوال کرتا ہے اس کا جو تیرے ہاتھ میں ہے اور الْمُعْتَرَّ وہ ہے جو تیرے سامنے آئے تا کہ تو اسے کھلائے۔ ابن ابی شیبہ کے الفاظ اس طرح ہیں: الْمُعْتَرَّ وہ ہے جو تیرے سامنے آئے لیکن سوال نہ کرے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الْقَانِعَ وہ ہے جو تیرے سامنے طمع کرتا ہے لیکن سوال نہیں کرتا اور الْمُعْتَرَّ وہ ہے جو تجھے ملتا ہے اور تجھ سے سوال نہیں کرتا۔(1)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الْقَانِعَ وہ ہے جو سوال کرتا ہے تو اسے ہاتھ میں دیا جاتا ہے، الْمُعْتَرَّ وہ ہے جو مانگتا پھرتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے: الْقَانِعَ سے مراد اہل مکہ اور الْمُعْتَرَّ سے مراد دوسرے تمام لوگ ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے: الْقَانِعَ سے مراد سائل ہے اور الْمُعْتَرَّ سے مراد معتر البدن ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں الْبَآئِسَ وہ ہوتا ہے جو جب بھی سوال کرتا ہے تو ہاتھ پھیلاتا ہے اور الْقَانِعَ وہ امیدوار ہے جو تیرے پڑوسیوں میں سے تیرے ذبیحہ کی امید رکھتا ہے۔ اور الْمُعْتَرَّ وہ ہے جو خود لوگوں کے سامنے آتا ہے لیکن سوال نہیں کرتا۔(2)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت القاسم بن ابی بزہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے سوال کیا گیا کہ کتنا گوشت کھایا جائے اور کتنا قانع اور معتر کو دیا جائے۔ انہوں نے فرمایا: اس گوشت کے تین حصے بناؤ۔ پوچھا گیا الْقَانِعَ کون ہے؟ فرمایا جو تیرے اردگرد ہے۔ پوچھا گیا اگرچہ اردگرد والوں نے خود بھی ذبح کیا ہو؟ فرمایا اگرچہ انہوں نے ذبح بھی کیا ہو اور الْمُعْتَرَّ وہ ہوتا ہے جو تیرے پاس آئے اور تجھ سے سوال کرے۔

امام ابن المنذر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مشرکین جب ذبح کرتے تو خون کعبہ کی طرف لے جاتے اور کعبہ پر اسے مل دیتے۔ مسلمانوں نے بھی ایسا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ اونٹوں کے گوشت اور خون بیت اللہ پر ملتے تھے۔ صحابہ کرام نے کہا ہم اس عمل کے زیادہ حق دار ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: النصب صنم نہیں ہیں، صنم وہ ہوتا ہے جس کی تصویر

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الضحایا، جلد 9، صفحہ 294، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً

بنائی جاتی ہے اور نقش بنایا جاتا ہے اور یہ پتھر تھے جو تین سو ساٹھ تھے اور نصب کیے گئے تھے۔ جب وہ جانور ذبح کرتے تو اس کا خون ان پتھروں پر مل دیتے جو بیت اللہ کی سامنے والی دیوار میں ہوتے اور گوشت کو کاٹ کر ان پتھروں پر رکھ دیتے، مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ زمانہ جاہلیت میں لوگ خون کے ساتھ بیت اللہ کی تعظیم کرتے تھے۔ پس ہم اس کی تعظیم کے زیادہ حق دار ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی بات کو ناپسند فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا۔

امام ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کیا ہے کہ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں نہیں پہنچتے۔ بدنہ کو نحر کرنا اللہ تعالیٰ کے خوف اور اطاعت کی وجہ سے ہے۔ تمہاری طرف سے اللہ کی بارگاہ میں اعمال صالحہ اور تقویٰ پہنچتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ کے تحت روایت کیا ہے: جن اعمال سے اللہ کی رضا طلب کی گئی ہو وہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر تمہارا عمل پاکیزہ ہوگا اور تم خود پاک ہوگے، تو وہ تمہارا عمل تمہارے نیک اعمال تک پہنچ جائے گا اور قبول ہو جائے گا۔

ابن ابی حاتم نے ابن زید سے لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ ان ایام میں اپنے ذبائح پر اللہ کا نام لو۔

امام الحاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بہتر لباس پہننے، عمدہ خوشبو لگانے اور موٹی قربانی کرنے کا حکم دیا اور (فرمایا) گائے سات آدمیوں کی طرف سے ہے اور اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف قربانی کیا جا سکتا ہے اور فرمایا ہم اعلانیہ تکبیر کہیں اور ہم پر وقار اور سکون ہو۔(1)

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾

"یقیناً اللہ تعالیٰ حفاظت کرتا ہے اہل ایمان کی (کفار کے مکر و فریب سے)، بے شک اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا کسی دھوکا باز احسان فراموش کو"۔

عبد بن حمید نے عاصم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے يُدٰفِعُ (یعنی الف کے ساتھ اور یاء کے رفع کے ساتھ) پڑھا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس شخص کو کبھی ضائع نہیں فرماتا جو اس کی رضا کے لیے اس کے دین کی حفاظت کرتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ لَا يُحِبُّ کا مطلب لا یقرب ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اسے نعمت قرب عطا نہیں فرماتا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ قرآن میں جہاں كَفُوْرٍ آیا ہے اس سے مراد کفار ہیں۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿۳۹﴾

1۔ شعب الایمان، باب الصیام، جلد 3، صفحہ 342 (3715)، دار الکتب العلمیہ بیروت

"اذن دے دیا گیا (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بنا پر کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے"۔

امام عبدالرزاق، احمد، عبد بن حمید، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ، البزار، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، الحاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے باہر نکلے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا ان لوگوں نے اپنے نبی کو (اپنے شہر) سے نکالا ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ قوم ہلاک ہو جائے گی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا۔ ابن عباس اسے اذن پڑھتے تھے۔ ابوبکر نے کہا مجھے معلوم تھا کہ جنگ ہو گی۔ ابن عباس نے فرمایا یہ پہلی آیت ہے جو جہاد کے بارے میں نازل ہوئی۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مومنین ہجرت کرتے ہوئے مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف نکلے، تو کفار قریش نے ان کا پیچھا کیا، اس وقت مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت ملی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ۔ (2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ پہلی آیت جو نازل ہوئی وہ اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں کو مکہ میں ابتلاء میں ڈالا گیا اور ان کے خاندان کے لوگ ہی ان کے درمیان حائل ہوئے تاکہ انہیں اسلام سے برگشتہ کردیں اور انہیں اپنے گھروں سے نکال دیں اور ان پر غلبہ کرلیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے خروج کا حکم دیا اور انہیں جنگ کرنے کا بھی اذن مرحمت فرمایا۔

امام عبدالرزاق اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جہاد کے متعلق پہلی آیت یہ نازل ہوئی: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ۔ (3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ مسلمانوں کو کفار سے جہاد کرنے کی اجازت دی گئی جب کہ دس سال ان کی زیادتیوں اور ستم رسانیوں سے درگزر کیا جاتا رہا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے کہ نبی کریم اور صحابہ کرام کو جہاد کی اجازت دی گئی کیونکہ اہل مکہ نے ان پر ظلم کیا تھا جب انہوں نے انہیں اپنے گھروں سے نکالا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عثمان نے اپنے محل سے باغیوں کے اوپر جھانکا اور فرمایا: میرے پاس ایسا شخص بھیجو جو کتاب اللہ کا قاری ہو۔ تو انہوں نے صعصعہ بن صوحان کو

1۔ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 5، صفحہ 304 (3171)، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، الکتاب بفرض الجہاد، جلد 2، صفحہ 579، دارالکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف عبدالرزاق، باب سن باجر الی الحبشۃ، جلد 5، صفحہ 273، دارالکتب العلمیہ بیروت (عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بھیجا، بات چیت ہوئی تو صعصعہ نے اپنے حق میں یہ آیت پڑھی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ۔ حضرت عثمان نے اسے فرمایا تم نے جھوٹ بولا ہے، یہ تیرے اور تیرے ساتھیوں کے متعلق نہیں ہے لیکن یہ میرے اور میرے ساتھیوں کے بارے میں ہے۔

الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ؕ وَ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ ۝ وَ قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ ۝ وَّ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰی فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ۝

”وہ (مظلوم) جن کو نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے ناحق صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ بچاؤ نہ کرتا لوگوں کا انہیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر تو (طاقتور کی غارت گری سے) منہدم ہو جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) سب پر غالب ہے۔ وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں زمین میں تو وہ صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم کرتے ہیں (لوگوں کو) نیکی کا اور روکتے ہیں (انہیں) برائی سے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے سارے کاموں کا انجام۔ اور اگر یہ کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں (تو کیا تعجب ہے) پس جھٹلایا تھا ان سے پہلے قوم نوح نے اور عاد و ثمود نے۔ اور قوم ابراہیم نے اور قوم لوط نے۔ او مدین کے رہنے والوں نے (اپنے اپنے نبیوں کو) اور جھٹلائے گئے موسیٰ بھی تو (کچھ عرصہ) میں نے مہلت دی ان کفار کو (جب وہ باز نہ آئے) تو میں نے انہیں پکڑا (خود ہی بتاؤ) کتنا خوفناک تھا میرا عذاب“۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف محمد ﷺ اور صحابہ کرام کو کفار کا ہجرت پر مجبور کرنا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے عثمان بن عفان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا

پڑی ہیں ان میں کوئی شخص بھی نہیں ہے۔ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ ان کنوؤں کے مالکوں نے انہیں بیکار کر دیا ہے اور ان کا استعمال اور دیکھ بھال چھوڑ دی ہے۔ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ یعنی انہوں نے ان محلوں کو مضبوط بنایا تھا لیکن وہ ہلاک ہو گئے اور ان محلوں کو چھوڑ گئے۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ سے مراد ایسے کنویں ہیں جن کو ان کے مالکوں نے چھوڑ دیا ہو، ان کا اب کوئی مالک نہ ہو۔ (2)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ سے مراد ایسا محل ہے جو چونے سے بنایا گیا ہو۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا جو جص اور پکی اینٹوں سے بنایا گیا ہو۔ نافع نے پوچھا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں، کیا تو نے عدی بن زید کا یہ شعر نہیں سنا:

شَادَهٗ مَرْمَرًا وَجَلَّلَهٗ كِلْسًا فَلِلطَّيْرِ فِيْ ذُرَاهُ وُكُوْرُ

''اس نے اسے سنگ مرمر سے پختہ بنایا ہے اور چونے اور گچ سے اسے مزین کیا ہے، اس کی چوٹی پر پرندوں کے گھونسلے ہیں''۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے قَصْرٍ مَّشِيْدٍ کے تحت روایت کیا ہے: ایسا محل جو گچ اور چونے سے بنایا گیا ہو۔

امام عبد بن حمید اور عبد الرزاق نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایسا محل جو گچ سے تیار کیا گیا ہو۔ (3)

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾

''کیا انہوں نے سیر و سیاحت نہیں کی زمین میں تاکہ (ان کھنڈرات کو دیکھ کر) ان کے دل ایسے ہو جاتے جن سے وہ (حق کو) سمجھ سکتے اور کان ایسے ہو جاتے جن سے نصیحت سن سکتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں''۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب الفکر میں ابن دینار سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ لوہے سے دو نعلین اور ایک عصا بناؤ پھر زمین میں سیر و سیاحت کرو، آثار اور عبر تلاش کرو حتی کہ نعلین اور عصا ٹوٹ جائیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا: یہ سروں کی آنکھیں کیا ہیں؟ انہیں اللہ تعالیٰ نے باعث منفعت بنایا ہے۔ لیکن حقیقت میں نفع بخش آنکھیں وہ ہیں جو دل میں ہیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ عبد اللہ بن زائدہ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 409 (1942)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 212

3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 409 (1940)

یعنی ابن ام کلثوم کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابونصر السجزی نے الابانہ میں بیہقی نے شعب الایمان میں اور دیلمی رحمہم اللہ نے مسند الفردوس میں حضرت عبد اللہ بن جراد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اندھا وہ نہیں جو ظاہری آنکھوں سے محروم ہے، اندھا وہ ہے جو بصیرت سے محروم ہے۔(1)

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۝ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ۝

”یہ لوگ جلدی مانگ رہے ہیں آپ سے عذاب (یہ تسلی رکھیں) اللہ تعالیٰ خلاف ورزی نہیں کرے گا اپنے وعدہ کی اور بے شک ایک دن تیرے رب کے ہاں ایک ہزار سال کی طرح ہوتا ہے جس حساب سے تم گنتی کرتے ہو۔ اور کتنی بستیاں تھیں جنہیں میں نے (کافی عرصہ) ڈھیل دی حالانکہ وہ ظالم تھیں پھر (جب وہ باز نہ آئے) تو میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری طرف ہی (سب کو) لوٹنا ہے“۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ، فرماتے ہیں: اس امت کے جاہل لوگوں نے عذاب کا مطالبہ کیا: اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ (انفال) ”اے اللہ اگر ہو یہی (قرآن) سچ تیری طرف سے تو برسا ہم پر پتھر آسمان سے اور لے آ ہم پر دردناک عذاب“۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ کے تحت روایت فرمایا ہے: یعنی ان چھ دنوں میں سے جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا۔(2)

امام ابن المنذر نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مومن پر اس دن کی طوالت صرف صبح کی نماز اور عصر کی نماز کے درمیان کے وقت کے برابر ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: دنیا، آخرت کے جمعوں میں سے ایک جمعہ ہے، یعنی سات ہزار سال، جن میں سے چھ ہزار سال گزر چکے ہیں۔

ابن ابی الدنیا نے الامل میں سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: دنیا آخرت کے جمعوں میں سے ایک جمعہ ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت محمد بن سیرین سے اور انہوں نے ایک اہل کتاب سے روایت کیا ہے جو مسلمان ہو چکا تھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دنوں میں فرمائی وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ

1۔ شعب الایمان، باب التوکل، جلد 2، صفحہ 126 (1372)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 216

سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اور دنیا کی مدت چھ ایام ہے اور قیامت ساتویں دن میں ہوگی۔ چھ ایام گزر چکے ہیں اور تم ساتویں دن میں ہو۔ اس کی مثال اس حاملہ عورت کی سی ہے جو آخری مہینہ میں داخل ہو چکی ہو، معلوم نہیں ہوتا کہ کس گھڑی بچہ جنم دے دے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت صفوان بن سلیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان فقراء نصف دن غنی مسلمانوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ پوچھا گیا نصف دن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا پانچ سو سال۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ضمیر بن نہار رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فقراء مسلمان نصف دن اغنیاء مسلمانوں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ میں نے پوچھا نصف یوم کی مقدار کتنی ہے؟ فرمایا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا وَ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔(1)

امام احمد نے الزہد میں ضمیر بن نہار سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے فقراء، نصف یوم اغنیاء سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر یہ آیت پڑھی وَ اِنَّ یَوْمًا الخ۔

امام بیہقی نے الشعب میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے نماز جنازہ پڑھی پھر اس کے دفن سے فراغت سے پہلے واپس آگیا تو اسے ایک قیراط (ثواب) ملے گا اور اگر وہ اس کے دفن سے فراغت تک انتظار کرتا رہا تو اسے دو قیراط ملیں گے اور قیامت کے دن اس کے میزان میں ایک قیراط احد پہاڑ کی مثل ہوگا پھر ابن عباس نے فرمایا ہمارے رب کی عظمت کا یہ حق ہے کہ اس کا قیراط احد پہاڑ کی مثل ہو اور اس کا دن ہزار سال کا ہو۔(2)

امام ابن عدی اور دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا آخرت کے ایام میں سے کل سات ایام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۵۰﴾ وَ الَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۵۱﴾

"(اے حبیب!) آپ فرمایئے اے لوگو! بس میں تو تمہیں (عذاب الٰہی سے) کھلا ڈرانے والا ہوں۔ سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے تو ان کے لیے مغفرت بھی ہے اور باعزت روزی بھی۔ اور جو لوگ کوشش کرتے رہے ہماری آیتوں (کی تردید) میں اس خیال سے کہ وہ ہمیں ہرا دیں گے یہی لوگ دوزخی ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رِزْقٌ كَرِیْمٌ سے مراد جنت ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے کہ انہوں نے مُعْجِزِیْنَ پڑھا اور پورے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 216، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 4 (9245)، دار الکتب العلمیہ بیروت

قرآن میں ہر جگہ اس کو الف سے پڑھا ہے۔ فرماتے ہیں اس کا معنی مشقت اٹھانے والے ہیں۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ **مُعٰجِزِیْنَ** کا معنی مراغمین (دشمنی کرنے والے) ہے۔

امام ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن الزبیر سے روایت کیا ہے کہ وہ **مُعَجِّزِیْنَ** (یعنی بغیر الف کے) پڑھتے تھے یعنی وہ روکنے والے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت میں **مُعٰجِزِیْنَ** پڑھنے والوں پر تعجب کرتے تھے۔ فرماتے تھے **مُعٰجِزِیْنَ** کلام عرب سے ہے ہی نہیں۔ یہ **مُعَجِّزِیْنَ** ہے (یعنی روکنے والے ہیں)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ** کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی اتباع سے روکتے ہیں۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور انہوں نے اللہ کو عاجز کرنے کا ارادہ کیا، وہ ایسا ہرگز نہیں کرسکیں گے۔(2)

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ ۚ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۙ﴿۵۲﴾ لِّیَجْعَلَ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ۙ﴿۵۳﴾ وَّ لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَیُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۴﴾ وَ لَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ یَاْتِیَهُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۵۶﴾ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۵۷﴾

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی مگر اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب اس نے کچھ پڑھا تو ڈال دیئے شیطان نے اس کے پڑھنے میں (شکوک) پس مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ جو دخل اندازی شیطان کرتا ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 218 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 409 (1944)، دار الکتب العلمیہ بیروت

پھر پختہ کردیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے۔ یہ سب اس لیے تا کہ اللہ تعالیٰ بنادے جو وسوسہ ڈالتا ہے شیطان ایک آزمائش ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل بہت سخت ہیں اور بے شک ظالم لوگ مخالفت میں بہت دور نکل جاتے ہیں۔ نیز اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ جان لیں وہ لوگ جنہیں علم بخشا گیا کہ کتاب حق ہے آپ کے رب کی طرف سے تا کہ ایمان رکھیں اس کے ساتھ اور جھک جائیں اس (کی سچائی) کے آگے ان کے دل اور بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے ایمان والوں کو راہ راست کی طرف۔ اور ہمیشہ شک میں مبتلا رہیں گے کفار اس کے بارے میں یہاں تک کہ آ جائے ان پر قیامت اچانک یا آ جائے ان پر عذاب منحوس دن کا۔ حکمرانی اس روز اللہ تعالیٰ کی ہی ہوگی، وہی فیصلہ فرمائے گا لوگوں کے درمیان۔ پس جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو وہ نعمت (واحسان) کے باغوں میں (قیام پذیر) ہوں گے۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو یہ وہ بدنصیب ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا"۔

امام عبد بن حمید اور ابن الانباری رحمہما اللہ نے المصاحف میں حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ وَلَا مُحَدِّثٍ) پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پہلے (وَلَا مُحَدِّثٍ) اتارا گیا تھا اس کو منسوخ کر دیا گیا اور محدثون یہ تھے، صاحب یٰس، لقمان، یہ آل فرعون سے تھے، صاحب موسیٰ۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: نبی وہ ہوتا ہے جس سے کلام کی جاتی ہے، اس پر آیات کا نزول ہوتا ہے لیکن اس کی طرف نئی شریعت نہیں بھیجی جاتی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابو صالح سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ مشرکین نے کہا تم ہمارے معبودوں کا ذکر خیر سے کرو، ہم تمہارے معبود کا ذکر خیر سے کریں گے۔ پس شیطان نے اس کے پڑھنے میں کچھ (شکوک) ڈال دیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾ (النجم) تلاوت کیا تو شیطان نے اپنی طرف سے یہ کلمات آپ کی زبان پر ڈال دیئے انهن لفی الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ۔ ابن عباس نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امید یہ تھی کہ آپ کی قوم مسلمان ہو جائے۔

امام البزار، طبرانی، ابن مردویہ اور ضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾ (النجم) تلاوت کی تو (بلا قصد آپ کی زبان پر یہ الفاظ بھی جاری ہو گئے) تلك الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی۔ مشرکین یہ جملے سن کر خوش ہوئے اور کہا کہ انہوں نے ہمارے معبودوں کا ذکر کیا، پس اس وقت جبرئیل

آ گئے اور کہا جو میں آپ کے پاس لے کر آیا ہوں وہ پڑھو آپ نے پڑھا اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ۙ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ (النجم) اس کے بعد نے تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتنجى۔ جبریل نے کہا یہ الفاظ میں نہیں لایا۔ یہ شیطان کی طرف سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ الخ۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں سورۃ النجم تلاوت کی۔ جب اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ الخ پر پہنچے تو شیطان نے آپ کی زبان پر یہ الفاظ ڈال دیئے، تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتنجى۔ مشرکین نے کہا اس سے پہلے تو کبھی آپ نے ہمارے بتوں کا خیر کے ساتھ ذکر نہیں کیا، آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔ اس کے بعد جبرئیل آئے اور کہا جو میں لے کر آیا تھا وہ مجھ پر پڑھو، جب آپ تلك الغرانيق پر پہنچے تو جبرئیل نے کہا یہ میں نہیں لایا تھا۔ یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الخ۔(1)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے العوفی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ پر عربوں کے معبودوں کا واقعہ نازل ہوا۔ آپ اسے پڑھ رہے تھے تو مشرکین نے بھی سن لیا، کہنے لگے ہم سن رہے ہیں کہ آپ ہمارے معبودوں کا خیر کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں، وہ آپ کے قریب ہو گئے۔ آپ تلاوت کرتے ہوئے اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ الخ پر پہنچے تو شیطان نے یہ الفاظ ڈالے دیئے تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى۔ فوراً جبرئیل نازل ہوئے اور انہیں مٹادیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الخ۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس اور ابوبکر الہذلی وایوب عن عکرمہ عن ابن عباس اور سلیمان التیمی عن حدثہ عن ابن عباس کے سلاسل سے یہ روایت کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ نے سورۃ النجم تلاوت فرمائی۔ آپ اس آیت پر پہنچے اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ الخ تو شیطان نے آپ کی زبان پر تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى۔ ڈال دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ کی آیت نازل فرمائی۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے یونس کے طریق سے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں تھے آپ نے سورۃ النجم تلاوت فرمائی، جب آپ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ الخ۔ پر پہنچے تو آپ نے یہ الفاظ بھی ساتھ پڑھ دیے تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى۔ رسول اللہ ﷺ بھول گئے۔ مشرکین اس سے بہت خوش ہوئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان کی دخل اندازی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الخ۔ یہ حدیث مرسل صحیح الاسناد ہے۔(3)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت موسیٰ بن عقبہ سے روایت کیا ہے کہ ابن شہاب نے فرمایا: جب سورۃ النجم نازل ہوئی مشرکین پہلے کہا کرتے تھے کہ اگر یہ شخص ہمارے خداؤں کا ذکر خیر سے کرے تو ہم اسے اور اس کے صحابہ کو تسلیم کر لیں گے۔ لیکن وہ ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 221، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 22 3۔ ایضاً

لوگوں کا ذکر اس طرح نہیں کرتے جو یہود و نصاریٰ ان کے دین کے مخالف ہیں جیسا کہ وہ ہمارے معبودوں کا ذکر بھلائی سے کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ پر کفار کی اذیتیں اور ان کی تکذیب بہت شاق گزری اور ان کی گمراہی نے آپ کو بہت پریشان کیا ہوا تھا۔ آپ کفار کی اذیتوں کو روکنا چاہتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم نازل فرمائی تو آپ نے أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى کی تلاوت کی تو شیطان نے اس کے ساتھ یہ کلمات ڈال دیے جب طواغیت کا ذکر کیا تو کہا وانهن لهن الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى۔ یہ شیطان کی تک بندی اور فتنہ سے تھا۔ پس یہ کلمات مکہ میں ایک مشرک کے دل میں واقع ہو گئے ان کے ساتھ لوگوں کی زبانیں چلنے لگیں اور لوگ ان کو پڑھنے لگے۔ اور لوگوں نے کہا محمد (ﷺ) اپنے پہلے اور اپنی قوم کے دین کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ جب آپ ﷺ سورۃ النجم کے آخر میں پہنچے تو سجدہ کیا اور حاضرین مجلس مشرک و مسلم سب نے سجدہ کیا۔ پس یہ بات لوگوں میں عام ہو گئی۔ شیطان نے اس کو خوب پھیلایا حتیٰ کہ وہ حبشہ کی زمین تک پہنچ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الخ جب اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ واضح کر دیا اور شیطان کی تک بندی سے آپ کو بری کر دیا تو مشرکین پھر اپنی گمراہی میں لوٹ گئے اور مسلمانوں سے دشمنی کرنے لگے اور ان پر سختی کرنے لگے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسی روایت کو دلائل میں روایت کیا ہے، انہوں نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ کا ذکر نہیں کیا۔ طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام سعید بن منصور اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی اور محمد بن قیس رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ قریش کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے جس میں اکثر قریش تھے۔ اس دن آپ نے خواہش کی آج اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی بات نہ آ جائے جس کو سن کر وہ بھاگ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ سورۃ نازل فرمائی وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى۞ آپ ﷺ نے اس کی تلاوت کی حتیٰ کہ جب آپ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى۞ تک پہنچے تو شیطان نے دو کلمات آپ کی زبان پر ڈال دیے تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى۔ آپ نے ان کلمات کا تلفظ کیا۔ پھر آپ نے پوری سورت تلاوت فرمائی۔ آخر میں آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور ساری قوم نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا اور آپ کے ان الفاظ کی وجہ سے قریش خوش ہوئے۔ جب شام ہوئی تو جبرئیل آئے اور آپ ﷺ نے اس کے سامنے سورۃ النجم تلاوت کی۔ جب آپ ان کلمات پر پہنچے جو شیطان نے ڈالے تھے تو جبرئیل نے کہا یہ وہ کلمات ہیں جو آپ کے پاس میں نہیں لایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھا ہے اور میں نے وہ بات کہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے نہیں کہی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا۞ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا۞ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا۞ (اسراء) آپ ہمیشہ ان کلمات کی وجہ سے مغموم رہتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اس کے نزول کے بعد آپ کی طبیعت خوش ہو گئی اور پریشانی جاتی رہی۔ (1)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 219

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ میں تھے، عرب کے معبودوں کے بارے آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوا۔ آپ اللات والعزت کا ذکر بار بار (سورۃ النجم) کی آیت میں پڑھ رہے تھے۔ اہل مکہ نے آپ سے یہ آیات سنیں کہ آپ ان کے (جھوٹے) معبودوں کا ذکر کر رہے ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے اور آپ کے قریب ہو گئے۔ شیطان نے آپ کی تلاوت میں تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى۔ کے الفاظ ڈال دیئے، نبی کریم ﷺ نے ان کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الخ۔(1)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو العالیہ سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اگر اپنے کلام میں ہمارے بتوں کا ذکر کرو تو ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے کیونکہ آپ کے پاس کمزور اور نادار لوگ بیٹھتے ہیں، پس جب وہ ہمیں آپ کے پاس بیٹھا دیکھیں گے تو دوسرے لوگ بھی آپ کے پاس آجائیں گے۔ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے اس میں سورۃ النجم کی تلاوت کی جب آپ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ الخ پر پہنچے تو شیطان نے آپ کی زبان پر تلك الغرانيق العلى ڈال دیا۔ جب آپ ﷺ نے سورت ختم کی تو آپ نے سجدہ کیا اور مسلمانوں اور مشرکوں نے بھی سجدہ کیا۔ یہ بات حبشہ تک پہنچ گئی کہ مکہ کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ بعد میں جب آپ کو جبریل کے کہنے پر ان الفاظ کا پتہ چلا تو آپ بہت پریشان ہوئے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمادیں، وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝ ہے۔(2)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ سورۃ النجم مکہ میں نازل ہوئی۔ قریش نے کہا اے محمد ﷺ آپ کے پاس فقراء اور مساکین لوگ بیٹھتے ہیں اور آپ کے پاس لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ اگر آپ ہمارے معبودوں کا ذکر خیر کے ساتھ کریں گے تو ہم بھی آپ کے پاس بیٹھیں گے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے سورۃ النجم پڑھی۔ جب اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ الخ پر پہنچے تو شیطان نے آپ کی زبان پر تلك الغرانيق العلى الخ کے الفاظ ڈال دیئے۔ جب آپ سورت کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو آپ نے بھی سجدہ کیا اور مسلمانوں اور مشرکوں نے بھی سجدہ کیا لیکن ابواحیحہ سعید بن العاص نے سجدہ نہ کیا۔ اس نے مٹی کی ایک مٹھی لے کر اس پر پیشانی کو رکھا۔ اور کہا اب وقت آگیا ہے کہ ابن ابی کبشہ نے ہمارے معبودوں کا خیر کے ساتھ ذکر کیا ہے، مسلمانوں کو اس بات کی خبر حبشہ میں پہنچی کہ قریش مسمان ہو گئے ہیں۔ پس انہوں نے مکہ واپس آنے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ پر اور صحابہ کرام پر شیطان کی یہ حرکت انتہائی شاق گزری۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الخ۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 222　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کو اونگھ آ گئی، شیطان نے آپ کی زبان پر کچھ کلمات ڈال دیئے جو آپ نے ادا کر دیئے، مشرکین ان کی وجہ سے آپ کو چمٹ گئے۔ آپ نے اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ۝ الخ کی تلاوت کی تو شیطان نے آپ کی زبان پر تلك الغرانيق۔ کے کلمات ڈال دیئے۔ مشرکین نے ان کلمات کو یاد کر لیا، شیطان نے انہیں بتایا کہ اللہ کے نبی نے ان کلمات کو پڑھا ہے تو ان کی زبانیں بھی یہ پڑھنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دھتکار دیا اور اپنے نبی مکرم ﷺ کو حجت کی تلقین فرمائی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ النجم تلاوت فرمائی اور شیطان نے آپ کے منہ مبارک میں اپنی طرف سے آیات کے درمیان کچھ کلمات ڈال دیئے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ایک دن رسول اللہ ﷺ نے سورۃ النجم تلاوت فرمائی اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ۝ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ الخ۔ شیطان نے آپ کی زبان پر تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى۔ کے الفاظ ڈال دیئے، رسول اللہ ﷺ گھبرا گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا (النجم:26) پھر آپ کی طرف یہ آیت نازل کی گئی تو آپ کی پریشانی ختم ہو گئی وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الخ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے جب آپ نے تلاوت میں اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ۝ الخ پڑھا تو شیطان نے تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى۔ کے الفاظ آپ ﷺ کی زبان پر ڈال دیئے۔ حتیٰ کہ آپ سورۃ کے آخر میں پہنچے تو سجدہ کیا اور آپ کے اصحاب نے بھی سجدہ کیا اور چونکہ آپ ﷺ نے ان کے بتوں کا ذکر کیا تھا اس لیے مشرکوں نے بھی سجدہ کیا۔ جب آپ ﷺ نے سر اٹھایا تو تمام لوگوں نے بھی سر اٹھایا۔ پس مکہ کے دو قطروں کے درمیان بات سخت پھیل گئی۔ وہ کہتے بنی عناف کے نبی۔ حتیٰ کہ جبرئیل آپ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے اس کے سامنے سورۃ النجم پڑھی تو جونہی آپ نے تلك الغرانيق الخ کے الفاظ پڑھے تو جبرئیل نے کہا معاذ اللہ! میں نے آپ کو یہ الفاظ نہیں پڑھائے آپ کو بہت پریشانی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس سے اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب آپ ﷺ بات کرتے تو شیطان اپنی بات آپ کی بات میں ڈالنے کی کوشش کرتا۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک سے روایت کیا ہے: اِذَا تَمَنّٰۤى یہ تلاوت اور قرأت کے معنی میں ہے فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ شیطان آپ ﷺ کی تلاوت میں ڈالتا۔ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ اللہ کے حکم سے جبرئیل شیطان کی بات کو منسوخ کر دیتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 223

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے اِذَا تَمَنّٰۤى کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ آپ کی کلام میں کلام کرتا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لِّلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ سے مراد منافقین ہیں۔ الْقَاسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ سے مراد مشرکین ہیں۔ اَنَّهُ الْحَقُّ سے مراد قرآن ہے اور فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْهُ میں مِّنْهُ ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔ یَوْمٍ عَقِیْمٍ سے مراد ایسا دن ہے جس کے ساتھ رات نہ ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مِّنْهُ سے مراد وہ باتیں ہیں جو ابلیس خبیث لے کر آتا ہے وہ ان بدبختوں کے دلوں سے نہیں نکلتی ہیں ان کی گمراہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

امام ابن مردویہ اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یَوْمٍ عَقِیْمٍ سے مراد بدر کا دن ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: چار آیات میں بدر کی جنگ کے دن کا ذکر ہے اور یَاْتِیَهُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ اس سے مراد بدر کا دن ہے فَسَوْفَ یَكُوْنُ لِزَامًا۝ (فرقان) یہ بھی بدر کے دن ہوا ہے۔ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى (الدخان: 16) اس سے بھی بدر کا دن مراد ہے۔ وَ لَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ (السجدۃ: 21) یہ بھی بدر کے دن ہوا۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد بدر کا دن ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یَوْمٍ عَقِیْمٍ سے مراد قیامت کا دن ہے جس کی رات نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر نے سعید بن جبیر سے اور ابن ابی حاتم نے حضرت الضحاک سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۝۵۸ لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ۝۵۹

"اور جن لوگوں نے ہجرت کی راہ خدا میں پھر وہ (جہاد میں) قتل کر دیئے گئے یا طبعی طور پر فوت ہوئے تو ضرور عطا فرمائے گا انہیں اللہ تعالیٰ بہترین رزق اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ وہ ضرور داخل کرے گا انہیں ایسی جگہ جسے وہ پسند کریں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا بردبار ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص سرحد کی پاسبانی کرتے ہوئے فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کو مجاہد کا اجر عطا فرمائے گا اور اس پر رزق جاری فرمائے گا اور فتنہ والوں سے امن دے گا اور چاہو تو یہ پڑھ لو: وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الخ۔

امام ابن جریر، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت فضالہ بن عبید الانصاری الصحابی رضی اللہ عنہ سے روایت لیا ہے: دو جنازوں کو گزارا گیا، ایک شہید تھا اور دوسرا متوفی (طبعی موت مرنے والا)۔ لوگ شہید کی طرف مائل ہوئے۔ فضالہ نے کہا: کیا وجہ ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ شہید کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور اس کو چھوڑ رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا: یہ اللہ کے راستہ میں شہید ہے۔ حضرت فضالہ نے فرمایا مجھے کوئی پرواہ نہیں، میں ان دونوں قبروں میں سے جس سے بھی اٹھوں۔ اللہ کی کتاب سنو: وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مُّدْخَلًا سے مراد جنت ہے۔

ذٰلِكَ ۚ وَ مَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

''ان باتوں کو یاد رکھو اور جس نے بدلہ لیا اتنا قدر جتنی تکلیف اسے دی گئی تھی پھر (مزید) زیادتی کی گئی اس پر تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد فرمائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی داخل کرتا ہے رات (کے کچھ حصہ) کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن (کے کچھ حصہ) کو رات میں اور اللہ تعالیٰ سب باتیں سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ نیز اس کی یہ وجہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو خدائے برحق ہے اور جسے وہ پوجتے ہیں اس کے علاوہ وہ سراسر باطل ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب سے بلند (اور) سب سے بڑا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا آسمان سے پانی تو ہو جاتی ہے (خشک) زمین سرسبز و شاداب۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمیشہ لطف فرمانے والا ہر چیز سے باخبر ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب سے بے پروا اور ہر تعریف کا مستحق ہے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 228، داراحیاء التراث العربی بیروت

کریم ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا جب کہ محرم کی چاند کی صرف دوراتیں باقی تھیں۔ پس صحابہ کرام کا لشکر مشرکین کے آمنے سامنے ہوا تو مشرکین آپس میں کہنے لگے کہ اصحاب محمد ﷺ سے جنگ کرو کیونکہ وہ شہر حرام میں قتال کو حرام قرار دیتے ہیں، صحابہ کرام نے انہیں الله تعالیٰ کا واسطہ دے کر جنگ نہ کرنے کو کہا کیونکہ صحابہ کرام شہر حرام میں قتال کو حلال نہیں جانتے تھے مگر یہ کہ کوئی دوسرا ان سے جنگ کا آغاز کرے۔ مشرکین نے جنگ کا آغاز کیا تو صحابہ کرام نے ان سے جنگ کو حلال جانا اور جنگ شروع کر دی۔ الله تعالیٰ نے ان کی نصرت وتائید فرمائی۔

امام ابن المنذر رحمہ الله نے حضرت ابن جریج رحمہ الله سے ذٰلِكَ ۚ وَ مَنْ عَاقَبَ کے تحت روایت کیا ہے کہ مشرکین نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے خلاف آپس میں تعاون کیا اور اور انہیں اپنے شہر سے نکال دیا۔ الله تعالیٰ نے اپنے محبوب سے مدد کا وعدہ فرمایا۔ قصاص میں بھی یہی حکم ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ الله نے حضرت مجاہد رحمہ الله سے روایت کیا ہے کہ الْبَاطِلُ سے مراد شیطان ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞ وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَحْيَاكُمْ ۫ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ۞

''اور کیا تو نے نہیں دیکھا کہ الله تعالیٰ نے فرمانبردار بنا دیا ہے تمہارے لیے ہر چیز کو جو زمین میں ہے اور کشتی کو بھی کہ چلتی ہے سمندر میں اس کے حکم سے اور اس نے روکا ہوا ہے آسمان کو کہ گر نہ پڑے زمین پر بجز اس کے فرمان کے بے شک الله تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی دی پھر مارے گا تمہیں پھر زندہ کرے گا تمہیں بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے''۔

امام طبرانی رحمہ الله نے حضرت ابن عباس رضی الله عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تو کسی خوف ناک بادشاہ کے پاس جائے اور تجھے اس کے غالب آنے کا اندیشہ ہو تو تم تین مرتبہ یہ کلمات کہو: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِهٖ جَمِيْعًا اَللّٰهُ اَعَزُّ مِمَّنْ اَخَافُ وَاَحْذَرُ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ اَنْ يَّقَعْنَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلَانٍ وَجُنُوْدِهٖ وَ اَشْيَاعِهٖ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِلٰهِيْ كُنْ لِّيْ جَارًا مِّنْ شَرِّهِمْ جَلَّ شَانُكَ وَعَزَّ جَارُكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

''الله تعالیٰ سب سے بڑا ہے، الله تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے زیادہ طاقت ور ہے، الله تعالیٰ اس سے بھی زیادہ قوی ہے جس سے میں ڈرتا ہوں اور خوف کھا رہا ہوں، میں اس الله تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور جس نے اپنے حکم

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے اِذَا تَمَنّٰۤى کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ آپ کی کلام میں کلام کرتا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لِّلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ سے مراد منافقین ہیں۔ الْقَاسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ سے مراد مشرکین ہیں۔ اَنَّهُ الْحَقُّ سے مراد قرآن ہے اور فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْهُ میں مِّنْهُ ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔ یَوْمٍ عَقِیْمٍ سے مراد ایسا دن ہے جس کے ساتھ رات نہ ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مِّنْهُ سے مراد وہ باتیں ہیں جو ابلیس خبیث لے کر آتا ہے وہ ان بدبختوں کے دلوں سے نہیں نکلتی ہیں ان کی گمراہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

امام ابن مردویہ اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یَوْمٍ عَقِیْمٍ سے مراد بدر کا دن ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: چار آیات میں بدر کی جنگ کے دن کا ذکر ہے اور یَاْتِیَهُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ، اس سے مراد بدر کا دن ہے فَسَوْفَ یَكُوْنُ لِزَامًا (فرقان) یہ بھی بدر کے دن ہوا ہے۔ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى (الدخان:16) اس سے بھی بدر کا دن مراد ہے۔ وَ لَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ (السجدۃ:21) یہ بھی بدر کے دن ہوا۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد بدر کا دن ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یَوْمٍ عَقِیْمٍ سے مراد قیامت کا دن ہے جس کی رات نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر نے سعید بن جبیر سے اور ابن ابی حاتم نے حضرت الضحاک سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۵۸﴾ لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ﴿۵۹﴾

"اور جن لوگوں نے ہجرت کی راہ خدا میں پھر وہ (جہاد میں) قتل کر دیئے گئے یا طبعی طور پر فوت ہوئے تو ضرور عطا فرمائے گا انہیں اللہ تعالیٰ بہترین رزق اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ وہ ضرور داخل کرے گا انہیں ایسی جگہ جسے وہ پسند کریں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا بردبار ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص سرحد کی پاسبانی کرتے ہوئے فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کو مجاہد کا اجر عطا فرمائے گا اور اس پر رزق جاری فرمائے گا اور فتنہ والوں سے امن دے گا اور چاہو تو یہ پڑھ لو: وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الخ۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت فضالہ بن عبید الانصاری الصحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: دو جنازوں کو گزارا گیا، ایک شہید تھا اور دوسرا متوفی (طبعی موت مرنے والا)۔ لوگ شہید کی طرف مائل ہوئے۔ فضالہ نے کہا: کیا وجہ ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ شہید کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور اس کو چھوڑ رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا: یہ اللہ کے راستہ میں شہید ہے۔ حضرت فضالہ نے فرمایا مجھے کوئی پرواہ نہیں، میں ان دونوں قبروں میں سے جس سے بھی اٹھوں۔ اللہ کی کتاب سنو: وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مُّدْخَلًا سے مراد جنت ہے۔

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۫ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾

''ان باتوں کو یاد رکھو اور جس نے بدلہ لیا اتنا قدر جتنی تکلیف اسے دی گئی تھی پھر (مزید) زیادتی کی گئی اس پر تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد فرمائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی داخل کرتا ہے رات (کے کچھ حصہ) کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن (کے کچھ حصہ) کو رات میں اور اللہ تعالیٰ سب باتیں سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ نیز اس کی یہ وجہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو خدائے برحق ہے اور جسے وہ پوجتے ہیں اس کے علاوہ وہ سراسر باطل ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب سے بلند (اور) سب سے بڑا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا آسمان سے پانی تو ہو جاتی ہے (خشک) زمین سرسبز و شاداب۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمیشہ لطف فرمانے والا ہر چیز سے باخبر ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب سے بے پروا اور ہر تعریف کا مستحق ہے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 228، دار احیاء التراث العربی بیروت

سے آسمان کو زمین پر آنے سے روکا ہوا ہے، اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں فلاں بندے کے شر سے اور اس کے لشکر کے شر سے اور جنوں اور انسانوں میں خدمت گزاروں کے شر سے۔ اے اللہ! تو ہی مجھے ان کے شر سے پناہ دینے والا بن جا، تیری حمد وثناء بہت بلند ہے اور تجھ سے پناہ لینے والا ہمیشہ غالب ہوتا ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ انسان ناشکرا ہے کیونکہ مصائب کو تو شمار کرتا ہے اور نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے: قرآن میں جہاں بھی لَكَفُوْرٌ ذکر ہوا ہے، اس سے مراد کفار ہیں۔ واللہ اعلم۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ۭ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾

"ہر امت کے لیے ہم نے مقرر کر دیا ہے عبادت کا طریقہ جس کے مطابق وہ عبادت کرتے ہیں۔ تو انہیں چاہیے کہ وہ نہ جھگڑا کریں آپ سے اس معاملہ میں۔ آپ بلاتے رہیے انہیں اپنے رب کی طرف (اے محبوب!) آپ بے شک سیدھی راہ پر (گامزن) ہیں۔ اور اگر وہ (پھر بھی) آپ سے جھگڑا کریں تو آپ (صرف اتنا) فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا تمہارے درمیان قیامت کے دن ان امور کے بارے میں جن میں تم اختلاف کرتے رہتے ہو"۔

ابن ابی حاتم نے ابوالملیح سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: چالیس سے سو تک اور اس سے زائد افراد کو امت کہتے ہیں۔

امام احمد، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے شعب الایمان میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ کے تحت روایت کیا ہے کہ ہر امت کے لیے مخصوص جانور تھا قربانی کے لیے جسے وہ ذبح کرتے تھے۔

حضرت ابورافع نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب قربانی دینی ہوتی تو آپ دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھے خریدتے، جب آپ خطبہ اور نماز عید سے فارغ ہو جاتے تو ایک کو ذبح کرتے اور یہ کہتے اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنْ اُمَّتِيْ جَمِيْعًا مَنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيْدِ وَلِيْ بِالْبَلَاغِ۔ پھر دوسرے مینڈھے کے پاس آتے، اسے ذبح کرتے اور یہ کہتے اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ۔ پھر وہ دونوں مساکین کو کھلاتے۔ خود بھی اور آپ کے گھر والے دونوں مینڈھوں میں سے کھاتے تھے۔ ہم دو سال ٹھہرے اللہ تعالیٰ نے قرض اور مؤنت سے ہماری کفایت فرمائی۔ بنی ہاشم میں سے کوئی بھی قربانی نہیں کرتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ هُمْ نَاسِكُوْهُ کا مطلب ذابحوہ

کریم ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا جب کہ محرم کی چاند کی صرف دو راتیں باقی تھیں۔ پس صحابہ کرام کا لشکر مشرکین کے آمنے سامنے ہوا تو مشرکین آپس میں کہنے لگے کہ اصحاب محمد ﷺ سے جنگ کرو کیونکہ وہ شہر حرام میں قتال کو حرام قرار دیتے ہیں، صحابہ کرام نے انہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر جنگ نہ کرنے کو کہا کیونکہ صحابہ کرام شہر حرام میں قتال کو حلال نہیں جانتے تھے مگر یہ کہ کوئی دوسرا ان سے جنگ کا آغاز کرے۔ مشرکین نے جنگ کا آغاز کیا تو صحابہ کرام نے ان سے جنگ کو حلال جانا اور جنگ شروع کردی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت وتائید فرمائی۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے ذٰلِكَ ۚ وَ مَنْ عَاقَبَ کے تحت روایت کیا ہے کہ مشرکین نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے خلاف آپس میں تعاون کیا اور انہیں اپنے شہر سے نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے مدد کا وعدہ فرمایا۔ قصاص میں بھی یہی حکم ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الْبَاطِلُ سے مراد شیطان ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَحْيَاكُمْ ۫ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

''اور کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمانبردار بنادیا ہے تمہارے لیے ہر چیز کو جو زمین میں ہے اور کشتی کو بھی کہ چلتی ہے سمندر میں اس کے حکم سے اور اس نے روکا ہوا ہے آسمان کو کہ گر نہ پڑے زمین پر بجز اس کے فرمان کے بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی دی پھر مارے گا تمہیں پھر زندہ کرے گا تمہیں بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے''۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تو کسی خوف ناک بادشاہ کے پاس جائے اور تجھے اس کے غالب آنے کا اندیشہ ہو تو تم تین مرتبہ یہ کلمات کہو: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِهٖ جَمِيْعًا اَللّٰهُ اَعَزُّ مِمَّنْ اَخَافُ وَاَحْذَرُ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ اَنْ يَّقَعْنَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلَانٍ وَجُنُوْدِهٖ وَ اَشْيَاعِهٖ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِلٰهِيْ كُنْ لِّيْ جَارًا مِّنْ شَرِّهِمْ جَلَّ ثَنَاؤُكَ وَعَزَّ جَارُكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

''اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے زیادہ طاقت ور ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ قوی ہے جس سے میں ڈرتا ہوں اور خوف کھا رہا ہوں، میں اس اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور جس نے اپنے حکم

ہے یعنی اسے ذبح کرتے ہیں فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ یعنی وہ ذبائح کے معاملہ میں آپ سے نہ جھگڑیں۔ (1)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہر امت کے لیے ہم نے ایک ذبح مقرر کیا جو وہ ذبح کرتے ہیں۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ مَنْسَكًا سے مراد ہدی کا خون بہانا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَنْسَكًا سے مراد ذبح اور حج ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ کے تحت روایت کیا ہے کہ مشرک کہتے تھے کہ جو اللہ اپنے دائیں ہاتھ سے ذبح کرتا ہے وہ تم نہیں کھاتے اور جو تم اپنے ہاتھوں سے ذبح کرتے ہو وہ حلال ہے (یہ عجیب معاملہ ہے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مقاتل سے روایت کیا ہے کہ اِلٰى رَبِّكَ سے مراد اِلٰى دِيْنِ رَبِّكَ ہے یعنی اپنے رب کے دین کی طرف بلاتے رہیے۔ هُدًى سے مراد دین مستقیم ہے۔ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ اگر وہ آپ سے ذبائح کے بارے میں جھگڑیں۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اگر وہ آپ سے جھگڑیں تو تم کہو اللہ بہتر جانتا ہے جو تم کر رہے ہو، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝

"کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ یہ سب کچھ ایک کتاب میں (لکھا ہوا) ہے بے شک (بلندی اور پستی کی ہر چیز کو جان لینا) اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ اور وہ پوجتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو نہیں اتاری جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی سند اور انہیں خود بھی ان کے بارے کوئی علم نہیں اور نہیں ہوگا ظلم و ستم کرنے والوں کا کوئی مددگار"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو مخلوق کے پیدا کرنے سے سو سال پہلے پیدا فرمایا اور وہ عرش پر ہے۔ قلم کو حکم دیا۔ لکھ قلم نے عرض کی کیا لکھوں؟ فرمایا قیامت تک مخلوق کے بارے میں میرا علم لکھ۔ پس قلم نے وہ سب کچھ لکھا جو قیامت تک علم الٰہی میں ہونا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ یعنی جو ساتوں آسمانوں میں ہے اور جو ساتوں زمینوں میں ہے سب کو اللہ جانتا ہے ان ذلك مشار الیہ کا علم ہے فی کتاب یعنی لوح محفوظ میں آسمانوں اور زمینوں کی

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 474 (7323)، دار الکتب العلمیہ بیروت

تخلیق سے پہلے لکھا ہوا ہے۔ یَسِیْرٌ کا مطلب آسان ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آخر زمانہ میں میری امت پر ایک تقدیر کا دروازہ کھولے گا جسے کوئی چیز بند نہیں کرے گی۔ تمہارا اس لیے یہ کہنا کافی ہے اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ الخ۔

امام الالکائی رحمہ اللہ نے السنۃ میں حضرت سلیمان بن جعفر رحمہ اللہ سے مرسل کی طرح مرفوع روایت کیا ہے۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾

''اور جب تلاوت کی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں صاف صاف تو پہچان لیتے ہیں کفار کے چہروں پر ناپسندیدگی کے آثار، یوں پتہ چلتا ہے کہ وہ عنقریب جھپٹ پڑیں گے ان لوگوں پر جو پڑھتے ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں۔ آپ فرمائیے (اے چیں بہ جبیں ہونے والو!) کیا میں آگاہ کردوں تمہیں اس سے بھی تکلیف دہ چیز پر، دوزخ کی آگ! وعدہ کیا ہے اس آگ کا اللہ تعالیٰ نے کفار سے اور دوزخ بہت برا ٹھکانا ہے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے ابن عباس سے يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ کے تحت روایت کیا ہے۔ یبطشون (پکڑ لیں گے)۔(1)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ کفار قریش جھپٹ پڑیں گے اور پکڑ لیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾

''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، پس غور سے سنو اسے۔ بے شک جن معبودوں کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر یہ تو مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ وہ سب جمع ہو جائیں اس (معمولی سے) کام کے لیے اور اگر چھین لے ان سے مکھی بھی کوئی چیز تو وہ نہیں چھڑا سکتے اسے اس مکھی سے (آہ) کتنا بے بس ہے ایسا طالب اور کتنا بے بس ہے ایسا مطلوب۔ نہ قدر پہچانی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسے اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا طاقت ور (اور) سب پر غالب ہے''۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 236، دار احیاء التراث العربی بیروت

ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ یہ مثال بت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الطَّالِبُ سے مراد تمہارے جھوٹے معبود ہیں۔ اور الْمَطْلُوْبُ سے مراد مکھی ہے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا یعنی یہ بت ہرگز ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکیں گے۔ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا بتوں کے لیے کھانا رکھا جاتا تھا پھر اس پر مکھی بیٹھتی تھی، وہ اس سے کھاتی تھی۔ لیکن یہ بت اس سے چھیننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ پھر لوگوں اور بتوں کی طرف کلام کا رخ کیا، فرمایا ضَعُفَ الطَّالِبُ یعنی وہ جو اس بت سے حاجت کا سوال کرتا ہے جو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتا اور مکھی جو اس سے چھین لے۔ یہ اس سے واپس نہیں کرسکتا۔ وَ الْمَطْلُوْبُ اس سے مراد بت ہے جو نہ مکھی پیدا کرسکتا ہے اور نہ مکھی سے چھین سکتا ہے وہ جو اس نے لے لیا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ فرماتے ہیں: اس سے مراد بت ہے یعنی وہ چیز اس مکھی سے وہ بت نہیں چھڑا سکتے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان مورتیوں کی عبادت کرتے ہیں جو مکھی کا مقابلہ نہیں کرسکتے، تو واقعی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر کو نہیں پہچانا۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت طارق بن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سلمان نے فرمایا: ایک شخص مکھی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا اور ایک شخص مکھی کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوا۔ لوگوں نے پوچھا: وہ مکھی کیا تھی؟ پس انہوں نے ایک انسان کے کپڑے پر مکھی دیکھی تو فرمایا یہ مکھی ہے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیسے ہوا؟ انہوں نے فرمایا دو مسلمان آدمی ایک قوم کے پاس سے گزرے جو ایک اپنے بت کی عبادت کرنے کے لیے جمع بیٹھے تھے، جو آدمی اس بت کے پاس سے گزرتا وہ کوئی چیز اس بت کو پیش کرتا، ان لوگوں نے مسلمانوں سے بھی کہا کہ تم دونوں بھی ہمارے بت کے لیے کچھ پیش کرو، تو ان دونوں نے کہا: ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، بت پرستوں نے کہا تم پیش کرو اگرچہ مکھی ہی ہو۔ ایک نے دوسرے سے کہا: کیا خیال ہے؟ دوسرے نے کہا میں تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ پس اسے قتل کر دیا گیا تو وہ جنت میں داخل ہوا اور دوسرے نے اپنے چہرے پر ہاتھ مار کر مکھی پکڑی اور اسے بت پر پھینک دیا۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ پس وہ دوزخ میں داخل ہوا۔ (2)

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 238

2۔ شعب الایمان، باب فی القرابین والامانۃ، جلد 5، صفحہ 485 (7343)، دار الکتب العلمیہ بیروت

بَصِيْرٌ ﴿٧٥﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۗ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٧٦﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٧٧﴾

''اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے بعض پیغام پہنچانے والے اور انسانوں سے بھی بعض کو رسول۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے سارے معاملات۔ اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور عبادت کرو اپنے پروردگار کی اور (ہمیشہ) مفید کام کیا کرو تا کہ تم (دین و دنیا میں) کامیاب ہو جاؤ''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے اس آیت اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں سے انبیاء چن لیتا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے لیے اور ابراہیم کو خلت کے لیے منتخب فرمالیا (حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)۔(1)

امام حاکم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ بن عمران صفی اللہ ہیں۔(2)

امام علامہ بغوی (نے معجم میں) الباوردی، ابن قانع، طبرانی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت زید بن ابی اوفی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھ رہے تھے فلاں کہاں ہے؟ فلاں کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے صحابہ کرام کا پوچھا اور ان کی طرف پیغامات بھیجے حتی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جمع ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں (ایک بات) بیان کرنے والا ہوں، تم اسے یاد کرلو اور دل میں بٹھالو اور پھر اپنی آنے والی نسل کو بتانا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کچھ بندوں کو چن لیا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ۔ فرمایا اس مخلوق کو جنت میں داخل فرمائے گا، میں تم میں سے کچھ لوگوں کو منتخب کرتا ہوں جن کو منتخب کرنا پسند کرتا ہوں اور تمہارے درمیان بھائی چارے قائم کرتا ہوں جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے درمیان مواخات قائم کی ہے۔ فرمایا اے ابوبکر! تم اٹھو، آپ اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تیرا مجھ پر احسان ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔ فرمایا اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو تجھے اپنا خلیل بناتا۔ آپ کا تعلق میرے نزدیک اس طرح ہے جس طرح میری قمیص کا میرے جسم سے تعلق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنی قمیص کو حرکت دی۔ پھر فرمایا اے عمر! تم قریب ہو جاؤ۔ آپ قریب ہوئے تو فرمایا اور قریب ہو

1۔ مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، جلد 2، صفحہ 629 (4098)، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 629 (4100)

جاؤ، حضرت عمر اور قریب ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابو حفص! تم ہم پر بہت سخت تھے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی
کہ تیرے واسطے سے دین کو عزت بخشے یا ابو جہل کے ذریعے عزت بخشے۔ یہ عزت اللہ تعالیٰ نے تجھے بخشی۔ تم مجھے ابو جہل سے
زیادہ محبوب تھے۔ تم جنت میں میرے ساتھ اس امت سے تیسرے ہوگے۔ پھر حضرت عمر پیچھے ہٹ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
حضرت عمر اور ابوبکر کے درمیان اخوت قائم کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان کو بلایا، فرمایا: عثمان قریب آؤ،
عثمان قریب آجاؤ، حضرت عثمان قریب ہوگئے حتیٰ کہ آپ نے اپنے گھٹنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا لیے
حضرت عثمان کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا، پھر آسمان کی طرف دیکھا پھر فرمایا سبحان اللہ العظیم۔ یہ آپ نے تین مرتبہ
فرمایا۔ پھر حضرت عثمان کی طرف دیکھا، ان کی چادر کچھ کھلی ہوئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان کی چادر کو
درست کیا۔ پھر فرمایا اپنی چادر کے پلو اپنی گردن سے باندھ لو۔ آسمان والوں میں آپ کی بڑی شان ہے، تم ان لوگوں میں سے
ہو جو میرے پاس حوض (کوثر) پر آئیں گے۔ آپ کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا، میں کہوں گا آپ کے ساتھ یہ کس نے کیا۔ تم
کہو گے فلاں نے۔ یہ جبرئیل کا کلام ہے (جب وہ آسمان سے آواز لگاتے ہیں)۔ عثمان ہر اس شخص پر امیر ہیں جس کی مدد نہیں
کی گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد الرحمٰن بن عوف کو بلایا: فرمایا اے اللہ کے امین اور آسمان میں امین! اللہ تعالیٰ تجھے مال کو حق
میں خرچ کرنے کی توفیق بخشے گا۔ میرے پاس تیرے لیے ایک دعا ہے جو میں نے مؤخر کر رکھی ہے۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرم
فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عبد الرحمٰن! مجھے امانت نے برانگیختہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرے مال کو زیادہ کرے، آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاتھ کو حرکت دے رہے تھے۔ حضرت عبد الرحمٰن پیچھے ہٹ گئے۔ ان کے اور عثمان بن عفان کے درمیان
مؤاخات فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلحہ اور زبیر کو بلایا، فرمایا: میرے قریب آجاؤ۔ وہ قریب ہوئے تو فرمایا: تم دونوں میرے
حواری ہو جیسے عیسیٰ بن مریم کے حواری تھے۔ پھر ان دونوں کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ پھر سعد بن ابی وقاص اور عمار بن
یاسر کو بلایا اور فرمایا اے عمار! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ پھر ان دونوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اس کے بعد ابو درداء اور
سلمان فارسی کو بلایا اور فرمایا اے سلمان! تو ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے علم اول، علم آخر، کتاب اول،
کتاب اخر عطا فرمائی۔ پھر فرمایا اے ابو درداء! کیا میں تجھے ایک بات نہ بتاؤں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور
کرم فرمایئے فرمایا تم ان پر تنقید کرو گے تو وہ تم پر تنقید کریں گے، اگر تم ان کو چھوڑو گے تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے، اگر تم ان
سے بھاگو گے تو وہ تمہیں پکڑ لیں گے۔ اپنے فقر کے دن کے لیے کچھ اپنے سامان میں آج انہیں دے دو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ابو درداء اور سلمان فارسی کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے اصحاب کے چہروں کو دیکھا اور فرمایا:
خوش رہو اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو، تم وہ لوگ ہو جو سب سے پہلے حوض پر میرے پاس آؤ گے، تم ہی بالا خانوں میں رہو گے۔ پھر
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ بن عمر کو دیکھا اور فرمایا سب تعریفیں اللہ کے لیے جو گمراہی سے ہدایت دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ
عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری روح نکل رہی ہے اور میری پیٹھ ٹوٹ رہی ہے۔ جب سے میں نے آپ کو دیکھا
ہے کہ آپ میرے سوا تمام صحابہ کرام کو ایسا ایسا فرما رہے ہیں، اگر تو یہ علی پر ناراضگی کی وجہ سے ہے تو پھر بھی رضاء و کرامت

آپ کو زیبا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں نے تجھے اپنی ذات کے لیے مؤخر کیا ہے، تیرا مرتبہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسا ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا، تم میرے وارث (علم) ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی کس چیز کا وارث ہوں؟ فرمایا انبیاء جس چیز کا وارث بناتے ہیں۔ حضرت علی نے عرض کی: آپ سے پہلے انبیاء نے کون سی وراثت چھوڑی؟ فرمایا اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت۔ اور تم میرے ساتھ میرے محل میں جنت کے اندر ہو گے۔ میری بیٹی فاطمہ بھی ساتھ ہو گی تم میرے بھائی اور میرے رفیق ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ (الحجر) اللہ کی رضا میں دوستی رکھنے والے ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا یہ ادب اور نصیحت ہے۔

وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾

"اور (سرتوڑ) کوشش کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس طرح کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے چن لیا ہے تمہیں (حق کی پاسبانی اور اشاعت کے لیے) اور نہیں روا رکھی اس نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی۔ پیروی کرو اپنے باپ ابراہیم کے دین کی۔ اس نے تمہارا نام مسلم (سر اطاعت خم کرنے والا) رکھا ہے اس سے پہلے اور اس قرآن میں بھی تمہارا یہی نام ہے تاکہ ہو جائے رسول (کریم) گواہ تم پر اور تم گواہ ہو جاؤ لوگوں پر پس (اے دین حق کے علم بردارو!) صحیح صحیح ادا کیا کرو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور مضبوط پکڑ لو اللہ تعالیٰ (کے دامن رحمت) کو۔ وہی تمہارا کارساز ہے۔ پس وہ بہترین کارساز ہے اور بہترین مدد فرمانے والا ہے"۔

امام ابن مردویہ نے عبد الرحمٰن بن عوف سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے حضرت عمر نے فرمایا: کیا ہم وہ پڑھتے نہیں ہے جو ہم پڑھتے ہیں وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ کہا جس طرح تم نے ابتدائی زمانہ میں جہاد کیا اس طرح آخر زمانہ میں نہ ہو گا؟ میں نے کہا کیوں نہیں، پھر پوچھا اے امیر المومنین! یہ کب ہو گا؟ فرمایا جب بنو امیہ امراء ہوں گے اور بنو مغیرہ وزراء ہوں گے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت مسعود بن مخرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ

1۔ مجمع الزوائد، کتاب المناقب، جلد 9، صفحہ 238 (14925)، دارالفکر بیروت

نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا پھر اسی طرح حدیث روایت کی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے جہاد کرو حتی کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ آدمی اللہ کے راستہ میں پوری طرح جہاد کرے اور تلوار چلائے۔

امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کے تحت مقاتل سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل میں بھرپور کوشش کرو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اسکا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ گھبرائے، هُوَ اجْتَبٰىكُمْ اس نے تمہیں چن لیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت فضالہ بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجاہد وہ ہے جو اپنے آپ کو اطاعت الٰہی میں مشغول رکھتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَرَجٍ کا مطلب تنگی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین میں تنگی روا نہیں رکھی)۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ نے ابن عباس سے فرمایا: کیا ہم چوری کریں یا زنا کریں تو بھی دین میں ہم پر کوئی حرج نہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: بالکل دین میں ہم پر کوئی تنگی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ فرمایا بنی اسرائیل پر جو سختیاں تھیں وہ تم سے دور کی گئی ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں وسعت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں توبہ اور کفارات کی وسعت عطا فرمائی ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عثمان بن بشار کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے: وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ کہ یہ آیت رمضان کے چاند کے متعلق ہے کہ جب لوگوں کو اس میں شک ہو یا حج کے چاند میں یا عید الفطر اور عید الاضحیٰ وغیرہ میں شک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اس میں تنگی نہیں رکھی۔ (2)

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے روایت فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حرج کے متعلق پوچھا گیا؟ تو انہوں نے فرمایا: میرے لیے ہذیل قبیلہ کا ایک فرد بلاؤ۔ پس وہ شخص آیا تو آپ نے اس سے پوچھا تم حرج کس کو کہتے ہو؟ اس نے کہا الحرجہ اس درخت کو کہتے ہیں جس کا کوئی مخرج

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 241، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 242

نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حَرَجٍ وہ ہے جس میں مخرج (نکلنے کی جگہ) نہ ہو۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سنن میں حضرت عبید اللہ بن ابی یزید رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس سے الحرج کے متعلق پوچھا گیا؟ تو آپ نے فرمایا: کیا ہذیل قبیلہ کا کوئی فرد موجود ہے؟ وہاں ایک شخص موجود تھا۔ اس نے کہا میں موجود ہوں۔ حضرت ابن عباس نے پوچھا تم الحرجہ کس کو کہتے ہو؟ اس نے کہا تنگ چیز کو حَرَجٍ کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس آیت میں بھی حَرَجٍ کا مطلب تنگی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حَرَجٍ کا مطلب تنگی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں تنگی نہیں رکھی دین کو وسیع بنایا ہے۔ اُحِلَّ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ۔ اور حلال کی گئی ہیں تمہارے لیے عورتوں میں سے دو دو، تین تین، چار چار او ما ملکت ایمانکم (مائدہ: 3) یا کنیزیں جن کے مالک ہوں تمہارے دائیں ہاتھ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ (مائدہ: 3) (حرام کیے گئے ہیں تم پر مردار، خون اور سور کا گوشت)

امام محمد بن یحییٰ ذہلی نے الزہریات میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں: حضرت عبد الملک بن مروان نے حضرت علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے اس آیت وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ کے متعلق پوچھا تو علی بن عبد اللہ نے فرمایا الحرج کا مطلب تنگی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین میں کفارات مقرر فرمائے ہیں۔ پھر فرمایا میں نے ابن عباس کو اسی طرح فرماتے سنا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں حضرت محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب نے اس آیت کو پڑھا وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ پھر فرمایا: بنی مدلج کے کسی شخص کو بلاؤ۔ وہ آیا تو آپ نے پوچھا تم حَرَجٍ کس کو کہتے ہو؟ اس نے کہا تنگی کو۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ ہم سے غائب ہو گئے اور نہ تشریف لائے حتی کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ اب بالکل تشریف نہ لائیں گے۔ جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو ایک لمبا سجدہ کیا۔ ہم نے گمان کیا کہ شاید آپ کی روح قبض کر لی گئی ہے۔ جب آپ ﷺ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو فرمایا: میرے رب نے میری امت کے بارے مجھ سے مشورہ طلب کیا کہ میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ میں نے عرض کی یا رب! جو تو چاہے، وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مجھ سے مشورہ طلب کیا۔ میں نے پھر اسی طرح جواب عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! (ﷺ) میں تجھے پریشان نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ میری امت میں سے سب سے پہلے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائے گا جن میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور لوگ ہوں گے انہیں بھی بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف پیغام بھیجا: دعا مانگو، قبول کی جائے گی، سوال کرو عطا کیا جائے گا، میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام دینے والے سے کہا میرا رب میرا سوال مجھے عطا فرمائے گا؟ اس نے کہا اس نے مجھے بھیجا اسی لیے ہے کہ وہ تجھے عطا فرمائے۔ میرے رب نے مجھے عطا فرمایا۔ یہ میں بطور فخر نہیں کہہ

رہا۔ اس نے میرے اگلے پچھلے الزام ختم فرما دیے، میں حیاء کے ساتھ چلتا ہوں، اس نے مجھے یہ عطا فرمایا ہے کہ میری امت بھوکی نہیں رہے گی اور نہ مغلوب ہوگی۔ اس نے مجھے کوثر عطا فرمایا وہ ایک نہر ہے جو حوض میں چلتی ہے۔ اس نے مجھے عزت، نصرت اور رعب عطا فرمایا جو میری امت کے آگے ایک مہینہ چلتا ہے اور اس نے مجھے یہ شرف بھی بخشا کہ میں تمام انبیاء سے پہلے جنت میں جاؤں گا۔ اس نے میرے لیے اور میری امت کے لیے مال غنیمت کو حلال قرار دیا اور ہم سے پہلے لوگوں پر جو سختیاں تھیں وہ ہم سے دور فرمادیں اور اس نے ہم پر کوئی تنگی روا نہیں رکھی۔ میں نے ان انعامات ونوازشات پر اتنا لمبا سجدہ کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ سے اس آیت وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تم پر دین کو تنگ نہیں فرمایا بلکہ اس نے ہر دین دار کے لیے دین میں وسعت رکھی۔ وہ چیزیں جو ممنوع فرمائیں ان کی بھی اضرار کی حالت میں رخصت فرمادی۔ دنیا میں رخصت، ان پر رحمت ہے۔ مثلاً مقیم پر چار رکعتیں فرض فرمائیں، سفر میں انہیں دو رکعت فرمادیا اور دشمن کے خوف کے وقت ایک رکعت فرمادیا۔ پھر فرمایا جو رکوع وسجود کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ اشارے سے نماز پڑھے، جو قبلہ کی جانب رخ نہ کرسکتا ہو جس طرف ممکن ہو ادھر ہی رخ کرے۔ گناہوں اور خطا سے تجاوز فرمایا، وضو اور غسل میں رخصت رکھی، جب انسان کو پانی میسر نہ ہو تو مٹی سے تیمم کرلے۔ روزہ مقیم پر واجب فرمایا۔ مریض اور مسافر کو دوسرے ایام میں روزہ رکھنے کی رخصت عطا فرمائی۔ اور جو روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ ہر دن کے روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور حج میں بھی رخصت رکھی۔ جو شخص زاد راہ یا سواری نہ پائے، کسی اور عذر کی وجہ سے نہ جاسکتا ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہے۔ جہاد میں بھی رخصت کا پہلو رکھا۔ جو سواری یا اخراجات نہ پائے اس پر جہاد فرض نہیں فرمایا۔ مشقت اور اضطرار کے وقت مردار، خون اور خنزیر کا گوشت بقدر کفایت کھانے کی رخصت عطا فرمائی تاکہ بھوک سے مر نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر رخصت اور یسر کو عام فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: مِلَّةَ اَبِيْكُمْ کا مطلب دِيْنَ اَبِيْكُمْ ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے کئی طرق کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلم رکھا۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کتب میں تمام کا نام مسلم رکھا۔ وَ فِيْ هٰذَا سے مراد قرآن ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے تمہارا نام اس کتاب میں مسلم رکھا۔ لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ یعنی رسول مکرم تم پر گواہی دے کہ اس نے تمہیں پیغام الٰہی پہنچا دیا ہے۔ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اور تم دوسری امتوں پر گواہی دو کہ ان کے رسولوں نے انہیں پیغام الٰہی پہنچا دیا تھا۔ (2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 17، صفحہ 243، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 411 (1951)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مِنْ قَبْلُ سے مراد تورات اور انجیل ہے اور فِيْ هٰذَا سے مراد قرآن ہے۔ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ تم امتوں پر گواہی دو کہ رسولوں نے انہیں پیغام پہنچا دیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس امت کے علاوہ کسی امت کے لیے اسلام اور ایمان کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ جب کہ اس امت کے لیے ان دونوں فضیلتوں کا ذکر فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سَمّٰىكُمُ کا فاعل ابراہیم ہے۔ یعنی ابراہیم نے تمہارا نام مسلم رکھا۔ جیسا کہ ارشاد ہے ربنا واجعلنا مسلمین لك (الآیہ)۔

امام طیالسی، احمد، بخاری (نے تاریخ میں)، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، نسائی، الموصلی، ابن خزیمہ، ابن حبان، البوردی، ابن قانع، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ (نے الشعب میں) نے حضرت الحارث الاشعری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو زمانہ جاہلیت کی طرح آوازیں نکالے (نوحہ کرے، چیخے چلائے) تو وہ دوزخ میں سے ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اگرچہ وہ روزہ بھی رکھے اور نماز بھی پڑھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اللہ کے بندو! اس طرح پکارو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام رکھا ہے، اس نے تمہارا نام مسلمین اور مومنین رکھا ہے۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن یزید الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: اس نام کے ساتھ نام رکھو جو اللہ نے تمہارا نام رکھا ہے (یعنی) حنیفیہ، اسلام اور ایمان۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور اسحٰق بن راہویہ رحمہما اللہ نے اپنی مسند میں حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے دو نام رکھے گئے ہیں۔ میری امت کا ایک نام ان کے ساتھ رکھا، ایک سلام ہے، میری امت کا نام مسلمین رکھا، اور دوسرا نام مومن ہے، میری امت کا نام مومنین رکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

1۔ شعب الایمان، باب فی التمسک بالجماعۃ، جلد 6، صفحہ 59 (7494)، دار الکتب العلمیہ بیروت

التماس سورہ فاتحہ برائے تمام مرحومین

۱] شیخ صدوقؒ
۲] علامہ مجلسیؒ
۳] علامہ اظہر حسین
۴] علامہ سید علی نقی
۵] بیگم و سید عابد علی رضوی
۶) بیگم و سید احمد علی رضوی
۷) بیگم و سید رضا امجد
۸) بیگم و سید علی حیدر رضوی
۹) بیگم و سید سبط حسن
۱۰) بیگم و سید مردان حسین جعفری
۱۱) بیگم و سید جار حسین
۱۲) بیگم و مرزا توحید علی
۱۳) سید حسین عباس فرحت
۱۴) بیگم و سید جعفر علی رضوی
۱۵) سید انعام حسین زیدی
۱۶) سیدہ نازہرہ
۱۷) سیدہ رضویہ خاتون
۱۸) سید نجم الحسن
۱۹) سید مبارک رضا
۲۰) سید تہنیت حیدر نقوی
۲۱) بیگم و مرزا احمد ہاشم
۲۲) سید باقر علی رضوی
۲۳) بیگم و سید باسط حسین
۲۴) سید عرفان حیدر رضوی
۲۵) بیگم و اخلاق حسین
۲۶) سید ممتاز حسین
۲۷) بیگم و سید اختر عباس
۲۸) سید محمد علی
۲۹) سیدہ رضیہ سلطان
۳۰) سید مظفر حسنین
۳۱) سید باسط حسین نقوی
۳۲) غلام محی الدین
۳۳) سید ناصر علی زیدی
۳۴) سید وزیر حیدر زیدی
۳۵) ریاض الحق
۳۶) خورشید بیگم
۳۷) محمد علی
۳۸) غلام سجاد بخش
۳۹) بیگم و سید شمشاد حسین